

100 تقاریر

برائے ممبرات لجنہ اماء اللہ
برموقع صدسالہ جوبلی

حنیف احمد محمود

”مجھے خدا تعالیٰ نے الہاماً فرمایا ہے کہ اگر پچاس فیصد عورتوں کی اصلاح کرلو تو اسلام کو ترقی حاصل ہو جائے گی“

(سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ)

100 تقاریر

برائے

ممبرات لجنہ اماء اللہ

برموقع صد سالہ جوبلی

حنیف احمد محمود

رابطہ کرنے کے لیے



ای میل ایڈریس: hanifahmadmahmood@hotmail.com

ویب سائیٹ: www.mushahedat.com

فون نمبر: +44 73 7615 9966



عرض حال

اللہ تعالیٰ کے فضل، رحم اور اُسی ہی کی دی ہوئی توفیق سے بطور ایڈیٹر خاکسار کو لجنہ اماءاللہ عالمگیر کے سو سال پورے ہونے پر روزنامہ الفضل آن لائن لندن کے صد سالہ جوبلی نمبرز نکالنے کی توفیق ملی۔ جن میں دنیا بھر کی لجنہ کی تاریخ محفوظ کی گئی۔ الحمد للہ علی ذالك

چونکہ اِن تاریخی شماروں کے علاوہ لجنہ اماء اللہ کے مختلف عناوین پر مضامین بھی شامل اشاعت کئے گئے تھے۔ پھر جوبلی کے اجلاسات کے انعقاد پر مختلف مواقع پر تقاریر لکھ کر دینے کا مطالبہ بھی سامنے آنے لگا اور ساتھ ہی دنیا کی لجنات کی طرف سے تقاریر کے لئے مواضیع اور عناوین بھی ملنے لگے۔ ان عناوین پر ممبرات کے مطالبہ کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے قلم اٹھایا تو بہت سے علمی، تربیتی، اخلاقی اور تبلیغی عناوین پر تقاریر تیار کر کے حلقہ احباب وخواتین میں تقسیم کرنے کا موقع ملا لیکن ساتھ ہی ان کو یکجا کرنے کا مطالبہ بھی سامنے آنے لگا بلکہ ہمارے ایک خیر خواہ جناب ذیشان محمود مبلغ سیرالیون نے 25 تقاریر کو یکجا بھی کر دیا۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ

بعد ازآں یہ خیال پیدا ہوا اور اس خیال کو بعض آراء سے تقویت ملنے لگی کہ لجنہ اماء اللہ کے صد سالہ جشن تشکر کی مناسبت سے 100 تقاریر ہوں جن کو کتابی شکل دی جا سکے۔ اس سوچ کی تکمیل میں کچھ وقت لگ گیا اور اب ماہ اکتوبر میں جو لجنات کے اجتماعات کے انعقاد کا مہینہ ہوتا ہے صد سالہ جشن تشکر کی مناسبت سے 100 تقاریر کا مجموعہ یکجائی طور پر پیش ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دربار سے یہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اِس معمولی اور حقیر سی کوشش کو قبولیت کا درجہ دے گا اور یہ مجموعہ بہت سوں کے لئے مفید ثابت ہو گا۔ ان شاء اللہ

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

اس مائدہ کی تیاری میں خاکسار کے ساتھ مندرجہ ذیل سلاطینِ نصیر نے حصہ لیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو قبول فرمائے۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ و کان اللہ لھم و نفع اللہ بوجودھم۔ آمین

مکرمہ عائشہ چوہدری (جرمنی)، عزیزم زاہد محمود، مکرم سید عمار احمد (جرمنی)، مکرم منہاس محمود (جرمنی)، مکرم فضل عمر شاہد (لٹویا)، مکرمہ عطیۃ العلیم (ہالینڈ)، مکرمہ فائقہ بشریٰ

ان تقاریر میں چند ایک تقاریر میں درج ذیل لکھاریوں کے مضامین سے استفادہ کیا گیا ہے۔ **فجزاھم اللّٰہ تعالیٰ خیراً**

مکرمہ امۃ الباری ناصر (امریکہ)، مکرم مجید احمد بشیر، مکرمہ ثریا صادق (برطانیہ)، مکرمہ زکیہ فردوس کومل (برطانیہ)، مکرمہ در ثمین احمد (جرمنی)، مکرمہ صدف علیم صدیقی (کینیڈا)، مکرمہ ناصرہ احمد (کینیڈا)، مکرمہ قرۃ العین (برطانیہ)، مکرمہ نمود سحر (برطانیہ)، مکرمہ بقعۃ النور (جرمنی)، مکرمہ عیشہ انیل (جرمنی)، مکرمہ لبنیٰ زاہد، مکرمہ عائشہ نصرت جہاں،
قارئین بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

خاکسار

حنیف احمد محمود۔ برطانیہ

تقاریر کے حوالے سے چند باتیں

1. خاکسار نے جو تقاریر تیار کیں وہ سات سے آٹھ منٹ دورانیہ کی ہیں اس میں نیت یہ تھی کہ جماعتی و ذیلی تنظیموں کے تربیتی و تبلیغی اجلاسات میں پڑھی جاسکیں۔

2. جہاں تک مقابلہ جات کی تقاریر کا تعلق ہے ان میں ان تقاریر کو ذرا مختصر کر کے حسب پروگرام کی جاسکتی ہیں کیونکہ چھوٹی تحریر کو بڑا کرنا قدرے مشکل ہوتا ہے جبکہ بڑی یا لمبی تحریر بآسانی مختصر کی جاسکتی ہے۔

3. بعض دوست جب کسی عنوان کے تحت تقریر کا مطالبہ کرتے ہیں تو ان کو وہ تقریر عنوان کی قدرے تبدیلی سے جب بھجوائی جاتی ہے وہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ وہ عنوان تو نہیں ہے جبکہ عنوان تبدیل کر کے اگر وہی تقریر کر دی جائے تو وہ عین درست ہوتا ہے جیسے آنحضورؐ کا عفو کا مقام اور آنحضورؐ اور غصہ نہ کرنے کی تعلیم۔

4. تقریر کرتے وقت صاحب صدر یا سامعین کو مخاطب کرتے موقع و محل کو مد نظر رکھنا چاہئے کیونکہ صاحب تحریر کے مد نظر بھائی اور بہنیں دونوں ہوتی ہیں۔ اس طرح مخاطب ضمیر بھی بدل جائے گی۔

5. اور سب سے ضروری بات یہ ہے کہ تقریر خود تیار کرنے کی کوشش کیا کریں۔ اس سے کتب بینی کا بھی موقع میسر آتا ہے۔ مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ کی بھی توفیق ملتی ہے۔ عنوان کو ذہن میں رکھ کر درود شریف اور دعائے قرآنیہ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ بار بار پڑھیں۔ اپنے خدا سے مدد مانگیں اور اگر ممکن ہو تو صدقہ بھی دیں۔ اللہ تعالیٰ مضمون سلجھا دے گا اور تقریر لکھنے میں الٰہی مدد و نصرت بھی ملے گی۔



انڈیکس



ضروری نوٹ

ہر مقرر یعنی تقریر کرنے والی تقریر کا آغاز درج ذیل تشہد سے کرے۔

تشہد

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ / خطاب کے آغاز میں تشہد بھی پڑھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس خطبہ / خطاب میں تشہد نہ ہو وہ یَدِ جَذْمَاء یعنی ایک ٹنڈے (کٹے ہوئے) ہاتھ کی مانند ہے۔

(جامع ترمذی، مشکوۃ المصابیح، باب اعلان النکاح، حدیث نمبر 3015)

﴿1﴾ ﴿مشاہدات:14﴾

لجنہ اماء اللہ کا قیام

"اے فضل عمر تیرے اوصاف کریمانہ"
لجنہ کو کیا قائم صد بار ہے شکرانہ

آج میری تقریر کا عنوان ہے **"لجنہ اماء اللہ کا قیام"**

آغاز اسلام سے ہم نے دیکھا کہ اعلائے کلمہ اسلام کے لیے عورتوں نے مردوں کے ساتھ مل کر برابر طور پر خدمت کی۔ جس میں مالی لحاظ سے قربانی کرنے والیوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور علمی میدان میں حصہ لینے والیوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نام نمایاں ہیں۔ دور حاضر میں صحابہ محمدؐ جیسے ایمان کو پیشگوئی کے مطابق ثریا سے لانے والی ہستیوں میں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے موعود بیٹے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ بھی ہیں جنہوں نے 25 دسمبر 1922ء کو جماعت احمدیہ میں مستورات کی تنظیم "لجنہ اماء اللہ" قائم فرمائی جس کے معانی ہیں " اللہ تعالیٰ کی لونڈیاں"

سامعات! لجنہ کی اس تنظیم کی بنیاد احمدی مستورات کی مذہبی، تعلیمی، ذہنی، فکری، عملی، اخلاقی اور روحانی ترقی کے لیے تھی۔ بنیاد رکھتے وقت بانی تنظیم حضرت مصلح موعودؓ نے مستورات کو بتایا کہ وہ بنی نوع انسان کا ایک جزلاینفک ہیں اور قوموں کی ترقی و تنزلی میں ان کا بھی اتنا ہی ہاتھ ہے جتنا مردوں کا۔ عورت کی گود آئندہ نسل کا گہوارہ ہے۔ اگر عورتیں نیکی اور تقویٰ پر قائم رہیں گی تو اولاد بھی نیکی اور تقویٰ پر چلنے والی ہو گی۔ اس لئے حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا تھا کہ

"اگر تم پچاس فیصد عورتوں کی اصلاح کر لو تو اسلام کو ترقی حاصل ہو جائے گی۔"

(الفضل 29 اپریل 1944ء)

پیاری بہنو! مکرمہ مریم صدیقہ مرحومہ المعروف چھوٹی آپا نے ایک موقع پر اس مضمون کو لجنہ اماء اللہ کے قیام کے ساتھ یوں باندھا ہے کہ جس طرح گاڑی کے دو پہیئے آپس میں برابر چلتے ہیں اگر خفیف سا نقص بھی ایک میں ہو تو ایسی گاڑی اچھے طریقے سے چل نہیں سکتی۔ اس طرح عورت اور مرد جماعت احمدیہ کی گاڑی کے دو برابر کے پہیئے ہیں۔ ویسے بھی عورت کی قدر و منزلت کا اندازہ ہمیں رشتوں کو بیان کرتے وقت عورت کے رشتے کا پہلے ذکر کرتے ہوئے ہوتا ہے جیسے ماں باپ، بہن بھائی، عورت مرد، خالہ خالو، پھوپھی پھپھا، سالی سالا، الغرض عورت کا معاشرہ میں بالخصوص روحانی دنیا میں ایک خاص مقام ہے جسے مد نظر رکھ کر حضرت مصلح موعودؓ نے جماعت میں اصلاح احوال، تعلیم و تربیت اور تبلیغ کی غرض سے جو تنظیمیں تشکیل دیں ان میں سب سے پہلے لجنہ اماء اللہ کی تنظیم کا اعلان فرمایا۔

پیاری بہنو! جیسا کہ میں پہلے لجنہ کی بنیاد کی تاریخ 25 دسمبر 1922ء کا ذکر کر آئی ہوں۔ تاہم تاریخ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ حضرت سیدہ امۃ الحئی بیگمؓ حرم بانی لجنہ کی درخواست پر حضرت مصلح موعودؓ نے ایک معین لائحہ عمل بنا کر جماعت کی عورتوں کے سامنے اپنے قلم سے 2 دسمبر 1922ء کو پیش کیا۔ جس پر 14 خواتین نے دستخط کئے۔ اس مضمون کی اوّلین مخاطب گو قادیان کی خواتین تھیں۔

سامعات! اس تحریر میں حضرت مصلح موعودؓ نے احمدی مستورات کی دینی و روحانی ترقی کی 17 ضرورتیں بیان فرمائیں اور فرمایا جو خواتین ان ضرورتوں پر کام کرنے اور انہیں پورا کرنے کا عزم رکھتی ہیں وہ اس پر دستخط رقم فرما دیں چنانچہ 14 مبارک خواتین نے اس تاریخی کاغذ پر ابتدائی دستخط کر کے اپنے نام لجنہ اماء اللہ کی روشن اور تابناک تاریخ میں رقم کروائے۔

پیاری بہنو! اس تحریر کے ابتداء میں بانی تنظیم لجنہ نے فرمایا کہ

”ہماری پیدائش کی جو غرض و غایت ہے اس کو پورا کرنے کے لئے عورتوں کی کوششوں کی بھی اسی طرح ضرورت ہے جس طرح مردوں کی ہے۔ جہاں تک میرا خیال ہے عورتوں میں اب تک اس کا احساس پیدا نہیں ہوا کہ اسلام ہم سے کیا چاہتا ہے، ہماری زندگی کس طرح صرف ہونی چاہیے جس سے ہم اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کر کے مرنے کے بعد بلکہ اسی دنیا میں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی وارث ہو سکیں۔“

(روزنامہ الفضل آن لائن 2 اگست 2022ء از الازھار لذوات الخمار حصہ اول صفحہ 52-55)

سامعات! اس کاغذ پر دستخط کرنے والی14خواتین، اس تحریر کے دس دن بعد 25دسمبر1922ء کو حضرت اماں جان سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کے گھر میں جمع ہوئیں۔ اس میں حضورؓ نے لجنہ کے قیام کا اعلان فرمایااور اپنے خطاب میں حضور نے ان خواتین سے مشورے بھی کئے اور نصیحتیں بھی فرمائیں نیز لجنہ کے سپرد جلسہ مستورات کا انتظام بھی کیااور حضرت اماں جانؓ لجنہ کی پہلی صدر منتخب ہوئیں۔ منتخب ہونے کے بعد حضرت اماں جان نے حضرت سیدہ ام ناصرؓ کا ہاتھ پکڑ کر کرسی صدارت پر بٹھادیااور آپ نے تادم واپسیں 21جولائی1958ء تک اس فرض کو نبھایااور حضرت سیدہ امۃ الحئی بیگمؓ اس تنظیم کی پہلی سیکرٹری مقرر ہوئیں۔

مولیٰ کے کرم سے یہ پھل پھول رہی ہے
تنظیم یہ جاری ہے لجنہ یہ ہماری

پیاری بہنو! لجنہ اماء اللہ کے قیام کے ذکر میں اگر ذیل کے واقعات کا تذکرہ نہ کیا جائے تو یہ مضمون ادھورارہ جائے گا۔ والدہ حضرت ام طاہرؓ نے حضورؓ کی خدمت میں عرض کی کہ

”حضور! مرد تو آپ کی تقریر بھی سنتے ہیں اور درس بھی مگر ہم مستورات اس فیض سے محروم ہیں۔ ہم پر بھی کچھ رحمت ہونی چاہیے۔“

حضورؓ اس پر بہت خوش ہوئے اور روزانہ کی بنیاد پر عورتوں میں تقریر شروع فرمادی۔

(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ 882)

سامعات! دوسرا واقعہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی تیرہ سالہ دختر حضرت امۃ الحئیؓ کا ہے جنھوں نے اپنے والد کی وفات کے ایک دن بعد نو منتخب خلیفہ حضرت مصلح موعودؓ کو خط لکھ کر کہا کہ میرے ابا نے وفات سے دو روز قبل مجھے کہا تھا کہ بہت کوشش کرنا قرآن آجائے اور لوگوں کو بھی پہنچے۔ اگر میاں صاحب خلیفہ ہوں تو ان کو میری طرف سے کہہ دینا کہ عورتوں کا درس جاری رہے۔ جو جاری کر دیا گیا۔

پیاری بہنو! قیام لجنہ کے حوالہ سے پیشگوئی مصلح موعودؓ بھی پوری ہوتی نظر آتی ہے۔ پیشگوئی کے الفاظ ”دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ“ مورخہ 25دسمبر1922ء کو لجنہ کے قیام کے ساتھ پورے ہوئے جب یہ دن دوشنبہ یعنی سوموار کا دن تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”لجنہ کی تنظیم کے قیام سے آپ کو، احمدی عورت کو اللہ تعالیٰ نے وہ مواقع میسر فرمادیے جہاں آپ اپنے علم اور تجربے سے دوسروں کو بھی فائدہ پہنچا سکتی ہیں اور اپنی صلاحیتوں اور اہلیتوں کو مزید چمکا سکتی ہیں۔ پس اس موقع سے فائدہ اٹھائیں۔“

(الفضل انٹرنیشنل 19، جون 2015ء صفحہ 20)

پھر آپ فرماتے ہیں۔

”نماز پڑھنے کی تلقین کرنا اور نماز پڑھنے کا صحیح طریق سکھانا یہ ماں باپ کا اولین فرض ہے۔ کس طرح کھڑے ہونا ہے، کس طرح نماز میں بیٹھنا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ بچوں کی انتہائی بچپن میں تربیت کیا کرتے تھے۔ بیشک ذیلی تنظیمیں تربیت کرنے اور اکائی پیدا کرنے کے لئے بنائی گئی ہیں لیکن اس سے ماں باپ کی ذمہ داریاں کم نہیں ہو گئیں۔“

(لجنہ اماء اللہ کے سو سال صفحہ 588، الفضل آن لائن مورخہ 9 فروری 2023ء)

خاص تھا وہ دن دسمبر کا کیا جب افتتاح
تھی غرض تبلیغ دیں کی اور امت کی فلاح
نام اس تنظیم کا لجنہ اماء اللہ رکھا
گامزن راہِ ترقی پر ہمیں یوں کر دیا



﴿2﴾　　﴿مشاہدات:37﴾

برطانیہ میں لجنہ اماء اللہ کا قیام

ہم بتاتے ہیں انہیں لجنہ اماء اللہ، ہے کیا
کیا ہیں اغراض و مقاصد، شان کیا رتبہ ہے کیا
زور پردے پر نمازوں پر ہے ہر گھڑی
ہے محاذِ دین پہ لجنہ، مستعد، چوکس کھڑی

پیاری بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے **"برطانیہ میں لجنہ اماء اللہ کا قیام"**

سامعات! برطانیہ میں لجنہ اماء اللہ کے قیام سے پہلے میں اپنے مضمون کی ابتداء اس مبارک دن سے کروں گی جس دن حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنی حرم حضرت امۃ الحیؓ کی تحریک پر لجنہ اماء اللہ جیسی عالمگیر تنظیم کی بنیاد رکھی۔ اسی مبارک تحریک کا یہ شیریں ثمر ہے کہ احمدی مستورات کشاں کشاں ترقی کی منازل طے کرتی ہوئی آج دنیا کی دیگر خواتین سے منفرد نظر آنے لگی ہیں۔

منفرد ہیں ہم ہماری منفرد تنظیم ہے
عورتوں کے واسطے جو باعثِ تکریم ہے

حاضرات! تاریخِ لجنہ اماء اللہ میں 25 دسمبر کا دن بہت اہمیت رکھتا ہے۔ یہ وہ بابرکت دن ہے جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے احمدی مستورات کی تعلیمی اور تربیتی ضرورت اور ان کی صلاحیتوں اور قابلیتوں کو بیدار کرنے اور عظیم ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ایک تنظیم قائم کی۔ جو لجنہ اماء اللہ کہلائی۔ جس نے بعد میں ایک بین الاقوامی اور عالمی صورت اختیار کرلی۔ قادیان کی 14 ممبرات پہلے روز اس میں شامل ہوئیں لیکن بعد میں یہ تحریک پھیلتی گئی اور آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے امت مسلمہ کی خواتین میں یہ واحد تنظیم ہے جسے عالمگیر حیثیت حاصل ہے اور مجھے بھی اس بابرکت تنظیم کی ایک ادنیٰ ممبر ہونے کا شرف حاصل ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالِک

سلام اس پر کہ جس نے تیری قوت کو جگایا ہے
سلام اس پر کہ جس نے تیرے رتبے کو بڑھایا ہے

حاضرات! جماعت احمدیہ لندن کے 1949ء کے سالانہ اجتماع پر لجنہ اماء اللہ لندن کے قیام کا ریزولیشن پاس کیا گیا اور اسی کے مطابق **دسمبر 1949ء کو لجنہ اماء اللہ لندن کا قیام عمل میں آیا۔**

لجنہ اماء اللہ کا پہلا اجلاس بھی اسی دن محترم امام چوہدری مشتاق احمد باجوہ صاحب کی موجودگی میں ہوا۔ اس اجلاس میں مجلس عاملہ لندن کا انتخاب بھی ہوا۔ محترم امام صاحب کی اہلیہ کلثوم باجوہ صاحبہ کو صدر لجنہ مقرر کیا گیا۔ نائب صدر اور سیکرٹری تعلیم اہلیہ محترمہ ڈاکٹر رمضان صاحب، جنرل سیکرٹری ایک انگریز خاتون محترمہ جنت ویلز صاحبہ، سوشل ورکر ایک انگریز خاتون محترمہ حمیدہ سٹیڈ فورڈ صاحبہ اور سیکرٹری مال محترمہ لسٹن ایک انگریز خاتون کا انتخاب ہوا۔ مہینے میں ایک بار اجلاس کا آغاز ہوا جو 61 میلروز روڈ میں ہوتا۔

سامعات! اس وقت سارا برطانیہ ایک ہی حلقہ تھا۔ گِنی چُنی ممبرات تھیں جن کی کل تعداد 11 تھی۔ گو لجنہ کی تعداد مختصر تھی مگر کام کرنے کا جذبہ بھرپور تھا۔ ایک دو مرتبہ مینا بازار کا اہتمام بھی کیا گیا جس میں لجنہ خود ہی چیزیں بنا کر لاتیں، ان کی فروخت سے جو آمد ہوتی اس سے مختلف اخراجات پورے کئے جاتے۔ ایک دفعہ وسیع پیمانے پر دعوت دی گئی جس میں بہت سی غیر مسلم خواتین کو بلایا گیا۔ شہزادی الزبتھ (موجودہ کنگ چارلس دی تھرڈ کی والدہ) کی تاجپوشی کی تقریب پر قرآن کریم انگریزی کی پہلی جلد صدر لجنہ محترمہ کلثوم باجوہ صاحبہ نے لجنہ اماء اللہ برطانیہ کی طرف سے ملکہ برطانیہ کو تحفتاً بھجوائی۔ ملکہ نے اپنے دستخطوں سے شکریہ ادا کیا اور لکھا کہ وہ خواتین جماعت احمدیہ کے اس تحفہ کے انتخاب کو سراہتی ہیں۔

(تاریخ لجنہ اماء اللہ حصہ دوم صفحہ 140-141)

صدر کلثوم باجوہ صاحبہ کے واپس پاکستان پر لجنہ کی تنظیم فعال نہ رہ سکی اور ان ناموافق حالات کے باعث لجنہ کا کام کچھ عرصہ فعال نہ رہ سکا۔

کچھ سالوں بعد اللہ تعالیٰ نے ایک بار پھر اپنا فضل فرمایا اور 1957ء میں لجنہ کا احیائے نو عمل میں آیا۔ متفقہ طور پر محترمہ سارہ نسیم صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر محمد نسیم صاحب لندن کو صدر منتخب کیا گیا۔ رشیدہ بیگم صاحبہ بنت

حامد خان صاحب کو جنرل سیکرٹری اور سیکرٹری تعلیم اور علیمہ بیل ایک انگریز خاتون کو سیکرٹری مال منتخب کیا گیا۔ اس وقت لجنہ کی تعداد 39 تھی۔

15 دسمبر 1957ء کو لجنہ اماء اللہ کی میٹنگ میں صدر صاحبہ نے نئے سال کا پروگرام مرتب کیا۔ مسز سارہ نسیم صاحبہ کے ساتھ تین سال مسز اشرف نے لجنہ کا کام بڑے ذوق و شوق اور محنت سے کیا۔ صدر لجنہ نے مکرم امام صاحب اور اُن کی بیگم کے ہمراہ تمام ممبرات کے گھروں میں جا کر لجنہ ممبرات کا دورہ کیا جس پر سب بہنوں نے انہیں تعاون کا یقین دلایا۔

فروری 1958ء میں سات طالبات لیڈی مارگریٹ سیٹیلمنٹ آف آکسفورڈ یونیورسٹی سے تشریف لائیں۔ امام صاحب سے عورتوں کے موضوع پر تقریر کی اس موقع پر اُن کی لیڈر نے صدر لجنہ کا شکریہ ادا کیا اور انہیں اپنے گھر مدعو کیا۔

(الفضل 16 جولائی 1958ء)

جنوری 1958ء میں ہر ایکسیلینسی بیگم اکرام اللہ کو لجنہ اماء اللہ لندن نے مدعو کیا جس میں منیرہ اشرف نے اسلام میں عورت کے مقام پر اور مس عینی نسیم نے اسلام کے تعارف پر تقاریر کیں۔ ممبرات نے اس موقع پر ایک نمائش کا انتظام بھی کیا ہوا تھا۔ اس تقریب میں lady Simslead میئر آف وانڈز ورتھ بھی مدعو تھیں۔ بیگم اکرام اللہ نے صدر لجنہ اور ممبرات کو مبارک باد دی کہ انہوں نے مشرق اور مغرب کے ملاپ کو غیر مسلم خاتون تک اسلام کا پیغام پہنچانے کا موقع پیدا کیا۔ اس پر انہوں نے جماعت احمدیہ اور لجنہ اماء اللہ کو خراج عقیدت پیش کیا۔

مارچ میں لجنہ ممبرات کا ایک گروپ لیڈی مارگریٹ سکول کی دعوت پر وہاں گیا۔ منیرہ اشرف بنت چوہدری اشرف صاحب نے روزہ کی اہمیت پر تقریر کی۔ تقریر کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیثیت ازروئے قرآن مجید کے موضوع پر تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔

1960ء میں صدر صاحبہ سارہ نسیم صاحبہ کے پاکستان واپس جانے پر لجنہ کا تیسرا انتخاب عمل میں آیا تو محترمہ امۃ الحفیظ سلام صاحبہ خدا کے فضل سے صدر منتخب ہوئیں۔ اگرچہ شروع میں ممبرات کی تعداد بہت کم تھی لیکن وقت کے ساتھ ساتھ دوسرے ممالک خاص طور پر پاکستان اور افریقہ سے بہت سے

خاندان نقلِ مکانی کر کے برطانیہ میں آچکے تھے۔ اس لئے ماشاء اللہ اجلاسوں میں بہت رونق ہوتی اور ہماری وطن سے دور اداسی بھی کم ہو جاتی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور صدرات کی کوششوں سے لندن میں لجنہ اماء اللہ کی تنظیم کافی آگہی پاچکی تھی۔

سامعات! شروع میں لجنہ برطانیہ ہی لجنہ لندن ہوتی تھی لیکن پھر 24 مارچ 1977ء میں جب لجنہ برطانیہ کو مرکزی حیثیت دی گئی اور لجنہ لندن الگ کر دی گئی تو محترمہ سارہ رحمٰن صاحبہ لجنہ لندن کی پہلی صدر مقرر ہوئیں۔ مسز سلام نے اپنے دور میں لجنہ کے تمام شعبہ جات کو منظم کیا۔ سیکرٹریاں مقرر کیں۔ تعلیم و تربیت کے لیے نصاب مقرر کر کے بھجوائے جاتے رہے۔ نوجوان بچیوں کے لیے ینگ لجنہ کے نام سے اجلاسات شروع ہوئے جس میں نِدائے حمید بہری صاحبہ مرحومہ اور ثریا صادق صاحبہ کو خدمت کی بہت توفیق ملی۔ علمائے سلسلہ کی تقاریر بھی کراوئی جاتیں۔ اسی طرح لجنہ ریویو، الصدیقہ، صدف اور کوکب کے نام سے رسالہ جات بھی شائع ہوتے رہے۔ ممبرات کی صحت وجسمانی کی طرف توجہ دیتے ہوئے کھیلیں بھی ہوتیں اور ادبی مشاعروں کا انعقاد بھی ہوتا رہا۔

پیاری بہنو! اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے 21 اگست 1988ء کو لجنہ اماء اللہ برطانیہ کو اپنے دفاتر کا سنگ بنیاد رکھنے کی توفیق دی۔ لجنہ یوکے کی ممبرات کے دل اللہ تعالیٰ کی حمد اور تشکر کے جذبات سے لبریز ہیں۔ اسی طرح ہم پیارے آقا حضرت جماعت احمدیہ کی بے حد ممنون ہیں جنہوں نے ازراہ شفقت نہ صرف ہمیں دفاتر بنانے کے لیے اسلام آباد میں جگہ عطا فرمائی بلکہ اخراجات کا ایک بڑا حصہ جماعت کے حصہ میں ڈالا اور پھر خود بنفس نفیس تشریف لا کر دفاتر کا سنگ بنیاد رکھا۔ 19 اگست سے اسلام آباد میں سمر اسکول فار گرلز شروع ہو چکا تھا۔ اس لیے برطانیہ کی تمام جماعتوں کی بچیاں وہاں جمع تھیں۔ یوکے کی تمام لجنات کو بھی اس کی اطلاع دے دی گئی تھی۔ اسی طرح یوکے کی عاملہ بھی موجود تھی۔ حضورؒ سوا گیارہ بجے اپنی حرم محترمہ آصفہ بیگم صاحبہ مرحومہ اور امیر جماعت احمدیہ برطانیہ محترم آفتاب احمد خان مرحوم کے ہمراہ تشریف لائے۔ حضورؒ نے اینٹ کو ہاتھ میں پکڑ کر دعا کی اور پھر اپنے دست مبارک سے پہلی اینٹ رکھی۔ اس کے بعد حضورؒ خود نام پکارتے جاتے اور ساتھ ہی یہ بتاتے جاتے کہ کون کس کی نمائندگی کر رہا ہے۔ سنگ بنیاد رکھنے کے بعد حضورؒ نے اجتماعی دعا کروائی۔ حضورؒ کی خدمت میں اس کے بعد مٹھائی پیش کی گئی

اور باقی تمام مٹھائی حاضرین میں بانٹ دی گئی۔ اس طرح یہ بابرکت تقریب اختتام پذیر ہوئی۔ اس کی تکمیل 1997ء میں ہوئی۔ حضورؒ نے جلسہ سالانہ کے موقع پر اس کا معائنہ فرمایا اور دعا کی۔ آج کل یہ بلاک لجنہ اماء اللہ کا گیسٹ ہاؤس ہے۔ 6دسمبر 1988ء میں حضرت اقدسؒ کے ارشاد کی تعمیل میں کہ تمام ذیلی تنظیمیں اپنے اپنے آفس بنائیں۔ اللہ تعالیٰ نے لجنہ اماء اللہ برطانیہ کو گریسن ہال روڈ پر اپنا آفس اور گیسٹ ہاؤس خریدنے کی توفیق عطا فرمائی۔ الحمدللہ

پیاری بہنو! اس کے علاوہ کئی دوسرے ضروری امور ہیں جن کا ذکر میں بہت مختصراً کروں گی۔

لجنہ اماء اللہ برطانیہ کا بینک اکاؤنٹ کھولا گیا، شعبہ مال میں وصولی کے لیے باقاعدہ چندہ جات کی رسیدیں تیار کی گئیں۔

لجنہ اماء اللہ لندن 7 حلقہ جات میں تقسیم تھیں، ان تمام حلقہ جات کو باقاعدہ لجنات کا مقام دیا گیا اور ان پر صدرات مقرر کی گئیں۔ لجنات کو ریجنز میں تقسیم کیا گیا اور ان پر ریجنل صدرات مقرر کی گئیں۔

جب 1992ء میں اللہ تعالیٰ نے جماعت کو MTA کی نعمت سے نوازا تو ممبرات لجنہ کے لیے خدمت دین کے اور بہت سے دروازے کھل گئے۔ شعبہ سمعی وبصری کی مصروفیات میں اضافہ ہوا۔ لجنہ کی ممبرات کو مختلف پروگراموں میں شرکت کی توفیق ملی۔

ان تمام امور کے ساتھ ساتھ اس دور میں ایک عظیم الشان پروگرام جماعت احمدیہ صد سالہ جشن تشکر کی تقریبات تھیں جس میں بیت الفضل کو رنگین قمقموں اور جھنڈیوں سے سجایا گیا تھا۔ 22مارچ 1989ء جو پہلی صدی کا آخری دن تھا، اس روز اللہ کے فضل سے اکثر ممبرات لجنہ نے روزہ رکھا۔ نماز تہجد میں تضرع کے ساتھ دعائیں کیں۔ مسجد فضل کے دروازے کے سامنے لوائے احمدیت اور برطانوی پرچم لہرانے کی تقریب منعقد ہوئی۔ حضور انورؒ نے لوائے احمدیت لہرایا جس پر نعرہ تکبیر اور احمدیت زندہ باد کے فلک شگاف نعرے لگائے گئے۔ اس مبارک موقع پر اسلام آباد ٹلفورڈ کی رونق بھی قابل دید تھی۔ لجنہ کی مارکی جھنڈیوں، بینرز اور نہایت خوبصورت کرنوں اور قمقموں سے سجائی گئی تھی۔ جمعہ کی نماز کے بعد اسلام آباد کے گراؤنڈ میں حضورؒ نے لوائے احمدیت اور برطانیہ کے جھنڈے کی پرچم کشائی کی جسے خواتین کو بھی دیکھنے کا موقع ملا۔ حضورؒ کو پھولوں کے ہار پہنائے گئے۔ حضورؒ خواتین کی مارکی میں تشریف لائے جہاں

ناصرات نے ترانہ پڑھا جسے حضورؒ بڑی شفقت سے کھڑے سماعت فرماتے رہے۔ اس روز خواتین اور بچیوں کی حاضری تقریباً 1800 کے قریب تھی۔

(سلسلہ احمدیہ جلد چہارم 1982.2003ء صفحات 623-625-633-634)

سامعات! اکتوبر 1997ء میں حسب سابق لجنہ اماء اللہ برطانیہ کی نیشنل صدر کا انتخاب ہوا۔ اس کے بعد حضورؒ نے محترمہ قانتہ راشد صاحبہ اہلیہ مکرم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب کو دو سال (1997ء تا 1999ء) کے لیے برطانیہ کی نیشنل صدر نامزد فرمایا۔ اس موقع پر حضورؒ نے لجنہ کے گزشتہ طریق کار میں بھی کچھ نئی تبدیلیاں کرنے کے سلسلہ میں چند ہدایات دیں۔

• نیشنل مجلس عاملہ کے ہر شعبہ میں نوجوان بچیوں کو بطور نائبہ سیکرٹری شامل کیا جائے۔

• شعبہ تبلیغ کے تحت ہر لوکل جماعت میں تبلیغ ٹیم بنائی جائے جس کا کام ہر ممبر سے رابطہ کرنا اور ان سے تبلیغ کی رپورٹ لینا ہے۔ نیز پورے ملک میں تبلیغ کے تحت 5 ممبرات مقرر کی جائیں جنہیں نائبہ کا مقام دیا جائے جن کا کام ہر لوکل جماعت کے کام کی نگرانی کرنا اور ان سے رپورٹ لینا تھا اور پھر وہ ہر رپورٹ سینٹرل نائبہ کو دی جاتی۔

• افریقن خواتین کو سب کاموں میں آگے لایا جائے۔

• 22 نومبر 1997ء کو حضورؒ نے پندرہ دن کے اندر اندر ایک تبلیغی سیمینار منعقد کرنے کی ہدایت فرمائی نیز فرمایا کہ یہ سیمینار ہر سال ہوا کرے گا۔ 1998ء سے اس کو ریفریشر کورس کا نام دے دیا گیا جو اب تک جاری ہے۔ پہلے روز حضورؒ تشریف لائے اور کام میں تیزی اور بہتری لانے کے بارہ میں خطاب فرمایا اور رہنمائی فرمائی اور دوسرے دن اختتامی خطاب سے بھی نوازا۔

• ایک اہم تبدیلی جو 1997ء میں کی گئی کہ رپورٹ تیار کرنے کا طریق بدلنے کی ہدایت فرمائی یعنی کہ رپورٹ لمبی نہ ہو بلکہ چاہیے کہ مختصر ہو اور اس میں اعداد و شمار دیئے جائیں۔ چنانچہ اس کے مطابق رپورٹ فارم تیار کیے گئے نیز ہر رپورٹ میں گزشتہ رپورٹ کے اعداد و شمار کے موازنہ کا کالم بھی موجود تھا۔

پیاری بہنو! اب میں کچھ ایسے کاموں کا ذکر کرتی ہوں جن کی ابتداء 1997ء تا 2003ء میں ہوا۔ اس دوران جلسہ سالانہ میں خواتین کے سیشن کی ابتداء ہوئی۔ ایک گھنٹہ خواتین کے لئے مختص تھا جس میں

تلاوت قرآن کریم اس کا اردو اور انگلش ترجمہ، ایک انگریزی اور ایک اردو تقریر اور ایک نظم ہوتی۔ برطانیہ میں پہلی بار معاونہ صدر کے عہدہ کی ابتداء ہوئی۔ حضورؒ کے ارشاد کے مطابق 1997ء سے ماہانہ نیشنل عاملہ میٹنگ اردو کی بجائے انگلش میں ہونی لازمی ہوگئی اور اسی طرح ریفریشر کورس کی کارروائی بھی انگلش میں عمل میں لانی شروع کی۔ سالانہ اجتماع میں پہلا دن ناصرات کا ہوتا جبکہ دوسرا دن لجنہ کا لیکن حضورؒ کے ارشاد پر 2003ء کا اجتماع پہلی بار دونوں دن لجنہ اور ناصرات کا بیک وقت ہوا اور اس کے لیے طاہر ہال کے علاوہ ناصر ہال، نور ہال اور آفتاب خان لائبریری استعمال کی گئی۔

سامعات! حسبِ دستور 2003ء میں لجنہ برطانیہ کی صدر کا ایک بار پھر انتخاب عمل میں آیا اور محترمہ صاحبزادی فائزہ لقمان صاحبہ کو صدر منتخب کیا گیا۔ آپ کو ایک سال بعد ہی اپنی کچھ مجبوریوں کی وجہ سے واپس پاکستان جانا پڑا، چنانچہ حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ نے محترمہ شمائلہ ناگی صاحبہ کو لجنہ برطانیہ کی قائم مقام صدر نامزد فرمایا۔ بعد ازاں آپ ایدہ اللہ تعالیٰ نے 2005ء میں آپ کو برطانیہ لجنہ کی صدر مقرر فرمایا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے مسجد المہدی بریڈ فورڈ اور مسجد خدیجہ برلن کے لئے چندہ جات جمع کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

2011ء میں محترمہ ناصرہ رحمٰن صاحبہ صدر لجنہ منتخب کی گئیں۔ حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نئی ہدایات دیں اور رہنمائی فرمائی۔ حضور انور کے ارشاد پر افریقہ میں ایک ماڈل village بنانے کی تحریک میں لجنہ نے 75،000 پونڈ سے زائد چندہ جمع کرنے کی توفیق پائی۔

2017ء کی مجلس شوریٰ میں ہماری موجودہ صدر ڈاکٹر فریحہ خان صاحبہ صدر لجنہ منتخب ہوئیں۔ آپ کے دور میں:

لجنہ برطانیہ کو ٹلفورڈ میں نیا گیسٹ ہاؤس اور فارنہم میں لجنہ کا نیا آفس خریدنے کی توفیق ملی۔

چندہ جات کی ادائیگی کی سہولت کے لئے آن لائن Chanda portal کا انعقاد ہوا۔

سیرالیون اور آئیوری کوسٹ کے نئے ہسپتال کے ملحقہ میٹرنٹی ہسپتال کی عمارت کی تعمیر اور اُس کے ہر طرح کے اخراجات برداشت کرنے کی اللہ تعالیٰ توفیق دے رہا ہے۔

حضرت اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر لجنہ اماء اللہ کے صد سالہ جشنِ تشکر کے موقع پر برطانیہ میں 100،000 درخت لگانے کی سکیم کو فروغ دیا گیا۔

جگہ کی کمی کی وجہ سے لجنہ کی کوئی باقاعدہ لائبریری نہیں تھی۔ 2003ء میں بیت الفتوح میں باقی دونوں تنظیموں کی طرح لجنہ برطانیہ کو دو کمرے دیئے گئے تو اس میں ایک کمرہ بطور دفتر تیار کیا گیا اور دوسرے کو ایک باقاعدہ لائبریری کی شکل دی گئی۔

جگہ نہ ہونے کی وجہ سے کافی سالوں سے لجنہ اور ناصرات کی تربیتی کلاس نہ ہو سکی تھی۔ 2003ء میں مسجد بیت الفتوح کی ملحقہ بلڈنگ اور ہالز کی تعمیر کی وجہ سے یہ صورت ممکن ہو گئی۔

آئرلینڈ کا ملک جماعتی لحاظ سے برطانیہ کے انڈر تھا چنانچہ وہاں جا کر لجنہ قائم کی گئی اور اس کے دو ریجنز بنائے گئے۔ ایک ڈبلن اور اس کے ارد گرد کا علاقہ اور دوسرا گالوے اور اس کے ارد گرد کا علاقہ۔

• حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے نیشنل نیز لوکل جماعتوں میں ایک نئے شعبہ یعنی سیکرٹری نو مبائعات کا شعبہ قائم کرنے کا ارشاد فرمایا۔ نیشنل عاملہ نے سیکرٹری نو مبائعات کا نام تجویز کر کے منظوری لے لی۔ ایک ماہ کے اندر اندر نو مبائعات کی دو روزہ تربیتی کلاس کا انعقاد بھی ہوا۔

• حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے لوکل اور نیشنل جماعتوں میں ایک نئے شعبہ امور طالبات قائم کرنے کا ارشاد فرمایا۔

• لجنہ اماء اللہ برطانیہ کو ایک رجسٹرڈ چیریٹی کی حیثیت کے حقوق حاصل ہوئے۔

پیاری بہنو! وہ کمزور سا پودا جو 1949ء میں برطانیہ میں صرف 11 کمزور ممبرات نے لگایا تھا آج محض اللہ کے فضل سے اور خلافت کی برکات سے ایک تناور درخت بن چکا ہے جس کی مضبوط 15 شاخیں (ریجنز) برطانیہ کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ان موٹی شاخوں میں لگی ہوئی 145 چھوٹی شاخیں (مجالس) ہیں جو ہر دم خلیفۂ وقت اور اپنے تناور درخت کی ہدایات کی منتظر رہتی ہیں اور ان ہدایات کو پروان چڑھانے کے لیے اپنے 13,335 (تجنید) چھوٹے بڑے پھولوں سے برطانیہ کے کونے کونے میں مہک پہنچاتی ہیں۔

عہد لیکن ایک ہے، پیمان لیکن ایک ہے
مختلف ہیں جسم گرچہ جان لیکن ایک ہے

پیاری بہنو ! اب جبکہ میں اپنی تقریر کو تکمیل کی طرف لے جارہی ہوں کیا کبھی بھی ہم اللہ تعالیٰ کے انعامات اور احسانات کو فراموش کرسکتے ہیں؟ اور شکر گزاری کا حق ادا کرسکتے ہیں؟ کبھی نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے کہ اس نے ہمیں اسلام اور احمدیت جیسی نعمت عطا کی اور پھر برکات خلافت سے ہمیں جوڑے رکھا اور ہمیں لجنہ اماءاللہ جیسی تنظیم عطا کی جس نے ہماری دینی اور دنیاوی صلاحیتوں کو اجاگر کیا تا ہم دین کو دنیا پر مقدم کرنا سیکھیں۔

الغرض لجنہ اماء اللہ عجب تنظیم ہے
دین دنیا پر مقدم ہو یہی تعلیم ہے



﴿3﴾ ﴿مشاہدات:29﴾

عہد لجنہ اماء اللہ اور ہماری ذمہ داریاں

عہد شکنی نہ کرو اہل وفا ہو جاؤ
اہل شیطاں نہ بنو اہل خدا ہو جاؤ
امر معروف کو تعویذ بناؤ جاں کا
بے کسوں کے لئے تم عقدہ کشا ہو جاؤ

معزز سامعات! میری تقریر کا موضوع ہے **عہد لجنہ اماء اللہ اور ہماری ذمہ داریاں**

میری بہنو! ہم لجنہ اماء اللہ کے ہر پروگرام سے قبل ہم عہد نامہ دہراتے ہیں جو ایک طرح سے ہمارے باقی کاموں کی وضاحت کرتا ہے۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد ہم اپنا عہد نامہ دہراتے ہیں وہ الفاظ ہم میں سے بیشتر کو ازبر ہیں لیکن کیا ہم اس کے معنی و مطالب پر غور و فکر کر کے ان کے مفہوم سے بخوبی آگاہی حاصل کر رہے ہیں۔ ایک ایک لفظ اپنے اندر ایک وسیع مضمون رکھتا ہے جسے سمجھنا اس پر غور و فکر کرنا از حد ضروری ہے کیونکہ جب تک اس کے مطالب و مفہوم سے آشنائی نہ ہو گی تو عمل کیونکر ہو گا۔

یہ ایک عہد، ایک وعدہ ہے وہی وعدہ جو ایفا کرنا ہوتا ہے۔ وہی عہد جس کا سوال ہو گا۔ جس کے بارے خدا تعالیٰ مومنین کی نشانی بتاتے ہوئے کتاب رحمان میں فرماتا ہے کہ

وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عَاهَدُوْا

اور جب وہ کوئی وعدہ کریں تو اسے پورا کرتے ہیں۔

معزز سامعات! سب سے پہلے ہم تین بار کلمہ شہادت دہراتے ہیں، وہی کلمہ جو ایک کافر کو، ایک مشرک کو، ایک بدکار کو، ایک لادین کو اسلام جیسے سلامتی والے مذہب کا پیروکار بنا دیتا ہے اسے مشرک سے مومن اور کافر سے مسلمان کے درجے پر فائز کر دیتا ہے۔

وہی کلمہ جس میں ہم خدا کی وحدانیت کا اقرار کرتے اور اس کے نبی کو انسان کامل اور مکمل شریعت والا نبی تسلیم کر کے یہ وعدہ کر رہے ہوتے ہیں کہ چاہے ہماری گردنیں بھی اڑا دو ہم خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا رشتہ نہیں توڑیں گے۔ اسی شجر طیبہ سے وابستہ ہیں اور تا دم مرگ رہیں گے۔ ان شاء اللہ

پھر ہم اپنی زبان میں یہ اقرار بھی کرتیں ہیں کہ اپنے مذہب اور قوم کی خاطر اپنی جان، مال، وقت اور اولاد کو قربان کرنے کے لیے ہر دم تیار رہوں گی۔ مذہب کی خاطر قربانی یعنی ہر امر بالمعروف اور نھی عن المنکر پر عمل پیرا ہونا۔ خدا کی بات پوری کرنے کے لیے اپنے ذاتی خواہش کو، اپنے ہر طرح کے نفسانی جذبات کو دبانا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں۔

اسلام چیز کیا ہے خدا کے لیے فنا
ترک رضائے خویش پئے مرضی خدا

ہر احمدی عورت اس بات کا عہد لیتی ہے کہ وہ اپنے مذہب اور قوم کی خاطر ہر طرح کی قربانی کے لیے ہر دم تیار رہے گی اب وہ قربانی کس کس چیز کی ہے سب سے پہلے جان کی۔

بقول شاعر

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

پیاری ممبرات! جان کی قربانی دینا ہر گز آسان نہیں اور یہ مقام ہر کسی کو نصیب بھی نہیں ہوتا کہ اپنے مذہب کی خاطر اپنے خالق حقیقی کی رضا کو پانے کے لیے اپنی جان بھی جو اسی کی عطا ہے اسی کی راہ میں قربان کر دے۔ لیکن ہماری لجنہ اس عہد کو بھی نبھاتی رہی ہیں۔ دین کی سرخروئی اور اسے چار چاند لگانے کے لیے انہوں نے اپنے لہو کے نذرانے پیش کیے۔ جان کی قربانی سے مراد یہ بھی ہے کہ اپنے نفس کی بھی پروا نہ کی جائے جو کام عام حالات میں کرنے کا سوچ بھی نہ سکتے ہو لیکن جماعت کی خاطر وہ بھی کر گزریں جیسے بہت سی خواتین جن کے گھروں میں کام کرنے کے لیے ہر وقت ملازمائیں موجود ہوتی ہیں لیکن جماعت میں وہ واش روم صاف کرنے کی ڈیوٹی دینے سے بھی انکار نہیں کرتیں۔ محترمہ مجیدہ شاہنواز

مرحومہ اس کی ایک اعلیٰ مثال تھیں جن کی وفات کے بعد حضور انور نے خاص طور پر ان کا ذکر فرمایا تھا کہ کہہ کر صفائی کی ڈیوٹی لگواتیں تھیں۔ تبلیغ کے لیے جماعتی دورہ جات کے لیے تکالیف اٹھا کر سفر اختیار کرنا اور اپنی جان کے آرام کی چنداں پروانہ کرنا۔ جماعتی جلسہ جات، اجتماعات اور دیگر پروگراموں کے دن رات کا فرق مٹا دینا، ان تھک محنت کرنا بھی ایک طرح سے جان کی قربانی ہے۔ پھر مال کا نمبر آتا ہے مال ہر انسان کو بہت پیارا ہوتا ہے۔ روپیہ پیسہ آپ کو آسائشیں دیتا ہے سہولیات بہم پہنچاتا ہے، آرام دیتا ہے، سکون مہیا کرتا ہے۔ لیکن جب خدا کا قرب حاصل کرنا ہو تو اسی پیسے کی قربانی بھی کرنا پڑتی ہے۔

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسے دے چکے مال و جاں بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار

لجنہ اماء اللہ کا مقام مالی قربانی میں بھی نمایاں رہا ہے۔ چاہے وہ لجنہ کی سب سے پہلی ممبر حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہشتی مقبرے کی زمین خریدنے میں معاونت کا ذکر ہو یا لنگر خانے کے انتظام چلانے کا حضرت ام ناصر رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ مرحومہ کے کڑے جو الفضل کے تناور شجر طیبہ کے لیے بطور کھاد استعمال ہوئے۔ پھر مساجد کی تعمیر ہو یا کوئی اور مالی تحریک جماعت احمدیہ کی لجنہ ہر میدان میں اپنی کامیابی کے جھنڈے گاڑتی رہیں اور آج تک اپنے عمل سے یہ ثابت کر رہی ہیں کہ ان کے لیے مال کی اہمیت دین سے بڑھ کر ہرگز نہیں۔ الحمد للہ۔

پیاری بہنو! اللہ تعالیٰ نے بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ اَنْتَ الشَّیْخُ الْمَسِیْحُ الَّذِیْ لَایُضَاعُ وَقْتُہٗ۔

یعنی تُو وہ بزرگ مسیح ہے جس کا وقت ضائع نہیں کیا جائے گا۔

وقت کی قربانی دراصل کیا ہے وقت کی قربانی یہ ہے کہ اپنے وقت کو دین کی خدمت کے لیے صرف کیا جایا۔ ایک گھنٹہ ہم بہنیں کوئی فضول پروگرام دیکھ کر بھی ضائع کر سکتیں ہیں اور وہی ایک گھنٹہ ہم درس قرآن یا اپنی تعلیمی اور تربیتی کلاسز میں شمولیت اختیار کر کے بھی خدا کی رضا کی مورد بن سکتی ہیں۔ جماعتی ہر

پروگرام پر جانا دراصل وقت ہی کی قربانی ہے۔ اپنے بچوں کو مساجد لے کر جانا، عہدے داران کا جماعت کو وقت دینا جس وقت وہ آرام کر سکتیں تھیں جس وقت وہ تفریح کا کوئی اور سامان کر سکتی تھیں۔ لیکن اپنی دنیاوی لذات کو چھوڑ کر وہ وقت خدا کی راہ میں دے دینا یہ احمدی عورت کا ہی طرہ امتیاز ہے۔

عزیز ممبرات! وقت کی قربانی کے بعد جو قربانی ہم سے دینے کو کہا جاتا ہے وہ ہے اولاد کی قربانی۔ کسی ماں کے لیے اس کی اولاد سے بڑھ کر دنیا میں اور کوئی عزیز شئے نہیں ہوتی۔ اولاد کی خاطر کونسی قربانی ہے جو ایک عورت، ایک ماں نہیں دیتی خود جلتے انگاروں پر کھڑی ہو جاتی ہے لیکن اولاد پہ آنچ تک نہیں آنے دیتی۔ ہر گرم سرد سے اس کی حفاظت کرتی ہے۔ اس کے آرام و سکون کے لیے اپنا آرام و سکون قربان کر دیتی ہے۔ لیکن اسی عورت سے جب اولاد کی قربانی مانگی جاتی ہے تو وہ خدا کی رضا پر راضی ہوتے ہوئے اپنے شیر جوان بیٹے کو جزاک اللہ کہہ کر رخصت کرتی ہے۔ کتنے ہی شہداء کی مائیں صبر و حوصلہ کا ایک کوہ گراں بنی دوسرے کمزور دل افراد کو تسلیاں دے رہی ہوتی ہیں۔ پھر کونسی ایسی عورت ہو گی جو پیدائش سے بھی قبل اپنی اولاد کو ہمیشہ کے لیے خدمت اسلام کے لیے وقف کرنے کا حوصلہ رکھتی ہے یہ صرف اور صرف لجنہ اماء اللہ کا ہی جگرا ہے کہ اپنے جگر کے ٹکڑے پیش کر دیتی ہے اور عاجزی سے یہ کہتی ہیں کہ

اِیْن سَعَادَت بِزُوْرِ بَازُوْ نِیْسْت

اطفال و ناصرات کے اجتماعات کے مواقع پر فاستبقوا الخیرات کا عملی مظاہرہ کرتے بڑھ چڑھ کر بچوں کو تیاری کرواتیں کہ وہ اس نیکی کے میدان میں سب سے آگے نکل جائیں۔ غرض کہ ہر قربانی دینے کو ہر وقت تیار رہنے والی لجنہ اماء اللہ کو ان کی ذمہ داری بتاتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''نئی نسل کی تربیت کی ذمے داری ماؤں پر ہوتی ہے۔ بلکہ بچے کی پیدائش سے پہلے ہی یہ ذمے داری شروع ہو جاتی ہے کیونکہ جب بچے کی پیدائش کی امید ہو۔ مائیں اگر اس وقت سے ہی دعائیں شروع کر دیں اور ایک تڑپ کے ساتھ دعائیں شروع کر دیں تو پھر وہ دعائیں اس بچے کی تمام زندگی تک جوانی سے لے کر بڑھاپے تک اس کا ساتھ دیتی ہیں''

(خطاب جلسہ سالانہ ہالینڈ 2004ء)

پیاری بہنو! پھر اگلا مرحلہ سچائی پر ہمیشہ قائم رہنے کا عہد ہے۔ سچائی وہ بیج ہے جس سے نیکیوں کا درخت اگتا اور پھلتا پھولتا ہے اور جھوٹ وہ زہر ہے جو اس پھل کو پنپنے سے روکتا ہے اس لیے سچائی کو قائم کرنا کسی بھی گھر کے معاشرے کے لیے از حد ضروری ہے۔ سچائی پر عمل کرنا اس کو رواج دینا اور جھوٹ جو کہ شرک خفی کی ایک قسم ہے اس سے اجتناب کرنا ہی ایک مومنہ عورت کی شان ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ 19۔ اکتوبر 2003ء کو لجنہ و ناصرات یوکے کے سالانہ اجتماع کے موقع پر فرمایا:

"سچ ایک ایسی بنیادی چیز ہے کہ اگر یہ پیدا ہو جائے تو تقریباً تمام بڑی بڑی برائیاں ختم ہو جاتی ہیں اور نیکیاں ادا کرنے کی توفیق ملنا شروع ہو جاتی ہے...... جب کسی موقع پر آپ سچ بول رہی ہوں گی اور سچ کا پرچار کر رہی ہوں گی تو پھر اس میں کس قدر برکتیں ہوں گی بعض دفعہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ذاتی گھریلو رنجشیں، عہدہ داروں کے خلاف جھوٹی شکایتوں کی وجہ بن رہی ہوتی ہیں اور جب تحقیق کرو تو پتہ لگتا ہے کہ اصل معاملہ تو دیورانی جٹھانی کا یا نند بھابھی کا یا ساس بہو کا ہے نہ کہ جماعتی مسئلہ ہے اس لئے ہمیشہ سچ کو مقدم رکھیں سچ کو سب چیزوں سے زیادہ آپ کی نظر میں اہمیت ہونی چاہیے۔ سچی گواہی دیں۔ اپنے بچوں کو سچ بولنا سکھائیں۔ یہاں پر پھر میں وہی بات کہوں گا کہ بچوں کو سکولوں میں سچ بولنے کی اہمیت بہت زیادہ ہے اس معاشرہ میں اور اس کی تعلیم بھی دی جاتی ہے سکولوں میں بتایا جاتا ہے کہ سچ بولنا ہے۔ تو جب بچہ گھر آتا ہے تو ایسی مائیں یا باپ جن کو نہ صرف سچ بولنے کی آپ عادت نہیں ہوتی بلکہ بچوں کو بھی بعض دفعہ ارادۃً یا غیر ارادی طور پر جھوٹ سکھا دیتے ہیں۔ مثلاً اسی طرح کہ گھر میں آرام کر رہے ہیں۔ کوئی عہدہ دار سیکرٹری مال یا صدر یا کوئی مرد آیا یا کوئی عورت لجنہ کی آگئی تو کسی کام کے لئے۔ تو بچہ کو کہہ دیا کہ چلو کہہ دو جا کے کہ گھر میں نہیں ہے۔

یہ تو ایک مثال ہے۔ اس طرح کی اور بہت ساری چھوٹی چھوٹی مثالیں ہیں۔ چاہے یہ بہت تھوڑی ہی تعداد میں ہوں مگر ہمیں یہ بہت تھوڑی تعداد بھی برداشت نہیں جو سچ پر قائم نہ ہو۔ کیونکہ اس تھوڑی تعداد کے بچے اپنے گھر سے غلط بات سیکھ رہے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ خود مذہب سے دور جا رہے ہوتے ہیں کہ سکول میں تو ہم کو سچ بولنا سکھایا جا رہا ہے اور گھر میں جہاں ہمارے ماں باپ ہمیں کہتے ہیں کہ مذہب اصل چیز

ہے۔ نمازیں پڑھنی چاہئیں۔ نیک کام کرنے چاہئیں اور اپنا عمل یہ ہے کہ ایک چھوٹی سے بات پر، کسی کو نہ ملنے کے لئے جھوٹ بول رہے ہیں“ (الفضل 8 مارچ 2004ء)

میری بہنو! عہد کے آخر میں ہم وعدہ کرتے ہیں کہ خلافت احمدیہ کے قائم رکھنے کے لیے ہر قربانی کے لیے تیار رہوں گی۔ خلافت احمدیہ ایک ایسی نعمت ہے جس سے جماعت احمدیہ کے علاوہ باقی دنیا لاعلم ہے وہ اس نعمت کا مزا چکھ ہی نہیں سکتی جو نعمتِ عُظمیٰ خدا تعالیٰ نے احمدیوں کو عطا کی ہے اسی خلافت حقہ کی بدولت ہی تو لجنہ اماء اللہ کی تنظیم کا قیام عمل میں آیا ہے۔ یہی خلافت ہے جس نے مرد و زن کا تعلق اس کے خالق حقیقی سے جوڑ دیا ہے۔ یہی وہ کلیم اللہ ہے جو کوہ طور پر اُس ستار و غفار خدا سے گفتگو کے راز بتلاتی ہے۔ یہی وہ حبل اللہ ہے جو تفرقے سے بچاتی ہے۔ یہی وہ شجر طیبہ ہے جس پر رضائے الٰہیٰ کے پھل لگتے ہیں۔ یہی وہ ابر رحمت ہے جو صحراؤں پہ ٹوٹ کر برستی ہے۔ یہی وہ زجاجۃ النور ہے جو ظلمات کو دور کرتی ہے اور دنیا کو نور حقیقی سے منور کر رہی ہے۔

معزز سامعات! اس خلافت کی حفاظت کرنا، اس کے لیے قربانی کرنا کیوں ضروری ہے۔ مندرجہ بالا باتوں سے اس بات کا اندازہ تو ہو گیا ہے کہ خلافت کے قیام کی کوشش کیوں کرنی ہے۔ خلافت سے ہی ہماری بقا ہے خلافت کی ترقی سے ہی ہماری کامیابی ہے۔

خدا کا ہاتھ پنہاں ہے خلافت کے ارادوں میں
مرادیں حق کی شامل ہیں خلافت کی مرادوں میں
خلافت ہے دلیل ایمان کی اور نیکو کاری کی
خلافت ہے دلیل امت پہ لطف و فضلِ باری کی

ایک موقع پہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ احمدی مستورات کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”مردوں کے مقابلہ میں عورتوں نے قربانی کا نہایت اعلیٰ نمونہ پیش کیا ہے... میں سمجھتا ہوں کہ جو روح ہماری عورتوں نے دکھائی ہے اگر وہی روح ہمارے مردوں کے اندر کام کرنے لگ جائے تو ہمارا غلبہ

سو سال پہلے آجائے۔ اگر مردوں میں بھی وہی دیوانگی اور وہی جنون پیدا ہو جائے جس کا عورتوں نے اس موقع پر مظاہرہ کیا ہے۔ تو ہماری فتح کا دن بہت قریب آجائے۔"

(الازہار لذوات الخمار 410-411)

معزز سامعات! غرض کہ یہ عہد بظاہر چند مختصر سے فقرات پہ مبنی ہے لیکن حقیقت میں ایک عمیق سمندر ہے جس کی گہرائی میں سوچ کے تیراک اُتریں تو علم و معرفت کے بے شمار صدف بکھرے ہوئے ملیں گے۔ بے شک سو سال میں اس عہد کے مطابق بہت سی خواتین نے اپنی زندگیوں کا ایک ایک لمحہ بسر کیا لیکن آج سو سال گزرنے کے بعد ہمیں اس کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی اور بھی زیادہ ضرورت ہے اور اپنی آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے بھی ایسے بے مثال کارہائے نمایاں سرانجام دے کر جانا ہو گا تاکہ جب اگلے سو سال کی تاریخ لکھی جائے تو مؤرّخ ہمارا ذکر بھی ایسے الفاظ میں کرے کہ ہم ہی وہ خدائے رب قدیر کی لونڈیاں تھیں جو تن من دھن سے خدمت اسلام میں سربستہ رہیں کوئی مشکل کوئی مصیبت ہمارا راستہ نہ روک سکی۔ بلکہ طوفانوں نے خود ہمارے لیے راستے بنائے۔ ہم ہی وہ ہیں جو جان و مال، وقت اور اولاد کو قربان کرنے کو تیار ہیں۔ ہم ہی وہ صادقات ہیں جو سچائی پر قائم ہیں۔ ہم ہی وہ ہیں جو سمعنا و اطعنا کی مصداق ہیں اور ہم ہیں جو خلافت کی بقا کے لیے دشمن احمدیت سے ہر طرح کی جنگ کے لیے مستعد سپاہی بنیں گی اور حضرت مقدار بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان میں خلیفہ وقت سے یہ وعدہ کرتی ہیں کہ:

خدا کی قسم! ہم آپ سے ویسا سلوک ہرگز نہیں کریں گے جیسا بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیا تھا۔ جب انہوں نے کہا کہ جا! تو اور تیرا رب جا کر لڑتے پھرو، ہم تو یہاں سے نہیں ہلنے والے۔ ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور آپ کے بائیں بھی لڑیں گے اور آپ کے پیچھے بھی لڑیں گے اور آپ کے آگے بھی لڑیں گے اور دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ وہ ہماری لاشوں کو نہ روند لے۔ ان شاء اللہ

خدا تعالیٰ نے ایفائے عہد کی یاد دہانی کراتے ہوئے فرمایا:

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا (بنی اسرائیل:35)

اور اپنے وعدوں کو پورا کرو یقیناً ہر ایک عہد سے متعلق پوچھا جائے گا۔

بس اس مہربان رحمان ورحیم خدا سے یہی دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے وعدے کو پورا کرنا والا بنائے۔ ہم اپنے خدا کو راضی کرنے والیاں، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کرنے والیاں اور جماعت احمدیہ پہ فدا ہونے والیاں ہو۔ آمین اللھم آمین



﴿4﴾ ﴿مشاہدات:30﴾

میں اپنا ناصرات کا عہد کیسے پورا کر سکتی ہوں؟

عہد شکنی نہ کرو اہل وفا ہو جاؤ
اہل شیطاں نہ بنو اہل خدا ہو جاؤ

پیاری بہنو! مجھے آج جس موضوع پر کچھ کہنے کا موقع ملا ہے وہ ہے۔ **میں اپنا ناصرات کا عہد کیسے پورا کر سکتی ہوں؟**

سب سے پہلے ناصرات کے عہد پر یہ یاد دہانی ضروری ہے کہ ذیلی تنظیموں کے بانی حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے تمام ذیلی تنظیموں کے لیے عہد مقرر فرمائے۔ ناصرات الاحمدیہ یعنی 7 سال سے 15 سال تک کی احمدی بچیوں کے لیے جو عہد مقرر فرمایا اسے ہم اپنے ہر اجلاس میں تلاوت قرآن کے بعد اور نظم سے قبل کھڑے ہو کر دہراتے اور اس پر پابند رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو یہ ہے۔

"میں اقرار کرتی ہوں کہ اپنے مذہب، قوم اور وطن کی خدمت کے لیے ہر وقت تیار رہوں گی اور سچائی پر ہمیشہ قائم رہوں گی اور خلافت احمدیہ کے قائم رکھنے کے لیے ہر قربانی کے لیے تیار رہوں گی۔ ان شاء اللہ"

پیاری ناصرات! ناصرات کے اس عہد کی پانچ شقیں ہیں۔ پہلی تین یوں ہیں کہ میں اپنے مذہب، قوم اور وطن کی خدمت کے لیے تیار رہوں گی۔ اس میں مذہب اسلام کو قوم اور وطن پر فوقیت دی گئی ہے، دوسرے نمبر پر قوم کو رکھا ہے اور تیسرے نمبر پر وطن ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کی تعلیم کو اپنی قوم تک پہنچا کر اپنے وطن عزیز کو اسلام کے جھنڈے تلے لانا ہے۔ جو قومیں اپنی قومیت اور وطن کو اپنے مذہب پر فوقیت دیتی ہیں وہ ترقی نہیں کر سکتیں۔

میری عزیز ناصرات! جہاں تک مذہب کا تعلق ہے تو یہ اسلام ہے جو سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے۔ اس کی الہامی کتاب قرآن کریم ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم

آخری نبی ہیں اور آپؐ پر نازل ہونے والی کتاب قرآن کریم آخری کتاب ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جو مذہب لائے وہ امن اور سلامتی کا مذہب ہے۔ یہ مذہب ہمیں جان سے بھی پیارا ہے اس کا کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہماری جان ہے جس کی حفاظت کی خاطر ہم نے پاکستان میں جان کے نذرانے اللہ کے حضور پیش کئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام، مذہبِ اسلام کے متعلق فرماتے ہیں:

”اے تمام وہ لوگو جو زمین پر رہتے ہو اور اے تمام وہ انسانی روحو! جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو! میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہے۔“

(تریاق القلوب صفحہ 7)

پیاری ناصرات! ہمارے عہد میں مذہب کے بعد قوم کی خدمت کا ذکر ہے۔ اب تو جماعت احمدیہ کو عالمگیر حیثیت حاصل ہو جانے کے بعد ہماری ذیلی تنظیمیں بھی عالمگیر ہو گئی ہیں۔ دنیا کے دور افتاد علاقوں اور دنیا کے کونوں میں بسنے والی ناصرات کی اپنی اپنی قومیں ہیں جن کی خدمت کرنا وہاں رہنے والی ناصرات کی ذمہ داری ہے۔ ان سے محبت کرنا اور انہیں اسلام احمدیت کا پیغام پہنچانا بھی محبت کے زمرے میں آتا ہے۔ پھر ایک قوم حضرت مسیح علیہ السلام کے عالمگیر جھنڈے تلے تیار ہو رہی ہے۔ اس کی ایک شاخ ہم ناصرات ہیں جن کی خدمت ہماری اولین ذمہ داری ہے۔ اس ضمن میں سب سے پہلی اور بڑی ذمہ داری دنیا بھر میں پھیلی بہنو کے لئے دعائیں کرنا ہے۔

ہم احمدی بچے ہیں کچھ کر کے دکھا دیں گے
شیطاں کی حکومت کو دنیا سے مٹا دیں گے
ہر سمت پکاریں گے دنیا میں نذیر آیا
ہر ایک کو جا جا کر پیغامِ خدا دیں گے

میری ناصرات بہنو! ہمارے عہد میں مذہب اور قوم کی خدمت کے بعد وطن کی خدمت کا ذکر ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وطن سے محبت کو ایمان کا حصہ قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے۔ حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْإِيمَانِ۔ ہماری اولین ذمہ داری ہے کہ ہم جہاں کہیں بھی بس رہی ہیں اپنے وطن کی خدمت کریں۔ ماحول کو مادی اور دینی لحاظ سے پاک صاف رکھیں۔ لڑائی جھگڑے سے پرہیز کریں۔ پُر امن رہیں۔ وطن سے محبت کو ایمان کا جو حصہ قرار ہے اس میں ایمان کے معانی بھی ان وسلامتی کے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤمن کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ اَلْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ کہ مومن وہ ہے جو دوسرے لوگوں کے لئے امن کا باعث بنے۔ وطن کو عزت دینا ہم پر فرض ہے۔

امن کے ساتھ رہو فتنوں میں حصہ مت لو
باعثِ فکر و پریشانی حکام نہ ہو

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”پھر حکام کی اطاعت ہے۔ اس بارے میں آپؐ نے ہمیشہ ہی تاکید فرمائی اور فرمایا کہ حکام کی اطاعت کرنا تمہارا فرض ہے اور اعلیٰ اخلاق کا یہ تقاضا ہے اور اچھا شہری ہونے کا یہ تقاضا ہے کہ اپنے افسر کی اطاعت کرو۔ کوئی حبشی غلام بھی تمہارا امیر مقرر ہو جائے، تمہارا افسر مقرر ہو جائے تو اس کی اطاعت کرو اور پھر جس ملک میں رہ رہے ہو جس کے شہری ہو اس سے محبت کرنے کے بارے میں فرمایا کہ وطن سے محبت ایمان کا حصہ ہے۔ اس لیے جہاں یہ اخلاق تقاضا کرتے ہیں کہ اپنے افسروں کی اطاعت کرو اور اپنے وطن سے محبت کرو وہاں یاد رکھو کہ یہ چیزیں ایمان کا حصہ بھی ہیں۔ اس لیے ایک مسلمان کو جس ملک میں بھی وہ رہ رہا ہے ملکی قانون کی پابندی کرتے ہوئے امن اور سکون سے رہنا چاہئے۔“

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 19 اگست 2005ء)

پیاری بہنو! ہمارے مختصر سے عہد میں چوتھے نمبر پر سچائی پر قائم رہنا ہے۔ یعنی کبھی جھوٹ نہیں بولوں گی۔ نہ گھر میں، نہ سہیلیوں سے، نہ بہن بھائیوں سے اور احمدیت کی سچائی کو معاشرہ میں پھیلائیں گی۔

یہی سچائی وہ بیج ہے جس سے نیکیوں کا درخت اُگتا اور پھلتا پھولتا ہے اور جھوٹ وہ زہر ہے جو اس پھل کو پنپنے سے روکتا ہے اس لیے سچائی کو قائم کرنا کسی بھی گھر کے لیے از حد ضروری ہے۔ سچائی پر عمل کرنا، اس کو رواج دینا اور جھوٹ جو کہ شرک خفی کی ایک قسم ہے اس سے اجتناب کرنا ہی ایک ناصرہ کی شان ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ 19۔ اکتوبر 2003ء کو لجنہ و ناصرات یو کے کے سالانہ اجتماع کے موقع پر فرمایا۔

"سچ ایک ایسی بنیادی چیز ہے کہ اگر یہ پیدا ہو جائے تو تقریباً تمام بڑی بڑی برائیاں ختم ہو جاتی ہیں اور نیکیاں ادا کرنے کی توفیق ملنا شروع ہو جاتی ہے۔"

کام مشکل ہے بہت منزل مقصود ہے دور

اے مرے اہلِ وفا سست کبھی گام نہ ہو

ناصرات بہنو! پانچویں اور آخری بات جس کا ہم اپنے عہد میں اقرار کرتی ہیں وہ خلافت احمدیہ کو دوام دینے کے لیے ہر وقت ہر قسم کی قربانی دینی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں خلافت جیسی عظیم نعمت سے نواز رکھا ہے۔ جس کی برکات دائمی ہیں اور ہم سب اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں جس کی حفاظت کے لیے ہم کو ہر وقت تیار رہنا چاہئے۔

خلافت احمدیہ ایک ایسی نعمت ہے جس سے جماعت احمدیہ کے علاوہ باقی دنیا لاعلم ہے وہ اس نعمت کا مزا چکھ ہی نہیں سکتی جو نعمتِ عُظمیٰ خدا تعالیٰ نے احمدیوں کو عطا کی ہے اسی خلافت حقہ کی بدولت ہی تو ناصرات الاحمدیہ کی تنظیم کا قیام عمل میں آیا ہے۔ یہی خلافت ہے جس نے ہم ننھی منی بچیوں کا تعلق اپنے خالق حقیقی سے جوڑ دیا ہے۔ یہی وہ حبل اللہ ہے جو تفرقے سے بچاتی ہے۔ یہی وہ شجر طیبہ ہے جس پر رضائے الٰہی کے پھل لگتے ہیں۔ یہی وہ ابر رحمت ہے جو صحراؤں پہ ٹوٹ کر برستی ہے۔ یہی وہ نور ہے جو ظلمات کو دور کرتی ہے اور دنیا کو نور حقیقی سے منور کر رہی ہے۔

پیاری بہنو! اس خلافت کی حفاظت کرنے، اس کے لیے قربانی کرنے میں ہی ہماری بقا ہے خلافت کی ترقی سے ہی ہماری کامیابی ہے۔

خدا کا ہاتھ پنہاں ہے خلافت کے ارادوں میں
مرادیں حق کی شامل ہیں خلافت کی مرادوں میں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”جو خالص ہو کر خلافت کے مطیع اور فرمانبردار ہوں گے یہی لوگ حقیقی رنگ میں خلافت سے وفا کا تعلق رکھنے والے ہیں۔ خلافت کی حفاظت کرنے والے ہیں اور خلافت ان کی حفاظت کرنے والی ہے۔ خلیفہ وقت کی دعائیں ان کے ساتھ ہوں گی۔ ان کی تکلیفیں خلیفہ وقت کو ان کے لیے دعائیں کرنے کی طرف متوجہ کرنے والی ہوں گی۔ یہ اعمال صالحہ بجالانے والے ہی ہیں جن کا خلافت سے رشتہ اور خلافت کا ان سے رشتہ خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہے۔“

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 28 مئی 2021ء)

پھر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اگر آپ نے ترقی کرنی ہے اور دنیا پر غالب آنا ہے تو میری آپ کو یہی نصیحت ہے اور میرا یہی پیغام ہے کہ آپ خلافت سے وابستہ ہو جائیں۔ اس حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامے رکھیں۔ ہماری ساری ترقیات کا دارو مدار خلافت سے وابستگی میں ہی پنہاں ہے۔“

(روزنامہ الفضل ربوہ 30 مئی 2003ء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ناصرات کے معنوں کو مدنظر رکھ کر خلافت کا مددگار بنائے اور عہد کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کی توفیق دیتا چلا جائے۔ آمین



﴿5﴾ ﴿مشاہدات:169﴾

ہم چھوٹی لجنہ۔ناصراتُ الاحمدیہ کے فرائض

معزز بہنو! میری تقریر کا عنوان ہے۔**ہم چھوٹی لجنہ۔ ناصراتُ الاحمدیہ کے فرائض**

اے شاد! گمان مت کر کمزور نہیں ہیں ہم
جب وقت پڑا اپنی جانیں بھی گنوادیں گے ہم

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جب خواتین کے لیے لجنہ اماء اللہ کی تنظیم قائم فرمائی تاکہ عورتیں علم اور عمل کے میدان میں آگے بڑھیں تو ان کو دیکھ کر جماعتِ احمدیہ کی ننھی منی بچیوں کے دلوں میں بھی نیکی کرنے اور اپنی ماؤں کی طرح بڑھ چڑھ کر جماعت کے کاموں میں حصہ لینے کا جذبہ پیدا ہوا۔اس بارہ میں حضرت مصلح موعودؓ کی صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ فرماتی ہیں کہ لجنہ اماء اللہ کے قیام کے کچھ سالوں کے بعد ناصراتُ الاحمدیہ کی بنیاد ڈالی گئی جو کہ سات سے پندرہ سال تک کی بچیوں کی تنظیم ہے۔ جب لجنہ اماء اللہ کی تنظیم قائم ہوئی اور ان کے اجلاسات ہوتے تھے تو ہم بچیاں باہر کھیلتی رہتی تھیں۔ایک دن مَیں نے ان کو اکھٹا کیا۔اندر کمرے میں لجنہ کا اجلاس ہو رہا تھامَیں نے باہر تخت پوش پر سب بچیوں کو بٹھایااور کہا۔آؤ!ہم بھی اجلاس کرتے ہیں۔تھوڑی دیر بعد حضرت مصلح موعودؓ تشریف لائے ہمیں دیکھا تو پوچھا کیاہو رہاہے ؟مَیں نے کہاہم **چھوٹی لجنہ ہیں** اور ہم اپنا اجلاس کر رہی ہیں۔آپؓ بہت خوش ہوئے اور ہمیں ’’ناصراتُ الاحمدیہ‘‘کانام دیا جس کے لغوی معنی ہیں۔’’احمدیت کی مددگار بچیاں‘‘۔ابتدائی طور پر جولائی 1928ء میں صاحبزادی امۃ الحمید صاحبہ بنت حضرت مرزابشیر احمدؓ کی کوشش سے چھوٹی لجنہ قائم ہوئی اور کچھ عرصہ بعد صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ کی تحریک پر ناصراتُ الاحمدیہ کی تنظیم کی بنیاد پڑی۔ چوہدری خلیل احمد ناصر صاحب سابق انچارج احمدیہ مشن امریکہ کا بیان ہے کہ صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ نے مجھ سے ایک سے زائد مرتبہ کہا کہ خدامُ الاحمدیہ کی تنظیم کی طرز پر احمدی لڑکیوں کی تنظیم قائم ہونی

چاہئے۔ چنانچہ باہم مشورہ کے بعد طے پایا کہ صاحبزادی موصوفہ ایک خط کے ذریعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے سفارش کریں اور یہ بھی گزارش کریں کہ اس تنظیم کا نام بھی حضور خود تجویز فرمائیں۔ صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ کی کوششوں سے ہی "ناصراتُ الاحمدیہ" جو کہ لجنہ اماء اللہ کی تنظیم کا ہی ایک حصہ ہے کی بنیاد پڑی اس تنظیم کے مقاصد میں یہی شامل ہے کہ ایک بچی جب پندرہ سال کی عمر تک پہنچ کر لجنہ اماءِ اللہ کا حصہ بنے تو اس کی بنیادی تربیت اس درجہ تک ہو چکی ہو کہ بالغ عمری میں وہ عورتوں کی دینی اور دنیاوی ترقی میں نمایاں کردار ادا کر سکے۔ اس تنظیم کی سربراہ ملکی اور مقامی سطح پر سیکرٹری ناصرات کہلاتی ہے۔ ایک ناصرہ پندرہ سال کی شعوری عمر تک اپنی تنظیم سے منسلک رہنے کی تربیت پا کر وہ لجنہ اماء اللہ کی تنظیم میں قدم رکھ دیتی ہے۔

معزز بہنو! ناصراتُ الاحمدیہ عمر کے لحاظ سے تین درجوں میں منقسم ہے۔

1. سات سے دس سال کی بچیاں۔ معیار سوئم
2. دس سے بارہ سال کی بچیاں۔ معیار دوئم
3. بارہ سے پندرہ سال کی بچیاں۔ معیار اوّل

اس تنظیم کے ذریعہ خاص طور پر بچیوں کی تربیت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ جن کی عمریں 7 سے 15 سال تک کی ہیں۔ ان کو دین سے غافل اور بددل اور سست بنانے کی بجائے چست، ہوشیار اور تکالیف برداشت کرنے والیاں بنایا جاتا ہے۔ ان کے فرائض میں یہ بات بھی داخل ہے کہ دین کے مسائل سیکھے جائیں۔ ارکانِ ایمان اور ارکانِ اسلام سے واقفیت ہو۔ دین کے مسائل جس قدر معلوم ہو۔ اس سے لجنہ اپنی بچیوں کو آگاہ کریں۔ ناصرات کو اپنے اندر خدا اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پیدا کرنی ہے اور حضرت مسیح موعودؑ اور خلفائے کرام کی اطاعت کا مادہ اپنے اندر پیدا کرنا ہے۔ ہمیں اسلام کی خاطر اور اس کی تعلیم کے مطابق اپنی زندگیاں بسر کرنے کا جوش اپنے اندر پیدا کرنا چاہیے۔

پیاری ناصرات! جس طرح ہر تنظیم کا ایک عہد ہے اسی طرح ناصراتُ الاحمدیہ کا بھی ایک عہد ہے جس کو ہم سب اپنے اجلاسات میں دہراتی ہیں۔ وہ عہد یہ ہے۔

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

مَیں اقرار کرتی ہوں کہ اپنے مذہب، قوم اور وطن کی خدمت کے لیے ہر وقت تیار رہوں گی اور سچائی پر ہمیشہ قائم رہوں گی اور خلافت احمدیہ کے قائم رکھنے کے لیے ہر قربانی کے لیے تیار رہوں گی۔ ان شاء اللہ

ناصراتُ الاحمدیہ کے اس عہد میں سب سے پہلی بات جو شامل ہے وہ ہے ''اپنے مذہب ملک اور قوم کی خاطر کسی قربانی سے دریغ نہیں کروں گی''

ناصرات الاحمدیہ نے ہمیشہ لجنہ اماء اللہ کے شانہ بشانہ اپنے وقت اور مال کی قربانی پیش کی ہے اور کرتی رہے گی۔ ان شاء اللہ۔ مسجد مبارک ہیگ ہالینڈ، مسجد خدیجہ برلن، مسجد نصرت جہاں کوپن ہیگن، مسجد فضل لنڈن اس بات کی گواہ ہیں کہ ان کی تعمیر میں لجنہ اماء اللہ کے شانہ بہ شانہ ننھی ناصراتُ الاحمدیہ کا بھی حصہ شامل ہے۔ ہر قربانی اپنے ساتھ پھل پھول لاتی ہے۔ ناصراتُ الاحمدیہ کی یہ چھوٹی چھوٹی کلیاں اپنے عہد کے ان بڑے الفاظ اور بڑی ذمہ داریوں کو جب مل کر دہراتی ہیں تو وہ اپنی آئندہ آنے والی زندگی کے اعلیٰ مقاصد کے نصب العین کا تعین کر رہی ہوتی ہیں۔

ناصرات کی مالی قربانیوں کے بے شمار واقعات ہیں کہ نہ صرف لجنہ اماء اللہ مالی قربانی میں پیش پیش رہتی ہے بلکہ ناصرات بھی اسی جذبہ کے تحت اپنے پیارے آقا کی خدمت میں ہر وقت قربانی کے لیے تیار رہتی ہے۔ یہاں میں آپ کے سامنے دو چھوٹے چھوٹے واقعات بیان کروں گی جو کہ ہمارے پیارے حضور نے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں بیان کیا تھا۔

''انڈیا سے انسپکٹر وقف جدید منور صاحب ہیں وہ لکھتے ہیں کہ جماعت ساندھن صوبہ یوپی کے دورے کے دوران ایک دوست کے پاس چندہ وقف جدید کی وصولی کے لئے گئے تو انہوں نے اپنی پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ابھی حالات ٹھیک نہیں ہیں۔ آپ کل صبح آجائیں پھر دیکھتے ہیں۔ کہتے ہیں اگلے روز میں دوبارہ ان کے گھر گیا تو موصوف نے بتایا کہ پیسوں کا انتظام نہیں ہوا۔ ان بچوں کو دیکھیں۔ بچوں میں قربانی کی کتنی روح ہے۔ ان کی چھوٹی بیٹی پاس کھڑی سن رہی تھی وہ اپنے والد کے پاس آکر کہنے لگی کہ آپ نے مجھے وعدہ کیا تھا کہ سردی بڑھ رہی ہے اور آپ مجھے سردیوں میں جوتے خرید کر دیں گے۔ آپ نے

میری سردی کے جوتوں کے لئے جو رقم رکھی ہوئی ہے وہ مجھے دے دیں۔ بچی نے ضد کر کے اپنے والد سے یہ رقم حاصل کی اور ساری چندہ وقف جدید میں ادا کر دی اور کہنے لگی کہ جوتے تو بعد میں بھی آتے رہیں گے پہلے چندہ لے لیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 5۔ جنوری 2018ء)

معزز ناصرات! "صدر لجنہ کینیڈا کہتی ہیں کہ ایک مجلس کے دورے کے دوران ایک خاتون نے بتایا کہ ان کی بارہ سال کی بچی کو سکول کی طرف سے اسّی ڈالر کا انعام ملا۔ اس سے وہ اپنی مرضی کا کچھ خریدنا چاہتی تھی لیکن سیکرٹری وقف جدید کی تحریک پر اس نے انعام کی یہ ساری رقم چندے میں ادا کر دی۔ وہ کہتی ہیں اللہ تعالیٰ نے بھی اس کو اس طرح نوازا کہ اگلے دن عبد السلام سائنس فیئر میں اس کی پہلی پوزیشن آئی اور اسے تین سو ڈالر کا انعام مل گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس بچی کے ایمان اور اعتقاد کو پختگی عطا فرمائی۔"

(خطبہ جمعہ 4 جنوری 2019ء)

پیاری بہنو! ہمارے عہد میں دوسری اہم بات "ہمیشہ سچائی پر قائم رہوں گی" ہے۔ لہذا ہمیں ہمیشہ سچائی پر قائم رہنا ہے۔ جھوٹی تعریف، جھوٹی نمود و نمائش، جھوٹی گواہی، جھوٹا مذاق یعنی ہر طرح کے جھوٹ سے اجتناب کرنا ہے۔ ایک سچے مذہب کو مانتے ہوئے ہمیشہ سچ کا ساتھ دینا ہے۔ اس طرح ہم اسلام کی سچائی کے نور پر قائم رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندیوں میں شامل ہوں گی اور خلافت احمدیہ سے بھی اپنی وفاداری ثابت کریں گی ان شاء اللہ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ 19۔ اکتوبر 2003ء کو لجنہ و ناصرات یو کے کے سالانہ اجتماع کے موقع پر فرمایا۔

"سچ ایک ایسی بنیادی چیز ہے کہ اگر یہ پیدا ہو جائے تو تقریباً تمام بڑی بڑی برائیاں ختم ہو جاتی ہیں اور نیکیاں ادا کرنے کی توفیق ملنا شروع ہو جاتی ہے۔"

پیاری ناصرات! ہمارے عہد کی تیسری اہم بات یہ ہے کہ "خلافت احمدیہ کے قائم رکھنے کے لیے ہر قربانی کے لیے تیار رہوں گی" ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں خلافت جیسی عظیم نعمت سے نواز رکھا ہے۔ جس کی

برکات دائمی ہیں اور ہم سب اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں جس کی حفاظت کے لیے ہم کو ہر وقت تیار رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ناصرات کے معنوں کو مدنظر رکھ کر خلافت کے مددگار بنائے۔

پیاری ناصرات! یادرکھیں! جس طرح لجنہ اماء اللہ نے خلافت کی حفاظت اور اس کی اطاعت کرنی ہے بالکل اسی طرح ہم ناصرات پر بھی خلافت کی حفاظت فرض ہے۔ اس خلافت کی حفاظت کرنے، اس کے لیے قربانی کرنے میں ہی ہماری بقا ہے خلافت کی ترقی سے ہی ہماری کامیابی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"جو خالص ہو کر خلافت کے مطیع اور فرمانبردار ہوں گے یہی لوگ حقیقی رنگ میں خلافت سے وفا کا تعلق رکھنے والے ہیں۔ خلافت کی حفاظت کرنے والے ہیں اور خلافت ان کی حفاظت کرنے والی ہے۔ خلیفہ وقت کی دعائیں ان کے ساتھ ہوں گی۔ ان کی تکلیفیں خلیفہ وقت کو ان کے لیے دعائیں کرنے کی طرف متوجہ کرنے والی ہوں گی۔ یہ اعمال صالحہ بجالانے والے ہی ہیں جن کا خلافت سے رشتہ اور خلافت کا ان سے رشتہ خداتعالیٰ کی رضا کی خاطر ہے۔"

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 28 مئی 2021ء)

پھر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اگر آپ نے ترقی کرنی ہے اور دنیا پر غالب آنا ہے تو میری آپ کو یہی نصیحت ہے اور میرا یہی پیغام ہے کہ آپ خلافت سے وابستہ ہو جائیں۔ اس حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامے رکھیں۔ ہماری ساری ترقیات کا دارومدار خلافت سے وابستگی میں ہی پنہاں ہے۔"

(روزنامہ الفضل ربوہ 30 مئی 2003ء)

خلافت سے ہی برکتیں ہیں یہ ساری
رہے گا خلافت کا فیضان جاری

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"ناصرات بھی عہد کرتی ہیں۔ ان کو بھی اپنے عہدوں کو نبھانا چاہئے۔ چودہ پندرہ سال کی عمر ہوش کی عمر ہوتی ہے اور اچھا برا سمجھنے کی عمر ہوتی ہے اور یہ آخری عمر ہے ناصرات کی اور اس عمر میں ہی بہت ساری

خواہشات بھی ہوتی ہیں۔ اگر دنیا کی طرف نظر ہو تو دنیاوی خواہشات دین پر حاوی ہو جاتی ہیں۔ اس لئے ہر احمدی بچی کو بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے اور اپنے عہد کو بار بار دہراتے رہنے کی ضرورت ہے تاکہ ہر احمدی بچی بجائے فضول دنیاوی خواہشات کے پیچھے چلنے کے اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لئے کوشش کرنے والی ہو۔ اور وہ اعلیٰ مقاصد ناصرات کے عہد میں یہ بیان کئے گئے ہیں کہ مذہب، قوم اور وطن کی خدمت کے لئے تیار رہنا، ہمیشہ سچائی پر قائم رہنا، خلافت احمدیہ کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار رہنا۔ پس اگر ہماری بچیاں اس عہد کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنا لیں تو جہاں اپنی زندگیاں محفوظ کر لیں گی وہاں آئندہ نسلوں کی زندگیوں کو بھی محفوظ کرنے والی ہوں گی اور انہیں خلافت سے جوڑنے والی ہوں گی۔

(خطبہ جمعہ 30 ستمبر 2016)

ان باتوں کے علاوہ ہم ناصرات کا فرض ہے کہ ہم نماز پڑھیں۔ ہر روز پانچ نمازیں جو اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دی ہیں ان کو پڑھیں۔ نماز سادہ سیکھیں۔ پھر ترجمہ یاد کریں۔ دعائیں یاد کریں۔ عہد میں ہم اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نبیوں کے سردار ہیں۔ تو ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے مطابق عمل کرنا ہے۔ اس کے لئے قرآن کریم پڑھنا ہے۔ پھر اس کا ترجمہ سیکھنے کی کوشش کرنی ہے؛۔ عربی زبان کو سیکھنا ہے۔ تاہم خدا کا کلام اچھے طریقے سے سمجھ کر پڑھیں۔

ایمان مجھ کو دے دے عرفان مجھ کو دے دے
قربان جاؤں تیرے قرآن مجھ کو دے دے

اپنے دین کی خاطر چندہ بھی دینا ہے۔ اور حضور انور ایدہ اللہ کی تمام باتوں پر عمل کرنا ہے۔ اس کے لئے ہمیں ہر روز ایم ٹی اے دیکھنا ہے۔ حضور کی بچیوں کے ساتھ کلاسیں دیکھنی ہیں۔ ہر جمعہ کو حضور کا خطبہ ایم ٹی اے پر یکھنا اور سننا ہے۔

وہ دل مجھے عطا کر جو ہو نثار جاناں
جو ہو فدائے دلبر وہ جاں مجھ کو دے دے

بچیوں کی دینی تعلیم، تربیت، کردار، شخصیت کے اٹھان اور اعتماد میں بلا شبہ ناصرات الاحمدیہ کی تنظیم کا ایک بڑا ہاتھ ہوتا ہے جو ان کی ساری زندگی کے بقیہ ادوار میں نظر آتا ہے۔ بچپن سے ہی اطاعت کے جذبے کے ساتھ جماعتی نظام میں تربیتی امور کی ٹریننگ حاصل کرنے کی وجہ سے لجنہ اماء اللہ میں پہنچنے تک ان کی شخصیت میں ایک اعتماد اور وقار پیدا ہو جاتا ہے۔

احمدی بچیوں کی تربیت کے لئے حضور انور ایدہ اللہ نے بارہا ارشادات سے نوازا ہے۔ اسی حوالہ سے اپنے ایک پیغام میں فرمایا:

"لجنہ اماء اللہ بھی جماعت کی ذیلی تنظیموں میں سے ایک ہے جس کی آگے ایک شاخ ناصرات الاحمدیہ کہلاتی ہے جو پندرہ سال تک کی احمدی بچیوں کی تنظیم ہے۔ پس آپ خدا کے فضل سے جماعت کے مستحکم اور فعال تنظیمی ڈھانچے کا حصہ ہیں جس کا کام اسلام اور احمدیت کی تعلیمات سے سب دنیا کو آگاہ کرنا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ آپ کی دینی معلومات وسیع ہوں۔ اپنے عقائد سے بخوبی واقفیت ہو اور اسلامی تعلیمات کی پابندی کرتی ہوں۔ مثلاً حیادار لباس پہنیں، کوٹ و برقع کی عمر ہو تو اس کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلیں۔ بیہودہ مجالس، غیر اخلاقی دوستیوں اور انٹرنیٹ اور موبائل فون وغیرہ کی بُرائیوں سے خود کو بچا کر رکھیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب "کشتیٔ نوح" میں بد رفیق اور خراب مجلسوں کو نہ چھوڑنے والوں کو بڑا سخت انذار فرمایا ہے۔ پس اس تعلیم کو ہمیشہ یاد رکھیں۔

ناصرات کی عمر تعلیم کی عمر ہے۔ اپنی تعلیم پر خاص دھیان دیں اور بہتر مستقبل کے لئے محنت کریں اور دعاؤں سے کام لیں۔ آپ اپنی مصروفیات ایسی بنائیں جن سے آپ کی دین سے محبت ظاہر ہوتی ہو۔ مثلاً ہر جمعہ کو جب میرا خطبہ ایم ٹی اے پر نشر ہو تو اسے سننے کا اہتمام کریں۔ کچھ باتیں ساتھ ساتھ نوٹ بھی کریں تاکہ پوری توجہ خطبے کی طرف مرکوز رہے۔ جن باتوں کی سمجھ نہ آئے گھر میں کسی بڑے سے پوچھ لیں۔ اس سے آپ کا خلیفۂ وقت سے ذاتی تعلق قائم ہو جائے گا۔ دینی علم بڑھے گا۔ سوچ اور خیالات پاک ہو جائیں گے اور خدمتِ دین اور جماعتی پروگراموں میں شمولیت کا جذبہ تقویت پائے گا۔ یاد رکھیں کہ

آپ جتنا اپنے آپ کو دین کے قریب رکھیں گی اتنا معاشرتی آلودگیوں سے محفوظ رہ سکیں گی۔ اسی سے سکونِ قلب عطا ہو گا۔‘‘

(پیغام برائے لجنہ اماء اللہ جرمنی مطبوعہ سہ ماہی رسالہ ’گلدستہ‘ 20؍مارچ 2017ء، مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 9؍جون 2017ء)

ہیں دین کی ناصرات ہم، بہار کائنات ہم
خدا کی ناصرات کی یہ جماعت دیں سکھائے گی
صراط حق پہ اک دن ساری دنیا کو چلائے گی



﴿6﴾ ﴿مشاہدات:20﴾

ہیں دین کی ناصرات ہم، بہار کائنات ہم

(ناصرات الاحمدیہ کا قیام اور اس کے اغراض و مقاصد)

خدا کی ناصرات یہ جماعت، دیں سکھائے گی
صراط حق پہ اک دن ساری دنیا کو چلائے گی

میری تقریر کا عنوان ہے **"ہیں دین کی ناصرات ہم، بہار کائنات ہم"**

دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں ناصرات الاحمدیہ کا قیام اور اس کے اغراض و مقاصد۔

پیاری بہنو! حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جب لجنہ اماء اللہ اور مجلس خدام الاحمدیہ کی بنیاد رکھی تو کچھ عرصہ بعد لجنہ اماء اللہ میں 7 سال سے 15 سال کی بچیوں کو ناصرات الاحمدیہ اور مجلس خدام الاحمدیہ میں 7 سال سے 15 سال کے بچوں کو مجلس اطفال الاحمدیہ کا نام دے کر الگ کر دیا۔ مجلس انصار اللہ میں 40سال سے 55 سال کے انصار کو صف دوم کا نام دے کر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے 1973ء میں الگ کر دیا۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ جماعت کی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کو پیش نظر رکھ کر تعلیم و تربیت کے لیے چھوٹے یونٹس ہوں تا تربیت و اصلاح کا کام تیز ترین بنیادوں پر باحسن طریق ہو سکے۔

پیاری ناصرات! حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اطفال الاحمدیہ کی بنیاد رکھتے یا مجلس خدام الاحمدیہ سے اس کو الگ کرتے وقت فرمایا تھا کہ آج میں جماعت احمدیہ کی عمارت کی چاروں دیواریں مکمل کر رہا ہوں یعنی لجنہ اماء اللہ و ناصرات 2۔ مجلس انصار اللہ 3۔ مجلس خدام الاحمدیہ اور نمبر 4 مجلس اطفال الاحمدیہ۔ حضورؓ کا ذیلی تنظیموں کو جماعتی عمارت کی دیواریں قرار دینے میں جہاں بہت سی حکمتیں ہیں وہاں ان ذیلی تنظیموں کو ان مفوّضہ ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلانا تھا۔ کسی عمارت کی مضبوطی کے لیے دیواروں کا

مضبوط ہونا ضروری ہے۔ جہاں تک جماعت کی عمارت کی دیوار لجنہ اماء اللہ کا تعلق ہے جس کا ایک حصہ ناصرات الاحمدیہ ہے۔ اس دیوار کو مضبوط رکھنے اور اس کی مرمتوں میں ناصرات الاحمدیہ کا بھی بہت عمل دخل ہے۔ یہی وہ بچیاں ہیں جن کی گودیں مستقبل میں علمی و تربیتی درسگاہیں بنی ہوتی ہیں۔ یہی وہ اسٹیشن ہے جہاں سے باوقار اور باکردار ممبرات لجنہ، انصار اور خدام تیار ہوتے ہیں جو نیکی، تقویٰ اور خلوص کا روپ دھار کر مستقبل کی مائیں بن کر ہونہار اور وفا شعار دیوانے جماعت کی گود میں دیتی ہیں۔

پیاری بہنو! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کے ہاں دو بیٹیوں نے جنم لیا اور اُس نے اُن کی بہترین اصلاح و تربیت کی تو مَیں اور ان بچیوں کے والدین جنت میں میرے ساتھ ایسے ہوں گے جیسے تشہد اور وسطی انگلیاں جب آپس میں ملتی ہیں۔ آپؐ نے اپنے ہاتھ کی دو انگلیوں کو آپس میں ملا کر دکھلایا۔ بچوں اور بچیوں کی تعلیم و تربیت کے دو ہی طریق دیکھنے کو ملتے ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ بچے کی اچھی تربیت صرف ماں باپ ہی نہیں بلکہ ماحول میں بسنے والے ارد گرد کے لوگ بھی کرتے ہیں۔ اسی لیے ایک غیر از جماعت دوست نے جماعت احمدیہ میں ذیلی تنظیموں میں تعلیم و تربیت کے نظام کو دیکھ کر اس امر کا اظہار کیا کہ آپ احمدی بہت خوش قسمت ہیں کہ آپ کے ہاں جب بچہ باہر کے دروازہ کی دہلیز کو عبور کرنے کے قابل ہوتا ہے تو بچے کو اطفال الاحمدیہ اور بچی کو ناصرات الاحمدیہ والے اپنی آغوش میں لے لیتے ہیں اور یوں گھر میں والدین تربیت کر رہے ہوتے ہیں اور گھروں سے باہر جماعتی نظام حرکت میں آجاتا ہے ۔ یوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ بالا ارشاد کی تعمیل میں جہاں ماں باپ اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل بیٹھتے ہیں وہاں جماعتی نظام کے تحت بہت سی خادمائیں بھی بچیوں کی اصلاح اور تعلیم و تربیت کر کے یہ ارفع مبارک مقام پا رہی ہیں۔

پیاری بہنو! تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ کی بیٹی مکرمہ صاحبزادی امۃ الرشید مرحومہ بیان کرتی ہیں کہ لجنہ اماء اللہ کے قیام کے بعد جب ممبرات لجنہ اپنے اجلاس کے لیے اکٹھی ہوتیں تو ہم بچیاں باہر کھیلتی رہتیں۔ ایک دفعہ میں نے ان بچیوں کو اکٹھا کر کے لجنہ کے اجلاس والے کمرہ کے باہر بچھے تخت پوش پر سب بچیوں کو بٹھا کر ان کا اجلاس شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت مصلح موعودؓ کا وہاں سے گزر ہوا

اور پوچھا۔ کیا ہو رہا ہے؟۔ میں نے عرض کی کہ ہم چھوٹی لجنہ ہیں اور ہم اپنا اجلاس کر رہی ہیں۔ آپؓ نے خوشی کا اظہار فرمایا اور ہمیں ناصرات الاحمدیہ یعنی ”احمدیت کی مددگار بچیاں“ نام دیا۔

سامعات! اس کے مقاصد میں سے ایک یہ تھا کہ جب بچی 15 سال کی عمر کو پہنچ کر لجنہ کا حصہ بنے تو اس کی بنیادی تربیت اس درجہ تک ہو چکی ہو کہ بالغ عمری میں وہ عورتوں کو دینی اور دنیاوی ترقی میں نمایاں کردار ادا کرے اور معاشرے میں ان کے کھوئے ہوئے حقوق کے حق میں آواز بلند کرے اور اپنے عمل سے ان کو ان کا مقام و مرتبہ یاد دلائے جو اسلام نے انہیں عطا کیا ہے۔ اس کے نصب العین میں حیا، لباس، رہن سہن اور آداب زندگی میں شائستگی اختیار کرنا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ناصرات کو Modesty is the part of Faith کا ماٹو دیا ہے۔

پیاری بہنو! ناصرات الاحمدیہ نے ہمیشہ لجنہ اماء اللہ کے شانہ بشانہ ہر کام میں تعاون اور ہر مقصد کو پانے کے لیے اپنے وقت اور مال کی قربانی پیش کی ہے اور کرتی رہے گی، ان شاء اللہ۔ مسجد مبارک ہیگ ہالینڈ، مسجد خدیجہ برلن، مسجد نصرت جہاں کوپن ہیگن، مسجد فضل لنڈن اس بات کی گواہ رہیں گی کہ ان کی تعمیر میں لجنہ اماء اللہ کے شانہ بشانہ جماعت احمدیہ کی ننھی کلیوں ناصرات الاحمدیہ کی پاکٹ منی اور عیدیوں کا حصہ شامل ہے اور انہوں نے اپنی گُلیاں توڑ کر جمع پونجی مساجد کی تعمیر میں ادا کیں۔ ہر قربانی اپنے ساتھ پھل پھول لاتی ہے جماعت احمدیہ کی یہ چھوٹی کلیاں جن کے ابھی کھیلنے اور کھانے کے دن ہوتے ہیں اپنے عہد کے ان الفاظ اور بڑی ذمہ داریوں کو جب مل کر دہراتی ہیں تو وہ اپنی آئندہ آنے والی زندگی کے اعلیٰ مقاصد کے نصب العین کا تعین کر رہی ہوتی ہیں اور یہ اعلیٰ مقاصد انہیں سوسائٹی کی بے راہ رویوں سے بچانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

(لجنہ اماء اللہ کے سو سال صفحہ 202، روزنامہ الفضل آن لائن 3 اگست 2022ء)

میری بہنو! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے لجنہ آسٹریلیا کی Virtual ملاقات مؤرخہ 19 دسمبر 2020ء میں ناصرات کی تربیت کے بارے میں فرمایا:

”شروع میں ہی بچیوں کو بتائیں کہ تمہارا لباس حیادار ہونا چاہیے۔ جب وہ بڑی ہوں اور لجنہ میں شامل ہوں تو پھر ان کو پتہ ہو کہ حیاء دار لباس اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جو قرآن میں آیا ہے۔ جو بچپن سے ٹریننگ دیں گی تو

تبھی وہ معیار کبیر کی ناصرات بن کر اور لجنہ میں آ کر حیا دار لباس پہنیں گی۔ ان کو بتائیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ حیا ایمان کا حصہ ہے۔ ناصرات کی عمر میں لجنہ کے کئی مسائل حل ہو جاتے ہیں اس لیے ابھی سے تربیت کر لیں۔ یہ بہت بڑا کام ہے۔ ان کو پتہ ہونا چاہیئے کہ احمدیت کیا چیز ہے؟ میں کیوں احمدی ہوں؟ میرا ایمان کیا ہے؟ میری ذمہ داریاں کیا ہیں؟ ہمارے پاس حدیث ہے قرآن بھی ہے آخری رسول ﷺ بھی ہے تو مسیح موعودؑ کیوں آئے اور کس لیے آئے؟ یہ چیزیں بچپن سے ہی ذہنوں میں ہونی چاہئیں۔ بڑے مسائل تو لوگ سیکھ لیتے ہیں مگر جب یہ بنیادی چیزیں ہوں گی تو وہ آگے بڑھ سکیں گی اس کے بعد دیکھیں گی کہ آپ کی لجنہ کی اگلی نسل جو آئے گی وہ اس سے بھی بہتر ہو گی جو موجودہ لجنہ کی نسل ہے۔"

(لجنہ اماء اللہ کے سو سال صفحہ 203-204، روزنامہ الفضل آن لائن مورخہ 3 اگست 2022ء)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ناصرات کی کما حقہ تربیت کے فرائض ادا کرنے کی توفیق دے اور ناصرات کو ان تمام امور پر عمل کر کے خلیفۃ المسیح کی تمنا پر پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



﴾7﴿ ﴾مشاہدات:16﴿

میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گی

خدمت دین کو اک فضل الٰہی جانو
اس کے بدلہ میں کبھی طالب انعام نہ ہو

پیاری بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گی**

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے اشرف المخلوقات بنا کر انسان پر جہاں احسان عظیم کیا وہاں انسان سے اپنے نام اور توحید کو دنیا میں پھیلانے کے لئے قربانی کا مطالبہ بھی کر دیا۔ ہمارے بزرگوں نے **"انفاق فی سبیل اللہ"** کی تشریح میں لکھا ہے کہ **"انفاق فی سبیل اللہ"** میں صرف اموال مراد نہیں بلکہ انسان کی صلاحیتیں اور استعدادیں، اس کا وقت، اس کی جان، اس کی عزت اور خدا تعالیٰ کی دیگر عطایا وغیرہ بھی مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو استعدادیں اور صلاحیتیں دے رکھی ہیں۔ اس کو اللہ تعالیٰ کی توحید کے قیام کے لئے خرچ کرنی چاہئے۔ انسان کو جو قیمتی وقت دیا ہے اس میں سے کچھ وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت کے علاوہ اعلائے کلمہ حق اور معاشرہ میں اصلاح احوال اور مخلوق الٰہی کی تعلیم و تربیت کے لئے خرچ کرنا چاہئے تا شکرانہ کا حق بھی ادا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی ایک مومن کو تاکیدی حکم دیا ہے کہ وہ یہ کہے کہ میری عبادت اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

(الانعام:63)

اِس دنیوی دور میں (جب دین سے دوری عام ہے) حضرت مسیح موعودؑ نے جماعتی تعلیمات کا ایک نچوڑ اور خلاصے کو بیعت کا حصہ بنا دیا کہ بیعت کے وقت ہر احمدی اس بات کا عہد کرے کہ **"میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا"**۔ یعنی میرے ہر کام، میری ہر حرکت اور ہر سکون میں دین ہی مقدم ہو گا نہ کہ دنیا۔

سامعات! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک موقع پر بیعت کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

”بیعت کے معنی ہیں بیچ دینا۔ جیسے ایک چیز بیچ دی جاتی ہے تو اس سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔ خریدار کا اختیار ہوتا ہے جو چاہے سو کرے۔ تم لوگ جب اپنا بیل (Cow) دوسرے کے پاس بیچ دیتے ہو تو کیا اسے کہہ سکتے ہو کہ اسے اس طرح استعمال کرنا؟ ہرگز نہیں۔ اس کا اختیار ہے جس طرح چاہے استعمال کرے۔ اسی طرح جس سے تم بیعت کرتے ہو۔ اگر اس کے احکام پر ٹھیک ٹھیک نہ چلو تو پھر کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے“

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک اور موقع پر فرماتے ہیں۔

”اگر کوئی بیعت میں تو اقرار کرتا ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کروں گا مگر عمل سے وہ اس کی سچائی اور وفائے عہد ظاہر نہیں کرتا تو خدا کو اس کی کیا پرواہ ہے۔“

سامعات! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

”شرائط بیعت کا بھی خلاصہ یہی ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھا جائے گا۔ اسی طرح تمام ذیلی تنظیموں کے جو عہد ہیں ان کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔ اسی طرح بیعت کے الفاظ میں بھی ہم ان الفاظ کو دہراتے ہیں۔ غرض کہ یہ فقرہ ایک احمدی کا عہد ہے جس پر اس کی بیعت کا انحصار ہے۔ خلافت سے اور نظام سے جڑے رہنے کا انحصار ہے۔ اگر یہ نہیں تو پھر بیعت کا دعویٰ غلط ہو جاتا ہے۔ نظام سے جڑے رہنے کا، خلافت سے وابستگی کا دعویٰ غلط ہو جاتا ہے۔“

(خطبہ جمعہ 17 اکتوبر 2014ء)

پیاری بہنو! پھر حضور نے فرمایا:

”ہمارے ذمہ جیسا کہ میں نے کہا بہت بڑے کام لگائے گئے ہیں اور جان، مال، وقت اور عزت قربان کرنے کے لئے ہم عہد بھی کرتے ہیں۔ اس کے لئے ہمیں ہمیشہ سنجیدگی سے غور کرنے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے کہ کس طریق سے ہم اپنے عہد کو پورا کرتے ہوئے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے لئے اپنی صلاحیتیں اور استعدادیں بروئے کار لائیں۔“

(خطبہ جمعہ 17 اکتوبر 2014ء)

ان ارشادات کی روشنی میں خدمت دین کے جو بھی پہلو ہیں ان تمام کا احاطہ کر کے دین کی خدمت کرنی چاہئے۔ **جس کا بہترین ذریعہ میٹنگز و اجلاسات ہیں۔**

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں ایسے کارکنان بھی ہیں جو اپنا سب کچھ بھول جاتے ہیں، بیوی بچوں کو بھی بھول جاتے ہیں، اپنے نفس کے حق بھی ادا نہیں کرتے۔ صبح اپنے کام پر جاتے ہیں اور وہاں سے شام کو سیدھے جماعتی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لئے پہنچ جاتے۔ انہیں کہنا پڑتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے تمہارا اور تمہارے بیوی بچوں کا بھی تم پر حق رکھا ہے۔ بعض ایسے بھی ہوتے ہیں۔“

پیاری بہنو! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ **”ذکر کی مجالس جنت کے باغ ہیں۔ ان باغوں میں چرنے کی کوشش کیا کرو“** اس ارشاد نبویؐ سے اجلاسات کی اہمیت ظاہر و باہر ہے۔ ہمارے اجلاسات اور جماعتی میٹنگز میں ذکر الٰہی ہوتا ہے اور انہی مجالس کے متعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایسی مجالس میں فرشتوں کا نزول ہوتا ہے اور فرشتے رحمت کے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔ یہ رحمت کا سایہ مجلس کے اختتام تک رہتا ہے۔ بلکہ ایسی مجالس جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے ان کے متعلق خود اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ ”ان سب کے لئے میری طرف سے مغفرت لکھ دو“

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ، خدمت دین کو مد نظر رکھ کر جماعتی میٹنگز میں شامل ہونے والوں کی عظمت و اہمیت اور ان کے بلند مقام اور ان کو ترغیب دلاتے ہوئے نیز جماعتی کاموں کی پرواہ نہ کرنے والوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”وہ دن آنے والا ہے جب احمدیت کے کاموں میں حصہ لینے والے بڑی بڑی عزتیں پائیں گے۔ لیکن ان لوگوں کی اولادوں کو جو اس وقت جماعتی کاموں میں کوئی دلچسپی نہیں لیتے دھتکار دیا جائے گا۔ جب انگلستان اور امریکہ ایسی بڑی بڑی حکومتیں مشورہ کے لئے اپنے نمائندے بھیجیں گی اور وہ اسے اپنے لئے موجب عزت خیال کریں گے اس وقت ان لوگوں کی اولاد کہے گی ہمیں بھی مشورہ میں شریک کرو لیکن کہنے والا انہیں کہے گا۔ جاؤ! تمہارے باپ دادوں نے اس مشورہ کو اپنے وقت میں رد کر دیا تھا اور جماعتی کاموں کی انہوں نے پرواہ نہیں کی تھی اس لئے تمہیں بھی اب اس مشورہ میں شریک نہیں کیا جاسکتا۔ پس

اس غفلت کو دور کرو اور اپنے اندر یہ احساس پیدا کرو کہ جو شخص سلسلہ کی کسی میٹنگ میں شامل ہوتا ہے اس پر اس قدر انعام ہوتا ہے کہ امریکہ کی کونسل کی ممبری بھی اس کے سامنے ہیچ ہے اور اسے سو حرج کر کے بھی اس میٹنگ میں شامل ہونا چاہئے۔ اگر وہ اس میٹنگ میں شامل نہیں ہوتا تو اس کی غیر حاضری کی وجہ سے سلسلہ کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا لیکن وہ خود الٰہی انعامات سے محروم ہو جائے گا۔"

سامعات! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اجلاسوں میں، اجتماعوں میں جلسوں میں آکر جو سیکھا جاتا ہے۔ وہیں چھوڑ کر نہ چلے جایا کریں۔ یہ تو بالکل جہالت کی بات ہو گی کہ جو کچھ سیکھا ہے وہ وہیں چھوڑ دیا جائے۔"

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 423)

پیاری بہنو! لجنہ اماء اللہ جرمنی کی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 18 دسمبر 2009ء میں حضور انور کی خدمت میں یہ رپورٹ پیش کی گئی کہ بعض ایسی ہیں جو پندرہ سال سے اوپر ہیں لیکن وہ میٹنگز، اجلاسات میں نہیں آتیں اور مرکز سے ان کا رابطہ بھی نہیں ہے۔ اس پر حضور نے فرمایا:

"ان کے نام مجھے لکھ کر بھیجیں تا کہ ان کو وقف نو سے فارغ کیا جاسکے۔"

(الفضل انٹرنیشنل لندن 29 تا 4 جنوری 2010ء صفحہ 10)

پیاری بہنو! اجلاسات میں نیک اور مخلص خواتین کے صدق و استقلال کو دیکھ کر اپنی کمزوریوں کو دور کرنے کا موقع ملتا ہے۔ نمازوں کی ادائیگی باجماعت ہو جاتی ہے۔ صف بندی، وقت کی پابندی، امیر و غریب کی تفریق، نظم و ضبط، علم سیکھنے اور بڑھانے کے ذریعہ کے علاوہ یہ محافل پاک تبدیلیوں کا موجب بنتی ہیں۔ خلاصۃً یہ کہ یہ اجلاسات روحانی اور جسمانی بیماریوں کا علاج ہیں، دین و دنیا سنور جاتی ہے۔ ایک موقع پر ہمارے امام ہمام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے بچوں کی ماؤں کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ **"اگر آپ چاہتی ہیں کہ آپ کے بچے اچھے نمبروں میں پاس ہوں تو انہیں خدمت دین کرنے اور اجلاسات میں بھجوایا کریں۔"**

اے ممبرات لجنہ! اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں روحانی تجارت اور روحانی ہجرت کا ذکر فرمایا ہے۔ اگر اس مضمون پر غور کریں تو یہ بھی ہمیں جماعتی کاموں اور جماعتی میٹنگز میں شمولیت کی طرف دعوت دیتا

ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو صحت دی، صلاحیتیں بخشیں، استعدادیں عطا کیں، وقت دیا اور سوچ کے لئے عقل عنایت کی اور انسان کو اشرف المخلوقات بنایا، دوسرے جانوروں اور چرند پرند سے ممتاز کیا۔ بولنے کی قوت اور صلاحیت عطا کی ان تمام خداداد قوتوں اور صلاحیتوں، سوچوں کا درست اور صحیح استعمال اللہ کے دین کی خدمت ہی ہے۔ اس خدائے واحد و یگانہ کی عبادت میں شامل ہے۔

جس وقت خلیفۃ المسیح یا ان کے کسی نمائندہ کی طرف سے خدمت دین کے لئے بلایا جائے۔ کسی میٹنگ میں شمولیت کے لئے کہا جائے تو سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا کہتے ہوئے بھاگتے ہوئے اس میں شامل ہوں۔ یہی وہ روحانی تجارت ہے۔ جو انسان اپنے مالک حقیقی اور رب سے کرتا ہے اور اس کے منافع سے نہ صرف خود مستفیض ہوتا ہے بلکہ اس کی وفات کے بعد اس کی نسلیں بھی اس کے منافع سے حصہ لیتی رہتی ہیں۔ اور یہی وہ روحانی ہجرت ہے۔ جو اپنے مقام سے اس میٹنگ کے مقام تک اللہ کی خاطر کی جاتی ہے۔ جس کے قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی برکتیں، فضل اور انعامات کی بارش ہوتی ہے۔ یہی وہ لطیف مضمون ہے جس کو حضرت مسیح موعودؑ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

سب کچھ تیری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے

ایک اور موقع پر فرماتے ہیں:

”عزیزو! یہ دین کے لئے اور دین کی اغراض کے لئے خدمت کا وقت ہے۔ اس وقت کو غنیمت سمجھو کہ پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا“

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے اس مضمون کو یوں بیان فرمایا ہے۔

”اپنے مقصد پیدائش کو سمجھنے اور ایک خدا کے آگے جھکنے اور اس کی عبادت کرنے کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے اس لئے بھی انسان کو دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ اس کے جسمانی اعضاء اور طاقتیں بھی اور اس کی ذہنی صلاحیتیں بھی ایسی رکھی ہیں جو اسے دوسری مخلوق سے ممتاز کرتی ہیں۔ پس یہ انسان کی حالت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ جب وہ اپنی صلاحیتوں، اپنی ذہنی اور جسمانی طاقتوں کو دیکھے اور ان ایجادات اور سہولیات کی طرف دیکھے جو ان صلاحیتوں کی وجہ سے اسے ملیں تو بجائے خدا سے دور

لے جانے کے اسے خدا کے قریب کرنے والی بنیں اور وہ اپنے مقصد پیدائش کو پہچاننے کے قابل ہو سکے۔"

(خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 178-179)

سامعات! دین سے انسان کی جہاں زندگی اور عمر میں برکت پڑتی ہے۔ وہاں اموال بھی بڑھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو مخاطب ہو کر فرمایا۔ تمہیں کیا علم کہ اس (بیٹے) کی خدمت دین کی وجہ سے تمہیں رزق مل رہا ہے۔

جو شخص نفع رساں وجود ہوتا ہے۔ انسانیت کے لئے کام کرتا ہے اور دین کی خدمت میں لگا رہتا ہے وہ یَمۡکُثُ فِی الۡاَرۡضِ یعنی اس کا نام رہتی دنیا تک یادگار رہتا۔

دین کی خاطر وقت دینے والوں کے حق میں حضرت مسیح موعودؑ کی دُعا دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"جو حالت میری توجہ کو جذب کرتی ہے۔ اور جسے دیکھ کر میں دعا کے لئے اپنے اندر تحریک پاتا ہوں وہ ایک ہی بات ہے کہ میں کسی شخص کو معلوم کر لوں کہ یہ خدمت دین کے سزاوار ہے۔ اور اس کا وجود خدا کے لئے، خدا کے رسولؐ کے لئے، خدا کی کتاب کے لئے اور خدا کے بندوں کے لئے نافع ہے۔ ایسے شخص کو جو درد و الم پہنچے وہ در حقیقت مجھے پہنچتا ہے۔"

حضرت مولوی عبد الکریم رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

"حضرت مسیح موعودؑ کو جو چیز سب سے زیادہ محبوب تھی اور جو روح آپ اپنی جماعت میں پیدا کرنا چاہتے تھے وہ خدمت دین کا جوش تھا۔"

سامعات! حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے ایک معرکہ آراء خطاب کے آخر پر احباب جماعت کو ان الفاظ میں بُلایا ہے۔

"اَب خدا کی نوبت جوش میں آئی ہے اور تم کو! ہاں تم کو! خدا تعالیٰ نے پھر اِس نوبت خانہ کی ضرب سپرد کی ہے۔ اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! ایک دفعہ پھر اس نوبت کو اِس زور سے بجاؤ کہ دُنیا کے کان پھٹ جائیں۔ ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اِس قرنا میں بھر دو۔ ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اِس قرنا میں بھر دو کہ عرش کے پائے بھی لَرز جائیں

اور فرشتے بھی کانپ اُٹھیں تا کہ تمہاری دردناک آوازیں اور تمہارے نعرہائے تکبیر اور نعرہائے شہادتِ توحید کی وجہ سے خدا تعالیٰ زمین پر آجائے اور پھر خدا تعالیٰ کی بادشاہت اِس زمین پر قائم ہو جائے۔ اِسی غرض کیلئے مَیں نے تحریک جدید کو جاری کیا ہے اور اِسی غرض کیلئے مَیں تمہیں وقف کی تعلیم دیتا ہوں۔ سیدھے آؤ اور خدا کے سپاہیوں میں داخل ہو جاؤ۔ محمدؐ رسول اللہ کا تخت آج مسیحؑ نے چھینا ہوا ہے۔ تم نے مسیحؑ سے چھین کر پھر وہ تخت محمدؐ رسول اللہ کو دینا ہے اور محمد رسول اللہ نے وہ تخت خدا کے آگے پیش کرنا ہے اور خدا تعالیٰ کی بادشاہت دنیا میں قائم ہونی ہے۔ پس میری سُنو اور میری بات کے پیچھے چلو کہ مَیں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ خدا کہہ رہا ہے۔ میری آواز نہیں ہے، مَیں خدا کی آواز تم کو پہنچا رہا ہوں۔ تم میری مانو! خدا تمہارے ساتھ ہو، خدا تمہارے ساتھ ہو، خدا تمہارے ساتھ ہو اور تم دُنیا میں بھی عزّت پاؤ اور آخرت میں بھی عزت پاؤ۔"

(سیر روحانی تقریر جلسہ سالانہ 1953ء)

ایک دوست نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو لکھا کہ حضور! آپ پر مری جان قربان۔ حضور نے جواباً تحریر فرمایا

"اگر آپ اپنے کام سے وقت نکال کر جماعت کے کام میں صرف کریں گے تو پھر جان بھی قربان سمجھی جائے گی ورنہ اگر وقت نہیں تو جان کیسے۔"

(الفضل انٹر نیشنل 23 نومبر 1993ء)

پیاری بہنو! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے نیشنل مجلس عاملہ انصاراللہ نیوزی لینڈ سے مخاطب ہو کر جماعتی خدمات کی یوں ترغیب دلائی:

"حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے فرمایا تھا کہ مجھے ایسے لوگوں کی ضرورت نہیں ہے جو کام نہ کر سکیں۔ تربیت نہ کرنے کی وجہ سے سستیاں پیدا ہوئی ہیں اور اسی وجہ سے کمیاں پیدا ہوئی ہیں۔ اگر تربیت کی ہوتی اور فیملیوں کو سنبھالا ہوتا تو فیملیاں نہ بگڑتیں۔ کوئی سُنّی سے بیاہی ہوئی ہے تو کسی کا رشتہ لاہوریوں میں ہوا ہے، کسی نے ہندو سے شادی کر لی ہے۔

حضور انور نے فرمایا خدا نے آپ کو جو نعمت دی ہے اس کو کیوں ضائع کر رہے ہیں۔ احمدیت تو انشاء اللہ پھیلے گی۔ نئے آئیں گے اور مضبوط ہو جائیں گے۔ آپ لوگ اپنی نسلوں کی تربیت نہ کرنے کی وجہ سے

ضائع ہو جائیں گے اس لئے ہوش کریں۔ اب باتیں چھوڑیں اور کام کرنے کی سکیم بنائیں اور Active ہو کر کام کریں۔ فرمایا خدا تعالیٰ نے ہمارے سپرد یہ کام کیا ہے کہ ہم پیغام پہنچائیں۔ کوشش کرنا ہمارا کام ہے باقی نتیجہ پیدا کرنا خدا کا کام ہے۔ آپ کی کوشش میں کوئی کمی نہیں ہونی چاہئے۔''

(سبیل الرشاد جلد چہارم صفحہ 150-151)

اے پیاری ممبرات! آج خلیفۃ المسیح آپ کو دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی طرف دعوت دے رہے ہیں پس ہمارا فرض ہے کہ ہم جان مال وقت اور عزت کو ہمہ وقت قربان کرنے کے لئے نہ صرف خود تیار رہیں بلکہ اپنی اولاد اور جاننے والیوں کو قربانی کے اس میدان میں جھونک دیں۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق دے۔ آمین



﴿1﴾ ﴿مشاہدات:8﴾

پہلی چودہ ممبرات، لجنہ اماء اللہ کے علمبردار کے طور پر

جو چودہ ستاروں کا تھا کارواں اک
وہ سو سال میں بنی کہکشاں اک

کسی فارسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

خشتِ اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

کہ معمار عمارت تعمیر کرتے وقت پہلی اینٹ اگر ٹیڑھی رکھے گا تو دیوار خواہ ثریا تک بلند کر دی جائے ٹیڑھی ہی رہے گی۔

اسی لئے معمار، مستری، انجینئر اور ٹھیکیدار عمارت کی تعمیر کے وقت بنیادی اینٹ کو پوری پیمائش کر کے سیدھی رکھتے ہیں۔ روحانی جماعتیں بھی روحانی عمارتوں کی طرح ہوتی ہیں جن کی بنیاد خود اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے اُن فرستادوں کے ذریعہ رکھتا ہے جو اس کی مخلوق میں سے تقویٰ اور نیکی کے اعلیٰ مقام پر ہوتے ہیں۔ پھر ان کے نمائندے یعنی خلفاء جماعتوں میں چھوٹی چھوٹی عمارتوں یعنی تنظیموں اور شعبوں کی بنیاد رکھتے اور ان کی بنیادی اینٹ کو سیدھے طور پر استوار کرتے ہیں۔

سامعات! لجنہ اماء اللہ بھی جماعت احمدیہ کی بڑی عمارت میں سے ایک ذیلی عمارت ہے جس کی بنیاد جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھی اور بنیاد رکھتے وقت اس کی باگ ڈور اُن 14 خواتین کے ہاتھوں میں دی جن کی سَر خَیل حضرت سیدہ نصرت جہاںؓ (اماں جان) زوجہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تھیں۔ یہی بنیادی اینٹ تھی لجنہ اماء اللہ کی روحانی عمارت کی۔ جس کے دائیں بائیں 5 خواتین مبارکہ 1: حضرت نواب مبارکہ بیگمؓ 2: حضرت سیدہ محمودہ بیگمؓ زوجہ بانی لجنہ حضرت مصلح موعودؓ، 3: حضرت سیدہ مریم النساء بیگمؓ المعروف

حضرت ام طاہرؓ، 4: سیدہ امۃ الحئیؓ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور 5: حضرت صالحہ بیگمؓ زوجہ حضرت میر محمد اسحاقؓ المعروف حضرت ام داؤدؓ کو بطور بنیادی اینٹیں نصب فرما کر ان کو لجنہ اماء اللہ کا علمبر دار بنایا۔ گو اُس وقت لوائے لجنہ تو تشکیل نہ پایا تھا لیکن لجنہ کی نیک نامی کا عَلم ان کے سپرد کیا جن کو ان خواتین مبارکہ نے تا دم حیات نہ صرف اس کو خوب نبھایا بلکہ اپنے بعد ایسے جانشین پیدا کرتی چلی گئیں جو 100 سال گزرنے کے بعد بھی پوری آن بان کے ساتھ دنیا بھر میں خدمات پر مصروف رہیں اور اب بھی ہیں۔ ان میں نمایاں طور پر حضرت مریم صدیقہ مرحومہ المعروف چھوٹی آپا زوجہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہا کی خدمات کو خراج تحسین پیش نہ کیا جائے تو یہ مضمون ادھورا رہ جائے گا جنہوں نے نصف صدی کے قریب لجنہ اماء اللہ کے پیڑ کو تقوی، نیکی اور اپنی خداداد صلاحیتوں کے پانی سے سینچا۔

ان کے علاوہ حضرت امۃ القدوس بیوہ حضرت مرزا وسیم احمد مرحوم قادیان اور حضرت سیدہ امۃ السبوح مدظلہا العالی حرم حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اور دیگر سینکڑوں خدمت گزار گان کی صورت میں حضرت مسیح موعودؑ کی جسمانی اولاد سے دنیا بھر میں موجود خدمت دینیہ میں نہ صرف مصروف ہیں بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح کی اقتداء اور ہدایات کی روشنی میں لجنہ اماء اللہ کے عَلم کو بلند سے بلند لہرانے کے عمل میں مصروف نظر آتی ہیں۔

سامعات! ایسا کیوں نہ ہوتا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت اُمّ المومنینؓ کے حوالہ سے فرمایا تھا کہ "خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد حمایت اسلام کی ڈالے گا اور اس میں سے وہ شخص پیدا کرے گا جو آسمانی روح اپنے اندر رکھتا ہو گا اس لئے اس نے پسند کیا کہ اس خاندان کی لڑکی میرے نکاح میں لاوے اور اس سے وہ اولاد پیدا کرے جو ان نوروں کو جن کی میرے ہاتھ سے تخم ریزی ہوئی ہے دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلاوے۔"

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 275)

پیاری بہنو! قبل اس کے کہ میں ان چودہ مبارک ممبرات کی خدمات کے ذکر کو سمیٹوں باقی آٹھ ممبرات کے نام بھی بغرض دعا اور ازدیادِ علم کے لینا ضروری ہیں۔

7: مکرمہ ہاجرہ بیگم صاحبہ اہلیہ چوہدری فتح محمد سیال صاحبؓ،8: مکرمہ حمیدہ خاتون خورشید صاحبہ بنت شیخ یعقوب علی صاحبؓ عرفانی،9: مکرمہ مریم بی بی اہلیہ حافظ روشن علیؓ صاحب،10: مکرمہ رضیہ بیگم صاحبہ اہلیہ مرزا گل صاحب،11: مکرمہ کلثوم بانو صاحبہ اہلیہ قاضی محمد عبد اللہ صاحب ہیڈ ماسٹر تعلیم الاِسلام ہائی اسکول،12: مکرمہ میمونہ خاتون صوفیہ صاحبہ اہلیہ مولوی غلام محمد صاحب،13: مکرمہ سائرہ خاتون صاحبہ اہلیہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔ اے (افسر ڈاک)،14 : مکرمہ بشریٰ بیگم صاحبہ بنت ماسٹر شیخ عبد الرحمٰن صاحب

(روزنامہ الفضل آن لائن مورخہ 24 فروری 2023ء، جشن سو سالہ لجنہ اماء اللہ یوکے)

سامعات! ہم بخوبی جانتے ہیں کہ ہر کام کی ابتداء بہت مشکل ہوتی ہے۔ کسی کام کی بنیاد رکھنے والے حضرات و خواتین کو اپنا خون پسینہ ایک کر کے کام کرنا پڑتا ہے۔ تنظیم لجنہ اماء اللہ کی یہ پہلی چودہ ممبرات کا نام تا قیامت جب تک جماعت احمدیہ ہے زندہ و تابندہ رہے گا۔ ان شاء اللہ

ان خواتین نے لجنہ اماء اللہ کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لیے مالی قربانیاں کیں۔ اپنی جمع پونجی کے دروازے اس تنظیم کے لیے وا کر دیئے۔ اپنا زیور قربان کیا اور اپنی پسندیدہ اشیاء اس تنظیم کی ترقی و ترویج اور پروان چڑھانے کے لیے حضرت خلیفۃ المسیح کے قدموں میں ڈال دیں۔ حضرت اماں جانؓ نے تو مدرسۃ البنات کے لیے اپنے گھر کا ایک حصہ وقف کر دیا تھا اور روحانی، تربیتی، علمی اور تبلیغی میدان میں ان میں سے ہر ایک پیش پیش نظر آیا۔ مینارۃ المسیح کی تعمیر ہو، الفضل کا اجراء ہو، کسی جگہ اللہ پاک کے گھر کی تعمیر کا مسئلہ ہو یا کوئی اور علمی تحریک ہو ان میں سے ہر ایک نے سَمِعْنا وَ أَطَعْنا کہتے ہوئے خلیفۃ المسیح کے آگے اپنی قربانیوں کو پیش کیا۔ لجنہ اماء اللہ کا قیام ہی عورتوں میں تعلیم کو عام کرنا تھا۔ ان چودہ خواتین میں سے ہر ایک نے اس شعبہ میں کمال درجہ کی قربانی کی۔ قرآن کریم ناظرہ کی کلاسز کا اجراء کیا۔ درس القرآن کے لیے حضرت خلیفۃ المسیح کی رہنمائی میں اپنے گھروں میں، مساجد میں کلاسز جاری کیں۔ گھروں میں بچوں اور بچیوں کو یکساں طور پر قرآن کریم سادہ پڑھایا اور تبلیغ کے لئے حسب توفیق باہر نکلیں۔

انہی قربانیوں سے متاثر ہو کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ان جیسی قربانی کرنے والی خواتین کو یوں خراج تحسین پیش کیا۔

آپؓ فرماتے ہیں:

"کیا ہی سچی بات ہے کہ عورت ایک خاموش کارکن ہوتی ہے۔ اس کی مثال اس گلاب کے پھول کی سی ہے جس سے عطر تیار کیا جاتا ہے۔"

(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد اوّل صفحہ 16)

پس آج سو سال گزر جانے پر اس عطر کی خوشبو ساری دنیا کے ماحول کو معطر کیے ہوئے ہے اور اس عطر کی مہک آئندہ بھی ماحول اور معاشرے کو خوشبو دار کئے رکھے گی۔ کہتے ہیں کہ گلاب کے پھول کی پتیاں جس زمین پر گرتی ہیں وہ اس زمین میں بھی خوشبو پیدا کر دیتی ہیں۔ آج ان چودہ گلاب کے پھولوں کی پتیاں لاکھوں وفادار ممبرات لجنہ کی صورت میں دنیا بھر میں خوشبو بکھیرے ہوئے ہیں۔ اللھم زد فزد

تاریخ ڈھونڈتی ہے وہ پھر سے نشانیاں
اے لجنہ! آپ کو ہی وہ لانی ہے پھر بہار
نازاں ہو جس پہ آج بھی اور کل بھی ہو خدا
ہم زندگی کریں گی سدا ایسی اختیار



﴿9﴾ ﴿مشاہدات:10﴾

حضرت اماں جانؓ، لجنہ اماء اللہ کے لیے روشنی کی ایک کرن

پیاری بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے:**حضرت اماں جانؓ، لجنہ اماء اللہ کے لیے روشنی کی ایک کرن۔**

ابتداءً اس میں جو شامل تھیں چودہ ممبرات
آج اک عالم میں قائم ہو گئیں ان کی بنات

اُم المومنین حضرت نصرت جہاں بیگم رضی اللہ عنہا دہلی کے ایک معزز گھرانے میں پیدا ہوئیں۔ آپؓ حضرت اماں جان کے نام سے جماعت احمدیہ میں پہچانی جاتی ہیں اور آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عقد میں آئیں۔ آپؓ کا بابرکت وجود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا نشان ٹھہرا کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات ''وہ مبارک نسل کی ماں ہوگی'' اور آنے والے مسیح کے متعلق پیشگوئی '' یَتَزَوَّجُ وَ یُوْلَدُ لَہٗ '' وہ شادی بھی کرے گا اور اس کے اولاد بھی ہوگی اور اس کی اولاد بھی خاص ہوگی'' آپؓ کی وجہ سے پورے ہوئے۔

سامعات! حضرت اماں جانؓ کی زندگی کا ہر لمحہ خواتین اور احباب جماعت احمدیہ کی ترقی اور بہبود میں صرف ہوتا۔

مدرسۃ البنات کے لئے آپؓ نے گھر کا ایک حصہ پیش کر دیا۔ آپ سراپا شفقت و محبت تھیں، حتی الامکان ہر ضرورت مند کی ضرورت کو پورا فرماتیں۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر ہزاروں مہمانوں کی مہمان نوازی کرتیں، لوگوں کے مسائل حل کرتیں۔ آپ کی قربانیوں کو دیکھتے ہیں تو عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ مسجد بنانے کی تحریک ہو یا کہیں مبلغ سلسلہ کی ضروریات کو پورا کرنے کا مسئلہ درپیش ہو، لٹریچر کے لئے رقم کی ضرورت ہو یا تحریک جدید نے پکارا ہو۔ آپ ہر تحریک میں بڑی فراخدلی سے حصہ لیتی رہیں اور سب سے

پہلے اپنا چندہ ادا فرماتی تھیں یہاں تک کہ بعض مواقع پر اپنی جائیداد اور زیورات فروخت کر کے خوشی سے امامِ وقت اور خلیفہ وقت کے قدموں میں پیش کر دیئے۔

سامعات! اس کی ایک مثال اس وقت کی ہے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے منارۃ المسیح کی تعمیر کے لئے ایک اعلان فرمایا، جماعت کی ابتدائی حالت تھی اس وقت حضرت اقدسؑ نے دس ہزار روپے کا تخمینہ فرمایا تھا۔ حضرت اماں جانؓ اس چندہ کا 10 / 1 حصہ دے دیا اور یہ رقم اپنی ایک جائیداد واقع دہلی کو فروخت کر کے دی۔

یہ واقعہ حضرت اُمُّ المؤمنین کی بلند ہمتی اور خدا تعالیٰ کی آیات کے لئے قربانی کا بے نظیر نمونہ ہے اور سلسلہ عالیہ کی مستورات کے لئے خدمت دین کے لئے اسوہ حسنہ ہے کہ آپ علیہ السلام کی ہر تحریک اور کاموں کو حضرت اُمُّ المؤمنین کس طرح پر خدا تعالیٰ کی طرف سے یقین کرتی ہیں اور اس کے لئے اپنے اموال کو خرچ کرنے میں ذرا دریغ نہیں فرماتی ہیں۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ بیان فرماتے ہیں:

”آپ کی نیکی اور دینداری کا مقدم ترین پہلو نماز اور نوافل میں شغف تھا۔ پانچ نمازوں کا تو کیا کہنا۔ حضرت امّاں جان نماز تہجد اور نماز ضحیٰ کی بھی بے حد پابند تھیں اور اُنہیں اس ذوق و شوق سے ادا کرتی تھیں کہ دیکھنے والوں میں بھی ایک خاص کیفیت پیدا ہونے لگتی تھی۔ بلکہ ان نوافل کے علاوہ بھی جب موقع ملتا نماز میں دل کا سکون حاصل کرتی تھیں... پھر دعا میں بھی حضرت اماں جان کو بے حد شغف تھا۔ اپنی اولاد اور ساری جماعت کے لیے جسے وہ اولاد کی طرح سمجھتی تھیں بڑے درد و سوز کے ساتھ دعا کیا کرتی تھیں اور احمدیت کی ترقی کے لیے ان کے دل میں غیر معمولی تڑپ تھی۔ اپنی ذاتی دعاؤں میں جو کلمہ ان کی زبان پر سب سے زیادہ آتا ہے وہ یہ مسنون دعا تھی۔ یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ۔ یعنی اے میرے زندہ خدا! اور میرے زندگی بخشنے والے آقا! مَیں تیری رحمت کا سہارا ڈھونڈتی ہوں۔“

پیاری بہنو! جب خلافت کا انتخاب عمل میں آ گیا تو خواتین میں سے آپؓ اوّل المبائعات تھیں۔ پھر ساری زندگی خلافت احمدیہ سے وابستہ اور خلیفہ وقت کی کامل فرمانبردار رہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے اپنے ایک خطاب میں فرمایا:

”مرزا صاحب کی اولاد دل سے میری فدائی ہے... مَیں کسی لحاظ سے نہیں کہتا بلکہ مَیں امر واقعہ کا اعلان کرتا ہوں کہ ان کو خدا کی رضا کے لیے محبت ہے۔ بیوی صاحبہ کے منہ سے بیسیوں مرتبہ میں نے سنا ہے کہ میں تو آپ کی لونڈی ہوں۔“

(بدر 4-11 جولائی 1912ء)

سامعات! محترمہ استانی سکینۃ النساء، **حضرت اماں جان کی مہمان نوازی اور غربا پروری کے بارے میں** کہتی ہیں۔

حضرت اماں جان کی یہ ایک خاص صفت ہے کہ مہمان نوازی اور غربا پروری میں نہایت ہی مقام رکھتی ہیں۔ اگر گھر میں ہوں کھانے کے وقت کوئی بھی عورت آ جائے ان کو کچھ نہ کچھ کھلا کر تسلی پاتی ہیں۔ غربا پروری کا یہ وصف ہے کہ غریب عورتوں کے گھروں پر جا کر ان کا دکھ درد سننا، ہمدردی کرنا کسی کے درد و غم میں شریک ہونا، بیماروں کی مزاج پُرسی اور ان کو دوا اور دعا سے مدد پہنچانا آپ کی عادت ہے۔

حضرت اماں جانؓ نے سینکڑوں غریب اور یتیم لڑکیوں کی پرورش فرمائی۔ تربیت کر کے ان کی موزوں جگہ شادی کی اور بعد میں ہمیشہ ان کا خیال رکھا۔ آپ کی عادت تھی کہ کبھی کبھی محلہ جات میں جا کر ایک ایک گھر کے مکین کا حال پوچھتیں اور لوگ فخر کرتے تھے کہ حضرت اماں جانؓ ہمارے گھر تشریف لائیں۔

پیاری بہنو کی خدمت میں دلوں کو گرما دینے والا واقعہ بیان کرتی ہوں۔ قاضی محمد عبد اللہ صاحب کی ہمشیرہ امۃ الرحمن صاحبہ کا بیان ہے کہ گرمی سخت تھی حضرت اماں جانؓ نماز پڑھنے لگیں میں پنکھا کرنے لگی جب آپ نے نماز ختم کر لی تو میں نے نماز شروع کر دی تو امّاں جانؓ نے مجھے پنکھا کرنا شروع کر دیا۔ میں بہت گھبرائی کہ ان کو تکلیف دے رہی ہوں۔ میں نے سلام پھیرا تو عرض کیا کہ آپ کیوں تکلیف فرما رہی ہیں۔ فرمایا کیا میں ثواب حاصل نہ کروں؟

حضرت اماں جانؓ کی مالی قربانیوں کا تذکرہ تاریخ احمدیت میں ان الفاظ میں ہے کہ

”جماعتی چندوں میں بھی حضرت اماں جانؓ بڑے ذوق و شوق سے حصہ لیتی تھیں اور تبلیغِ اسلام کے کام میں ہمیشہ اپنی طاقت سے بڑھ کر چندہ دیتی تھیں۔ تحریک جدید کا چندہ جس سے بیرونی ممالک میں

اشاعتِ اسلام کا کام سرانجام پاتا ہے اُس کے اعلان کے لئے ہمیشہ ہمہ تن منتظر رہتی تھیں اور اعلان ہوتے ہی بلا توقّف اپنا وعدہ لکھا دیتی تھیں بلکہ وعدہ کے ساتھ ہی نقد ادائیگی بھی کر دیتی تھیں اور فرمایا کرتی تھیں کہ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں وعدہ جب تک ادا نہ ہو جائے دل پر بوجھ رہتا ہے۔ دوسرے چندوں میں بھی یہی ذوق وشوق کا عالَم تھا۔"

(تاریخ احمدیت جلد 15 صفحہ 105)

حضرت اماں جان سلسلہ کی ضروریات کے لئے اپنے اموال میں سے ہمیشہ خرچ کرتی ہی رہیں۔ مگر آپ کی زندگی میں ایک واقعہ عجیب ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو 1898ء کی پہلی ششماہی کے آخر میں بعض اہم دینی ضروریات کے لئے روپیہ کی ضرورت تھی۔ آپ نے قرضہ لینے کی تجویز کا ذکر گھر میں فرمایا۔ حضرت اُمُّ المؤمنین نے عرض کیا کہ باہر کسی سے قرضہ لینے کی کیا ضرورت ہے۔ میرے پاس ایک ہزار روپیہ نقد ہے اور کچھ زیورات ہیں آپ اس کو لے لیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں بطور قرض لے لیتا ہوں اور اس کے عوض باغ رہن کر دیتا ہوں گو حضرت اُمُّ المؤمنین اس رقم کو پیش کر رہی تھیں مگر آپ نے جماعت کو تعلیم دینے کے لئے کہ بیویوں کا مال ان کا اپنا مال ہوتا ہے۔ قرض ہی لیا اور قرآن کریم کی ہدایت کے ماتحت اسے معرضِ تحریر میں لے آنا اور فرِھَانٌ مَّقْبُوْضَہ پر عمل کرنے کیلئے دستاویز کو رجسٹری کروا لینا ضروری سمجھا۔

بالطبع عورتوں کو زیور پسند ہوتا ہے مگر حضرت اُمُّ المؤمنین نے دینی ضروریات کے لئے اس کو پیش کر دینا ہی ضروری سمجھا اور یہ پہلا موقع نہ تھا۔ حضرت اُمُّ المؤمنین نے ہمیشہ سلسلہ کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر مقدم سمجھا اور کبھی اپنی متاع کو خرچ کرنے میں پس و پیش نہیں فرمایا۔ حضرت اُمُّ المؤمنین نے اپنے عمل سے یہ سبق دیا ہے کہ دین کی ضرورت سب سے مقدم ہے اور اس کیلئے پیاری سے پیاری چیز کے قربان کرنے کی ضرورت ہو تو تامل نہیں ہونا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ حضرت اماں جان کے درجات بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے جن کے نقش قدم پر آج دنیا بھر میں ہزاروں خواتین اپنی جان، مال، وقت اور عزت کو اعلائے کلمۃ اللہ اور اعلائے کلمہ اسلام کے لئے وقف کئے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کی تمام خواتین کو حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کو ایسی ہی قربانیوں، جماعت اور خلفاء سے دلی محبت کی توفیق بھی عطا فرمائے۔ آمین

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہیے اس بحرِ بیکراں کے لیے



﴾2﴿ ﴾مشاہدات:9﴿

خواتین کی تعلیم لجنہ اماء اللہ کے بنیادی اصولوں میں سے ایک ہے

خدا کی لونڈیوں کی یہ جماعت دیں سکھائے گی
صراط حق پہ اک دن ساری دنیا کو چلائے گی

خاکسار کی آج کی گزارشات **"خواتین کی تعلیم لجنہ اماء اللہ کے بنیادی اصولوں میں سے ایک ہے"** سے متعلق ہے۔

آنحضرت ﷺ نے عورت کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی اور دوسروں کو توجہ دینے کی ہدایت فرمائی۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے خواتین کی تعلیم و تربیت کے لیے ایک دن مقرر کر رکھا تھا۔

جب ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنی امت کی مستورات کی تعلیم و تربیت کی اس قدر فکر دامنگیر تھی تو کیسے ممکن تھا کہ آپؐ کو ماننے والے اور آپؐ کی ہی تعلیم کو آگے پھیلانے والے اس اہم فرض سے غافل رہیں۔ لجنہ اماء اللہ کا قیام اس لئے ضروری تھا کہ عورتوں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کیا جائے۔ ان کے اندر چھپی ہوئی صلاحیتوں کو اجاگر کیا جائے تا کہ وہ اپنی قوم، وطن اور جماعت کا ایک قیمتی اثاثہ بن کر اُبھریں، اپنی نسلوں کو خدا اور اس کے رسول ﷺ کا حقیقی عاشق بنا سکیں۔

پیاری بہنو! حضرت ام طاہرؓ کی والدہ ماجدہ حضرت بیگم ڈاکٹر سید عبد الستار شاہ صاحب نے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں عرض کیا:

حضور! مرد تو آپ کی تقریر بھی سنتے ہیں اور درس بھی مگر ہم مستورات اس فیض سے محروم ہیں ہم پر کچھ رحمت ہونی چاہیے کیونکہ ہم اس غرض کے لیے آتے ہیں کہ فیض حاصل کریں۔

اس پر حضور بہت خوش ہوئے اور فرمایا:

"جو سچے طلبگار ہیں ان کی خدمت کے لیے ہم ہمیشہ ہی تیار ہیں۔ ہمارا یہی کام ہے کہ ہم ان کی خدمت کریں۔"

اس سے پہلے حضور نے کبھی عورتوں میں تقریر یا درس نہیں دیا تھا مگر ان کی التجا اور شوق کو پورا کرنے کے لیے عورتوں کو جمع کر کے روزانہ تقریر شروع فرمادی۔

(سیرت المہدی حصہ دوم صفحہ 882)

سامعات! حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے لجنہ کی تعلیم و تربیت کے لیے جو لائحہ عمل اور اس عالمگیر تحریک کے لیے جو اغراض و مقاصد وضع فرمائے ان سے بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ کے دل میں عورتوں کی تعلیم و تربیت کا جذبہ کس قدر موجزن تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے لجنہ اماءاللہ کے لئے جو نصب العین اور اغراض و مقاصد بیان فرمائے ان میں یہ امور بھی شامل تھے کہ

- اس امر کی ضرورت ہے کہ عورتیں باہم مل کر اپنے علم کو بڑھانے اور دوسروں تک اپنے حاصل کردہ علم کو پہنچانے کی کوشش کریں۔
- اس امر کی ضرورت ہے کہ جلسوں میں اسلام کے مختلف مسائل خصوصاً ان پر جو اس وقت کے حالات کے متعلق ہوں مضامین پڑھے جائیں اور وہ خود اراکین انجمن کے لکھے ہوں تا کہ اس طرح علم کے استعمال کرنے کا ملکہ پیدا ہو۔
- اس امر کی ضرورت ہے کہ علم بڑھانے کے لئے ایسے مضامین پر جنہیں انجمن ضروری سمجھے اسلام کے واقف لوگوں سے لیکچر کروائے جائیں۔

پیاری بہنو! دوسرا واقعہ ایک تیرہ سال کی بچی کا ہے جس کے سر سے والد محترم کا سایہ 13/مارچ 1914ء کو اُٹھا اور وہ 14/مارچ 1914ء کو نومنتخب خلیفہ کو ایک خط لکھتی ہے۔ میری مراد حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی دختر امۃ الحئی صاحبہ ہیں جنہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو لکھا کہ

"گزارش ہے کہ میرے والد صاحب نے مرنے سے دو دن پہلے مجھے فرمایا کہ ہم تمہیں چند نصیحتیں کرتے ہیں۔ میں نے کہا فرمائیں۔ میں ان شاء اللہ عمل کروں گی تو فرمایا بہت کوشش کرنا کہ قرآن آجائے اور

لوگوں کو بھی پہنچے۔ میرے بعد اگر میاں صاحب خلیفہ ہوں تو ان کو میری طرف سے کہہ دینا کہ عورتوں کا درس جاری رہے اور میں امیدوار ہوں آپ قبول فرمائیں گے۔ میری بھی خواہش ہے اور کئی عورتوں اور لڑکیوں کی بھی خواہش ہے کہ میاں صاحب درس کرائیں۔ آپ برائے مہربانی درس صبح ہی شروع کرا دیں۔ میں آپ کی نہایت مشکور رہوں گی۔"

یہ ذہین و فطین تعلیم کی لگن رکھنے والی بچی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے حرم میں آئیں۔ آپؓ عورتوں کی تعلیم و تربیت کی زبردست لگن رکھتی تھیں۔

سامعات! لجنہ کی پہلی رپورٹ مجلس مشاورت منعقدہ 1924ء کے مطابق قادیان میں چار درس گاہیں کھولی گئیں ان درسگاہوں میں پڑھنے والی آگے پڑھانا شروع کر دیتیں۔ اس طرح قادیان میں ایک تعلیمی انقلاب آ گیا۔ گھر گھر میں قرآن پاک تو پہلے بھی پڑھایا جا رہا تھا اب باقاعدہ تعلیمی کوائف جمع کیے گئے۔ بڑی عمر کی عورتوں کو بھی اردو پڑھنا اور دستخط کرنا سکھایا گیا۔ اس طرح تعلیم بالغاں کے لیے ایک ایک ممبر کے ذمے ایک خاتون کو پڑھانے کا کام سونپ دیا گیا۔ پھر خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 17؍مارچ 1925ء کو دارِ مسیح میں باقاعدہ اسکول کا افتتاح فرمایا۔ آپؓ نے فرمایا:

"یہ مدرسہ میرا ایک علمی درخت ہے۔ مجھے مدرسہ خواتین سے خاص طور پر محبت ہے اور میں اس مدرسہ کے لیے تڑپ رکھتا ہوں کہ جس غرض کے لیے جاری کیا گیا ہے وہ پوری ہو یعنی استانیاں تیار ہوں جو اعلیٰ نسلوں کی تربیت کا اعلیٰ نمونہ پیش کر سکیں۔"

(الازھار لذوات الخمار جلد اوّل صفحہ 191)

حضورؓ نے فروری، مارچ 1923ء میں لجنہ میں تین لیکچرز دیے جن میں علم کی 82 اقسام گنوائیں۔ یہ محیّر العقول تفصیل اس غرض کے لیے تھی کہ خواتین اپنے ذوق کے مطابق مضمون کا انتخاب کر لیں۔

حضورؓ طالبات کا بہت خیال رکھتے اور خاص شفقت سے پیش آتے۔ ان کی تعلیمی کاوشوں کو سراہتے۔ آپؓ بنفس نفیس ان کو پڑھاتے اور سلسلے کے جید علمائے کرام کو معلم مقرر فرماتے تھے جو ان طالبات کو پڑھا کر مستقبل کی معلمات تیار کر رہے تھے۔ آپؓ کے ذہن میں عورتوں کو تعلیم دینے کے بہت بڑے بڑے منصوبے تھے۔

سامعات !خواتین کی علمی و ادبی صلاحیتوں کو جلا دینے کے لیے ایک رسالہ مصباح 15/دسمبر 1926ء کو جاری کیا گیا۔ 16/ستمبر 1927ء کو امۃ الحئی لائبریری قائم کی گئی۔ حضرت سیدہ ام طاہرؓ اس کی انچارج تھیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

"حقیقت یہی ہے کہ عورتوں کی تعلیم و تربیت کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ مجھے خدا تعالیٰ نے الہاماً فرمایا ہے کہ اگر پچاس فی صدی عورتوں کی اصلاح کر لو تو اسلام کو ترقی حاصل ہو جائے گی۔ گویا خدا تعالیٰ نے اسلام کی ترقی کو تمہاری اصلاح کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔ جب تک تم اپنی اصلاح نہ کر لو ہمارے مبلغ خواہ کچھ کریں کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔"

(الازہار لذوات الخمار جلد اوّل صفحہ 391)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جامعہ نصرت کے سائنس بلاک کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا:

"اے میری عزیز بچیو! بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے آپ پر۔ آپ نے پوری کوشش سے دنیوی علوم حاصل کرنے ہیں اور کسی سے بھی علم میں پیچھے نہیں رہنا۔ مگر آپ کی ہر کوشش کی جہت ایسی ہونی چاہیے جو آپ کو خدا کے قریب کر دے نہ کہ اس سے دور لے جانے کا موجب ہو۔ آپ کا زاویہ نگاہ درست ہونا چاہیے۔ اگر آپ کی نگاہ کے شیشے میں کوئی نقص نہ ہو گا تو آپ خدا تعالیٰ کی ہر خلق اور ہر چیز میں اس کے حسن و احسان کے جلوے دیکھ سکتی ہیں۔ کیونکہ کُلَّ یَوۡمٍ ھُوَ فِیۡ شَاۡنٍ ہر دن جو چڑھتا ہے اس میں ہم اپنے خدا کے نئے سے نئے جلوے دیکھ سکتے ہیں۔ آپ نے صرف خود ہی حقیقی علم و عرفان حاصل نہیں کرنا بلکہ دنیا کے بچوں کو بھی علم سکھانا ہے۔ پس بڑی ذمہ داری ہے جو آپ پر عائد ہوتی ہے۔ خدا کرے کہ آپ اس ذمہ داری کو پوری طرح ادا کرنے کی توفیق پائیں۔ پس اپنے زاویہ نگاہ کو درست رکھتے ہوئے علم سیکھو اور بڑھ چڑھ کر سیکھو اور پھر اسے دنیا میں پھیلاؤ اور اس طرح خدا تعالیٰ کے بے شمار فضلوں کے وارث بنتے چلے جاؤ"

(تاریخ احمدیت جلد 28 صفحہ 43)

پیاری بہنو! مجھے آج لجنہ کے سو سال پورے ہونے پر اس بات کا اظہار کرتے خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ خلفائے کرام کی رہنمائی میں دنیا بھر ایسی ممبرات ہزاروں میں موجود ہیں جو اپنے اپنے آرگنز مردوں سے تعاون لئے بغیر خود نکالتی ہیں۔ اپنے اجلاسات، اجتماعات اور میٹنگز خود لیتی ہیں۔ دنیا بھر کے اکثر مقامات پر جلسہ ہائے سالانہ پر الگ سے مستورات کا سیشن الگ سے منعقد ہوتا ہے مرکزی جلسوں امام وقت بھی خطاب فرماتے ہیں۔ جلسہ ہائے سالانہ پر جو تعلیمی شیلڈز حضرت خلیفۃ المسیح کے مبارک ہاتھوں سے تقسیم ہوتی ہیں ان میں ہماری احمدی بچیوں کی تعداد احمدی لڑکوں سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ یہ ہے وہ علمی انقلاب جو لجنہ اماء اللہ کے قیام کا مرہونِ منت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس میں اضافہ کرتے چلے جانے کی توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنی تعلیم کے ذریعے معاشرے کی تعمیر میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔ آمین



﴿11﴾ ﴿مشاہدات:11﴾

اَلۡحَیَاءُ مِنَ الۡاِیۡمَانِ

پردہ اعزاز ہے عورت کا تذلیل نہیں، تحقیر نہیں
جو رنگ حیا سے عاری ہو وہ عورت کی تصویر نہیں

آج میری تقریر کا عنوان ہے **"حیا ایمان کا حصہ ہے"**

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حیا کے مد مقابل لفظ بے حیائی کے لیے فحشاء اور فواحش کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ جیسے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَاۡمُرُ بِالۡفَحۡشَآءِ (الاعراف:29)

یقیناً اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا۔

ایک موقع پر یَنۡھٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ (النحل:91)

یعنی اللہ بے حیائی سے منع فرماتا ہے۔

پھر ایک مقام پر بہت واضح الفاظ میں فرمایا:

اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الۡفَوَاحِشَ مَا ظَھَرَ مِنۡھَا وَمَا بَطَنَ (الاعراف:34)

میرے ربّ نے محض بے حیائی کی باتوں کو حرام قرار دیا ہے وہ بھی جو اس میں سے ظاہر ہو اور وہ بھی جو پوشیدہ ہو۔

سامعات! حیا کے ضمن میں ایک واضح حکم غض بصر کا قرآن کریم میں ملتا ہے۔ مومن مردوں کو مومن عورتوں سے قبل مخاطب ہو کر یہ حکم دیا گیا۔

یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِھِمۡ (النور:31)

کہ مومن مرد اپنی آنکھیں نیچی رکھیں۔

جبکہ مومن عورتوں کو مخاطب ہو کر فرمایا:

یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ (النور:32)

کہ وہ مومن عورتیں اپنی آنکھیں نیچی رکھا کریں۔

سامعات! قرآن کا یہ حکم بھی حیا ہی کا حصہ ہے۔ جیسا کہ مردوں کے لیے یَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ (النور:31) اور عورتوں کے لیے یَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ (النور:32) کے الفاظ میں اپنی اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کا حکم ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

دو عضو اپنے جو کوئی ڈر کر بچائے گا
سیدھا خدا کے فضل سے جنت میں جائے گا
وہ اِک زباں ہے، عضو نہانی ہے دوسرا
یہ ہے حدیثِ سیدنا سید الوریٰ

حیا کے ضمن میں ایک بڑا حکم مومن عورتوں کو چہرہ کے پردہ کا حکم ہے۔ اس حوالہ سے تفصیلی حکم سورۃ الاحزاب آیت 60 اور سورۃ النور آیت 32 میں ملتے ہیں۔

سامعات! اب میں حیا کا مفہوم احادیث کی روشنی میں بیان کروں گی۔

شرم و حیا کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دین اسلام کا خاص خلق قرار دیا ہے۔ اس کی اہمیت کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فقرہ کہہ کر مزید اجاگر کیا کہ ہر دین و مذہب کا ایک اپنا خاص خلق ہوا کرتا ہے۔ **اسلام کا خاص خلق حیا ہے۔**

(حدیقۃ الصالحین از ملک سیف الرحمٰن مرحوم صفحہ 767-768)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سابقہ تمام انبیاء کے حکیمانہ اقوال میں سے ایک یہ ہے کہ

إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ

(بخاری کتاب الادب)

کہ جب حیا اٹھ جائے تو پھر انسان جو چاہے کرے۔

فارسی میں اس کا ترجمہ کسی نے یوں کیا ہے "بے حیا باش ہر چہ خواہی کن۔"
پھر آپؐ نے ایک موقع پر فرمایا کہ:
حد سے بڑھی ہوئی بے حیائی ہر مرتکب کو بد نما بنا دیتی ہے اور شرم و حیا ہر حیادار کو حسن سیرت بخشتا ہے اور اسے خوبصورت بنا دیتا ہے۔

(ترمذی کتاب البر و الصلة فی الفحش)

حضرت ابو سعید خدریؓ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپؐ ایک کنواری عورت سے بھی زیادہ حیادار تھے۔ جب آپؐ کسی چیز کو ناپسند کرتے تو اس کا اثر ہم آپؐ کے چہرہ مبارک سے محسوس کرتے تھے یعنی آپؐ کے چہرے کو دیکھ کر پتہ چل جاتا تھا کہ یہ بات آپؐ کو پسند نہیں آئی۔ بالعموم آپؐ اس کا اظہار زبان سے نہ فرماتے۔

(مسلم کتاب الفضائل ترجمہ از حدیقة الصالحین صفحہ 770)

سامعات! حیا کے حوالہ سے مختصر اسلامی تعلیم دینے کے بعد اصل مضمون کی طرف آتے ہوئے کہ حیا ایمان کا حصہ ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان ساٹھ (60) یا ستّر (70) سے بھی کچھ زائد حصوں میں منقسم ہے۔ ان میں سے افضل لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا اور عام و آسان حصہ راستے سے تکلیف دہ چیزوں کو دور کرنا ہے۔ حیا بھی ایمان ہی کا ایک حصہ ہے۔

(مسلم کتاب الایمان باب شعب الایمان)

حضرت خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ لجنہ سے اپنے خطابات، ورچوئیل ملاقاتوں میں احمدی ماؤں کو اپنی بچیوں کو حجاب پہننے اور حیا کے تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھنے کی طرف بار بار توجہ دلا رہے ہیں۔ اُدھر احمدی بچیوں، ناصرات اور واقفات نو کو براہ راست حیا کے بارے اسلامی تعلیم اپنانے کی نصیحت فرما رہے ہیں اور اسکولز میں حجاب پہننے کی تلقین فرماتے ہیں۔
حضرت خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس حوالہ سے فرمایا:
"اس معاشرے میں جہاں ہر ننگ اور ہر بیہودہ بات کو اسکول میں پڑھایا جاتا ہے پہلے سے بڑھ کر احمدی ماؤں کو اسلام کی تعلیم کی روشنی میں، قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں اپنے بچوں کو بتانا ہو گا۔ حیا کی

اہمیت کا احساس شروع سے ہی اپنے بچوں میں پیدا کرنا ہو گا۔ پانچ چھ سات سال کی عمر سے ہی پیدا کرنا شروع کرنا چاہئے۔ پس یہاں تو ان ملکوں میں چوتھی اور پانچویں کلاس میں ہی ایسی باتیں بتائی جاتی ہیں کہ بچے پریشان ہوتے ہیں جیسا کہ مَیں پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں۔ اسی عمر میں حیا کا مادہ بچیوں کے دماغوں میں ڈالنے کی ضرورت ہے۔ بعض عورتوں کے اور لڑکیوں کے دل میں شاید خیال آئے کہ اسلام کے اور بھی تو حکم ہیں۔ کیا اسی سے اسلام پر عمل ہو گا اور اسی سے اسلام کی فتح ہونی ہے۔ یاد رکھیں کہ کوئی حکم بھی چھوٹا نہیں ہوتا۔"

(پردہ، احمدی ماؤں کی ذمہ داریاں، alislam.org جلسہ سالانہ کینیڈا مستورات 8/ اکتوبر 2016ء)

سامعات! حیا ایمان کا حصہ ہے کے حوالہ سے احمدی بچیوں سے مخاطب ہو کر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"دین کو اوّلیت ہے۔ لباس چاہے کوئی بھی ہو۔ کسی بھی قسم کا ہو لیکن حیادار لباس ہونا چاہیے۔ قرآن کریم میں یہ نہیں لکھا کہ تم نے شلوار قمیض پہننی ہے یا لمبا چوغہ پہننا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ تمہارا حیادار لباس ہونا چاہیے۔ تمہاری زینت نظر نہیں آنی چاہیئے۔ تو یہ لڑکیوں میں تربیت کے شعبے کا کام ہے۔ ناصرات کے شعبے کا کام ہے اور ماں باپ کا بھی کام ہے کہ وہ بچپن سے ہی (یہ چیز) پیدا کریں۔ تربیت کا شعبہ یہ کام ماں باپ کے ذریعہ سے کرے۔ ناصرات کا شعبہ اپنی تنظیم کے لحاظ سے کام کرے۔ ماں باپ اپنے طور پر تربیت کریں کہ ہم احمدی مسلمان ہیں۔ اس لیے ہمیں اللہ تعالیٰ کے جو حکم ہیں ان پر عمل کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حیادار لباس پہنو۔ بعض مسلمان ہیں بلکہ بعض غیر احمدی عرب مسلمان بھی میں نے دیکھے ہیں جو Jeans اور Blouse پہن کر حجاب لے لیتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ ہم نے بڑا پردہ کر لیا ہے۔ تو اُس پردے کا تو کوئی فائدہ نہیں جب کہ اس کا لباس ننگا ہے اور لباس سے ساری زینت ظاہر ہو رہی ہوتی ہے۔ یا باہر جاتے ہوئے چوغہ پہن لیا اور گھر میں اپنے رشتہ داروں کے سامنے ایسا لباس ہوتا ہے جو صحیح نہیں ہوتا تو وہ بھی غلط ہے۔ حدیث ہے **"حیا ایمان کا حصہ ہے۔"** اس لیے بچپن سے ہی بچیوں کے ذہنوں میں یہ ڈالنا ہو گا کہ حیا ایمان کا حصہ ہے اور ہم احمدی مسلمان ہیں۔ ہمیں اپنے نمونے بھی دکھانے چاہیے۔ ہماری دو عملی نہیں ہونی چاہیے۔ اگر ہمارا لباس حیادار ہو گا تو ہماری حیا بھی قائم رہے گی اور پھر وہ بڑے ہو کر بھی اس حیادار لباس کے مطابق اپنے لباسوں کو ڈھالیں گی اور پھر پردہ بھی کریں گی اور

حجاب (سے) بھی نہیں شرمائیں گی اور کمپلیکس بھی نہیں ہو گا۔ اپنے آپ میں یہ احساس پیدا کریں کہ ہم نے دنیا کی اصلاح کرنی ہے دنیا کو اپنے پیچھے چلانا ہے نا کہ ہم نے دنیا کے پیچھے چلنا ہے۔ جب یہ احساس اور confidence پیدا ہو جائے گا تو پھر (سب) ٹھیک ہو جائے گا اور اگر مائیں ہی بے حوصلہ ہو جائیں گی، ان میں اعتماد نہیں ہو گا، باہر نکلیں گی تو ان مغربی لوگوں کو دیکھ کے ڈر جائیں گی۔"

(This Week with Huzoor 24 September 2021 مطبوعہ الفضل آن لائن مؤرخہ 23/ اکتوبر 2021ء)

آج جب ہماری بہنیں اور پیاری بچیاں صد سالہ جوبلی منا کر اپنی دوسری صدی میں قدم رکھ رہی ہیں اس موقع پر احمدی ماؤں، بہنوں اور بچیوں کو یہ بتانا ضروری ہے کہ آپ ایک صدی تک حیا کی اسلامی تعلیم کو ساری دنیا میں بلند رکھ کر دربار الٰہی اور خلافت احمدیہ کی چوکھٹ پر سرخرو ہوئی ہیں۔ وہاں آئندہ آنے والی نسلوں کی راہنمائی کے لیے اس عملی نمونہ کو جاری و ساری رکھنے کا عہد کرتے ہوئے اپنے قدموں کو آگے بڑھائیں اور حضور انور ایدہ اللہ نے 2 جنوری 2021ء کو ناصرات الاحمدیہ کو جو سلوگن Modesty is part of Faith دیا تھا اسے پوری جماعت میں عام کریں۔ آپ ایدہ اللہ تعالیٰ اس سلوگن کے بارے میں فرماتے ہیں:

"یہ بہت سی چیزوں کا احاطہ کرلے گا جس سے آپ کو آپ کی ناصرات کی تربیت کرنے میں مدد فراہم ہو سکے گی۔

اس مبارک نعرے کی مدد سے ناصرات ان شاء اللہ ایک دوسرے کے ساتھ ایک نئی دنیا دریافت کریں گی۔

ہم اپنے تجربات ایک دوسرے سے بانٹیں گی۔ اپنے سر فخر سے بلند رکھتے ہوئے اپنے اعمال، خیالات اور الفاظ کے ساتھ دنیا کی قیادت کریں گی۔"

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر کماحقہ عمل پیرا ہونے کی توفیق سے نوازتا رہے۔ آمین



﴿12﴾ ﴿مشاہدات:12﴾

لجنہ اماء اللہ، مالی قربانیوں میں سب سے آگے

کہیں زیور دیتی ہے اور کبھی جان تک لٹاتی ہے
خلیفہ کے سبھی حکموں پہ سر اپنا جھکاتی ہے

پیاری بہنو! مجھے آج **"لجنہ اماء اللہ، مالی قربانیوں میں سب سے آگے"** جیسے اہم موضوع پر اپنی گزارشات آپ کے سامنے پیش کرنی ہیں۔

سامعات! کوئی مادی تنظیم یا گروہ ہو، روحانی تنظیم ہو یا جماعت اس کو باحسن طریق چلانے کے لیے رقم کی ضرورت ہوتی ہے جو سیاسی لیڈر کے پیچھے چلنے والے یا روحانی فرستادوں پر ایمان لانے والے اپنے اخلاص ووفا سے مال نچھاور کر کے اس جماعت یا تنظیم کی ضروریات پوری کرتے ہیں۔

ابتدائے آفرنیش سے آج تک تمام انبیاء اور رُسل کی تاریخ اِن جیسے روح پرور واقعات سے بھری پڑی ہے جس کو لکھنے کے لیے ایک دفتر چاہئیے۔ لیکن آج مجھے اس مختصر سے وقت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دوسرے خلیفہ حضرت مصلح موعودؓ کی بنائی ہوئی احمدی مستورات کی تنظیم لجنہ اماء اللہ کی مالی قربانیوں کا تذکرہ مختصراً کرنا ہے جن کا آغاز حضرت اماں جان نصرت جہاں بیگمؓ کی مالی قربانیوں سے اُس وقت ہوا جب ابھی یہ تنظیم اپنے ابتدائی دن گزار رہی تھی۔ آپؓ نے اپنے گھر کا حصہ بھی مدرسۃ البنات کے لئے وقف کیا اور اپنا زیور اور کئی ہزار رقم لجنہ اور ممبرات کی فلاح و بہبود کے لئے پیش کیا۔

سامعات! اس کے بعد عورتوں کی وہ مالی قربانیاں بڑی شان کے ساتھ دیکھنے کو ملیں جن پر ہر احمدی عش عش کر اٹھتا ہے اور ایک خاتون مبارکہ کی مالی قربانی اب ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر میں تبدیل ہو گئی ہے جس کے آگے بند باندھنا انسانی حد بست کا کام نہیں۔

بعض میدانوں میں عورتیں، مردوں سے بازی لے گئی ہیں۔ خلافت کے پلیٹ فارم سے کسی مسجد کی تعمیر کے لئے مالی قربانی کا اعلان ہو۔ مریم فنڈ، بلال فنڈ کا اعلان ہو یا کسی اور تحریک کا تو مرد تو یہ سوچ کر گھر آتے

ہیں کہ میں جاکر قربانی کروں گا یا وعدہ لکھوادوں گا مگر ہماری وفاشعار بہنوں نے تو خطبہ یا خطاب کے دوران ہی ہاتھوں سے سونے کی انگوٹھیاں، کانوں سے بالیاں اور گلے کے ہار اُتار کر ہاتھوں میں پکڑ لیے کہ کب کوئی نمائندہ یا عہدیدار ملے جس کے ہاتھوں میں اسے تھما کر اس قرض کو اپنے سے الگ کریں۔ اسی پر بس نہیں بلکہ گھر پہنچ کر اپنے خاوندوں کی اجازت سے باقی کا زیور بھی خلیفہ وقت کی خدمت میں پیش کر دیا۔ ان میں غریب سے غریب اور مفلس خاتون بھی شامل ہیں اور امیر سے امیر زادی بھی۔

سجی ہے پہن کر تُو لجنہ کا زیور
فدائیوں کو اپنا اجر مل گیا ہے

پیاری بہنو! دنیا کا کوئی بھی کونہ لے لیں، بڑی بڑی لجنہ تنظیموں کے ساتھ ساتھ چھوٹی سے چھوٹی تنظیم کا نام لے لیں جن میں روح پرور واقعات رقم کرنے والی لجنہ کی ممبرات موجود نہ ہوں۔ انہی میں وہ وفا شعار خواتین بھی شامل ہیں جنہوں نے اپنے حق مہر اور شادی پر ملنے والی سلامیاں اسلام احمدیت اور اعلائے کلمہ اسلام کے لیے وقف کر دیں۔ یہی وہ قابل فخر قربانیاں ہیں جو جماعت احمدیہ کی مخلص خواتین کو احمدی احباب سے ممتاز کرتی ہیں کیونکہ احمدی عورتوں نے اپنے مردوں سے بہت بڑھ کر مالی قربانی کی اور دنیا بھر میں بیسیوں ایسی مساجد ہیں جو احمدی عورتوں کی مالی قربانیوں اور زیور وغیرہ سے تعمیر ہوئیں۔ اب تو ہسپتالوں کا قیام، دفاتر کی تعمیر، عائشہ دینیات کے مدرسے الغرض خواتین ہر میدان میں صف اوّل میں نظر آتی ہیں۔ جن کو دیکھ کر ہمارا دشمن بھی ہکا بکا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ 19 مئی 2023ء کے خطبہ جمعہ میں محترمہ پروین اختر زوجہ غلام قادر صاحب مرحوم آف مانگا سیالکوٹ کا واقعہ سنایا کہ مرحومہ نے کچھ نومبائعین کے لیے ان کے ڈیرہ پر مٹی کا ایک تھڑا بنا کر گھر سے دری لا کر بچھادی کہ یہ لوگ نماز پڑھ لیا کریں کیونکہ یہ کہتے تھے کہ ہم مسجد سے دور ہیں۔ اس تھڑے میں لازماً مرحومہ کی مالی قربانی کا بھی عمل دخل ہو گا۔

پیاری بہنو! انفاق فی سبیل اللہ جماعت احمدیہ میں نہ صرف مرد حضرات کا بلکہ احمدی عورتوں کا بھی بے مثال خاصہ رہا اور اب بھی ہے۔ مال و دولت کے لیے حریص دنیا میں رہتے ہوئے مال دینے کے لیے بے قرار رہنا صرف احمدی جانتے ہیں۔ لجنہ کو جب بھی کوئی تحریک کی گئی اپنی جمع پونجی، زیور، پسندیدہ اشیاء

اللہ کی راہ میں دے کر آخرت کمالی۔ کیا الفضل کبھی بھول سکتا ہے کہ ایک غریب شہزادہ اپنی بیوی اور بیٹی کے سونے کے کڑے لے کر قادیان سے لاہور جاتا ہے اور انہیں بیچ کر اخبار کے لیے ابتدائی سرمایہ حاصل کرتا ہے اور پھر وہ اللہ پاک کا شکر کرتے ہوئے اس قربانی کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہے:

"کیا ہی سچی بات ہے کہ عورت ایک خاموش کارکن ہوتی ہے اس کی مثال اس گلاب کے پھول کی سی ہے جس سے عطر تیار کیا جاتا ہے۔"

(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد اوّل صفحہ 1)

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی تاثیر قدسی سے احمدی مستورات میں جو انقلاب پیدا کیا۔ اُن میں مالی قربانیوں کا ذکر بھی بڑی کثرت سے ملتا ہے۔ 2 فروری 1923ء کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہا نے مسجد برلن جرمنی کی تعمیر کے لیے خواتین کو مالی قربانی کی تحریک فرمائی۔ جس پر لبیک کہتے ہوئے جماعت احمدیہ کی مستورات نے حیرت انگیز اخلاص اور قربانی کا مظاہرہ کیا۔ اس کے لیے حضورؓ نے 50 ہزار روپیہ تین ماہ میں اکٹھا کرنے کا اعلان فرمایا۔ لجنہ اماء اللہ کے قیام کے بعد یہ سب سے پہلی مالی تحریک تھی جس کا خالصتاً تعلق مستورات سے تھا۔ اس تحریک نے احمدی خواتین کے مطمع نظر کو یکسر اتنا بلند کر دیا کہ ان میں اخلاص و قربانی اور فدائیت اور للّٰہیت کا ایسا زبردست ولولہ پیدا ہو گیا کہ جس کی کوئی مثال نہیں تھی۔

(الازھار لذوات الخمار صفحہ 116-118)

گیمبیا کی ایک ستاون سالہ بوڑھی خاتون نے دو سو ڈلاسی چندے میں ادا کر دیئے جو اس نے اپنے خاندان کے کھانے کے لیے رکھے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ اس وقت اسلام کی تبلیغ کی خاطر وہ اپنی بھوک کو قربان کرتی ہیں۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ان کے بیٹے نے جو سوئٹزر لینڈ میں رہتا تھا بارہ ہزار ڈلاسی ان کو بھیج دیئے حالانکہ ان کے بیٹے کا چھ ماہ سے زیادہ عرصہ سے ان سے کوئی رابطہ نہیں تھا۔ ماں کا مالی لحاظ سے برا حال تھا لیکن اسی موقع پر ایسا ہوا۔

(خطبہ جمعہ 4 نومبر 2022ء)

نائیجر کی صدر لجنہ نے بتایا کہ نیشنل تربیتی کلاس کے موقع پر لجنہ کو تحریک جدید کے چندے کی طرف توجہ دلائی گئی تو لجنہ نے اسی وقت چندہ دینا شروع کر دیا حالانکہ اس وقت صرف توجہ دلائی گئی تھی مگر لجنہ کا کہنا تھا کہ نہیں! ہم ابھی ادا کریں گی۔ اور اس وجہ سے ایک بڑی رقم جمع ہو گئی۔

(خطبہ جمعہ 4نومبر 2022ء)

سامعات! جرمنی کے نیشنل سیکرٹری تحریک جدید لکھتے ہیں کہ یہاں ایک جماعت ہناؤ (Hanau) میں تحریک جدید کے حوالے سے ایک سیمینار منعقد کیا گیا۔ سیمینار ختم ہوتے ہی ایک دوست اپنی بیگم کا زیور لے کر دفتر تحریک جدید آ گئے۔ انہوں نے بتایا کہ سیمینار ختم ہونے کے بعد ہم واپس گھر جا رہے تھے تو مَیں نے اپنی بیگم سے کہا کہ میں نے تو اپنا وعدہ لکھوا دیا ہے۔ کیا تم نے بھی کوئی وعدہ لکھوایا ہے؟ اس پر وہ کہنے لگی کہ میں نے قرآن کریم کی تعلیم لَنۡ تَنَالُوۡا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ کے مطابق قربانی پیش کی ہے۔ چنانچہ ان کی اہلیہ نے اپنی شادی کا زیور تحریک جدید میں دے دیا۔

لاہور کے امیر صاحب لکھتے ہیں کہ ایک خاتون کا تحریک جدید کا وعدہ معیاری تھا۔ امیر تھیں، صاحب حیثیت تھیں لیکن پھر بھی جب انہیں ٹارگٹ پورا کرنے کے حوالے سے مزید دینے کی درخواست کی تو فوراً اٹھ کر کمرے میں گئیں اور زیورات کا ایک ڈبّہ لے آئیں اور کہنے لگیں کہ یہ سب خدا تعالیٰ کی راہ میں ہی دینا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس میں سے وزنی کڑے نکالے اور تحریک جدید میں پیش کئے۔

الغرض جرمنی کی دسیوں مساجد، سرینام، ناروے، فرانس، گوئٹے مالا اور کس کس ملک کا نام لوں اب تو ہر جگہ کی مساجد کی تعمیر میں لجنہ ممبرات کا ہاتھ موجود ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

”اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا میں تقریباً ہر جگہ لجنہ اپنی تعداد کے لحاظ سے اپنا حصہ چندوں میں ادا کرتی ہے اور کسی سے پیچھے نہیں ہے۔

بعض ملکوں میں تو بعض دفعہ خدام اور انصار کو توجہ دلانی پڑتی ہے کہ لجنہ قربانی میں بڑھ گئی ہے۔ آپ لوگ بھی اس کے مطابق ادا کریں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کی خواتین میں بھی دینی ضروریات کی خاطر اپنا زیور پیش کرنے کی بے شمار مثالیں ہر جگہ نظر آتی ہیں۔ دنیا کے مختلف حصوں میں رہنے والی احمدی خواتین کی یہ روح، یہ قدر مشترک ہے کہ دین کی خاطر اپنا پسندیدہ زیور قربان کرنا ہے اور یہ آج صرف احمدی خواتین کا ہی خاصّہ ہے۔"

(خطبہ جمعہ 4 نومبر 2022ء)

پیاری بہنو! مختلف قبیلے، مختلف لوگ، مختلف قومی، مختلف زبانیں لیکن قربانی کرنے کی روح اور سوچ ایک ہے۔ یہ اِکائی ہے۔ یہ قربانی کے معیار ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جماعت میں پیدا فرمائے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل ہیں جو احمدیوں پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

کِس طرح تیرا کروں اے ذُوالمِنَن شکر و سپاس
وہ زباں لاؤں کہاں سے جس سے ہو یہ کاروبار



﴾13﴿ ﴾مشاہدات:13﴿

لجنہ اماء اللہ، تبلیغ میں سب سے آگے

ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج
جس کی فطرت نیک ہے وہ آئے گا انجام کار

پیاری بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **لجنہ اماء اللہ، تبلیغ میں سب سے آگے**

کسی بھی مذہب کی ترویج اور اشاعت کے لئے تبلیغ نہایت ضروری ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی ذمہ داری اللہ کے دین کی تبلیغ ہوتی ہے۔ یعنی تبلیغ دراصل طریق و سنت انبیاء ہے۔

اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو مخاطب فرما کر قرآن کریم میں فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ

(المائدہ:68)

اے رسول! اچھی طرح پہنچا دے جو تیرے رب کی طرف سے تیری طرف اتارا گیا ہے اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو گویا تو نے اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا۔

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں تبلیغ کرنے کا طریق بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

أُدْعُ إِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ

(النحل:125)

اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت کے ساتھ اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”جہاں تک تبلیغ کا تعلق ہے...... فریضہ ہے اور ایسی شدّت کے ساتھ خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ تُو نے رسالت کو ہی ضائع کر دیا اگر تبلیغ نہ کی تو۔ آپ کی امت بھی

جوابدہ ہے، ہم میں سے ہر ایک جوابدہ ہے پیغام رسانی لازماً ایک ایسا فریضہ ہے جس سے کسی وقت انسان غافل ہو نہیں سکتا۔" (خطبات طاہر جلد چہارم صفحہ 631-632)

پیاری بہنو! ہم لجنہ اماء اللہ کی تاریخ اٹھا کر دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہماری مائیں، بہنیں اور بیٹیاں ہمہ وقت تبلیغ کے جہاد میں نہ صرف حصہ لیتی رہیں بلکہ مردوں کو ہر وہ ذرائع مہیا کرتیں رہیں جن سے وہ تبلیغ کے میدان میں آگے بڑھ سکیں۔

سامعات! وقت کی مناسبت سے صرف چند نمونوں کا انتخاب کیا ہے۔ یہ وہ چند چاول ہیں جو پوری دیگ کی عمدگی اور لذت کا پتہ دیتے ہیں۔

1923ء کے شروع میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی طرف سے شُدھی تحریک کے خلاف خصوصی جہاد کے اعلان پر احمدی عورتوں نے فوراً اپنے پیارے امام کی خدمت میں اس تبلیغی جہاد میں مردوں کے شانہ بشانہ حصہ لینے کے لئے خطوط لکھے۔ جس پر 13/مارچ 1923ء کے درسِ قرآن میں حضورؓ نے خوشنودی کا اظہار یوں فرمایا:

"راجپوتوں میں تبلیغ کے متعلق تحریک کی گئی ہے۔ اس کو سُن کر عورتوں کی طرف سے بھی کہا گیا ہے کہ اس موقع پر ہمیں بھی خدمتِ دین کا موقع دیا جائے۔ ان کو اس خدمت دین میں شامل کرنے کا سوال تو الگ ہے اور اس کے متعلق پھر فیصلہ کیا جائے گا۔ مگر اس سے یہ تو ظاہر ہے کہ مستورات میں بھی قربانی اور ایثار کے جذبات پائے جاتے ہیں۔ اور وہ بھی ہر خدمتِ دین میں حصہ لینے کے لئے تیار ہیں۔"

(الفضل قادیان 15/مارچ 1923ء صفحہ 11)

پیاری بہنو! ایک خاتون محترمہ سعیدہ صاحبہ نے لاہور سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں لکھا:

"عاجزہ نے پرچہ اخبار زمیندار میں پڑھا ہے کہ بیس مسلمان عورتیں ہندو ہو چکی ہیں۔ عاجزہ کی عرض ہے کہ یہ واقعہ پڑھ کر میرے دل کو سخت چوٹ لگی ہے میرا دل چاہتا ہے کہ اسی وقت اُڑ کر چلی جاؤں اور اُن کو جا کر تبلیغ کروں اگر حضور پسند فرمائیں اور حکم دیں تو عاجزہ تبلیغ کے واسطے تیار ہے۔"

حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے مبارک عہد خلافت میں جماعت میں تبلیغ کی روح اس طرح سے پھونک دی تھی کہ مرد و زن برابر کے شریک ہوتے۔

لجنہ کی انہی تبلیغی کاوشوں کو دیکھ کر ایک غیر مسلم اخبار آریہ مسافر 25/ مارچ 1934ء کے شمارے میں لکھتا ہے کہ

"میں 4/ مارچ 1934ء کو قادیان گیا۔ اسٹیشن سے اتر کر جب شہر پہنچا۔ تو سارا شہر سنسان تھا۔ وردیاں پہنے ہوئے مسلمان والنٹیر ہاتھوں میں لٹھ لئے گھوم رہے تھے اور **برقعہ والی عورتوں کے جھنڈ اِدھر اُدھر پھر رہے تھے**۔ میں نے ان والنٹیروں سے پوچھا آج کیا ہے؟ جواب ملا "تبلیغی ڈے"۔ یہ سن کر آگے بڑھا۔ آگے بھی عورتوں کے غول کے غول اِدھر اُدھر جا رہے تھے۔ اتنے میں آریہ سماج کے پردھان مل گئے۔ ان سے تبلیغی ڈے کے متعلق بات چیت ہونے لگی۔ انہوں نے کہا۔ مرزائی انجمن ہر سال تبلیغی ڈے مناتی ہے۔ اب کے تو کھلے طور پر ہندوؤں میں تبلیغ کرنے کے لئے یہ دن رکھا گیا ہے۔ میں سارا دن ان کے جوش اور مستعدی کا اداسینتا سے وچار کرتا رہا۔ نانا پرکار کے خیال میرے دل میں آتے جاتے تھے۔ چت اداس رہا۔ سائینگ کال کے سمے باہر گھومنے کے لئے جب نکلا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ باہر سے لوگوں کے غول اتنے خوشی میں اور امنگوں سے بھرے ہوئے کہ پاؤں پر دھول پڑی ہے چہروں پر پسینہ کے نشان ہیں۔ چاروں طرف سے آرہے ہیں۔ پوچھا کہاں گئے تھے۔ جواب ملا۔ تبلیغ کے لئے۔ **عورتیں بھی سارا دن ہندو محلوں میں پھرتی رہیں۔**"

(الفضل قادیان یکم اپریل 1934ء صفحہ 4)

پیاری بہنو! تبلیغ میں واقفین زندگی کی بیویوں کا کردار اس پھول کی طرح ہے جس سے عطر بنتا ہے۔ عطر کی خوشبو تو محسوس ہوتی ہے لیکن پھول کسی کو نظر نہیں آتا۔ واقفین زندگی کی بیویوں کی زندگی بھی وقف ہوتی ہے۔ وہ ہر گرم اور سرد موسم میں ان کا ساتھ دیتی ہیں، مشکلات کے وقت حوصلہ افزائی کرتی ہیں اور اپنے خاوند کے کام کو خوش اسلوبی سے جاری رکھنے میں اپنے خلوص اور اعلیٰ اخلاص سے خاصا اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ ان کی خاموشی میں ایک گویائی ہو جاتی ہے، ایسی گویائی جو حیرت انگیز طور پر دلوں پر اثر کرنے والی ہوتی ہے۔ ہماری جماعت ایسی مثالوں سے منور ہے۔ مبلغین اسلام کی بیویوں نے شروع میں جب حالات اچھے نہیں تھے، بڑی بڑی قربانیاں دیں اور بغیر خاوندوں کے رہیں اور بچے اس طرح پالے جیسے یتیمی میں پالے جاتے ہیں۔

حضرت فضل عمرؓ نے 1956ء میں لجنہ کے سالانہ اجتماع میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

”ہمارے کئی مربی ایسے ہیں جو دس دس پندرہ پندرہ سال تک بیرونی ممالک میں فریضہ تبلیغ ادا کرتے رہے اور وہ اپنی نئی بیاہی ہوئی بیویوں کو پیچھے چھوڑ گئے۔ ان عورتوں کے بال اب سفید ہو چکے ہیں لیکن انہوں نے اپنے خاوندوں کو کبھی یہ طعنہ نہیں دیا کہ وہ انہیں شادی کے بعد چھوڑ کر لمبے عرصے کے لیے باہر چلے گئے تھے۔ ہمارے ایک مبلغ مولوی جلال الدین صاحب شمس ہیں وہ شادی کے تھوڑا عرصہ بعد ہی یورپ چلے گئے تھے۔ ان کے واقعات سن کر انسان کو رقت آ جاتی ہے۔ ایک دن انکا بیٹا گھر آیا اور اپنی والدہ سے کہا کہ امی ابا کسے کہتے ہیں؟ ہمیں پتہ نہیں ہمارا ابا کہاں گیا ہے؟ کیونکہ وہ بچے ابھی تین تین چار چار سال کے تھے کہ شمس صاحب یورپ تبلیغ کے لیے چلے گئے اور جب واپس آئے تو وہ بچے 17، 17، 18، 18 سال کے ہو چکے تھے۔ اب دیکھو! یہ ان کی بیوی کی ہمت اور اس بیوی کی ہمت ہی کا نتیجہ تھا کہ وہ ایک لمبے عرصے تک تبلیغ کا کام کرتے رہے۔ اگر وہ انہیں اپنی درد بھری کہانیاں لکھتی رہتیں تو وہ یا تو خود بھاگ آتے یا سلسلے کو مجبور کرتے کہ انہیں بلا لیا جائے۔“

(محسنات صفحہ 122۔123)

سامعات! آج بھی لجنہ اماء اللہ کی تنظیم تبلیغ میں بھی اپنا کردار خوب ادا کر رہی ہے۔ اپنی پڑوسنوں اور ملنے جلنے والیوں سے تعارف کرانا۔ لٹریچر دینا۔ پمفلٹ تقسیم کرنا۔ آڈیو وڈیو کیسٹس دینا۔ امن سیمینارز کرانا۔ لائبریریوں میں کتب اور بروشر رکھوانا۔ سیرت النبی ﷺ کے جلسے کرانا۔ بک اسٹال اور نمائشیں لگانا۔ معمولات میں شامل ہیں۔ دعوت الی اللہ کی ایک مثال انڈونیشیا کی لجنہ نے قائم کی۔ تین کلو میٹر سڑک وقار عمل سے بنائی جس سے جماعت کا تعارف ہوا اور 500 سے زائد لوگوں نے احمدیت قبول کر لی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ لجنہ اماء اللہ کی خدمات دین کی مساعی کو سراہتے ہوئے فرمایا:

”ایک کھلا چیلنج ہے تمام دنیا کی خواتین کے لیے احمدی خواتین سی کوئی اور خواتین تو لا کر دکھاؤ۔ کتنی عظمت کی زندگی ہے۔ کتنے اعلیٰ مقاصد کے لیے وقف ہیں اور ان کی لذتوں کے معیار بدل چکے ہیں۔ تمہیں جو لذت سنگھار پٹار میں ملتی ہے۔ دکھاوے نمائش اور ناچ گانوں میں ملتی ہے اس سے بہت بہتر اور بہت اعلیٰ درجے کی لذتیں احمدی خواتین کی زندگی کو منور رکھتی ہیں اور ان کے دلوں میں ایسی باقی رہنے والی لذات

ہیں جو اس زندگی میں بھی اس کا ساتھ دیتی ہیں اور اُس دنیا میں بھی جہاں تم سب نے مر کر پہنچنا ہے......
احمدی خواتین دنیا میں مثبت اقدام کے طور پر کیا کچھ کر رہی ہیں قوموں کی زندگی میں کتنا بھرپور حصہ لے رہی ہیں اور جیسا کہ میں نے پہلے ہی کہا ہے دنیا بھر کی تمام خواتین سے مقابلہ کر کے دیکھ لیں کہ کسی قوم میں خواتین کی اتنی بھاری تعداد اتنے مثبت اور مفید کاموں میں مصروف دکھائی نہیں دیں گی جیسے کہ احمدی خواتین دکھائی دیتی ہیں اپنے خلفائے کرام کے زیر سایہ صبر و رضائے الٰہی، توکل، زُہد اور تقویٰ کی دولت سے مالا مال نہ صرف مردوں کے شانہ بشانہ چلتی جارہی ہیں بلکہ اولادوں کی اعلیٰ تربیت کر کے نئی نسلوں کے ذریعے جماعت کو ایک نئی اور عظیم قوت فراہم کرتی چلی جارہی ہیں۔ آج میں احمدی عورت کو اپنے دائیں بھی لڑتے دیکھ رہا ہوں اور بائیں بھی اور آگے بھی اور پیچھے بھی۔ آج احمدی خواتین بیدار ہو کر اُٹھ کھڑی ہوئی ہیں احمدی خواتین نے ہر میدان میں میرا ساتھ دیا ہے۔ بگڑے ہوئے معاشرے کا بہترین جواب احمدی خواتین ہیں۔ "

(الفضل 30/ جولائی 1999ء)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:
یاد رکھیں! اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدہ فرمایا ہے کہ میں تجھے غلبہ عطا کروں گا۔ یہ غلبہ یورپ میں بھی ہے اور ایشیا میں بھی ہے، افریقہ میں بھی ہے اور امریکہ میں بھی ان شاء اللہ ہو گا۔ اور جزائر کے رہنے والے بھی اس فیض سے خالی نہیں ہوں گے ان شاء اللہ۔ پس آپ کا کام ہے کہ خالص اللہ کے ہو کر کامل فرمانبرداری دکھاتے ہوئے اور اعمال صالحہ بجالاتے ہوئے اس کے پیغام کو پہنچاتے چلے جائیں تاکہ ان برکتوں سے فیضیاب ہو سکیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کے ساتھ منسلک رہنے والے کے لئے خدا تعالیٰ نے رکھ دی ہیں...... پس یہ کام تو ہونا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ نے تمام سعید روحوں کو اسلام کی آغوش میں لانا ہے۔ یہ مخالفین اور یہ مذہب سے ہنسی ٹھٹھا کے جو موقعے پیدا ہو رہے ہیں یا ہوتے ہیں یہ ہمیں اپنے کام کی طرف توجہ دلانے کے لئے پیدا ہوتے ہیں کہ آخری فیصلہ تو اللہ تعالیٰ کی تقدیر نے کیا ہوا ہے لیکن تمہارے میں جو سستی پیدا ہو گئی ہے اس کو دُور کر کے اللہ کے فضلوں کو جذب کرنے کے لئے اللہ کی نظر میں بہترین بات کہنے والے

بن کر اسلام کا حقیقی نجات کا پیغام اپنے ملک کے ہر چھوٹے بڑے تک پہنچا دو کہ یہ آج سب سے بڑی خدمت انسانیت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 22/ دسمبر 2006)

پیاری بہنو! تبلیغ کے حوالہ سے ایک سوال کے جواب میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے احمدی بچیوں کو اپنے عملی نمونے پیش کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

”تبلیغ کے لئے راستے آپ کو تلاش کرنے پڑیں گے۔ تبلیغ کے لئے خود مواقع پیدا کرو۔ اگر آپ پڑھائی میں ہوشیار ہیں۔ آپ کا حلیہ، رویہ، کردار اچھا ہے۔ سکارف ٹھیک ہے اور پردہ ہے۔ دوستیاں بڑھانے کی طرف توجہ نہیں ہے تو دوسری لڑکیاں آپ کی طرف متوجہ ہوں گی اور پوچھیں گی کہ کون ہو؟ تو تم بتاؤ کہ مَیں احمدی ہوں۔ پھر بتاؤ کہ امام مہدیؑ کو مانا ہے۔ اس طرح بات آگے بڑھے گی اور تبلیغ کا راستہ کھلے گا۔“

(کلاس واقفاتِ نو 8، اکتوبر 2011ء بمقام مسجد بیت الرشید، جرمنی)



﴿14﴾ ﴿مشاہدات:15﴾

سو سال کے عرصہ میں لجنہ اماء اللہ کی ترقیات

کام بہت ہیں سپرد تمہارے لجنہ اماء اللہ
پلان کرلو ابھی سے سارے لجنہ اماء اللہ
کر کے محفوظ سو سالہ ترقی کو تم
نئے پودے اب لگاؤ لجنہ اماء اللہ

سامعات! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **سو سال کے عرصہ میں لجنہ اماء اللہ کی ترقیات**

پیاری بہنو! یہ مضمون اتنا وسیع اور طویل ہے کہ پورے سو سال کی ترقیات کو پانچ چھ منٹ میں بیان کرنا جوئے شیر یں لانا ہے۔ میں اس وقت، وقت کی مناسبت سے صرف دو امور علمی، اخلاقی و روحانی میدان اور مالی میدان میں لجنہ کی ترقیات کا خلاصہ پیش کرنے کی کوشش کروں گی۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمًا

(النساء:33)

اور اللہ نے جو تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے اس کی حرص نہ کیا کرو۔ مردوں کے لئے اس میں سے حصہ ہے جو وہ کمائیں اور عورتوں کے لئے اس میں سے حصہ ہے جو وہ کمائیں اور اللہ سے اس کا فضل مانگو۔ یقیناً اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھتا ہے۔

25/دسمبر 1922ء کا تاریخی دن احمدی مستورات کے لئے ایک خاص اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس دن حضرت خلیفة المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے لجنہ اماء اللہ کی عالمگیر تحریک کی بنیاد رکھی۔ حضور کے اس عظیم

کارنامے کے نتیجے میں احمدی مستورات کو دینی، تعلیمی، اخلاقی، روحانی اور معاشرتی لحاظ سے ترقی کے ایسے مواقع میسّر آئے جنہوں نے ان کی کایا پلٹ دی۔ اسی مبارک تحریک کا ثمرِ شیریں ہے کہ احمدی مستورات کشاں کشاں ترقی کی منازل طے کرتی ہوئی آج دُنیا کی دیگر خواتین سے منفرد نظر آنے لگیں ہیں۔

لجنہ اماء اللہ یہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی خدمتگار کنیزوں (بندیوں) کی تنظیم یا جماعت۔

(تاریخی معلومات لجنہ اماء اللہ صفحہ 5)

میری بہنو! ہم جانتی ہیں کہ ہم عورتوں میں طبعاً اپنے زیور سے محبت پائی جاتی ہے۔ دنیا دار عورتیں اپنے زیور کو خود سے جدا نہیں کرتیں۔ لیکن خدا کی خدمتگار کنیزوں کی اس تنظیم نے ہمیشہ اپنا روپیہ پیسہ، اپنی اولادیں، اپنے جذبات اور اپنی جمع پونجی سب کچھ خدا کے حضور پیش کرنے میں قدم آگے بڑھایا۔

میری پیاری بہنو! احمدی عورتوں کی اخلاقی و روحانی ترقی کی صرف دو مثالیں پیش کرتی ہوں۔

مسجد برلن کے لیے چندہ بہت سی خواتین نے دیا لیکن ایک پٹھان عورت کا واقعہ سننے والا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

"ایک پٹھان عورت جو نہایت مسکین ہے اور جو اپنے ملک کے بھیڑیوں کی سی طبیعت رکھنے والے مولویوں کے مظالم سے تنگ آکر قادیان ہجرت کر کے آئی ہے اور جو بوجہ ضعف کے سوٹا لے کر چلتی ہے۔ اس نے دو روپیہ چندہ دیا۔ ایک اور پٹھان عورت جو نہایت ضعیف ہے اور چلتے وقت بالکل پاس قدم رکھ کر چلتی ہے۔ میرے پاس آئی اور اس نے دو روپے میرے ہاتھ پر رکھ دیے..... اس کی زبان پشتو ہے اور اردو کے چند الفاظ ہی بول سکتی ہے۔ اپنی ٹوٹی ہوئی زبان میں اپنے ایک ایک کپڑے کو ہاتھ لگا کر کہنا شروع کیا کہ یہ دوپٹہ دفتر کا ہے۔ یہ پاجامہ دفتر کا ہے۔ یہ جوتی دفتر کا ہے۔ میرا قرآن بھی دفتر کا ہے۔ یعنی میرے پاس کچھ نہیں میری ہر ایک چیز مجھے بیت المال سے ملی ہے...... پھر فرمایا: خدایا! تیرا یہ مسیح کس شان کا تھا، جس نے ان پٹھانوں کی جو دوسروں کا مال لوٹ لیا کرتے تھے۔ اس طرح کایا پلٹی کہ وہ تیرے دین کے لئے اپنے ملک اور اپنے عزیز اور مال قربان کر دینے کو ایک نعمت سمجھتے ہیں۔"

(تاریخ لجنہ جلد اوّل صفحہ 73-99)

پیاری بہنو! دوسرا واقعہ ڈاکٹر شفیع احمد صاحب محقق دہلوی ایڈیٹر روزنامہ اتفاق خود تحریر فرماتے ہیں:

''جمعہ کی نماز جماعت دہلی خاکسار کے دفتر میں پڑھتی ہے جو لبِ سڑک واقع ہے۔ گزشتہ جمعہ کو حضرت اقدس کا خطبہ جو الفضل میں چھپا ہوا تھا سنایا۔ یہاں سوائے میری اہلیہ کے باقی تمام مرد تھے اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ بعد نماز بیگم سے کہوں گا کہ مسجد کے لیے آپ اپنی پازیب دے دیں کہ اتنے میں دروازہ کی کھٹ کھٹاہٹ میرے کان میں آئی اور میں گھر گیا جہاں وہ مصلّے پر بیٹھی ہوئی خطبہ سن رہی تھیں اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ کچھ بات نہیں کی اور اپنے گلے سے پنج لڑا طلائی ہار جو غالباً تین سو روپے کا تھا مجھے دیا۔ میں نے اسی وقت خطیب صاحب کو دے دیا۔''

(تاریخ لجنہ جلد اوّل صفحہ 104)

حضرت عرفانی صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں:

''برلن مسجد کی تحریک ایسی بابرکت ہوئی ہے کہ اس نے احمدی خواتین کی مخفی ایمانی قوتوں کو نمایاں کر دیا ہے اور اُن میں خدمت دین اور اشاعت سلسلہ کا ایسا جوش پایا جاتا ہے کہ مردوں میں بھی اس کی نظیر کم ملے گی۔''

(تاریخ لجنہ جلد اوّل صفحہ 110)

احمدی مستورات کی ترقیات میں قیامت تک لندن میں بننے والا خانہ خدا ''مسجد فضل لندن'' شامل رہے گا جسے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے عورتوں کے نام سے منسوب کر دیا۔ حضورؓ نے فرمایا:

''لندن کی عظمت کو مد نظر رکھ کر مناسب بھی یہی ہے کہ اس مسیحیت کے مرکز میں عورتوں کی بنائی ہوئی مسجد ہو تا کہ مسیحیت جو اعتراض کرتی ہے کہ اسلام عورتوں کے حقوق کو پامال کرتا ہے ایک عملی جواب ہے۔''

(تاریخ لجنہ جلد اوّل صفحہ 113-117)

سامعات! الغرض مسجد کوپن ہیگن کی تعمیر ہو، مسجد ہیمبرگ کی تعمیر ہو، مسجد زیورخ کی تعمیر ہو، انگلستان میں ایک مبلغ کا خرچ اٹھانا ہو، امریکہ کے مشن ہاؤس اور مسجد کی تعمیر کا خرچہ اٹھانا ہو، یورپین مراکز اور

جرمنی میں سو مساجد کی تعمیر کی تحریک ہو۔ ہر جگہ احمدی مستورات ترقی کی منازل طے کرتی ہوئی قربانیوں میں آگے سے آگے بڑھتی نظر آتی ہیں۔

میری بہنو! احمدی مستورات صرف مالی میدان میں ہی ترقی کی منازل طے نہیں کرتی رہیں بلکہ علمی اور عملی میدان بھی نہایت تیزی اور عمدگی سے سر کیے۔

لجنہ اماء اللہ کے ابتدائی نصاب اور موجودہ نصاب کا موازنہ کریں تو حیرت ہوتی ہے کہ ہم اس مقام پر کیسے پہنچ گئیں۔ کیسے اتنے بڑے بڑے پروگرام ہو رہے ہیں۔ سب سے بڑا کام مجلس مشاورت کا انعقاد ہے جہاں لجنہ اماء اللہ کی ممبرات شامل ہو کر مستفید ہوتی ہیں۔ جلسے اور اجتماعات، اجلاسات، تربیتی تعلیمی کلاسز، نمائش کا انتظام غرض کہ ماشاء اللہ مستورات ہر کام میں فعال ہیں۔

1923ء اور 1924ء میں لجنہ کو صرف کلمہ باترجمہ، نماز سادہ، یسّرنا القرآن اور باترجمہ نماز کی طرف توجہ دلائی جاتی تھی اور جن کو آتا تھا ان کو زیادہ تعلیم دی جاتی تھی۔ جو عورتیں بیعت کرنے آتی تھیں ان کو کلمہ تک نہیں آتا تھا۔

(تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ 128)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے عورتوں کے لیے پرائمری کی تعلیم لازمی قرار دی اور فرمایا:

”اگلے سال کے لئے یہی تجویز رکھی جاتی ہے کہ ہر جماعت اس امر کی پابند ہو کہ اس کی تمام عورتوں کو نماز باقاعدہ آتی ہو۔ یعنی وضو کرنا نماز کی حرکات، نماز کے الفاظ پورے طور پر آتے ہوں۔ ابھی ہم ترجمہ کی شرط نہیں لگاتے ہاں جو پڑھ سکیں نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ہے۔ مگر نماز اور اس کے قواعد کلمہ اور اس کے معنی ضرور ہر احمدی عورت کو سکھادیں۔

(تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ 139)

سامعات! یہ 1924ء کی مجلس مشاورت کے وقت نصاب متعین کیا گیا تھا جبکہ اب موجودہ دور میں نصاب کی تفصیل بیان کریں تو الحمدللہ مستورات کارکردگی اور ترقی پر نازاں و فرحاں ہیں۔ یہ نصاب اب مکمل ترجمۃ القرآن تک پہنچ چکا ہے۔ مکمل باترجمہ نماز، کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام، احادیث اور مقالہ نویسی وغیرہ وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔ ہر سال کوئی نہ کوئی سورۃ حفظ کے لیے مقرر کر دی جاتی ہے۔ جس میں

لجنہ اماء اللہ شوق سے حصہ لیتی ہیں اور یاد کر کے سناتی ہیں۔ اسے اجتماع کے موقع پر با قاعدہ مقابلہ میں شامل کیا جاتا ہے اور پوزیشن لینے والی ممبراتِ لجنہ کو انعامات بھی دیے جاتے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ بھی لجنہ اماء اللہ کی ایک بہت بڑی خدمت قرآن ہے کہ اس نے لجنہ کو حفظ کرنے کی تحریک کی کہ وہ اپنے سینے اس نور سے روشن کریں تاکہ دین و دنیا میں کامیابی حاصل کر سکیں۔

سامعات! اس کے ساتھ ساتھ قرآن کریم کے ترجمہ کرنے میں بھی احمدی مستورات نے اہم کردار ادا کیا۔

مسز ناصرہ زومان آپ ایک ڈچ خاتون تھیں۔ خود قرآن مجید کی برکت سے احمدیت میں داخل ہوئیں۔

1945ء میں لندن میں ایک Translation Bureall نے قرآن مجید کے آخری 300 صفحات کے ترجمہ کے لیے آپ کی خدمات حاصل کیں جو کہ آپ کے لئے ایک عیسائی خاتون ہونے کی وجہ سے بہت مشکل بلکہ ناممکن ہی تھا۔ کیونکہ نظریات کا فرق بہت تھا۔ لیکن بعد میں آپ کو صرف تین سو صفحات ہی نہیں بلکہ پورے قرآن مجید کے ترجمہ کی سعادت مل گئی۔

ایک جرمن احمدی خاتون محترمہ قانتہ خان کا ایک عظیم الشان کارنامہ سوئیڈش زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ ہے جو رہتی دنیا تک ان کا نام زندہ رکھے گا اور ان کے لیے قیامت تک ثواب کا موجب بھی ہو گا۔

(محسنات صفحہ 52)

پیاری بہنو! اس ضمن میں اگر مسز امینہ کا نام نہ لیا جائے تو حق تلفی ہو گی جنہوں نے مشکل حالات میں برازیلین زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ کیا۔

1944ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے لجنہ کو جرمن زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ اور ایک کتاب کا ترجمہ چھپوانے کے لیے اٹھائیس ہزار روپے کی تحریک کی۔ احمدی مستورات نے چونتیس ہزار روپے کی خطیر رقم جمع کر کے پیارے آقا کے حضور پیش کی۔

(تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ 596-597)

ہر مالی تحریک میں لجنہ اماء اللہ بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی ہے۔ الحمدللہ۔ بلکہ ہر میدان میں مردوں سے مسابقت فی الخیرات کے جذبات کے ساتھ لجنہ اماء اللہ صف اول میں نظر آتی ہے۔ ہر ملک میں جہاں احمدیت موجود ہے قادیان کی 14 ممبرات سے شروع ہونے والی یہ تنظیم اپنی شاخیں پھیلا چکی ہے۔ اسی طرح اشاعت اسلام اور اشاعت قرآن کے ساتھ ساتھ تبلیغ کے میدان میں بھی احمدی خواتین نحن انصاراللہ کا نعرہ بلند کرتے ہوئے آگے سے آگے بڑھ رہی ہے۔

علمی استعداد کا اندازہ جلسہ سالانہ انگلستان اور جرمنی کے مواقع پر حضور انور ایدہ اللہ سے میڈل لینے والی لمبی قطاروں سے ہو سکتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے لجنہ اماء اللہ کی مساعی کو سراہتے ہوئے فرمایا:

”ایک کھلا چیلنج ہے تمام دنیا کی خواتین کے لیے احمدی خواتین سی کوئی اور خواتین تو لا کر دکھاؤ۔ کتنی عظمت کی زندگی ہے۔ کتنے اعلیٰ مقاصد کے لیے وقف ہیں اور ان کی لذتوں کے معیار بدل چکے ہیں۔ تمہیں جو لذت سنگھار پٹار میں ملتی ہے۔ دکھاوے، نمائش اور ناچ گانوں میں ملتی ہے اس سے بہت بہتر اور بہت اعلیٰ درجے کی لذتیں احمدی خواتین کی زندگی کو منور رکھتی ہیں اور ان کے دلوں میں ایسی باقی رہنے والی لذات ہیں جو اس زندگی میں بھی اس کا ساتھ دیتی ہیں اور اُس دنیا میں بھی جہاں تم سب نے مر کر پہنچنا ہے...... احمدی خواتین دنیامیں مثبت اقدام کے طور پر کیا کچھ کر رہی ہیں قوموں کی زندگی میں کتنا بھرپور حصہ لے رہی ہیں اور جیسا کہ میں نے پہلے ہی کہا ہے دنیا بھر کی تمام خواتین سے مقابلہ کر کے دیکھ لیں کہ کسی قوم میں خواتین کی اتنی بھاری تعداد اتنے مثبت اور مفید کاموں میں مصروف دکھائی نہیں دیں گی جیسے کہ احمدی خواتین دکھائی دیتی ہیں اپنے خلفائے کرام کے زیر سایہ صبر و رضائے الٰہی، توکل، زُہد اور تقویٰ کی دولت سے مالامال نہ صرف مردوں کے شانہ بشانہ چلتی جا رہی ہیں بلکہ اولادوں کی اعلیٰ تربیت کر کے نئی نسلوں کے ذریعے جماعت کو ایک نئی اور عظیم قوت فراہم کرتی چلی جا رہی ہیں۔ آج میں احمدی عورت کو اپنے دائیں بھی لڑتے دیکھ رہا ہوں اور بائیں بھی اور آگے بھی اور پیچھے بھی۔ آج احمدی خواتین بیدار ہو کر اُٹھ کھڑی

ہوئی ہیں۔ احمدی خواتین نے ہر میدان میں میرا ساتھ دیا ہے۔ بگڑے ہوئے معاشرے کا بہترین جواب احمدی خواتین ہیں۔"

(الفضل 30/ جولائی 1999ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں خلیفۃ المسیح کا سلطان نصیر بنائے۔ ہمیشہ یاد رکھیں کہ تمام ترقیات اطاعت خلافت میں پنہاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین



﴿15﴾ ﴿مشاہدات:17﴾

لجنہ اماء اللہ کے کارنامے

گودوں میں اپنی پالے ہیں ہم نے اسد سدا
گر وقت آ گیا تو وہ کر دیں گے جاں نثار
ہم احمدی بنات ہیں، اللہ کی لونڈیاں
مرشد ہمارا ہادی جو کرتا ہے ہم سے پیار
جو آپ چاہتے ہیں وہ کر کے دکھائیں گی
کر دیں گی اپنے عہدوں کو پورا ہزار بار

آج میری تقریر کا عنوان ہے۔**لجنہ اماء اللہ کے کارنامے**

پیاری بہنو! ہم روزانہ کی بنیاد پر ندی نالوں کو نہروں میں گرتا دیکھتے ہیں اور نہروں کا پانی مل کر دریاؤں کا روپ دھارتا ہے اور دریا، سمندر میں گر کر پانی میں وسعت پیدا کرتے ہیں۔ بعینہٖ روحانی دنیا اور دینی جماعتوں میں جب مختلف شعبوں اور تنظیموں کی کارگزاری اور خدمات ملتی ہیں تو جماعتیں من حیث الجماعت مضبوط اور توانا ہوتی ہیں۔ جماعت احمدیہ کی طاقت بھی ذیلی تنظیموں اور مختلف شعبوں کی خدمات اور کارگزاری کا مجموعہ ہے جس میں 1922ء میں قائم ہونے والی لجنہ اماء اللہ بھی شامل ہے جس کا آغاز قادیان سے 14 خواتین مبارکہ سے ہوا تھا اور آج دنیا بھر میں 100 سے زائد ممالک میں اس کی مضبوط شاخیں قائم اعلائے کلمۃ اللہ اور اعلائے کلمہ اسلام کے لیے کام کر رہی ہیں۔

سامعات! یہ دریا، سمندر میں جانے سے پہلے جہاں گہرا ہوتا چلا جاتا ہے وہاں چوڑائی میں بھی وسعت اختیار کرتا اور اپنا لوہا منواتا جاتا ہے۔ لجنہ اماء اللہ نے بھی گزرے ہوئے سو سال میں اپنا لوہا منوایا ہے اور اپنی موجودگی کا زندہ جاوید ثبوت دیا ہے اور اب اس کے کارنامے سینکڑوں میں نہیں ہزاروں میں ہیں اور سنہری حروف سے لکھے جانے والے ہیں۔ پانچ سات منٹ میں چند ایک کا تذکرہ ہی اختصار سے ہو سکے گا۔

پیاری ممبرات! لجنہ اماء اللہ کا ماٹو ہے **"کوئی قوم اپنی عورتوں کی تعلیم کے بغیر ترقی نہیں کر سکتی"**، لجنہ نے قریباً تعلیم کے ہر شعبہ میں ترقی کی ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے آغاز پر ہی علم کی 82 قسمیں اور شعبے لجنہ کے سامنے رکھے تھے اور ایک مدرسۃ البنات کی بنیاد رکھی تھی جسے حضرت مصلح موعودؓ نے جماعت کا علمی درخت قرار دیا تھا۔ اب یہ درخت اتنا تناور اور سایہ دار درخت بن چکا ہے کہ قادیان اور ربوہ میں 14 خواتین میں سے خاتون اوّل حضرت سیدہ نصرت جہاںؓ کے نام سے جامعہ نصرت، نصرت گرلز اسکول، نصرت گرلز کالج کے علاوہ عائشہ دینیات اکیڈمی کے نام سے دنیا بھر میں قرآن کو حفظ کرانے اور دینی تعلیم عام کرنے کے لیے مدرسے قائم ہو چکے ہیں جہاں احمدی بچیاں حفاظ بن کر دنیا بھر میں پھیل رہی ہیں۔ نیز معلمات تیار ہو رہی ہیں جو آگے سینکڑوں ممبرات کو دینی تعلیم سے آراستہ کرتی ہیں۔

پیاری بہنو! حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں۔

"اسلام نے عورت کو ایک عظیم معلّمہ کے طور پر پیش کیا ہے۔ صرف گھر کی معلّمہ کے طور پر نہیں بلکہ باہر کی معلّمہ کے طور پر بھی ... حضرت اقدس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ آتا ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ آدھا دین عائشہ سے سیکھو... بعض اوقات آپؓ نے علوم دین کے تعلق میں اجتماعات کو خطاب فرمایا اور صحابہؓ بکثرت آپؓ کے پاس دین سیکھنے کے لئے آپؓ کے دروازے پر حاضری دیا کرتے تھے۔ پردہ کی پابندی کے ساتھ آپؓ تمام سائلین کے تشفی بخش جواب دیا کرتی تھیں۔"

(لجنہ اماء اللہ کے سو سال صفحہ 155 روزنامہ الفضل آن لائن مورخہ 2 اگست 2022ء)

الغرض اس دینی علم سے احمدی مستورات کی گودیں روحانی مدرسے ثابت ہوئیں اور ہو رہی ہیں اور اس کی وجہ سے ایک روحانی تبدیلی نوجوان نسل میں دیکھنے کو مل رہی ہے۔ قادیان سے جاری ہونے والا ایک رسالہ مصباح اب 35 سے زائد ممالک میں لجنہ کی زیر پرستی مختلف ناموں سے شائع ہوتا ہے۔ جس کا مکمل انتظام خواتین کے ذمہ ہے اور خواتین ہی ان میں مضامین لکھتی ہیں۔

پیاری بہنو! لجنہ اماء اللہ کا ایک عظیم کارنامہ قرآن کریم اور دیگر کتب کے مختلف زبانوں میں تراجم ہیں۔ ہماری بہنوں کا یہ کارنامہ تا ابد سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔ ہماری جماعت میں احمدی بچیوں اور عورتوں کا حصول تعلیم کا معیار بچوں اور مردوں کی نسبت زیادہ ہے۔ اس کا اندازہ جلسہ سالانہ برطانیہ کے

موقع پر تعلیمی اعزازات و اسناد کی تقسیم سے ہوتا ہے جس میں طالبات کا پلڑا طلبہ سے کہیں بھاری دیکھنے کو ملتا ہے۔ یہی طالبات اپنے دنیوی علم کو دینی خدمات پر چسپاں کرتی ہیں۔

مسز امینہ آف برازیل نے پُرتگالی زبان میں اور مسز قانتہ اور مسز کفیلہ خانم نے مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم مکمل کرکے اپنے نام تاریخ میں رقم کروائے۔ ان تراجم کے علاوہ دورِ حاضر کے امام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب، حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبات و خطابات، اردو کلاسز، ورچوئل ملاقاتوں اور دیگر کلاسز کے تراجم میں سے اکثر کا سہرا بھی لجنہ کے سر جاتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ دنیا بھر کی ممبرات لجنہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”میں نے اپنے دور میں جو تحریکیں کی ہیں، ان کے نتیجے میں مَیں جانتا ہوں کہ اتنی عظیم الشان قربانیاں احمدی خواتین نے کی ہیں اور خاموشی کے ساتھ کی ہیں، بعض دفعہ ان کے خط پڑھتے ہوئے آنکھوں میں آنسو آجایا کرتے تھے، میں دعا کیا کرتا تھا کہ کاش! میری اولاد میں سے بھی ایسی بیٹیاں ہوں۔ جو اس شان کے ساتھ، اس پیار کے ساتھ اللہ کے حضور اپنا سب کچھ پیش کر دینے والی ہوں۔“

(لجنہ کے سو سال صفحہ 182 روزنامہ الفضل آن لائن مورخہ 3 اگست 2022ء)

سامعات! اعلائے کلمہ اسلام کے لیے اللہ کے گھروں مساجد اور بیوت کی تعمیر ایک اہم سنگ میل رکھتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ

”جس گاؤں میں ہماری جماعت کی مسجد قائم ہوگئی تو سمجھو کہ جماعت کی ترقی کی بنیاد پڑ گئی۔“

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 119 ایڈیشن 1984ء)

دنیا بھر میں جماعت احمدیہ کی ہزاروں مساجد کم و بیش احباب جماعت کی مالی و جسمانی قربانی و قار عمل کی صورت میں قائم ہوئی ہیں۔ احمدی خواتین نے اس مبارک کام میں مردوں کے دوش بدوش کام کیا اور مالی خدمات کیں۔ جن میں مسجد خدیجہ برلن جرمنی، مسجد فضل لندن، مسجد مبارک ہیگ ہالینڈ، مسجد نصرت جہاں کوپن ہیگن ڈنمارک اور مسجد النصر ناروے بطور مثال پیش کی جاسکتے ہیں۔ کینیڈا، امریکہ، فرانس، سرینام اور آسٹریلیا وغیرہ میں احمدی خواتین کی مالی قربانیوں سے تعمیر ہونے والی مساجد ان کے علاوہ ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مسجد خدیجہ برلن کے بارہ میں فرمایا۔

"لجنہ اماء اللہ کے قیام کے بعد یہ سب سے پہلی مالی تحریک تھی جس کا خالصتاً تعلق مستورات سے تھا۔ اس تحریک میں احمدی خواتین کے مطمحِ نظر کو یکسر اتنا بلند کر دیا کہ ان میں اخلاص و قربانی اور فدائیت اور للّٰہیت کا ایسا زبردست ولولہ پیدا ہو گیا کہ جس کی کوئی مثال نہیں تھی۔

اُس وقت تو حالات کی وجہ سے جیسا کہ مَیں نے بتایا کہ مسجد باوجود کوشش کے نہ بن سکی۔ قادیان اور ہندوستان کی لجنہ کی جو قربانی تھی وہ رائیگاں نہیں گئی۔ اُس رقم سے مسجد فضل تعمیر ہو گئی اور آج اِس مسجد کی جو تاریخی اہمیت ہے وہ بھی سب پر واضح ہے اور مَیں سمجھتا ہوں کہ اُس وقت کی احمدی خواتین کی قربانی اتنی سچی تھی اور اس کی قبولیت کے لئے دعائیں اِس درد کے ساتھ انہوں نے کی ہوں گی کہ ایک مسجد تو انہوں نے اپنی زندگی میں بنالی اور دوسری مسجد کی تعمیر میں ہو سکتا ہے آج ان کی نسلیں شامل ہوئی ہوں۔ لیکن بہر حال وہی جذبہ جو اُن ابتدائی خواتین کی قربانی کا تھا وہ آج بھی کچھ حد تک لجنہ میں دین کی خاطر قربانی میں ہمیں نظر آتا ہے اور مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی ان کی دعائیں تھیں جنہوں نے اپنی نسلوں میں بھی یہ جذبہ پیدا رکھا۔

یہ مسجد جو اس وقت موجودہ مسجد ہے 17 لاکھ یورو میں تعمیر ہوئی ہے۔......بہت سارے مرد کہیں گے کہ پیسے تو ہم سے ہی لئے تھے، بے شک لئے ہوں گے لیکن پھر دینا بھی بڑی قربانی ہے.....برلن کی مسجد کی تعمیر نے یہ سبق بھی آپ کو دیا ہے کہ عورتوں کی یہ خواہش ہے کہ ان کے مرد عبادت گزار ہوں اور اگر ان کے بس میں ہو تو وہ ہر جگہ آپ کو مسجد بنا کر دیں۔ جب مَیں کینیڈا گیا تو کینیڈا کی لجنہ نے ایک ملین ڈالر کی قربانی دی کہ اس سے مسجد بنادیں۔ لیکن زائد بھی خرچ ہو گا تو کہتی ہیں بہر حال ہم دیں گی۔ ایسی قربانیاں ہر جگہ نظر آتی ہیں۔ مسجدوں میں آنے کی فرضیت تو مردوں کے لئے ہے۔ عورتوں کا تو اگر دل چاہے تو جمعہ پر آنا ہے نہیں تو نہیں آنا۔ یا پھر اگر کوئی اپنا فنکشن ہوا تو اس پر کبھی کبھار یہاں آنا ہے۔ پس مساجد کی تعمیر کے لئے عورتوں کی قربانی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے قربانی کرتی ہیں اور مَیں امید رکھتا ہوں کہ میری یہ سوچ صرف خوش فہمی پہ مبنی نہ ہو بلکہ عورتیں اپنے

بچوں کی بقا اور اپنے مردوں کا خدا تعالیٰ سے تعلق جوڑنے کے لئے جو قربانیاں کر رہی ہیں وہ اسی سوچ کے ساتھ ہوں اور یہ سوچ پھر یقیناً عورتوں کے لئے خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا ذریعہ بنے گی۔“

(خطبہ جمعہ 17 اکتوبر 2008ء)

پیاری بہنو! دنیا بھر میں تعمیر ہونے والی ہزاروں مساجد میں مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین کی قربانیوں کا بھی حصہ ہے۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ قربانیاں یا مساجد کی تعمیر امیر ممالک سے متعلقہ ہیں۔ نہیں نہیں! اللہ تعالیٰ نے دنیا کے ایسے علاقوں میں دلوں کی امیر خواتین عطا کر رکھی ہیں جہاں ایک وقت کا کھانا مشکل سے میسر ہوتا ہے۔ لجنہ کے صد سالہ جشن تشکر کے موقع پر آئیوری کوسٹ میں ایک، کینیا میں تین اور نائیجریا میں پانچ مساجد مکمل طور پر لجنہ کی قربانیوں سے تعمیر ہو کر اللہ کی عبادت کے لیے تیار ہیں۔

پیاری بہنو! مساجد کے علاوہ گیسٹ ہاؤسز، اسکولز، ہال اور مدرسے ان کے علاوہ ہیں جو مستورات کی قربانیوں سے بنے۔

میری پیاری بہنو ! احمدی مستورات کے کن کن کارناموں کا ذکر کروں اور کن کن کا ذکر چھوڑوں۔ مختصر وقت میں تو چند ایک ہی بطور نمونہ ذکر ہو سکتے ہیں۔ یہاں ان مبارک ماؤں کو خراج تحسین پیش کرنا ضروری ہے جنہوں نے اپنی گودوں سے قریباً 36 سالوں میں 78 ہزار سے زائد جگر گوشے اسلام احمدیت کی تبلیغ و ترقیات کے لیے خلیفۃ المسیح کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ دنیا بھر میں بڑی سے بڑی تنظیموں کا احاطہ کر لیں اتنی کثرت کے ساتھ ان کی عورتوں نے اپنے جگر گوشوں کو اپنی جماعت اور تنظیم کی فلاح و بہبود کے لیے کبھی وقف نہیں کیا ہو گا۔ ان میں سے کوئی ڈاکٹر بن کر خود کو خدمت کے لئے پیش کر چکے ہیں اور کوئی انجنیئر بن کر پیش کرنے والے ہیں اور بعض آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کے مصداق کہ اے اللہ! میرے ان جانشینوں پر رحم فرما جو میرے بعد آئیں گے اور میری احادیث اور سنت لوگوں میں بیان کریں گے اور ان کو تعلیم دیں گے۔ مربی اور مبلغ بن کر دنیا بھر میں اسلام کا نام بلند کر رہے ہیں۔

سامعات! حضرت مصلح موعودؓ نے لجنہ اماء اللہ کی بنیاد رکھنے کے آغاز میں ہی لجنہ کو یہ ذمہ داری سپرد کی تھی کہ جلسہ سالانہ کا الگ سے انتظام کریں۔ ایک سو سال کے اندر اندر جو قوموں کی تاریخ میں آنکھ جھپکنے کے

برابر بھی نہیں ہوتا دنیا بھر کے بیسیوں ممالک کے جلسہ سالانہ میں الگ سے مستورات ،لجنہ سیشن کا کامیاب انتظام کرتی ہیں۔ پروگرامز خود ترتیب دیتی۔ علم و تحقیق سے لبریز تقاریر خود تیار کرتی ہیں اور ہر قسم کی سیکیورٹی کا انتظام بھی خود کرتی ہیں۔ اسے لجنہ کا ایک کارنامہ نہ کہیں تو یہ حق تلفی ہو گی کیونکہ ہزاروں خواتین کے جلسے کا انتظام کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ دنیا بھر میں شاید ہی عورتوں کی کوئی تنظیم ہو جو اتنے بڑے اجتماع کا انتظام وانصرام کر سکے۔

پیاری بہنو! آپ ہی آج وہ محنتی خواتین ہیں جو اپنی تمام تر خداداد صلاحیتوں اور استعداوں کو بروئے کار لاکر ریفریشر کورسز، قرآن کلاسز، قرآن سیمینارز، نمائشیں، اسپورٹس کے پروگرامز، صنعت و دستکاری کے اسٹالز اور شوریٰ وغیرہ منعقد کر کے تربیت و تبلیغ کا علم بلند کیے ہوئے ہیں۔

پیاری بہنو! عورت کو جو اللہ تعالیٰ نے ہنر عطا کر رکھے ہیں ان میں سے ایک سلائی کڑھائی وغیرہ ہے۔ وہ سلائی مشین چلانا جانتی ہیں۔ 1971ء کی جنگ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے افواج پاکستان کے لیے روئی کی صدریاں تیار کرنے کا ارشاد فرمایا تو سینکڑوں ممبرات نے جماعتی میٹریل کے علاوہ ذاتی طور پر میٹریل خرید کر ہزاروں صدریاں تیار کر کے جماعت کو پیش کر دیں۔اسی طرح ہزاروں خواتین نے ایک صدا پر لبیک کہتے ہوئے قادیان اور ربوہ میں جلسہ سالانہ کے مہمانوں کے لئے گدّے اور رضائیاں سی کر دیں اور یہ سلسلہ ابھی بھی جاری ہے۔اس کی تازہ مثال کووڈ کے دوران جرمنی کی لجنہ نے ہزاروں کی تعداد میں ماسک سی کر گورنمنٹ کو پیش کیے۔ لجنہ کے مختلف گیسٹ ہاؤسز اور مہمان خانوں میں اپنے ہُنر کو بروئے کار لاکر رضائیاں، گدیلوں کے علاوہ Decoration piece تیار کیے۔ یہ سلسلہ اب تمام دنیا میں پھیل چکا ہے۔

پیاری بہنو! 10 کے قریب احمدی خواتین نے اسلام اور احمدیت کی خاطر اپنی جانیں جان آفرین کے سپرد کر دیں، اپنے خون سے اسلام کے زندہ جاوید ہونے کا ثبوت رقم کر گئیں۔ آج یہی مبارک خون جماعت کی ترقی کے لیے کھاد کا کام کر رہا ہے۔

سامعات! اگر میں خلافت کی مضبوطی اور حفاظت کے لیے لجنہ کی قربانیوں کا ذکر نہ کروں تو کارناموں کا مضمون تشنہ رہ جائے گا۔ احمدی خواتین گزشتہ سو سال سے زائد عرصہ کی تاریخ میں خلافت کی حفاظت کے

لیے سیسہ پلائی دیوار کی طرح کھڑی ہیں۔ آپ کے ہر حکم اور ارشاد کو اپنے سینوں پر لیا اور اسے اپنی نسلوں اور ماحول میں آگے سرایت کرنے میں کامیاب ہوئیں اور آج خلافت جو مضبوط نظر آتی ہے اور دشمن باوجود بسیار کوشش کے اس کو نقصان نہیں پہنچا سکا۔ اس میں احمدی خواتین کی خلافت سے محبت اور خلیفۃ المسیح سے عقیدت شامل ہے۔

اللہ کرے۔ لجنہ بڑھے پھلے پھولے اور اپنی قربانیوں کے ذریعہ احمدیت کو چار چاند لگانے والی ہوں۔

کرے گی تربیت اولاد، جو دیں پہ فدا ہوں گے
یہ وقف نو کریں گے پیش خود کو جب جواں ہوں گے
کہیں زیور ہے دیتی اور کبھی جان تک لٹاتی ہیں
خلیفہ کے سبھی حکموں پر سر اپنا جھکاتی ہیں
خدا کے دین کی خاطر جان اپنی وار دیں گی ہم
ہیں ہم لجنہ اماء اللہ، خدا کی باندیاں ہیں ہم



﴿16﴾ ﴿مشاہدات:18﴾

جماعت احمدیہ کی ترقی میں لجنہ کا کردار

پیاری بہنو! دنیوی گھرانے، گھر کے مکینوں کے تعاون کے بغیر چل نہیں سکتے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ گھر کا ہر فرد، گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹا رہا ہوتا ہے۔ روحانی دنیا میں بھی جماعتیں ایک گھر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جماعت احمدیہ بھی ایک بڑے گھر کی طرح ہے جس کے سربراہ حضرت خلیفۃ المسیح ہیں اور اس کے مکین جماعتی و ذیلی تنظیموں کے عہدیداران، مربیان و مبلغین اور تمام احمدی احباب، خواتین، بوڑھے، بڑے، جوان اور بچے بچیاں ہیں۔ جس طرح مادی گھروں میں مرد زیادہ تر باہر کے کام کرتے ہیں اور عورتیں و بچیاں گھروں کی دیکھ بھال، صفائی ستھرائی اور قیام وطعام کا انتظام کرتی ہیں اور بالعموم مادی گھروں میں عورتیں، مردوں کی نسبت زیادہ کام کرتی دکھلائی دیتی ہیں بعینہٖ روحانی گھروں میں عورتیں، مردوں کے شانہ بشانہ خدمت بجالا رہی ہوتی ہیں۔ یہی کیفیت جماعت احمدیہ میں خواتین اور ناصرات الاحمدیہ کے تعاون اور کردار کی ہے۔

پیاری بہنو! بانی تنظیم لجنہ اماء اللہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس حوالہ سے عورتوں کو مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔

"یہ کام ہمارے بس کا نہیں بلکہ یہ کام تمہارے (لجنہ) ہی ہاتھوں سے ہو سکتا ہے۔ جب تک ہماری مدد نہ کرو اور ہمارے ساتھ تعاون نہ کرو اور جب تک تم اپنی زندگیوں کو اسلام کے فائدہ کے لیے نہ لگاؤ گی اس وقت تک ہم کچھ نہیں کر سکتے"

(الازہار لذوات الخمار صفحہ 39، روزنامہ الفضل آن لائن مورخہ 9 فروری 2023ء)

سامعات! جماعت نے مختلف شعبوں میں جو غیر معمولی ترقی کی ہے۔ ان میں سے ہر شعبہ کا اگر احاطہ کیا جائے تو ہر شعبہ میں احمدی مستورات کے کردار کا معتدبہ حصہ نظر آتا ہے۔ ان شعبوں میں سب سے پہلا اور اہم شعبہ دعا کا شعبہ ہے جس میں ہماری بزرگ خواتین، ہماری ماؤں، ہماری بہنوں، ہماری بیٹیوں نے

لازوال کردار ادا کیا ہے۔ گو جماعت احمدیہ میں مردوں میں بھی بہت دعا گو، صاحب کشف ورؤیا موجود ہیں جن سے اللہ تعالیٰ باتیں کرتا ہے تاہم عورتوں کے پاس دعا کرنے، اللہ کے حضور جھک کر منت سماجت کرنے کے لیے مردوں سے بہت زیادہ وقت ہوتا ہے۔ عورت کے اندر درد خواہ جماعت کا ہو، خلیفہ کے متعلق ہو یا اپنے بچوں کے لیے ہو مردوں سے زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے وہ عبادت میں زیادہ وقت دے سکتی ہیں۔ تہجد، اشراق اور چاشت کے نوافل میں دعائیں کرتیں۔ اللہ کے حضور گڑگڑاتیں، روتی اور منت سماجت کرتی ہیں اور راتوں کے تیروں سے خلیفۃ المسیح کی معاونت کرتی ہیں۔ یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ جماعت کی ترقیات اور فتوحات میں ہماری بہنوں کی رات دن کی دعاؤں کا بہت بڑا حصہ ہے۔

پیاری بہنو! جماعت احمدیہ نے 80 کے قریب قرآن کریم کے مختلف زبانوں میں تراجم کی سعادت پائی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کی کتب، خطابات اور خطبات کے مجموعے جو مختلف زبانوں میں ملتے ہیں وہ اس کے علاوہ ہیں۔ ان تمام میں ہماری پیاری بہنوں کا حصہ ہے۔ سسٹر امینہ، سسٹر قانتہ، سسٹر کفیلہ اور سینکڑوں با علم خواتین کے تعاون سے آج جماعت کے متعلق غیر بھی تسلیم کرتے ہیں کہ جماعت احمدیہ، قرآن کریم کی خدمت کے میدان میں دوسرے فرقوں سے بہت آگے ہے۔

سامعات! جہاں تک جماعت احمدیہ کی ترقی میں مالی قربانی کا تعلق ہے اس میں بھی ہماری مائیں، بہنیں اور ہماری بچیاں نابغہ روزگار ہیں۔ ہاں یہی وہ خواتین ہیں جن کے تعاون اور مالی قربانیوں کی بدولت قرآن کریم کی اشاعت کا سفر آسان ہوا۔ ایم ٹی اے کے اجراء میں احمدی خواتین کی مالی قربانیوں کی بدولت ہم تک امام ہمام کی آواز پہنچنی شروع ہوئی۔ انہی وفا شعار خواتین کی مالی قربانیوں کی بدولت دنیا بھر میں مساجد کا جال بچھا۔ الغرض جماعت کو جس میدان میں بھی مالی قربانی کی ضرورت پیش آئی ان عورتوں نے اپنے زیورات اور اپنی زمینیں اور جائیدادیں جماعت کے نام کر دیں۔

پیاری بہنو! مالی قربانی کو اگر ایک اور زاویہ سے دیکھیں تو نظام وصیت میں اپنی جائیدادوں کا 1/10 حصہ جماعت کی ترقی اور اس کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے وقف ہوتا ہے۔ اس میدان میں بھی عورتیں، مردوں سے سبقت لے جاتی نظر آتی ہیں۔ بہشتی مقبرہ ربوہ یا قادیان اور دنیا بھر میں دیگر قطعاتِ مقبرہ موصیان کا جائزہ لیں تو احمدی خواتین، مردوں کی نسبت تعداد میں زیادہ آسودہ خاک ہیں جنہوں نے نقدی

کے علاوہ اپنے زیور، زمینیں اور دیگر جائیدادوں کا دسواں حصہ جماعت کے لیے وقف کر دیا اور اگر دسویں حصہ سے زیادہ قربانی کا جائزہ لیں تو اس میدان میں بھی عورتیں سبقت لے جاتی نظر آتی ہیں۔

سامعات! جماعت کی ترقی کا ایک اور زاویہ سے بھی جائزہ لیا جا سکتا ہے کہ یہ احمدی خواتین ہی ہیں جو اپنے بطن سے پیدا ہونے والے جگر گوشوں کو خلیفۃ المسیح کی خدمت میں پیش کر دیتی ہیں۔ واقفین نو اور واقفات نو کی تعداد 78 ہزار سے زیادہ ہے۔ مربیان، مبلغین اور معلمین کی تعداد بھی اب ہزاروں میں ہے۔ دیگر واقفین زندگی کی تعداد اس کے علاوہ ہے جس کا کوئی حساب ہی نہیں۔ جماعت میں رضا کارانہ خدمات کا جو نظام ہے اس میں بھی احمدی خواتین کا کردار ہے جن کی تربیت کے پیش نظر ایسے قابل اور مخلص بچے اور بچیاں جماعت کو مل جاتے ہیں جو مختلف شعبوں میں خدمات بجا لا رہے ہیں اور جن کی خدمات کے طفیل جماعت مسلسل ترقی کے زینے طے کر رہی ہے۔

سامعات! یہی وہ رضاکاروں اور واقفین زندگی کی خدمات اور قربانیاں ہیں جن کی بدولت خلافت کا نظام مضبوط سے مضبوط تر ہو رہا ہے۔ جتنا ہمارا نظام خلافت مضبوط ہو گا اتنی ہی جماعت ترقی کرتی جائے گی۔

یہ بات بھی یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ دربار خلافت سے جو بھی آواز بلند ہوتی ہے ہماری بہنیں سَمِعْنَا وَ أَطَعْنَا کہتے ہوئے بازی لے جاتی ہیں۔

پیاری بہنو! علمی میدان دیکھ لیں، ریسرچ سیل کو لے لیں، اخلاقیات، تعلق باللہ، روحانیت کا میدان ہو الغرض ہر میدان میں ہماری بہنوں نے قربانیاں کر کے، اپنا خون پسینہ ایک کر کے اور اپنا قیمتی وقت دے کر تاریخ رقم کی ہے اور غیروں کے سامنے شیرنی کی طرح لپک کر اسلام اور احمدیت کا دفاع کرتی ہیں۔ حتّٰی کہ رسومات کے میدان میں ان سے اجتناب کر کے اسلامی تعلیم کا صحیح چہرہ دنیا کے سامنے رکھتی ہیں۔ جس کی وجہ سے احمدیت کا قد بڑھتا ہے اور روشن چہرہ سب کے سامنے آیا۔

سامعات! جماعت کی ترقیات میں عورتوں کے تعاون کا غیر بھی اعتراف کرتے ہیں۔

جناب عبد الحمید قریشی (نامور صحافی) ”احمدیوں کی آئندہ نسلیں موجودہ نسل سے زیادہ مضبوط اور پُرجوش ہوں گی “کے عنوان کے تحت لجنہ اماء اللہ کو یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

”لجنہ اماء اللہ قادیان احمدیہ خواتین کی انجمن کا نام ہے۔ اس انجمن کے ماتحت ہر جگہ عورتوں کی اصلاحی مجالس قائم کی گئی ہیں اور اس طرح پر ہر وہ تحریک جو مردوں کی طرف سے اٹھتی ہے خواتین کی تائید سے کامیاب بنائی جاتی ہے اس انجمن نے تمام خواتین کو سلسلہ کے مقاصد کے ساتھ عملی طور پر وابستہ کر دیا ہے۔ عورتوں کا ایمان مردوں کی نسبت زیادہ مخلص اور مربوط ہوتا ہے۔ عورتیں مذہبی جوش کو مردوں کی نسبت زیادہ محفوظ رکھ سکتی ہیں۔ لجنہ اماء اللہ کی جس قدر کارگزاریاں اخبار میں چھپ رہی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ احمدیوں کی آئندہ نسلیں موجودہ کی نسبت زیادہ مضبوط اور پُرجوش ہوں گی اور احمدی عورتیں اس چمن کو تازہ دم رکھیں گی جس کا مرور زمانہ کے باعث اپنی قدرتی شادابی اور سرسبزی سے محروم ہونا لازمی تھا۔“

(اخبار تنظیم۔ امرتسر 28 دسمبر 1926ء بحوالہ خلافت وقت کی ضرورت ہے (اغیار کی نظر میں) از حنیف احمد محمود صفحہ 90-100)

پیاری بہنو! یہ ناممکن ہے کہ کسی بھی حسابی قاعدے سے لجنہ کی کارکردگی کا کوئی جائزہ سمیٹ کر ایک مضمون میں پیش کیا جاسکے۔ کوئی بھی میدان لے لیں لجنہ کی مساعی قابل رشک ہیں تعلق باللہ اور عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسی ایسی دل گداز مثالیں ملتی ہیں کہ اگر قبول کرنے والے دل ہوں تو یہی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا بڑا ثبوت ہے کہ یہاں عورتیں بھی صاحب رؤیا و کشوف و الہام ہیں۔ قرآن پاک سے محبت کا عنوان ہو تو کسی کٹیا میں بیٹھی محلے کے احمدی غیر احمدی بچوں کو قرآن مجید پڑھانے والی احمدی خاتون موجود ہے۔

تعلیم القرآن کلاسز تو جماعت کی روایت بن گئی ہیں۔ توکل علی اللہ کی مثال میں اُن ہاجرہ صفت خواتین کو دیکھیے جو اپنے والد، بھائی، شوہر یا بیٹے کو تبلیغ کے لیے اَن دیکھے ملکوں میں بھیجتے ہوئے حوالہ بخدا کرتی ہیں اور صبر کا اعلیٰ نمونہ پیش کر کے اپنے اللہ کو راضی کرتی ہیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خواہش کہ ان کی بیگمات معلمات بنیں سب سے زیادہ حضرت چھوٹی آپا کے وجود میں پوری ہوئی۔ خود علم حاصل کیا اور دوسروں تک پہنچایا۔ آپ کی تنظیمی قابلیت، فن تحریر اور فن تقریر سے ایک عالم فیضیاب ہوا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے قرآن کے تفسیری نوٹس آپ سے لکھوائے جو بہت بڑی سعادت ہے۔

پیاری بہنو! ان خدمات کا اعتراف کرتے اور احمدی عورتوں کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

”ایک کھلا چیلنج ہے تمام دنیا کی خواتین کے لیے احمدی خواتین سی کوئی اور خواتین تولا کر دکھاؤ۔ کتنی عظمت کی زندگی ہے۔ کتنے اعلیٰ مقاصد کے لیے وقف ہیں اور ان کی لذتوں کے معیار بدل چکے ہیں۔ تمہیں جو لذت سنگھار پٹار میں ملتی ہے۔ دکھاوے نمائش اور ناچ گانوں میں ملتی ہے اس سے بہت بہتر اور بہت اعلیٰ درجے کی لذتیں احمدی خواتین کی زندگی کو منور رکھتی ہیں اور ان کے دلوں میں ایسی باقی رہنے والی لذات ہیں جو اس زندگی میں بھی اس کا ساتھ دیتی ہیں اور اُس دنیا میں بھی جہاں تم سب نے مر کر پہنچنا ہے...... احمدی خواتین دنیا میں مثبت اقدام کے طور پر کیا کچھ کر رہی ہیں قوموں کی زندگی میں کتنا بھرپور حصہ لے رہی ہیں اور جیسا کہ میں نے پہلے ہی کہا ہے دنیا بھر کی تمام خواتین سے مقابلہ کر کے دیکھ لیں کہ کسی قوم میں خواتین کی اتنی بھاری تعداد اتنے مثبت اور مفید کاموں میں مصروف دکھائی نہیں دیں گی جیسے کہ احمدی خواتین دکھائی دیتی ہیں اپنے خلفائے کرام کے زیر سایہ صبر و رضائے الٰہی، توکل، زُہد اور تقویٰ کی دولت سے مالامال نہ صرف مردوں کے شانہ بشانہ چلتی جارہی ہیں بلکہ اولادوں کی اعلیٰ تربیت کر کے نئی نسلوں کے ذریعے جماعت کو ایک نئی اور عظیم قوت فراہم کرتی چلی جارہی ہیں۔ آج میں احمدی عورت کو اپنے دائیں بھی لڑتے دیکھ رہا ہوں اور بائیں بھی اور آگے بھی اور پیچھے بھی۔ آج احمدی خواتین بیدار ہو کر اُٹھ کھڑی ہوئی ہیں احمدی خواتین نے ہر میدان میں میرا ساتھ دیا ہے۔ بگڑے ہوئے معاشرے کا بہترین جواب احمدی خواتین ہیں۔“

(الفضل 30 جولائی 1999ء، لجنہ اماء اللہ کے سو سال صفحہ 103)

پیاری بہنو! ہمارے پیارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے لجنہ اماء اللہ کے سو سال پورے ہونے پر 25 دسمبر 2022ء کو فرمایا۔

”آج لجنہ اماء اللہ کی تنظیم کو بنے ہوئے بھی سو سال ہو گئے ہیں۔ لجنہ کو بھی یاد رکھنا چاہیے کہ یہ جائزہ لیں کہ اس سو سال میں کس حد تک لجنہ نے اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کی ہے اور بیعت کا حق ادا کرنے والا اپنے آپ کو بنایا اور کوشش کی ہے اور کس حد تک اپنے بچوں اور اپنی نسل کو بیعت کا حق ادا کرنے اور

حضرت مسیح موعودؑ کے دعاوی سے جوڑنے والا اور ماننے والا بنایا ہے۔ اگر ہم نے اس کے مطابق اپنی نسلوں کی اٹھان کی ہے تو یقیناً لجنہ اماء اللہ کی ممبرات اللہ تعالیٰ کی شکر گزار بندیاں ہیں۔ پس یہ جائزے آج لینے کی ضرورت ہے اور جہاں کمیاں رہ گئی ہیں وہاں ایک عزم کے ساتھ عہد کریں کہ ہم نے لجنہ کی اگلی صدی میں اس عہد کے ساتھ قدم رکھنا ہے کہ ہم اپنی نسلوں کو عہد بیعت کا حق ادا کرنے والا بنائیں گی۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین"

(اختتامی خطاب جلسہ سالانہ قادیان 25، دسمبر 2022ء، لجنہ اماء اللہ کے سو سال صفحہ 87)

مل جائے تم کو دین کی دولت خدا کرے
چمکے فلک پہ تارہ ٔ قسمت خدا کرے
پھیلاؤ سب جہان میں قول رسولؐ کو
حاصل ہو شرق و غرب میں سطوت خدا کرے
سایہ فگن رہے وہ تمہارے وجود پر
شامل رہے خدا کی عنایت خدا کرے



﴿17﴾ ﴿مشاہدات:19﴾

عورتوں کی تعلیم کے بغیر کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی

کہیں تبلیغ کرنی ہو یا پھر تعلیم دینی ہو
ہو کرنی تربیت یا پھر اشاعت دین کرنی ہو
یہ ہر شعبے میں اپنے ہنر کا جوہر دکھاتی ہیں
جگر کے ٹکرے اور سہاگ تک اپنے گنواتی ہیں

آج میری گزارشات کا عنوان لجنہ کا ماٹو **"عورتوں کی تعلیم کے بغیر کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی"** ہے۔

پیاری بہنو! جس طرح ایک گاڑی اس وقت تک ٹھیک نہیں چل سکتی جب تک اس کے دونوں پہیے بالکل درست نہ ہوں اور اگر خفیف سا نقص بھی کسی ایک پہیہ میں پایا جائے تو ایسی گاڑی اچھی طرح چل نہیں سکے گی۔ بعینہٖ یہی حال دنیا میں مرد و عورت کا ہے۔ جب تک یہ دونوں دنیائے عمل میں قدم بقدم اور پہلو بہ پہلو نہ چلیں ان کا ترقی کے زینہ تک پہنچنا مشکل ہے۔ بلکہ جس طرح گاڑی کے ایک طرف کا پہیہ ناقص ہو کر دوسری طرف کے پہیے کے چلنے میں بھی روک ڈال دیتا ہے۔ اسی طرح اگر عورت ترقی کے میدان میں چلنے کے قابل نہ ہو تو مرد کے ترقی کرنے میں روک ہو گی۔

یہ ازلی قانون قوموں اور ملکوں اور خاندانوں میں یکساں طور پر چلتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے عورت کی تعلیم و تربیت پر خاص زور دیا ہے۔ علاوہ اس کے کہ عورت مرد کے کام میں بہت سی سہولت کا باعث بن سکتی ہے۔ عورت کی گود آئندہ نسل کا گہوارہ بھی ہے۔ پس اگر عورتیں اچھی تربیت یافتہ نہ ہوں تو اولاد بھی اچھی اور قابل نہ ہو گی اور جب اولاد اچھی نہ ہوئی تو قوم پروان کس طرح چڑھے گی۔

پیاری بہنو! حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"حقیقت یہی ہے کہ عورتوں کی تعلیم و تربیت کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ مجھے خدا تعالیٰ نے الہاماً فرمایا ہے کہ اگر پچاس فی صدی عورتوں کی اصلاح کر لو تو اسلام کو ترقی حاصل ہو جائے گی۔ گویا خدا تعالیٰ نے اسلام

کی ترقی کو تمہاری اصلاح کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔ جب تک تم اپنی اصلاح نہ کر لو ہمارے مبلغ خواہ کچھ کریں کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔"

(الازہار لذوات الخمار صفحہ 391)

حضور رضی اللہ عنہ عورتوں کو مخاطب کر کے مزید فرماتے ہیں:

"یہ کام ہمارے بس کا نہیں بلکہ یہ کام تمہارے ہی ہاتھوں سے ہو سکتا ہے۔ جب تک ہماری مدد نہ کرو اور ہمارے ساتھ تعاون نہ کرو اور جب تک تم اپنی زندگیوں کو اسلام کے فائدہ کے لیے نہ لگاؤ گی اس وقت تک ہم کچھ نہیں کر سکتے۔"

(الازہار لذاوت الخمار صفحہ 392)

پیاری بہنو! آپؓ نے احمدی مستورات کی مذہبی، تعلیمی، ذہنی، فکری اور عملی ترقی کے لئے لجنہ اماء اللہ کی تنظیم کی بنیاد رکھی۔ آپؓ نے مستورات کو بتلایا کہ وہ بھی بنی نوع انسان کا ایک جزو لا ینفک ہیں اور قوموں کی ترقی و تنزل میں ان کا بھی ہاتھ ہے۔ عورت کی گود آئندہ نسل کا گہوارہ ہے اگر عورتیں نیکی و تقویٰ میں آگے بڑھنے والی ہوں گی تو اولاد بھی نیکی و تقویٰ پر چلنے والی والی ہو گی۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے لجنہ کی تعلیم و تربیت کے لیے جو لائحہ عمل اور اس عالمگیر تحریک کے لیے جو اغراض و مقاصد وضع فرمائے ہیں ان سے بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ کے دل میں عورتوں کی تعلیم و تربیت کا جذبہ کس قدر موجزن تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے لجنہ اماءللہ کے لئے جو نصب العین اور اغراض و مقاصد بیان فرمائے ان میں یہ امور بھی شامل تھے کہ

- اس امر کی ضرورت ہے کہ عورتیں باہم مل کر اپنے علم کو بڑھانے اور دوسروں تک اپنے حاصل کردہ علم کو پہنچانے کی کوشش کریں۔
- اس امر کی ضرورت ہے کہ جلسوں میں اسلام کے مختلف مسائل خصوصاً ان پر جو اس وقت کے حالات کے متعلق ہوں مضامین پڑھے جائیں اور وہ خود اراکین انجمن کے لکھے ہوں تاکہ اس طرح علم کے استعمال کرنے کا ملکہ پیدا ہو۔

- اس امر کی ضرورت ہے کہ علم بڑھانے کے لئے ایسے مضامین پر جنہیں انجمن ضروری سمجھے اسلام کے واقف لوگوں سے لیکچر کروائے جائیں۔

پیاری بہنو! لجنہ اماء اللہ نے جماعت کی علمی ترقی میں جو کردار ادا کیا اس کی ایک جھلک یوں ہے کہ لجنہ اماء اللہ کی پہلی رپورٹ مجلس مشاورت منعقدہ 1924ء کے مطابق قادیان میں چار درس گاہیں کھولی گئیں پھر ان درسگاہوں میں پڑھنے والی آگے پڑھانا شروع کر دیتیں۔ اس طرح قادیان میں ایک تعلیمی انقلاب آگیا۔ گھر گھر میں قرآن پاک تو پہلے بھی پڑھایا جارہا تھا اب باقاعدہ تعلیمی کوائف جمع کیے گئے۔ بڑی عمر کی عورتوں کو بھی اردو پڑھنا اور دستخط کرنا سکھایا گیا۔ اس طرح تعلیم بالغاں کے لیے ایک ایک ممبر کے ذمے ایک خاتون کو پڑھانے کا کام سونپ دیا گیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے 17 / مارچ 1925ء کو دارِ مسیح میں باقاعدہ سکول کا افتتاح فرمایا۔ آپؓ نے فرمایا:

"یہ مدرسہ میرا ایک علمی درخت ہے۔ مجھے مدرسہ خواتین سے خاص طور پر محبت ہے اور میں اس مدرسہ کے لیے تڑپ رکھتا ہوں کہ جس غرض کے لیے جاری کیا گیا ہے وہ پوری ہو یعنی استانیاں تیار ہوں جو اعلیٰ نسلوں کی تربیت کا اعلیٰ نمونہ پیش کر سکیں۔"

(الازھار لذوات الخمار صفحہ 191)

پہلے یہ سکول پرائمری تھا۔ پھر مڈل تک بڑھایا دیا گیا۔ 1931ء میں پہلی دفعہ لڑکیاں انٹرنس کے امتحان میں شریک ہوئیں۔ 1936ء میں اس سکول میں عام مروجہ تعلیم رکھ کر اس کے بعد دو طرح کے نصاب رائج کیے گئے۔ ایک میں مروجہ تعلیم دوسرے میں دینیات اور سلسلہ کا لٹریچر پڑھایا جاتا۔

(استفادہ از سلسلہ احمدیہ صفحہ 380)

پیاری بہنو! حضورؓ نے فروری، مارچ 1923ء میں لجنہ میں تین لیکچرز دیے جن میں علم کی 82 اقسام گنوائیں۔ یہ محیر العقول تفصیل اس غرض کے لیے تھی کہ خواتین اپنے ذوق کے مطابق مضمون کا انتخاب کرلیں۔

حضورؓ طالبات کا بہت خیال رکھتے اور خاص شفقت سے پیش آتے۔ ان کی تعلیمی کاوشوں کو سراہتے۔ آپؓ بنفس نفیس ان کو پڑھاتے اور سلسلے کے جید علمائے کرام کو معلم مقرر فرماتے تھے جو ان طالبات کو پڑھا کر مستقبل کی معلمات تیار کر رہے تھے۔ آپؓ کے ذہن میں عورتوں کو تعلیم دینے کے بہت سے منصوبے تھے۔

خواتین کی علمی و ادبی صلاحیتوں کو جلا دینے کے لیے ایک رسالہ مصباح 15/دسمبر 1926ء کو جاری کیا گیا۔16/ستمبر 1927ء کو امۃ الحیٔ لائبریری قائم کی گئی۔ حضرت سیدہ ام طاہرؓ اس کی انچارج تھیں۔

احمدی مستورات نے علمی اور عملی میدان نہایت تیزی اور عمدگی سے طے کیے۔ لجنہ اماء اللہ کے ابتدائی نصاب اور موجودہ نصاب کا موازنہ کریں تو حیرت ہوتی ہے کہ ہم اس مقام پر کیسے پہنچ گئیں۔ کیسے اتنے بڑے بڑے پروگرام ہو رہے ہیں۔ سب سے بڑا کام مجلس مشاورت کا انعقاد ہے جہاں لجنہ اماء اللہ کی ممبرات شامل ہو کر مستفید ہوتی ہیں۔ جلسے اور اجتماعات، اجلاسات، تربیتی تعلیمی کلاسز، نمائش کا انتظام غرض کہ ماشاء اللہ مستورات ہر کام میں فعال ہیں۔

1923ء اور 1924ء میں لجنہ کو صرف کلمہ باترجمہ، نماز سادہ، یسرنا القرآن اور باترجمہ نماز کی طرف توجہ دلائی جاتی تھی اور جن کو آتا تھا ان کو زیادہ تعلیم دی جاتی تھی۔ جو عورتیں بیعت کرنے آتی تھیں ان کو کلمہ تک نہیں آتا تھا۔

(تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ 128)

پیاری بہنو! حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے عورتوں کے لیے پرائمری کی تعلیم لازمی قرار دی اور فرمایا:

”اگلے سال کے لئے یہی تجویز رکھی جاتی ہے کہ ہر جماعت اس امر کی پابند ہو کہ اس کی تمام عورتوں کو نماز باقاعدہ آتی ہو۔ یعنی وضو کرنا نماز کی حرکات، نماز کے الفاظ پورے طور پر آتے ہوں۔ ابھی ہم ترجمہ کی شرط نہیں لگاتے ہاں جو پڑھ سکیں نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ہے۔ مگر نماز اور اس کے قواعد کلمہ اور اس کے معنی ضرور ہر احمدی عورت کو سکھا دیں۔

(تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ 139)

یہ 1924 کی مجلس مشاورت کے وقت نصاب متعین کیا گیا تھا جبکہ اب موجودہ دور میں نصاب کی تفصیل بیان کریں تو الحمدللہ مستورات کار کردگی اور ترقی پر نازاں و فرحاں ہیں۔ یہ نصاب اب مکمل ترجمۃ القرآن تک پہنچ چکا ہے۔ مکمل باترجمہ نماز، کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام، احادیث اور مقالہ نویسی وغیرہ وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔ ہر سال کوئی نہ کوئی سورۃ حفظ کے لیے مقرر کر دی جاتی ہے۔ جس میں لجنہ اماء اللہ شوق سے حصہ لیتی ہیں اور یاد کر کے سناتی ہیں۔ اسے اجتماع کے موقع پر باقاعدہ مقابلہ میں شامل کیا جاتا ہے اور پوزیشن لینے والی ممبراتِ لجنہ کو انعامات بھی دیے جاتے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ بھی لجنہ اماء اللہ کی ایک بہت بڑی خدمت قرآن ہے کہ اس نے لجنہ کو حفظ کرنے کی تحریک کی کہ وہ اپنے سینے اس نور سے روشن کریں تاکہ دین و دنیا میں کامیابی حاصل کر سکیں۔

اس کے ساتھ ساتھ قرآن کریم کے ترجمہ کرنے میں بھی احمدی مستورات نے اہم کردار ادا کیا۔

پیاری بہنو! مسز ناصرہ زومان آپ ایک ڈچ خاتون تھیں۔ خود قرآن مجید کی برکت سے احمدیت میں داخل ہوئیں۔

1945ء میں لندن میں ایک Translation Bureall نے قرآن مجید کے آخری 300 صفحات کے ترجمہ کے لیے آپ کی خدمات حاصل کیں جو کہ آپ کے لئے ایک عیسائی خاتون ہونے کی وجہ سے بہت مشکل بلکہ ناممکن ہی تھا۔ کیونکہ نظریات کا فرق بہت تھا۔ لیکن بعد میں آپ کو صرف تین سو صفحات ہی نہیں بلکہ پورے قرآن مجید کے ترجمہ کی سعادت مل گئی۔

ایک جرمن احمدی خاتون محترمہ قانتہ خان کا ایک عظیم الشان کارنامہ سویڈش زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ ہے جو رہتی دنیا تک ان کا نام زندہ رکھے گا اور ان کے لیے قیامت تک ثواب کا موجب بھی ہو گا۔

(محسنات صفحہ 52)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے جامعہ نصرت کے سائنس بلاک کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا:

”اے میری عزیز بچیو! بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے آپ پر۔ آپ نے پوری کوشش سے دنیوی علوم حاصل کرنے ہیں اور کسی سے بھی علم میں پیچھے نہیں رہنا۔ مگر آپ کی ہر کوشش کی جہت ایسی ہونی چاہیے جو آپ کو خدا کے قریب کر دے نہ کہ اس سے دور لے جانے کا موجب ہو۔ آپ کا زاویہ نگاہ درست ہونا

چاہیے۔ اگر آپ کی نگاہ کے شیشے میں کوئی نقص نہ ہو گا تو آپ خدا تعالیٰ کی ہر خلق اور ہر چیز میں اس کے حسن و احسان کے جلوے دیکھ سکتی ہیں۔ کیونکہ کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ ہر دن جو چڑھتا ہے اس میں ہم اپنے خدا کے نئے سے نئے جلوے دیکھ سکتے ہیں۔ آپ نے صرف خود ہی حقیقی علم و عرفان حاصل نہیں کرنا بلکہ دنیا کے بچوں کو بھی علم سکھانا ہے۔ پس بڑی ذمہ داری ہے جو آپ پر عائد ہوتی ہے۔ خدا کرے کہ آپ ذمہ داری کو پوری طرح ادا کرنے کی توفیق پائیں۔ پس اپنے زاویہ نگاہ کو درست رکھتے ہوئے علم سیکھو اور بڑھ چڑھ کر سیکھو اور پھر اسے دنیا میں پھیلاؤ اور اس طرح خدا تعالیٰ کے بے شمار فضلوں کے وارث بنتے چلے جاؤ"

(تاریخ احمدیت جلد 28 صفحہ 43)

جلسہ سالانہ انگلستان کے موقع پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ سے انعامات اور میڈل لینے کے لئے احمدی بچوں اور بچیوں کی لمبی قطاریں جماعتی علمی ترقی کی غماز ہیں۔

پیاری بہنو! کیا ہی سچی بات ہے کہ عورت ایک خاموش کارکن ہوتی ہے اس کی مثال اس گلاب کے پھول کی سی ہے جس سے عطر تیار کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم حقیقی طور پر خدا کی خدمتگار کنیزوں کی تنظیم بن سکیں اور ہماری جان اور ہمارے اموال، ہماری اولادیں اور ہمارے جذبات، ہماری کوششیں اور ہمارے احساسات ہمیشہ جماعت کی ترقی کے لئے وقف رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں علمی ترقی عطا کرے تا ہم ہر لحاظ اور ہر معنی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درخت وجود کی سرسبز شاخیں ثابت ہوں۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین



﴿18﴾ ﴿مشاہدات:21﴾

لجنہ اماء اللہ اور خلافت

اے شمعِ خلافت کے پروانوں!
گوش بر آوازِ آقا بن جاؤ
اللہ کرے تا بندہ ہو ہر نسل ہماری
اللہ کرے اخلاص کے بہتے رہیں دھارے
تا عمر خلافت کا ہو سایہ یونہی پھیلا
بیٹھیں جہاں بے تاب ہم اور بچے ہمارے

پیاری بہنو! خدا تعالیٰ کے فضل سے خلفاء کرام کے ہر دور میں خلافت سے وابستہ ہو کر لجنہ اماء اللہ کا یہ قافلہ ترقی کی جانب بڑھتا رہا ہے۔ تاریخ پر نظر ڈالیں تو ممبرات لجنہ نے خلیفہ وقت کی طرف سے پیش کردہ ہر تحریک پر لبیک کہتے ہوئے قربانی کے اعلیٰ نمونے قائم کئے ہیں۔

مالی قربانی ایسی قربانی ہے جو اپنی ضروریات اور اپنی خواہشات کو پس پشت ڈال کر کی جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے ممبرات لجنہ اماء اللہ نے ہر تحریک میں اپنی استطاعت سے بڑھ کر حصہ لیا ہے۔

پیاری بہنو! لجنہ اماء اللہ کے قیام کے بعد سب سے پہلی مالی تحریک جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے احمدی مستورات کیلئے کی گئی وہ مسجد برلن کی تحریک تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 2 فروری 1923ء کو یہ تحریک فرمائی کہ مسجد برلن کی تعمیر احمدی خواتین کے چندہ سے ہو۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا:

”یورپ میں لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ہم میں عورت جانوروں کی طرح سمجھی جاتی ہے۔ جب یورپ کو یہ معلوم ہو گا کہ اس وقت اس شہر میں جو دنیا کا مرکز بن رہا ہے اس میں مسلمان عورتوں نے جرمنی کے نو مسلم بھائیوں کیلئے مسجد تیار کروائی ہے تو...... کس قدر شرمندہ اور حیران ہونگے“

(تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ 96)

پیاری بہنو!! حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے مقررہ مالی قربانی کے اہداف سے بڑھ کر لجنہ اماء اللہ نے قربانی اپنے پیارے خلیفہ کے حضور پیش کی۔
مسجد برلن بعض وجوہات کی بناء پر تعمیر نہ ہو سکی لہذا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فیصلہ فرمایا کہ مسجد برلن کے لئے جمع شدہ رقم مسجد لندن کی تعمیر پر لگا دی جائے۔ اس طرح بفضل اللہ تعالیٰ جو کام مسجد برلن کے لئے تحریک کے ساتھ شروع ہوا تھا وہ مسجد فضل لندن کی شکل میں اختتام پذیر ہوا۔ جو سارے یورپ اور انگلستان میں پہلی مسجد تھی اور ہمیشہ ہمیش کے لئے احمدی خواتین کی تصویری داستان ہے۔ جہاں جہاں اس مسجد کے ذریعہ اسلام کا پیغام پہنچے گا وہ ساتھ ہی اس زمانے کی خواتین کی قربانیوں کی داستان بھی دہرائے گا اور ہر طرف سے ان پر سلامتی کی بارش ہو گی۔ ساتھ ہی یہ مسجد لجنہ اماء اللہ کے خلیفہ وقت کی آواز پر لبیک کہنے کا ایک Symbol بھی ہے۔
پیاری بہنو! مسجد اقصیٰ اور مسجد مبارک قادیان کی توسیع کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 23 دسمبر 1938ء کو ایک تحریک کی کہ ہر کمانے والا دس روپے فی کس کے حساب سے چندہ دے اور جن عورتوں کی کوئی آمدنی نہیں اور بچے بھی صرف ایک پیسہ فی کس چندہ دیں تا کہ جماعت کا کوئی فرد اس ثواب سے محروم نہ رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورتوں کے جذبہ قربانی کا یوں تذکرہ فرمایا:
”جب میں نے اس کے متعلق خطبہ پڑھا تو باوجود یہ کہ میں نے کہہ دیا تھا کہ اس تحریک میں دس روپے سے زیادہ کسی سے نہ لیا جائے گا پھر بھی ایک عورت نے اپنی دو سو روپے کے قریب مالیت کی چوڑیاں اس فنڈ میں داخل کرنے کے لئے مجھے بھیج دی ہیں جو میں نے بزور واپس کیں اور کہا کہ آپ اس میں دس روپے تک ہی دے سکتی ہیں۔“

(تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ 491)

12 مئی 1950ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ربوہ میں خطبہ جمعہ میں مسجد مبارک ہیگ ہالینڈ کے لئے مستورات سے چندہ کی تحریک فرمائی۔ مستورات کے ذمہ 60 ہزار روپے جمع کرنے کی تحریک ہوئی بعد میں خرچ بڑھ گیا تو اس چندے میں کل 1,75,000 روپے خرچ ہوئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے عورتوں کی اس قربانی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ:

”ہالینڈ کی مسجد کے متعلق عورتوں میں تحریک کی گئی تھی۔ انہوں نے مردوں سے زیادہ قربانی کا ثبوت دیا ہے...... اگر اسلامی قانون کو دیکھا جائے تو عورت کی آمد مرد سے آدھی ہونی چاہئے...... پس اگر مردوں نے چالیس ہزار روپیہ دیا تھا تو چاہئے تھا کہ عورتیں بیس ہزار روپیہ دیتیں۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ مردوں نے اگر ایک روپیہ چندہ دیا تو عورتوں نے سوا روپے کے قریب دیا ہے“

(روزنامہ الفضل ربوہ 20 دسمبر 1951ء)

پیاری بہنو! مسجد نصرت جہاں کوپن ہیگن ڈنمارک تیسری مسجد خالصتاً عورتوں کے چندہ سے تعمیر کی گئی۔ 27 دسمبر 1964ء کو لجنہ اماء اللہ مرکزیہ نے قدرتِ ثانیہ کے دورِ ثانی پر 50 سال گزرنے پر بطور نذرانہ ڈنمارک کے دارالخلافہ کوپن ہیگن میں ایک مسجد کی تعمیر کی پیش کش کی۔ اس مسجد کے لئے صرف خواتین نے چھ لاکھ چھ ہزار چھ سو چھبیس کی رقم جمع کر کے عظیم الشان مالی قربانی کا ثبوت فراہم کیا۔

25 دسمبر 1972ء کو لجنہ اماء اللہ کے قیام پر پچاس سال کا جشن منانے کے لئے صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ ربوہ نے 1968ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر لجنہ اماء اللہ کی طرف سے ایک لاکھ روپے کی رقم حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں پیش کئے جانے کی تحریک کی۔ علاوہ ازیں ایک وسیع دفتر لجنہ تعمیر کیا جائے نیز لجنہ اماء اللہ کی پچاس سالہ تاریخ لکھی جائے۔ اس تحریک کو ”تحریک خاص“ کا نام دیا گیا۔ حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے لجنہ عالمگیر کی طرف سے دو لاکھ روپے کا گراں قدر عطیہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور نے یہ رقم جدید پریس میں لگانے کا ارشاد فرمایا تھا تا کہ اس پریس میں ہمیشہ کے لئے قرآن مجید چھپتا رہے اور ثواب لجنہ اماء اللہ کو ملتا رہے۔

”صد سالہ جوبلی فنڈ“ کے نام سے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 1973ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر ایک عالمگیر منصوبہ کا اعلان فرمایا تا کہ جماعت احمدیہ اپنا سو سالہ جشن شایان شان طریق سے منا سکے۔ حسب معمول اس فنڈ میں مردوں کے شانہ بشانہ خواتین نے بھی جوش و خروش سے حصہ لیا اور یہ ثابت کر دیا کہ ثبات قدم کے ساتھ مالی قربانیوں کے میدان میں مسابقت کی روح لئے ہوئے رواں دواں ہیں۔

پیاری بہنو! خلافتِ ثالثہ کے دور میں پہلا لجنہ وناصرات کے اجتماع اکتوبر 1966ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا:

"لجنہ اماء اللہ کا قیام اس غرض سے ہے کہ تا احمدی مستورات اور احمدی بہنیں اپنی زندگی منظّم ہو کر اس طرح گزاریں کہ ان کے قدم ہمیشہ جنّت کی زمین کو چومنے والے ہوں اور جہنم کی زمین اور جہنم کی آگ اور اس کی تپش اور اس کی تکالیف کا جھونکا تک بھی ان تک نہ پہنچنے پائے۔ خلافتِ ثالثہ میں ہونیوالے چند انقلابی اقدام جن کا اعلان حضورؒ نے پہلے اجتماع میں اور اسکے بعد کچھ مواقع پر فرمایا، قارئین کے سامنے رکھے جاتے ہیں۔ 1. جماعتِ احمدیہ کے لئے اشاعتِ اسلام اور قرآنِ کریم کی اشاعت کے لئے مجاہدہ کے بہت سے میدان ہیں جن کے لئے ہر احمدی مرد اور عورت سے وقف کی قربانی مانگتے ہیں 2. اور چاہتے ہیں کہ وہ ہمیں ہر میدان میں کچھ ایسے فدائی اور جاں نثار مہیا کریں 3...... آپ ان کو ایسے رنگ میں پالیں اور تربیت دیں کہ وہ میدانِ مجاہدہ میں بے نفسی، فدائیت اور ایثار کے ساتھ کو دیں 4...... اپنے بچوں کو اٹھنی ماہوار دینے کی طرف بھی توجہ دلائیں۔ حضورؒ نے اس موقع پر قرآن کریم سیکھنے سکھانے سمجھنے اور دوسروں کو سمجھانے کے قابل بنانے کے متعلق بھی اپنی مہم کا ذکر فرمایا 5. حضورؒ نے مزید فرمایا: اپنی زندگیوں میں سے ان رسوم کو اور بد عادات کو یکسر اور یک قلم مٹادیں۔ 6. تمہاری زندگی میں کوئی اسراف نہیں ہونا چاہئے۔ (تاریخ لجنہ جلد سوم، صفحہ 410-411)

1969ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ناصرات کو قرآن حفظ کرنے کی تحریک کی۔ افرادِ جماعت کے ساتھ لجنہ کو بھی سورہ بقرہ کی ابتدائی سترہ آیات یاد کرنے کی تحریک کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دور میں بہت سے بیرون از پاکستان دورے کئے گئے۔ جن میں، مغربی افریقہ، امریکہ، ماریشس، سویڈن، ڈنمارک، ناروے، انگلینڈ کے ممالک شامل ہیں۔ حضورؒ جس ملک میں بھی گئے لجنہ کے ساتھ خصوصی خطاب فرمائے اور لجنہ اماء اللہ کو بد رسوم سے دوری، قرآن سیکھنے اور سکھانے پر بچوں کی تربیت اور پردے پر بھرپور نصائح فرمائیں۔ لجنہ اماء اللہ نے اپنے پیارے امام کی تمام تحریکات میں پورے جوو جذبہ اور اخلاص سے حصہ لیا۔

پیاری بہنو! حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کو جب پاکستان کے مخدوش حالت کے سبب انگلستان ہجرت کرنی پڑی تو لجنہ اماء اللہ نے اس وقت بھی خلافت کے ساتھ اطاعت اور وفاداری کی تاریخی مثالیں قائم کی ہیں۔ اور حضور نے یورپ میں دو مراکز قائم کرنے کی تحریک فرمائی

تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے لجنہ اماء اللہ نے حضور کی آواز پر لَبَّیْكَ کہتے ہوئے اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور احمدی بچیوں نے اپنی گُلّیاں توڑ کر مالی قربانی کی۔

خلافتِ رابعہ میں تراجم کی طرف خاص توجہ تھی۔ مختلف زبانوں میں لجنہ نے مسلسل رواں ترجمہ کی طرف توجہ دی۔ نوجوان لڑکیوں اور بڑی عمر کی لجنہ نے بھی رواں خطابات اور خطبات کا ترجمہ کرنے میں محنت اور لگن سے مہارت حاصل کی اور جماعت کی خدمت میں لگی رہیں۔ بہت سی کتب، تفسیر القرآن اور قرآن کے جزوی طور پر تراجم کرنے کی سعادت لجنہ کے حصہ میں آئی۔ امریکہ کی خواتین کی ایک ٹیم کو حضور نے دیباچہ تفسیر القرآن کا انڈیکس تیار کرنے کا کام دیا۔ پرتگالی زبان میں ایک خاتون محترمہ امینہ صاحبہ (برازیل) نے صد سالہ جشنِ تشکر کے سلسلے میں شاندار کام کرنے کی مثال قائم کی اور پرتگالی زبان میں قرآن پاک کا ترجمہ مکمل کیا۔ اس عظیم کام پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان خاتون کو پہلی احمدی مشنری خاتون کے لقب سے نوازا۔ لجنہ غانا کے متعلق بھی حضورؒ نے فرمایا کہ

”میں غانا لجنہ کے اس کام سے بہت خوش ہوں بہت عمدگی سے لجنات اور بچوں کی خدمت کر رہی ہیں۔ خصوصاً غانا میں مشرق سے لے کر مغرب تک یہ کام ہو رہا ہے“

(محسنات صفحہ 53-54)

پیاری بہنو! اس کے علاوہ ہومیو پیتھی کتاب کی تصنیف بھی حضورؒ کے ارشاد پر لجنہ لندن نے کی۔ خلافتِ رابعہ میں وقفِ نو کی تحریک کا اعلان کیا گیا۔ جس میں نو بیاہتا بچیوں اور دیگر خواتین نے جماعت کی ضرورت کو سمجھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے نئے پیدا ہونے والے بچوں کو وقف نو کی تحریک میں شامل کیا۔ اس تحریک کے ذیل میں سینکڑوں بچیاں وقف نو کی تحریک میں شامل ہوئیں اور ہو رہی ہیں۔ خلافتِ رابعہ کے اور بہت سے احسانات کے ساتھ لجنہ اماء اللہ پر ایک اور بڑا احسان مریم شادی فنڈ کی تحریک کا ہے۔ اس تحریک سے سینکڑوں بچیوں کے جہیز بنائے گئے۔ اللہ کے فضل سے یہ کام ہمیشہ جاری رہے گا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے جرمنی میں 1992ء میں خواتین سے خطاب میں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا:

”میں نے اپنے دور میں جو تحریکیں کی ہیں، ان کے نتیجے میں میں جانتا ہوں کہ اتنی عظیم الشان قربانیاں احمدی خواتین نے کی ہیں اور خاموشی کے ساتھ کی ہیں، بعض دفعہ ان کے خط پڑھتے ہوئے آنکھوں میں آنسو آجایا کرتے تھے، میں دعا کیا کرتا تھا کہ کاش! میری اولاد میں سے بھی ایسی بیٹیاں ہوں۔ جو اس شان کے ساتھ اس پیار کے ساتھ اللہ کے حضور اپنا سب کچھ پیش کر دینے والی ہوں۔“

پیاری بہنو! اللہ کے فضل سے اب جماعت احمدیہ پر دوسری قدرت کے پانچویں مظہر کا سایہ ہے۔ لجنہ اماء اللہ تمام دنیا میں ایک مضبوط تنظیم بن کر دو سو سے زائد ممالک میں پھیل چکی ہے، جو قدم قدم چلتے چلتے ایک ادارہ بن چکی ہے۔ حضرت مرزا مسرور احمد ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی توجہ مسلسل اس ادارے کے ساتھ ہے۔ وہ بچیاں جو خلافتِ رابعہ کی تحریک سے وقف نو بنیں اور بن رہی ہیں ان کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔ اب ان بچیوں کی ساری ذمّے داری خلافت خامسہ کے کاندھوں پر ہے۔ مسلسل نظام کے تحت ان سے رابطہ اور انکو آئندہ زندگی

کے لئے guide بھی کیا جاتا ہے اور ان کی تعلیم و تربیت پر زیادہ زور دیا جاتا ہے اور پیشہ کا انتخاب بھی خلیفہ کے مشورے اور اجازت سے ہوتا ہے۔ اب تک کی جو تحریکات جاری ہو چکی ہیں، ان کو احسن طریق سے جاری رکھنا اور ترقی دینا بھی حضور انور کے عظیم کاموں میں سے ایک ہے۔ لجنہ اور واقفاتِ نو بچیوں کے رسالہ جات کا اجرا کیا گیا، حضور انور نے لجنہ اور ناصرات کے لئے ترتیل القرآن آن لائن کا اجرا بھی کیا تا کہ دور دراز کے ممالک میں بیٹھی لجنہ مربیان سے ترجمہ اور ترتیل سیکھ سکیں۔ حضور انور نے لجنات کو انفرادی اور ذاتی کتب لکھنے کی نہ صرف اجازت دی بلکہ حوصلہ افزائی بھی فرمائی۔

پیاری بہنو! حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے لجنہ اماء اللہ برطانیہ اور دنیا بھر کی لجنہ و ناصرات کے ساتھ ہمیشہ سے ہی شفیق باپ والا سلوک رکھا۔ بذریعہ خطوط بھی اور ملاقات بھی، خصوصاً چھوٹی عمر کی لجنہ جن کو اپنی زندگی کے فیصلوں کے لئے خلیفہ وقت کی راہنمائی اور نصائح کی ضرورت ہوتی ہے۔ حضور انور نے COVID-19 کے دنوں میں دنیا بھر کے بیشتر ممالک سے لجنہ و ناصرات کی آن لائن سوال و جواب

کی میٹنگز کیں۔ لجنات و ناصرات کے لئے ایسے حالات میں اپنے پیارے خلیفہ سے ملاقات ایک نعمتِ غیر مترقبہ سے کم نہیں تھی۔

حضور ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

''نئی نسل کی تربیت کی ذمے داری ماؤں پر ہوتی ہے۔ بلکہ بچے کی پیدائش سے پہلے ہی یہ ذمے داری شروع ہو جاتی ہے کیونکہ جب بچے کی پیدائش کی امید ہو مائیں اگر اس وقت سے ہی دعائیں شروع کر دیں اور ایک تڑپ کے ساتھ دعائیں شروع کر دیں تو پھر وہ دعائیں اس بچے کی تمام زندگی تک جوانی سے لے کر بڑھاپے تک اس کا ساتھ دیتی ہیں''

(خطاب جلسہ سالانہ ہالینڈ 2004ء)

حضور ایدہ اللہ نے لجنہ کے لئے بہت سی تربیتی تحریکات کا اعلان کیا ان میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

بد رسوم ترک کرنے کی تحریک فرماتے ہوئے فرمایا:

''عورتوں کو ان باتوں کا خیال رکھنا چاہئے کہ صرف اپنے علاقہ یا ملک کی رسموں کے پیچھے نہ چل پڑیں۔ بلکہ جہاں بھی ایسی رسمیں دیکھیں، جس میں ہلکا سا بھی شرک کا شائبہ ہوتا ہو ان سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔''

ان کے علاوہ حضور نے لجنہ اماء اللہ کو شادی بیاہ کے موقع پر لغویات سے بچنے کی تحریک اور جادو اور ٹونے ٹوٹکے سے بچنے کی تحریکات بھی کیں۔

پیاری بہنو! ناروے میں ایک مسجد کے لئے جگہ خریدی گئی مگر کچھ وجوہات کی بنا پر اس پر کام نہ ہو سکا تو حضور نے ایک خطبہ میں فرمایا کہ ''یاد رکھیں اگر آج آپ نے یہ موقع ضائع کر دیا تو آج نہیں تو کل جماعتِ احمدیہ کی کئی مساجد اس ملک میں بن جائیں گیں۔ لیکن احمدیت کی آئندہ نسلیں اس جگہ سے گزرتے ہوئے اس طرح یاد کریں گیں کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں جماعت کو مسجد بنانے کا موقع ملا۔ لیکن اس وقت کے لوگوں نے اپنی ذمے داریوں کو ادا نہ کیا۔

(الفضل 14 فروری 2006ء)

اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیفہ کی بات میں اتنا اثر ڈالا کہ ناروے کی لجنہ جو اس وقت محض چار سو کے لگ بھگ ہو گی اور ان میں سے جاب کرنے والی ممبرات کُل تجنید کی نصف سے بھی کم ہو نگیں نے حضور کے اس فرمان کو چیلنج سمجھ کر قبول کیا، ایسے جیسے لجنہ اماء اللہ ناروے کے دل و دماغ میں کرنٹ دوڑ گیا ہو۔ نو بیاہتا لڑکیوں نے اپنا سارے کا سارا زیور مسجد کے لئے دے دیا، صرف یہی نہیں سال بھر میں مختلف قسم کے پروگرامز کر کے کھانے بنا، بنا کر بیچے۔ لجنہ اماء اللہ کی قربانیاں اور محنتیں رنگ لے آئیں اور 2010ء میں اللہ کے فضل سے مسجد مکمل ہو گئی۔

سامعات! یہ وہ چند تحریکات کا ذکر تھا جن میں لجنہ اماء اللہ نے خلیفۂ وقت کی محبت اور اطاعت کے جذبہ سے سرشار ہو کر ایثار و قربانی کے بے مثال نمونے دکھائے۔

پیاری بہنو! آخر میں حضور انور ایدہ اللہ کے دو اقتباس پیش کر کے اپنی گزارشات کو ختم کرتی ہوں۔

گوئٹے مالا کے جلسہ سالانہ 2013ء کے موقع پر اپنے پیغام میں نصیحت کرتے ہوئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

" میں یہ بھی نصیحت کرتا ہوں کہ خلافت اور نظام خلافت کے ساتھ اخلاص و وفا کا تعلق پیدا کریں۔ آج اسلام کا غلبہ خلافت احمدیہ کے ساتھ وابستہ ہو چکا ہے۔ اس لئے اس مقدس و بابرکت نظام کے معین ومددگار بن جائیں اور آنے والی نسلوں کو بھی نظام خلافت کے ساتھ وابستہ کرنے کی ہر ممکن جدوجہد کریں۔"

(روزنامہ الفضل 14 مارچ 2014ء)

ہمارے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ نے خلافت جوبلی 2008ء کے موقع پر اپنے خطاب میں فرمایا کہ

"میری تو بہت عرصہ پہلے خدا تعالیٰ نے یہ تسلی کروائی ہوئی ہے کہ اس دور میں وفاداروں کو خدا تعالیٰ خود اپنی جناب سے تیار کرتا رہے گا۔ پس آگے بڑھیں اور اپنے ایمان اور اعمال صالحہ کا محاسبہ کرتے ہوئے آپ میں سے ہر ایک ان بابرکت وجودوں میں شامل ہو جائے جن کو خدا تعالیٰ خلافت کی حفاظت کے لئے خود اپنی جناب سے ننگی تلوار بنا کر کھڑا کرے گا"

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو پیارے خلیفۃ المسیح کی ہر آواز اور ہر تحریک پر لبیک کہنے اور پورے اخلاص سے عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین



﴿19﴾ ﴿مشاہدات:22﴾

لجنہ کی تنظیم بھائی چارے کا ایک جذبہ پیدا کرتی ہے

اسلام کی خدمت سے معمور کیا ہم کو
پھر اس پہ بتا دی ہے اک عادتِ فرزانہ
یکجہتی ہو گر ہم میں کام آتی ہیں تدبیریں
ہو سچی لگن اپنی اور سوچ بھی پیرانہ

آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **لجنہ کی تنظیم بھائی چارے کا ایک جذبہ پیدا کرتی ہے۔**

پیاری بہنو! اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ اِخۡوَۃٌ (الحجرات:11)

کہ مومن تو بھائی بھائی ہیں۔

اسلام وہ آفاقی مذہب ہے جس کی اساس احترام انسانیت اور آپس کے بھائی چارے پر ہے۔ انسانی حقوق کا جتنا پاس اسلامی تعلیمات میں ملتا ہے اس کی مثال، اس کی نظیر اور کسی تعلیم میں نہیں ہے۔ اسلام سے قبل معاشرہ خلفشار اور افتراق کا شکار تھا۔ ہر طرف ظَهَرَ الۡفَسَادُ فِي الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ کا دور دورہ تھا۔ احترام آدمیت کا نام ونشان تک نہ تھا۔ مگر آنحضور ﷺ کی بعثت کے بعد اسی معاشرہ میں بسنے والے لوگ بااخلاق ہوتے گئے، باخدا بنے اور خدا نما ہوتے گئے۔ طبقاتی نظام ختم ہوا اور آنحضور ﷺ نے ان تمام کو بھائی بھائی بنادیا۔

حدیث مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مومن دوسرے مومن کے لیے عمارت کی مانند ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو تقویت پہنچا رہا ہوتا ہے۔ پھر آپؐ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو

دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں خوب اچھی طرح سے پیوست کر کے (یوں بنا کر) بتایا کہ ایک حصہ دوسرے کے لیے اس طرح تقویت کا باعث ہوتا ہے۔ (صحیح بخاری۔کتاب الصلوٰۃ)

پیاری بہنو! حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان والوں کے آپس کے تعلقات اور اُخوت و محبت کو ایک جسم کے مختلف اعضاء سے تشبیہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: تُو مومنوں کو ان کے آپس کے رحم، محبت و شفقت کرنے میں ایک جسم کی طرح دیکھے گا۔ جب جسم کا ایک عضو بیمار ہوتا ہے۔ اس کا سارا جسم اس کے لئے بے خوابی اور بخار میں مبتلا رہتا ہے۔

(صحیح بخاری۔کتاب الادب)

پھر اللہ تعالیٰ مومنین کو مخاطب کرتے ہوئے مزید فرماتا ہے۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا (ال عمران :104)

اور اللہ کی رسّی کو سب کے سب مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ نہ کرو اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں کو آپس میں باندھ دیا اور پھر اس کی نعمت سے تم بھائی بھائی ہو گئے۔

معزز سامعات! اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کی ہدایت اور وحدت کا ذریعہ حبل اللہ کی صورت میں اتارا ہے۔ یہ حبل اللہ کیا ہے؟ اس سے مراد دینِ اسلام اور محمد رسول اللہ ﷺ کا مقدس وجود بھی ہے اور مسیح پاک ؑ کا وجود بھی جن کو آنحضرت ﷺ کی غلامی میں ساری دنیا کے لئے مبعوث کیا گیا۔ جنہوں نے اپنی پاکیزہ تعلیم میں ہمیں نصیحت کی

”تم اگر چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو تم باہم ایسے ایک ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ میں سے دو بھائی۔ تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے اور بدبخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا۔“

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 12-13)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”میری تو یہ حالت ہے کہ اگر کسی کو درد ہوتا ہو اور میں نماز میں مصروف ہوں۔ میرے کان میں اس کی آواز پہنچ جاوے تو میں یہ چاہتا ہوں کہ نماز توڑ کر بھی اگر اس کو فائدہ پہنچا سکتا ہوں تو فائدہ پہنچاؤں اور جہاں تک ممکن ہے اس سے ہمدردی کروں۔ یہ اخلاق کے خلاف ہے کہ کسی بھائی کی مصیبت اور تکلیف میں اس کا ساتھ نہ دیا جاوے۔“

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 82-83)

پیاری بہنو! پھر اس سے مراد خلافت احمدیہ بھی ہے جس کے ساتھ ایک مضبوط تعلق ہماری ترقی، وحدت کا واحد ذریعہ ہے۔

اور اسی کی بدولت جماعت کی خواتین کو ایک ایسا انتظامی ڈھانچہ ملا جس نے جماعت کو مضبوط بنیادوں پر استوار کیا۔ کیونکہ خواتین کسی بھی معاشرے میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہیں۔اس لئے حضرت مصلح موعودؓ نے لجنہ کی تنظیم کی بنیاد رکھتے ہوئے فرمایا

”اس امر کی ضرورت ہے کہ جماعت میں وحدت کی روح قائم رکھنے کے لئے جو بھی خلیفۂ وقت ہو اس کی تیار کردہ سکیم کے مطابق اور اس کی ترقی کو مدنظر رکھ کر تمام کارروائیاں ہوں۔

اس امر کی ضرورت ہے کہ تم اتحادِ جماعت کے بڑھانے کے لئے ایسی ہی کوشاں رہو جیسے کہ ہر مسلمان کا فرض قرآن کریم، آنحضرت **صلی اللہ علیہ وسلم** اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے مقرر فرمایا ہے اور اس کے لئے ہر قربانی کو تیار ہو۔“

آج بلاشبہ تنظیم لجنہ پوری جانفشانی کے ساتھ ان مقاصد کے حصول کے لئے بلا تخصیص رنگ و نسل، قوم وملت، زبان و کلچر وحدت کی لڑی میں جڑ کر بہترین خدمات سر انجام دے رہی ہے۔اس کا عملی اظہار ہمیں جماعتی اجلاسات، میٹنگز اجتماعات اور جلسہ سالانہ میں بارہا دیکھنے کو ملتا ہے۔

پیاری بہنو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرے کے امن و سکون کو قائم رکھنے اور محبت اور پیار اور بھائی چارے کو بڑھانے کے لیے بہت ساری نصائح فرمائی ہیں ایک موقع پر فرمایا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ اس پر ظلم نہیں کرتا اور نہ ہی اسے اکیلا اور تنہا چھوڑتا ہے۔ فرمایا جو شخص اپنے بھائی کی حاجت

روائی میں لگا رہتا ہے اس کی ضروریات پورا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجات پوری کر دیتا ہے اور جس نے کسی مسلمان کی مصیبت کو دور کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے مصائب میں سے ایک مصیبت اس کی کم کر دے گا اور جو کسی کی ستاری کرتا ہے پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی ستاری فرمائے گا۔

(صحیح البخاری کتاب المظالم)

معزز سامعات! اس مادیت اور نفسا نفسی کے دور میں جہاں پر بسا اوقات ہمیں انسانیت سے گرے ہوئے معیار دیکھنے کو ملتے ہیں جنہوں نے انفرادی سطح پر گھروں اور اجتماعی طور پر معاشروں کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج احمدی خواتین نہ صرف اپنی آئندہ نسلوں کی بہترین رنگ میں تربیت کرنے والی ہیں بلکہ تنظیم لجنہ اماء اللہ کے تحت مختلف شعبہ جات میں ایک دوسرے کے ساتھ امداد باہمی سے فلاح و بہبود کے کاموں میں نہایت موئثر کردار ادا کر رہی ہیں جو کہ بھائی چارے کی ایک عمدہ مثال ہے۔ خلافت احمدیہ کے پلیٹ فارم پر اور لجنہ اماء اللہ کے عَلم تلے دنیا بھر کی لاکھوں ممبرات لجنہ اور ناصرات متحد ہیں۔ ان کی آواز ایک ہے، ان کے عزائم ایک ہیں، ان کا نعرہ ایک ہے اور ایک ہی قسم کا روحانی نوالہ لے کر پھول پھل رہی ہیں۔ اپنے اللہ سے پیار کرنے والیاں، اپنے پیارے رسول حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو حرز جان جاننے والیاں اور اپنے روحانی باپ خلیفۃ المسیح سے یکجائی طور پر پیار ازا لینے والیاں آج دنیا میں غالب آنے کا عزم لئے ایک قافلہ کے تحت آگے بڑھ رہی ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”لجنہ کی تنظیم کے قیام سے آپ کو، احمدی عورت کو اللہ تعالیٰ نے وہ مواقع میسر فرما دیے جہاں آپ اپنے علم اور تجربے سے دوسروں کو بھی فائدہ پہنچا سکتی ہیں اور اپنی صلاحیتوں اور اہلیتوں کو مزید چمکا سکتی ہیں۔ پس اس موقع سے فائدہ اٹھائیں۔“

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم مزید آپس میں اخوت اور بھائی چارہ کے نظام کو فروغ دیں۔ ایک دوسرے کے لئے قربانی اور ایثار کرنا سیکھیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہمیشہ خلافت کے زیر سایہ اس حبل اللہ کو تھامے رکھنے کی توفیق عطا فرمائے تا کہ ہمارے دلوں میں تفرقہ نہ پیدا ہو۔ آمین۔



﴿20﴾ ﴿مشاہدات:23﴾

سوشل میڈیا کا استعمال اور لجنہ کی ذمہ داریاں

پیاری بہنو! آج مجھے **سوشل میڈیا کے استعمال اور لجنہ کی ذمہ داریوں** پر گفتگو کرنی ہے۔

آج کے سائنس، انفارمیشن اور ٹیکنالوجی کے دور میں انسان نے دماغ کو استعمال میں لاکر اپنی سہولت اور آسائش کی خاطر ایسی ایجادات کرلی ہیں کہ ایک بٹن دبانے سے یہ تمام سہولتیں ایک باندی کی طرح ہاتھ باندھ کر انسان کے سامنے آکھڑی ہوتی ہیں۔ جہاں ان سہولتوں نے انسان کے لئے زندگی کا سفر آسان کردیا ہے وہاں ان کے غلط، بے جا اور ضرورت سے زیادہ استعمال نے انسان کی جسمانی اور روحانی صحت جیسے اخلاقیات پر تبر کا کام کیا ہے۔

ہم مثال کے طور پر الیکٹرانک مصنوعات کو پیش کرسکتے ہیں۔ جن کی ایجاد سے انسان کو بے پناہ سہولتیں ملی ہیں مگر وہ انسان کی مادی صحت کے ساتھ ساتھ اخلاقیات اور روحانیت کو تباہ کر رہی ہیں۔ ان میں سے ایک موبائل فون ہے۔ وائی فائی اور انٹرنیٹ ہے۔ گوگل اور فیس بک جیسے مہلک ہتھیار ہیں جو ایک انسان کو دیمک کی طرح چاٹ رہے ہیں ان سب کے مجموعے کو سوشل میڈیا کا نام دیا گیا ہے۔ ان تمام کی ایجاد نے پوری دنیا کو "گلوبل ویلیج" بنا دیا ہے۔ آپ اپنے کمرے میں بیٹھے پوری دنیا میں جہاں چاہیں، جب چاہیں، جس سے چاہیں فوراً اپنے عزیز واقارب سے رابطہ کرسکتے ہیں۔ دوسروں کی خیریت اور حال احوال دریافت کرسکتے ہیں اور اپنی خیریت سے مطلع بھی کرسکتے ہیں۔

اس مادی آرام اور سہولت کے ساتھ ساتھ اس ایجاد نے انسان کی ذہنی مصروفیات میں بے پناہ اضافہ کر دِیا ہے اور بسا اوقات انسان اپنے موبائل سیٹ میں یا اُس کے فنکشنز اور اپنے دیگر Gadgets میں اس قدر گم ہوتا ہے کہ ساتھ بیٹھے آدمی کو وقت بھی نہیں دے پارہا ہوتا۔ بلکہ آج کل ایک لطیفہ واٹس ایپ پر گردش کر رہا ہے کہ ایک آدمی اپنے موبائل میں گُم پڑوسی کے گھر داخل ہو کر کھانا طلب کرتا ہے ادھر پڑوسن اپنے موبائل میں گُم بغیر دیکھے اپنا خاوند سمجھتے ہوئے پوچھتی ہے کہ آپ دفتر سے جلدی آ گئے۔ ابھی یہ

دونوں میں مکالمہ چل رہا تھا کہ گھر کا اصل مالک اپنے موبائل پر چیٹنگ کرتا گھر میں داخل ہوتا اور اپنے پڑوسی کو گھر میں پا کر فوراً sorry بولتا اور یہ کہتا اپنے ہی گھر سے باہر چلا جاتا ہے کہ یہ تو پڑوسی کا گھر لگتا ہے۔

سامعات! الغرض یہ ہم لوگوں نے اس کو عادت ہی بنالیا ہے اور یہ ہمارے لوگوں میں اتنا رچ بس گیا ہے کہ جب بھی ہم گھر سے باہر جانے لگتے ہیں تو جس طرح مرد حضرات اپنے Wallets کو ساتھ رکھنا ضروری سمجھتے ہیں وہاں موبائل فون پر فوراً ہاتھ پڑتا ہے۔ خواتین باہر جانے کے لئے اپنے پرس کو جب پکڑتی ہیں تو فوراً موبائل کی طرف بھی دھیان جاتا ہے۔ اسی طرح طالب علم جب اسکول یا کالج جانے کے لئے کتب و کاپیاں اکٹھی کر رہا ہوتا ہے تو اپنے موبائل فون سیٹ کو بھی اپنی کتب کا حصہ سمجھتے ہوئے پہلے ان کو ساتھ رکھتا ہے۔ حتیٰ کہ انسان اور موبائل کا ایک ایسا رشتہ قائم ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کے لیے جب وضو کر کے ٹوپی کو پکڑتا ہے تو ساتھ ہی موبائل کو جیب میں ڈالتا ہے اور بسا اوقات اُسے Silent کرنا بھی بھول جاتا ہے اور نماز کے دوران ہی جب وہ اس دنیا سے منقطع ہو کر اپنے خالق حقیقی کے دربار میں پہنچا ہوتا ہے موبائل بول اٹھتا ہے اور اگر نماز باجماعت ادا ہو رہی ہو تو اپنی نماز کے علاوہ دیگر نمازیوں کی نماز میں بھی خلل واقع ہوتا ہے۔ جبکہ ہمارے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک موقع پر نوجوانوں کو توجہ دلائی تھی کہ بیوت الذکر میں آتے وقت اپنے موبائل فون گھر چھوڑ کر آیا کریں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک موقع پر فرمایا کہ:

”نمازوں کے دوران اپنے موبائل فون بند رکھیں۔ بعضوں کو عادت ہوتی ہے کہ فون۔ لے کر نمازوں پر آجاتے ہیں اور پھر جب گھنٹیاں بجنا شروع ہوتی ہیں تو بالکل توجہ ہٹ جاتی ہے نماز سے۔“

(خطبات مسرور جلد 1 صفحہ 195)

پیاری بہنو! آج وقت کی رعایت سے مَیں سوشل میڈیا میں سے موبائل فون کے ہی نقصانات اور فوائد پر روشنی ڈالوں گی۔ نقصانات میں سے پہلے جسمانی صحت کے حوالہ سے جو نقصان ہیں ان کا ذکر کروں گی۔ اخبارات، رسائل اور جرائد کا اگر مطالعہ کریں تو نئی تحقیق کے مطابق فون کے زیادہ استعمال سے اس کی

ریڈیائی شعاعیں کانوں پر بداثرات ڈالتی ہیں۔ دل کے مریضوں کے لئے اس کا زیادہ استعمال مناسب نہیں اور یہ دماغی کینسر کا بھی موجب بنتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

پیاری بہنو! موبائل فون سے جہاں تک شعاعیں (Rays) اور لہریں (Waves) نکلنے کا تعلق ہے یہ وہی شعاعیں ہیں جو مائیکروویو میں کھانا گرم کرتے وقت نکلتی ہیں اور یہ بات ثابت شدہ امر ہے کہ مائیکروویو کی شعاعوں کی وجہ سے اس برتن کو اس کی گرمائی کی وجہ سے ہاتھ نہیں لگتا جس میں کھانا گرم کیا جاتا ہے۔ بعینہٖ موبائل فون سے نکلنے والی شعاعیں جسم کی حسیات کے درجہ حرارت کو بڑھا دیتی ہیں۔ انسان کے سر میں گرمی کے اثرات بڑھ جاتے ہیں اور اس کے ساتھ خون کا دباؤ بھی بڑھنے لگتا ہے۔ چونکہ انسان کے سر کے بعض حصے باقی حصوں سے زیادہ حساس ہوتے ہیں اس لئے درجہ حرارت کے بڑھنے سے وہ زیادہ متاثر ہوتے ہیں جیسے Nerve Fiber وغیرہ۔ ایک تحقیق کے مطابق پانچ منٹ سے زائد لگاتار فون استعمال کرنے سے انسانی خلیوں میں درجہ حرارت اتنا بڑھ جاتا ہے کہ اس کی وجہ سے سر درد، متلی، بے قاعدگی، ذہنی تناؤ، دل کا دھڑکنا، نظام انہضام کی خرابی کے ساتھ ساتھ یادداشت بھی متاثر ہو سکتی ہے۔ نیز سر کی جلد پر جلن یا خارش بھی محسوس ہوتی ہے الغرض ذہنی دباؤ بڑھ جاتا ہے اور مختلف عوارض جنم لیتے ہیں۔

سامعات! موبائل فون سے نکلنے والی تیز شعاعیں جہاں جسم کے دوسرے حصوں پر اثر انداز ہو رہی ہوتی ہیں وہاں حس سماعت بھی متاثر ہوتی ہے۔ جو لوگ موسیقی کو جنون کی حد تک پسند کرتے ہیں یا واک مین کے ذریعہ موسیقی کثرت سے سنتے ہیں ان کی حس سماعت متاثر ہونے کے مواقع بڑھ جاتے ہیں ایسے افراد جن کا ٹاک ٹائم کم ہو وہ ان بیماریوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ موبائل کی شعاعیں موبائل کی ساخت پر منحصر ہیں موبائل جتنے زیادہ فنکشنز والا یا پیچیدہ ساخت کا ہو گا اتنی ہی زیادہ شعاعیں اس میں سے خارج ہوں گی۔ کہا جاتا ہے کہ جن لوگوں کا موبائل فون پر گفتگو کا دورانیہ دن بھر میں آٹھ گھنٹوں سے زائد ہو وہ جلد ہی اس کے مضر اثرات کا شکار ہونے لگتے ہیں اور موبائل فون کے سبب سے ہونے والے سرطان کی شرح پانچ فیصد سے زائد ہے۔ برطانوی ریسرچ کے مطابق 10 سال تک انسان کے قویٰ فون کا کثرت سے استعمال برداشت کر جاتے ہیں مگر اس کے بعد فون کا دیر تک استعمال بیماری کے خطرے کو بڑھا دیتا ہے اور بہرہ پن کے اثرات ظاہر ہونے شروع ہو جاتے ہیں یا ایک کان میں شور سنائی دینے لگتا ہے۔

یہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ موبائل فون کی شعاعیں انسانی خلیوں کو نقصان پہنچاتی ہیں اور چونکہ دماغ کا کچھ حصہ موبائل فون کی مائیکر وویو شعاعوں کے براہ۔راست سامنے ہوتا ہے اس لئے اس حصہ کے متاثر ہونے کے خطرات بڑھ جاتے ہیں۔ سویڈش ریسرچرز نے اس امر کا تجربہ چوہوں پر کیا ہے اور دو گھنٹے تک ان کو جب مائیکر وویو شعاعوں میں رکھا گیا تو ان کے دماغ کے ان خلیوں میں توڑ پھوڑ کا عمل دیکھا گیا جو یادداشت سیکھنے کے عمل اور نقل و حرکت سے تعلق رکھتے ہیں۔

سامعات! ایک تحقیق کے مطابق موبائل فون کے استعمال سے بلڈ پریشر کا بھی بڑھ جانے کا احتمال رہتا ہے اور اگر آدھ گھنٹہ سے زائد موبائل فون کا استعمال کیا جائے تو الیکٹر و میگنیٹنگ فیلڈ موبائل فون سے پیدا ہوتی ہیں جس کی وجہ سے بلڈ پریشر میں اضافہ ہو جاتا ہے اور یہ اضافہ کسی شخص کو سڑوک یا دل کے حملے کے لئے بھی کافی ہوتا ہے۔

بلڈ پریشر کے بڑھنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ موبائل کی موجودگی میں انسان کو سکون میسر نہیں۔ باوجود اکیلا اور تنہا ہونے کے کسی وقت اس کے سیٹ سے آواز آنے لگے تو اسے اس کا جواب دینا پڑتا ہے چاہے رات ہی کا وقت کیوں نہ ہو اور یوں اس کی نیند پوری نہیں ہو پاتی اور یہ بے آرامی جسم میں تناؤ کا باعث بنتی ہے جو بلڈ پریشر کے بڑھنے پر منتج ہوتی ہے۔

پیاری بہنو! ہر چیز کے دو پہلو ہوتے ہیں ایک مثبت اور ایک منفی یقیناً موبائل فون بھی اس قانون کی زد میں ہے اور لاتعداد فوائد کے باوجود یہ اپنے اندر اس قدر بھیانک نقصانات لئے ہوئے ہے کہ الامان والحفیظ۔

اس کے نقصانات کا ایک اہم پہلو اخلاقی قدروں کا بڑی تیزی سے گرنا بھی ہے۔ اس کے ذریعہ ایک طرف دنیا ''گلوبل ویلج'' بن گئی ہے اور دُور بیٹھے، رشتہ۔داروں کی دُوریوں کو سمیٹ کر رکھ دیا ہے۔ مگر دوسری طرف انسان آدم بیزار سا ہو کر رہ گیا ہے۔ گھر میں بیٹھا انسان بالخصوص نوجوان اپنے موبائل سیٹ سے کھیلتا رہے گا۔ SMS یا WhatsApp میسج بھیجنے میں مصروف نظر آئے گا اور گھر میں بسنے والے دیگر افراد سے بات کرنا گوارا نہ کرے گا۔ اگر ماں کوئی کام کہہ دے تو بوجھل دل کے ساتھ کرنے کے لئے قدم آگے بڑھائے گا اور یوں معاشرہ عدم۔ اطاعت، عدم تعاون اور عدم مودت کا شکار بھی ہو رہا ہے۔

معزز سامعات! ہمارے معاشرے میں یہ رواج راہ پا گیا ہے کہ والدین محض اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے لئے اور اپنے اسٹیٹس کا اظہار کرنے کے لئے اپنے teenage بچوں اور بچیوں کو موبائل سیٹ خرید دیتے ہیں اور بسا اوقات دیکھا گیا ہے کہ امیر لوگ اپنے چھوٹے بچوں کو کھلونوں کی جگہ موبائل فون خرید کر دیتے ہیں۔ ذرا تصور کریں کہ وہ اپنے بچوں کو کیا پیغام دینا چاہتے ہیں۔ جو فوائد کی جگہ نقصان پر منتج ہوتا ہے۔ بچوں کے مطالبے تو نا سمجھی کے باعث ہوتے ہیں والدین ان کو اس کا عادی نہ بنائیں کہ وہ ضد اور خود مختاری کو انتہا تک پہنچا دیں اور جب جوان ہوں تو والدین ان کے سامنے اُف تک نہ کر سکیں۔ اگر ہر کام، ہر قول، ہر فعل وقت کی مناسبت سے ہو اور حدود میں رہ کر کیا جائے تو یقیناً والدین اور اولاد دونوں کی سکون، باہمی محبت واحترام اور شفقت کے سایہ تلے پُرامن اور پُر وقار زندگیاں گزرتی ہیں لہٰذا والدین کو چاہئے کہ بچوں کو چھوٹی عمر میں موبائل سیٹ خرید کر دینے سے پرہیز کریں۔ بچہ اس عمر میں کچا ذہن رکھتا ہے اور کمپنیوں کے نت نئے سستے پیکجز دیکھ کر فوراً انہیں اپنانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہی پیکجز روحانی اور اخلاقی تباہی کا باعث بن رہے ہوتے ہیں۔

سامعات! یہاں مَیں یہ بھی بتاتی چلوں کہ چھوٹی عمر میں فون کا استعمال جسمانی صحت کے لئے بھی زیادہ نقصان دہ ہے چونکہ یہ عمر نشوونما کی ہوتی ہے اور توانائی کی تیز شعاعیں بڑھنے اور پھلنے پھولنے والے دماغ پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ ان امور کو مدنظر رکھ کر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

”آج کل یورپ میں موبائل فون پر SMS کا بڑا رواج ہے۔ خصوصاً تیرہ چودہ سال کی عمر کے ہر بچے نے فون ہاتھ میں رکھا ہوتا ہے اور ٹیکسٹ کر رہے ہوتے ہیں۔ آہستہ آہستہ پھر یہ دوستیاں بڑھتی چلی جاتی ہیں، اس سے بھی بچنے کی کوشش کریں۔ آہستہ آہستہ یہ چیزیں انسان کو لغویات کی طرف لے جاتی ہیں۔“

(مشعل راہ جلد 5 حصہ چہارم صفحہ 48)

SMS کے حوالے سے کمپنیاں آئے دن نئے اور سستے پیکج متعارف کرواتی رہتی ہیں اور جس کی وجہ سے خطوط کی جگہ میسجز (Messages) نے لے لی ہے اور اتنی کثرت سے SMS ہو رہے ہیں کہ ایک اخباری رپورٹ کے مطابق کچھ سال پہلے پاکستانی عوام نے ایک ارب 20 کروڑ جیسی ایک خطیر رقم صرف SMS پر خرچ کر دی اور روز بروز یہ چیز بڑھ رہی ہے اور نوجوانوں نے اپنے دوستوں اور عزیزوں کے

موبائل فونز کی فہرست بنا رکھی ہے اور ایک میسج لکھ کر اپنے موبائل سیٹ کو ایک دفعہ میں تمام عزیز دوست جاننے والوں کے نام کمانڈ دے دیتے ہیں اور ایک ایک کر کے یہ پیغام تمام کو پہنچ رہا ہوتا ہے اور SMS کلچر کی بدولت غیر اخلاقی SMS کو فروغ ملا ہے جو نوجوانوں کے اخلاق کو بُری طرح سے تباہ کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ ان کی عادتوں کو بُری طرح بگاڑ رہا ہے۔ جھوٹ، فریب کاری کے رجحان میں اضافہ ہوا ہے۔ لڑکے لڑکیاں بن کر لڑکیوں کو میسجز کرنے لگے ہیں۔ نشے کی حد تک یہ بات نوجوانوں میں بڑھ رہی ہے۔ طالب علم جو کلاس روم میں بیٹھے لیکچر سننے کی بجائے میسجز بھجوانے میں مصروف ہوتے ہیں اور وقت کے ضیاع کے ساتھ ساتھ ان کے اخلاق بھی تباہ ہو رہے ہیں۔ ایسی ہی بہت سی خرافات فیس بک اور واٹس ایپ پر بھی جاری ہیں۔

پیاری بہنو! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک خطبہ میں نوجوان بچیوں کو خطبہ کے دوران Message بھیجنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"گزشتہ جمعہ کی یہاں کی رپورٹ مجھے ملی کہ بعض بچیاں خطبے کے دوران اپنے اپنے موبائل پر یا تو ٹیکسٹ میسیجز (Text Messages) بھیج رہی تھیں اور یا باتیں کر رہی تھیں اور اس طرح دوسروں کا خطبہ جمعہ بھی خراب کر رہی تھیں جو وہ سن نہیں سکیں۔ یہی شکایت بعض چھوٹے بچوں کے بارے میں آتی ہے۔ آجکل ہر ایک کو ماں باپ نے موبائل پکڑا دیئے ہیں۔ حکم تو یہ ہے کہ اگر خطبہ کے دوران کوئی بات کرے اور اسے روکنا ہو تو ہاتھ کے اشارے سے روکو کیونکہ خطبہ بھی نماز کا حصہ ہے۔ یہ بظاہر چھوٹی باتیں ہیں لیکن بڑی اہمیت کی حامل ہیں اس لئے ان کا خیال رکھنا چاہئے۔ اگر کسی نے اتنی ضروری پیغام رسانی کرنی ہے یا فون کرنا ہے کہ جمعہ کے تقدّس کا بھی احساس نہیں اور مسجد کے تقدّس کا بھی احساس نہیں تو پھر گھر بیٹھنا چاہئے۔ دوسروں کو ڈسٹرب نہیں کرنا چاہئے۔ عورتوں کا گھر میں نماز پڑھنا اس بات سے زیادہ بہتر ہے کہ مسجد آکر دوسروں کی نمازیں خراب کی جائیں۔"

(خطبات مسرور جلد 5 صفحہ 150)

پھر ایک اور موقع پر فرمایا:

”آج کل Text Message کارواج چل نکلا ہے یہ بھی سوائے جاننے والوں کے کہیں نہیں ہونا چاہیے بعض اوقات سہیلیاں آگے نمبر دے دیتی ہیں اس لئے اس امر کی طرف بھی توجہ کی ضرورت ہے۔“

(الفضل انٹر نیشنل 7/جولائی تا 13/جولائی 2006ء صفحہ 10 کالم 2)

بعض ملکوں میں عموماً اور ایشیا کے ترقی پذیر ممالک میں خصوصاً Tweet اور Re-Tweet کرنے کا رواج زور پکڑ رہا ہے۔ غور کریں تو ان میں زیادہ تر غیر ضروری ٹویٹ ہوتے ہیں۔ لوگ بغیر سوچے سمجھے ان کو Re-Tweet کر دیتے ہیں۔ اس طرح نہ صرف وقت کا ضیاع ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات اس ٹویٹ سے اختلاف رکھنے والے میدان میں اتر آتے ہیں اور ایک لایعنی بحث کا آغاز ہو جاتا ہے جس میں اکثر اخلاق، آداب گفتگو اور حیا کے پہلوں کو یکسر فراموش کر دیا جاتا ہے۔ ایسی لغویات سے ہمیشہ بچنا چاہیے۔

قرآن کریم نے مومنین کی جو صفات بیان فرمائی ہیں ان میں ایک صفت اَلَّذِیۡنَ ھُمۡ عَنِ اللَّغۡوِ مُعۡرِضُوۡنَ (المؤمنون:4) بھی بیان فرمائی ہے کہ وہ جو لغو سے اعراض کرنے والے ہیں۔

بعض لوگوں نے موبائل فون کا اچھا اور خوبصورت استعمال بھی کیا ہے۔ عیدین اور دیگر خوشی کے مواقع پر دعاؤں بھری مبارکبادیں ارسال کرتے ہیں۔ کسی کی وفات یا بیماری پر عیادت کر لیتے ہیں۔ جماعت احمدیہ میں بعض نوجوانوں کو میں نے دیکھا ہے کہ حضرت صاحب کے خطبہ کو چند فقرات میں لکھ کر اپنے دوستوں کو بھجوا دیتے ہیں۔ کوئی قرآنی حکم بھجوایا جاسکتا ہے۔ اگر کوئی اہم Event ہو تو اس کی اطلاع کر دیتے ہیں۔ یہ ایک اچھا خوشکن اقدام ہے اور یوں احباب جماعت میں کمیونیکیشن گیپ نہیں آتا اور ہر فرد جماعت رابطے میں رہتا ہے۔

آج کل کے موبائل سیٹس میں ایسے فنکشنز آ گئے ہیں کہ میموری فنکشن اور ریکارڈنگ سسٹم کے ذریعہ قرآن مکمل باترجمہ Feed کیا جاسکتا ہے۔ صحاح ستہ کی تمام کتب اس میں ریکارڈ ہو سکتی ہیں نیز جماعت احمدیہ اور خلافت کے حوالہ سے نظموں کو محفوظ کر کے لطف اندوز ہوا جاسکتا ہے۔ اپنے دفتر میں، دوران سفر آپ MTA سن اور دیکھ سکتے ہیں۔ اپنے پیارے امام ایدہ اللہ تعالی کا خطبہ Live بھی سن سکتے ہیں۔ جماعتی اجلاسات و میٹنگ کی اطلاع SMS کے ذریعہ بھجوائی جاسکتی ہیں اور یوں جو اندیشے اور

خطرات موبائل فون کے ساتھ ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ اپنے اس سیٹ کو خدا اور اس کے رسول کے تابع کر کے خطوات الشیاطین پر چلنے سے محفوظ رہا جا سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کا مقصد بھی خدا تعالیٰ کی حکومت کو دنیا میں قائم کرنا اور شیطان کی حکومت کو دنیا سے مٹا کر ایک نئی زمین اور نیا آسمان بنانا ہے۔

سامعات! ہم پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکومت کو قائم اور مستحکم کرنے کے لئے اپنی سمتوں کو درست کریں اور الیکٹرانک مصنوعات کے نقصانات اور ان کے منفی اثرات سے اپنے آپ کو اور اپنی نسلوں کو بچانے کے لئے بھرپور سعی کریں اور اپنے امام ہمام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے تمام فرمودات اور نصائح کو حرز جان بنائیں اور لغویات سے اپنے آپ کو دور رکھیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ تربیتی مسائل کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

"لجنہ کے پاس تو ایک آسانی ہے گھروں میں جا سکتی ہیں۔ ایک ایسی ٹیم بنائیں جو قابل اعتبار ممبرات پر مشتمل ہو بعض تربیتی مسائل اُٹھ رہے ہیں جن کا آپ لوگوں کو پتہ ہی نہیں چلتا۔ ایسی ٹیم یہ جائزہ بھی لے لے۔ Internet پر رابطے، فون پر رابطے، PCO وغیرہ یہ سب جگہیں ذہن میں ہونی چاہئیں۔ لڑکیاں ٹیوشن کے لئے اکیلی نہ جائیں۔ جہاں اکٹھے ٹیوشن سنٹر ہوں وہاں نہ جائیں۔ ایسے سنٹر اگر پتہ لگیں تو خدام الاحمدیہ اور صدر عمومی کے علم میں لا کر اصلاح کی کوشش کریں۔ برقعوں میں حد سے زیادہ فیشن کے رجحان کو بھی کم کریں۔"

پھر ایک اور مقام پر اس کے مضر پہلوؤں سے بچنے کی طرف یوں توجہ دلائی:

"علم میں اضافے کے لئے انٹرنیٹ کی ایجاد کو استعمال کریں۔ یہ نہیں ہے کہ یا اعتراض والی ویب سائٹس تلاش کرتے رہیں یا انٹرنیٹ پر بیٹھ کر مستقل باتیں کرتے رہیں۔ آجکل چیٹنگ (Chatting) جسے کہتے ہیں۔ بعض دفعہ یہ چیٹنگ مجلسوں کی شکل اختیار کر جاتی ہے۔ اس میں بھی پھر لوگوں پر الزام تراشیاں بھی ہو رہی ہوتی ہیں، لوگوں کا مذاق بھی اڑایا جا رہا ہوتا ہے تو یہ بھی ایک وسیع پیمانے پر مجلس کی ایک شکل بن چکی ہے اس لئے اس سے بھی بچنا چاہئے۔"

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 595)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سوشل میڈیا کے غلط اثرات سے محفوظ رکھے اور اسلام کی حقیقی تعلیم پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین



﴿21﴾ ﴿مشاہدات:24﴾

بدرسوم کے خلاف جہاد اور لجنہ کی ذمہ داری

ہم نے خدا کے واسطے خود کو ہے بھلایا
ہم نے مسیح وقت کے سمجھے ہیں اشارے
قربان کئے رشتے سبھی دین کی خاطر
بھائی ہو وہ بیٹا ہو وہ شوہر ہوں پیارے

پیاری بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ بدرسوم کے خلاف جہاد اور لجنہ کی ذمہ داری

جب بھی بدرسوم کے متعلق بات ہوتی ہے تو مجھے ایک احمدی باعلم اور صاحبِ قلم، شاعر و ادیب خاتون کی رسومات اور بدعات کے حوالے سے ایک مقولہ ”لوگ کیا کہیں گے؟“ یاد آنے لگتا ہے کہ اگر ہم یہ رسم بجا نہ لائے تو لوگ کیا کہیں گے۔ معاشرے میں ہماری عزت دو کوڑی کی نہیں رہے گی۔ اپنی عزت بچاتے بچاتے اور صرف اپنی موم کی ناک اونچی رکھنے کے لئے ایسا کر جاتے ہیں۔

پھر ایک قبر کے کتبہ پر لکھا دیکھا کہ ”ساری زندگی اسی فکر میں گزر جاتی ہے کہ لوگ کیا کہیں گے؟ آخر میں لوگ صرف اتنا ہی کہتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ“

دراصل کتبہ پر لکھے ان الفاظ میں انسان کی اصلیت اور آخری انجام بیان ہوا ہے۔ انسان کی تو اوقات ہی یہ ہے کہ وہ جب پیدا ہوا تو کپڑوں کے بغیر تھا اور وفات کے بعد بھی صرف اَن سلے دو کپڑوں میں واپسی کی راہ لیتا ہے، اس کا ساز و سامان، اس کا زر و دولت، اس کی جائیداد اور مال و متاع کسی کام نہیں آتا۔ ہاں اگر کام آئیں گے تو اس کے اعمال و اخلاق۔ اگر اچھے ہوئے تو جنت میں لے جائیں گے اور اگر بُرے ہوئے تو بغرض علاج جہنم کے ہسپتال میں داخل کر دیا جائے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اصل بات یہ ہے کہ جبتک اللہ تعالےٰ کسی کی آنکھ نہ کھولے آنکھ کُھلتی نہیں۔ ان لوگوں نے دین صرف چند رسُوم کا نام سمجھ رکھا ہے حالانکہ دین رسُوم کا نام نہیں ہے۔ ایک زمانہ وہ ہوتا ہے جبکہ یہ باتیں محض رسم اور عادت کے طور پر سمجھی جاتی ہیں۔ یہ لوگ اسی قسم کے ہو رہے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جن کو نماز اور روزہ سکھایا گیا تھا ان کا اَور مذاق تھا وہ حقیقت کو لیتے تھے اور اسی لئے جلد مستفیض ہوتے تھے۔ پھر مدت کے بعد وہی نماز اور روزہ جو اعلیٰ درجہ کی طہارت اور خدارسی کا ذریعہ تھا ایک رسم اور عادت سمجھا گیا۔ پس اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ انسان اصل امر دین کو جو مغز ہے تلاش کرے۔''

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 448-449 ایڈیشن 1984ء)

پھر آپ رسومات بجالانے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ فَمَنۡ كَانَ يَرۡجُوۡا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلۡيَعۡمَلۡ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشۡرِكۡ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا (پ 16 رکوع 3) عمل صالح سے یہاں یہ مراد ہے کہ اس میں کسی قسم کی بدی کی آمیزش نہ ہو۔ صلاحیت ہی صلاحیت ہو۔ نہ عُجب ہو۔ نہ کبر ہو۔ نہ نخوت ہو۔ نہ تکبر ہو۔ نہ نفسانی اغراض کا حصّہ ہو۔ نہ رو بخلق ہو۔ حتّٰی کہ دوزخ اور بہشت کی خواہش بھی نہ ہو۔ صرف خدا تعالےٰ کی محبت سے وہ عمل صادر ہو۔''

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 107 ایڈیشن 1984ء)

پھر حضور علیہ السلام رسومات بجالانے والوں کو متنبہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''رسومات کی بجا آوری میں آنحضرت ﷺ کی صرف مخالفت ہی نہیں ہے بلکہ ان کی ہتک بھی کی جاتی ہے اور وہ اس طرح سے کہ گویا آنحضرت ﷺ کے کلام کو کافی نہیں سمجھا جاتا اگر کافی خیال کرتے تو اپنی طرف سے رسومات کے گھڑنے کی کیوں ضرورت پڑتی''

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 316)

پس ہمیں روز مرہ زندگی گزارنے کے لئے اسلامی تعلیم کے مطابق عمل بجالانے کی ضرورت ہے۔ یہ خیال ذہن میں ہرگز نہ آئے کہ اگر یہ رسم نہ کی تو لوگ کیا کہیں گے؟

پیاری بہنو! آئیں! دیکھیں کہ بدعت اور رسم ہے کیا؟ آنحضور ﷺ فرماتے ہیں:

اِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَخَیْرُ الْھُدٰی ھُدٰی مُحَمَّدٍ وَشَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَکُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ

(مسلم کتاب الجمع)

کہ بہترین بات اللہ کی کتاب ہے۔ بہترین طریق محمدؐ کا طریق ہے۔ بدترین فعل دین میں نئی نئی بدعات کو پیدا کرنا ہے۔ ہر بدعت گمراہی کی طرف لے جاتی ہے۔

آنحضرت ﷺ کے یہ الفاظ بعض خطبات نبویؐ میں ملتے ہیں جیسا کہ روایات میں آیا ہے کہ آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ

اِنَّ اَصْدَقَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَاِنَّ اَفْضَلَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ وَّشَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَکُلُّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ وَکُلُّ ضَلَالَۃٍ فِی النَّارِ

(نسائی کتاب صلوٰۃ العیدین و احمد مسند جابر بن عبد اللہ)

کہ بے شک سب سے سچی بات اللہ کی کتاب ہے اور سب سے افضل سنت محمد مصطفیٰ ﷺ کا طریق ہے اور سب سے بری بات نئی چیزیں ایجاد کرنا ہے۔ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر گمراہی آگ میں (لے جاتی) ہے۔

آنحضور ﷺ نے اُمت میں آخری زمانہ میں بدعات کے پھیل جانے کا ذکر کر کے امت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِی وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِینَ الْمَھْدِیینَ، عَضُّوا عَلَیْھَا بِالنَّوَاجِذِ کہ تم ان نازک حالات میں میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کی پیروی کرنا۔ اسے پکڑ لینا۔ دانتوں سے مضبوط گرفت میں کر لینا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے احمدیت میں داخلے کے لئے جو 10 شرائط مقرر فرمائیں۔ ان میں سے تیسری شرط یوں ہے۔

"یہ کہ اتباع رسم و متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائے گا اور قرآن کریم کی حکومت کو بکلی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قال اللہ و قال الرسولؐ کو اپنے ہر ایک راہ میں دستورالعمل قرار دے گا۔"

پیاری بہنو! گو معاشرے میں مختلف شعبوں میں رسومات پائی جاتی ہیں۔ اس مختصر سے وقت میں ان تمام پر گفتگو مشکل ہے۔ وقت کی رعایت سے صرف شادی بیاہ کے حوالے سے چند ایک کا ذکر کروں گی۔

مہندی کی رسم معاشرہ میں شادی کی تقریب سے بھی زیادہ اہمیت اختیار کر گئی ہے گویا شادی سے الگ ایک فنکشن ہے۔ جس کے لئے الگ دعوتی کارڈ ''رسم حنا'' کے نام پر تقسیم کیا جاتا ہے۔ تقسیم کرنے والے خود اس کا نام ''رسم'' رکھ کر گویا اقرار کر رہے ہوتے ہیں کہ یہ ایک ''رسم'' ہے جس کا اسلام کی تعلیم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا''شادی کے موقع پر مہندی اور اس کے ساتھ متعلقہ جملہ رسوم جو رائج ہیں ہمارے نزدیک غیر اسلامی ہیں۔ ہماری جماعت کو اس سے بچنا چاہئے۔''

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا فی ذاتہٖ مہندی میں قباحت نہیں کہ بچی کی سہیلیاں اکٹھی ہوں اور خوشیاں منائیں لیکن اس کو رسم بنانا۔ دولہا کی طرف سے بارات بنا کر بطور وفد کے حاضر ہونا قباحتیں پیدا کرتا ہے جو سوسائٹی پر بوجھ ہے جس سے آگے لغویات کا آغاز ہوتا ہے۔

سامعات! آج کل ویڈیو کا زمانہ ہے اور اس ویڈیو کے ذریعہ بہت سی قباحتیں پھیلتی ہیں اور آغاز ہی اس قباحت سے ہوتا ہے کہ ایک غیر محرم فرد کو ویڈیو بنانے کی دعوت دی جاتی ہے۔ پھر وہ ڈبنگ اور مکسنگ کے لئے اپنے سنٹر لے کر جاتا ہے تو وہاں اس کے دوست وغیرہ دیکھتے ہیں اور پھر کیسٹ جب تیار ہو کر گھروں میں آتی ہے وہاں کئی ایسے عزیز و اقارب غیر محرم نوجوان جن سے پردہ کرنے کا حکم ہے وہ ویڈیو دیکھتے ہیں اور یوں حیادار بچیوں کی بے پردگی ہوتی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اس سلسلہ میں ایک دفعہ ہدایت دیتے ہوئے فرمایا:

''جو قباحتیں راہ پکڑ رہی ہیں۔ اُن میں بے پردگی کا عام رحجان ہے جو یقیناً احکام شریعت کی حدود کو پھلانگنے کے قریب ہو چکا ہے اور شادی والوں کی اس معاملہ میں بے حسی کو بھی ظاہر کرتا ہے''

بے پردگی کے حوالہ سے یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ نوجوان بچیاں (جو بالعموم پردہ کرتی ہیں) دولہا کے استقبال کے لئے اس پر پتیاں نچھاور کرنے کے لئے باہر سڑک پر آجاتی ہیں۔ یا فنکشن پر آنے جانے کے

لئے اپنی گاڑی یاConveyanceتک خواتین آجاتی ہیں تو پردہ کا بالعموم خیال نہیں رکھا جاتا۔اس طرف بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

سامعات! تقریب رخصتی میں تلاوت، نظم اور دُعا ایک بہت اچھی اور پیاری عادت ہے۔ مگر جس بچی کو دُعا کے ساتھ رخصت کرنے کے لئے یہ محفل سجائی جاتی ہے وہ بچی بالعموم بیوٹی پارلر سے واپس نہیں آئی ہوتی کہ دُعا ہو جاتی ہے۔بچی کو دُعاؤں کے ساتھ رخصت کرنے کے لئے بچی کی اس فنکشن میں موجودگی ضروری ہے اور جب بچی تیار ہو کر آئے تو اس کے پردے کا بھی مناسب انتظام ہونا چاہئے۔

سامعات! پھر شادی بیاہ کے موقع پر وقت کا ضیاع بے دریغ کیا جاتا ہے۔ آج کے دَور میں جماعت کا وقت بہت قیمتی وقت ہے بہت سے دوست احباب اپنے قیمتی وقت سے کچھ حصہ نکال کر حاضر ہوتے ہیں اور اگر آدھ گھنٹہ کی ہی تاخیر ہو تو عملاً وہ آدھ گھنٹہ کا ضیاع نہیں بلکہ اگر اس تقریب میں 50افراد شامل ہیں تو احباب جماعت کے یہ 25 گھنٹے کا ضیاع ہے اور وہ اس کو مختلف جماعتی خدمات میں صرف کر سکتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تو الہاماً فرمایا گیا تھا۔اَنْتَ الشَّیْخُ الْمَسِیْحُ الَّذِیْ لَا یُضَاعُ وَقْتُہٗ کہ تو وہ بزرگ مسیح ہے کہ جس کا وقت ضائع نہیں کیا جائے گا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اب..... بعض تو شادیاں کر رہے ہیں۔ بعض بطور مہمان مدعو ہوں گے۔ ہم سب کو ان مواقع پر اسلام کی تعلیم کو مدنظر رکھنا ہو گا اور رسومات سے دور رہ کر آنحضور ﷺ کی اتباع کر کے خدا تعالیٰ کا محبوب بندہ بنا جاسکتا ہے۔“

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کی اتباع کے ذریعہ اپنے انعامات کا ذکر اپنی معرکۃ آراء کتاب حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں:

”اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک قربانی مانگتا ہے۔وہ قربانی کیا ہے یہی کہ ہم اپنی خواہشات اور جذبات کی گردن پر چھری پھیرتے ہوئے اپنی زندگیاں، رسومات اور تکلفات سے پاک ہو کر محض اپنے خالق کی خاطر گزارنے لگ جائیں۔ گمراہ کن تہذیب کو الوداع کہہ کر اپنے خالق کی خاطر گزارنے لگ جائیں۔ گمراہ کن تہذیب کو الوداع کہہ کر اپنے آپ کو اس تہذیب کے زیور سے آراستہ و پیراستہ کر لیں۔جو

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی قائم کردہ تہذیب ہے۔ اپنے جذبات دیرینہ خاندانی عادات اور برادری کی روایات کی قربانی کرکے ایک نیا آسمان اور نئی زمین بنائیں"

ایک نیا آسمان اور نئی زمین کے قیام کے لئے ہمارے بزرگوں اور آباء واجداد نے اپنے جذبات، خواہشات اور برادری کی روایات کی قربانی بھی کی۔ انہی قربانیوں سے متاثر ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایاہے:

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مے ان کو ساقی نے پلا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِی

لیکن آج کے مادی دور میں آپس کے میل جول، دنیا کے ایک ویلج بن جانے، میڈیا کی آزادی، ٹی وی کے اَن گنت چینلز، انٹرنیٹ اور رسائل و جرائد کی کثرت کی وجہ سے دیکھا دیکھی بعض حرکات و سکنات، محدثات ہماری زندگیوں کا حصہ بنتے جارہے ہیں۔ ان سے پرہیز چاہئے۔

پیاری بہنو! شادی بیاہ پر بے پردگی کا کچھ کر آئی ہوں۔ اس کا آغاز بیوٹی پارلرز سے ہوتا ہے۔ شادی بیاہ کے موقع پر یہ سمجھا جانے لگا ہے کہ اگر پردہ میں کسی حد تک نرمی بھی ہوجائے تو خیر ہے۔ اسی لئے بیوٹی پارلرز سے تیاری کے بعد فوٹو سیشن کروانا، اپنی گاڑی تک آنا اور پھر اُتر کر شادی ہال یا مارکی تک بے پردہ جانا یہ بے پردگی کے زمرہ میں آتا ہے۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بعض اوقات خواتین ناواقفیت میں شادی کے مواقع پر بے پردہ ہو کر ہال، پنڈال یا مارکی سے باہر بلکہ سڑک پر آکر بارات کا استقبال کررہی ہوتی ہیں اور دولہے اور باراتی خواتین پر گل باشی بھی کرتی ہیں۔

پھر کھانا غیر مرد بیروں کے ذریعہ serve کروانا بھی بے پردگی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اور بعد میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس طرف توجہ دلائی ہے کہ اپنے اپنے ہاں احمدی بچیاں فوٹو گرافی سیکھیں جو احمدی فنکشنز پر فوٹو گرافی کریں اور کھانا بھی احمدی بچیوں، عزیز و اقارب سے serve کروایا جائے۔ چنانچہ لندن میں جماعتی فنکشنز

بالخصوص شادیوں پر احمدی بچیاں profession کے طور پر فوٹو گرافی کرتی ہیں۔ وہی ویڈیو گرافی کے بعد ڈبنگ اور مکسنگ کر کے ایک گلدستہ کی صورت میں البم یا ویڈیو بنا کر مہیا کرتی ہیں اور کھانا بھی احمدی بچیاں ہی serve کرتی ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ اگر لندن میں ایسا ہو سکتا ہے تو پاکستان میں لاہور، اسلام آباد اور کراچی میں کیوں نہیں؟

سامعات! آج کے دور میں ایک نحوست ایشیائی ممالک میں ڈرون کی صورت میں ہمارے معاشرے پر لاگو کی جارہی ہے۔ ایک تو ڈرون کا لفظ ذہن میں آتے ہی "خفیہ حملے" آتے ہیں۔ وہ باپردہ عورتوں کی خفیہ انداز میں فوٹو بنا کر لے جاتا ہے اور ہم بڑے فخریہ انداز میں اس امر کا اظہار کر رہے ہوتے ہیں کہ شادی میں ڈرون بھی موجود تھا۔ یہ تمام چونچلے اپنی ناک بلند کرنے، خاندان کی کبریائی کے لئے کئے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ اگر ایسا نہ کیا تو" پھر لوگ کیا کہیں گے؟"۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ کبریائی تو صرف زیبا ہے ربِّ غیور کو۔

ہم شادی بیاہ کے مواقع پر کیمروں کا بے دریغ استعمال کرتے ہیں کیا ہی اچھا ہو کہ ہم اپنے اندر کے کیمرے پر بھی نظر رکھیں کہ کہیں وہ ہماری غلط، بُری اور غیر اسلامی حرکات کو تو ریکارڈ نہیں کر رہا جو ہماری عارفانہ خوردبین، اللہ تعالیٰ کے سامنے ان اعمال کو بڑا کر کے پیش کرے گا اور ہمارے پاس اس وقت کوئی جواب نہ ہو گا۔ اس وقت سے ڈرنا چاہئے اور ان معاملات میں اپنی اور اپنے اہل خانہ کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے گھروں میں قسم قسم کی خراب رسمیں اور نالائق عادتیں جن سے ایمان جاتا رہتا ہے گلے کا ہار ہو رہی ہیں اور ان بری رسموں اور خلاف شرع کاموں سے یہ لوگ ایسا پیار کرتے ہیں جو نیک اور دینداری کے کاموں سے کرنا چاہئے...... سو آج ہم کھول کر بآواز کہہ دیتے ہیں کہ سیدھا راہ جس سے انسان بہشت میں داخل ہوتا ہے یہی ہے کہ شرک اور رسم پرستی کے طریقوں کو چھوڑ کر دین اسلام کی راہ اختیار کی جائے اور جو کچھ اللہ جل شانہ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ

وسلم نے ہدایت کی ہے اس راہ سے نہ بائیں طرف منہ پھیریں نہ دائیں۔ اور ٹھیک ٹھیک اسی راہ پر قدم ماریں اور اس کے بر خلاف کسی راہ کو اختیار نہ کریں۔“

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 66-67 ایڈیشن 1989ء)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”اللہ کرے کہ ہم ہر قسم کے رسم و رواج بدعتوں اور بوجھوں سے اپنے آپ کو آزاد رکھنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے والے ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے والے ہوں اور ہمیشہ اس زمانے کے حَکَم وعدل کی تعلیم کے مطابق دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوں۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنا بھی ایسا عمل ہے جو تمام نیکیوں کو اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے اور تمام برائیوں اور لغو رسم ورواج کو ترک کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ تو اس کی طرف بھی خاص توجہ کرنی چاہئے۔“

(خطبات مسرور جلد سوم صفحہ 700)

نیز فرمایا:

”اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ایمانوں میں مضبوطی پیدا کرنے والے ہوں۔ اللہ اور اس کے رسول کے قول پر عمل کرنے والے ہوں۔ رسم و رواج سے بچنے والے ہوں۔ دنیاوی ہو او ہوس اور ظلموں سے دور رہنے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے نور سے ہم ہمیشہ حصّہ پاتے چلے جائیں۔ کبھی ہماری کوئی بدبختی ہمیں اس نور سے محروم نہ کرے۔“

(خطبات مسرور جلد ہشتم صفحہ 40)



﴿22﴾ ﴿مشاہدات:25﴾

پُرسکون عائلی زندگی بہترین تربیت اولاد کی ضامن

تمہاری صبح حسیں ہو رُخ سحر کی طرح
تمہاری رات منور ہو شب قمر کی طرح
کوئی بہشت کا پوچھے تو کہہ سکوں ہنس کر
کہ وہ خوب جگہ ہے ہمارے گھر کی طرح

معزز سامعات! میری گزارشات کا موضوع ہے۔ **پُرسکون عائلی زندگی بہترین تربیت اولاد کی ضامن**

خدا تعالیٰ کتاب رحمان میں فرماتا ہے۔

یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّکُمُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّ خَلَقَ مِنۡھَا زَوۡجَھَا وَ بَثَّ مِنۡھُمَا رِجَالًا کَثِیۡرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِہٖ وَ الۡاَرۡحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیۡکُمۡ رَقِیۡبًا

(النّسآء:2)

اے لوگو! اپنے ربّ کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور پھر ان دونوں میں سے مَردوں اور عورتوں کو بکثرت پھیلا دیا اور اللہ سے ڈرو جس کے نام کے واسطے دے کر تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رِحموں (کے تقاضوں) کا بھی خیال رکھو۔ یقیناً اللہ تم پر نگران ہے۔

ہر انسان اپنی نسل کی بقا اور افزائش چاہتا ہے، اسے پھلتا پھولتا ہوا دیکھنا چاہتا ہے۔ اسلام میں نیک اولاد کے حصول کے لیے نکاح جیسا پاکیزہ رشتہ رکھا گیا ہے۔ جس میں مرد وزن ایک پاک معاہدے کے تحت خدا اور اس کے احکامات کی تعمیل میں سر جھکاتے ہوئے ایک مقدس رشتے میں بندھ کر ایک نئے خاندان اور نسل کا آغاز کرتے ہیں۔ میاں بیوی کا رشتہ دراصل خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

”شادیوں کا معاملہ محبت کی بنیاد کے قیام کے لیے ہے میاں بیوی کی محبت در حقیقت خدا ہی کی محبت کا ظِل ہے۔ شادی ایک مدرسہ ہے جہاں خدا تعالیٰ کے عشق کا سبق پڑھایا جاتا ہے... اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کے تعلقات کو اپنی محبت کا ایک نشان قرار دیا ہے... غرض ماں باپ کی محبت خدا تعالیٰ کی محبت کا ایک ظل ہے، بیوی کی محبت بھی خدا تعالیٰ کی محبت کا ظل ہے اور اولاد کی محبت بھی خدا تعالیٰ کی محبت کا ایک ظل ہے... گویا یہ تینوں ایک درس گاہ ہیں جن میں انسان اللہ تعالیٰ کی محبت کا سبق سیکھتا ہے اور دوسروں کو سکھاتا ہے۔“

(خطبات محمود جلد سوم صفحہ 374)

پیاری بہنو! اس رشتے میں مودّت اور رِحم کا جو عنصر پایا جاتا ہے وہی آگے چل کر اولاد کی صورت میں ڈھلتا ہے۔ اگر میاں بیوی ایک دوسرے سے عزت و محبت کا سلوک کرنے والے ہوں گے تو اولاد بھی سراپا محبت ہو گی۔ اگر والدین ایک دوسرے کے جذبات کا خیال کرنے، ایک دوسرے کا احساس کرنے والے ہوتے ہیں تو اولاد بھی حسّاس اور دوسروں کی تکلیف کا احساس کرنے والی ہوتی ہے۔ والدین کا خدا تعالیٰ پر یقین دیکھ کر بچے بھی توکل علی اللہ پر ایمان لے آتے ہیں۔ جن گھروں میں ہر وقت لڑائی جھگڑے کی فضا رہتی ہے وہاں بچے بھی بے چینی، بے سکونی اور ذہنی دباؤ کا شکار دکھائی دیتے ہیں۔ ایک اکیلا فرد چاہے کتنی ہی کوشش کر لے لیکن ان معاملات کو درست نہیں کر سکتا کیونکہ گھر دونوں فریقین کے تعاون سے چلتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”أَكْرِمُوْا أَوْلَادَكُمْ وَأَحْسِنُوْا أَدَبَهُمْ“

(سنن ابن ماجہ کتاب الادب)

یعنی اپنی اولاد کی عزت کرو اور ان کی اچھی تربیت کرو۔ پھر والدین کو مزید نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

اَعِيْنُوْا اَوْلَادَكُمْ عَلَى الْبِرِّ

(الجامع الصغیر ابن سیوطی)

کہ نیکی کے کاموں میں اپنے بچوں کی مدد کیا کرو۔

والدین کا رویہ اپنے بچوں کے ساتھ نارمل ہونا چاہئے۔ بچوں پر سختی کرنے اور ڈانٹنے سے بچّے ذہنی دباؤ کا شکار ہو جاتے ہیں اور اس سے بچّوں کی ذہنی صلاحیتوں پر بُرے اثرات مرتب ہوتے ہیں کیونکہ بار بار ڈانٹنے اور نظر انداز کرنے سے بچّے ڈپریشن کا شکار ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ والدین کو اپنے بچوں کے ساتھ دوستانہ اور قریبی تعلقات قائم رکھنا چاہئے تاکہ بچّے اپنے درپیش مشکلات کو ان کے سامنے بیان کر سکیں اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب والدین آپس میں صلح صفائی سے رہتے ہوں۔ ایک دوسرے پر اعتبار کرتے ہوں ان کی ترجیحات ایک جیسی ہوں اور وہ باقاعدگی اور التزام کے ساتھ اپنے بچوں کے لیے دعا کرتے ہوں۔

چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

”میری اپنی تو یہ حالت ہے کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں جس میں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی کے لیے دعا نہیں کرتا۔“

(ملفوظات جلد اول صفحہ 562)

سامعات! حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مثالی ازدواجی زندگی ہم سب کے سامنے ہے کہ کس طرح پیار اور قدردانی کا سلوک دونوں طرف سے ہوتا تھا۔ کیسے قربِ الٰہی کی منازل ایک ساتھ طے ہوتی ہیں اسی لطف واحسان کے نتیجے میں خدا تعالیٰ نے مبشر اولاد کی خوشخبری سے بھی نوازا اور عطا بھی کی۔ کیسے اس مبارک جوڑے نے ایک دوسرے کی رفاقت میں اپنی اولاد کی تربیت کی اور وہ مبشر اولاد نبوت کے چاند کے آنگن میں قطبی ستارے بن کر چمکی۔

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیلؓ فرماتے ہیں:

”میں نے اپنے ہوش میں نہ کبھی حضور علیہ السلام کو حضرت ام المؤمنین سے ناراض دیکھا نہ سنا بلکہ ہمیشہ وہ حالت دیکھی جو ایک ideal جوڑے کی ہونی چاہیے۔“

(سیرت حضرت سیدہ نصرت جہان بیگمؓ مرتبہ حضرت شیخ محمود احمد عرفانی و شیخ یعقوب علی عرفانی صفحہ 231)

معزز سامعات! بچوں کی درست تربیت کس طرح ہو سکتی ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اگر ماں اور باپ گھر میں لڑ رہے ہوں تو آپ سمجھیں بچوں کے اخلاق خراب ہو گئے۔ بچوں کے اخلاق تبھی درست رہ سکتے ہیں کہ گھر کی فضا بڑی محبت اور پیار کی فضا ہو ہر دو میاں اور بیوی اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے والے اور ان کے ادا کرنے کی کوشش کرنے والے ہوں۔"

(خطبات ناصر صفحہ 364)

جن گھروں میں مرد، عورت کو اپنے سے کمتر سمجھتا ہو اس پر ظلم و زیادتی کرتا ہو اس سے حقارت سے بات کرتا ہو۔ بیوی کے گھر والوں سے برا سلوک کرتا ہو، گھر کے خرچ میں تنگ کرتا ہو یا جماعتی پروگراموں میں شرکت کو غیر ضروری گردانتا ہو۔ اِسی طرح اگر بیوی مرد سے بدسلوکی کرتی ہو اس کی ناشکری کرتی ہو، بچوں کی تربیت پر دھیان نہ دیتی ہو، سسرال والوں سے عمدہ طریق پر معاشرت نہ کرتی ہو تو وہ دونوں اپنی اپنی جگہ مجرم ہیں اور اولاد کو شادی جیسے مقدس رشتے اور خاندانی نظام سے متنفر کرنے والے ہیں۔

اس مضمون کو مزید بیان کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ

"انسان اپنے ماں باپ سے زبان سیکھتا ہے یا باقی کام سیکھتا ہے اور اچھی باتیں سیکھتا ہے اور اچھی باتیں سیکھ کر بچہ اعلیٰ اخلاق والا بنتا ہے۔ ماں باپ نیک ہیں، نمازی ہیں، قرآن پڑھنے والے ہیں، اُس کی تلاوت کرنے والے ہیں، آپس میں پیار اور محبت سے رہنے والے ہیں، جھوٹ سے نفرت کرنے والے ہیں تو بچے بھی اُن کے زیرِ اثر نیکیوں کو اختیار کرنے والے ہوں گے۔ لیکن اگر جھوٹ، لڑائی جھگڑا، گھر میں دوسروں کا استہزاء کرنے کی باتیں، جماعتی وقار کا بھی خیال نہ رکھنا یا اس قسم کی برائیاں جب بچہ دیکھتا ہے تو اس نقل کی فطرت کی وجہ سے یا ماحول کے اثر کی وجہ سے پھر وہ یہی برائیاں سیکھتا ہے۔ باہر جاتا ہے تو ماحول میں، دوستوں میں جو کچھ دیکھتا ہے، وہ سیکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس لئے بار بار مَیں والدین کو توجہ دلاتا ہوں کہ اپنے بچوں کے باہر کے ماحول پر بھی نظر رکھا کریں اور گھر میں بھی بچوں کے جو پروگرام ہیں، جو ٹی وی پروگرام وہ دیکھتے ہیں یا انٹرنیٹ وغیرہ استعمال کرتے ہیں اُن پر بھی نظر رکھیں۔"

(خطبہ جمعہ 13ء دسمبر 2013ء)

آج کل کی نوجوان نسل شادی سے متنفر اسی لیے ہو رہی ہے کہ اس کے آس پاس شادی کے نام پر دو ایسے افراد دکھائی دیتے ہیں جو اس رشتے کو نبھانے میں ناکام ہیں وہ بظاہر ساتھ تو رہتے ہیں لیکن ان کے گھر سکون کے گہوارے ہونے کی بجائے جنگ و جدل کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ کسی جگہ عورت پس رہی ہے کسی جگہ مرد۔ ہر انسان اپنے عمل کا خود ذمہ دار ہوتا ہے۔ عموماً یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ بیویاں سارا دن جیسے کوئی شکاری اپنے شکار پر نظر جما کر رکھتا ہے کہ کہیں آنکھ سے اوجھل نہ ہو جائے اپنے سسرال والوں پر نظریں جما کر رکھتی ہیں کہ ان کی ہر ہر حرکت نوٹ کرنی ہے اور رات گئے جب شوہر کام سے واپس آئے تو علیحدگی میں بجائے اس کے کہ کوئی پیار محبت کی بات ہو۔ اپنے بچوں کے مستقبل کے حوالے سے بات ہو۔ کوئی اپنے رشتے کو مضبوط کرنے کی بات ہو سارے دن کی روداد جس میں خود کو مظلوم اور سسرال والوں کو ظالم دکھا کر ہر بات بڑھا چڑھا کر بیان کرنا شامل ہوتا ہے جس کا اختتام یا تو لڑائی پر ہوتا ہے یا پھر شوہر کا دل اپنے گھر والوں سے متنفر ہوتا جاتا ہے اور خاندانی نظام کا شیرازہ بکھر کر رہ جاتا ہے اور بعض گھروں میں شوہروں کا یہ رویہ ہے کہ وہ ہر چھوٹی سے چھوٹی بات بیوی کے گھر والوں کی دیکھتے ہیں اور پھر بعد میں بیوی کو طعنے دے کر اس کا جینا دشوار کرتے ہیں کہ تمہارے گھر میں میری عزت اور خاطر داری نہیں ہوئی غرض بچہ بھی یہ سب چیزیں بغور دیکھتا ہے اور سب اپنے دماغ کے کمپیوٹر میں محفوظ کرتا جاتا ہے اور بچپن سے ہی نفرتیں اپنے دل میں بھرتا جاتا ہے اپنی قریبی رشتوں سے ہی بدظن ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس بغض و کینے کے زہر سے والدین ہی اُسے آشنا کرتے ہیں اور وہی ہیں جو اس آلائش سے بچوں کے معصوم ذہنوں کو بچا سکتے ہیں۔ اگر وہ اپنے ارد گرد محبت و خلوص دیکھے گا تو وہ بھی درگزر اور عفو سیکھے گا۔ اس لیے والدین اور خصوصاً ماؤں کی ذمہ داری بنتی ہیں کہ معصوم بچوں کے کانوں کو ایسی ناخوشگوار باتوں کے سننے سے بچائیں۔ ان کو انسانوں میں خوبیاں تلاش کرنے والا بنائیں۔ دوسروں کی کمزوریاں پر پردہ ڈالیں نا کہ انہیں اچھالیں۔ اسی طرح ہمارے گھر ہمارے بچوں کے لیے جنت کے نمونے بن سکتے ہیں جہاں وہ سکون محسوس کریں۔

پُرسکون عائلی زندگی کے حصول کے لیے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

”شادی کے بعد مَودّت اور رحمت کا مضمون ہمیشہ پیشِ نظر رہنا چاہیے اور ایسا ماحول قائم کرنا چاہیے کہ مرد عورت کے لیے محبت اور رحمت کا سرچشمہ ثابت ہو اور عورت مرد کے لیے محبت اور رحمت کا سرچشمہ ثابت ہو۔“

(اوڑھنی والیوں کے لیے پھول جلد دوم صفحہ 60 ایڈیشن 2009ء)

معزز سامعات! پس ان سب باتوں کا نچوڑ یہی ہے کہ اگر ہم اپنے گھروں میں ایک صالح نسل پروان چڑھتے ہوئے دیکھنا چاہتے ہیں اور اپنی گودوں سے اللہ کے پیاروں اور جماعت کے جانثاروں کو پالنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے عائلی معاملات درست کرنے ہوں گے۔ جس طرف بھی کمزوری ہو اسے اپنی اولاد کی خاطر اس کمزوری کو دور کر کے اپنے رشتے کو مضبوط بنانا چاہیے۔ خدا خوفی اور اسلامی احکامات پر عمل کر کے اپنی عائلی زندگی کو پُرسکون بنانے کی ہر ممکن سعی کرنے چاہیے تا کہ ہماری اولاد ہم سے وہی سب باتیں سیکھے اور ایک جنت نظیر معاشرے کا قیام عمل میں آسکے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے گھروں پہ اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرماتا رہے۔ آمین اللھم آمین

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَٰجِنَا وَذُرِّيَّٰتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَٱجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا

(الفرقان:75)

کہ اے ہمارے رب! ہمیں اپنے جیون ساتھیوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہمیں متقیوں کا امام بنادے۔



﴾23﴿ ﴾مشاہدات:26﴿

تنظیم لجنہ اماء اللہ نے مجھے کیا دیا؟

کیوں کر ہو شکر تیرا، تیرا ہے جو ہے میرا
تو نے ہر اک کرم سے گھر بھر دیا ہے میرا

پیاری بہنو! آج مجھے ایک ایسے اہم موضوع پر کچھ کہنے کا موقع مل رہا ہے جو میری مادی و روحانی زندگی میں آنے والی نمایاں تبدیلیوں پر مشتمل ہے۔ جسے یہ عنوان دیا گیا ہے کہ **"تنظیم لجنہ اماء اللہ نے مجھے کیا دیا؟"** یہ مضمون اتنا وسیع ہے کہ جس کے متعلق کہا جا سکتا ہے۔

ع سفینہ چاہیے اس بحرِ بے کراں کے لئے

لیکن میں ٹھاٹھیں مارتے ہوئے اس سمندر کو کوزے میں بند کرنے کی کوشش کروں گی۔

اس موضوع کے دو حصے ہیں تنظیم لجنہ اماء اللہ اور مجھ یعنی میری ذات اور اس میں ودیعت کی گئی یا اس تنظیم کے ذریعہ مجھ میں داخل ہونے والی خوبیاں۔

سامعات! جہاں تک تنظیم لجنہ اماء اللہ کا تعلق ہے یہ جماعت احمدیہ کی وہ ذیلی تنظیم ہے جس کو دوسرے خلیفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ عنہ نے 1922ء میں جماعت احمدیہ کی خواتین کی تعلیم و تربیت اور علمی استعدادوں کو بڑھانے کے لئے قائم کیا۔ پھر اس کی ایک شاخ ناصرات الاحمدیہ کے نام سے 7 سے 15 سال کی بچیوں کے لئے قائم فرمائی۔

اس تنظیم نے مجھے مردوں کے شانہ بشانہ جینا سکھلایا۔ مجھے میرا مقام سمجھا کے مجھے جینے کے اسلامی گُر سکھلائے۔ مجھے میرے نہ صرف حقوق دلوائے بلکہ مجھے میرے فرائض کی طرف بھی توجہ دلاتی رہی۔

رکھ پیشِ نظر وہ وقت بہن! جب زندہ گاڑی جاتی تھی
گھر کی دیواریں روتی تھیں جب دنیا میں تُو آتی تھی

جب باپ کی جھوٹی غیرت کا خوں جوش میں آنے لگتا تھا
جس طرح جنا ہے سانپ کوئی، یوں ماں تیری گھبراتی تھی

سامعات! لجنہ تنظیم نے مجھے اتحاد دیا۔ ایسی اخوت اور بھائی چارہ دیا کہ دنیا بھر میں بسنے والی احمدی خواتین سے کہیں بھی مل کر اپنا تعارف کروادوں تو اپنائیت کا احساس ہونے لگتا ہے۔ ہم میں کوئی ممبر کسی احمدی کے گھر جا کر صرف اتنا کہہ دے کہ میں احمدی ہوں تو جی آیاں نوں کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ میں اپنے آپ کو ایک وسیع و عریض روحانی گھرانہ کی فرد ہونے پر فخر محسوس کرتی ہوں جس کے سربراہ خلیفۃ المسیح ہیں جن کے زیر سایہ عاطفت ہم پھل پھول رہی ہیں۔ وہ ہماری رہنمائی کرتے ہیں۔ آپ، ہم لجنہ سے براہ راست مخاطب ہوتے۔ ہماری اصلاح کرتے، ہماری تعلیم و تربیت کرتے اور ہمارے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ لجنہ تنظیم سے باہر ایسا کوئی رہنما آپ کو ڈھونڈے سے بھی نہیں ملے گا۔

سامعات! اس سارے ماحول میں مَیں اپنے آپ کو عافیت کے حصار میں محسوس کرتی ہوں۔ آج کے مادی اور دجّالی دَور میں ہر طرف منافرت، قتل و غارت گری اور بدامنی کا بازار گرم ہے۔ انسان تو انسان، ایک قوم دوسری قوم اور ایک ملک دوسرے ملک کے خلاف برسرِ پیکار ہے۔ ان حالات میں لجنہ نے مجھے امن سے نہ صرف جینا سکھلایا بلکہ دوسری بہنوں کے لئے امن کا درس بھی دیا یوں *اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ* اور *اَلْمُؤْمَنُ مَنْ يَامَنُهُ النَّاسَ* پر اپنے آپ کو پورا اترتے پاتی ہوں اور مجھے یہ درس دیا جاتا ہے کہ تمام بنی نوع انسان کے لئے بغیر کسی تمیز کے دعا کرنی ہے اور میں کرتی بھی ہوں۔

ہیرے کی پرکھ سب میں ہوتی نہیں یارو
محمود کی پیاری ہے لجنہ یہ ہماری

پیاری بہنو! یہ لجنہ کا احسان ہے کہ اس نے مجھے میرے خالق حقیقی اور مالک حقیقی کی نہ صرف پہچان کروائی بلکہ اس خدا سے زندہ تعلق جوڑنا سکھلایا۔ اس لجنہ نے اللہ سے محبت کرنی سکھلائی۔ اللہ سے باتیں کرنی سکھلائیں۔ یہی وہ مبارک تنظیم ہے جس نے مجھے اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس آخری کتاب قرآن کریم سے محبت کرنی سکھلائی۔ مجھے خلفائے احمدیت کے خطبات اور

خطابات سے ایسے معارف و حقائق سکھلائے کہ آج مجھے اس دینی تعلیم کو اپنی اولاد اور روحانی اولاد میں سرایت کرنا بھی اسی لجنہ نے مجھے سکھلایا۔

پیاری بہنو! میں کون کون سی چیز کا ذکر کروں اور کون کون سی چیز کا ذکر نہ کروں جو مادی لحاظ سے اور بالخصوص روحانی لحاظ سے مجھے لجنہ اماء اللہ نے نہ دیا ہو۔ اماء اللہ کے حقیقی معنی اللہ کی لونڈیاں اور باندیاں بتا کر جہاں اللہ سے پیار کرنا سکھلایا اور وہاں اس اللہ کی عیال یعنی مخلوق کے حقوق ادا کرنے سکھلائے۔ مجھے اطاعت اخلاص، وفا، خدمت انسانیت اور ایثار و قربانی کے وہ گُر سکھلائے جو آج سے 1400 سال قبل پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والی کیا کرتی تھیں جوں آج مجھے لجنہ نے ان مبارک صحابیات سے ملا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان الفاظ پر پورا اترنے کی توفیق دی۔

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

پیاری بہنو! لجنہ نے مجھے اسلامی حکم پردہ کرنا سکھلایا۔ اس سلسلہ میں ایسی رہنمائی کہ ہم قرآن کریم کی عالیشان تعلیم کے قریب قریب اپنے آپ کو موجود پاتی ہیں۔ اب تو احمدی خواتین کا برقعہ عالمگیر سطح پر ایسا پہچان بن چکا ہے کہ ہر جگہ پہچانا جاتا ہے۔

سامعات! سیرالیون مغربی افریقہ میں احمدیہ مسلم سیکنڈری اسکولز کی طالبات اور دیگر احمدی خواتین ان سلوگن کے ساتھ جماعت احمدیہ کا شکر ادا کرتی دکھائی دیتی ہیں۔

Thanks Ahmadiyya , You have given us HIJAB

پیاری بہنو! آج دنیا غیر اسلامی رسومات تلے اتنی دب چکی ہے کہ اس کا اٹھنا مشکل ہے مگر لجنہ نے مجھے رسومات اور بدعات سے بیزاری کا درس دیا۔ سادہ زندگی بسر کرنی سکھلائی۔ رسم ورواج، بدعات، فضولیات، تصنّع و نمائش کے بوجھوں سے نجات دے کر ہماری زندگیوں کو آسان کر دیا۔ ہم اپنے آپ کو دنیا بھر کی خواتین سے زیادہ پڑھی لکھی، بااخلاق اور ہُنر مند پاتی ہیں۔ اس تمام کا سہرا ہماری پیاری تنظیم لجنہ کو جاتا ہے۔ اب تو غیر از جماعت عورتیں اس بات کا برملا اظہار کرتی ہیں کہ آپ احمدی خواتین رسومات سے آزاد رہ کر آسان اور سادہ زندگی بسر کر رہی ہیں۔

سامعات! لجنہ اماء اللہ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے باغ اور دالان کا ایک ایسا باغیچہ ہے جو ہر لمحہ اور ہر آن سر سبز اور چمک دمک کے ساتھ سدا بہار ہے۔ اس باغیچہ کے تمام درختوں اور پودوں کے ثمرات شیریں اور عالمگیر ہیں۔ عمومی طور پر مادی درخت موسمی ہوتے اور پودے موسمی پھل دیتے ہیں لیکن اس باغیچہ کے درخت اور پودے ایسے ہیں جو زندگی بخش ہیں اور سدا بہار۔ اور کل عالم میں ایک ہی ذائقہ کے ساتھ دوسروں کے لئے حظ مہیا کرتے ہیں۔

پیاری بہنو! لجنہ اماء اللہ نے مجھے کیا دیا؟ ان میں سے چند ایک تبدیلیوں کا ذکر میں کر آئی ہوں۔ اگر میں یہ کہوں تو غلط نہ ہو گا کہ بانی تنظیم لجنہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اور دیگر خلفائے عظام کے توسط سے اگر حضرت مسیح موعودؑ سے تعلق پیدا کر لیں جو پارس پتھر کی طرح ایک فیض رساں بابرکت وجود بن جائیں۔ اس سے سچا تعلق خاک کے ذرّے کو ثریا سے ہمکنار کر دیتا ہے۔ پرانی زندگی پر موت وارد ہو جاتی اور گناہوں سے پاک وصاف زندگی عطا ہوتی ہے اور یہ روحانی زندگی مجھے بتوسط لجنہ کے ملی ورنہ ہم بھی آج انتشار اور اختلافات کا شکار ہوتے اور جماعت احمدیہ کی مخالفت میں ہم بھی سڑکوں پر نکلنے والے ہوتے۔ اس پر جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”لجنہ کی تنظیم کے قیام سے آپ کو، احمدی عورت کو اللہ تعالیٰ نے وہ مواقع میسر فرمادیئے جہاں آپ اپنے علم اور تجربے سے دوسروں کو بھی فائدہ پہنچا سکتی ہیں اور اپنی صلاحیتوں اور اہلیتوں کو مزید چمکا سکتی ہیں۔ پس اس موقع سے فائدہ اٹھائیں“

سامعات! اللہ تعالیٰ کی ایک عنایت جو لجنہ کے توسط سے ہمیں ملی اس کا ذکر کر کے مَیں اپنی تقریر ختم کرتی ہوں وہ قرآنی حکم انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ اسلام احمدیت کی خاطر جان، مال، وقت اور عزت کی قربانی ہے۔ ہم لجنہ اسلام احمدیت کی بہبود و ترقی کے لئے وقت کی قربانی دے کر اجلاسات کرواتی، کلاسز لیتی اور بچوں بچیوں کو پڑھاتی ہیں اور اپنے اموال اور جائیدادوں سے مالی قربانی کر کے، اپنے زیورات قربان کر کے اسلام احمدیت کا عَلم بلند کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ اللہ کرے کہ اسلام احمدیت کی روشنی سے ہمارے گھر منور رہیں اور ہماری نسلیں قیامت تک خدا تعالیٰ کی رضا پر چلتی رہیں۔ آمین

پیارے آقا سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا یہ ارشاد لجنہ کی ہر ممبر کے ہمیشہ پیش نظر رہے۔ یہ وہ لائحہ عمل ہے جسے لجنہ اماء اللہ کی ممبرات اپنا کر اپنے عہد کو پورا کرنے والی ہوں گی۔ حضور انور ایدہ اللہ نے اختتامی خطاب جلسہ سالانہ قادیان 25/ دسمبر 2022ء میں فرمایا:

"آج لجنہ اماء اللہ کی تنظیم کو بنے ہوئے بھی سو سال ہو گئے ہیں۔ لجنہ کو بھی یاد رکھنا چاہیے کہ یہ جائزہ لیں کہ اس سو سال میں کس حد تک لجنہ نے اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کی ہے اور بیعت کا حق ادا کرنے والا اپنے آپ کو بنایا اور کوشش کی ہے اور کس حد تک اپنے بچوں اور اپنی نسل کو بیعت کا حق ادا کرنے اور حضرت مسیح موعودؑ کے دعاوی سے جوڑنے والا اور ماننے والا بنایا ہے۔ اگر ہم نے اس کے مطابق اپنی نسلوں کی اٹھان کی ہے تو یقیناً لجنہ اماء اللہ کی ممبرات اللہ تعالیٰ کی شکر گزار بندیاں ہیں۔ پس یہ جائزے آج لینے کی ضرورت ہے اور جہاں کمیاں رہ گئی ہیں وہاں ایک عزم کے ساتھ عہد کریں کہ ہم نے لجنہ کی اگلی صدی میں اس عہد کے ساتھ قدم رکھنا ہے کہ ہم اپنی نسلوں کو عہد بیعت کا حق ادا کرنے والا بنائیں گی۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔" آمین

(اختتامی خطاب جلسہ سالانہ قادیان 25/ دسمبر 2022ء)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم ممبرات لجنہ کو ان عنایات پر اپنا شکر کرتے ہوئے لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ کے انعام سے حصہ پانے والی ہوں۔

محمود کرکے چھوڑیں گے ہم حق کو آشکار
روئے زمیں کو خواہ ہلانا پڑے ہمیں



﴿24﴾ ﴿مشاہدات:27﴾

بچوں کے رشتوں کے انتخاب کے لئے زریں ہدایات

معزز بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **بچوں کے رشتوں کے انتخاب کے لئے زریں ہدایات**

آج کل گھروں کو خوبصورت بنانے کے لئے ہر انسان گھر میں نت نئے اچھی نسل کے خوبصورت لگنے والے پھولوں اور پھلوں کے پودے لگاتا ہے۔ یہ رنگ برنگے پھولوں کے پودے اور مختلف لذتوں سے بھرپور پھلوں کے درخت گھروں کو خوبصورت بنادیتے ہیں۔ اسی طرح ہر انسان اپنی جسمانی نسل میں اضافہ کے لئے بھی روحانی اور اخلاقی طور پر بھلی لگنے والی بچی کی تلاش کی کوشش کرتا ہے۔ تا نیک، دیندار، متقی اور پرہیز گار نسل آگے چلے اور خاندان کے باغیچہ میں اچھے اور پاکیزہ پھل دینے والے پودوں کا اضافہ ہوتا رہے۔

پھر یہی بچیاں مستقبل میں مائیں بن کر اس باغیچہ کی مالی بن جاتی ہیں اور اپنے بچوں کی روحانی و اخلاقی خراش تراش سے ایسی تربیت کرتی ہیں کہ وہ اولاد جماعت کی انگوٹھی میں ہیرے یا نگینے کی طرح پیوست ہوکر جماعت کی خوبصورتی میں اضافہ کا موجب بنتی ہیں۔

سامعات! خاندان کی بڑھوتری کے لئے اچھے اور آنکھوں کو بھلے لگنے والے پودے کے انتخاب کا زریں حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جو دیا ہے وہ یہ ہے فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ (النساء:4) کہ عورتوں میں سے جو تمہیں پسند آئے اس سے نکاح کرو۔

ہمارے پیارے رسول حضرت محمد مصطفی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا۔ تَخَيَّرُوْا لِنُطَفِكُمْ وَانْكِحُوْا الْاِكْفَاءَ کہ اپنی نسلوں کے لئے صالح عورتوں کا انتخاب کرو اور ہم کفو سے رشتہ کرو۔

(سنن ابن ماجہ کتاب النکاح)

احادیث میں دیندار لڑکی کے انتخاب کی بطور خاص تاکید ملتی ہے۔ نکاح اور شادی کے معاملہ میں حسن وجمال، حسب ونسب اور مال ودولت کے مقابل پر دینداری، پرہیزگاری، خداترسی اور خوش اخلاقی کو ترجیح دینا زیادہ افضل ہے۔

معزز سامعات! اس ضمن میں آنحضور ﷺ کا ایک ارشاد ہم سب کو رشتہ کی تلاش میں مدنظر رکھنا چاہئے۔ آپؐ فرماتے ہیں۔ عورت سے نکاح چار باتوں کو مدنظر رکھ کر کیا جاتا ہے۔

1۔ اس کے مال دولت کی وجہ سے

2۔ اس کے حسب ونسب کی وجہ سے

3۔ اس کے حسن وجمال کی وجہ سے

4۔ لڑکی یا لڑکے کی دینداری کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے اور ساتھ ہی آنحضور ﷺ نے فَاظْفِرْ لِذَاتِ الدِّیْنِ کی نصیحت بھی فرمادی کہ اے مسلمان! تو دیندار لڑکی کو ترجیح دے اور اس سے نکاح کر کے اپنی زندگی کو کامیاب کر ورنہ تیرے ہاتھ ہمیشہ خاک آلود رہیں گے۔

(صحیح بخاری کتاب النکاح)

آنحضور ﷺ نے اُس لڑکے اور لڑکی کے حق میں دعا بھی کی ہے جو رشتہ کی تلاش میں نیکی، تقویٰ، طہارت اور پرہیزگاری کو سامنے رکھتے ہیں۔ آپؐ نے دعا دیتے ہوئے فرمایا بَارَكَ اللّٰهُ لَهُ فِيْهَا وَبَارَكَ لَهَا فِيْهِ کہ اللہ تعالیٰ ایسے لڑکے کے لئے، لڑکی میں برکت دے اور ایسی لڑکی کے لئے، لڑکے میں برکت دے۔

(المعجم الاوسط الطبرانی۔ حدیث نمبر 2432)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خلافت کے آغاز پر ہی ایک خطبہ جمعہ میں اس بیان شدہ حدیث کی وضاحت میں احباب جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

”اس طرف توجہ دلا کر آئندہ نسلوں کے دیندار ہونے کے ظاہری سامان کی طرف اصل میں توجہ دلائی ہے۔ اپنے گھریلو ماحول کو پُرسکون بنانے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ کیونکہ اگر ماں نیک اور دیندار ہو گی تو عموماً اولاد بھی دیندار ہوتی ہے اور نیک اور دیندار اولاد سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں ہے جو انسان کو سکون

پہنچا سکے۔ ایک مومن کے لئے معاشرے میں عزت کا باعث نیک اور دیندار اولاد ہی بن سکتی ہے۔ تو اس طرف ہر احمدی کو توجہ دینی چاہئے۔ یہ شکایتیں اب بڑی عام ہونے لگ گئی ہیں کہ بچی نیک ہے، شریف ہے، بااخلاق ہے، پڑھی لکھی ہے، جماعتی کاموں میں حصہ بھی لیتی ہے، لیکن شکل ذرا کم ہے یا قد اس کا دیکھنے والوں کے معیار کے مطابق نہیں ہے۔ تو لوگ آتے ہیں، دیکھتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ اس بارے میں پہلے بھی ایک دفعہ توجہ دلا چکا ہوں کہ شکل اور قد کاٹھ تو تصویر اور معلومات کے ذریعہ سے بھی پتہ لگ سکتا ہے۔ پھر گھر جا کر بچیوں کو دیکھنا اور ان کو تنگ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس لئے یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ان چیزوں کو نہ دیکھو، دینداری کو دیکھو۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنی نسلوں کو سنبھالنا ہے تو دینداری دیکھا کرو۔ اگر بچیوں کی دینداری دیکھیں گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کے وارث بھی بنیں گے اور اپنی نسل کو بھی دین پر چلتا ہوا دیکھنے والے ہوں گے۔

بعض لوگ تو رشتے کے وقت لڑکیوں کو اس طرح ٹٹول کر دیکھ رہے ہوتے ہیں جس طرح قربانی کے بکرے کو ٹٹولا جاتا ہے۔ شادی تو ایک معاہدہ ہے۔ ایک فریق کی قربانی کا نام نہیں ہے۔ بلکہ دونوں فریقوں کی ایک دوسرے کی خاطر قربانی کا نام ہے۔ یہ ایسا بندھن ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا تو سامان زیست ہے اور نیک عورت سے بڑھ کر اور کوئی سامان زیست نہیں ہے۔

(ابن ماجہ ابواب النکاح۔باب افضل النساء)

پس ان لوگوں کے لئے جو ہر چیز کو دنیا کے پیمانے سے ناپتے ہیں۔ ان کو بھی یہ حدیث ذہن میں رکھنی چاہئے کہ نیک عورت سے بڑھ کر تمہارے لئے کوئی زندگی کا اور دنیاوی سامان نہیں ہے۔ نیک عورت تمہارے گھر کو بھی سنبھال کے رکھے گی اور تمہاری اولاد کی بھی اعلیٰ تربیت کرے گی۔ نتیجتاً تم دین و دنیا کی بھلائیاں حاصل کرنے والے ہوگے"

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 932-933)

پھر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ممبرات لجنہ کو براہ راست مخاطب ہو کر جلسہ سالانہ یوکے 2006ء میں فرمایا۔

”یہ بڑے سوچنے والی باتیں ہیں بعد میں پچھتانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ بعد میں ایسے لوگ خود بھی پریشان ہوتے ہیں اور خط لکھ کر مجھے بھی پریشان کرتے ہیں اس لئے ہمیشہ ایسے فیصلے جذبات کے بجائے دعا سے کرنے چاہئیں اور یہ ازدواجی رشتہ قائم کرنا تو ایسا معاملہ ہے جو بہت سوچ سمجھ کر اور دعا کر کے کرنا چاہئے اس لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم جب شادی کرنے لگو تو نہ دولت دیکھو نہ صورت دیکھو نہ خاندان دیکھو جو دیکھنے کی چیز ہے اور جس پر تمہیں غور کرنا چاہئے وہ دینداری ہے اسے دیکھو۔ پس اگر یہ معیار بن جائیں تو پھر دیکھیں کہ کس طرح ہمارا معاشرہ مکمل طور پر پاک لوگوں کا معاشرہ بن جاتا ہے۔ پس ہمیشہ یاد رکھیں کہ ایک احمدی بچی اور ایک احمدی عورت کا تقدس ہے اس کی حفاظت اس کا کام ہے کوئی ایسا کام نہ کریں جو دین سے دور لے جانے والا ہو۔ کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے آپ کے تقدس پر حرف آتا ہو عورتوں کو کام کرنا ہے یہ منع نہیں ہے مثلاً نوکریاں کرنا۔ تعلیم حاصل کرنا منع نہیں ہے لیکن جیسا کہ میں نے کہا اگر ایسے کام کریں گی جس سے بد نتائج نکلتے ہوں تو وہ منع ہیں“

(خطاب مستورات جلسہ سالانہ یوکے 2006ء)

پیاری بہنو! کفو کے لفظی معانی ہم پلہ اور برابر ہونے کے ہیں۔ کفو میں مذہب، دینداری اور معاشرتی و خاندانی یکسانیت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اس کے علاوہ نسب، پیشہ، تعلیم اور عمر و صحت کو بھی مد نظر رکھ لیا جائے تو اس میں برکت ہے۔ تا فریقین کی ازدواجی زندگی میں ہم آہنگی اور موافقت پیدا ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

”اگر حسب مراد رشتہ ملے تو اپنی کفو میں کرنا بہ نسبت غیر کفو کے بہتر ہے لیکن یہ امر ایسا نہیں کہ بطور فرض کے ہو۔ ہر ایک شخص ایسے معاملات میں اپنی مصلحت اور اپنی اولاد کی بہتری کو خوب سمجھ سکتا ہے۔ اگر کفو میں وہ کسی کو اس لائق نہیں دیکھتا تو دوسری جگہ دینے میں حرج نہیں اور ایسے شخص کو مجبور کرنا کہ وہ بہر حال اپنی کفو میں اپنی لڑکی دیوے، جائز نہیں ہے“

(بدر 11 اپریل 1907ء)

سامعات! جہاں تک ایک دوسرے کو دیکھنے کی اسلامی تعلیم کا تعلق ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"ایک روایت میں آتا ہے حضرت مغیرہؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک جگہ منگنی کا پیغام دیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اس لڑکی کو دیکھ لو کیونکہ اس طرح دیکھنے سے تمہارے اور اس کے درمیان موافقت اور الفت کا امکان زیادہ ہے۔

(ترمذی کتاب النکاح۔باب فی النظر الی المخطوبۃ)

اس اجازت کو بھی آج کل کے معاشرے میں بعض لوگوں نے غلط سمجھ لیا ہے۔ اور یہ مطلب لے لیا ہے کہ ایک دوسرے کو سمجھنے کے لئے ہر وقت علیحدہ بیٹھے رہیں، علیحدہ سیریں کرتے رہیں۔ دوسرے شہروں میں چلے جائیں تو کوئی حرج نہیں، گھروں میں بھی گھنٹوں علیحدہ بیٹھے رہیں تو یہ چیز بھی غلط ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آمنے سامنے آکر شکل دیکھ کر ایک دوسرے کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔ بعض حرکات کا باتیں کرتے ہوئے پتہ لگ جاتا ہے۔ پھر آجکل کے زمانے میں گھر والوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ کھانا کھاتے ہوئے بھی ایک دوسرے کی بہت سی حرکات وعادات ظاہر ہو جاتی ہیں اور اگر کوئی بات ناپسندیدہ لگے تو بہتر ہے کہ پہلے پتہ لگ جائے اور بعد میں جھگڑے نہ ہوں اور اگر اچھی باتیں ہیں تو موافقت اورالفت اس رشتے کے ساتھ اور بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ یا رشتے کے پیغام کے ساتھ۔ تو ایک تعلق شادی سے پہلے ہو جائے گا... بعض لوگ دوسری طرف بھی انتہا کو چلے گئے ہیں ان کو یہ بھی برداشت نہیں کہ لڑکا لڑکی شادی سے پہلے یا پیغام کے وقت ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھ بھی سکیں اس کو غیرت کا نام دیا جاتا ہے۔ تو اسلام کی تعلیم ایک سموئی ہوئی تعلیم ہے۔ نہ افراط نہ تفریط۔ نہ ایک انتہا نہ دوسری انتہا۔ اور اسی پر عمل ہونا چاہئے۔ اسی سے معاشرہ امن میں رہے گا اور معاشرے سے فساد دور ہو گا"

(خطبہ جمعہ 24دسمبر 2004ء)

پیاری بہنو! رشتہ کی تلاش میں ایک اور بنیادی بات جو ہمیشہ ہمارے مد نظر رہنی چاہئے وہ دعا ہے۔ جس کا ذکر ہمارے پیارے حضور نے اوپر والے ارشاد میں کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مناسب رشتہ کے ملنے کے لئے قرآن کریم میں درج ذیل دعا سکھلائی ہے۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا

(الفرقان:75)

کہ اے ہمارے رب !ہم کو ہماری بیویوں کی طرف سے اوراولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطافرمااور ہمیں متقیوں کا امام بنا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے رشتہ کے لئے دعاؤں اور استخارہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

”ہم انجام سے بے خبر ہوتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب ہے۔اس لئے اوّل خوب استخارہ کرواور خدا سے مدد چاہو۔“

(خطباتِ نور صفحہ 478 خطبہ فرمودہ 26۔اگست 1910ء)

ماں دوران حمل اور وضع حمل کے بعد جب اس دعا کا ورد کرتی ہے تو اس دعا کی تاثیر ماں کے دودھ کے ذریعہ بچے میں سرایت کرتی ہے اور بچہ جب بولنے لگتا ہے اور اسے کچھ شعور حاصل ہونے لگے ہے تو ماں بچے کو یہ دعا دہرائے۔ ہمیں یاد ہے کہ ہمارے بزرگ ہمیں بچپن میں ہی یہ سبق دیا کرتے تھے کہ نیک، صالح ساتھی کے لئے دعا کرتے رہیں۔ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگمؓ نے اپنے بچوں کو جو نصیحتیں فرمائیں ان میں سے پہلی نصیحت یہ تھی کہ بچیوں کو بچپن سے یہ دعا کرنی سکھائی (جائے) کہ اللہ میاں! میرا نصیب اچھا کرے۔

(سیرت و سوانح حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگمؓ صفحہ 167)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اس حوالہ سے یوں نصیحت فرمائی۔

”رشتہ خواہ بیٹی کا پیشِ نظر ہو یا بیٹے کا یا کسی اور عزیز کا، ہر صورت میں ماں باپ کی یہ پہلی اور بنیادی ذمہ داری ہے کہ رشتہ کے مسئلہ کا انتہائی عاجزانہ دعا کے ساتھ آغاز کریں۔ دعاؤں کو رشتہ میں بہت اہمیت ہے اور دعاؤں کا اثر اولاد پر بہت دور تک پڑتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاک نمونہ کو دیکھیں کہ آپؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بہت پہلے ہزاروں سال پہلے سے دعا کی ہوئی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو جو تھے وہ بہر حال اللہ کی تقدیر میں بننا ہی تھا لیکن ان دعاؤں کا بھی ضرور

دخل ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیمؑ کا یہ احسان کبھی بھی نہیں بھلایا اور اپنے اوپر درود میں حضرت ابراہیمؑ پر درود بھی لازم کر دیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی اولاد کیلئے شادی سے پہلے سے دعائیں کی ہوئی تھیں۔ تو دعاؤں میں ضرور اپنی اولاد کو یاد رکھا کریں اور اس کے نتیجہ میں جو رشتے بھی ان کے ہوں گے وہ بھی اللہ کے فضل سے اچھے ہوں گے" (خطبہ جمعہ 2مارچ2002ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا ایک اور اہم ارشاد پیش ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"پہلی بات تو یہ ہے کہ ایسی بچیاں جن کے متعلق یہ شکایت ہے کہ قد چھوٹا ہے یا شکل خراب ہے تو پہلے کیوں نہیں ان کے متعلق پتہ کرتے۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ پتہ نہ لگے کہ کسی لڑکی کی شکل کیسی ہے یا قد کتنا ہے۔ یہ سارے کوائف رشتہ ناطہ کے جو رجسٹر ز ہیں ان میں بھی درج ہوتے ہیں اور دوسروں سے خاموشی سے پتہ کیا جاسکتا ہے بجائے اس کے کہ کسی لڑکی کے والدین سے یا لڑکی سے کچھ بات کی جائے۔ پہلے اچھی طرح پتہ کرلیں پھر اگر نیت ہو تو ان کے پاس جائیں ورنہ نہ جائیں۔ اس سے تو بے چاری بچیوں کی بہت دل آزاری ہوتی ہے اور مجھے کثرت سے ایسی بچیاں شکایتوں کے خط لکھتی ہیں۔

بعض لڑکی دیکھنے آتے ہیں اور مکان دیکھ کر چلے جاتے ہیں یعنی لڑکی اچھی بھی ہوتی ہے، ضروری نہیں کہ اس کا قد چھوٹا ہو یا بد صورت ہو، اچھی خوبصورت لڑکیوں کے بھی وہ شوق سے رشتے لینے جاتے ہیں اور تبصرہ لڑکی پر نہیں بلکہ مکان پر ہو رہا ہوتا ہے کہ اچھا آپ کا مکان اتنا سا ہے۔ ایسی بد اخلاقیاں جماعت میں رواج نہیں پکڑنی چاہئیں۔ بعض لوگوں کی اپنی بہو بیٹیاں بھی ہوتی ہیں ان کو یہ بھی سوچنا چاہئے کہ ان کے ساتھ اگر کوئی یہ سلوک کرے گا تو ان کو کیسا محسوس ہو گا۔

بعض لڑکے جہیز اور جائیداد کے لالچی ہوتے ہیں پھر بعض توفیق سے بڑھ کر مہر باندھتے ہیں۔ مہر کے متعلق تو میں بیان کر چکا ہوں لیکن جہیز اور جائیداد کی لالچ میں جو لڑکے شادی کرنا چاہتے ہیں ان کے متعلق میں بتا دیتا ہوں کہ جماعت کو ہرگز ان کی مدد نہیں کرنی چاہئے۔ ان کی حوصلہ شکنی کرنی چاہئے اور کہنا چاہئے تم جاؤ جہاں چاہو بھاگے پھرو جماعت تمہارے ساتھ مدد کا کوئی سلوک نہیں کرے گی۔ اگر تمہیں اپنی مرضی کی جائیداد چاہئے تو جہاں مرضی کرلو۔ احمدی لڑکیوں کو بیچاریوں کو کیوں خراب کیا جائے۔

بعض کہتے ہیں لڑکی خوبصورت ہو اور لمبی ہو اور سمارٹ ہو اور اپنی صورت کبھی آئینہ میں نہیں دیکھتے۔ بعض کے قد ٹھگنے ہوتے ہیں اور خود سمارٹ نہیں ہوتے لیکن لڑکی ایسی چاہتے ہیں۔ کبھی کبھی شیشہ بھی دیکھ لیا کریں اور یاد رکھیں کہ بعض دفعہ لڑکی بدصورت بھی ہو اگر خاوند خوش اخلاق ہو سیرت کی قدر کرنے والا ہو تو میرے علم میں ایسے رشتے ہیں کہ خاوند بیوی کے حسنِ خلق پر جان نچھاور کرتے ہیں اور بہت ہی عمدگی کے ساتھ ان کا نباہ ہوتا ہے۔ پس شکل وصورت کو غیر معمولی اہمیت دینا آپ کیلئے نقصان دہ ہے۔ میں آپ کے فائدہ کی بات کر رہا ہوں اگر اچھی شکل مل جائے تو بہت بہتر ہے لیکن اگر نہ ملے تو حسن خلق اور دین کو بہرحال ترجیح دینی چاہئے۔ ورنہ بعض اوقات تو لڑکیاں پھر انتظار میں بیٹھی رہتی ہیں کہ ماں باپ اچھا رشتہ تلاش کر رہے ہیں۔ ان کا معیار اور ہے اور اس معیار کے رشتے ملتے نہیں ان کو یہاں تک کہ پڑی پڑی گھروں میں بوڑھیاں ہو جاتی ہیں"

(خطبہ جمعہ 2مارچ2002ء)

پیاری بہنو! رشتہ کی تلاش، خاندان میں عمارت کی تعمیر کے مترادف ہے عمارت کی بنیاد رکھتے وقت بنیادی اینٹ کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ مستری، بنیادی اینٹ کو سیدھا رکھنے کے لئے ایک سوتر (رسی) کے ساتھ بہت کوشش کرتا ہے۔ وہ یہ جانتے ہوئے کہ اس بنیادی اینٹ نے آنکھوں سے اوجھل ہو جانا ہے۔ اس کے باوجود اس اینٹ کو سیدھا رکھنے کے لئے بہت تگ ودو کرتا ہے اور Dampproof کے اوپر ٹیڑھی میڑھی اینٹیں لگاتا ہے وہ یہ جانتا ہے کہ بنیادی اینٹ درست ہوگی تو اس پر قائم ہونے والی عمارت درست اور سیدھی رہے گی۔ کسی شاعر نے اس مضمون کو یوں بیان کیا ہے

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

رشتے اور شادیاں بھی درحقیقت خاندان میں نئی عمارت کی تعمیر یا عمارت میں extension کے مترادف ہے۔ اس لئے خاندانی عمارت کو سیدھا رکھنے اور اسے اسلامی تعلیمات سے آراستہ رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہمارا چناؤ درست ہو اور انتخاب میں خوبصورتی کو مطمع نظر رکھنے کی بجائے اخلاق و کردار، دینداری اور پرہیزگاری کو ملحوظ رکھیں۔ تا آئندہ نسل بھی نیک، صالح ہو اور اسلام و دین کا نام بلند کرنے والی ہو۔

اس سلسلہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتباہ یاد رکھنا چاہئے۔ آپؐ نے فرمایا۔ ”اگر تم نے (انتخاب میں دین، تقویٰ اور اخلاق کو) مد نظر نہ رکھا تو زمین میں بہت بڑا فساد پیدا ہو جائے گا۔“

(جامع ترمذی کتاب النکاح)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام رشتہ ناطہ میں تقویٰ کو مد نظر رکھنے کے متعلق فرماتے ہیں کہ ”رشتہ ناطہ میں یہ دیکھنا چاہئے کہ جس سے نکاح کیا جاتا ہے وہ نیک بخت اور نیک وضع آدمی ہے اور کسی ایسی آفت میں مبتلا تو نہیں جو موجب فتنہ ہو۔ اور یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام میں قوموں کا کچھ بھی لحاظ نہیں۔ صرف تقویٰ اور نیک بختی کا لحاظ ہے۔“

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 46)

سامعات! آج امت جن مشکلات سے دوچار ہے اور آئے دن ہر ملک، ہر شہر و قصبہ میں جو ہنگامہ آرائی مسلمانوں کی طرف سے ہوتی ہے۔ اس کی بڑی وجہ اس قرآنی اصول و تعلیم سے دوری ہے۔ جس کا ذکر ابھی ہو چکا ہے۔ آج امت کی یہ حالت ہے کہ وہ رشتہ کرتے وقت عورت کے اخلاق نہیں دیکھتے بلکہ مال و دولت، حسب و نسب یا خوبصورتی دیکھتے ہیں۔ تو پھر اس کا نتیجہ یہی نکلے گا جس کا امت کو آج سامنا ہے۔ ہمیں اپنے ماحول کی تربیت اس رنگ میں کرنی ہے کہ بلا ضرورت اور بغیر مکمل کوائف کے کسی کے رشتہ دیکھنے نہ جائیں۔ کسی کے گھر جانے سے قبل اپنے کوائف بھی بھجوانا یا فون پر دینا زیادہ مناسب ہو گا۔ اگر ان کو بھی اتفاق ہو تو وقت لے کر بچی کے گھر جایا جائے۔ جس طرح ہم نہیں چاہتے کہ ہماری بچی کو کوئی دیکھ کر چلا جائے اور کوئی جواب نہ دے۔ اسی طرح دوسری بچیاں بھی ہماری ہی بچیاں ہیں۔ ان کے جذبات کا بھی خیال رکھیں۔ اس ناطہ سے ہم ممبرات لجنہ کی یہ اولین ذمہ داری بنتی ہے کہ حضور انور کا دایاں ہاتھ اور سلطان نصیر بن کر ایسی کمزوریوں سے معاشرے کو نجات دلائیں۔



﴿25﴾ ﴿مشاہدات:33﴾

"شادی ایک مدرسہ ہے"

(حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ)

معزز سامعات! میری تقریر کا موضوع ہے **"شادی ایک مدرسہ ہے"**

یہ موضوع حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک اقتباس سے لیا گیا ہے جس میں آپ شادی جیسے مقدس تعلق کی حقیقت بتاتے ہوئے اسے مدرسے کی حیثیت قرار دیتے ہیں۔

معزز سامعات! مدرسہ کیا ہوتا ہے؟ وہاں کیا کام کیا جاتا ہے؟ جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ مدرسہ بھی گویا ایک طرح کا کارخانہ ہے جیسے کارخانوں میں خام مال سے کارآمد اشیاء تیار کی جاتی ہیں ان کو مشینوں سے گزار کر بھٹی میں تپا کر کندن بنایا جاتا ہے اسی طرح مدرسہ بھی ناپختہ دماغوں کو ایک مضبوط سوچ عطا کرتا ہے۔ کم علم والوں کو علم کی دولت سے مالا مال کرتا ہے۔ عام انسان کو خاص بنایا جاتا ہے۔ عورت کو ترقی دے کر خاتون بناتا ہے۔ اسے دین و دنیا کے علوم کے بحر بے بیکراں میں شناوری کا ہنر سکھایا جاتا ہے۔ قابل اساتذہ کی بدولت شاگرد کی قسمت چمک جاتی ہے۔ کیونکہ وہ اپنا سارا علم و تجربہ اپنے شاگردوں کے ذہنوں تک پہنچاتے ہیں۔ یہاں تک کہ دنیا یہ کہنے پر مجبور ہو جاتی ہے کہ

"شاگرد نے جو پایا استاد کی دولت ہے"

بلاشبہ مدرسہ کسی بھی انسان کی زندگی میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اب شادی اور مدرسے کا کیا تعلق بھلا؟ شادی تو دو انسانوں کے مابین ہوا کرتی ہے جس طرح مدرسہ میں بے شمار طلبہ، طالبات تعلیم حاصل کر رہے ہوتے ہیں لیکن استاد اور ہر اک شاگرد کا اپنا ایک الگ تعلق ہوا کرتا ہے اور وہی تعلق شاگرد کی اگلی زندگی کی کامیابی یا ناکامی کا تعین کرتا ہے اسی طرح شادی میں بھی بے شک دوسرے بہت سے رشتے شامل ہوتے ہیں لیکن اصل معاملہ میاں اور بیوی کا ہوتا ہے اگر ان کے درمیان ایک حقیقی اور سچا محبت بھرا تعلق موجود ہے تو پھر باقی سب رشتے بھی درست سمت میں ہی چلتے ہیں۔ اولاد بھی والدین کی محبت اور ایک

دوسرے کے لیے سچی ہمدردی دیکھ کر ان کی فرمانبردار ہوتی ہے اور ان کی پیروی کرتے ہوئے اسی نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی عائلی زندگی بھی سنوار لیتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ باقی تمام رشتے بھی احسن رنگ میں نبھاتی ہے۔

کتاب رحمان میں خدائے رحمان ورحیم نے فرمایا ہے کہ

وَ مِنۡ اٰیٰتِہٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَکُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ اَزۡوَاجًا لِّتَسۡکُنُوۡۤا اِلَیۡہَا وَ جَعَلَ بَیۡنَکُمۡ مَّوَدَّۃً وَّ رَحۡمَۃً ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ

(الروم:22)

اس کے نشانات میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس میں سے جوڑے بنائے تا کہ تم ان کی طرف تسکین حاصل کرنے کے لیے جاؤ اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی یقیناً اس میں ایسی قوم کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں بہت سے نشانات ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ مدرسہ کے قواعد بتاتے ہوئے فرماتے ہیں :

" جو بچے ابتدائی مرحلہ میں مدرسہ میں بٹھائے جاتے ہیں اُن کے لئے اور کتابیں ہوتی ہیں اور پھر جب اچھی طرح حروف شناس ہو جاتے ہیں تو پھر اور کتابیں اُن کو دی جاتی ہیں اور پھر جب استعداد اُس سے بھی بڑھ جاتی ہے تو دوسری کتابیں حسب استعداد ان کو دی جاتی ہیں اور سب کے بعد انتہائی کتاب کا وقت آتا ہے اور چونکہ خدا اپنی تعلیم میں گڑبڑ ڈالنا نہیں چاہتا اس لئے پیش از وقت کوئی قانون الہامی انسانوں کو نہیں دیتا کیونکہ جن تغیرات کا ابھی انسان کو علم ہی نہیں اُن تغیرات کے موافق انسان کو قانون دینا گویا اس کو سخت پریشانی میں ڈالنا ہے۔"

(روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 107)

معزز خواتین ! شادی کے معنی دلی خوشی، شادمانی اور راحت کے ہیں اگر اس سے خوشی اور راحت حاصل نہیں ہو رہی تو اس شادی کے رشتے پر محنت کرنے کی ضرورت ہے جیسے مدرسے میں اگر ہم کسی مضمون میں کمزور ہوتے ہیں یا اسے اچھی طرح سمجھ نہیں پاتے تو اس کی بار بار مشق کرتے ہیں۔ اس مضمون کو خاص وقت اور توجہ دیتے ہیں تا کہ ہم اس پر عبور حاصل کر سکیں اس کے لیے بسا اوقات ٹیوشن بھی رکھتے ہیں تو

اسی طرح اگر شادی میں کسی طرح کی مشکل پیش آرہی ہے تو اسے اضافی وقت اور توجہ کی ضرورت ہے، اس پر محنت چاہیے۔ اگر خود سے معاملات حل نہیں ہو رہے تو کسی عقل مند اور معاملہ فہم بندے سے ٹیوشن بھی لے جاسکتی ہے جو غیر جانبدار ہو کر اس معاملے کی تہہ تک پہنچے اور اس کا مثبت حل تلاش کر کے اس شادی کو کامیاب کرنے کی کوشش میں مددگار ثابت ہو سکے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

''شادیوں کا معاملہ محبت کی بنیاد کے قیام کے لیے ہے میاں بیوی کی محبت در حقیقت خدا ہی کی محبت کا ظِل ہے۔شادی ایک مدرسہ ہے جہاں خدا تعالیٰ کے عشق کا سبق پڑھایا جاتا ہے... اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کے تعلقات کو اپنی محبت کا ایک نشان قرار دیا ہے... غرض ماں باپ کی محبت خدا تعالیٰ کی محبت کا ایک ظل ہے، بیوی کی محبت بھی خدا تعالیٰ کی محبت کا ظل ہے اور اولاد کی محبت بھی خدا تعالیٰ کی محبت کا ایک ظل ہے... گویا یہ تینوں ایک درس گاہ ہیں جن میں انسان اللہ تعالیٰ کی محبت کا سبق سیکھتا ہے اور دوسروں کو سکھاتا ہے۔''

(خطبات محمود جلد سوم صفحہ 376)

اس اقتباس کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دنیا کا ہر خوبصورت اور مضبوط رشتہ دراصل خدا کی محبت کا ہی عکاس ہے۔ ہر ایسے پُرخلوص رشتے میں خدا جلوہ گر ہوتا ہے دو افراد جو بظاہر بالکل اجنبی ہیں، کیسے بے تکلفی، کیسے اخلاص اور کیسے اٹوٹ بندھن میں بندھ جاتے ہیں اور یہ تعلق کسی دوسرے رشتے میں نظر آنا بعید ہے۔ بیوی کے لیے جو شوہر کو مجازی خدا کا درجہ دیا گیا ہے یہ بھی اسی ضمن میں وہی تعلق باللہ کو سمجھانے کے لیے ہے کہ جس طرح میاں بیوی ایک دوسرے کا لباس ہیں ایک دوسرے کے عیوب دنیا پر ظاہر نہیں کرتے ایسے ہی وہ حقیقی خدا بھی ستار ہے پردے رکھتا ہے پردہ دری کرنا اس کی صفت نہیں۔

پھر والدین کی محبت کا ذکر بھی ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی محبت کا ظل ہیں اور اولاد بھی۔ اگر فی الوقت صرف شادی کے موضوع کو ہی زیر بحث لا کر والدین اور اولاد کا اس مدرسے میں کیا اہم کردار ہے اس کا تذکرہ کر لیا جائے۔

والدین کا کردار اس مدرسے میں پرنسپل یا ہیڈ ماسٹر جیسا ہوتا ہے۔ جو گاہے بگاہے طالب علموں کی کارگردگی کا جائزہ لیتے اور ان میں مزید بہتری کیسے لائی جائے اس بارے میں لائحہ عمل مرتب دیتے ہیں اور اپنے

زندگی کے تجربات کی روشنی میں اعلیٰ نصائح کرتے ہیں پھر جیسے ہمدرد اساتذہ دوا اور دعا دونوں کرتے ہیں وہ بھی دعاؤں کے زاد راہ ان کے ہمراہ کرتے ہیں جس کی بدولت ان کی زندگیاں سہل ہوتی جاتی ہیں۔

پھر اولاد ہے جو شادی شدہ زندگی میں خوشیاں بکھیرتی ہے اس کا کردار اگر ہم غیر نصابی سرگرمیوں جیسا سمجھ لیں جو ذہنی تھکن کو مٹا کر طلبہ کو ترو تازہ کرتی ہیں۔ جسمانی سرگرمیاں صحت کو بہتر کرتی ہیں اور ادبی سرگرمیاں ذہن کو جلا بخشتی ہیں۔ بہت سے طالب علم اگر پڑھائی میں اچھے نہ بھی ہوں تو ان کو غیر نصابی سرگرمیوں کی وجہ سے اضافی نمبرز مل جاتے ہیں اسی طرح اولاد بھی ایک ذریعہ ہوتا ہے شادی کو کامیاب بنانے کا، میاں بیوی کو جوڑ کر رکھنے کا۔ میاں بیوی اولاد کو لے کر ایک جیسی سوچ رکھتے ہیں دونوں ان کی بہتری چاہتے ہیں۔ اولاد کے لیے دونوں کا نفع نقصان سانجھا ہوتا ہے اسی لیے اولاد کی وجہ سے بھی یہ مدرسہ عمدگی سے چلتا رہتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اولاد کے لیے یہ دعائیہ اشعار کہے جو بزبان حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا تھے یعنی دونوں والدین کی اپنی اولاد کے لیے یہی جذبات تھے۔

میری اولاد کو تُو ایسی ہی کر دے پیارے
دیکھ لیں آنکھ سے وہ چہرہ تاباں تیرا
عمر دے، رِزق دے اور عافیت و صحت بھی
سب سے بڑھ کر یہ کہ پا جائیں وہ عرفاں تیرا
اب مجھے زندگی میں ان کی مصیبت نہ دِکھا
بخش دے میرے گُنہ اور جو عِصیاں تیرا

سامعات! شادی کے مدرسہ میں مرد بہر حال زیادہ ذمہ دار ہوتا ہے جیسے کلاس کا مانیٹر جو پڑھائی تو باقی کلاس کے ساتھ ہی کر رہا ہوتا ہے لیکن اس پر باقی کلاس کی نسبت استاد نے کچھ اضافی ذمہ داریاں ڈالی ہوتی ہیں۔

اسی طرح قرآن کریم نے مرد کو قوام بنا کر اس پر کچھ بھاری ذمہ داریاں ڈالی ہیں جن کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

”اگر مرد کوئی کجی یا خامی اپنے اندر رکھے گا تو عورت ہر وقت کی اس پر گواہ ہے۔ اگر وہ ثبوت لے کر گھر آیا ہے تو اس کی عورت کہے گی کہ جب خاوند لایا ہے تو میں کیوں حرام کہوں۔ غرضکہ مرد کا اثر عورت پر ضرور پڑتا ہے اور وہ خود ہی اسے خبیث اور طیب بناتا ہے اسی لیے لکھا ہے۔ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ (نور:27) اس میں یہی نصیحت ہے کہ تم طیب بنو ورنہ ہزار ٹکریں مارو کچھ نہ بنے گا۔ جو خدا سے خود نہیں ڈرتا تو عورت اس سے کیسے ڈرے؟ نہ ایسے مولویوں کا وعظ اثر کرتا ہے نہ خاوند کا۔ ہر حال میں عملی نمونہ اثر کیا کرتا ہے بھلا جب خاوند رات کو اٹھ اٹھ کر دعا کرتا ہے۔ روتا ہے تو عورت ایک دو دن تک دیکھے گی آخر ایک دن اسے بھی خیال آوے گا اور ضرور متاثر ہوگی۔ عورت میں متاثر ہونے کا مادہ بہت ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ جب خاوند عیسائی وغیرہ ہوتے ہیں تو عورتیں ان کے ساتھ عیسائی وغیرہ ہو جاتی ہیں۔ ان کی درستی کے واسطے کوئی مدرسہ بھی کفایت نہیں کر سکتا خاوند کا عملی نمونہ کفایت کرتا ہے۔ خاوند کے مقابلہ میں عورت کے بھائی بہن وغیرہ کا بھی کچھ اثر اس پر نہیں ہوتا۔ خدا نے مرد عورت دونو کا ایک ہی وجود فرمایا ہے۔ یہ مردوں کا ظلم ہے کہ وہ اپنی عورتوں کو ایسا موقع دیتے ہیں کہ وہ ان کا نقص پکڑیں۔ ان کو چاہیئے کہ عورتوں کو ہرگز ایسا موقع نہ دیں کہ وہ یہ کہہ سکیں کہ تو فلاں بدی کرتا ہے بلکہ عورت ٹکریں مار مار کر تھک جاوے اور کسی بدی کا پتہ اسے مل ہی نہ سکے تو اس وقت اس کو دینداری کا خیال ہوتا ہے اور وہ دین کو سمجھتی ہے۔“

(البدر جلد 2 نمبر 9 صفحہ 68 مورخہ 20 مارچ 1903ء)

نیز فرمایا:

”مرد اپنے گھر کا امام ہوتا ہے پس اگر وہی بد اثر قائم کرتا ہے تو کس قدر بد اثر پڑنے کی امید ہے۔ مرد کو چاہیئے کہ اپنے قویٰ کو برمحل اور حلال موقع پر استعمال کرے مثلاً ایک قوت غضبی ہے جب وہ اعتدال سے زیادہ ہو تو جنون کا پیش خیمہ ہوتی ہے جنون میں اور اس میں بہت تھوڑا فرق ہے۔ جو آدمی شدید الغضب ہوتا ہے اس سے حکمت کا چشمہ چھین لیا جاتا ہے۔ بلکہ اگر کوئی مخالف ہو تو اس سے بھی مغلوب الغضب

ہو کر گفتگو نہ کرے۔ مرد کی ان تمام باتوں اور اوصاف کو عورت دیکھتی ہے۔ وہ دیکھتی ہے کہ میرے خاوند میں فلاں فلاں اوصاف تقویٰ کے ہیں جیسے سخاوت، حلم، صبر اور جیسے اسے پرکھنے کا موقع ملتا ہے وہ کسی دوسرے کو نہیں مل سکتا۔ اسی لیے عورت کو سارق بھی کہا ہے کیونکہ یہ اندر ہی اندر اخلاق کی چوری کرتی رہتی ہے حتیٰ کہ آخر کار ایک وقت پورا اخلاق حاصل کر لیتی ہے۔ ایک شخص کا ذکر ہے کہ وہ ایک دفعہ عیسائی ہوا تو عورت بھی اس کے ساتھ عیسائی ہو گئی۔ شراب وغیرہ اوّل شروع کی پھر پردہ بھی چھوڑ دیا۔ غیر لوگوں سے بھی ملنے لگی۔ خاوند نے پھر اسلام کی طرف رجوع کیا تو اس نے بیوی کو کہا تو بھی میرے ساتھ مسلمان ہو۔ اس نے کہا کہ اب میرا مسلمان ہونا مشکل ہے۔ یہ عادتیں جو شراب وغیرہ اور آزادی کی پڑ گئی ہیں یہ نہیں چھوٹ سکتیں۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 157-158 ایڈیشن 1988ء)

پیاری بہنو! حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مثالی شوہر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سراپا محبت تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اپنے عمل سے اپنی عائلی زندگیوں کو سنوارنے کا ہنر سکھایا اپنی ازواج سے بے حد شفقت و رحم کا سلوک، گھریلو کاموں میں مدد، ہنسی مذاق اور ہر بیوی کے دلی جذبات کا خیال رکھنا۔ یہی سلوک اور رحم دلی دیکھ کر آپؐ کی ہر زوجہ محترمہ آپؐ پر دل سے فدا تھیں اور محبت میں ایک دوسرے سے بڑھی ہوئی تھیں۔ ایک بار جنگ خیبر سے واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود حضرت صفیہؓ کے لیے اونٹ پر جگہ بنا رہے ہیں۔ وہ جُبہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنا ہوا تھا اتار کر تہہ کر کے بیٹھنے کی جگہ پر رکھا۔ پھر سوار کراتے وقت اپنا گھٹنا ان کے آگے جھکا دیا اور فرمایا اس پر پاؤں رکھ کر اونٹ پر سوار ہو جاؤ۔

(بخاری)

غرض کہ آپؐ کی سیرت سے ایسے بے شمار واقعات ملتے ہیں جب آپؐ نے اپنی بیویوں کے ساتھ محبت و شفقت کا سلوک فرمایا۔

بحیثیت لجنہ اماء اللہ ہمیں اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ

- ہم اپنے مدرسے سے کیا سبق سیکھ رہی ہیں؟
- ہم کتنی ذہین طالبہ ہیں؟

- کیا اس مدرسے میں داخلے کے بعد سے ہماری تعلیم میں اضافہ ہوا ہے؟
- کیا ہم نے قرب الٰہی کی منازل طے کیں ہیں؟
- کیا ہم اپنے خاوند سے اس کے عزیز رشتے داروں سے محض للہ سچی دلی ہمدردی اور محبت کے جذبات رکھتی ہیں؟
- کیا ہم اپنے شوہر کی خوبیوں کو اپنا رہی ہیں یا اگر کوئی کمزروی ہے تو اسے دور کرنے کے لیے سعی اور دعا کر رہی ہیں؟
- کیا ہماری اولاد ہمارے لیے اضافی نمبروں کا باعث بن رہی ہے، ہماری عائلی زندگی کو مزید کامیاب بنا رہی ہے؟
- ہمارے والدین نے ہمیں جو دین و دنیا میں بہتر بننے کے طریق سکھائے ہیں کیا ہم ان پر عمل کر کے اپنی زندگیاں بہتر بنا رہی ہیں؟

اگر تو ان سب سوالات کے جواب ہاں میں ہیں تو مبارک ہو کہ آپ اس مدرسے سے کامیاب و کامران ہو کر نکلی ہیں۔ آپ اعلیٰ نمبروں میں پاس ہو گئی ہیں۔ اگر کہیں بھی کوئی کمی ہے تو دیر نہیں ہوئی ابھی بھی اسی خدا سے مدد مانگیں اور دل لگا کر محنت کریں نتیجہ ان شاء اللہ شاندار آئے گا۔ کیونکہ

محنت ہو اگر سچی ضائع وہ نہیں ہوتی
تم کام کیئے جاؤ اخلاص سے ہمت سے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک بہت خوبصورت الہام ہے:

ع اَمن اَست دَرمَکَانِ مَحَبَّتْ سَرَائِ مَا

ہمارا مکان جو ہماری محبتِ سرائے ہے اس میں ہر طرح سے امن ہے۔

خدا کرے کہ ہم میں سے ہر ایک کا گھر اس الہام کے مصداق ہو جائے نیز ہر دنیاوی مکان بھی محبت سرائے بن جائے جہاں بس امن ہی امن ہو۔ محبت ہی محبت ہو۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین



﴿21﴾ ﴿مشاہدات:28﴾

اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ

(جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے)

یہ رب العالمیں کا سایہ رحمت ہے دنیا میں
دعا ماں باپ کی لے لو خدا کے پاس جانا ہے

پیاری اور معزز بہنو! آج میری گفتگو کا محور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پُر معارف اور نصیحت آموز ارشاد **اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ** ہے جس کے معانی ہیں جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔

اس ارشاد کے دو معانی ہیں۔ پہلے معنی ہیں کہ جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔ یہ حدیث بالعموم بچوں کو اپنی ماؤں کی خدمت کرنے کی طرف توجہ دلانے کے لیے بولی جاتی ہے کہ ماں کی خدمت جنت کی طرف لے جاتی ہے اور دوسرے معانی اس حدیث سے جڑی ہوئی ایک احمدی عورت کی ذمہ داریوں سے ہے کہ مائیں ایسے رنگ میں اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت کریں کہ بچے جنت کی راہ دیکھنے لگیں۔

دوسرے معنوں میں مضمون کا خلاصہ ایک سادہ سے الفاظ میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ احمدی مائیں اپنے بچوں کی ایسے رنگ میں تربیت اور اصلاح کریں کہ ان بچوں کو جنت اپنی منزل نظر آئے اور وہ ماؤں کی خدمت کرنے والے، ان کی اطاعت کا حق ادا کرنے والے ہوں۔ حقیقت میں بچوں کی جنت اور جہنم ماؤں سے جڑی ہوئی ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بچہ فطرت صحیحہ پر پیدا ہوتا ہے ماں باپ ہی اُسے یہودی، نصرانی، مشرک اور مسلمان بناتے ہیں۔ مائیں اگر اچھی تربیت کریں گی تو بچے جنت کا رُخ کریں گے ورنہ دوزخ کا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ بانی لجنہ تنظیم فرمایا کرتے تھے کہ اگر مائیں بچوں کو نماز کی عادی بنائیں گی تو مرنے کے بعد جب وہ قبر میں سو رہی ہوں گی اور ان کے بچے ظہر کی نماز پڑھیں گے تو فرشتے ماؤں کو مخاطب ہو کر کہہ رہے ہوں گے کہ آپ نے بھی ظہر کی نماز پڑھی۔ اسی طرح

علی ہذا القیاس عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازوں کے وقت فرشتے نمازوں کا ثواب ماؤں کے حق میں لکھ رہے ہوں گے۔ جب ان کے بچے دیگر نمازیں ادا کریں گے۔

بچوں کی تربیت والدین کے لیے ایک صدقہ جاریہ ہوتا ہے۔ جب بچوں کے نیک اعمال کا اجر ماں باپ کو ان کی وفات کے بعد بھی ملتا ہے۔ تو یہی معنی ہیں اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ کے۔ ماں گھر کے انسٹیٹیوٹ کی انچارج ہوتی ہے۔ ماں کو اگر بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے مربی کہا جائے تو غلط نہ ہو گا۔ مربی کا لفظ رب سے لیا گیا ہے جس طرح رب ان بچوں کی تعلیم و تربیت کے سامان مہیا کرتا ہے ویسے ہی ماں بطور مربی اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کی ذمہ دار ہے۔ مربی کے ایک معنی مالی اور باغبان کے بھی ہیں جو پودے کی شاخوں کی کانٹ چھانٹ کرتا اور گوڈی کر کے جڑی بوٹیوں کو الگ کرتا اور پودے کو خوبصورت بناتا ہے۔

تربیت کے ایک معنی Breeding کے بھی ہیں جس طرح ماں، بچوں کو Breed کرتی، ان کے لیے دعائیں کرتی اور پیار بھری نظر سے دیکھتی ہے اسی طرح تربیت کے ایک معنی Nursing کے ہیں۔ ان معنوں میں ماں اپنے بچوں کی دیکھ بھال کرتی اور نشو و نما کرتی ہے اور وہ ان کو جنت کی راہ دکھلاتی ہے اور یوں بچے ماں کے قدموں میں رہ کر جہاں تربیت پاتے ہیں وہاں جنت کی راہ بھی متعین کرتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ بچوں کا ماں سے نیکیاں سیکھنے اور بچوں کو بُری باتوں سے بچانے کی مثال مرغی اور چوزوں سے دیا کرتے تھے۔ جس طرح مرغی اپنے چوزوں کو پروں کے نیچے لے کر اُچک کر لے جانے والے پرندوں سے محفوظ کرتی ہے اِسی طرح مائیں بچوں کو اپنے ساتھ چمٹائے رکھ کر بُری باتوں سے بچوں کو محفوظ رکھتی ہیں۔ اور جنت کی طرف لے جاتی ہیں۔

سامعات! بانی تنظیم لجنہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس حوالے سے ماؤں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔ یہ کتنا لطیف فقرہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں کی کتنی اہمیت بیان فرمائی ہے۔ عام طور پر لوگ اس کے یہ معنے کرتے ہیں کہ ماں کی اطاعت اور فرمانبرداری میں جنت ملتی ہے یہ بھی درست ہے۔ لیکن اس کے اصل معنے یہ ہیں کہ درحقیقت قوم میں جنت تبھی آتی ہے جب مائیں اچھی ہوں اور اولاد کی صحیح تربیت کرنے

والی ہوں۔ اگر مائیں اچھی نہ ہوں اور اولاد کی صحیح تربیت نہ کریں تو اولاد کبھی بھی اچھی نہیں ہو گی اور جس قوم کی اولاد اچھی نہیں ہو گی اُس قوم میں جنت بھی نہیں آئے گی۔ پس درحقیقت قوم میں جنت ماؤں کے ذریعے سے ہی آتی ہے۔ قوم کی مائیں جس رنگ میں بچوں کی تربیت کریں گی اُسی رنگ میں اُس قوم کے کاموں کے نتائج بھی اچھے یا بُرے پیدا ہوں گے۔ اگر مائیں بچوں کی صحیح تربیت کریں گی تو اُس قوم کے کاموں کے نتائج بھی اچھے پیدا ہوں گے اور وہ قوم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گی اور اگر مائیں بچوں کی صحیح تربیت نہیں کریں گی تو اس قوم کے کاموں کے نتائج بھی اچھے پیدا نہیں ہوں گے اور وہ قوم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکے گی۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے عورتوں کی تعلیم پر خاص زور دیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ وعظ فرما رہے تھے کہ اگر کسی شخص کے ہاں تین لڑکیاں ہوں اور وہ اُن کو اچھی تعلیم دلائے اور اچھی تربیت کرے تو وہ شخص جنت کا مستحق ہو جائے گا۔ ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! اگر کسی کے ہاں تین لڑکیاں نہ ہوں بلکہ دو ہوں تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر کسی کے دو لڑکیاں ہوں اور وہ اُن کو اچھی تعلیم دلائے اور اچھی تربیت کرے تو وہ بھی جنت کا مستحق ہو جائے گا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اگر کسی کے ہاں ایک ہی لڑکی ہو اور وہ اس کو اچھی تعلیم دلائے اور اچھی تربیت کرے تو وہ جنت کا مستحق ہو جائے گا۔

اَب دیکھو! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو تعلیم دلانے کی کتنی اہمیت بیان فرمائی ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ عورتوں کی تعلیم کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ **مجھے خدا تعالیٰ نے الہاماً فرمایا ہے کہ اگر پچاس فیصد عورتوں کی اصلاح کر لو تو اسلام کو ترقی حاصل ہو جائے گی۔** گویا خدا تعالیٰ نے اسلام کی ترقی کو تمہاری اصلاح کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔ جب تک تم اپنی اصلاح نہ کر لو ہمارے مبلغ خواہ کچھ کریں کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ حقیقت یہی ہے کہ جب تک دنیا پر ظاہر نہ کر دیا جائے کہ اسلام نے عورت کو وہ درجہ دیا ہے اور عورتوں کو ایسے اعلیٰ مقام پر کھڑا کیا ہے دنیا کی کوئی قوم اس میں اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتی اُس وقت تک ہم غیروں کو اسلام کی طرف لانے میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ایک غیر مذہب کا آدمی قرآن مجید کا مطالعہ اور اس پر غور اور اس پر عمل تو تب کرے گا جب مسلمان ہو جائے گا۔ مسلمان ہونے سے پہلے تو وہ ہمارے عمل اور ہمارے نمونہ سے ہی اسلام کی طرف متوجہ ہو سکتا ہے۔ پس عورتوں کی

اصلاح نہایت ضروری ہے۔ قادیان میں تو اس کام کے لیے ہر قسم کی جدوجہد ہو رہی ہے۔ یہاں تعلیم کا انتظام بھی موجود ہے، لڑکیوں کے لیے مدرسہ اور دینیات کالج بھی ہے، مگر جیسا کہ میں بتا چکا ہوں اور جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ **جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے یہ کام ہمارے بس کا نہیں بلکہ یہ کام تمہارے ہاتھوں سے ہو سکتا ہے۔ جب تک ہماری مدد نہ کرو اور ہمارے ساتھ تعاون نہ کرو اور جب تک تم اپنی زندگیوں کو اسلام کے فائدے کے لیے نہ لگاؤ گی اس وقت تک ہم کچھ نہیں کر سکتے۔"**

(اُوڑھنی والیوں کے لیے پُھول صفحہ 392-391)

سلام ماں کو قدموں میں جس کے جنت ہے
سلام باپ کو ہے سائباں کریمانہ
اگر حیات ہوں ماں باپ خوش نصیبی ہے
ہمارا فرض ہے ہر وقت ان کے کام آنا

معزز بہنو! اللہ تعالیٰ نے ماں کو بہت بلند مقام دیا ہے وہ اس لیے کہ ماں کی گود میں ہی رہ کر ایک بچہ پرورش پاتا ہے۔ پیدائش سے قبل بچہ جب اس کی ماں کی کوکھ میں ہوتا ہے وہاں سے ہی اس کی تربیت شروع ہو جاتی ہے اور جب وہ بچہ اس دنیا میں آتا ہے تو اس کا سب سے گہرا تعلق ماں کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔ باپ سے کئی گنا زیادہ ایک بچہ اپنی ماں کے زیرِ سایہ پروان چڑھتا ہے۔ اسی لیے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو اتنا بڑا مقام عطا فرمایا کہ جنت ماں کے قدموں تلے کر دی۔ جنت اِنہیں ماؤں کے قدموں تلے ہے جو اپنے بچوں کی اچھے رنگ میں پرورش کرتی ہیں۔

سامعات! قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ عنہ نے 1961ء میں مکرمہ مدیرہ مصباح کی درخواست پر ممبرات لجنہ کے نام جو پیغام بھجوایا اُسے آج کی تقریر سے بہت مناسبت ہے اس لئے بیان کر دیتی ہوں۔ آپ لکھتے ہیں۔

"یاد رکھنا چاہئے کہ تربیت کا زمانہ بچے کی ولادت کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے۔ اسی لئے ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے کہ جب کوئی بچہ پیدا ہو تو اس کے پیدا ہوتے ہی اس کے دائیں کان میں اذان کے الفاظ دُہرائے جائیں اور اُس کے بائیں کان میں اقامت کے الفاظ دُہرائے جائیں۔

اس حدیث میں اذان، ایمان کی قائم مقام ہے اور اقامت، عمل کی قائم مقام ہے۔ گویا یہ تعلیم دی گئی ہے کہ بچے کے پیدا ہوتے ہی اس کے ایمان اور عمل کی تربیت کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے اور ماں باپ کو شروع سے ہی اِس کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔ بعض والدین اس غلطی میں مبتلا ہوتے ہیں کہ پیدا ہونے والا بچہ تو گویا صرف گوشت کا ایک لوتھڑا ہوتا ہے اور بعد میں بھی وہ کئی سال تک دینی اور اخلاقی باتوں کو سمجھنے کے قابل نہیں ہوتا۔ مگر ایسا خیال کرنا بڑی غلطی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ غیر شعوری طور پر ولادت کے ساتھ ہی تاثر اور تاثیر کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے اور والدین کا فرض ہے کہ اِسی زمانہ سے بچوں کی تربیت کا خیال رکھیں اور نگرانی شروع کر دیں۔ آجکل علم النفس کی ترقی نے بھی یہی بات ثابت کی ہے جو ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال پہلے بظاہر اُمّی ہونے کے باوجود عرب کے صحراء میں فرمائی تھی کہ بچہ کی ولادت کے ساتھ ہی اس کی تربیت کا انتظام کرو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ **ماؤں کے قدموں کے نیچے بچوں کے لئے جنت ہے اِس میں بھی یہی اشارہ ہے کہ اگر مائیں بچپن سے ہی بچوں کی اچھی تربیت کریں اور ان کے اعمال کی نگرانی رکھیں تو وہ ان کو جنت کے رستہ پر ڈال کر ابدالآباد کی نعمتوں کا وارث بنا سکتی ہیں۔**

پس میں اپنے اس مختصر سے نوٹ کے ذریعہ احمدی ماؤں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ بچپن سے ہی بلکہ بچوں کی ولادت کے ساتھ ہی ان کی تربیت کا خیال رکھنا شروع کر دیں اور ان کو ایسے رستہ پر ڈال دیں جو جنت کا رستہ ہے تاکہ بڑے ہو کر وہ اسلام اور احمدیت کے بہادر سپاہی بن سکیں اور ان کے دلوں میں خدا کی محبت اور رسولؐ کی محبت اور مسیح موعودؑ کی محبت ایسی راسخ ہو جائے کہ وہ اس کے لئے ہر جائز قربانی کرنے کے لئے تیار ہوں۔

(محررہ 18 نومبر 1961ء از ماہنامہ مصباح دسمبر 1961ء و جنوری 1962ء)

چلتی پھرتی ہوئی آنکھوں سے اذاں دیکھی ہے
مَیں نے جنت تو نہیں دیکھی ہے ماں دیکھی ہے

پیاری بہنو! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے لجنہ برطانیہ کے سالانہ اجتماع 2022ء کے موقع پر ماؤں کو درج ذیل نصائح فرمائیں۔

"یاد رکھیں کہ بچے بہت عقلمند ہوتے ہیں اور نہایت ہی عمیق نظر سے دیکھتے ہیں اس لیے آپ کے اقوال و افعال اور کردار میں کوئی تضاد نہیں ہونا چاہیے یقیناً اگر احمدی والدین اپنے اندر اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی عادت پیدا کرنے سے قاصر رہے تو پھر ان کے بچے بھی بڑے ہو کر دنیا داری اور آج کل کے معاشرے میں بے دینی سے بہت متاثر ہوں گے۔ لہٰذا احمدی والدین کیلئے نہایت ضروری ہے کہ وہ بڑے احتیاط کے ساتھ اپنے آپ میں بہتری لانے کی کوشش کریں تا کہ وہ اپنے بچوں کی صحیح تربیت اور رہنمائی کر سکیں۔ روزانہ اپنے بچوں سے بات چیت کریں اور ان کو وہ چیزیں بتائیں جن کے ذریعہ سے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے قریب ہو جائیں۔ جیسا کہ کئی دفعہ پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ احمدی والدین کو شروع سے ہی اپنے بچوں کے ساتھ ایک حقیقی دوستی اور باہمی اعتماد کا تعلق پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ گو ہے تو یہ والدین کی، دونوں کی ذمہ داری ہے لیکن احمدی ماؤں پر خصوصی طور یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے بچوں سے ایک محبت اور قریبی تعلق پیدا کریں اور ان کے اندر دینی اقدار قائم کریں۔ آپ کو اپنے بچوں کا حوصلہ بڑھانا چاہیے تا کہ وہ آپ سے کھل کر اور بغیر کسی جھجھک کے بات کر سکیں۔ بچے فطرتاً متجسس ہوتے ہیں اور ماؤں کی ذمہ داری ہے کہ ان کے سوالوں کے جوابات دیں۔ اگر ماں کو اس کا جواب نہ آئے تو اسے چاہئے کہ اس کا جواب تلاش کرے بجائے اس کے کہ اسے بلا جواب چھوڑ دیا جائے۔ اس سلسلہ میں احمدی لڑکیوں اور خواتین کو اپنے دینی علم کو بڑھانے کی کوشش کرنی چاہئے اور عصر حاضرہ کے مسائل سے واقفیت ہونی چاہیے۔ اگر آپ اپنا علم بڑھائیں گی تو اس کے ذریعہ سے آپ کے دین میں بھی ترقی ہو گی۔ اپنے بچوں میں دین کیلئے دلچسپی پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ ان کو بتائیں کہ دین کی کیا ضرورت ہے اور کیوں اس کو تمام امور پر ترجیح دی جاتی ہے۔ اپنے بچوں کی اخلاقی اور روحانی تربیت کو یقینی بنانا ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے اور ان احمدیوں کیلئے ایک بڑا چیلنج ہے جن کے بچے اس معاشرہ میں پروان

چڑھ رہے ہیں اور اس کوشش کی انجام دہی میں ماؤں کا بنیادی کردار ہے۔ آخر میں دوبارہ اس بات کا اعادہ کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ”صرف وہ جو اسے یاد کرتے ہیں اور اپنے دین کو ترجیح دیتے ہیں کامیاب ہوتے ہیں“۔ پس اپنی نمازوں کو اہتمام کے ساتھ ادا کریں اور ہر لفظ پر غور کریں بجائے اس کے کہ (بغیر سمجھے) محض نماز کی حرکات و سکنات کو ادا کریں یا ہونٹ ہلا کر اس کے الفاظ پڑھ دیں۔ ایک مخلص خاتون کی دعائیں ایک بے حساب سرمایہ ہے اور اس لحاظ سے ہمیشہ اپنے لئے، اپنے بچوں کیلئے، اپنے خاوند کیلئے، اپنے معاشرہ کیلئے اور اپنی جماعت کیلئے دعائیں کریں۔ ہمیشہ اس بات کو ذہن میں رکھیں اور دعا کریں کہ آپ خدا تعالیٰ کے سامنے جھکے رہیں جو آپ کا خالق ہے اور صرف وہی ہے جو آپ کی پریشانیاں اور مشکلات دور کر سکتا ہے صرف وہی ہے جو آپ کو اسلام قبول کرنے کے بنیادی معیار سے بلند کر کے ایک حقیقی مومن جو ایمان میں مضبوط ہو کے معیار تک لے جا سکتا ہے، صرف وہی ہے جس کے رحم و کرم سے آپ کے بچے اپنے ایمان سے اور دین سے جڑے رہ سکتے ہیں۔ وہی ہے جو آپ کے خاوندوں کو غلط کاموں سے روک سکتا ہے اور ان کی صحیح راستے کی طرف رہنمائی کر سکتا ہے۔ اگر احمدی خواتین اپنی ذمہ داریاں اور مقاصد کو پورا کریں گی تو وہ اپنے گھروں، اپنے شہروں اپنے ملکوں اور پوری دنیا میں ایک بڑا اخلاقی اور روحانی انقلاب لا سکتی ہیں اور لائیں گی۔ ان شاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے کہ آپ ان میں سے ہوں جو ایسے روحانی انقلاب کو ظہور میں لائیں اور اللہ کرے کہ آنے والی نسلیں یہ کہیں کہ اس دور کی احمدی ماؤں اور بچیوں نے ہمیں بچانے اور حقیقی روحانی نجات کی راہ پر ثابت قدم رہنے میں ایک غیر معمولی کردار ادا کیا ہے۔ اللہ کرے ایسا ہی ہو۔ اللہ تعالیٰ لجنہ اماء اللہ پر ہر لحاظ سے اپنا فضل فرماتا رہے۔ آمین“

(روزنامہ الفضل آن لائن 6؍دسمبر 2022ء)

اللہ تعالیٰ ہماری سب ماؤں کو اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ کے حقیقی معنوں کو سمجھتے ہوئے بچوں کی ایسے رنگ میں تعلیم و تربیت کرنے والا بنائے کہ ہمارے بچے اس تربیت کی وجہ سے جنت کے وارث ٹھہریں۔ آمین

سر پہ سایہ رہے ماں کا تو سکون ملتا ہے
میرے سر پر میری چھاؤں کو سلامت رکھنا

ہم کو ماں اتنی پیاری ہے دعا کرتی ہوں
میرے مولا سبھی ماؤں کو سلامت رکھنا



﴾27﴿ ﴾مشاہدات: 41﴿

احمدی خواتین ایمان کی محافظ ہیں

کئے جو تم نے ہیں وعدے لجنہ اماء اللہ
پورے کرنے ہیں وہ سارے لجنہ اماء اللہ
کام بہت ہیں سپرد تمہارے لجنہ اماء اللہ
پلان کرلو ابھی سے سارے لجنہ اماء اللہ

میری بہنو! میرا موضوع سخن ہے "**احمدی خواتین ایمان کی محافظ ہیں**"

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نیک عورتوں کی صفات کے بارہ میں فرماتا ہے:

مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ (التحریم:6)

مسلمان، ایمان والیاں، فرمانبردار، توبہ کرنے والیاں، عبادت کرنے والیاں، روزے رکھنے والیاں۔

سامعات! احمدی خواتین اپنے ایمان و ایقان کے لحاظ سے دنیا میں ایک الگ مقام اور پہچان رکھتی ہیں اور دراصل یہ مقام ان کو اپنے اس روحانی اتصال سے نصیب ہوا ہے جو ان کا صحابیات رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لا کر "**صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا**" نے ان کے ایمان کو بھی صحابہ کے رنگ میں رنگین کر دیا ہے۔

ہر احمدی خاتون یہ عہد کرتی ہے کہ

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

میں اقرار کرتی ہوں کہ اپنے مذہب اور قوم کی خاطر اپنی جان و مال، وقت اور اولاد کو قربان کرنے کے لیے ہر دم تیار رہوں گی اور سچائی پر ہمیشہ قائم رہوں گی اور خلافت احمدیہ کے قائم رکھنے کے لیے ہر قربانی کے لیے تیار رہوں گی۔ (ان شاء اللہ)

یہ عہد دوہرانے کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری مائیں، بہنیں، بیٹیاں کس طرح اپنے عہد کو پورا بھی کرتیں ہیں۔

میری پیاری بہنو! چند پھول میں نے آج آپ کے لئے اور اپنے لئے جمع کئے ہیں۔ آئیں! ان پھولوں کی مہک سے لطف اندوز ہوں۔

ہر انسان سب سے پہلے اپنے والدین کی طرف دیکھتا ہے۔ میں نے سب سے پہلے ایمان کی پختگی کا اندازہ کرنے کے لئے اپنی ماں کو ہی دیکھا۔ اُس ماں کو جو میری بھی ماں ہیں اور آپ کی بھی ماں ہیں یعنی ام المومنین حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا۔

جب حضرت مرزا مبارک احمد صاحب کی وفات ہوئی اس وقت حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا نے جو صبر ورضا کا نمونہ دکھایا اس کے متعلق محمود عرفانی صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت اُمّ المؤمنین نے اس وقت فرمایا:

"میں خدا کی تقدیر پر راضی ہوں"

جب اس طرح آپ نے اس امتحان کو قبول کر لیا تو آسمان پر حضرت اُمّ المؤمنین کے اس امتحان کا رزلٹ بذریعہ وحی الٰہی نازل ہوا۔

"خدا خوش ہو گیا!"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ الہام جب حضرت اُمّ المؤمنین کو سنایا تو آپ نے فرمایا:

"مجھے اس الہام سے اس قدر خوشی ہوئی ہے کہ دو ہزار مبارک احمد بھی مر جاتا تو میں پرواہ نہ کرتی۔"

(سیرۃ حضرت سیدۃ النساء ام المؤمنین نصرت جہاں بیگم صفحہ 269)

میری بہنو! دوسرا موقع بھی حضرت اماں جان کی زندگی کا ہے کہ جب محمدی بیگم والی پیشگوئی کے پورا ہونے کے لئے رو رو کر دعائیں کر رہیں تھیں حضرت عرفانی کبیر نے آپؓ کے الفاظ نوٹ کئے ہیں کہ فرمایا:

"آپ نے بارہا خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ گو میری زنانہ فطرت کراہت کرتی ہے۔ مگر صدق دل اور شرح صدر سے چاہتی ہوں کہ خدا کے منہ کی باتیں پوری ہوں اور ان سے اسلام اور مسلمانوں کی عزت اور جھوٹ کا زوال وابطال ہو۔"

(سیرۃ حضرت سیدۃ النساء ام المؤمنین نصرت جہاں بیگم صفحہ 219)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر کسی جزع فزع کا اظہار نہ کرنا اور خدا کے حضور صرف یہی عرض کرنا کہ

"اے خدا! یہ تو ہمیں چھوڑ چلے ہیں پر تو ہمیں نہ چھوڑیو۔"

(سیرۃ حضرت سیدۃ النساء ام المؤمنین نصرت جہاں بیگم صفحہ 362)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"یہ جو رات دن مسلمانوں کو کلمہ طیبہ کہنے کے واسطے تحریص اور تاکید ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ بغیر اس کے کوئی شجاعت پیدا نہیں ہو سکتی۔ جب آدمی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتا ہے تو تمام انسانوں اور چیزوں اور حاکموں اور افسروں اور دشمنوں اور دوستوں کی قوت اور طاقت ہیچ ہو کر انسان صرف اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہے اور اُس کے سوائے سب اُس کی نظروں میں ہیچ ہو جاتے ہیں۔ پس وہ شجاعت اور بہادری سے کام کرتا ہے اور کوئی ڈرانے والا اس کو ڈرا نہیں سکتا۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ 259، ایڈیشن 1988ء)

یہ عشق و وفا کے کھیت کبھی خوں سینچے بغیر نہ پنپیں گے
اس راہ میں جان کی کیا پروا جاتی ہے اگر تو جانے دو

میری عزیز بہنو! ذرا یاد کرو۔ اہلیہ حاجی میراں بخش، عالم بی بی، چراغ بی بی، جان بی بی، گلاب بی بی، زہرہ بی بی، انڈونیشیا کی دو خواتین اڈوٹ صاحبہ اور اونیہ صاحبہ، رشیدہ بیگم، مبارکہ بیگم، شریفہ شوکت، ڈاکٹر نورین شیراز۔ یہ وہ چند نام ہیں جنہوں نے اپنے خون سے اپنے ایمان کا ثبوت دیا۔

یہی نہیں کہ احمدی خواتین نے خود جانی قربانی دی بلکہ اپنے بیٹوں، بھائیوں، باپوں اور سہاگوں کی قربانی کے مواقع پر اپنے ایمان میں لغزش نہ آنے دی۔

لاہور کے دردناک سانحہ کے بعد ایک احمدی ماں کے بہادری کے جذبات کو جنابِ انصر رضا نے اس طرح پیش کیا ہے

نماز جمعہ کو پچھلے جمعے جہاں گئے تھے تمہارے بابا
اسی جگہ پہ نماز پڑھنا جہاں کھڑے تھے تمہارے بابا

نشان منزل نہیں ہے بیٹا نشان راہ ہیں یہ سرخ چھینٹے
وہاں سے آغاز تم کروگے جہاں رکے تھے تمہارے بابا

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

احمدی مستورات قربانیوں میں ہر گز اپنے مردوں سے پیچھے نہیں ہیں۔ شہادت میں وہ بیویاں جو بیوگی کی زندگی بسر کرنے کے لئے پیچھے رہ جاتی ہیں اُن کے متعلق یہ گمان کرنا کہ ان کے خاوند ثواب پاگئے اور وہ محروم رہ گئیں، وہ آگے نکل گئے اور یہ پیچھے رہ گئیں یہ بالکل غلط خیال ہے۔ مردوں کی شہادت کی عظمت کے اندر ان کی بیواؤں کی قربانیوں کی عظمت داخل ہوتی ہے۔ ان ماؤں کو آپ کیسے بھلا سکتے ہیں جن کے بچے شہید ہوئے اور اللہ کی رضا کی خاطر وہ راضی رہیں اور بڑے حوصلے اور صبر کے نمونے دکھائے۔ ان بہنوں کو آپ کیسے فراموش کر سکتے ہیں جن کے ویر ہاتھ سے جاتے رہے۔ بہت ہی پیار سے ان کو دیکھا کرتی تھیں، بڑی محبت سے ان کا استقبال کیا کرتی تھیں اور جانتی ہیں کہ اب کوئی گھر میں واپس نہیں آئے گا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ خواتین، یہ بوڑھیاں، یہ بچیاں، یہ جوان عورتیں یہ ساری قربانیوں سے محروم ہیں اور صرف شہید ہونے والے قربانیوں میں آگے نکل گئے۔"

(خطبات طاہر جلد 5 صفحہ 436-440)

میری بہنو! احمدی خواتین نے اپنے ایمان کی پختگی کا ثبوت اشاعت اسلام کے لئے مردوں کو فکروں سے آزاد کر کے بھی دیا۔ اگر ایمان پختہ نہ ہو تو کیسے ممکن ہے کہ خدا کی راہ میں قربانی پیش کی جاسکے۔

ایک خاتون محترمہ سردار بیگم صاحبہ دختر شیخ محمد حسین صاحب سب جج زیرہ ضلع فیروز پور نے لکھا:

"مرد اکثر اوقات کسی نیک کام کرنے سے اس لئے بھی رُک جاتے ہیں کہ اُن کی عورتیں راہ میں حائل ہو جاتی ہیں۔ پیاری بہنو اور بزرگو! خبردار! اس کام کے کرنے میں ہر گز حائل نہ ہونا ورنہ جہنم کا منہ دیکھنا پڑے گا تم خود مردوں سے کہو کہ نکلو! اسلام کی عزت رکھنے کا وقت ہے... جو بہنیں اپنے مردوں کو بھیجنے کے ذریعے سے مدد نہیں کر سکتیں وہ اپنے مال سے مدد کریں"

(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد اول صفحہ 111)

سامعات! ہماری احمدی خواتین نے جو مثالیں قائم کیں ان کی ایک جھلک حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے یوں پیش فرمائی۔ فرمایا:

"ہمارے کئی مربی ایسے ہیں جو دس دس پندرہ پندرہ سال تک بیرونی ممالک میں فریضہ تبلیغ ادا کرتے رہے اور وہ اپنی نئی بیاہی ہوئی بیویوں کو پیچھے چھوڑ گئے۔ ان عورتوں کے بال اب سفید ہو چکے ہیں لیکن انہوں نے اپنے خاوندوں کو کبھی یہ طعنہ نہیں دیا کہ وہ انہیں شادی کے بعد چھوڑ کر لمبے عرصے کے لیے باہر چلے گئے تھے۔ ہمارے ایک مبلغ مولوی جلال الدین صاحب شمس ہیں وہ شادی کے تھوڑا عرصہ بعد ہی یورپ چلے گئے تھے۔ ان کے واقعات سن کر انسان کو رقت آ جاتی ہے۔ ایک دن انکا بیٹا گھر آیا اور اپنی والدہ سے کہا کہ امی ابا کسے کہتے ہیں؟ ہمیں پتہ نہیں ہمارا ابا کہاں گیا ہے؟ کیونکہ وہ بچے ابھی تین تین چار چار سال کے تھے کہ شمس صاحب یورپ تبلیغ کے لیے چلے گئے اور جب واپس آئے تو وہ بچے 17،17، 18،18 سال کے ہو چکے تھے۔ اب دیکھو یہ ان کی بیوی کی ہمت اور اس بیوی کی ہمت ہی کا نتیجہ تھا کہ وہ ایک لمبے عرصے تک تبلیغ کا کام کرتے رہے۔ اگر وہ انہیں اپنی درد بھری کہانیاں لکھتی رہتیں تو وہ یا تو خود بھاگ آتے یا سلسلے کو مجبور کرتے کہ انہیں بلا لیا جائے۔"

(محسنات صفحہ 122 تا 123)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"مجھ سے خدا تعالیٰ باتیں کرتا ہے اور مجھ سے ہی نہیں جو شخص میری اتباع کرے گا اور میرے نقش قدم پر چلے گا اور میری تعلیم کو مانے گا اور میری ہدایت کو قبول کرے گا خدا تعالیٰ اس سے بھی باتیں کرے گا... لکھا ہے کہ مسیح موعود کے ظہور کے وقت یہ انتشار نورانیت اس حد تک ہو گا کہ عورتوں کو بھی الہام شروع ہو جائے گا اور نابالغ بچے نبوت کریں گے اور عوام الناس روح القدس سے بولیں گے اور یہ سب کچھ مسیح موعود کی روحانیت کا پرتَو ہو گا۔"

(ضرورۃ الامام، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 475)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے احمدی خواتین کے تعلق باللہ کے متعلق فرمایا:

”احمدی خواتین میں بڑی بڑی اولیاء اللہ پیدا ہوئی ہیں۔ بعض ایسی ہیں جن کو خدا تعالیٰ الہامات سے نوازتا رہا ہے۔ کشوف عطا فرماتا ہے۔ سچے رؤیا دکھاتا ہے۔ مصیبت کے وقت ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور قبولیت سے متعلق پہلے سے اطلاع دی کہ یہ واقعہ اس طرح ہوگا اور اسی طرح ہوا۔ یہ وہ آخری منزل ہے جس کی طرف ہر احمدی خاتون کو لے کر ہم نے آگے بڑھنا ہے۔ تعلق باللہ کے سوا مذہب کی اَور کوئی جان نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عبادت بھی اللہ سے محبت اور تعلق پیدا کرنے کے لئے کی جاتی ہے“۔

(مستورات سے خطاب 12 ستمبر 1992ء جلسہ سالانہ جرمنی)

رغبتِ دل سے ہو پابند نماز و روزہ
نظر انداز کوئی حصۂ احکام نہ ہو

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے احمدی خواتین کو مخاطب کر کے فرمایا:

”اے عورتو! تمہارے لئے آزادی کا وقت آگیا ہے خدا تعالیٰ نے احمدیت کے ذریعے تمہارے لئے ترقی کے بے انتہا راستے کھول دئے ہیں اگر اس وقت بھی تم نہیں اُٹھو گی تو کب اُٹھو گی؟ اگر اس وقت بھی تم اپنے مقام اور درجہ کے حصول کے لئے جدجہد نہیں کرو گی تو کب کرو گی؟... اگر تمہارے مرد تمہاری بات نہیں مانتے اور وہ دین کی خدمت کے لئے تیار نہیں ہوتے تو تم ان کو چھوڑ دو اور انہیں بتا دو کہ تمہارا تعلق ان سے اُس وقت تک ہے جب تک کہ وہ دین کی خدمت کرتے ہیں۔“

(الازہار لذوات الخمار حصہ دوم صفحہ 83)

چنانچہ ہماری احمدی مستورات سے ہر آن اپنے ایمان کی حفاظت کرتے ہوئے اپنا قدم خدا تعالیٰ کی محبت میں آگے سے آگے بڑھایا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ لجنہ اماء اللہ کو سراہتے ہوئے فرمایا:

”ایک کھلا چیلنج ہے تمام دنیا کی خواتین کے لیے احمدی خواتین سی کوئی اور خواتین تو لاکر دکھاؤ۔ کتنی عظمت کی زندگی ہے۔ کتنے اعلیٰ مقاصد کے لیے وقف ہیں اور ان کی لذتوں کے معیار بدل چکے ہیں۔ تمہیں جو لذت سنگھار پٹار میں ملتی ہے۔ دکھاوے نمائش اور ناچ گانوں میں ملتی ہے اس سے بہت بہتر اور بہت اعلیٰ

درجے کی لذتیں احمدی خواتین کی زندگی کو منور رکھتی ہیں اور ان کے دلوں میں ایسی باقی رہنے والی لذات ہیں جو اس زندگی میں بھی اس کا ساتھ دیتی ہیں اور اُس دنیا میں بھی جہاں تم سب نے مر کر پہنچنا ہے...... احمدی خواتین دنیا میں مثبت اقدام کے طور پر کیا کچھ کر رہی ہیں قوموں کی زندگی میں کتنا بھرپور حصہ لے رہی ہیں اور جیسا کہ میں نے پہلے ہی کہا ہے دنیا بھر کی تمام خواتین سے مقابلہ کر کے دیکھ لیں کہ کسی قوم میں خواتین کی اتنی بھاری تعداد اتنے مثبت اور مفید کاموں میں مصروف دکھائی نہیں دیں گی جیسے کہ احمدی خواتین دکھائی دیتی ہیں اپنے خلفائے کرام کے زیر سایہ صبر و رضائے الٰہی، توکل، زُہد اور تقویٰ کی دولت سے مالامال نہ صرف مردوں کے شانہ بشانہ چلتی جارہی ہیں بلکہ اولادوں کی اعلیٰ تربیت کر کے نئی نسلوں کے ذریعے جماعت کو ایک نئی اور عظیم قوت فراہم کرتی چلی جارہی ہیں۔ آج میں احمدی عورت کو اپنے دائیں بھی لڑتے دیکھ رہا ہوں اور بائیں بھی اور آگے بھی اور پیچھے بھی۔ آج احمدی خواتین بیدار ہو کر اُٹھ کھڑی ہوئی ہیں احمدی خواتین نے ہر میدان میں میرا ساتھ دیا ہے۔ بگڑے ہوئے معاشرے کا بہترین جواب احمدی خواتین ہیں۔"

(الفضل 30/جولائی 1999ء)

میری بہنو! ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ ہمیں ہماری ذمہ داریوں کے متعلق توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

"خواتین کا معاشرے میں ایک اہم کردار ہے۔ ایک عورت کا بنیادی کردار اس کے گھر سے شروع ہوتا ہے جہاں وہ ایک بیوی اور ایک ماں کی حیثیت سے عمل کر رہی ہوتی ہے یا مستقبل کی ماں کی حیثیت سے اگر ابھی شادی نہیں ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہماری توجہ اس طرف مبذول کروائی ہے کہ ہمیشہ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو۔ اگر عورتیں اس بات کو سمجھ لیں اور خدا کا خوف کرنے لگیں اور تقویٰ کی راہوں پر چلیں تو وہ اس قابل ہو جائیں گی کہ ایک انقلاب معاشرے میں پیدا کر دیں۔"

(جلسہ سالانہ گھانا 2004ء۔ اَلازْھَارُلِذَوَاتِ الْخِمَار۔ جلد سوم حصہ اول)

اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی یہ توفیق دے کہ ہم خدا تعالیٰ کی حقیقی عبد بنیں اور ہمیشہ ہم اور ہماری آئندہ نسلیں تاقیامت مضبوطی سے حبل اللہ کو پکڑ کر اپنے ایمان پر قائم رہیں۔ آمین۔



﴾28﴿ ﴾مشاہدات:45﴿

خدمتِ دین میں لجنہ اماء اللہ کا امتیازی مقام

خدمتِ دین کو اک فضلِ الٰہی جانو
اس کے بدلہ میں کبھی طالبِ انعام نہ ہو
رغبتِ دل سے ہو پابند نماز و روزہ
نظرانداز کوئی حصہٴ احکام نہ ہو

عزیز سامعات! میری گزارشات کا عنوان ہے **"خدمتِ دین میں لجنہ اماء اللہ کا امتیازی مقام"**

لجنہ اماء اللہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی خدمتگار کنیزوں (بندیوں) کی تنظیم یا جماعت۔

لجنہ اماء اللہ برطانیہ کے سالانہ اجتماع 2022ء کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے لجنہ اماء اللہ کی ذمہ داریوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"لجنہ اماء اللہ کی ممبرات کو ہمیشہ اپنی ذیلی تنظیم کے مقاصد پر غور و فکر کرنا چاہیے اور یہ کہ لجنہ اماء اللہ کا رکن ہونے کا کیا مطلب ہے۔ جب حضرت مصلح موعودؓ نے لجنہ اماء اللہ کو قائم فرمایا تو آپ نے بڑے غور و فکر کے بعد اس کا نام رکھا۔ لجنہ اماء اللہ کے لفظی معنی خدا تعالیٰ کی جماعت کی خادمات ہیں چنانچہ جب آپ اللہ تعالیٰ کی خادمات کی جماعت میں داخل ہیں اور دین کی خادمات ہونے کا عہد کیا ہے تو آپ کیلئے اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ ہونا ضروری ہے۔ سب سے پہلی اور بنیادی بات یہ ہے کہ سب ممبرات کو اپنے دین کی حفاظت کی طرف پوری توجہ دینی چاہیے۔ انہیں کوشش کرنی چاہیے کہ اُس روحانی سطح اور بلندی تک پہنچیں جس کی ایک حقیقی مومنہ سے توقع کی جاتی ہے۔"

(روزنامہ الفضل آن لائن 6/دسمبر 2022ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جماعت کی خواتین کو ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلاتے ہوئے مخاطب کر کے فرمایا:

"یہ خیالات غلط ہیں تم اپنی اولادوں پر رحم کرو۔ انہیں دین اسلام سکھاؤ کیوں کہ پہلا مدرسہ والدہ کی گود ہے۔ اپنے خاوندوں، اپنے بھائیوں، اپنے بیٹوں کو مجبور کرو کہ وہ تمہیں اللہ کی کتاب سکھائیں۔ اسلام کے لئے دل میں درد پیدا کرو۔ اسلام مُردہ ہے تمہارے دروازے پر تڑپ رہا ہے۔ للہ! اس پر رحم کرو۔ احمدیت میں کامل ہو جاؤ۔ تمہارے دین پر دشمنوں نے کئی اعتراض کیے ہیں۔ اس کے جوابات ذہن نشین کرو۔ کیا تم سُکھ کی نیند سوؤ گی اگر کوئی تمہارا کوئی بچہ تڑپ رہا ہو۔ اسی طرح اسلام پیاس بھوکا تڑپتا ہے اس کی خبر گیری کرو۔"

(تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ 32-33)

میری پیاری بہنو! آئیں! ذرا اپنی سو سالہ تاریخ پر ایک اچٹتی نگاہ ڈالیں اور دیکھیں کہ لجنہ اماء اللہ نے خدمت دین میں کیا مساعی کی ہے؟

سامعات! لجنہ اماء اللہ کی ہر ممبر بھی اور آپ بھی یہ عہد اپنے ہر اجلاس میں دوہراتی ہے اور بار بار خدا تعالیٰ کے حضور اپنے عہد وفا کا اظہار کرتی ہے کہ

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

"میں اقرار کرتی ہوں کہ اپنے مذہب اور قوم کی خاطر اپنی جان، مال، وقت اور اولاد کو قربان کرنے کے لئے تیار رہوں گی نیز سچائی پر ہمیشہ قائم رہوں گیاور خلافتِ احمدیہ کے قائم رکھنے کے لیے ہر قربانی کے لیے تیار رہوں گی۔ ان شاء اللہ۔"

خدمت دین کی ہر تحریک اور ہر جہت میں لجنہ اماء اللہ نے ہمیشہ امام وقت کی آواز پر لبیک کہا ہے۔ ہر قربانی کے لئے نہ صرف اپنے آپ کو تیار کیا ہے بلکہ اپنی بساط کے مطابق ہر قربانی پیش بھی ہے۔

میری بہنو! لجنہ اماء اللہ کا خدمتِ دین کا جذبہ ہر ضرورت پر کار فرما رہا ہے۔ اگر دین کے لئے وقت کی ضرورت پڑی وقت دیا، مال کی ضرورت پڑی مال نچھاور کیا، جذبات کی ضرورت پڑی اپنے جذبات کو قربان کیا، میدان عمل میں جانے والے خاوندوں کو بے فکر رکھنے کی ضرورت پڑی تو کبھی ان کو ایسے خطوط نہ لکھے

کہ وہ ایک لمحہ کے لئے بھی اعلائے کلمۃ اللہ سے غافل ہو سکیں۔ جانوں کی ضرورت پڑی تو راہ خدا میں اپنے باپ، اپنے سہاگ، اپنے بیٹے، اپنے بھائی، اپنے عزیز سب فدا کر دیئے اور ساتھ ہی یہ کیفیت بھی ہے۔

جو ملے تھے زخم وہ سی لئے، جو ملے تھے اشک وہ پی لئے
در شکوہ سارے ہی بند ہیں نہ سنو گے دل کی کراہ بھی

لجنہ اماء اللہ تو اپنے شہید بیٹوں کو **"جزاکم اللہ قادر، جزاکم اللہ"** کہہ کر رخصت کرنے کی تاریخ رکھتی ہے۔ پھر صرف پدر، پسر، برادر اور خاوند ہی قربان نہیں کئے بلکہ اپنی جانوں کو بھی دین پر فدا کیا تا کہ خدا کے دین کی سربلندی ہو اور یہ شجر پھولے پھلے۔ لجنہ اماء اللہ نے اپنی جانوں کو قربان کرتے ہوئے بزبان حال حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی یاد تازہ کی کہ

فَلَسْتُ أُبَالِي حِيْنَ أُقْتَلُ مُسْلِماً
عَلَى أيِّ جَنْبٍ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِي
وَذٰلِكَ فِي ذَاتِ الإِلٰهِ وَ إِنْ يَشَأْ
يُبَارِكْ عَلَى أوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعٍ

کہ اے دشمنو! میں تو اس بات کی بھی پرواہ نہیں کرتا کہ جب میں قتل ہو کر زمین پر گروں گا تو کس پہلو پر گروں گا۔ کیونکہ خدا کی قسم! میری یہ موت اس معبود کی خاطر ہے جو اگر چاہے تو میرے ریزہ ریزہ بدن کو بھی برکتوں سے بھر دے۔

پیاری بہنو! لجنہ اماء اللہ کی خدمات دین کی کوششوں کو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ نے اس طرح سراہا:

"حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے زمانے میں حضور کی ہدایت اور نگرانی کے تحت احمدی مستورات نے ہر جہت میں ترقی کی ہے اور بعض کاموں میں تو وہ جوش وخروش دکھاتی ہیں کہ مردوں کو شرم آنے لگتی ہے اور مالی قربانیوں میں ان کا قدم پیش پیش ہے"

(سلسلہ احمدیہ جلد اوّل صفحہ 190)

تیرا احسان اے فضل عمر! ہم یاد رکھیں گی
عمل سے دیکھنا اپنے تجھے ہم شاد رکھیں گی

میری بہنو! لجنہ اماءاللہ کی مساعی اور کامیابیوں کے دو اور ذکر بھی پیش ہیں۔

ڈاکٹر سیف الدین کچلو نے اپنے اخبار تنظیم امرتسر میں لکھا۔

"لجنہ اماءاللہ قادیان احمدیہ خواتین کی انجمن کا نام ہے۔ اس انجمن کے ماتحت ہر جگہ عورتوں کی اصلاحی مجالس قائم کی گئیں ہیں اور اس طرح ہر وہ تحریک جو مردوں کی طرف سے اٹھتی ہے خواتین کی تائید سے کامیاب بنائی جاتی ہے۔ اس انجمن نے تمام خواتین کو سلسلہ کے مقاصد کے ساتھ عملی طور پر وابستہ کر دیا ہے۔ عورتوں کا ایمان مَردوں کی نسبت زیادہ مخلص اور مربوط ہوتا ہے۔ عورتیں مذہبی جوش کو مَردوں کی نسبت زیادہ محفوظ رکھ سکتی ہیں۔ لجنہ اماءاللہ کی جس قدر کارگزاریاں اخبار میں چھپ رہی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ احمدیوں کی آئندہ نسلیں موجودہ کی نسبت زیادہ مضبوط اور پُرجوش ہوں گی اور احمدی خواتین اس چمن کو تازہ دم رکھیں گی"

(بحوالہ الفضل قادیان 4 جنوری 1927ء صفحہ 13)

حضرت عرفانی صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں:

"برلن مسجد کی تحریک ایسی بابرکت ہوئی ہے کہ اس نے احمدی خواتین کی مخفی ایمانی قوتوں کو نمایاں کر دیا ہے اور اُن میں خدمت دین اور اشاعت سلسلہ کا ایسا جوش پایا جاتا ہے کہ مَردوں میں بھی اس کی نظیر کم ملے گی۔"

(تاریخ لجنہ جلد اوّل صفحہ 110)

سامعات! احمدی خواتین میں خدمت دین کا جذبہ کس قدر بڑھا ہوا ہے۔ اس کا اندازہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے 14 دسمبر 1951ء کے خطبہ جمعہ سے بھی ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ:

"ہالینڈ کی مسجد کے متعلق عورتوں میں تحریک کی گئی تھی۔ انہوں نے مَردوں سے زیادہ قربانی کا ثبوت دیا ہے...... اگر اسلامی قانون کو دیکھا جائے تو عورت کی آمد مَرد سے آدھی ہونی چاہئے...... پس اگر مَردوں نے

چالیس ہزار روپیہ دیا تھا تو چاہئے تھا کہ عورتیں بیس ہزار روپیہ دیتیں۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ مَردوں نے اگر ایک روپیہ چندہ دیا تو عورتوں نے سوا روپے کے قریب دیا ہے"

(روزنامہ الفضل ربوہ 20 دسمبر 1951ء)

عزیز بہنو! رونامہ الفضل آن لائن لندن کے مطابق اس وقت لجنہ اماء اللہ کے 35 رسائل اور جرائد دنیا کے طول و عرض میں شائع ہو رہے ہیں۔ تصنیف و اشاعت میں کئی جگہوں کی لجنہ اماء اللہ کی تنظیموں نے بہت کام کیا ہے۔ سیرت النبی ﷺ کے پیارے موضوع پر احمدی لکھنے والوں پر نظر دوڑائیں تو خواتین خاص طور پر اُبھر کر سامنے آتیں ہیں۔

قرآن کریم کے تراجم کا کام ہو، ریسرچ کا کام ہو، لائیو ترجمہ کرنا ہو، **مسجد برلن کی پرانی تحریک ہو یا جدید تحریک، مسجد فضل لندن کی تعمیر کی تحریک ہو، مسجد نصرت جہاں کوپن ہیگن کی تعمیر ہو، تحریک خاص ہو، صد سالہ جوبلی فنڈ ہو، نئے مراکز کی تحریک ہو، مسجد بیت الفتوح لندن کی تعمیر ہو، مسجد بیت الفتوح کی Renovation کی تحریک ہو، صد سالہ خلافت جوبلی ہو، صد سالہ لجنہ اماء اللہ جوبلی ہو، بد رسوم ترک کرنے کی تحریک ہو یا تبلیغ احمدیت کی تحریک ہو ہر جگہ لجنہ اماء للہ ایک امتیازی شان کے ساتھ خدمت دین میں مصروف نظر آئے گی۔**

1991ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ قادیان تشریف لے گئے تو احمدی مستورات سے خطاب کرتے ہوئے آپؒ نے فرمایا:

"قادیان کی لجنہ کے متعلق کہہ سکتا ہوں کہ مالی قربانی میں یہ بے مثل نمونے دکھانے والی ہیں۔ قادیان کی جماعت ایک بہت غریب جماعت ہے۔ لیکن میں نے ہمیشہ دیکھا ہے کہ جب بھی کوئی تحریک کی جائے یہاں کی خواتین اور بچیاں ایسے ولولے اور جوش کے ساتھ اس میں حصہ لیتی ہیں کہ بعض دفعہ میرا دل چاہتا ہے کہ ان کو روک دوں کہ بس کرو۔ تم میں اتنی استطاعت نہیں ہے اور واقعتاً مجھے خوشی کے ساتھ ان کا فکر بھی لاحق ہو جاتا ہے۔ لیکن پھر میں سوچتا ہوں کہ جس کی خاطر انہوں نے قربانیاں کی ہیں وہ جانے۔

وہ جانتا ہے کہ کس طرح ان کو بڑھ چڑھ کر عطا کرنا ہے۔ وہی اللہ اپنے فضل کے ساتھ ان کے مستقبل کو دین اور دنیا کی دولتوں سے بھر دے گا۔"

(جلسہ سالانہ قادیان 1991ء۔ مستورات سے خطاب 27 دسمبر 1991ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے ایک خطاب میں فرمایا:

"میں نے اپنے دور میں جو تحریکیں کی ہیں، ان کے نتیجے میں مَیں جانتا ہوں کہ اتنی عظیم الشان قربانیاں احمدی خواتین نے کی ہیں اور خاموشی کے ساتھ کی ہیں، بعض دفعہ ان کے خط پڑھتے ہوئے آنکھوں میں آنسو آجایا کرتے تھے، میں دعا کیا کرتا تھا کہ کاش! میری اولاد میں سے بھی ایسی بیٹیاں ہوں۔ جو اس شان کے ساتھ اس پیار کے ساتھ اللہ کے حضور اپنا سب کچھ پیش کر دینے والی۔ ہوں۔"

(جلسہ سالانہ جرمنی 1992ء۔ مستورات سے خطاب)

میری بہنو! آخر پر اپنے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ایک اقتباس پیش کر کے اپنی گزارشات کو ختم کرتی ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:

"اسلام میں مالی قربانی کی مثالیں صرف مَردوں تک ہی محدود نہیں ہیں۔ بلکہ اس پیاری تعلیم اور جذبہ ایمان کی وجہ سے عورتیں بھی مالی قربانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی رہی ہیں اور لیتی ہیں اور اپنا زیور اُتار اُتار کر پھینکتی رہی ہیں اور آج پہلوں سے ملنی والی جماعت میں یہی نمونے ہمیں نظر آتے ہیں اور عورتیں اپنے زیور آ آ کر پیش کرتی ہیں۔ عموماً عورت جو شوق سے زیور بنواتی ہے اس کو چھوڑنا مشکل ہوتا ہے لیکن احمدی عورت کا یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ یہی ہے کہ اپنی پسندیدہ چیز پیش کی جائے۔

گزشتہ دنوں مَیں جب انگلستان کی مساجد اور پھر تحریک جدید کے بزرگوں کے پُرانے کھاتے کھولنے کی مَیں نے تحریک کی تھی تو احمدی خواتین نے بھی اپنے زیور پیش کئے اور بعض بڑے بڑے قیمتی سیٹ پیش کئے کہ یہ ہمارے زیوروں میں سے بہترین ہیں۔ تو یہ ہے احمدی کا اخلاص۔ اس حکم پر عمل کر رہے ہیں کہ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران:93) جو سب سے پسندیدہ چیزیں ہیں وہ ہی پیش کی

جارہی ہیں۔ تو مَردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کا بھی یہی ایمان ہے۔ ان باتوں کو دیکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ جماعت میں اخلاص کی کمی ہے۔"

(خطبہ جمعہ 7 جنوری 2005ء)

اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی خدمت دین کی ویسی توفیق دے جو ہمارے اسلاف کی روایت ہے تا کہ ہم بھی حقیقی طور پر لجنہ اماء اللہ کہلانے کی مستحق بن سکیں۔ آمین



﴿28﴾ ﴿مشاہدات:35﴾

لجنہ اماء اللہ اور خواتین کی با اختیاری

پیاری عزیز بہنو! میری گزارشات کا موضوع ہے۔ **لجنہ اماء اللہ اور خواتین کی با اختیاری**

میں نے جب اس موضوع پر غور کیا تو پہلا خیال مجھے یہ آیا کہ عورت کو با اختیار اسلام نے بنایا۔ اسلام سے پہلے عورت کبھی با اختیار نہیں تھی۔ عورت کس قدر بے وقعت تھی اس کا نقشہ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم رضی اللہ عنہا نے کچھ ان الفاظ میں کھینچا ہے کہ

کیا تیری قدر و قیمت تھی؟ کچھ سوچ! تری کیا عزت تھی
تھا موت سے بدتر وہ جینا قسمت سے اگر بچ جاتی تھی
عورت ہونا تھی سخت خطا ، تھے تجھ پر سارے جبر روا
یہ جرم نہ بخشا جاتا تھا تا مرگ سزائیں پاتی تھی
گویا تُو کنکر پتھر تھی احساس نہ تھا جذبات نہ تھے
توہین وہ اپنی یاد تو کر! ترکہ میں بانٹی جاتی تھی

ہمارے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے نہ صرف خواتین کو عزت دلوائی بلکہ ایک خاتون کے متعلق ہی جو آپؐ کی زوجہ محترمہ تھیں فرمایا ”آدھا دین عائشہ سے سیکھو۔“

حضرت عائشہؓ کے علم کی دوسری عورتوں کے علم پر فضیلت کے بارے میں فرمایا:

”اگر امت کی عورتوں کا علم جمع کیا جائے تو عائشہؓ کا علم ان تمام عورتوں سے بڑھ جائے۔“

حضرت عروہ بن زبیرؓ بیان کرتے ہیں:

”میں نے حضرت عائشہؓ سے بڑھ کر علم قرآن رکھنے والا، حلال حرام کا عالِم، علمِ فقہ، شعر و ادب، طب کا ماہر، تاریخِ عرب اور علم الانساب کا عالم کوئی نہیں دیکھا۔

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے خواتین کی تعلیم و تربیت کے لیے ایک دن مقرر کیا ہوا تھا۔

حدیث مبارکہ ہے کہ:

"ایک مرتبہ عورتوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا مرد ہم سے فوقیت لے گئے ہیں ہمارے لیے کوئی خاص دن مقرر فرمائیں آپ ﷺ نے ان کے لیے ایک دن مقرر کر لیا اور انہیں شریعت کے احکام بتاتے اور ان کے سوالوں کے جواب دیتے۔"

(صحیح بخاری کتاب العلم باب 12)

پھر جیسے جیسے زمانہ آنحضرت ﷺ سے دور ہوتا گیا ویسے ویسے جاہلیت کے خیالات بھی زور پکڑتے گئے اور خواتین کی ترقی کی راہیں دوبارہ مسدود ہوتی چلی گئیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت جہاں اسلام کے احیاء نو کی نوید بن کر آئی وہاں طبقہ نسواں کے لئے پیام بہار بھی بنی۔

میری عزیز بہنو! آئیں! گزشتہ ایک صدی کا جو سفر لجنہ اماء اللہ نے کیا اس کی چشم تصور میں کچھ جھلکیاں آپ کو بھی دکھاؤں۔ آئیں! اب ہم مل کر سفر کریں اور دیکھیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے خلفاء کی بدولت ہم خواتین کس قدر بااختیار بنیں۔

پہلا منظر ایک ریلوے اسٹیشن کا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا کے ساتھ گاڑی کے انتظار میں پلیٹ فارم پر ٹہل رہے ہیں۔ اصحاب بھی قریب ہی موجود ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت مولوی عبد الکریمؓ جن کی طبیعت غیور اور جوشیلی تھی خود حضرت صاحب کے پاس گئے اور کہا کہ حضور! لوگ بہت ہیں بیوی صاحبہ کو الگ ایک جگہ بٹھا دیں حضرت صاحب نے فرمایا۔ جاؤ! جی میں ایسے پردے کا قائل نہیں ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ حضورؑ نے فرمایا۔ لوگ یہی کہیں گے کہ مرزا اپنی اہلیہ کے ساتھ ٹہل رہا تھا۔

میری بہنو! دوسرا منظر بھی ایک صحابی کا ہے جو کچھ مزاج کی تیزی میں اپنی زوجہ کو کچھ کہہ دیتے ہیں۔ پھر اس کا ذکر اپنے ایک دوست سے کرتے ہیں۔ وہ دوست حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حلقہ بیعت میں

شامل ہیں۔ وہ مشورہ دیتے ہیں کہ بھائی! اپنی زوجہ سے صلح کرلو کیونکہ آج کل ملکہ کا راج ہے۔ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام خانگی معاملات میں حضرت اماں جان کی بہت مانتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہ صرف خود ہمیشہ حضرت اماں جانؓ سے نہایت محبت کا سلوک رکھا بلکہ ہمیشہ اپنے اصحاب سے بھی یہی تقاضہ کیا کہ وہ بھی اپنے اہل سے محبت کا سلوک رکھیں۔ ہم جو سو سال پہلے کسی شمار میں نہ تھیں انہیں گھر کی ملکہ بنایا۔ نہ صرف اپنے عمل سے بلکہ یہی وعظ و نصیحت اپنے ارادتمندوں کو بھی کی۔

بیوی کے ساتھ تعلق کا ذکر کرتے ہوئے بطور نصیحت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

”ہمیں تو کمال بے شرمی معلوم ہوتی ہے کہ مرد ہو کر عورت سے جنگ کریں۔ ہم کو خدا نے مرد بنایا اور یہ در حقیقت ہم پر اتمام نعمت ہے۔ اس کا شکریہ ہے کہ عورتوں سے لطف اور نرمی کا برتاؤ کریں۔“

(سیرت مسیح موعود علیہ السلام از عبد الکریم سیالکوٹیؓ صفحہ 18)

ایک منظر وہ ہے جب ایک مخلص صحابیہ حضرت ام طاہرؓ کی والدہ بیگم حضرت ڈاکٹر سید عبد الستار شاہؓ نے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں عرض کیا:

حضور! مرد تو آپ کی تقریر بھی سنتے ہیں اور درس بھی مگر ہم مستورات اس فیض سے محروم ہیں ہم پر کچھ رحمت ہونی چاہیے کیونکہ اس غرض کے لیے آتے ہیں کہ فیض حاصل کریں۔ حضور بہت خوش ہوئے اور فرمایا:

”جو سچے طلبگار ہیں ان کی خدمت کے لیے ہم ہمیشہ ہی تیار ہیں۔ ہمارا یہی کام ہے کہ ہم ان کی خدمت کریں۔“

اس سے پہلے حضور نے کبھی عورتوں میں تقریر یا درس نہیں دیا تھا مگر ان کی التجا اور شوق کو پورا کرنے کے لیے عورتوں کو جمع کر کے روزانہ تقریر شروع فرمادی۔

(سیرت المہدی حصہ دوم صفحہ 882)

گویا مردوں کو یہ باور کروایا گیا کہ خواتین بھی معاشرے کا اہم جز ہیں۔ ان کی روحانی تربیت ایک لازم امر ہے۔

سامعات! ایک منظر وہ ہے کہ سلسلہ کو ایک اخبار کی ضرورت ہے۔ خدا اس کام میں مدد کے لئے جن کو چنتا ہے وہ ایک ملکہ اور دو شہزادیاں ہیں۔ یعنی حضرت اماں جانؓ، حضرت ام ناصرؓ اور حضرت دختر محمود۔

یہ بھی ایک خدائی تصرف ہے کہ سلسلہ کی اس اہم ضرورت کو طبقہ نسواں کی امداد سے پورا فرمایا۔

ایک منظر میں ایک تیرہ سال کی بچی ہے جس کے سر سے والد محترم کا سایہ اٹھ گیا۔ والد بھی وہ جو نہ صرف ایک شفیق باپ تھا بلکہ پہلا خلیفۃ المسیح بھی تھا۔ والد کی وفات کے اگلے دن وہ نو منتخب خلیفہ کو ایک خط لکھتی ہے۔

"گزارش ہے کہ میرے والد صاحب نے مرنے سے دو دن پہلے مجھے فرمایا کہ ہم تمہیں چند نصیحتیں کرتے ہیں۔ میں نے کہا فرمائیں میں ان شاء اللہ عمل کروں گی تو فرمایا بہت کوشش کرنا کہ قرآن آجائے اور لوگوں کو بھی پہنچے۔ میرے بعد اگر میاں صاحب خلیفہ ہوں تو ان کو میری طرف سے کہہ دینا کہ عورتوں کا درس جاری رہے اور میں امیدوار ہوں آپ قبول فرمائیں گے۔ میری بھی خواہش ہے اور کئی عورتوں اور لڑکیوں کی بھی خواہش ہے کہ میاں صاحب درس کرائیں۔ آپ برائے مہربانی درس صبح ہی شروع کرا دیں میں آپ کی نہایت مشکور رہوں گی۔"

کیا یہ عام بات ہے کہ کوئی ایسے خلیفۃ المسیح کو لکھ سکے؟ پھر نتیجہ کیا ہوا؟ نتیجہ یہ کہ عورتوں میں درس جاری ہو گیا۔

پھر درس ہی جاری نہیں ہوا بلکہ قادیان میں خواتین کے لئے درسگاہیں کھلنی شروع ہو گئیں۔ پھر ان درسگاہوں میں پڑھنے والیوں نے آگے پڑھانا شروع کر دیا۔ اس طرح قادیان میں ایک تعلیمی انقلاب آگیا۔ گھر گھر میں قرآن پاک تو پہلے بھی پڑھایا جا رہا تھا اب باقاعدہ تعلیمی کوائف جمع کیے گئے۔ بڑی عمر کی عورتوں کو بھی اردو پڑھنا اور دستخط کرنا سکھایا گیا۔ اس طرح تعلیم بالغاں کے لیے ایک ایک ممبر کے ذمے ایک ایک خاتون کو پڑھانے کا کام سونپ دیا گیا۔

میری آنکھ نے یہ منظر بھی دیکھا کہ وہ خلیفہ جو مثیل مسیح تھا اس نے ہماری الگ تنظیم بنا دی۔

میری آنکھ نے وہ منظر بھی دیکھا جب میری تنظیم کو شوریٰ میں براہ راست شرکت کی اجازت ملی۔

میری آنکھ نے وہ منظر بھی دیکھا جب ہمیں جلسہ سالانہ پر اپنے جلسہ گاہ کا انتظام خود سنبھالنے کا موقع ملنے لگا۔

ہاں ہاں! میری آنکھ نے ایک اور منظر بھی دیکھا کہ جب ہم اتنی معتبر ٹھہریں کہ مسیحیت کے گڑھ میں پہلا خانہ خدا ہمارے چندے سے بنا۔

اسی کے متعلق حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

وہ شہر جو کفر کا ہے مرکز ہے جس پہ دینِ مسیح نازاں
خدائے واحد کے نام پر اک اب اس میں مسجد بنائیں گے ہم
پھر اس کے مینار پر سے دنیا کو حق کی جانب بلائیں گے ہم
کلامِ ربِ رحیم و رحماں ببانگِ بالا سنائیں گے ہم

پھر یہی نہیں اور بھی مساجد دنیا میں ہمارے چندوں سے بنیں جن سے دن رات خدائے واحد کی توحید کے نعرے لگ رہیں ہیں جو اعلان کر رہیں ہیں کہ

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

میری آنکھ اس منظر سے بھی محروم نہیں جب میری تنظیم کا جھنڈا لہرایا گیا۔

میری چشم تصور نے وہ منظر بھی دیکھا جب ایک بابرکت خاتون حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگمؓ نے یورپ میں ایک خانہ خدا کا سنگ بنیاد رکھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جامعہ نصرت کے سائنس بلاک کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا:

”اے میری عزیز بچیو! بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے آپ پر۔ آپ نے پوری کوشش سے دنیوی علوم حاصل کرنے ہیں اور کسی سے بھی علم میں پیچھے نہیں رہنا۔ مگر آپ کی ہر کوشش کی جہت ایسی ہونی چاہیے جو آپ کو خدا کے قریب کر دے نہ کہ اس سے دور لے جانے کا موجب ہو۔ آپ کا زاویہ نگاہ درست ہونا چاہیے۔ اگر آپ کی نگاہ کے شیشے میں کوئی نقص نہ ہو گا تو آپ خدا تعالیٰ کی ہر خلق اور ہر چیز میں اس کے حسن و احسان کے جلوے دیکھ سکتی ہیں۔ کیونکہ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَأْنٍ ہر دن جو چڑھتا ہے اس میں ہم اپنے

خدا کے نئے سے نئے جلوے دیکھ سکتے ہیں۔ آپ نے صرف خود ہی حقیقی علم و عرفان حاصل نہیں کرنا بلکہ دنیا کے بچوں کو بھی علم سکھانا ہے۔ پس بڑی ذمہ داری ہے جو آپ پر عائد ہوتی ہے۔ خدا کرے کہ آپ اس ذمہ داری کو پوری طرح ادا کرنے کی توفیق پائیں۔ پس اپنے زاویہ نگاہ کو درست رکھتے ہوئے علم سیکھو اور بڑھ چڑھ کر سیکھو اور پھر اسے دنیا میں پھیلاؤ اور اس طرح خدا تعالیٰ کے بے شمار فضلوں کے وارث بنتے چلے جاؤ"

(تاریخ احمدیت جلد 28 صفحہ 43)

ہاں ہاں میری پیاری بہنو! میری آنکھ یہ منظر دیکھ رہی ہے اور یہ سلسلہ جاری ہے کہ بے شمار خواتین ڈاکٹرز، نرسز، انجینئرز، آرکیٹیکٹ، سائنسدان اور اساتذہ کے طور پر ترقی کی منازل طے کر رہی ہیں۔

میری آنکھ ریسرچ سکالرز، مترجمین اور والینٹئرز کے طور پر احمدی خواتین کو گراں قدر کام کرتے دیکھ رہی ہے۔

پیارے آقا سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ تعالیٰ بنصر العزیز فرماتے ہیں:

"لجنہ کی تنظیم کے قیام سے آپ کو، احمدی عورت کو اللہ تعالیٰ نے وہ مواقع میسر فرما دیے جہاں آپ اپنے علم اور تجربے سے دوسروں کو بھی فائدہ پہنچا سکتی ہیں اور اپنی صلاحیتوں اور اہلیتوں کو مزید چمکا سکتی ہیں پس اس موقع سے فائدہ اٹھائیں۔"

(الفضل انٹرنیشنل 19/جون 2016ء صفحہ 20)

سامعات! جس طرح ایک گاڑی اس وقت تک ٹھیک نہیں چل سکتی جب تک اس کے دونوں پہیے بالکل درست نہ ہوں اور اگر خفیف سا نقص بھی کسی ایک پہیہ میں پایا جائے تو ایسی گاڑی اچھی طرح چل نہیں سکے گی۔ بعینہٖ یہی حال دنیا میں مرد و عورت کا ہے۔ جب تک یہ دونوں دنیائے عمل میں قدم بقدم اور پہلو بہ پہلو نہ چلیں ان کا ترقی کے زینہ تک پہنچنا مشکل ہے۔ بلکہ جس طرح گاڑی کے ایک طرف کا پہیہ ناقص ہو کر دوسری طرف کے پہیے کے چلنے میں بھی روک ڈال دیتا ہے۔ اسی طرح اگر عورت ترقی کے میدان میں چلنے کے قابل نہ ہو تو مرد کے ترقی کرنے میں روک ہو گی۔

یہ ازلی قانون قوموں اور ملکوں اور خاندانوں میں یکساں طور پر چلتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے عورت کی تعلیم و تربیت پر خاص زور دیا ہے۔ علاوہ اس کے کہ عورت مرد کے کام میں بہت سی سہولت کا باعث بن سکتی ہے۔ عورت کی گود آئندہ نسل کا گہوارہ بھی ہے۔ پس اگر عورتیں اچھی تربیت یافتہ نہ ہوں تو اولاد بھی اچھی اور قابل نہ ہوگی اور جب اولاد اچھی نہ ہوئی تو قوم پروان کس طرح چڑھے گی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

”حقیقت یہی ہے کہ عورتوں کی تعلیم و تربیت کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ مجھے خدا تعالیٰ نے الہاماً فرمایا ہے کہ اگر پچاس فی صدی عورتوں کی اصلاح کر لو تو اسلام کو ترقی حاصل ہو جائے گی۔ گویا خدا تعالیٰ نے اسلام کی ترقی کو تمہاری اصلاح کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔ جب تک تم اپنی اصلاح نہ کر لو ہمارے مبلغ خواہ کچھ کریں کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔“

(الازہار لذوات الخمار صفحہ 391)

گزری صدی کا ہر سال اور ہر ماہ اور ہر دن احمدی خواتین کی صلاحیتوں میں اضافہ کا باعث بنا ہے اور یہی بااختیاری ہمیں ہماری ذمہ داریوں کا بھی احساس دلا رہیں ہیں۔ یہ بااختیاری ہمیں باور کروا رہی ہے کہ پھل دار درخت کی شاخیں پھلوں سے لدی ہوں تو جھکی ہوتی ہیں۔ آئیں! میں بھی اور آپ بھی خدا کے حضور جھکیں۔ اس گزری صدی میں ملنی والی نعمتوں کا شکر ادا کریں اور نئی صدی میں نئے عزم اور نئی ہمت اور نئے جوش سے اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محمود کر کے چھوڑیں گے ہم حق کو آشکار
روئے زمیں کو خواہ ہلانا پڑے ہمیں



﴿30﴾ ﴿مشاہدات:36﴾

احمدی مستورات کی مالی و جانی قربانیاں

مال و جاں وقت اور اولاد کیے ہیں قرباں
جو بھی مقدور میں ممکن تھا وہ لے آئی ہیں
دورِ ثانی میں یہ توفیق ملی ہے ہم کو
دورِ اول کی ادائیں سبھی اپنائی ہیں

احمدی بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **احمدی مستورات کی مالی و جانی قربانیاں**

سامعات! میری آج کی گزارشات کے دو حصے ہیں۔ مالی قربانیاں اور دوسرے جانی قربانیاں۔ پہلے میں احمدی خواتین کی مالی قربانیوں کا ذکر کرتی ہوں۔

اللہ تعالیٰ کی دی گئی نعمتوں کو محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی محبت کی خاطر خرچ کرنا متقیوں کی ایک بڑی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ۔ (آل عمران: 93) ترجمہ: تم ہرگز نیکی کو پا نہیں سکو گے یہاں تک کہ تم اُن چیزوں میں سے خرچ کرو جن سے تم محبت کرتے ہو۔

روحانی احیاء اور دنیا کی محبت سرد ہونے کا ایک ثبوت جماعت احمدیہ کی عظیم مالی قربانیاں ہیں۔ جن کی بنا حضرت مسیح موعودؑ نے ڈالی اور جن پر ایک عالیشان عمارت حضرت مصلح موعودؓ نے تعمیر کی جس کا ہر کمرہ احمدیوں کے پُر خلوص مال سے لبریز ہے۔ آج چونکہ بات چلی ہے مستورات کی جانی و مالی قربانیوں کی تو تاریخ احمدیت ایسی ممبرات کی قربانیوں سے بھری پڑی ہے جنہوں نے خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے سب کچھ خدا کے حضور قربان کر دیا۔

سامعات! سب سے پہلی مثال حضرت اُمّ المؤمنینؓ کی ہے۔ جن کی بلند ہمتی اور خدا تعالیٰ کی خاطر قربانی کا بے نظیر نمونہ اور سلسلہ عالیہ کی مستورات کے لیے بہترین اسوۂ حسنہ ہے۔ حضرت اماں جانؓ کی زندگی کا ہر

لجنہ خواتین اوراحباب جماعت کی ترقی اور بہبود میں صَرف ہوتا۔ مدرسۃ البنات کے لیے آپؓ نے اپنے گھر کا ایک حصہ پیش کر دیا۔ آپؓ کی قربانیوں کو دیکھتے ہیں تو عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ مسجد بنانے کی تحریک ہو یا کہیں مبلغ سلسلہ کی ضروریات کو پورا کرنے کا مسئلہ در پیش ہو، لٹریچر کے لیے رقم کی ضرورت ہو یا تحریک جدید نے پکارا ہو۔ آپؓ ہر تحریک میں بڑی فراخدلی سے حصہ لیتی تھیں اور سب سے پہلے اپنا چندہ ادا کرتی تھیں یہاں تک کہ بعض مواقع پر اپنی جائیداد اور زیورات فروخت کر کے خوشی سے امام الزمانؑ اور بعد ازاں خلفاء کے قدموں میں پیش کر دیتیں۔ آپؓ کی زندگی میں سلسلے کی کوئی تحریک ایسی نہیں جس میں آپؓ نے حصہ نہ لیا ہو۔ مساجد کی تعمیر، لنگر خانہ، لجنہ اماء اللہ، مسجد فضل لندن، مسجد برلن، لنگر کے لیے دیگوں کا انتظام، اخبار الفضل، منارۃ المسیح، تحریک جدید۔ صرف تحریک جدید کے پہلے نو سال میں آپؓ نے مجموعی طور پر 3142ء روپے پیش کیے۔

(ماخوذ از سیرت حضرت نصرت جہاں بیگمؓ از یعقوب علی عرفانیؓ صفحہ 295 تا 301)

پیاری بہنو! ”ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے موقع پر خرچ نہ رہا۔ اُن دنوں جلسہ سالانہ کے لئے چندہ جمع ہو کر نہیں جاتا تھا۔ حضور اپنے پاس سے ہی صرف فرماتے تھے۔ میر ناصر نواب صاحب مرحوم نے آکر عرض کی کہ رات کو مہمانوں کے لیے کوئی سالن نہیں ہے۔ فرمایا بیوی صاحبہ سے کوئی زیور لے کر جو کفایت کر سکے فروخت کر کے سامان کر لیں۔ چنانچہ زیور فروخت یا رہن کر کے میر صاحب روپیہ لے آئے اور مہمانوں کے لیے سامان بہم پہنچا دیا۔“

(تاریخ لجنہ جلد اوّل صفحہ 8)

ہر دلعزیز بہنو! حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب منارۃ المسیح کی تعمیر کے لیے ایک اعلان فرمایا۔ آپؑ نے ایک اشتہار ”اپنی جماعت کے خاص گروہ کے لیے“ شائع فرمایا اور ایک سَو ایک خدام کو مخاطب فرمایا کہ وہ ایک ایک سَو روپیہ اس مقصد کے لیے ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے خدام کو توفیق دی کہ اپنے امام کی آواز پر لبیک کہیں۔ حضرت اقدسؑ نے مینارے کی تعمیر پر دس ہزار روپے کا تخمینہ لگایا تھا۔ حضرت اماں جانؓ نے اپنی ایک جائیداد واقع دہلی کو فروخت کر کے اس رقم کا 1/10 حصہ ادا کیا۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 113 تا 117 ایڈیشن 2007ء)

پیاری بہنو! لجنہ اماء اللہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی آواز پر والہانہ لبیک کہتے ہوئے بے مثال عملی نمونہ کا اظہار کیا۔ احمدی مستورات نے جس جوش اور ولولے سے مسجد برلن کے چندہ کے لیے تحریک پر عملی نمونہ کا آغاز فرمایا اس کا ذکر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے الفضل کے ایک مضمون میں کچھ یوں فرمایا: "...مجھے مسجد برلن کے چندہ کے متعلق اعلان کیے ابھی ایک ماہ نہیں گزرا کہ ہماری بہنوں کے اعلیٰ درجہ کے اخلاص اور بے نظیر ایثار کے سبب سے چندہ کی رقم بیس ہزار سے اوپر نکل چکی ہے۔ ہماری جماعت ایک غریب جماعت ہے اور در حقیقت ہمارے پاس ایمان اور محبت باللہ و محبت بالرسل...کے متاع کے سوا کہ وہی حقیقی متاع ہے اور کوئی دنیوی متاع اور سامان نہیں ہے..."

(الفضل قادیان یکم مارچ 1923ء صفحہ 1)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس حوالے سے لجنہ اماء اللہ کی مالی قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں فرمایا:

"برلن کی مسجد کے لیے جیسا کہ پہلے بھی ایک دفعہ بتا چکا ہوں عورتوں نے چندہ جمع کیا تھا اور بڑی قربانی کر کے انہوں نے چندہ جمع کیا تھا۔ لجنہ نے اس زمانہ میں ہندوستان میں یا صرف قادیان میں، زیادہ تو قادیان میں کہنا چاہیے ہوتی تھیں، تقریباً ایک لاکھ روپیہ جمع کیا تھا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں پیش کیا جو اس وقت کے لحاظ سے ایک بہت بڑی رقم تھی، بڑی خطیر رقم تھی اور زیادہ تر قادیان کی غریب عورتوں کی قربانی تھی جس کا مَیں پہلے ذکر کر چکا ہوں۔ کسی نے مرغی پالی ہوئی ہے تو بعض مرغی لے کے آجاتی تھیں۔ کوئی انڈے بیچنے والی ہے تو انڈے لے کر آگئی۔ کسی کے گھر میں بکری ہے تو وہ بکری لے کر آگئی۔ کسی کے گھر میں کچھ نہیں ہے تو گھر کے جو برتن تھے تو وہی لے کر آگئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ایک دفعہ تحریک جو کی تھی میرا خیال ہے کہ یہی تحریک تھی۔ فرماتے ہیں کہ مَیں نے جو تحریک کی تو عورتوں میں اس قدر جوش تھا کہ ان کا دل چاہتا تھا کہ سب کچھ گھر کا سامان جو ہے وہ دے دیں۔ ایک عورت نے اپنا سارا زیور جو تھا سارا چندے میں دے دیا اور گھر آئی اور کہنے لگی کہ اب میرا دل چاہتا ہے کہ (غریب سی عورت تھی معمولی زیور تھا) کہ اب مَیں گھر کے برتن بھی دے آؤں۔ اس کے خاوند نے کہا کہ تمہارا جو زیور تم نے دے دیا ہے کافی ہے۔ تو اس کا جواب یہ تھا کہ اس وقت میرا اتنا جوش ہے کہ میرا

اگر بس چلے تو تمہیں بھی بیچ کے دے آؤں۔ تو گو کہ جواب صحیح نہیں ہے لیکن یہ اس جوش کو ظاہر کرتا ہے جو قربانی کے لیے عورتوں میں تھا۔ حیرت ہوتی تھی اس وقت کی عورتوں کی قربانی دیکھ کر اور آج کل جو آپ اُس وقت کے حالات کے مقابلے میں بہت بہتر حالات میں ہیں تو کہنا چاہیے انتہائی امیرانہ حالت میں رہ رہے ہیں۔ فرق بڑا واضح نظر آتا ہے۔ آپ لوگ آج شاید وہ معیار پیش نہ کر سکیں۔ جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے جو ان لوگوں نے کیے تھے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 29ء دسمبر 2006ء)

نیز ایک اَور موقع پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس حوالے سے خواتین کو یوں خراج تحسین پیش فرمایا:

"اُس وقت احمدی عورتوں نے نقد رقمیں اور طلائی زیورات حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں پیش کیے۔ پہلے دن ہی 8 ہزار روپے نقد اور وعدوں کی صورت میں قادیان کی احمدی عورتوں نے یہ وعدہ پیش کیا اور یہ رقم ادا کی اور 2 ماہ کے تھوڑے سے عرصہ میں 45 ہزار روپے کے وعدے ہو گئے اور 20 ہزار روپے کی رقم بھی وصول ہو گئی۔ پھر کیونکہ اخراجات کا زیادہ امکان پیدا ہو گیا تھا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس کی مدت بھی بڑھا دی اور ٹارگٹ بڑھا کے 70 ہزار روپے کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدی عورتوں نے اس وقت 72 ہزار 700 کے قریب رقم جمع کی۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17ء اکتوبر 2008ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے یکم مارچ 1923ء کو الفضل میں ایک مضمون "مسجد برلن۔ مخلص بہنوں کے اخلاص کا نمونہ" میں احمدی خواتین کی قربانیوں کو سراہتے ہوئے فرمایا: "قادیان سے باہر چندوں میں سب سے اول نمبر پر کپتان عبد الکریم صاحب سابق کمانڈر انچیف ریاست خیر پور کی اہلیہ کا چندہ ہے جنہوں نے اپنا کل زیور اور اعلیٰ قیمتی کپڑے قیمتی ڈیڑھ ہزار روپیہ فی سبیل اللہ دے کے ایک نیک مثال قائم کی، دوسری مثال اسی قسم کے اخلاص کی چودھری محمد حسین صاحب صدر قانون گو سیالکوٹ کے خاندان کی ہے۔ ان کی بیوی، بھاوج، بہو نے اپنے زیورات قریباً سب کے سب اس چندہ میں دے دیے جن کی قیمت اندازاً دو ہزار روپیہ تک پہنچتی ہے۔"

(الفضل قادیان یکم مارچ 1923ء)

پیاری بہنو! حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 52 سالہ دَورِ خلافت میں ایک اندازے کے مطابق 56 مالی تحریکات کیں اور ان میں سے ہر ایک کا دامن چھلکا پڑتا ہے۔ تحریک جدید اپنے وقت کا بہت بڑا مطالبہ تھا جس کی مالیت 27، ہزار تھی مگر جماعت نے ایک لاکھ روپیہ پیش کر دیا۔

ایک پٹھان عورت حضورؓ کی خدمت میں دو روپے لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یہ دوپٹہ دفتر کا ہے یہ پاجامہ دفتر کا ہے۔ یہ جوتی دفتر کا ہے۔ میرا قرآن بھی دفتر کا ہے۔ میری ہر ایک چیز مجھے بیت المال سے ملا ہے۔

(الفضل 15، فروری 1923ء)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ

"جب تقسیمِ ملک ہوئی اور ہم ہجرت کر کے پاکستان آئے تو جالندھر کی ایک احمدی عورت مجھے ملنے کے لئے آئی۔ رتن باغ میں ہم مقیم تھے وہیں وہ آکر ملی اور اپنا زیور نکال کر کہنے لگی کہ حضور! میرا یہ زیور چندے میں دے دیں۔ مَیں نے کہا: بی بی! عورتوں کو زیور کا بہت خیال ہوتا ہے۔ تمہارے سارے زیور سکّھوں نے لوٹ لئے ہیں۔ پارٹیشن کے وقت سکّھوں نے مسلمانوں کا سارا سامان لوٹ لیا تھا۔ تو یہی ایک زیور تمہارے پاس ہے۔ تم اسے اپنے پاس رکھو۔ اس پر اس نے کہا حضور! جب میں ہندوستان سے چلی تھی تو میں نے عہد کیا تھا کہ میں امن سے لاہور پہنچ گئی تو میں اپنا یہ زیور چندہ میں دے دوں گی۔ اگر سکھ باقی زیورات کے ساتھ یہ زیور بھی چھین کر لے جاتے تو میں کیا کر سکتی تھی۔ جس کی نیت کی تھی کہ چندہ میں دے دوں گی وہ بچ گیا اور باقی سارا زیور لوٹا گیا اور سارا سامان لوٹا گیا اس لئے میں مجبور ہوں، آپ میری اس بات کو ردّ نہ کریں اور اس کو وصول کر لیں۔"

(الازھار لذوات الخمار حصہ دوم صفحہ 175 مطبوعہ قادیان)

میری بہنو! حضرت مصلح موعودؓ نے تحریک جدید کے جو مطالبات پیش فرمائے ان کا زیادہ تعلق خواتین سے تھا۔ آپؓ نے تین سال تک کھانے پینے، رہنے سہنے، آرائش و زیبائش میں سادگی اختیار کرنے کا حکم دیا۔ بے ضرورت کپڑے سلوانا، گوٹا کناری، وغیرہ پر روپیہ خرچ کرنا، نئے زیور خریدنا، ان سب چیزوں پر حضورؓ نے پابندی عائد کر دی۔ بجائے اس کے کہ احمدی خواتین اس بات کا بُرا منائیں انہوں نے اس تحریک کا

جواب انتہائی جوش وخروش سے دیا اور عملی طور پر ثابت کر دیا کہ وہ اسلام کی ترقی کے لیے ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے تیار ہیں۔

پیاری بہنو! قادیان کی لجنہ نے سب سے پہلے لبیک کہا اور لجنہ کے اجلاس میں اہلیہ حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ نائب صدر لجنہ قادیان نے مندرجہ ذیل ریزولیوشن پیش کی۔

''ہم حضور انور کی تحریک پر لبیک کہتے ہوئے عہد کرتی ہیں کہ ہم تین سال تک حضور کے ارشادات کے مطابق بالکل سادہ زندگی اختیار کریں گی۔ حتی الوسع لباس وغذا میں کفایت شعاری سے کام لیں گی۔(ان شاءاللہ) ایسا ہی ہم خدمت دین کے لئے ہر وقت حاضر ہیں۔ ہماری جانیں اور مال سب دین حق پر فدا ہیں۔ ہماری خوشی، ہماری راحت، ہماری مسرت، ہماری زینت، ہماری خوشی، ہماری زیبائش، ہمارا سکون، ہمارا ایمان اور ہمارا اطمینان سب اسلام کے ارتقاء میں مضمر ہے۔ اس لئے یہ لازماً ضروری ہے کہ ہم اس عہد کو مدنظر رکھتے ہوئے جو ہم نے حضرت امام المتقین حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے بیعت میں کیا ہے کہ ''ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گی'' سو اب وقت آ گیا ہے کہ وفائے عہد کرتے ہوئے دین کو دنیا پر مقدم کر کے دکھائیں کیونکہ اس عہد میں سب بہنیں امیر، غریب، متوسط سب ہی شامل ہیں۔''

(کتاب محسنات صفحہ 200)

دین کی خاطر جان کا نذرانہ

سامعات! اب میں احمدی خواتین کی جانی قربانیوں کا ذکر اختصار سے کرتی ہوں:

جماعت احمدیہ کی تاریخ ایسی عظیم خواتین کی قربانیوں سے جگمگا رہی ہے جنہوں نے توحید کا پرچم بلند رکھنے کے لیے نہ اپنے نفس کی پروا کی، نہ قریبی رشتوں کی، یہاں تک کہ بوقت ضرورت اپنی جان کی قربانی بھی پیش کی۔

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ احمدی مستورات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''احمدی مستورات قربانیوں میں ہر گز اپنے مردوں سے پیچھے نہیں ہیں۔ شہادت میں وہ بیویاں جو بیوگی کی زندگی بسر کرنے کے لئے پیچھے رہ جاتی ہیں اُن کے متعلق یہ گمان کرنا کہ ان کے خاوند ثواب پا گئے اور وہ محروم رہ گئیں، وہ آگے نکل گئے اور یہ پیچھے رہ گئیں یہ بالکل غلط خیال ہے۔ مردوں کی شہادت کی عظمت

کے اندر ان کی بیواؤں کی قربانیوں کی عظمت داخل ہوتی ہے۔ ان ماؤں کو آپ کیسے بھلا سکتے ہیں جن کے بچے شہید ہوئے اور اللہ کی رضا کی خاطر وہ راضی رہیں اور بڑے حوصلے اور صبر کے نمونے دکھائے۔ ان بہنوں کو آپ کیسے فراموش کرسکتے ہیں جن کے ویر ہاتھ سے جاتے رہے۔ بہت ہی پیار سے ان کو دیکھا کرتی تھیں، بڑی محبت سے ان کا استقبال کیا کرتی تھیں اور جانتی ہیں کہ اب کوئی گھر میں واپس نہیں آئے گا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ خواتین، یہ بوڑھیاں، یہ بچیاں، یہ جوان عورتیں یہ ساری قربانیوں سے محروم ہیں اور صرف شہید ہونے والے قربانیوں میں آگے نکل گئے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20 جون 1986ء مطبوعہ خطبات طاہر جلد 5 صفحہ 436-440)

سامعات! قربانی کرنے والوں کی مثالوں میں ایک احمدی خاتون کا ذکر جماعت کی تاریخ میں ملتا ہے جن کا نام پھوپھی سید صاحبہ تھا۔ 1946ء میں یہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں حضرت مصلح موعودؓ کی تصویر دیکھ کر احمدی ہوئی تھیں۔ اس وقت اس خاتون کی عمر 80 سال تھی۔ بیوہ اور بے اولاد تھیں اور گاؤں کے بچوں کو قرآن کریم پڑھاتی تھیں۔ بہت سارے بچے بچیاں ان کے پاس پڑھتے تھے۔ بیعت کرتے ہی لوگوں نے ان سے بچے پڑھائی کرنے سے اٹھوا لیے کہ تم احمدی ہوگئی ہو، کافر ہوگئی ہو۔ اب قرآن کریم تم سے نہیں پڑھوانا اور وہ اپنے گاؤں میں بالکل بے سہارا ہوگئیں۔ آپ کے قبول احمدیت کی شہرت ہوئی تو ان کے بھائی وزیر علی شاہ ان کو اپنے پاس رَن مل شریف گجرات میں لے گئے اور ایک کمرے میں وہاں لاکر ان کو بند کر دیا اور ان کا کھانا پینا بند کر دیا۔ اس طرح یہ بھوکی پیاسی کئی دنوں کے فاقے اور بھوک اور پیاس کی وجہ سے اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہوگئیں۔ انہوں نے کوئی آہ و بکا نہیں کی۔ کوئی احتجاج نہیں کیا اور نہ ہی احمدیت چھوڑی۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے بھوکی پیاسی مر جاؤں گی لیکن احمدیت نہیں چھوڑوں گی۔

(ماخوذ از جلسہ سالانہ جرمنی 2018ء کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کا مستورات سے خطاب)

یہ عشق و وفا کے کھیت کبھی خوں سینچے بغیر نہ پنپیں گے
اس راہ میں جان کی کیا پروا جاتی ہے اگر تو جانے دو

خلافت خامسہ میں ایک جواں سال ڈاکٹر کو بڑی بے رحمی سے شہید کر دیا گیا۔ خطبہ جمعہ 20مارچ 2009ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس دردناک شہادت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

”گزشتہ دنوں پھر انتہائی ظالمانہ طور پر ایک نوجوان جوڑے میاں بیوی کو ملتان میں شہید کر دیا گیا اور ان کا قصور صرف یہ تھا کہ انہوں نے زمانہ کے امام کو مانا۔ دونوں ڈاکٹر تھے اور بڑے ہردلعزیز ڈاکٹر تھے۔ ایک کا نام ڈاکٹر شیراز ہے ان کی 37 سال عمر تھی اور ان کی اہلیہ ڈاکٹر نورین شیراز 28 سال کی تھیں۔ میرا خیال ہے کہ شاید یہ شہداء میں عورتوں میں سب سے کم عمر شہید ہیں۔“

(خطبہ جمعہ 20مارچ 2009)

خوں شہیدانِ اُمت کا اے کم نظر! رائیگاں کب گیا تھا کہ اَب جائے گا
ہر شہادت ترے دیکھتے دیکھتے، پھول پھل لائے گی، پھول پھل جائے گی

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

”ان واقعات کو زندہ رکھنا ہمارا فرض ہے ہماری ذمہ داری ہے۔ اور یہ قرض ہے ان شہیدوں اور ان خدا کی راہ میں تکلیفیں اُٹھانے والوں کا ہم پر۔ لیکن اگر ہم اس قرض کو ادا کریں گے اور جیسا کہ میں نے آپ سے بیان کیا ہے خدا کی محبت میں سرشار ہو کر اس جذبہ قربانی کو اپنا لیں گے تو آئندہ نسلوں پر ہم احسان کرنے والے ہوں گے ہم ایک ایسی قوم بن جائیں گے جو شہیدوں کی طرح ہمیشہ زندہ رہتی ہے۔ اللہ ہمیں ابد الآباد تک زندہ رکھے۔“

(الازہار لذوات الخمار حصہ دوم صفحہ 406)

آئیں! ہم بھی عہد کریں کہ اپنی زندگیوں کو خدا کی خوشنودی اور دین اسلام کی خاطر وقف کریں۔ تاریخ کی اُن قربانیوں کو ضائع نہ ہونے دیں جو لاکھوں عورتوں نے توحید کو قائم رکھنے کے لیے دیں۔ جن کے بدلے میں اجر عظیم کا وعدہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:فَاِنَّ اللّٰہَ اَعَدَّ لِلۡمُحۡسِنٰتِ مِنۡکُنَّ اَجۡرًا عَظِیۡمًا۔(الاحزاب:30)

ترجمہ: یقیناً اللہ نے تم میں سے حُسنِ عمل کرنے والیوں کے لئے بہت بڑا اجر تیار کیا ہے۔

دینِ حق کے لیے مجنون ہیں سودائی ہیں
ہم فقط وصلِ الٰہی کی تمنائی ہیں
سائباں، سایہ، سہارا ہے حفاظت کا حصار
ہم خلافت کی دل و جان سے شیدائی ہیں
دیں کی خدمت میں یہ اعزاز ملا ہے ہم کو
پیارے اللہ کی ہم لونڈیاں کہلائی ہیں



﴿31﴾ ﴿مشاہدات:46﴾

تربیت اولاد اور ماؤں کی ذمہ داریاں
(جدید ایجادات کی روشنی میں)

آج میری گزارشات کا عنوان ہے۔ **تربیت اولاد اور ماؤں کی ذمہ داریاں (جدید ایجادات کی روشنی میں)**

میری بہنو اور ماؤں! اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ وَاَهۡلِیۡكُمۡ نَارًا (التحریم:7)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ۔

ماؤں کی ذمہ داریوں پر آنے سے قبل تربیت اور اولاد کے لغوی معنی جاننا ضروری ہیں۔ تا ماؤں اور باپوں کی ذمہ داریاں زیادہ اُجاگر ہو سکیں۔ تربیت کا لفظ ربّ سے نکلا ہے۔ جس کے معنی ہیں پالنے والا، پرورش کرنے والا۔ گویا ماں باپ مجازی طور پر اپنی آل اولاد کے رب ہوتے ہیں اور شاید یہی وجہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں والدین کی عزت و حرمت اور اُن کے ساتھ حسنِ سلوک کو اپنی توحید کے ذکر کے ساتھ باندھ دیا ہے۔

سامعات! تربیت کے لفظ کو دنیا کی تمام ڈکشنریوں اور لغات میں ان کی زبانوں میں جا کر دیکھیں تو بہت ہی دلچسپ اور سبق آموز معانی ملتے ہیں۔ جیسے اولاد کو بلندی پر چڑھانا خواہ وہ دینی ہو یا دنیاوی۔ تربیت کے ایک معانی جو ڈکشنری سے ملتے ہیں وہ مالی اور باغبان کی طرح درخت کو کانٹ چھانٹ کر کے اور گوڈی کر کے خوبصورت بنانے اور کیڑے مکوڑوں سے محفوظ بنانے کے ہیں۔ انگلش میں تربیت کے ان معانی کے لئے Cultivation کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

• تربیت کے ایک معانی تھپکی دینے کے بھی ہیں۔ بظاہر یہ معنی اولاد کی تربیت پر اُس طرح اطلاق نہیں پاتے لیکن اگر گہرائی میں جا کر دیکھا جائے تو والدین کو یہ سمجھایا گیا ہے کہ اپنی اولاد کی تربیت میں سختی پن نہ ہو۔ نرمی، پیار اور تھپکی اور شاباش دے کر کام کروایا جائے۔

• تربیت کے ایک معانی Breeding کے ہیں۔ جس طرح ماں دودھ پلاتے یا غذا دیتے اپنے بچوں سے پیار کی نظر سے دیکھ رہی ہوتی ہے اور اندر ہی اندر دل کی گہرائی سے دعائیں بھی دے رہی ہوتی ہے۔ اسی طرح والدین اپنے بچوں کو اخلاق، اچھے اوصاف، اچھے طور طریق اور روحانی امور Breed کریں۔

• تربیت کے ایک اہم معانی نرسنگ کے ہیں۔ والدین کو نرس (Nurs) بھی کہا جاتا ہے۔ جس طرح ہسپتالوں میں اور اعلیٰ گھرانوں میں بھی بعض کمزور افراد کے لئے نرس رکھنے کا رواج ہے جو دیکھ بھال کرتی اور اسے سکھلاتی ہے۔ اسی طرح ماں باپ، اپنے بچوں کو جو بظاہر کمزور و ناتوان ہوتے ہیں کی دیکھ بھال کرتے اور نرس کی طرح روحانی و مادی Dose دیتے رہتے ہیں۔

سامعات! تربیت کے معنوں میں ایجوکیٹ کرنا اور ڈسپلن میں لانے کے بھی ہیں۔ ایک معانی Training کے ہیں۔ ڈکشنری میں لکھا ہے کہ یہ لفظ Train سے مشتق ہے۔ جس طرح ریل گاڑی پٹڑی پر سیدھے چلتی ہے اور انجن اپنی Power سے نہ صرف ڈبوں کو کھینچتا ہے بلکہ ڈبوں کے اندر Power بھی مہیا کرتا ہے۔ اِسی طرح والدین جو انجن کا کام دیتے ہیں۔ اپنی خداداد صلاحیتوں اور طاقت سے اپنے بچوں کو جو ریل گاڑی کے ڈبے ہیں دینی، اخلاقی اور روحانی طاقت و انرجی سے اس طرح مستفیض کرتے رہیں کہ جس طرح ریل گاڑی پٹڑی پر چلتی ہے اِسی طرح ان کی آل و اولاد اسلام کی دی ہوئی تعلیمات کی پٹڑی پر چلتی رہے اور والدین بطور مُربّی کام کریں اور اپنی اولاد کو مُربِّی کے طور پر اسلامی ڈکشنری کی زینت بنائیں۔ مُربّٰی کے معانی وہ پھل ہوں گے جو تربیت کے نتیجہ میں ملے گا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے انجن اور ڈبوں کی مثال خلیفۃ المسیح اور احباب سے دی ہے اور خلیفہ بھی روحانی باپ کے زُمرہ میں آتا ہے۔

میری بہنو! جہاں تک اولاد کے لغوی معنوں کا تعلق ہے۔ ہم عمومی طور پر اس سے اپنے بال بچے مراد لیتے ہیں جبکہ لغات میں اس سے نسل، افراد خاندان اور آل و عیال کی تعلیم و تربیت مراد ہے۔ حضرت خلیفۃ

المسیح الثانیؓ نے ایک دفعہ انصار کو مخاطب ہو کر فرمایا تھا کہ **جماعت کے بچے بھی آپ کی اولاد ہیں۔ جن کی تعلیم وتربیت آپ کی ذمہ داری ہے۔**

میری بہنو! آئیں ! تربیت اولاد کے اوپر بیان شدہ عنوان کے دوسرے حصہ ”جدید ایجادات کے تناظر“ میں دیکھیں تو آج کے دَور میں والدین کی ذمہ داریوں میں بے انتہا اضافہ ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ جدید ایجادات کی وجہ سے دنیا جتنی جلدی سمٹ کر ایک ”گلوبل ویلج“ کی صورت اختیار کر گئی ہے۔ اس سے زیادہ تیزی کے ساتھ عالمی معاشرتی بُرائیاں ساری دنیا کے معاشروں میں سرایت کر گئی ہیں اور جدید ایجادات اور مواصلاتی نظام کے غیر محتاط استعمال سے دنیا کے ہر معاشرے میں اخلاقی، سماجی، روحانی بُرائیوں میں نہ صرف اضافہ دیکھنے میں آیا ہے بلکہ ان کو بین الاقوامی بُرائیوں کی حیثیت حاصل ہوگئی ہے۔ ان بڑھتی ہوئی معاشرتی بد اخلاقیوں سے اپنی نسلوں کو بچانے کے لئے باقاعدہ ”مورچے“ بنا کر اور قلعہ بند ہو کر جہاد کرنے کی ضرورت ہے۔

ہم بخوبی جانتے ہیں کہ مادی جنگیں آج کے جدید دَور میں بھی ”مورچے“ اور قلعہ بند ہو کر لڑی جاتی ہیں۔ اسی طرح آج اس روحانی جنگ کو ہر گھر بلکہ گھر کے ہر کمرہ اور کونہ میں بچوں کی نگرانی کے مورچے بنا کر لڑنی ہے۔ ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اپنے خطبات، خطابات اور بچوں کی کلاسز میں بارہا ان معاشرتی بُرائیوں سے بچنے کی تلقین کر چکے ہیں۔ جو موبائل فون، آئی پیڈ، لیپ ٹاپ، ٹی وی، انٹرنیٹ، فیس بک اور سکائپ جیسے مہلک ذرائع سے پیدا ہو رہی ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ ان مجالس کو مشرکانہ مجالس قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”ہم تو مشرکانہ مجلسوں میں نہیں بیٹھتے لیکن یاد رکھیں کوئی مجلس ہو جیسے انٹرنیٹ ہے یا ٹی وی ہے یا کوئی ایسا کام ہے اور مجلس ہے جو نمازوں اور عبادت سے غافل کر رہی ہے وہ مشرکانہ مجلس ہی ہے۔“

(خطبہ جمعہ 21 اپریل 2017ء)

• پھر انٹرنیٹ کے استعمال کے تناظر میں فرمایا۔

"شیطان سے بچنے کی سب سے بڑی پناہ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ پس اس بگڑے ہوئے زمانے میں استغفار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کی کوشش کرنی چاہئے کیونکہ استغفار ہی وہ ذریعہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں انسان آسکتا ہے۔"

سامعات! پھر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ ٹیکنالوجی کے بے جا استعمال کو عبادت کی راہ میں حائل قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"بُرائیوں میں سے آجکل ٹی وی، انٹرنیٹ وغیرہ کی بعض بُرائیاں بھی ہیں۔ اکثر گھروں کے جائزے لے لیں۔ بڑے سے لے کر چھوٹے تک صبح فجر کی نماز اس لئے وقت پر نہیں پڑھتے کہ رات دیر تک یا تو ٹی وی دیکھتے رہے یا انٹرنیٹ پر بیٹھے رہے۔ اپنے پروگرام دیکھتے رہے، نتیجتاً صبح آنکھ نہیں کھلی۔ بلکہ ایسے لوگوں کی توجہ بھی نہیں ہوتی کہ صبح نماز کے لئے اٹھنا ہے اور یہ دونوں چیزیں اور اس قسم کی فضولیات ایسی ہیں کہ صرف ایک آدھ دفعہ آپ کی نمازیں ضائع نہیں کرتیں بلکہ جن کو عادت پڑ جائے ان کا روزانہ کا یہ معمول ہے کہ رات دیر تک یہ پروگرام دیکھتے رہیں گے یا انٹرنیٹ پر بیٹھے رہیں گے اور صبح نماز کے لئے اٹھنا ان کے لئے مشکل ہوگا بلکہ اٹھیں گے ہی نہیں۔ بلکہ بعض ایسے بھی ہیں جو نماز کو کوئی اہمیت ہی نہیں دیتے۔"

(خطبہ جمعہ 20 مئی 2016ء)

• پھر فرمایا۔

"اگر دنیا کی خواہشات بڑھ جائیں، ٹی وی ڈراموں اور انٹرنیٹ پر اتنے مگن ہوں کہ نمازوں میں تاخیر ہو جائے تو پھر خدا کی محبت پیدا نہیں ہو سکتی۔ اس محبت کے حصول کے لئے اپنی خواہشات کی قربانی کرنی پڑتی ہے۔"

(کلاس وقف نو 8 اکتوبر 2011ء)

سامعات! جدید ایجادات سے جو بے حیائی پھیل رہی ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے حضور ایدہ اللہ فرماتے ہیں۔

”آجکل کی دنیاوی ایجادات........ٹی وی ہے، انٹرنیٹ وغیرہ ہے اس نے حیا کے معیار کی تاریخ ہی بدل دی ہے۔ کھلی کھلی بے حیائی دکھانے کے بعد بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ بے حیائی نہیں ہے۔ پس ایک احمدی کے حیا کا یہ معیار نہیں ہونا چاہئے جو ٹی وی اور انٹرنیٹ پر کوئی دیکھتا ہے۔ یہ حیا نہیں ہے بلکہ ہوا و ہوس میں گرفتاری ہے۔ بے حجابیوں اور بے پردگی نے بعض بظاہر شریف احمدی گھرانوں میں بھی حیا کے جو معیار ہیں، الٹا کر رکھ دیئے ہیں......بُرائیوں کو میڈیا پر دیکھ کر اس کے جال میں نہ پھنس جائیں ورنہ ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ انہی بیہودگیوں کا اثر ہے کہ پھر بعض لوگ جو اس میں ملوث ہوتے ہیں تمام حدود پھلانگ جاتے ہیں اور اسی وجہ سے پھر بعضوں کو اخراج از جماعت کی تعزیر بھی کرنی پڑتی ہے۔“

(خطبہ جمعہ 15 جنوری 2010ء)

• پھر فرمایا

”جیسا کہ میں نے کہا لباس بے حیائی والا لباس ہوتا چلا جارہا ہے۔ پھر بڑے بڑے اشتہاری بورڈ کے ذریعہ سے، ٹی وی پر اشتہارات کے ذریعہ سے، انٹرنیٹ پر اشتہارات کے ذریعہ سے بلکہ اخباروں کے ذریعہ سے بھی اشتہار دیئے جاتے ہیں کہ شریف آدمی کی نظر اس پر پڑ جاتی تو شرم سے نظر جھک جاتی ہے اور جھکنی چاہئے۔ یہ سب کچھ ماڈرن سوسائٹی کے نام پر، روشن خیالی کے نام پر ہوتا ہے۔ بہرحال جیسا کہ میں نے کہا یہ زینت اب بے حیائی بن چکی ہے یعنی زینت کے نام پر بے حیائی کی اشتہار بازی ہے۔“

(خطاب لجنہ جرمنی 29 جون 2013ء)

سامعات! ٹی وی اور انٹرنیٹ پر گندے و عریان مناظر و فلمیں دیکھنے کو زنا قرار دیتے ہوئے حضور ایدہ اللہ فرماتے ہیں۔

”خاص طور پر نوجوان لڑکے لڑکیاں بعض احمدی گھرانوں میں بھی اس بُرائی میں مبتلا ہو جاتے ہیں پہلے تو روشن خیالی کے نام پر ان فلموں کو دیکھا جاتا ہے۔ پھر بعض بدقسمت گھر عملاً ان بُرائیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ تو یہ جو زنا ہے یہ دماغ کا اور آنکھ کا زنا بھی ہوتا ہے اور پھر یہی زنا بڑھتے بڑھتے حقیقی بُرائیوں میں مبتلا

کر دیتا ہے۔ ماں باپ شروع میں احتیاط نہیں کرتے اور جب پانی سر سے اونچا ہو جاتا ہے تو پھر افسوس کرتے اور روتے ہیں کہ ہماری نسل بگڑ گئی، ہماری اولادیں برباد ہو گئی ہیں۔ اس لئے چاہئے کہ پہلے نظر رکھیں۔ بیہودہ پروگراموں کے دوران بچوں کو ٹی وی کے سامنے نہ بیٹھنے دیں اور انٹرنیٹ پر بھی نظر رکھیں۔"

• **پیارے والدین!** بچوں کو موبائل فونز دینے کے حوالہ سے حضور ایدہ اللہ فرماتے ہیں۔

"آج کل یہاں بچوں میں ایک بڑی بیماری ہے ماں باپ سے مطالبہ ہوتا ہے کہ ہمیں موبائل لے کر دو۔ دس سال کی عمر کو پہنچتے ہیں تو موبائل ہمارے ہاتھ میں ہونا چاہئے۔ آپ کونسا بزنس کر رہے ہیں؟ آپ کوئی ایسا کام کر رہے ہیں جس کی منٹ منٹ کے بعد فون کر کے آپ کو معلومات لینے کی ضرورت ہے؟ پوچھو تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے ماں باپ کو فون کرنا ہے۔ اگر ماں باپ کو آپ کے فون کی فکر نہیں ہے تو آپ کو بھی نہیں ہونی چاہئے۔ کیونکہ فون سے پھر غلط باتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ فون سے لوگ رابطے کرتے ہیں جو پھر بچوں کو ورغلاتے ہیں گندی عادتیں ڈال دیتے ہیں اس لئے فون بھی بہت نقصان دہ چیز ہے۔"

(خطاب سالانہ اجتماع اطفال اللہ جرمنی 16 ستمبر 2011ء)

سامعات! اب گھر گھر میں کیبل اور ڈش کے ذریعہ عریان اور گندے چینلز کی بہتات ہے اور والدین کے ہمراہ انڈین فلمیں اور انگریزی موویز کو دیکھتے ہیں۔ آج کل ڈراموں کا بھی بہت رواج ہے۔ رات کا کھانا وقت پر نہ ملنے کی وجہ سے صحتیں برباد ہو رہی ہیں۔ لوگ نیند پوری نہ ہونے کی وجہ سے ذہنی مریض بنتے جارہے ہیں۔ مزاج میں چڑچڑاپن پیدا ہونے لگتا ہے اور یہ بات نوٹ کرنے والی ہے کہ ان دنیاوی گند میں ڈالنے والے آرٹیکلز کے قریباً تمام بانیوں اور موجدوں نے اپنے بچوں کے متعلق یہی خواہش رکھی کہ وہ ان مہلک ہتھیاروں سے دور رہیں۔ جیسے فیس بک کے بانی مارک برگ، آئی فون کے موجد اسٹیو جابز اور مائیکروسافٹ کے بانی بل گیٹس نے کہا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اسے دیکھنے اور استعمال کرنے کے لئے پسند نہیں کریں گے۔

سامعات! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ والدین کو ایسے گندے چینلز بلاک کرنے کی ہدایت دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"ایسے چینل والدین کو بھی بلاک کر کے رکھنے چاہئیں جو بچوں کے ذہنوں پر گندے اثر ڈالتے ہوں۔ ایسے مستقل لاک(lock) ہونے چاہئیں اور جب بچے ایک دو گھنٹے جتنا بھی ٹی وی دیکھنا ہے دیکھ رہے ہیں تو بیشک دیکھیں لیکن پاک صاف ڈرامے یا کارٹون۔ اگر غلط پروگرام دیکھے جارہے ہیں تو یہ ماں باپ کی بھی ذمہ داری ہے اور بارہ تیرہ سال کی عمر کی جو بچیاں ہیں ان کی بھی ہوش کی عمر ہوتی ہے ان کی ذمہ داری ہے کہ اس سے بچیں۔ آپ احمدی ہیں اور احمدی کا کردار ایسا ہونا چاہئے جو ایک نرالہ اور انوکھا کردار ہو۔ پتہ لگے کہ ایک احمدی بچی ہے۔"

(خطاب لجنہ اجتماع جرمنی 17 ستمبر 2011ء)

• پھر فرمایا۔

"ماں باپ کو ہدایت کریں کہ وہ بچوں پر نظر رکھیں۔ ہر وقت کمپیوٹر اور موبائل فون ہاتھ میں رکھنا مناسب نہیں۔ جو مائیں کمپیوٹر نہیں جانتیں وہ سیکھ لیں تا کہ بچوں پر نظر رہے۔"

سامعات! ہماری مائیں اس طرف بھی توجہ دیں کہ انٹرنیٹ کے ذریعہ سے غیروں سے روابط بڑھنے کی صورت میں شادیاں ہو جاتی ہیں۔ اس حوالہ سے جو نقصان گھرانوں کو پہنچنے کا احتمال ہوتا ہے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے حضور ایدہ اللہ بیان فرماتے ہیں۔

"آجکل تو انٹرنیٹ ہے۔ آج نے پہلے بھی جہاں وہ عورتیں جنہوں نے غیر از جماعت مردوں سے شادیاں کی ہیں، اب پریشانی اور پشیمانی کا اظہار کرتی ہیں اور لکھتی ہیں کہ ہمارے سے یہ غلطی ہوگئی جو غیر از جماعت سے شادی کی۔ اوّل تو بچے باپ کی طرف زیادہ رجحان رکھتے ہیں، غیر از جماعت باپ کی طرف، اس لئے کہ ان میں آزادی زیادہ ہے...... یاد رکھیں کہ آپ احمدی ماؤں کی کوکھوں سے نکلنے والے بچے غیروں کی گودوں میں دے رہی ہوں گی۔ کیوں آپ لوگ اپنے آپ پر اوا پنی نسلوں پر ظلم کر رہے ہیں!"

(خطاب لجنہ اجتماع یو کے 19 اکتوبر 2003ء)

• پھر ہمارے پیارے امام **فیس بک کی قباحتوں کا ذکر کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں۔**

"یہ بے حیائیوں کی ترغیب دیتا ہے جو آپس کے حجاب ہیں، ایک دوسرے کا حجاب ہے، اپنے راز ہیں ان حجابوں کو توڑتا ہے۔ رازوں کو فاش کرتا ہے اور بے حیائیوں کی دعوت دیتا ہے۔ اس سائٹ کو بنانے والا جو

ہے اس نے خود یہ کہا ہے کہ میں نے اسے اس لئے بنایا ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ انسان جو کچھ ہے وہ ظاہر و باہر ہو کر دوسرے کے سامنے آجائے اور اس کے نزدیک ظاہر و باہر ہو جانا یہ ہے کہ اگر ننگی تصویر بھی کوئی اپنی ڈالتا ہے تو بیشک ڈال دے اور اس پر دوسروں کو تبصرہ کرنے کی دعوت دیتا ہے تو یہ جائز ہے۔ اناللہ۔ اسی طرح دوسرے بھی جو کچھ دیکھیں کسی بارے میں اس میں ڈال دیں۔ یہ اخلاقی پستی اور گراوٹ کی انتہا نہیں تو اور کیا ہے؟ اس اخلاقی پستی اور گراوٹ کی حالت میں ایک احمدی ہی ہے جس نے دنیا کو اخلاق اور نیکیوں کے اعلیٰ معیار بتانے ہیں۔"

(اختتامی خطاب جلسہ سالانہ جرمنی 26 جون 2011ء)

پھر ہمارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ نے سیل فونز (Cell phone) کے نقصانات کے حوالہ سے فرمایا۔

"اس کا نقصان یہ ہے کہ گھر ٹوٹ رہے ہیں۔ بچے بگڑ رہے ہیں۔ مائیں کھانے پر بلاتی ہیں اگر آجائیں تو ہاتھ میں فون ہوتے ہیں۔ پڑھائی کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ اب تو بعض عقل والے دنیادار بھی کہنے لگ گئے ہیں کہ ہمارے گھر کی اکائی ختم ہو گئی ہے۔ میاں بیوی اکٹھے باتیں کرتے تھے۔ اس کمپیوٹر اور فونز نے رشتوں کو توڑ دیا ہے۔ ہر عقل مند کو یہ ایجادات پریشان کر رہی ہیں۔"

پھر اسی خطاب میں حضور نے یورپ میں اسکولوں میں مذہبی تعلیم پر پابندی کا ذکر کرتے ہوئے (اب تو یہ معاملہ احمدیوں کو پاکستان میں بھی درپیش ہے) آپ فرماتے ہیں۔

"آجکل کے ماحول میں بچے سکول میں دوسرے بچوں سے باتیں سیکھ رہے ہوتے ہیں اور سکول میں بھی سکھایا اور کہا جاتا ہے کہ کوئی دین اور مذہب نہیں سکھانا چاہئے بلکہ بڑا ہو کر خود اس کو اختیار دیا جائے جب ایسا ماحول ہو تو اگلی نسل کے لئے بہت بڑا چیلنج ہے۔ اگر ماحول اور تعلیمی درسگاہیں پابندی لگائیں کہ دین نہ سکھائیں تو اس کے زیادہ خطرناک بات نہیں ہو سکتی۔ یقیناً یہ بے چین کر دینے والی باتیں ہیں۔ ان دنیا داروں کی اپنی بات میں بھی تضاد ہے۔ ایک طرف لا مذہب کر کے مذہب کے خلاف بولتے ہیں اور پھر تسلیم بھی کرتے ہیں کہ مذہب نے اخلاق سکھایا ہے۔ بہر حال انکار کرنے کے باوجود انہیں مذہب کی بعض باتیں ماننے کے بغیر چارہ نہیں۔ ایسے میں ہم جو اس زمانے کے امام کو ماننے والے ہیں، ہمیں بہت محنت سے

کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم نے نہ صرف اپنے آپ کو بچانا ہے بلکہ اگلی نسلوں کو بھی بچانا ہے تا کہ ایک نسل کے بعد دوسری نسل اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے اور اس کے احکامات پر عمل کرنے والی بھی بنتی چلی جائے۔"

ماؤں اور بہنو! اللہ تعالیٰ نے ان بے حیائیوں کے لیبر روم کے مقابل پر ہم پر احسان کرتے ہوئے ایم ٹی اے کی نعمت سے نوازا ہے۔

حضور ایدہ اللہ اس نعمت سے استفادہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"والدین بھی اس طرف توجہ کریں اور اپنی اولاد کو بھی ایم ٹی اے سے وابستہ کریں۔ یہ بھی ایک روحانی مائدہ ہے جو آپ کی روحانی بقا کا ذریعہ ہے۔ اس سے آپ کا دینی علم بڑھے گا۔ روحانیت میں ترقی ہو گی اور خلافت سے کامل تعلق پیدا ہو گا اور دنیا کے دوسرے چینلز کے زہریلے اثر سے بھی محفوظ رہیں گے۔"

(پیغام برائے جلسہ سالانہ آسٹریلیا 24 دسمبر 2015ء)

• پھر حضور نے ایم ٹی اے اور اس پر اپنے خطبہ کے سننے کی طرف لجنہ کو یوں توجہ دلائی۔

"لجنہ اماء اللہ کی ہر ممبر کو چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو ایم ٹی اے سے جوڑ دے اور باقاعدگی سے اس کے پروگرام دیکھیں۔ کم از کم اس بات کو یقینی بنائیں کہ میرا خطبہ جمعہ اور خلیفۃ المسیح کے دیگر پروگرام ضرور دیکھیں اور اس بات کو بھی یقینی بنائیں کہ ان کے بچے بھی بیٹھ کر یہ پروگرام ضرور دیکھیں۔"

(خطاب لجنہ اجتماع یوکے 25 اکتوبر 2015ء)

میں اپنی تقریر کے آخر پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا اقتباس پیش کرنا چاہوں گی۔ جس میں جماعت کے تمام طبقہ ہائے فکر کو مخاطب ہو کر ان بُرائیوں سے بچنے کی حضور نے نہایت درد بھرے دل کے ساتھ یوں نصیحت فرمائی۔

• آپ فرماتے ہیں۔

"بعض ماں باپ زیادہ پڑھے لکھے نہیں ہیں۔ جماعتی نظام کا کام ہے کہ ان کو اس بارے میں آگاہ کریں۔ اسی طرح انصار اللہ ہے، لجنہ ہے، خدام الاحمدیہ ہے یہ تنظیمیں اپنی اپنی تنظیموں کے ماتحت بھی ان بُرائیوں سے بچنے کے پروگرام بنائیں۔ نوجوان لڑکوں لڑکیوں کو جماعتی نظام سے اس طرح جوڑیں، اپنی تنظیموں کے

ساتھ اس طرح جوڑیں کہ دین اس کو ہمیشہ مقدم رہے اور اس بارے میں ماں باپ کو بھی جماعتی نظام سے یا ذیلی تنظیموں سے بھرپور تعاون کرنا چاہئے۔ اگر ماں باپ کسی قسم کی کمزوری دکھائیں گے تو اپنے بچوں کی ہلاکت کا سامان کر رہے ہوں گے۔ خاص طور پر گھر کے جو نگران ہیں یعنی مرد۔ ان کا سب سے زیادہ یہ فرض ہے اور ذمہ داری ہے کہ اپنی اولادوں کو اس آگ میں گرنے سے بچائیں جس آگ کے عذاب سے خدا تعالیٰ نے آپ کو یا آپ کے بڑوں کو بچایا ہے اور اپنے فضل سے زمانہ کے امام کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ دنیا خاص طور پر دوسرے مسلمان شدید بے چینی میں مبتلا ہیں کہ ان کو کوئی ایسی لیڈر شپ ملے جو ان کی رہنمائی کرے۔ لیکن آپ پر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا ہوا ہے کہ زمانے کے امام کی بیعت میں آکر رہنمائی مل رہی ہے۔ خلافت کے ساتھ وابستہ رہنے سے نیکیوں پر قائم رہنے کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے یہ سب فضل تقاضا کرتے ہیں کہ توجہ دلانے پر ہر بُرائی سے بچنے کا عہد کرتے ہوئے لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھیں۔ نیکیوں پر خود بھی قدم ماریں اور اولاد کو بھی اس پر چلنے کی تلقین کریں........پہلے روشن خیالی کے نام پر بعض غلط کام کئے جاتے ہیں اور پھر وہ بُرائیوں کی طرف دھکیلتے چلے جاتے ہیں۔ تو یہ نہ ہی تفریح ہے، نہ آزادی بلکہ تفریح اور آزادی کے نام پر آگ کے گڑھے ہیں۔

اس لئے خدا تعالیٰ نے جو اپنے بندوں پر انتہائی مہربان ہے۔ مومنوں کو کھول کر بتا دیا کہ یہ آگ ہے، یہ آگ ہے، اس سے اپنے آپ کو بھی بچاؤ اور اپنی اولادوں کو بھی بچاؤ۔ نوجوان لڑکے لڑکیاں جو اس معاشرے میں رہ رہے ہیں ان کو بھی میں کہتا ہوں کہ یہ تمہاری زندگی کا مقصد نہیں ہے۔ یہ نہ سمجھو کہ یہی ہماری زندگی کا مقصد ہے کہ اس لہو و لعب میں پڑا جائے۔ یہی ہمارے لئے سب کچھ ہے۔ ایک احمدی ہونے کی حیثیت سے تمہارے میں اور غیر میں فرق ہونا چاہئے۔"

(خطبہ جمعہ 23اپریل2010ء)



﴿32﴾ ﴿مشاہدات:49﴾

تربیتِ اولاد کے گُر

میری بہنو! میری گزارشات کا عنوان ہے **"تربیت اولاد کے گُر"**

سامعات! ہر انسان اپنی اولاد کی بہترین تربیت کی دلی خواہش رکھتا ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ہر انسان کی یہ خواہش پوری نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ بسا اوقات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کی ہدایات پر کما حقہ عمل نہیں کیا جاتا۔

خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ

لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ

(بنی اسرائیل:32)

اپنی اولاد کو قتل نہ کرو ہم ہی ان کو اور تمہیں رزق دیتے ہیں۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ قتل اولاد کے ایک معنی ان کی تربیت نہ کرنا ہے۔ اولاد کی صحت کا خیال نہ رکھنا اور ان کی تعلیم و تربیت کے لیے کوشش نہ کرنا گویا ان کو قتل کر دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ایک بہت بڑے محرک کا ذکر فرمایا ہے اور وہ غربت کا خوف ہے۔ یعنی غربت کے خوف سے لوگ اپنے وسائل کو اولاد کی تربیت کے لیے بروئے کار نہیں لاتے۔ خدا تعالیٰ اس مخفی شرک کا قلع قمع کرنے کے لیے فرماتا ہے کہ تم سمجھتے ہو کہ تم بچوں کو کما کر کھلاتے ہو۔ درحقیقت ہم ہیں جو انہیں بھی اور تمہیں بھی رزق دیتے ہیں۔ اگر اس آیت میں بیان فرمودہ حقیقت کا صحیح رنگ میں عرفان حاصل ہو جائے اور انسان اسے ہمیشہ یاد رکھے تو تربیت اولاد کے لیے میدان تیار ہو جاتا ہے۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

"اَكْرِمُوْا اَوْلَادَكُمْ"

کہ اے مومنو! اے میرے ماننے والو! اپنی اولادوں کی عزت و تکریم اور توقیر قائم کرو، ان کی ذلت اور رُسوائی کے سامان نہ کرو تا کہ وہ بھی تمہارے لئے باعثِ صد افتخار بنیں نہ کہ ذلت کا باعث۔

معزز بہنو! یہ ایک عام سی بات ہے کہ بعض والدین بچوں کی غلطی پر ان کو دوسرے لوگوں کے سامنے ہی ڈانٹتے ہیں یا تنبیہ کرتے ہیں جس سے ان کی عزتِ نفس مجروح ہوتی ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں کرنا چاہئے تا کہ ان کی عزتِ نفس مجروح نہ ہو اس کے برعکس اگر بچے سے کوئی غلطی ہو بھی جائے۔ اوّل تو اس کو محبت سے سمجھانا چاہئے اور اگر ڈانٹ ضروری بھی ہو تو علیحدگی میں ڈانٹنا چاہئے اور اس بات کا احساس بھی اسے ہو کہ میرے والدین میرے ساتھ پیار کرتے ہیں اور میری عزت بھی کرتے ہیں اور یہ بھی محسوس کرے کہ میرے ماں باپ نہ صرف میری عزت کرتے ہیں بلکہ میرے جذبات و احساسات کو اہمیت اور جگہ بھی دیتے ہیں۔

سامعات! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تربیتِ اولاد کے جو گُر ہمیں بتائے اور سکھائے ہیں ان میں سب سے اول سچائی کا قیام ہے کہ بچہ ہر حال میں سچ بولنا سیکھے اور سچائی کی خاطر جان دینے کو بھی کوئی غیر معمولی بات نہ جانے بلکہ سچائی کے قیام کی خاطر اپنی جان پر بھی کھیلنے کا حوصلہ اس میں پیدا ہو جائے۔ فرمایا کہ بچے سے کسی ایسی بات کا وعدہ نہ کرو جس کے پورا کرنے کی تم استطاعت نہیں رکھتے یا ایسی چیز کا وعدہ نہ کرو جو تم ان کو لے کر نہیں دے سکتے تا کہ بچے میں بچپن ہی سے صداقت کو قائم کرنے کا حوصلہ پیدا ہو اور وہ اپنے اندر سچائی کی طاقت محسوس کرنا بچپن ہی سے شروع کر دے۔

حاضرات! اس کی ایک بہت ہی پیاری عملی مثال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حیاتِ مبارکہ میں اُس وقت ملتی ہے جب کہ حضرت مصلح موعودؓ ابھی چھوٹے بچے ہی تھے۔ ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کو اُٹھایا ہوا تھا اور آپ کسی چیز کے لیے ضد کر رہے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کی توجہ کسی اور طرف مبذول کروانی چاہی اور فرمایا کہ دیکھو! وہ تارا، اس پر بچے نے نئی ضد شروع کر دی کہ "**ابا تارے جانا**" یعنی میں ستارے پر جانا چاہتا ہوں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کو

وقتی طور پر ٹالنے کیلئے کوئی بات نہیں گھڑی بلکہ آپ کو سمجھاتے ہی رہے کہ جو چیز آپ مانگ رہے ہیں وہ آپ کیلئے مضر ہے یا وہ ہماری بساط سے بڑھ کے ہے کیونکہ اس طرح بچے کی تربیت پر غلط اثر پڑتا اور اس کو جھوٹ اور کسل کی عادت پڑ جاتی ہے۔

بچے کی پہلی اور نہایت اہم تربیت گاہ دراصل ماں کی گود ہوتی ہے۔ ماں باپ جو بھی حرکات کرتے ہیں ان کا بچے پر بہت گہرا اثر پڑتا ہے بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے مطابق تو بچے کی تربیت بچے کی پیدائش سے بھی قبل شروع ہو جاتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ آپ کی پیدائش سے پہلے قرآن کریم کی تلاوت کثرت سے کیا کرتی تھیں جس کا آپ کی طبیعت پر بہت گہرا اثر نظر آتا ہے۔

ہمارے آقا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ایسی محبت رکھتے اور رحم کا ایسا سلوک فرماتے کہ دیکھنے والے بھی رشک کرتے۔ حضرت امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ آپ ﷺ کی محبت کوئی ڈھکی چھپی چیز نہ تھی لیکن ان کی تربیت کی خاطر مناسب سلوک فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ صدقے کی کچھ کھجوریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کہیں سے آئیں تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے ایک کھجور اٹھا کر منہ میں ڈال لی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے منہ میں انگلی ڈال کر وہ کھجور باہر نکالی اور فرمایا کہ ہم پر اور ہمارے اہل بیت پر صدقہ حرام ہے۔

سامعات! تربیت اولاد کے پیش نظر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ بچے کو مارنا نہیں چاہئے کیونکہ مارنے سے انسان سمجھ لیتا ہے کہ گویا وہ خدا بن بیٹھا ہے بلکہ اس کے ساتھ رحم اور پیار کا رشتہ قائم کرکے اس کی اعلیٰ رنگ میں تربیت کرنی چاہئے۔

اس دور میں بچوں کے دلوں میں قرآن کریم کی محبت پیدا کرنی بہت ضروری ہے۔ تاکہ اس کی تلاوت اور ترجمہ کی طرف توجہ رہے۔

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک میٹنگ میں ہدایت فرمائی کہ

”آپ کی ذمہ داری یہ ہے کہ انصار کو توجہ دلائیں کہ وہ اپنے بچوں کی تربیت کریں۔ان کے بچے نمازیں پڑھنے والے ہوں، قرآن کریم کی تلاوت کریں اور وقت ضائع نہ کریں۔“

(میٹنگ مع نیشنل مجلس عاملہ انصاراللہ سنگاپور منعقدہ 7اپریل2006ء)

حضور انور ایدہ اللہ فرماتے ہیں کہ

”قرآن کریم کی محبت پیدا کرنے کے لئے اس کی تعلیم کو سمجھانے کی ضرورت ہے۔اس کے لئے بچوں کے ساتھ قرآن کریم کی باتیں کریں۔اسی طرح بچوں کے دلوں میں قرآن کی محبت پیدا ہو گی اور وہ شوق سے اس کی تلاوت کریں گے اور اس کی تعلیم کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔کیونکہ قرآن شریف قانون آسمانی ہے اور نجات کا ذریعہ ہے اور جس طرح زمینی قانون کا بھی اسی وقت فائدہ ہوتا ہے کہ جب اس کو نافذ کیا جائے۔اسی طرح قرآن کریم بھی اسی صورت میں نجات دہندہ ہو گا۔جب اس کی تعلیم پر تدبّر و غور کر کے اس پر عمل کیا جائے گا۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 16دسمبر 2011)

میری بہنو! تمام جدید مواصلاتی ذرائع خدا نے اس لئے بنائے ہیں کہ ہم ان کا صحیح استعمال کریں اس لئے انٹر نیٹ اور موبائل کے غیر ضروری اور غلط استعمال سے گریز کیا جائے۔والدین نگرانی کریں۔ٹی وی دیکھنے کے لئے بھی بچوں کو اکیلے نہ چھوڑ دیا جائے بلکہ ان کی تربیت کی جائے کہ اخلاق سوز پروگرام نہیں دیکھنے۔

حضور ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

”بار بار میں والدین کو توجہ دلاتا ہوں کہ اپنے بچوں کے باہر کے ماحول پر بھی نظر رکھا کریں اور گھر میں بھی بچوں کے پروگرام ہیں، جو ٹی وی پروگرام وہ دیکھتے ہیں یا انٹرنیٹ وغیرہ استعمال کرتے ہیں اُن پر بھی نظر رکھیں۔“

والدین کے حق میں کی جانے والی یہ دعا رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا اے میرے ربّ! ان دونوں یعنی میرے ماں اور باپ پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے مجھ پر رحم کرتے ہوئے میری ربوبیت فرمائی تھی۔

بھی اللہ تعالیٰ نے تربیتِ اولاد کے بارے میں قرآنِ کریم میں بیان فرمائی ہے اور ہم سب کو سکھائی ہے۔ لوگ حیران ہوں گے کہ اس دعا میں تو بچوں کی زبان سے والدین کو دعا دی گئی ہے پھر اس کا اولاد کی تربیت سے کیسا تعلق ؟

سامعات! بات بڑی واضح ہے کہ ہمیشہ وہی بچے بڑے ہو کر اپنے ماں باپ کیلئے دعا کرنے کی توفیق پاتے ہیں جن کی تربیت ان کے والدین نے ان خطوط پر کی ہو گی اور رحم کے ساتھ بچوں کی ربوبیت کی ہو گی اور ربوبیت سے مراد جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں کہ جسمانی اور روحانی دونوں طرح کی تربیت ہے۔ پس جو والدین اپنے بچوں کو اس دعا کے وارث اور قابل بناتے ہیں وہی اپنے بچوں سے یہ دعا پا سکتے ہیں اور جو والدین اپنے بچوں کی تربیت میں رحم سے کام نہیں لیتے وہ بچوں کی توجہ اور دعا سے محروم رہتے ہیں۔

پس تربیتِ اولاد کے وہ گُر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے سکھائے ہیں اگر ہم اپنالیں تو لازماً ہماری اولاد کی تربیت اعلیٰ ہو گی اور ہم اس دعا کے مستحق قرار پائیں گے جو تربیت یافتہ نیک اور صالح بچے اپنے نیک اور صالح ماں باپ کیلئے اللہ تعالیٰ کے حضور کرتے ہیں کہ:

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِىْ صَغِيْرًا

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”تربیت کے مضمون میں یہ بات یاد رکھیں کہ ماں باپ جتنی چاہیں زبانی تربیت کریں اگر ان کا کردار ان کے قول کے مطابق نہیں تو بچے کمزوری کو لے لیں گے اور مضبوط پہلو کو چھوڑ دیں گے۔ یہاں پھر والدین کے لئے لمحہ فکریہ ہے یہ دو نسلوں کے رابطے کے وقت ایک ایسا اصول ہے جس کو بھلانے کے نتیجہ میں قومیں بھی ہلاک ہو سکتی ہیں اور یاد رکھنے کے نتیجہ میں ترقی بھی کر سکتی ہیں۔ ایک نسل اگلی نسل پر جو اثر چھوڑا کرتی ہے اس میں عموماً یہ اصول کار فرما ہوتا ہے کہ بچے ماں باپ کی کمزوریوں کو پکڑنے میں تیزی کرتے ہیں اور ان کی باتوں کی طرف کم توجہ کرتے ہیں۔ اگر باتیں عظیم کردار کی ہوں اور بیچ میں سے

کمزوری ہو تو بچہ بیچ کی کمزوری کو پکڑے گا۔ اس لئے یاد رکھیں کہ بچوں کی تربیت کے لئے آپ کو اپنی تربیت ضروری کرنی ہوگی"

(خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 8 ستمبر 1989ء)

آخر میں ہمارے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ کے دو اقتباسات پیش ہیں۔ جن میں خاص طور پر آپ نے تربیت میں دعا کے عنصر کو مدنظر رکھنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔

حضور فرماتے ہیں:

"آئندہ نسلوں کی بقا کے لئے یہ نہایت اہم نسخہ ہے کہ جہاں ظاہری تدبیریں اور کوششیں ہو رہی ہیں جو اپنی اولاد کی دینی و دنیوی ترقیات کے لئے ایک انسان کرتا ہے وہاں دعا بھی ہو کیونکہ اصل ذات تو خدا تعالیٰ کی ہے جو اچھے نتائج پیدا فرماتا ہے۔ اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ وہ لوگ اپنی ذاتی صلاحیت سے اپنی اولاد کی تربیت کر رہے ہوتے ہیں تو یہ بھی خیال غلط ہے۔"

نیز فرمایا:

"بچوں کی پیدائش کے وقت بھی اور پیدائش کے بعد بھی ہمیشہ بچوں کے نیک صالح اور دیندار ہونے کی دعائیں کرتے رہنا چاہئے کیونکہ والدین کی دعائیں بچوں کے حق میں پوری ہوتی ہیں۔ اور یہی ہمیں اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور نصیحت ہے... والدین کا... سب سے بڑا فرض ہے کہ پیدائش سے لے کر زندگی کے آخری سانس تک بچوں کے نیک فطرت اور صالح ہونے کے لئے دعائیں کرتے رہیں اور ان کی جائز اور ناجائز بات کو ہمیشہ مانتے نہ رہیں اور اولاد کی تربیت اور اُٹھان صرف اس نیت سے نہ کریں کہ ہماری جائیدادوں کے مالک بنیں... اس کے ساتھ ہی بچوں کو بھی خوفِ خدا کرنا چاہئے کہ ماؤں کے حقوق کا خیال رکھیں، باپوں کے حقوق کا خیال رکھیں۔"

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کریم، احادیث مبارکہ، ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے کرام کی نصائح پر عمل کرتے ہوئے وہ فہم عطا فرمائے جس کے نتیجے میں ہم اپنی اولادوں کی تربیت صحیح خطوط پر کر سکیں تاکہ ہماری اولادیں بھی ہمارے لئے یہی دعا کریں کہ

رَبِّ ارحَمهُمَا کَمَا رَبَّیَانِی صَغِیرًا

اللہ ہم سب کو اِس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



﴿33﴾ ﴿مشاہدات:65﴾

رشتہ داریوں کا تقدس واحترام

یہ ساغر شیشے لعل و گہر
سالم ہوں تو قیمت پاتے ہیں
یوں ٹکڑے ٹکڑے ہوں تو فقط
چبھتے ہیں لہو رلواتے ہیں

آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ رشتہ داریوں کا تقدس واحترام

معزز بہنو! رشتہ داریوں کے تقدس، تکریم اوران کو مضبوط سے مضبوط کرتے چلے جانا ایک اہم اسلامی تعلیم ہے۔ جن کی طرف اس مادی دنیامیں جہاں مسلسل رشتہ داریوں کے تقدس اور احترام میں کمی آرہی ہے توجہ دلاتے رہنے کی ضرورت ہے کسی نے آج کے دور کی مناسبت سے ان رشتہ داریوں کو زمانے میں بدلتے برتنوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور کہا گیا تھا کہ ایک وقت تھا جب پیتل کے برتن استعمال ہوتے تھے۔ زیر استعمال برتنوں کو روزانہ تو دھویا ہی جاتا تھا لیکن سال میں ایک بار ان کی کَس اور مَیل کو دور کرنے کے لئے قلعی وغیرہ کروائی جاتی تھی۔ پھر اسٹیل کے برتن آگئے جو نہ ٹوٹتے تھے، نہ خراب ہوتے تھے لیکن کچھ عرصہ استعمال کے بعد ان سے اُکتا کر ان کو پھینک دیا جاتا تھا۔ پھر کانچ کے برتن آگئے جو ٹوٹ گئے تو ختم۔ پلاسٹک کے برتن متعارف ہوئے تو وہ زمانہ بھی زیادہ نہ چلا اور اب کاغذ کے برتن آگئے ہیں جن کو disposable برتن کہا جاتا ہے۔ زیر استعمال لائے اور dust bin کی نذر کر دیا۔

یہی کیفیت گزرتے زمانے کے ساتھ ساتھ رشتہ داریوں سے ہوتی گئی۔ ایک وقت تھا کہ رشتے بہت مضبوط اور مربوط ہوتے تھے۔ اگر رشتوں میں کسی وجہ سے دراڑ آجاتی تو فوراً مختلف رشتہ داروں کی وجہ سے دوبارہ جوڑ دیئے جاتے اور پہلے ہی کی طرح زندگی بسر کرتے جیسے پیتل کے برتنوں کو قلعی کرادی ہو۔ پھر جب دوریاں پیدا ہونے لگیں تو رشتوں کو بھی اسٹیل کے برتنوں کی طرح کچھ عرصہ کے بعد اپنے سے الگ

کر دیا جانے لگا۔ پھر کانچ کے برتنوں کی طرح جب رشتے ٹوٹنے لگے تو کوئی جوڑنے والی چیز بھی کام نہ آئی۔ کسی مصنوعی چیز سے بھی جوڑا گیا تو شیشہ میں آنے والا بال نہ گیا۔ رشتہ داریاں مختلف مراحل سے گزرتی اب بعض جگہوں پر تو disposable کے طور پر رہ گئی ہیں۔ جب ضرورت پڑی مِل لیا پھر رستے جُدا جُدا۔ اس میں کسی حد تک حقیقت تو ہے۔ ممکن ہے بعض خاندانوں میں ابھی بھی یہ رشتے مضبوط ہوں۔ خدا کرے ایسا ہی ہو بالخصوص جہاں جہاں مشترکہ خاندانی نظام ہے وہاں تو رشتوں میں مضبوطی بھی ہو گی۔ لیکن جوں جوں سوشل میڈیا ہماری زندگیوں پر حاوی ہوتا گیا یا ہم نے خود اسے اپنے اوپر حاوی کر لیا تب سے رشتہ داروں میں دوریاں پیدا ہونے لگیں۔ اب تو ایک ہی کمرہ اور ایک ہی محفل میں بیٹھے بہن بھائی اور ماں باپ آپس میں باتیں اور خوش گپیاں لگانے کی بجائے اپنے اپنے موبائل میں مصروف نظر آتے ہیں اور اگر بڑے چھوٹوں کو کوئی کام کہہ دیں تو بعض اوقات بے توجہی، بے رُخی یا بد تمیزی کے مناظر بھی دیکھنے کو ملتے ہیں اور یوں آپسی محبت و مودّت کا پودا مرجھا رہا ہے۔

معزز بہنو! ایک وقت تھا جو گھروں میں، داروں میں اکٹھا بیٹھا جاتا تھا۔ گاؤں میں ایک حُقہ کے ارد گرد تمام گاؤں والے باری باری جمع ہو کر کش لگاتے اور محبت کی باتیں کرتے۔ چوپالوں میں جمع ہو کر ریڈیو کی خبریں سنی جاتیں اور تبصرے ہوتے۔ آج بھی سوشل میڈیا یا وی لاگ کے ذریعہ گاؤں کے پرانے مناظر بھلے لگتے ہیں۔ ایک وقت تھا کہ بچے اسکولز کی چھٹیوں کا انتظار کرتے اور پروگرامز بنتے تھے کہ اتنے دن پھوپھو، اتنے دن فلاں خالہ اور اتنے دن فلاں ماموں کی طرف چھٹیاں گزاریں گے۔ ایک دوسرے کے گھروں میں آنا جانا رہتا تھا۔ اگر شادی ہوتی تو پہلے سے ہی طے پا جاتا کہ گھر کے کام کاج، مہمانوں کی تواضع اور دلہن کے کپڑوں کو گوٹا کناری لگانے کے لئے ہم اتنے اتنے دن پہلے آجائیں گے۔ مل بیٹھیں گے۔ پرانی یادیں تازہ کریں گے اور شادی پر آنے والے مہمانوں کی فہرستیں گھروں میں بنتیں۔ ارد گرد محلہ میں، پڑوسیوں اور شادی والے گھر کے قریب دیگر رشتہ داروں سے مہمانوں کے لئے کمرے مستعار لئے جاتے۔ گھروں میں ہر فرد کے ذہن میں مہمانوں کے لئے قربانی کا جذبہ ہوتا۔ اپنے کمرے مہمانوں کے لئے وقف ہو جاتے۔ اڑوس پڑوس سے چارپائیاں، بستر، لحاف، کھیس اور تکیے اکٹھے کئے جاتے اور ان پر لئی (آٹے سے بنائے جانے والی گوند) سے کاغذ پر نام لکھ کر چیپیاں لگائی جاتیں یا کسی کونے کو ڈھونڈ کر اس کا نام لکھا جاتا

جس سے یہ بستر عاریۃً لئے گئے۔ ایک رونق ہوتی اور روٹھے ہوئے عزیزوں کو منانے کے لئے وفد بنائے جاتے۔ اگر کوئی نہ مانتا تو بسا اوقات شادی ملتوی کر دی جاتی۔ بلکہ میں نے تو ایک جگہ ایک روٹھے ہوئے رشتہ دار کو جو شادی میں شامل ہونے کے لئے آمادہ نہ تھا، کاندھوں پر اٹھا کر لاتے دیکھا اور یہ کہتے سنا کہ ”خاندان دی لڑی نوں ٹوٹن نہیں دینا۔ ترے بغیر وی ساڈی شادی ہو سکدی اے؟“ روٹھے ہوئے کو منانے، راضی رکھنے اور خوش کرنے کے لئے اچھا مقام دینا۔ اس کی عزت افزائی کرنا۔ الغرض رشتہ داریوں کو ایک حصار میں رکھنے کے لئے بہت جتن ہوتے اور بابا دادا کی تمام اولاد کا ایک سائبان ہوتا۔ ایک دوسرے کی طرف آنا جانا ہوتا، دعوتیں ہوتیں، مل بیٹھنے کی محفلیں منعقد کرنے کے بہانے تراشے جاتے۔ اب شادی بیاہ کے مواقع پر بظاہر رونق نظر آرہی ہوتی ہے۔ شادی ہالز، میرج سینٹرز پر بُلوا کر، تحائف کا ادل بدل کر کے، میل ملاقات کر کے، مبارکبادیں Exchange کر کے ایک دو گھنٹے اکٹھے مل بیٹھ کر واپسی شروع ہو جاتی ہے۔ بسا اوقات سوچتا ہوں کہ ایک مہمان نے شادی میں شمولیت کے لئے جو سفر کیا ہے وہی سفر چار سے پانچ گھنٹے کا ہے اور اتنا ہی وقت خرچ کر کے اس نے واپس بھی جانا ہے۔ 10 گھنٹے کے تکلیف دہ سفر کے بعد شادی میں شمولیت کا وقت صرف ڈیڑھ گھنٹہ سے دو گھنٹہ اور اگر سفر کٹھن، تکلیف دہ ہو تو شادی ہال ہی کے ایک کمرے کو دور سے آنے والے مہمان کے لئے بُک کروا دیا جاتا ہے۔ جہاں آکر نہا دھو کر تیاری کر لیں، خواتین بناؤ سنگھار کر لیں۔ گھروں میں بُلانے سے احتراز برتا جاتا ہے۔ گھروں کے بچے، ان ہی کی بہن، بھائی کی شادی پر آنے والے عزیز و اقارب کے لئے قربانی کر کے اپنے کمرے وقف کرنے کو تیار نہیں ہوتے۔ کسی کو منوا کر شادی پر لائے بھی تو کام نکل آنے پر ”تُو کون اور مَیں کون“

شاعر نے کہا تھا:

ہے دل کے لئے موت مشینوں کی حکومت
احساس مروت کو کچل دیتے ہیں آلات

معزز بہنو! کچھ اسی قسم کی کیفیت کا شکار ہم اور ہمارا معاشرہ ہوتا جا رہا ہے۔ شادی بیاہ تو الگ رہا۔ اب تو عزیزوں میں میل ملاقات بہت دیر بعد ہوتی ہے۔ ایک دوسرے کی طرف آنا جانا بہت کم ہو گیا ہے۔ مہمان نوازی میں کمی دیکھنے کو مل رہی ہے۔ اگر کسی کی دعوت بھی کرنی ہے تو باہر کسی ہوٹل میں بُلا کر کر دی

جاتی ہے۔ یہ سب سوشل میڈیا اور موبائل فونز کا کمال ہے۔ یہ فراوانی کی بدولت ہے جو اللہ تعالیٰ نے گھروں میں عطا کی۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اس فراوانی کی بدولت قربتیں بڑھتیں۔ مہمانوں اور عزیزوں کے لئے وقت، جان کی قربانی کا جذبہ کم ہوا۔ اب تو اگر کوئی ملنے کی خواہش کرے تو کہہ دیا جاتا ہے کہ میں فلاں جگہ جارہا ہوں۔ وہاں آجائیں ملاقات ہو جائے گی۔ تعزیت اور عیادت اب واٹس ایپ میسج کی مرہون منت رہ گئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بندوں کے حقوق کی ادائیگی اور ان کی خدمت کے تین درجے بیان فرمائے ہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَالۡاِحۡسَانِ وَاِیۡتَآءِ ذِی الۡقُرۡبٰی (النحل:91)

کہ اللہ تعالیٰ نے عدل، دوسرے نمبر پر احسان اور پھر ایتاء ذی القربیٰ کے رنگ میں رنگین ہونے کی تلقین فرمائی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس آیت کی تفسیر میں ان تین مراتب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”اسی واسطے اس نقص اور کمی کی تلافی کرنے کے واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ احسان سے بھی آگے بڑھو اور ترقی کر کے ایسی نیکی کرو کہ وہ ایتاء ذی القربیٰ کے رنگ میں رنگین ہو یعنی جس طرح ایک ماں اپنے بچے سے نیکی کرتی ہے۔ ماں کی اپنے بچے سے محبت ایک طبعی اور فطری تقاضا پر مبنی ہے نہ کہ کسی طمع پر“

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 663)

سنن ابن ماجہ کتاب الادب میں درجہ بدرجہ رشتہ داروں کے بعد تعلق داروں سے حسن سلوک کا ذکر ملتا ہے۔

پیارے آقا ہادی برحق حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا:

جو شخص رزق میں فراخی چاہتا ہے یا خواہش رکھتا ہے کہ اس کی عمر اور ذکر خیر زیادہ ہو اسے صلہ رحمی کا خلق اختیار کرنا چاہیے یعنی اپنے رشتہ داروں سے بنا کر رکھنی چاہیے۔

(صحیح مسلم کتاب البر و الصلہ)

رشتہ داروں سے حسنِ سلوک کی اہمیت کے ضمن میں احمدی خواتین سے خطاب کرتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

"پھر رشتہ داروں سے حسنِ سلوک ہے۔ یہ ایک بہت اہم چیز ہے۔ ذرا ذرا سی بات پر بعض رشتوں میں دراڑیں پڑ جاتی ہیں۔ ایک نیکی جو ہے جس کا اللہ تعالیٰ ثواب دے رہا ہوتا ہے اُس سے محروم ہو جاتی ہیں۔ اگر یہ رشتے داروں سے حسنِ سلوک کی نیکی رہے تو عموماً میں نے دیکھا ہے کہ گھروں میں جو رشتے برباد ہوتے ہیں، ٹوٹتے ہیں، خاوند اور بیوی کی آپس میں جو لڑائیاں ہوتی ہیں وہ نندوں اور بھابھیوں کی لڑائیاں ہیں، ساس اور بہو کی لڑائیاں ہیں۔ اگر ایک دوسرے سے حسنِ سلوک کر رہے ہوں گے تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ کسی قسم کی ایک دوسرے کے خلاف رنجشیں پیدا ہوں، برائیاں پیدا ہوں۔ پس یہ بھی نیکیوں میں آگے بڑھنے والی مومنات کا کام ہے کہ اپنے رشتوں کا بھی پاس اور خیال رکھیں۔"

(خطاب فرمودہ 17 ستمبر 2011ء بر موقع سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ جرمنی)

معزز بہنو! مختلف رشتہ داروں کا خیال رکھنے کے اسلامی حکم پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے نیز اس کی پاسداری نہ کرنے کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے عائلی مسائل کا تذکرہ کرتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ فرماتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اپنے قریبی رشتہ داروں کا بھی خیال رکھو، ان سے بھی احسان کا سلوک کرو۔ یہ حسن سلوک ہے جس سے تمہارے معاشرے میں صلح اور سلامتی کا قیام ہو گا۔

قریبی رشتہ داروں میں تمام رحمی رشتہ دار ہیں، تمہارے والد کی طرف سے بھی اور تمہاری والدہ کی طرف سے بھی۔ پھر بیوی کے رحمی رشتہ دار ہیں۔ پھر خاوند کے رحمی رشتہ دار ہیں۔ دونوں پر یہ ذمہ داری عائد ہو گئی کہ ایک دوسرے کے رحمی رشتہ داروں کے حقوق ادا کرو، ان کی عزت کرو، ان کا احترام کرو، ان کے لئے نیک جذبات اپنے دل میں پیدا کرو۔ غرض کہ وہ تمام حقوق جو تم اپنے قریبی رشتہ داروں کے لئے پسند کرتے ہو، ان قریبی رشتہ داروں کے لئے پسند کرتے ہو جن سے تمہارے اچھے تعلقات ہیں، کیونکہ قریبی رشتہ داروں میں بھی تعلقات میں کمی بیشی ہوتی ہے بعض دفعہ قریبی رشتہ داروں میں بھی دراڑیں پڑ جاتی ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اپنے قریبی رشتہ داروں سے بھی حسن سلوک کرو۔ صرف

ان سے نہیں جن سے اچھے تعلقات ہیں، جنہیں تم پسند کرتے ہو بلکہ جنہیں تم نہیں پسند کرتے، جن سے مزاج نہیں بھی ملتے ان سے بھی اچھا سلوک کرو۔ پس یہ حسن سلوک ہر قریبی رشتہ دار سے کرنا ہے جیسا کہ میں نے کہا کہ صرف ان سے نہیں جن سے مزاج ملتے ہیں بلکہ ہر ایک سے۔ بلکہ حکم یہ ہے کہ نہ صرف اپنے قریبی رشتہ داروں سے بلکہ مرد کے لئے اپنی بیوی اور عورت کے لئے اپنے خاوند کے قریبی رشتہ داروں کے لئے بھی حسن سلوک کرنے کا حکم ہے۔ یہ سلوک ہے جو اللہ کی سلامتی کے پیغام کے ساتھ سلامتی پھیلانے والا ہو گا"

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم جون 2007ء خطبات مسرور جلد 5 صفحہ 225-226)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ مزید فرماتے ہیں۔

"شعبہ تربیت کو ہر جگہ، ہر لیول (Level) پر جماعتی اور ذیلی تنظیموں میں فعال ہونے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

اسلام نے ہمیں اپنے گھریلو تعلقات کو قائم رکھنے اور محبت و پیار کی فضا پیدا کرنے کے لئے کتنی خوبصورت تعلیم دی ہے۔ ایسے لوگوں پر حیرت اور افسوس ہوتا ہے جو پھر بھی اپنی اَناؤں کے جال میں پھنس کر دو گھروں، دو خاندانوں اور اکثر اوقات پھر نسلوں کی بربادی کے سامان کر رہے ہوتے ہیں۔ اللہ رحم کرے۔ اسلامی نکاح کی یا اس بندھن کے اعلان کی یہ حکمت ہے کہ مرد و عورت جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق میاں اور بیوی کے رشتے میں پروئے جا رہے ہوتے ہیں، نکاح کے وقت یہ عہد کر رہے ہوتے ہیں کہ ہم ان ارشادات الٰہی پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے جو ہمارے سامنے پڑھے گئے ہیں۔ ان آیات قرآنی پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے جو ہمارے نکاح کے وقت اس لئے تلاوت کی گئیں تا کہ ہم ان کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالیں۔ اور ان میں سے سب سے پہلی نصیحت یہ ہے کہ تقویٰ پر قدم مارو، تقویٰ اختیار کرو۔ تو نکاح کے وقت اس نصیحت کے تحت ایجاب و قبول کر رہے ہوتے ہیں، نکاح کی منظوری دے رہے ہوتے ہیں کہ ہم ان پر عمل کریں گے۔ کیونکہ اگر حقیقت میں تمہارے اندر تمہارے اس رب کا، اس پیارے رب کا پیار اور خوف رہے گا جس نے پیدائش کے وقت سے لے کر بلکہ اس سے بھی پہلے تمہاری تمام ضرورتوں کا خیال رکھا ہے، تمام ضرورتوں کو پورا کیا ہے تو تم ہمیشہ وہ کام کرو گے جو اس کی رضا کے کام

ہیں اور اس کے نتیجہ میں پھر ان انعامات کے وارث ٹھہر وگے۔ میاں بیوی جب ایک عہد کے ذریعہ سے ایک دوسرے کے ساتھ بندھ گئے اور ایک دوسرے کا خیال رکھنے کا عہد کیا تو پھر یہ دونوں کا فرض بنتا ہے کہ ان رشتوں میں مزید بہتری پیدا کرنے کے لئے پھر ایک دوسرے کے رشتہ داروں کا بھی خیال رکھیں۔ یاد رکھیں کہ جب خود ایک دوسرے کا خیال رکھ رہے ہوں گے اور ایک دوسرے کے جذبات کا خیال رکھ رہے ہوں گے، عزیزوں اور رشتہ داروں کا خیال رکھ رہے ہوں گے، ان کی عزت کر رہے ہوں گے، ان کو عزت دے رہے ہوں گے تو رشتوں میں دراڑیں ڈالنے کے لئے پھونکیں مارنے والوں کے حملے ہمیشہ ناکام رہیں گے کیونکہ باہر سے ماحول کا بھی اثر ہو رہا ہوتا ہے۔ آپ کی بنیاد کیونکہ تقویٰ پر ہو گی اور تقویٰ پر چلنے والے کو خدا تعالیٰ شیطانی وساوس کے حملوں سے بچاتا رہتا ہے۔ جب تقویٰ پر چلتے ہوئے میاں بیوی میں اعتماد کا رشتہ ہو گا تو پھر بھڑکانے والے کو چاہے وہ کتنا ہی قریبی کیوں نہ ہو یا اس کا بہت زیادہ اثر ہی کیوں نہ ہو اس کو پھر یہی جواب ملے گا کہ میں اپنی بیوی کو یا بیوی کہے گی میں اپنے خاوند کو جانتا ہوں یا جانتی ہوں، آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے، ابھی معاملہ صاف کر لیتے ہیں۔ اور ایسا شخص جو کسی بھی فریق کو دوسرے فریق کے متعلق بات پہنچانے والا ہے اگر وہ سچا ہے تو یہ کبھی نہیں کہے گا کہ اپنے خاوند سے یا بیوی سے میرا نام لے کر نہ پوچھنا، میں نے یہ بات اس لئے نہیں کہی کہ تم پوچھنے لگ جاؤ۔ بات کر کے پھر اس کو آگے نہ کرنے کا کہنے والا جو بھی ہو تو سمجھ لیں کہ وہ رشتے میں دراڑیں ڈالنے والا ہے، اس میں فاصلے پیدا کرنے والا ہے اور جھوٹ سے کام لے رہا ہے۔ اگر کسی کو ہمدردی ہے اور اصلاح مطلوب ہے، اصلاح چاہتا ہے تو وہ ہمیشہ ایسی بات کرے گا جس سے میاں بیوی کا رشتہ مضبوط ہو۔

پس مردوں، عورتوں دونوں کو ہمیشہ یہ پیش نظر رکھنا چاہئے کہ تقویٰ سے کام لینا ہے، رشتوں میں مضبوطی پیدا کرنے کے لئے دعا کرنی ہے، ایک دوسرے کے عزیزوں اور رشتہ داروں کا احترام کرنا ہے، ان کو عزت دینی ہے اور جب بھی کوئی بات سنی جائے، چاہے وہ کہنے والا کتنا ہی قریبی ہو میاں بیوی آپس میں بیٹھ کر پیار محبت سے اس بات کو صاف کریں تا کہ غلط بیانی کرنے والے کا پول کھل جائے۔ اگر دلوں میں جمع کرتے جائیں گے تو پھر سوائے نفرتوں کے اور دوریاں پیدا ہونے کے اور گھروں کے ٹوٹنے کے کچھ حاصل نہیں ہو گا" (خطبہ جمعہ فرمودہ 10 نومبر 2006ء از خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 565-566)

معزز بہنو! یہ چند الفاظ آج صرف اپنے سے پیار محبت کرنے والوں کو ایک لڑی میں پرونے کے لئے بیان کئے ہیں تا کہ ہم پہلے دور میں لوٹ جائیں اور اسلام کی حسین تعلیم کے نقوش جن پر مرور زمانہ کی وجہ سے گرد آجمی ہے اسے صافیوں اور اپنے مونہوں کی پھونکوں سے صاف کر کے اسلامی تعلیم کا وہ نقشہ قائم کریں جو آنحضور ﷺ اور آپ کے محبوب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے صحابہ میں نظر آتا تھا تا کہ ہم سب کے مل بیٹھنے سے وہ الاؤ روشن ہو جس کی روشنی سے اپنوں کی آنکھیں خیرا ہوں اور غیر بھی رشک سے دیکھیں۔



﴿34﴾ ﴿مشاہدات:73﴾

اچھے احمدی کی اچھی ماں۔زندہ باد

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ وَ اَهۡلِیۡکُمۡ نَارًا وَّ قُوۡدُهَا النَّاسُ وَ الۡحِجَارَۃُ (التحریم:7)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔

نہ دیکھیں وہ زمانہ بے کسی کا
مصیبت کا، الم کا، بے بسی کا
یہ ہو مَیں دیکھ لوں تقویٰ سبھی کا
جب آوے وقت میری واپسی کا

میری بہنو! جس موضوع پر مجھے آج لب کشائی کرنی ہے وہ ہے۔ **اچھے احمدی کی اچھی ماں۔زندہ باد**
اس اہم عنوان کو ہم **"تربیت اولاد میں ایک ماں کا کردار"** کا نام دے سکتے ہیں۔ماں کو ایک مربی اور معلم کہہ سکتے ہیں۔ماں کو اپنی اولاد کے لیے ایک محسنہ کا نام بھی دیا جاسکتا ہے۔

اچھے احمدی کی اچھی ماں۔زندہ باد عنوان کے تین حصے ہو سکتے ہیں۔

نمبر 1۔اچھا احمدی کون ہے۔نمبر 2۔اچھی ماں کون ہے اور نمبر 3۔احمدی ماں زندہ باد

جہاں تک ایک اچھے احمدی کا تعلق ہے تو یہ بتانا ضروری ہے کہ احمدی اپنے آپ کو اُس حضرتِ احمدؑ کی طرف منسوب کرتے ہیں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے زیادہ تعریف کرنے والا تھا۔حضرتِ احمدؑ نے اپنے آقا و مولیٰ حضرتِ محمدؐ کے تمام اوصاف حسنہ اور خوبیوں کو اپنایا اور حضرتِ محمدؐ کا روحانی فرزند، عاشقِ صادق کہلایا۔حضرتِ احمدؑ پر ایمان لانے والے تمام احمدی "اچھے احمدی" اُس وقت کہلوائے جب انہوں نے حضرتِ احمدؑ کے توسط سے حضرتِ محمدؐ کی تعریف کر کے اُس عظیم ہستی کی خوبیوں کو اپنے وجود میں اُتارا، اُس کے پرستار کہلائے۔

میری بہنو! ماں وہ مبارک وجود ہے جو دنیا اور دین کی آبادکاری کے لیے بچے جَنتی اور اپنے اپنے مذہب کے مطابق اُن کی تعلیم و تربیت کرتی ہے۔ جماعت احمدیہ میں ماں وہ عظیم ہستی ہے جو اپنے بچوں کو قرآن و احادیث اور سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام و خلفاء کے ارشادات و ہدایات کے تیز دھار نشتر سے اپنی اولاد کو تراش خراش کر کے ایسے چمک دار ہیروں میں بدلتی ہے جو جماعت احمدیہ کی انگشتری میں جب جڑے جاتے ہیں تو وہ انگشتری اَور خوبصورت دکھائی دیتی ہے۔ ایک احمدی ماں اِس کا آغاز اُس وقت سے ہی دعاؤں سے کر دیتی ہے جب میاں بیوی کا آپس میں ملاپ ہو رہا ہوتا ہے۔ بلکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس فرمان کو مدنظر رکھ کر وہ ماں اپنی نسبت نیک صالح اور متقی مرد سے کرتی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شادی چار باتوں کو بنیاد بنا کر کی جاتی ہے۔ ایک تو کسی کا حسب نسب دیکھا جاتا ہے یا اُس عورت کا مال و دولت مدنظر رہتا ہے یا لڑکی کی خوبصورتی اور حسن و جمال مگر اے مسلمان! تم دیندار لڑکی تلاش کرو۔ جب ایک احمدی مرد، ایک نیک صالح اور دیندار خاتون تلاش کر کے شادی کرتا ہے تو وہ خاتون ایک ایسے خاندان کی سربراہ بنتی ہے جو زندہ باد کہلاتی ہے۔ کیونکہ اس دیندار خاتون کے والدین بھی زندہ باد ہیں جنہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کے مطابق اپنی بیٹی کی ایسی تربیت کی کہ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنت میں ہوں گے۔ اِسی پر بس نہیں بلکہ شادی کے بعد وہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ خَیْرَھَا وَخَیْرَ مَاجَبِلْتَھَا وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ مَا جَبِلْتَھَا (ابوداؤد کتاب النکاح) کی دعا کر کے اس کی بھلائی چاہنے اور شر سے بچنے کی دعا کرتی ہے۔ ہاں ہاں! یہی وہ ماں، زندہ باد کہلانے کی مستحق ہے جو اپنی اولاد کو مجوسی، نصرانی، یہودی بنانے کی بجائے مسلمان بناتی ہے کیونکہ بچہ تو فطرت صحیحہ پر پیدا ہوتا ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو یہی وہ ماں زندہ رہنے والی اور اپنے نام کو اور خاندان کے نام کو زندہ رکھنے والی ماں ہے۔ جو دوران حمل اپنے حقیقی اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف مسلسل جُھکتی، دعائیں کرتی اور نیک اولاد کے لئے اپنے اللہ سے التجا کرتی رہتی ہے۔ ہاں ہاں! اس دوران وہ کثرت سے اللہ کا ذکر کرتی، کثرت سے اپنے پیارے رسول حضرت محمدؐ پر درود بھیجتی، کثرت کے ساتھ اللہ کی کتاب قرآن کریم کی تلاوت کرتی، حسب توفیق ترجمہ و تفسیر پڑھتی، احادیث اور کتب حضرت مسیح موعودؑ و خلفاء کا مطالعہ کرتی اور نیک اولاد کے حصول کے لیے اللہ کے حضور سجدہ ریز رہتی ہے۔

اس کے لیے صدقہ و خیرات کثرت سے کرتی ہے۔ رَبِّ اِنِّیۡ نَذَرۡتُ لَکَ مَا فِیۡ بَطۡنِیۡ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلۡ مِنِّیۡ ۚ (ال عمران:36) اور رَبَّنَا ھَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعۡیُنٍ وَّاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا (الفرقان:75) کی استدعا اپنے اللہ کے حضور کرتی رہتی ہے۔ ہاں یہ وہ ماں زندہ باد کہلانے کی مستحق ہے جس کے ہاں بچہ یا بچی کی پیدائش پر اس کے نیک اور دیندار خاوند نے بچے کے دونوں کانوں میں اذان اور تکبیر کہلوا کر اللہ کا نام اس نومولود کے اندر ودیعت کیا۔ نیک آدمی کے ہاتھوں گُڑتی دلائی اور نومولود کی جانب سے بلاؤں کی دوری کے لیے صدقہ و خیرات کیا۔

حضرت مرزا بشیر احمدؓ فرماتے ہیں کہ "یہ اذان ایمان کی قائمقام ہے اور تکبیر عمل کی قائمقام ہے گویا پیدائش کے ساتھ ہی ایمان اور عمل کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے۔"

میری بہنو! جب اولاد ہو جاتی ہے تو یہ ماں اپنی اولاد کے لیے اَصۡلِحۡ لِیۡ فِیۡ ذُرِّیَّتِیۡ ۚ اِنِّیۡ تُبۡتُ اِلَیۡکَ وَاِنِّیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ (الاحقاف:16) کے الفاظ میں اولاد کے صالح ہونے اور اولاد ہونے پر اظہار تشکر کے لیے اپنی طرف سے توبہ کا اظہار کر کے اپنے فرمانبردار ہونے کا اعلان کرتی ہے۔

میری اولاد کو تُو ایسی ہی کر دے پیارے
دیکھ لیں آنکھ سے وہ چہرہ نمایاں تیرا
عمر دے، رزق دے اور عافیت و صحت بھی
سب سے بڑھ کر یہ کہ پا جائیں وہ عرفان تیرا

میری بہنو! یہی وہ مقدس مائیں ہیں جن کے بارہ میں آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلۡجَنَّۃُ تَحۡتَ أَقۡدَامِ الۡاُمَّھَاتِ کہ جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔ گویا کہ یہ عظیم زندہ باد ماں ایک اور ماں کی پرورش کا آغاز کرنے جارہی ہے جو آئندہ قوموں میں زندہ باد ماں کہلائے گی۔

حضرت مرزا بشیر احمدؓ فرماتے ہیں:

"اگر مائیں بچپن سے ہی بچوں کی اچھی تربیت کریں اور ان کے اعمال کی نگرانی رکھیں تو وہ ان کو جنت کے راستہ میں ڈال کر ابد الآباد کی نعمتوں کا وارث بنا دیتی ہیں۔"

(ماہنامہ مصباح دسمبر، جنوری 1961-1962ء)

مَیں اپنی بہنوں، ماؤں اور بیٹیوں کو اُن مبارک اور مقدّس ماؤں کے جَلو میں لے جانا چاہتی ہوں جو اچھے بچوں کی اچھی مائیں بنیں اور اپنا نام تاریخ میں رقم کر گئیں۔ میں اس سلسلہ میں آغاز حضرت حاجرہ علیہ السلام کے ذکر سے کرتی ہوں جنہوں نے اپنے بیٹے ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی دعاؤں اور اپنے عملی نمونہ سے ایسی تربیت کی کہ وہ اپنے باپ کو یَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ (الصافات:103) کہہ کر اپنے آپ کو قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے اور یہی وہ حضرت اسماعیلؑ ہیں جن کی نسل سے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ جن کی والدہ حضرت آمنہ گو زیادہ عرصہ حضورؐ کی تربیت نہ کر سکیں مگر اس نیک پارسا خاتون نے دعاؤں کے ساتھ اس مبارک وجود کی آبیاری کی اور چاند کا ٹکڑا اپنی گود میں گرنے کا خواب بھی دیکھا۔

میری بہنو! پھر آپؐ کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بطور ماں ایک نمونہ کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے جنہوں نے اپنے تقویٰ، نیکی اور صالحیت کی بنا پر اپنی اولاد کی نیک تربیت دی۔ حضرت عائشہؓ کو دیکھ لیں جن کے متعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین کا نصف علم حضرت عائشہؓ سے سیکھیں۔ آپؓ نے اپنی مادی اولاد حضرت فاطمہؓ کی ایسی تربیت فرمائی کہ وہ ایک خلیفہ راشد حضرت علیؓ کی زوجہ مطہرہ ٹھہریں۔ اس کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں صحابہ وصحابیات براہ راست آپؐ سے روحانی فیض پا کر اپنے اللہ کے پیارے بندے ٹھہرے۔

میری بہنو اور ماؤں! آئیں! آج کے دَور میں اسوہ رسولؐ پر چلنے والی اور آپؐ کی ازواج مطہرات کو نمونہ بنانے والی خواتین کی تلاش کریں تو سب سے پہلے حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگمؓ المعروف حضرت اماں جان کا نام آئے گا جنہوں نے اپنی اولاد کی تربیت کے حقوق ادا کیے اور پانچ ہیرے تراش کر جماعت کے حوالے کیے۔ اُن میں سے ایک مصلح موعود کہلایا اور خلافت کے بابرکت منصب پر فائز ہوا۔ اسی پر بس نہیں اِس مصلح موعودؓ نے اپنی بیگمات کو اسلامی تعلیم سے آراستہ کر کے اُن میں دینِ اسلام کے ایسے رنگ بھرے کہ دو ازواج سے دو خلفاء اور ایک اپنی بیٹی کے ذریعہ خلیفۃ المسیح جماعت کو عنایت فرمائے۔ جو آج اپنی مادی اولاد کی تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ عالمگیر جماعت کی خواتین کی ایسی تربیت فرما رہے ہیں جن کو اچھی مائیں، بہترین مائیں، وفادار مائیں، اسلامی تعلیم سے آراستہ مائیں اور خلافت سے وابستہ مائیں کہا جا سکتا

ہے۔ جو آج بھی زندہ باد ہیں اور آئندہ نہ صرف اپنے نام تاریخ میں زندہ رکھیں گی بلکہ اپنے حلاوتِ ایمان اور لذّتِ دینی سے تیار ہونے والی مزید ماؤں کو تا ابد زندگی بخشتی رہیں گی۔

میری بہنو! یہ مسلّمہ حقیقت ہے کہ اچھی اولاد کے لیے اچھی ماؤں کا ہونا ضروری ہے۔ مَیں اس وقت دو سبق آموز کہاوتیں آپ حاضرات کے سامنے رکھنا چاہوں گی جو اچھی مائیں بننے کی طرف رغبت دلائیں گی۔ ایک مشہور کہاوت یہ ہے کہ ایک عورت اپنے بچے کو لے کر کسی بزرگ کے پاس گئی اور عرض کی کہ باباجی! میرا یہ بچہ گُڑ بہت کھاتا ہے۔ آپ بزرگ ہیں اس کو منع فرماویں۔ بزرگ بولے۔ بی بی! کل لے کر آنا۔ وہ اگلے دن جب اپنے بچے کو بزرگ کے پاس لے کر گئی تو بزرگ نے بچے کو مخاطب ہو کر کہا کہ بیٹا! گڑ نہ کھایا کرو۔ ماں نے حیران ہو کر بزرگ سے پوچھا۔ باباجی! یہ بات تو آپ کل بھی کہہ سکتے تھے۔ بزرگ بولے۔ بی بی! کل جب تم میرے پاس آئی تھی اُس وقت مَیں کل کے حصہ کا گڑ کھا چکا تھا۔ جو بات میں خود کر رہا ہوں اس سے کیسے منع کرتا اور میری بات کا بچے پر کیا اثر ہوتا؟ یہ وہ عظیم تعلیم کا عملی نمونہ ہے جو ہماری پیاری کتاب قرآن کریم میں کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (الصف:4) میں بیان ہوا ہے۔ جس کے معانی ہیں کہ اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ تم وہ کہو جو تم کرتے نہیں۔

میری بہنو! دوسری سبق آموز کہاوت یہ ہے کہ ایک ماں کے بچے کو اس کی غلط حرکتوں کی وجہ سے پھانسی کی سزا دی گئی۔ حسبِ دستور سزا یافتہ بچے سے پوچھا گیا کہ پھانسی کے تختہ پر لٹکنے سے قبل تمہاری کوئی خواہش ہو تو بتاؤ۔ اُس نے اپنی ماں کے کان میں بات کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ جب اُسے اپنی ماں کے پاس لایا گیا تو اُس بدبخت اور ناخلف بچے نے اپنی ماں کا کان یہ کہتے ہوئے کاٹ کھایا کہ جب میری غلط اور ناپاک حرکتوں کی اطلاع لوگ تجھے دیتے تھے تو یہی کان اِن نازیبا حرکتوں کا سُن کر خاموش رہتے تھے لہٰذا انہی کانوں نے آج مجھے تختہ دار تک پہنچایا ہے۔

میری بہنو! یہ کہاوت اچھی ماؤں کو مزید اچھی اور بہترین مائیں بنانے کی طرف رغبت دلانے کے لیے مَیں نے سنائی ہے۔ اپنی اولاد کی نیک تربیت کے لیے بچوں کی حرکات و سکنات پر نظر رکھنا اور دوسروں کی آگاہی پر کان کھڑے کر کے تربیت کی طرف مزید توجہ کرنا ضروری ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

”ماؤں کو اس لیے ضرورت ہے کہ ماؤں کے قبضے میں بچے ہوتے ہیں۔ آپ اگر بچپن میں خدا کی محبت اُن کے دلوں میں پیدا کر سکیں تو سب سے بڑا احسان اپنی اولاد پر آپ کر سکتی ہیں اور خدا کی محبت پیدا کرنے کے لیے آپ کو خدا کی باتیں کرنی ہوں گی۔ خدا کی باتیں کرتے وقت اگر آپ کے دل پر اثر نہ ہوا۔ اگر آپ کی آنکھوں سے آنسو نہ بہے، اگر آپ کا دل موم نہ ہوا تو یہ خیال کرنا کہ بچے اس سے متاثر ہو جائیں گے، یہ جھوٹی کہانی ہے اس میں کچھ بھی حقیقت نہیں۔ ایسی ماؤں کے بچے خدا سے محبت کیا کرتے ہیں کہ جب وہ خدا کا ذکر کرتی ہیں تو ان کے دل پگھل کر آنسو بن کر بہنے لگتے ہیں۔ ان کے چہروں کے آثار بدل جاتے ہیں۔ بچے حیرت سے دیکھتے کہ اس ماں کو کیا ہو گیا ہے۔ کس بات کی اداسی ہے، کس جذبے نے اس پر قبضہ کر لیا ہے یہ وہ تاثر ہے جو بچے کے اندر ایک پاک اور عظیم تبدیلی پیدا کر دیتا ہے۔ یہ انقلاب کی روح ہے اور انقلاب کی جان ہے، ایسی مائیں بننے کے لیے جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے خدا سے مدد مانگتے ہوئے اس سے حُسن کی تلاش کرنی ہو گی۔ یہاں تک کہ وہ حُسن آپ پر جلوہ افروز ہو اور آپ کے دلوں میں ایسی محبت بھر دے کہ آپ کا وجود پگھل جائے اور پگھلنے کے بعد ایک نئے وجود میں ڈھالا جائے...... اگر آج آپ مائیں بن چکی ہیں تو آج بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ استعداد بخشی ہے کہ اپنے گردو پیش، اپنے ماحول میں خدا کی محبت کے رنگ بھرنے کی کوشش کریں۔ اگر آپ مائیں نہیں بنیں تو آج وہ پاک تبدیلیاں پیدا کریں کہ جب آپ مائیں بنیں تو اس سے پہلے ہی خدا سے محبت کرنے والی وجود بن چکی ہوں۔ وہ چھوٹی بچیاں اور وہ چھوٹے بچے جو آپ کی گود میں پلتے ہیں، آپ کے ہاتھوں میں کھیلتے ہیں، آپ کے دودھ پی کر جوان ہوتے ہیں یا آپ کے ہاتھوں سے دودھ پی کر جوان ہوتے ہیں اسی زمانہ میں ابتدائی دور میں ان کو خدا کے پیار کی لوریاں دیں، خدا کی محبت کی ان سے باتیں کریں۔ پھر بعد کی منازل آسان ہو جائیں گی۔“

(حوا کی بیٹیاں اور جنت نظیر معاشرہ صفحہ 34-35 طبع دوم 2001ء)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا

”ایک عورت ماں کے ناطے بچوں کے ساتھ زیادہ تعلق رکھنے والی ہوتی ہے، اس کا زیادہ اٹھنا بیٹھنا ہوتا ہے۔ بچپن میں بچے باپ کی نسبت ماں سے زیادہ attach ہوتے ہیں۔ تو اگر ابتدا سے ہی اپنے عمل سے اور اپنی

باتوں سے بچوں کے ذہن میں یہ بات راسخ کر دیں، بٹھا دیں تو نسلاً بعد نسل عبادت گزار پیدا ہوتے چلے جائیں گے اور نتیجتاً احمدیت کے پیغام کو پھیلانے والوں کی ایک کے بعد دوسری فوج تیار ہوتی چلی جائے گی۔ لیکن عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ عورتیں اچھے حالات کی وجہ سے پہلے کے گزارے ہوئے تنگی کے دنوں کو زیادہ جلدی بھول جاتی ہیں اور یہ عورت کی فطرت ہے اور اس کی ترجیحات مختلف ہوتی ہیں۔ لیکن ایک احمدی عورت کو چاہئے کہ اپنی ترجیحات کو دنیا داری کی طرف لے جانے کے بجائے اللہ تعالیٰ کے احکامات کے نیچے لائیں۔ اپنے گھروں کو عبادتوں سے ہر وقت سجائے رکھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو ہمیشہ مدنظر رکھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ گھر جس میں خدا تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے اور وہ گھر جس میں خدا تعالیٰ کا ذکر نہیں ہوتا ان کی مثال زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔ پس اپنے گھروں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ذکر الٰہی سے سجائے رکھیں تاکہ آپ کے گھروں میں زندگی کے آثار ہمیشہ نظر آتے رہیں۔"

(خطاب از مستورات جلسہ سالانہ آسٹریلیا 15 اپریل 2006ء)

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ آسٹریلیا 2006ء کے موقع پر عورت کے مقام کے حوالہ سے نصائح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"یہ آپ کی تربیت ہی ہے جو آپ کے بچوں کو اس دنیا میں بھی جنت کا وارث بنا سکتی ہے اور اگلے جہان میں بھی۔ بچوں کے یہ عمل اور آپ کے بچوں کی یہ اعلیٰ تربیت ہی ہے جو ہر وقت بچوں کو خدا سے جوڑے رکھے گی اور بچوں کو بھی آپ کے لئے دعائیں کرنے کی عادت پڑے گی۔ تو بچوں کی جو آپ کے لئے دعائیں ہیں وہ آپ کو بھی اگلے جہان میں جنت کے اعلیٰ درجوں تک لے جانے کا باعث بن رہی ہوں گی۔

پس اگر احمدی بچوں کی مائیں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے والی بنی رہیں۔ آج اگر آپ اپنی ذمہ داریوں کو صحیح رنگ میں ادا کرتی رہیں، آپ کے قول اور فعل میں کوئی تضاد نہ ہو۔ آپ کی ہر بات سچ اور صرف سچ پر بنیاد رکھنے والی بنی رہی تو جماعت احمدیہ کی آئندہ نسلیں ان شاء اللہ، اللہ سے تعلق جوڑنے والی نسلیں رہیں گی۔ پس ہر وقت اپنے ذہنوں میں اپنے اس مقام کو بٹھائے رکھیں اور اپنی عبادتوں اور اپنے عملی نمونے کے اعلیٰ معیار حاصل کرنے کی کوشش کرتی رہیں۔ قرآن کریم کے جتنے حکم ہیں ان پر عمل کرنے کی کوشش کرتی

رہیں۔ تمام اعلیٰ اخلاق جن کی طرف ہمیں اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے انہیں حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ ہمیشہ نیکیاں بجالانے کے ساتھ ساتھ نیکیوں کی تلقین بھی کرتی رہیں۔ برائیوں کو ترک کرنے والی بنیں اور پھر اپنے ماحول میں برائیوں کو روکنے والی بنیں۔ معاشرے میں بھی برائیاں پھیلنے نہ دیں۔ آپس میں ایک دوسرے سے حسن سلوک سے پیش آئیں۔ اپنی رنجشوں اور اپنی ناراضگیوں کو بھلا دیں۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ عورتیں زیادہ دیر تک اپنی رنجشوں کو دلوں میں بٹھائے رکھتی ہیں۔ اگر آپ کے دل میں بغض و کینہ پلتے رہے تو پھر خدا تعالیٰ تو ایسے دلوں میں نہیں اترتا۔ ایسے دلوں کی عبادت کے معیار وہ نہیں ہوتے جو خدا تعالیٰ چاہتا ہے۔“

(جلسہ سالانہ آسٹریلیا 15 اپریل 2006ء خطاب از مستورات)

اللہ تعالیٰ ہم اچھی ماؤں کو ایسی اچھی، نیک، صالح اولاد اپنے پیچھے چھوڑنے والا بنائے جو باقیات صالحات کے زمرہ میں آئیں۔ آمین



﴾35﴿ ﴾مشاہدات:156﴿

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بچوں کو نصائح

یَا رَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّكَ دَائِمًا

فِیْ ھٰذِہٖ الدُّنْیَا وَ بَعْثٍ ثَانٖ

بہنو! آج کوشش ہے کہ ربیع الاول کے مبارک مہینہ کی مناسبت سے خاکسار پھول جیسے احمدی بچوں اور بچیوں سے آقا و مولی آنحضور **صلی اللہ علیہ وسلم** کا پیار بھرا سلوک، بچوں کو پیار بھری نصائح اور احمدی بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے ان سے متعلق نصائح بیان کروں۔

سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بازار اور گلیوں میں پھرتے بچوں کو سلام میں پہل کرتے، ان سے پاکیزہ مزاح بھی فرماتے اور ساتھ ساتھ اچھی باتیں بھی بتاتے۔(فضائل نبویؐ)

ایک دفعہ مدینہ کے کچھ بچے ایک درخت کی اوٹ میں چھپ گئے تا وہ اچانک اپنے آقا کو سلام کہہ کر پہل کریں۔ جونہی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپؐ بھانپ گئے اور بلند آواز سے ”السلام علیکم“ کہہ کر پہل کی۔ ایک دفعہ حضرت انسؓ کو نصیحت فرمائی کہ اے بچے! گھر میں جاؤ تو پہلے سلام کہا کرو۔ یہ تیرے اور تیرے گھر والوں کے لئے باعث برکت ہے۔(مشکوٰۃ)

آپؐ بچوں کے آرام و سکون کا بھی خیال فرماتے۔ جب نماز میں کسی بچے کے رونے کی آواز سنتے تو نماز کو مختصر کرتے اور فرماتے یہ بچے پر رحم ہے اور اس کی ماں پر بھی۔

اگر آپؐ کے پاس کھانے کی کوئی چیز ہوتی تو وہ بچوں میں تقسیم کر دیتے۔ آپؐ بچوں کو دستر خوان پر شریک کرتے۔ کھانے کے دوران سمجھاتے کہ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھ کر کھانا شروع کریں۔ دائیں ہاتھ سے کھائیں اور اپنے سامنے سے آہستہ آہستہ کھائیں۔ بچوں کے ساتھ مل کر کھانا کھا رہے ہوتے تو کھانے کے اختتام پر اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ بلند آواز سے کہتے تا بچے بھی شکر الٰہی کی عادت ڈالیں۔

سامعات! آپؐ اپنے نوکروں سے کبھی سختی سے پیش نہ آتے۔ نہ ان کو جھڑکتے اور نہ مارتے۔

ایک بدّو سردار نے جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نواسوں کو چومتے دیکھا تو اس نے کہا کہ میرے 10 بچے ہیں مَیں نے تو کبھی بھی کسی ایک کا منہ نہیں چوما۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر اللہ تمہارے دل سے محبت چھین لے تو مَیں کیا کر سکتا ہوں۔

نیز فرمایا:

اَكْثِرُوْا قُبْلَةَ اَوْلَادِكُمْ فَاِنَّ لَكُمْ بِكُلِّ قُبْلَةٍ دَرَجَةٌ فِي الْجَنَّةِ (بخاری)

اے لوگو! بچوں کو چوما کرو۔ ان کو چومنے کے بدلے تم کو جنت میں ایک درجہ ملے گا۔

پھر فرمایا:

جو بچوں کے ساتھ رحمت و شفقت کا سلوک نہیں کرتا اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

سامعات! ایک موقع پر آپؐ نے بچوں کو جنت کی خوشبو بھی قرار دیا۔ (ترمذی)

آپؐ اپنے نواسوں کو مسجد میں لے جاتے اور ان کو مسجد کے آداب بھی بتاتے۔

آپؐ نے اپنے نواسوں کے متعلق ایک دفعہ فرمایا کہ اے اللہ! مَیں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں اور جو ان سے محبت کرے ان سے محبت کا سلوک فرما۔ بلکہ بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ اور حضرت حسنؓ کو حضورؐ اپنی ران پر بٹھا لیتے اور فرماتے۔ اے اللہ! مَیں ان دونوں سے پیار کرتا ہوں تو ان سے محبت کر۔ (بخاری)

ایک دفعہ ایک عورت نے اپنے بیمار بچے کے ساتھ حضورؐ کے دربار میں حاضر ہو کر کہا کہ حضور! یہ بچہ بے شمار بیماریوں میں مبتلا ہے دُعا کریں کہ مر جائے تا اسے تکلیفوں سے نجات ملے۔ ماں سے بڑھ کر شفیق وجود نے فرمایا۔ کیا مَیں یہ دعا نہ کروں کہ تیرا بچہ تندرست ہو جائے اور بڑا ہو کر جہاد میں شریک ہو اور شہادت کا درجہ پائے؟ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ایک دفعہ ایک صحابی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ حضورؐ! میری جھولی میں پرندوں کے دو بچے اور ان کی ماں ہے۔ مَیں نے آج پرندوں کے دو بچوں کو پکڑ کر جھولی میں ڈال لیا تو ان کی ماں سر پر منڈلانے لگی۔ جب مَیں نے جھولی کھولی تو وہ ماں ان بچوں کی محبت میں سیدھی

میری جھولی میں آ گری۔ مَیں نے اس کو بھی بند کر لیا۔ آپؐ نے فرمایا: ان کو چھوڑ دو۔ خدا ان بچوں کی ماں سے بھی زیادہ اپنے بندوں سے محبت کرنے والا ہے۔ (الادب المفرد)

سامعات! حضرت انسؓ آپؐ کے خادم تھے۔ جن سے آپؐ بہت شفقت اور محبت کا سلوک فرماتے۔ آپؓ کہا کرتے تھے کہ 10 سال تک مَیں حضورؐ کی خدمت میں رہا۔ حضورؐ نے مجھے کبھی نہ ڈانٹا، نہ میری کسی کوتاہی، غلطی اور کمزوری پر سرزنش کی۔

ایک دفعہ حضرت اسامہ بن زیدؓ کو بچپن میں چوٹ لگ گئی۔ آپؐ خود ان کا خون صاف کرتے جاتے اور فرماتے کہ اگر اسامہ بیٹی ہوتی تو مَیں ضرور اِسے زیور پہناتا (بچیوں سے پیار کا سبق ہے) (مسند احمد)

ایک یہودی لڑکا جو حضورؐ کا خادم تھا ایک دفعہ بیمار ہوا تو حضورؐ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور حال احوال پوچھا (بخاری) اس میں سبق ہے کہ بلا تمیز مذہب، رنگ و نسل عیادت کرنا بھی سنت رسولؐ ہے۔

ایک جنگ میں مشرکین کے چند بچے مارے گئے۔ حضورؐ کو علم ہوا تو آپؐ کو اِس کا بہت رنج اور دکھ ہوا اور آپؐ صحابہ سے ناراض بھی ہوئے اور فرمایا خبردار بچوں کو قتل نہ کرو۔ ہر جان خدا کی ہی فطرت پر پیدا ہوتی ہے۔ (مسند احمد بن حنبل)

بہنو! یتیم بچے قوم کا نہایت قیمتی خزانہ ہوتا ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن کریم میں ان کے ساتھ عزت و تکریم سے پیش آنے اور حُسنِ سلوک روا رکھنے کا حکم دیا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خود بھی یتیم تھے فرمایا کہ اَنَا وَکَافِلُ الْیَتِیْمِ فِی الْجَنَّۃِ کَھَاتَیْنِ (ترمذی)

کہ مَیں اور یتیم کی پرورش کرنے والا مسلمان جنت میں اس طرح ساتھ ساتھ ہوں گے جس طرح یہ میری دو انگلیاں (آپؐ نے اپنے ہاتھ کی دو انگلیوں کو ملا کر دکھلایا)

پھر فرمایا کہ جو شخص اپنے کھانے پینے میں یتیم کو شامل کرے اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔ (مسلم)

پھر فرمایا یتیم کا مال کھانا ہلاکت کا موجب بنتا ہے۔ (النسائی)

حضرت انسؓ (خادم رسولؐ) کو نماز پڑھتے دیکھ کر نصیحت کرتے ہوئے فرمایا "نماز میں اپنی نظر سجدے کی جگہ پر رکھا کرو اور اِدھر اُدھر نہ دیکھا کرو۔" (مشکوۃ)

افلح نامی ایک مسلمان بچہ نماز میں سجدے میں پھونکیں مار رہا تھا تو آپؐ نے فرمایا کہ اے افلح! نماز میں پھونکیں نہ مارا کرو۔ منہ کو مٹی لگتی ہے تو لگنے دو۔ (مشکوۃ)

حضرت عبداللہؓ (حضورؐ کے چچازاد بھائی) ایک دفعہ بچپن میں نماز تہجد میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف کھڑے ہوگئے۔ حضورؐ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے دائیں طرف کھڑا کرلیا۔ (مشکوۃ) اور یوں خاموشی کے ساتھ بچوں کو امام کے دائیں ہاتھ کھڑا ہو کر نماز پڑھنے کی ہدایت فرمادی۔

سامعات! عمرؓ نامی ایک بچہ کھانے کے وقت سالن کے پیالے میں اِدھر اُدھر ہاتھ مار رہا تھا تو حضورؐ نے فرمایا کہ بچے! اللہ کا نام لے کر شروع کیا کرو اور اپنے دائیں ہاتھ سے کھایا کرو۔ (مشکوۃ) یہی ہدایت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن ابی سلمہؓ کو بھی ان الفاظ میں فرمائی اُدْنِ یَابْنِ بِسْمِ اللّٰہِ وَکُلْ بِیَمِیْنِکَ وَکُلْ مِمَّا یَلِیْکَ (ترمذی) کہ اے بیٹے! قریب آجاؤ اور اللہ کا نام لے کر کھانا شروع کرو اور دائیں ہاتھ سے اپنے آگے سے کھاؤ۔

ایک دفعہ ایک بچہ کھجور کے درخت سے کھجوریں گرانے کے لئے پتھر مار رہا تھا۔ آپؐ نے اسے پکڑ کر فرمایا کہ اے بچے! جو کھجوریں از خود گر گئی ہوں ان کو بے شک اُٹھالیا کرو مگر پتھر نہ مارا کرو۔

ایک دفعہ حضرت حسنؓ نے بچپن میں صدقہ کی کھجور اُٹھا کر مُنہ میں ڈال لی۔ آپؐ نے اپنے ہاتھ کی انگلی سے حضرت حسنؓ کے منہ سے کھجور کو نکال کر فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔ (مشکوۃ)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہؓ جب حضورؐ کے گھر آتیں تو آپؐ احتراماً اُٹھ کر استقبال کرتے۔ خوش آمدید کہتے اور پیشانی پر بوسہ دیتے (الادب المفرد) اور حضورؐ جب بھی سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ کو اُن کے گھر جا کر ملتے۔ (مشکوۃ)

ایک بار حضرت عائشہؓ کے پاس ایک عورت آئی۔ اس کے ساتھ دو بچیاں تھیں۔ اور حضرت عائشہؓ کے پاس اس وقت صرف ایک کھجور تھی جو آپؓ نے اس ماں کو دے دی۔ ماں نے اس کے دو ٹکڑے کر کے

آدھی آدھی دونوں بچیوں کو دے دی اور خود نہ کھائی۔ جب حضرت عائشہؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ سنایا تو آپؐ نے فرمایا:

عائشہ! جو شخص بھی لڑکیوں کی پیدائش کے ذریعے آزمایا جائے وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو یہ لڑکیاں اس کے لئے قیامت کے روز جہنم کی آگ سے ڈھال بن جائیں گی۔ (مشکوۃ)

گویا بچیوں (جو کل کی مائیں ہیں) کی احسن تربیت جنت کے حصول کا ضامن بنا دیتی ہے۔

بچوں کی تربیت کے حوالہ سے آنحضورؐ کی والدین اور بزرگوں کو نصائح

سامعات! اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اولاد کے حوالہ سے بعض نصائح فرمائی ہیں۔ جن پر تعمیل ہمارے بہت ہی پیارے آقا سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر موقع پر خود بھی فرمائی اور صحابہؓ سے بھی کروائی۔ جیسے اولاد کو دینی تعلیم اور اخلاق حسنہ سے آراستہ کرنے کے لئے والدین کو یہ دُعا سکھلائی:

قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ (ال عمران:39)

اے میرے رب! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ ذریت عطا کر۔ یقیناً تو بہت دعا سننے والا ہے۔

اولاد ہو جانے کے بعد اولاد کو نیکی اور تقویٰ پر قائم رکھنے کے لئے یہ دُعا سکھلائی:

قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (الاحقاف:16)

اے میرے رب! مجھے توفیق عطا کر کہ میں تیری اس نعمت کا شکریہ ادا کر سکوں جو تُو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی اور ایسے نیک اعمال بجالاؤں جن سے تُو راضی ہو اور میرے لئے میری ذریت کی بھی اصلاح کر دے۔ یقیناً میں تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں اور بلاشبہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کی پیدائش پر دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنے کی تلقین فرمائی۔ جس سے ''اُم الصبیان'' (اس میں بچوں کو سوکھے کا مرض لاحق ہو جاتا ہے اور بچہ کمزور ہوتا چلا جاتا ہے. عموماً تشنج کا دورہ پڑتا ہے۔) کی بیماری نہیں ہوتی۔ (الجامع الصغیر)

ان الفاظ سے قرآنی تعلیم کا خلاصہ بچے کے سامنے رکھ دیا جاتا ہے گویا بچے کے دل میں تعلیم کا پختہ نقش قائم ہو جاتا ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کے متعلق فرمایا: اَلْاَذَانُ یَتَرَدَّدُ الشَّیْطٰنُ (بخاری) کہ اذان شیطان کو دھتکار کر دیتی ہے۔

اسی طرح حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے خود بعض بچوں کو گھٹی (بعض لوگ اسے گڑ ھتی بھی کہتے ہیں) دے کر دعا کی تا کہ بچے پر نیک اور اچھا اثر پڑے۔ اسی سنت کے تتبع میں خاندان اور معاشرہ میں نیک صالح شخص سے گھٹی دلوائی جاتی ہے۔

پھر سات دن کے ہونے پر لڑکے کی صورت میں دو اور لڑکی کی طرف سے ایک بکرے کی قربانی کا ارشاد ہے۔ اگر لڑکا پیدا ہو تو اس کا ختنہ بھی کرایا جائے۔ (زاد المعاد)

جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز پڑھنے کی ترغیب دینی چاہیے۔ اس سے پہلے بچے کو نماز کے الفاظ اور دُعائیں یاد کروا دینی چاہیں اور جب بڑا ہو جائے اور باہر چلنے پھرنے کے قابل ہو جائے تو پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فحشاء و منکر سے بچانے کے لئے ہدایت دی کہ مُرُوْا اَوْلَادَکُمْ بِالصَّلٰوۃِ وَھُمْ اَبْنَاءَ سَبْعٍ وَاضْرِبُوْھُمْ عَلَیْھَا وَھُمْ اَبْنَاءَ عِشْرِیْنَ وَفَرِّقُوْا بَیْنَھُمْ فِی الْمَضَاجِعِ۔ (ابوداؤد) کہ جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اُسے نماز کا حکم دو اگر تین سال کی کوشش کے بعد بھی نماز نہ پڑھے تو اس کو سرزنش کی جائے اور دس سال کی عمر میں اس کو علیحدہ سلائیں اور جب بڑا ہو جائے تو اس کو گھر میں اجازت لے کر داخل ہونا چاہیے۔

پھر فرمایا کہ جب تمہاری اولاد بولنے لگے تو اُسے لا الہ الا اللہ سکھا دو...... اور جب دودھ کے دانت گر جائیں تو نماز کا حکم دیں۔ (زاد المعاد)

سامعات! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے بیعت لیتے وقت یہ عہد بھی لیتے کہ وہ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کو روحانی طور پر قتل نہیں کریں گی اور ان کی احسن طریق سے تربیت کریں گی اور ان کے اخلاق و عادات کو اسلامی شعار کے مطابق ڈھالیں گی۔

حتیٰ کہ حضورؐ نے عورتوں یعنی ماؤں کو ایسی حالت میں روزے رکھنے سے منع فرمایا جب وہ بچوں کو دودھ پلا رہی ہوں یا حاملہ ہوں تا ان کی صحت قائم رہے اور کوئی بُرا اثر بچے کی صحت پر نہ پڑے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق وخلع کو ناپسند فرمایا اور اِسے اَبْغَضُ الْحَلَالِ قرار دیا۔ کیونکہ طلاق یا خلع سے بچے جہاں بٹ جاتے ہیں وہاں ان کی تربیت پر بھی بُرا اثر پڑتا ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کے نئے پھولوں اور کلیوں کی تربیت کے لئے والدین کو ہدایت فرمائی کہ بیٹے کا حق اس کے باپ کے ذمے یہ ہے کہ وہ اس کا اچھا نام رکھیں، اس کا عمدہ ٹھکانہ بنائے اور پسندیدہ آداب سکھلائے۔

فرمایا: اپنے بچوں کو ادب سکھاؤ کیونکہ تمہارا یہ فعل روزانہ ایک صاع صدقہ کے برابر ہے۔

نیز ترمذی کی روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدًا مِنْ نَحْلٍ اَفْضَلَ مِنْ اَدَبٍ حَسَنٍ یعنی باپ اپنے بیٹے کو نیک آداب سکھانے سے بہتر کوئی چیز نہیں دیتا۔

والدین کو ہی بچوں کی تربیت کے ذمہ دار قرار دیتے ہوئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا یُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاہُ یُھَوِّدَانِہٖ اَوْیُنَصِّرَانِہٖ اَوْ یُمَجِّسَانِہٖ (بخاری کتاب الجنائز)

کہ ہر بچہ فطرت اسلام (فطرت صحیحہ) پر پیدا ہوتا ہے مگر اس کے والدین ہی اُسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بنادیتے ہیں یعنی بچہ والدین کے نمونہ کو اخذ کرتا ہے۔ بچہ اپنے والدین سے ہی سب سے پہلے سیکھتا ہے اس لئے والدین کو اپنا نمونہ درست رکھنا چاہیے۔

بہنو! والدین کو ہدایت دیتے ہوئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی اولاد کی ایسے رنگ میں تربیت کرو کہ یہ تین خوبیاں بطور عادت وخصلت ان میں راسخ ہو جائیں۔

- اپنے نبی سے محبت
- اہل بیت سے محبت
- تلاوت قرآن اور اس سے محبت

پھر فرمایا:

اَعِیْنُوْا اَوْلَادَکُمْ عَلَى الْبِرِّ (الجامع الصغیر ابن سیوطی، ابن ماجہ)

کہ نیکی کے کاموں میں اپنے بچوں کی مدد کیا کرو۔

پھر فرمایا:

دُعَاءُ الْوَالِدِ لِوَلَدِہٖ کَدُعَاءِ النَّبِیِّ لِاُمَّتِہٖ (الجامع الصغیر ابن سیوطی، ابن ماجہ)

کہ باپ کی دُعا اپنے بچے کے حق میں ایسے ہی مقبولیت کا درجہ رکھتی ہے جیسے نبی کی دُعا اپنی امت کے لئے۔

اپنی اولاد کا واجبی احترام کرنے کی ہدایت دیتے ہوئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اَکْرِمُوْا اَوْلَادَکُمْ وَاَحْسِنُوْا اَدَبَھُمْ (ابن ماجہ)

کہ والدین اپنی اولاد کے ساتھ نرمی و ملاطفت اور درگزر کا سلوک کریں۔ ان کا واجبی احترام کریں اور ان کو آداب سکھلائیں۔

یہی ہدایت ابن ماجہ میں ان الفاظ میں بھی ملتی ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے لوگو! اپنے بچوں کی عزت کیا کرو کیونکہ ان کی عزت کرنا دوزخ کا پردہ ہے اور ان کے ساتھ مل کر کھانا جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔

آنحضورؐ کے دور کے مسلمان بچوں کے سنہری کارنامے

سامعات! بچے قوم کے مستقبل کے معمار ہوتے ہیں۔ آنحضور ﷺ نے اپنے دور کے بچوں کی اس رنگ میں تربیت فرمائی کہ وہ قوم کے رہنما بنے جنہوں نے آنحضور ﷺ سے حاصل کی گئی تربیت کے پیش نظر ایسے جانثار، وفادار اور ایمان دار لوگ پیدا کئے۔ جس کو دیکھ کر اور واقعات سن کر دل عش عش کرتا ہے۔

حضرت عثمانؓ بن العاص

آپؓ نے آنحضور ﷺ کے آخری زمانہ میں اسلام قبول کیا۔ اس وقت آپؓ کی عمر بہت چھوٹی تھی۔ آپؓ نے اس کم سنی میں ہی اسلامی تعلیمات کا علم حاصل کر لیا کہ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ "یہ لڑکا تفقہ فی الاسلام اور علم القرآن کا بڑا حریص ہے۔ کم سنی کے باوجود علمی امتیاز کے باعث آنحضور ﷺ نے آپؓ کو بنی ثقیف کا امام مقرر فرمایا تھا"۔ (تہذیب الناس)

حضرت سعدؓ بن زراہ

آپؓ کو آنحضور ﷺ نے بوجہ آپؓ کی علمیت کے بنو نجار کا نقیب مقرر فرمایا۔ آپؓ تمام نقیبوں سے سب سے چھوٹے تھے۔ (اسد الغابہ)

حضرت شداد اوسؓ

کم سنی کی عمر میں آپؓ بہت عابد وزاہد تھے، رات کو دیر تک عبادت میں مصروف رہتے۔ بسا اوقات عبادت کر چکنے پر بستر پر جاتے ہی دوبارہ عبادت کے لئے جائے نماز پر حاضر ہو جاتے۔(اسد الغابہ)

حضرت علیؓ

آپؓ کے متعلق حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کَانَ مَا عَلِمْتُ صَاۤئِمًا قَوَّامًا کہ جہاں تک مجھے علم ہے حضرت علیؓ بہت روزے دار اور عبادت گزار تھے۔(ترمذی، کتاب المناقب)

آپؓ بچپن سے ہی آنحضور ﷺ کی محافل عرفان میں شرکت کیا کرتے تھے۔ آپؓ فرماتے ہیں ''میں جس طرح اونٹنی کا بچہ اُونٹنی کے پیچھے رہتا ہے اس طرح آنحضور ﷺ کے پیچھے رہتا ہوں۔''

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے اپنے خاندان کے افراد کو دعوت پر بُلایا تو آپؐ نے تبلیغ اسلام کرنے کے بعد پوچھا کون ہے جو میرا مددگار و معاون ہو؟ تو حضرت علیؓ نے جن کی عمر 10 سال تھی۔ تینوں بار پوچھنے پر ہر دفعہ اپنا ہاتھ کھڑا کیا کہ میں آپ کا معین و مددگار ہوں۔(طبری)

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ

آپؓ بچپن میں ہی عبادت گزار تھے۔ رکوع اتنا لمبا کرتے کہ سورۃ البقرہ پڑھی جا سکے اور سجدے میں اس قدر محویت طاری ہوتی تھی کہ چڑیاں آپؓ کی پیٹھ پر بیٹھ جاتی تھیں۔(ابن اثیر)

حضرت انسؓ

خادم رسولؐ حضرت انسؓ جب 8-10 سال کے تھے تو آنحضور ﷺ نے کسی کام کے لئے بھیجا۔ جب وہ کام کر کے آئے تو گھر جانے میں دیر ہو چکی تھی۔ والدہ نے تاخیر کی وجہ پوچھی تو آپؓ نے والدہ سے کہا کہ حضورؐ نے کسی کام سے بھیجا تھا۔ والدہ نے اس خیال سے کہ کہیں بہانہ نہ ہو کام کی نوعیت پوچھی تو حضرت انسؓ نے فرمایا۔ والدہ! وہ ایک خفیہ بات تھی۔ خاکسار آپ کو نہیں بتا سکتا۔ یہ سن کر والدہ نے بھی بطور نصیحت تاکیداً کہا کہ بیٹا! پھر کسی اور سے بھی ہرگز ذکر نہ کرنا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ

ایک روز قریش کو قرآن کریم کے سنانے کا پروگرام بنا اور اس مشکل کام کو سرانجام دینے کے لئے سوچا جا رہا تھا کہ کون یہ خطرناک مگر اہم کام سرانجام دے۔ عبد اللہ بن مسعودؓ جو حافظ قرآن تھے نے فوراً اپنے

آپ کو پیش کر دیا۔ کئی صحابہ نے مخالفت کی یہ ابھی بچہ ہے اور ناموزوں ہے کوئی ایسا ہو جو اپنے خاندان کے لحاظ سے ایک مقام رکھتا ہو۔ مگر اگلے روز آپ نے خود ہی قریش کی محفل میں جاکر قرآن سنانا شروع کر دیا۔ تمام مجمع مشتعل ہو گیا اور آپ کو مارنا شروع کر دیا حتی کہ چہرہ متورم ہو گیا اور آپ نے مسلسل قرآن کو جاری رکھا۔ جب واپس آئے تو صحابہ نے کہا کہ یہی ڈر تھا جس کی وجہ سے تمہیں روکتے تھے۔ آپ نے پھر کہا کہ اگر کہو تو کل پھر جاکر سناؤں۔ (اسد الغابہ)

حضرت سلمہؓ بن اکوع

ایک دفعہ چند کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں کے چرواہے کو قتل کر کے اونٹ لے کر چل دیئے۔ اتفاق سے ایک ننھے بچے سلمہؓ کی نظر پڑ گئی۔ آپ فوراً پہاڑ پر چڑھ کر مسلمانوں کو پکارنے لگے۔ آپ 12 سال کے تھے۔ بہت تیز رفتار بھاگتے تھے۔ آپ نے اکیلے ہی ڈاکوؤں پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ لوگوں نے آپ کو پکڑنے کی کوشش کی۔ آپؓ نے بلند آواز سے کہا کہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم میں سے کوئی مجھے پکڑنا چاہے تو ہر گز نہیں پکڑ سکتا البتہ میں تم کو پکڑ سکتا ہوں۔ اس طرح آپ نے ڈاکوؤں کو باتوں میں لگائے رکھا اور اس اثناء میں مسلمان وہاں پہنچ گئے اور اونٹ واگزار کروالئے۔

حضرت سہلؓ و سہیلؓ

ہجرت کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ آمد پر ہر شخص کی خواہش تھی کہ حضورؐ کا قیام اس کے گھر میں ہو مگر آپؐ کی اونٹنی دو کم سن خوش نصیب یتیم بچوں کی زمین میں جاکر بیٹھ گئی۔ یہ سعادت ان بچوں کے حصہ میں آئی۔ (بخاری)

حضرت اسماء اور حضرت ابوسعید خدریؓ

خادم رسولؐ حضرت اسماء کی عمر 13 سال کی تھی جب وہ میدان جنگ میں حضورؐ کے ساتھ شریک ہوئے اور حضرت ابوسعید خدریؓ کی عمر بھی یہی تھی جب حضورؐ نے انہیں جنگ میں شامل ہونے کے لئے نہ چُنا تو آپ کے والد نے اپنے اس کمسن بچے کا ہاتھ پکڑ کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلایا کہ دیکھیں حضور! پورے مرد کا ہاتھ ہے۔ (بخاری)

اسی طرح جنگ بدر میں ایک بہت ہی کمسن بچہ (برادر حضرت سعدؓ بن ابی وقاص) بھی لشکر کی تیاری کے وقت اس ڈر سے کہ کہیں ان کو نکال نہ دیا جائے۔ لشکر کے پیچھے چھپ گئے۔ جب آپ کو واپسی کا حکم ملا تو وہ بہت روئے اور چلائے چنانچہ حضورؐ نے ان کے اس جذبہ کو دیکھ کر لشکر میں شامل ہونے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ آپ کو جب تیار کیا گیا تو تلوار اس کمسن سپاہی سے بڑی تھی۔ آپ شامل ہوئے اور جام شہادت نوش فرمایا۔

حضرت معوذؓ اور معاذؓ

جنگ بدر میں دو ننھے بچوں نے ابو جہل کی شناخت کروا کر دیکھتے ہی دیکھتے آناً فاناً قتل کر دیا۔ دشمن خدا ابو جہل نے مرتے ہوئے بڑی حسرت سے کہا کہ میں کمسن لڑکوں کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ (بخاری)

حضرت رافعؓ

جنگ احد میں حضورؐ نے لشکر کی تیاری کے وقت رافع نوخیز بہادر بچے کو چُنا۔ یہ دیکھ کر ایک اور نوخیز نوجوان نے آگے بڑھ کر حضورؐ سے عرض کی کہ یا رسول اللہ! دونوں میں کشتی میں مقابلہ کروالیں۔ اگر میں نے رافع کو پچھاڑ لیا تو پھر مجھے بھی شامل کر لیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس لڑکے کو بھی شمولیت کی اجازت مل گئی۔ (ابن ہشام)

حضرت جابرؓ

سات یتیم بہنوں کے بھائی جابرؓ نے بھی حضورؐ کے سامنے گھٹنے ٹیک کر جھک کر اس قدر عاجزی کے ساتھ جنگ میں شمولیت کے لئے درخواست کی کہ حضورؐ نے ان کو جنگ میں شمولیت کی اجازت دے دی۔

حضرت زیدؓ بن ثابت

حضرت زیدؓ بن ثابت نے گیارہ سال کی عمر میں اسلام قبول کرتے ہی قرآن شریف نہ صرف پڑھنا شروع کر دیا بلکہ حفظ کرنے کا بھی آغاز کر دیا اور ہجرت مدینہ کے وقت 17 سورتیں حفظ کر چکے تھے۔ آپؓ کی ذہانت اور یادداشت کے پیش نظر حضورؐ نے فرمایا کہ "میرے پاس سریانی اور عبرانی زبان میں بھی خط آتے ہیں اور یہ زبانیں سوائے یہودیوں کے کوئی اور نہیں جانتا اس لئے تم یہ زبانیں سیکھ لو تا خطوط کا

جواب بھی دیا جاسکے۔" چنانچہ آپؐ نے بہت محنت اور اسی قدر شوق سے یہ زبانیں سیکھیں کہ 15 ہی روز میں خطوط پڑھنے اور ان کے جواب لکھنے پر قادر ہو گئے۔(مسند احمد)

(نوٹ:اِس تقریر کی تیاری میں لجنہ اماء اللہ کراچی کی شائع شدہ کتاب "حضرت رسول کریمؐ اور بچے" سے استفادہ کیا گیا ہے۔)

محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام

علیك الصلوٰۃ علیك السلام

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔



﴾36﴿ ﴾مشاہدات:81﴿

آنحضورؐ کا بچوں کے ساتھ شفقت و محبت بھرا سلوک

مدح حسن مصطفیٰ ہے ایک بحر بیکراں
اس کے ساحل تک کوئی شیریں بیاں پہنچا نہیں

میری بہنو!

میری گزارشات کا عنوان ہے **"آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں کے ساتھ شفقت و محبت بھرا سلوک"**

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۠ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ

(ال عمران:160)

ترجمہ: پس اللہ کی خاص رحمت کی وجہ سے تُو ان کے لئے نرم ہو گیا اور اگر تُو تُند خُو (اور) سخت دل ہوتا تو وہ ضرور تیرے گرد سے دُور بھاگ جاتے۔ پس ان سے دَرگزر کر اور ان کے لئے بخشش کی دعا کر اور (ہر) اہم معاملہ میں ان سے مشورہ کر۔ پس جب تُو (کوئی) فیصلہ کر لے تو پھر اللہ ہی پر توکل کر۔ یقیناً اللہ توکل کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

سامعات! ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی سیرت کے حوالہ سے مختلف پہلو ہیں۔ اُن میں سے ایک پہلو بچوں اور بچیوں کے ساتھ پیار بھرا سلوک ہے۔ جس کو لوگوں کے سامنے اُجاگر کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ بالعموم ہمارے معاشرے کے بزرگ اور عمر رسیدہ لوگ بچوں سے میل ملاقات رکھنا اور اُن کے ساتھ مِل جُل کر محفلوں میں بیٹھنے سے اپنے آپ کو بالا سمجھتے ہیں۔ اپنے بچوں کے ساتھ تو شاید مِل بیٹھیں لیکن معاشرے کے دوسرے بچوں کے ساتھ بیٹھنے میں اپنی ہتک

محسوس کرتے ہیں اور ایسے بچوں کے ساتھ شفقت اور پیار سے پیش آنے میں لیت و لعل کرتے ہیں خاص طور پر ہمارے ایشین معاشرے میں بچوں کو معاشرے کا حصہ بنا کر اُن کے سروں پر دست شفقت رکھنا اور اِن بچوں کو اپنے ساتھ لے کر چلنا ایشین معاشرے کی قدریں اجازت نہیں دیتیں۔

مگر ہمارے پیارے رسول حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم اندرونِ خانہ یعنی خاندان کے بچوں اور بیرونِ خانہ معاشرے کے بچوں کے ساتھ نہایت محبت اور شفقت سے پیش آتے، اِن بچوں کو اپنے ساتھ بٹھاتے، اِن سے دینی و اسلامی باتیں کرتے، اِن کو کہانیاں سناتے اور اِن کے ساتھ کھیلتے بھی نظر آتے تھے۔ اب مَیں اپنی گفتگو کو دو حصوں میں تقسیم کر کے آگے بڑھتا/ بڑھتی ہوں۔ مَیں آغاز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اندرونِ خانہ کے بچوں سے حسنِ سلوک سے کرتا/ کرتی ہوں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسوں سے آپؐ کا پیار و محبت کا سلوک آتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زیر تربیت نواسوں کے لیے دعا کیا کرتے تھے کہ۔ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْھُمَا فَاِنِّیْ اَرْحَمُھُمَا اے اللہ! اِن دونوں پر رحم فرمائیں بھی اِن سے نرمی کا سلوک کرتا ہوں اور ایک جگہ درج ہے کہ اے اللہ! مَیں اِن سے محبت کرتا ہوں تو بھی اِن سے محبت کر۔ آپؐ کے پاس جب بھی نیا پھل آتا تو آپؐ محفل میں موجود سب سے چھوٹے بچے کو ضرور دیتے۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ ”بچوں کو چوما کرو اس کے بدلہ میں تم کو جنت میں بدلہ ملے گا۔ جو بچوں کے ساتھ شفقت اور رحمت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔“

میری بہنو! ایک دفعہ آپؐ اپنے بچوں کو چوم رہے تھے تو ایک بدّو نے دیکھ کر کہا کہ اے رسول! میرے 10 بچے ہیں مَیں نے تو اِن کو کبھی نہیں چوما۔ آپؐ نے فرمایا۔ اگر اللہ نے تمہارے دل سے رحمت نکال لی ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ پھر ایک موقع پر فرمایا کہ جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مَیں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر بچوں سے حسنِ سلوک کرنے والا کوئی نہیں دیکھا۔ آپؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں 9 سال تک آپؐ کی خدمت میں رہا۔ آپؐ نے مجھے اِن دس سالوں میں ایک دفعہ بھی نہیں جھڑکا۔

(مسلم کتاب الفضائل باب حسن خلقہ ﷺ)

حضرت انسؓ کو ایک دفعہ حضور ﷺ نے کوئی کام کہا اور وہ راستہ میں بچوں کے ساتھ کھیل میں مصروف ہو گئے۔ تھوڑی دیر میں حضور ﷺ اس جگہ تشریف لے آئے اور انہیں کھیل میں مصروف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کام کے متعلق استفسار فرمایا۔

سامعات! ایک دفعہ آپؐ کے نواسے نے کسی بچے کو اونٹ پر سوار دیکھ کر اپنے نانا سے کہا کہ اونٹ پر بیٹھنا ہے۔ آپؐ نے نواسے کو کندھے پر سوار کر کے اونٹ کی طرح چلنا شروع کر دیا۔ کسی نے دیکھ کر کہا کتنی پیاری سواری ہے تو آپؐ نے فرمایا ”سوار بھی کتنا پیارا ہے۔“

ایک روایت میں ہے کہ ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تھے آپؐ کی نواسی امامہ بنت ابو العاص آکر آپؐ کے کاندھوں پر چڑھ بیٹھی اور اِسی طرح ایک بار حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ نماز کے دوران آپؐ کے کندھوں پر چڑھ گئے تو آپؐ نے سجدہ لمبا کر دیا اور بچوں کو نیچے نہ اُتارا اور نہ جھٹکا دیا۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ سے ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پکڑ کر اپنے ایک زانو پر بٹھا لیتے اور دوسرے پر حسنؓ کو۔ یعنی جب بیٹھے ہوتے تو ران پہ ایک طرف حضرت حسن کو بٹھا لیتے اور دوسرے پر مجھے پھر ہم دونوں کو اپنے سینے سے چمٹا لیتے اور فرماتے: ”اَللّٰھُمَّ ارْحَمْھُمَا فَاِنِّیْ اَرْحَمُھُمَا“ اے اللہ ان دونوں پر رحم فرمانا۔ میں ان دونوں سے شفقت رکھتا ہوں۔

(بخاری کتاب الادب باب وضع الصبی علی الفخذ)

خاندان سے باہر بچوں سے حسنِ سلوک

معزز بہنو! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس پہلو کو آپؐ کے خاندان سے باہر دیگر بچوں کے ساتھ شفقت اور پیار کو دیکھیں تو سب سے پہلے انسان کا دھیان اسلام آنے سے قبل کے اُس اندوہناک دَور کی طرف جاتا ہے جب بچیوں کو پیدائش کے معاً بعد زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔ جسے محسنِ انسانیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر منع فرمایا اور لڑکیوں کو معاشرے میں زندہ رہنے کا حق دیا۔

رکھ پیش نظر وہ وقت بہن، جب زندہ گاڑی جاتی تھی
گھر کی دیواریں روتی تھیں، جب دنیا میں تو آتی تھی

جب باپ کی جھوٹی غیرت کا، خوں جوش میں آنے لگتا تھا
جس طرح جنا ہے سانپ کوئی، یوں ماں تیری گھبراتی تھی
وہ رحمتِ عالم آتا ہے، تیرا حامی ہو جاتا ہے
تُو بھی انساں کہلاتی ہے، سب حق تیرے دلواتا ہے

چونکہ آپؐ رحمۃ للعالمین تھے اس لیے آپؐ کا لڑکیوں کے لیے بھی رحمت ہونا ضروری تھا۔ یوں آپؐ نے اُن کے حقوق کی بھی حفاظت فرمائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ”اپنی اولاد کی عزت کرو “اور پھر ایک موقع پر فرمایا” باپ کا اپنی اولاد کو بہترین تحفہ اس کی تعلیم و تربیت ہے“

سامعات! ایک دفعہ عید کے روز ایک مسلمان بچہ ایک ایسی جگہ افسردہ کھڑا تھا جہاں دیگر بچے عید کی خوشی کی وجہ سے کھیل کود رہے تھے اور اُن تحفوں کے بارے میں اظہارِ خیال کر رہے تھے کہ فلاں تحفہ فلاں نے دیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گزر ہوا۔ آپؐ نے اِس بچے کو دیکھا کہ وہ اِن بچوں کو حسرت سے دیکھ رہا ہے کہ اِن کے ماں باپ ہیں اس لیے اِن بچوں نے نئے کپڑے پہنے ہوئے ہیں تب آپؐ اِس بچے کو اپنے گھر لے گئے۔ نئے کپڑے دیے، نیا جوتا دیا اور فرمایا آج سے محمدؐ تمہارا باپ، عائشہؓ تمہاری ماں ہے اور فاطمہؓ تمہاری بہن ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں میں دوڑ کا مقابلہ کروایا کرتے تھے اور فرماتے تھے جو سب سے پہلے دوڑ کر مجھ تک پہنچے گا مَیں اُسے انعام دوں گا پھر جب بچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتے تو کوئی آپؐ کی پیٹھ پر چڑھ جاتا اور کوئی سینے پر۔ آپؐ اُن کو چومتے اور اُن کو اپنے ساتھ چمٹا لیا کرتے تھے۔

آپؐ کا پیار صرف مسلمانوں کے بچوں کے ساتھ ہی نہ تھا۔ امت سے باہر بھی بچوں سے پیار سے پیش آتے تھے۔ آپؐ ہمیشہ بچوں سے عزت و احترام کے ساتھ پیش آتے اور اُن کی ہر ممکن مدد اور دلجوئی کرنے کی کوشش کرتے۔ ایسا ہی ایک دفعہ ایک جنگ میں کچھ بچے مارے گئے۔ آپؐ نے افسوس اور دکھ کا اظہار فرمایا۔ صحابہؓ نے عرض کی۔ حضور! مشرکین کے بچے تھے۔ آپؐ نے فرمایا آخر معصوم تھے۔

میری بہنو! ایک دفعہ آپؐ کا گزر ایک ایسی جگہ سے ہوا جہاں چھوٹی عمر کی ایک لونڈی بیٹھی رو رہی تھی۔ آپؐ اُسے دیکھ کر افسردہ ہوئے۔ آپؐ نے اِس سے رونے کی وجہ پوچھی۔ معلوم ہوا کہ مالکہ نے دو درہم آٹا

خریدنے کے لیے دیئے تھے جو لونڈی سے گم ہو گئے تھے۔ آپؐ نے اِس لونڈی کو دو درہم تھما دیئے۔ ابھی آپؐ واپس جانے لگے تو وہ پھر رونے لگی۔ آپؐ نے پھر رونے کی وجہ پوچھی تو لونڈی نے کہا کہ اب تاخیر ہونے کی وجہ سے مالکہ مجھے مارے گی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اِس لونڈی کے ساتھ چل دیئے اور گھر چھوڑتے ہوئے مالکہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مجھے اس لونڈی پر ترس آگیا کہ تم اسے کہیں تاخیر ہونے کی وجہ سے مارنے نہ لگ جاؤ۔ اس پر مالکہ نے اِس لونڈی کو آزاد کر دیا۔ جس پر آپؐ نے ایک گردن آزاد ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اُس اللہ کی تعریف کی۔

سامعات! مَیں اپنے پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں سے پیار اور حسنِ سلوک کا کون کون سا واقعہ بیان کروں۔ آپؐ نماز پڑھاتے تو اگر کسی بچے کے رونے کی آواز آپؐ سُن لیتے تو نماز مختصر کر دیتے اور فرمایا کرتے کہ اُس کا رونا اُس کی ماں پر گراں گزرتا ہے۔ کیونکہ آپؐ کے اندر بچوں کے لیے ماں سے بھی بڑھ کر محبت والا دل تھا۔ آپؐ ایک دفعہ محفل میں صحابہ کے ساتھ دائرہ کی صورت میں بیٹھے تھے کہ دودھ آگیا آپؐ نے دائیں طرف صحابہ کو دینا چاہا تو دائیں طرف ایک بچہ بیٹھا تھا جبکہ بائیں جانب حضرت ابو بکرؓ جیسے اجلّ صحابہ تھے۔ آنحضورؐ کی سنّت تھی دائیں جانب سے شروع کرنے کی۔ آپؐ نے چاہا کہ حضرت ابو بکرؓ کو پہلے دیا جائے مگر آپ نے دائیں طرف بیٹھے بچے سے اجازت لے کر حضرت ابو بکرؓ سے شروع فرمایا۔

میری بہنو! ایک روایت میں ہے بچے سے جب اجازت چاہی گئی تو اُس نے نہایت ادب واحترام سے اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمدؐ سے عرض کی کہ حضور! یہ تو میری خوش قسمتی ہے کہ مَیں حضور کی دائیں جانب بیٹھا ہوں اِس لئے مَیں حضور کے تبرک سے فَیضیاب ہونے کا پہلے مستحق ہوں۔ حضورؐ نے وہ تبرک پہلے بچے کو دیا۔ اللہ اللہ! بچوں کی معاشرے میں اتنی عزت؟ اِس واقعہ کو ہم اپنے معاشرے میں بچوں کے ساتھ سلوک سے موازنہ کریں ہمیں دُور دُور تک اِس جیسا واقعہ دیکھنے کو نہ ملے گا۔ بلکہ اِس کے برعکس ہم بچے پر سختی کر کے ایک طرف کر دیں گے۔ اللھم صل علی محمد و علی آل محمد

بہنو! اب مَیں اپنی تقریر کے آخر پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں سے مذاق اور مزاح کے ایک دو واقعات بیان کر دیتی ہوں۔ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے ساتھ سب سے زیادہ مزاح اور بے تکلفی کی باتیں کیا کرتے تھے۔

(دلائل النبوہ للبیہقی جلد اوّل صفحہ 331)

ایک دفعہ آپؐ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے "اے دو کانوں والے" کہہ کر بلایا۔

(شمائل ترمذی)

اسی طرح حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میرا ایک چھوٹا بھائی تھا اس کا نام ابو عمیر تھا۔ اس کے پاس ایک چڑیا تھی جس سے وہ کھیلا کرتا تھا۔ وہ مر گئی۔ آپؐ آئے اور میرے بھائی کو افسردہ دیکھ کر ابو عمیر سے فرمانے لگے: یَا اَبَا عُمَیْر! مَا فَعَلَ النُّغَیْر؟ "یعنی اے ابو عمیر! تمہاری چڑیا کو کیا ہوا؟

(صحیح بخاری باب الانبساط الی الناس)

آپؐ اس بچے سے اس کی دلجوئی کے لیے پوچھا کرتے تھے۔

محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام
علیك الصلوٰۃ علیك السلام

سامعات! پس کل کے باپ بننے والے اِن ننھے ننھے بچوں کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے منہ چومتے، سینے سے لگاتے، ان کی دلجوئی کرتے، ان کے لیے دعائیں کرتے ان کو اسلام کی باتیں سکھاتے اور اسی حسن سلوک کی وجہ سے بچے بھی آپؐ سے بے پناہ محبت کرتے تھے جب بھی آپؐ کو دیکھتے تو خوشی خوشی آپؐ کی طرف دوڑ کر چلے آتے اور آپؐ ان کو باری باری گود میں اٹھا کر پیار کرتے۔ آپؐ کی عادت تھی کہ ہمیشہ بچوں کو پہلے سلام کرتے اور ان سے پاکیزہ مذاق بھی کرتے اور ان کو اچھی نیک باتیں بھی بتاتے۔

میری بہنو! یہ ہیں مختصر سے چند واقعات ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بچوں سے پیار، محبت اور شفقت سے بھرے حسنِ سلوک کے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے بچوں کے ساتھ اسی طرح حسن سلوک کا مظاہرہ کرنے والا بنائے جس طرح کا سلوک ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں سے کیا۔

جماعت کے بچے بھی ہمارے بچے ہیں ان کے ساتھ بھی پیار محبت اور شفقت کا سلوک روا رکھیں تا کہ وہ بھی آپ سے پیار کریں آپ کی عزت کریں اور آپ کی بتائی ہوئی نیک باتوں پر عمل کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے۔ آمین

یَارَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّکَ دَائِمًا
فِیْ ھٰذِہٖ الدُّنْیَا وَ بَعْثٍ ثَانٖ



﴾37﴿ ﴾مشاہدات:159﴿

آنحضورؐ کی والدین کو بچوں سے دوستانہ تعلق کی تعلیم

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (الفرقان:75)

اے خدا تعالیٰ! ہم کو ہماری بیویوں اور بچوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرمائے

یہ ہو میں دیکھ لوں تقویٰ سبھی کا
جب آئے وقت میری واپسی کا

آج میری تقریر کا عنوان ہے "**آنحضورؐ کی والدین کو بچوں سے دوستانہ تعلق کی تعلیم**"

معزز بہنو! آنحضرت ﷺ کی بعثت جاہلیت کے اُس دور میں ہوئی جب ہر قسم کے انسانی حقوق پامال کئے جارہے تھے۔ اولاد اور بچوں کے حقوق کا بھی یہ حال تھا۔ بچوں سے دوستی تو درکنار اکثر بچے افلاس کی وجہ سے پیدائش سے قبل ہی قتل کر دیئے جاتے۔ بعض قبائل میں بچیوں کو زندہ درگور کرنے کا رواج عام تھا۔ آپؐ نے تشریف لا کر اولاد کے عزت کے ساتھ زندہ رہنے کا حق قائم کیا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی اولاد کی عزت کیا کرو اور ان کی عمدہ تربیت کرو۔ اسی طرح فرمایا کہ والد کا اولاد کے لئے حسن تربیت سے بہت کوئی تحفہ نہیں ہو سکتا۔

آنحضرت ﷺ کا بچوں سے دوستانہ تعلق

آنحضرت ﷺ نے کبھی کسی بچے کو نہیں مارا۔ آپ بچوں کی معمولی تکلیف پر تڑپ جاتے اور کوشش کرتے کہ جلدی جلدی اس تکلیف کو دور کریں۔ حضور اکرم ﷺ ان پر پوری توجہ دیتے اور ان سے محبت اور شفقت سے پیش آتے۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ بچے بھی آپ سے مانوس ہو جاتے۔ آپؐ ان کو گود میں اٹھاتے، ان کا منہ چومتے اور سینے سے لگاتے۔ ان کے لئے دعائیں کرتے۔ ان کو دین کی باتیں سکھاتے۔ بچوں کو بھی

آپؐ سے بے پناہ محبت اور لگاؤ تھا۔ بچے جب آپؐ کو بازار یا گلی کوچوں میں دیکھتے، خوشی سے اچھلتے، کودتے، شوق سے بھاگ کر آتے اور آپؐ انہیں باری باری گود میں اٹھا لیتے اور پیار کرتے۔ آپؐ کی عادت تھی کہ بچوں کو سلام کرنے میں پہل کرتے۔ ان سے پاکیزہ مزاح بھی کرتے اور ساتھ ساتھ اچھی باتیں بھی بتاتے جاتے۔ کبھی کبھی بچوں کو سیر کے لئے ساتھ لے جاتے اور ان کے معصوم کھیل میں بھی شریک ہو جاتے۔ غرض بیسیوں ایسے واقعات اور احادیث ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بچوں سے حسن سلوک کا کس قدر اعلیٰ نمونہ پیش فرمایا۔

حضرت یعقوب علی عرفانیؓ تحریر فرماتے ہیں:

"آنحضرت ﷺ کی سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ بچوں پر خصوصاً شفقت فرمایا کرتے تھے اور حضور نے تربیتِ اولاد کے سلسلہ میں اولاد میں خودداری اور عزتِ نفس پیدا کرنے کی ہدایت فرمائی۔ اَکْرِمُوْا اَوْلَادَکُمْ۔ حضرت رسالت پناہ کے اس ارشاد میں تربیتِ اولاد کا بہترین راز مضمر ہے۔ اولاد کی تکریم سے اولاد میں جو احساس اور شعور پیدا ہوتا ہے وہ اسے دنیا میں معزز و محترم بنا دیتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت کو ہم نے پڑھا (ہی) نہیں، خدا کے فضل سے دیکھا ہے اور اسے آنحضرت ﷺ کے اسوہ حسنہ کا کامل نمونہ اور صحیح نقشہ پایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولاد دی اور ایک جماعت کثیر دی جس کے بچوں کو حضرت کے حضور آنے جانے کا موقع ملتا اور حضورؑ کے اس برتاؤ اور تعلق کو ہم نے برائی العین مشاہدہ کیا۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد سوم صفحہ 363)

معزز بہنو! حضرت مسیح موعودؑ سزا کی بجائے دعا پر یقین رکھتے تھے۔ جیسا کہ فرمایا:

"جس طرح اور جس قدر سزا دینے میں کوشش کی جاتی ہے، کاش! دعا میں لگ جائیں اور بچوں کے لئے سوزِ دل سے دعا کرنے کو ایک حزب ٹھہرا لیں۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ 309)

تربیت اولاد کے متعلق آپ کا طریق کیا تھا؟ درج ذیل ارشاد سے وضاحت ہوتی ہے۔ فرمایا:

”ہدایت اور تربیت حقیقی خدا کا فعل ہے۔ سخت پیچھا کرنا اور ایک امر پر اصرار کو حد سے گزار دینا یعنی بات بات پر بچوں کو روکنا ٹوکنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا ہم ہی ہدایت کے مالک ہیں...... یہ ایک قسم کا شرکِ خفی ہے اس سے ہماری جماعت کو پرہیز کرنا چاہئے...... ہم تو اپنے بچوں کے لئے دعا کرتے ہیں اور سرسری طور پر قواعد اور آدابِ تعلیم کی پابندی کراتے ہیں۔ بس اس سے زیادہ نہیں۔“

(ملفوظات جلد اول صفحہ:309)

اکثر والدین اور بچوں میں سچی دوستی قائم ہی نہیں ہو پاتی یعنی دوستی کا فقدان رہتا ہے۔ وہی دوستی حقیقی سمجھی جاسکتی ہے جس میں اور بہت سی خصوصیات کے علاوہ باہمی عزت اور احترام ہو، اعتماد ہو، دیانتداری ہو، ایک دوسرے کو سننے اور سمجھنے کی عادت ہو۔

بچوں کی پرورش میں کسی نہ کسی موڑ پر والدین کے بچوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنا ضروری ہیں۔ یہ جتنی جلد ممکن ہو بہتر ہے اور اس دوستی کے نتیجہ میں ایک دوسرے کو سمجھنے میں مدد ملے گی اور اس رشتہ میں نکھار آتا چلا جائے گا۔ بعض والدین کا خیال ہے کہ بچپن میں اس کی اتنی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ ماہرین کا خیال ہے کہ بچے کی تربیت کا زمانہ اُس کی پیدائش سے شروع ہو جاتا ہے۔ گو اس وقت بچے کی آنکھیں اور کان پوری طرح کام نہیں کر رہے ہوتے اور بچہ بظاہر سمجھ نہیں سکتا۔

معزز بہنو! اسی لئے آنحضور ﷺ نے حسن تربیت کے لئے یہ پُر حکمت تعلیم فرمائی کہ پیدائش کے بعد اس کے کان میں اذان اور تکبیر کہی جائے۔ اس ارشاد کے ذریعہ دراصل آپؐ نے یہ پیغام دیا کہ آغاز سے ہی بچوں کے کان میں اللہ رسول کی باتیں پڑنی چاہئیں اور آغاز سے ہی تربیت کا سلسلہ شروع کر دینا چاہئے اور آج 1500 سال بعد موجودہ تحقیق سے سائنسدانوں نے ثابت کیا ہے کہ انسانوں کے دماغ کا ایک حصہ ایسا ہے کہ بچپن میں بچہ جو سنتا ہے وہ اسی کو اخذ کرتا ہے اور محفوظ بھی کر لیتا ہے اور پھر کبھی وقت آنے پر خود بخود یاد آجاتا ہے۔

یہ ایک نفسیاتی نقطہ بھی ہے کہ بچہ پیدا ہوتے ہی اپنے ماحول کا اثر قبول کرنا شروع کر دیتا ہے اس لئے ماں باپ اور بڑوں کے لئے ضروری ہے کہ اس کی پیدائش کے وقت سے ہی اس کے ماحول کو دوستانہ رکھنا چاہیئے تا کہ بڑے ہو کر بچہ اپنے فارغ اوقات گھر پر گزارنے میں خوشی اور راحت محسوس کرے۔ ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اس طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"اپنے گھر کے ماحول کو ایسا پُر سکون اور محبت بھرا بنائیں کہ بچے فارغ وقت گھر سے باہر گزارنے کی بجائے ماں باپ کی صحبت میں گزارنا پسند کریں۔ ایک دوستانہ ماحول ہو۔ بچے کھل کر ماں باپ سے سوال بھی کریں اور ادب کے دائرے میں رہتے ہوئے ہر قسم کی باتیں بھی کریں۔"

(خطبات مسرور جلد 1 صفحہ 148)

پس آغاز سے ہی بچوں کی رہنمائی کے ساتھ ساتھ ان سے دوستی ان کی تربیت میں مثبت کردار ادا کر سکتی ہے۔ بعض والدین اپنے بچوں کی نشو نما میں ان کی حوصلہ افزائی چاہتے ہیں۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ ان پر احکامات مسلط کئے جائیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا۔ (الروم:31) یعنی یہ اللہ کی فطرت ہے جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا۔ آنحضرت ﷺ کا قول ہے کہ "ہر بچہ تو فطرت صحیحہ (یعنی فطرت اسلام) پر پیدا ہوتا ہے۔ مگر اس کے والدین ہی اسے یہودی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔" (بخاری کتاب الجنائز باب از اسلم الصبی) مراد یہی ہے کہ بچہ سب سے پہلے والدین سے ہی سیکھتا ہے اور والدین اس کے سامنے جو عملی نمونہ پیش کرتے ہیں وہ اس کی نقل کرتا ہے۔ لہذا والدین کو چاہیئے کہ وہ اپنے گھر کا ماحول جنت نظیر بنائیں۔ اگر والدین حتی المقدور اپنی اولاد کو احسن رنگ میں تربیت دیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ان کی اولاد صالح نہ بنے۔

گویا جب بچہ جنم لے کر اس دنیا میں آتا ہے تو وہ صاف سلیٹ یا دھلی ہوئی تختی کی مانند ہوتا ہے اب اس کے والدین جو عبارت اس پر لکھنا چاہیں وہ لکھ دیتے ہیں یا بالفاظ دیگر یہ کہنا بھی بجا ہو گا کہ ایک نومولود گُندھی ہوئی مٹی کی طرح ہوتا ہے اس کے ماں باپ جس سانچہ میں اسے ڈالیں گے وہ وہی شکل اور کردار

لے کر معاشرہ میں پروان چڑھے گا۔ اکثر ربانی ہستیوں اور ماہرین نفسیات نے تربیت اولاد کے جو مختلف طریق بتا رکھے ہیں ان میں سے ایک نہایت اہم اور کامیاب گُر **"والدین کا اولاد سے دوستانہ تعلق ہے"**

معزز بہنو! اس پیارے اور آزمودہ نسخہ کا تذکرہ ہمارے پیارے حضور پر نور ایدہ تعالیٰ بنصرہ العزیز یوں فرماتے ہیں۔

"اپنے گھر کے ماحول کو ایسا پُر سکون اور محبت بھرا بنائیں کہ بچے فارغ وقت گھر سے باہر گزارنے کی بجائے ماں باپ کی صحبت میں گزارنا پسند کریں۔ ایک دوستانہ ماحول ہو۔ بچے کھل کر ماں باپ سے سوال بھی کریں اورادب کے دائرے میں رہتے ہوئے ہر قسم کی باتیں بھی کر سکیں۔ اس لیے ماں باپ دونوں کو بہر حال قربانی دینی پڑے گی۔ جو عہد اپنے رب سے والدین نے باندھا ہے اس عہد کو پورا کرنے کے لئے بہر حال والدین نے بھی قربانی دینی ہے۔"

(خطبات مسرور جلد 1 صفحہ 148-149)

خوداعتمادی: اس میں شک نہیں کہ بچوں میں بچپن سے ہی نظم وضبط قائم کرنا انتہائی ضروری ہے نیز بچے کی بھلائی اور حفاظت والدین کی اولین ذمہ داری ہوتی ہے۔ لیکن ایک دفعہ جب انہیں بنیادی سہولیات مہیا کر دی جائیں تو پھر چاہئے کہ وہ خود اعتمادی سے خود ہی ان مسائل کا حل نکالیں۔ یہ وہ موقع ہے جبکہ والدین کی بچوں کے ساتھ حقیقی دوستی کا تعلق قائم ہونا شروع ہوتا ہے اور بچہ بھی اپنے والدین پر اعتماد کرنا شروع کر دیتا ہے اور وہ یہ سمجھ لیتا ہے کہ میرے والدین میرے خیر خواہ اور سچے ہمدرد ہیں تب ان کے ہر اشارہ پر عمل کرنا اپنی سعادت جانتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں کہ:

"پس نیکی پر خود اعتمادی یہ بہت ضروری ہے۔ پس جن بچوں کو آپ نے سوسائٹی میں بھیجنا ہے ان کو بتائیں کہ تمہاری عزت اور تمہاری اعلیٰ اقدار سچائی سے وابستہ ہیں...... یہ احساس خود اعتمادی گھر میں بچپن میں پیدا کرنا ضروری ہے۔"

(مشعل راہ جلد 3 صفحہ 576-577)

لیکن بچوں کی پرورش کے دوران ان میں نظم وضبط لانے کے لئے ہر وقت تحکمانہ اور آمرانہ رویہ درست نہیں۔ اس قسم کا رویہ سوائے مشینی رد عمل اور جذبات سے عاری وابستگی کے علاوہ کچھ بھی پیدا نہیں کرسکتا۔ اس میں کسی قسم کی دوستی کے لئے گنجائش ہی نہیں رہتی۔ جو کہ بچوں کی پرورش میں بعض دفعہ سخت نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ کے تربیت اولاد کے اسلوب

معزز بہنو! خصوصاً جب بچہ ذرا بڑا ہو جائے تو آپس میں دوستانہ تعلقات اور بھی زیادہ اہمیت اختیار کر لیتے ہیں۔ اگر زندگی کے اہم معاملات پر بات چیت کرنے میں ہچکچاہٹ ہو تو پھر یہ سچی دوستی نہیں کہلا سکتی۔ دوستی کے لئے والدین اور خصوصاً باپ کا اپنے بچوں کے مزاج کا شناسا ہونا نہایت ضروری ہے۔ ہر ماں باپ کی اولاد مختلف مزاج رکھتی ہے۔ پسند اور ناپسند میں بھی فرق ہوتا ہے اور جب تک ہر بچہ کے مزاج کے مطابق اس کی تربیت کا طریق اختیار نہ کیا جائے، خاطر خواہ نتائج کی امید نہیں کی جاسکتی۔ حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد مرحوم اس ضمن میں اپنا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں جس سے حضرت مصلح الموعودؓ کا اپنے بچوں سے دوستانہ تعلق اور مزاج شناسی کا پتہ چلتا ہے۔ جو کہ ہم سب کے لئے تربیتِ اولاد میں یقیناً مشعلِ راہ ثابت ہو سکتا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"قادیان کے قریب ہمارا ایک آبائی گاؤں "نواں پنڈ" تھا۔ جہاں ابا جان نے ٹینس کورٹ بنوایا ہوا تھا...... جب میں اس قابل ہوا کہ ٹینس کا ریکٹ پکڑ کر کچھ کھیل سکتا تو ٹینس کھیلنے کے لئے مجھے بھی ساتھ لے کر جانے لگے اور ہمارے بڑے بھائی مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالث۔ ناقل) بھی کبھی کبھی کھیلنے ساتھ چلتے تھے۔ ان دنوں انگلستان کا بنا ہوا ایک ریکٹ جس کا نام DOHETRY تھا آپ استعمال فرماتے تھے۔ کچھ سال بعد آپ نے ڈوہرٹی ریکٹ لاہور سے منگوا کر ہمارے بڑے بھائی کو دے دیا۔ مجھے جب اس کا علم ہوا تو میں نے ایک ملازمہ کے ہاتھ ابا جان کو ایک رقعہ لکھ کر بھجوایا کہ آپ نے بھائی کو ریکٹ دیا ہے اور مجھے نہیں دیا اور یہ اسلامی تعلیم کے منافی ہے۔ کیونکہ رسول کریم ﷺ نے ایک مرتبہ اپنے ایک صحابی کو جس نے اپنے ایک لڑکے کو غلام خرید کر دیا تھا اور دوسروں کو نہیں۔ آنحضرت ﷺ کے دریافت فرمانے پر کہ کیا ہر لڑکے کو غلام دیا ہے؟ نفی میں جواب سن کر آپؐ نے ان صحابیؓ کو ارشاد فرمایا کہ

اس سے بھی غلام واپس لے لو۔ اسی طرح کی ایک اور روایت ہے جس میں حضرت النعمان بن بشیرؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے باپ نے مجھے عطیہ دیا۔ جب آنحضرت ﷺ کو اس کا علم ہوا تو آپؐ نے بیان فرمایا کہ کیا باقی سب بچوں کو عطیہ دیا ہے؟ کہا نہیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا۔ "فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوْا بَيْنَ اَوْلَادِكُمْ۔"

میری اس حرکت کا یہ نتیجہ بھی نکل سکتا تھا کہ میری گوشمالی کی جاتی۔ ناراضگی کا اظہار ہوتا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا...... دو تین روز ہی گزرے تھے کہ ایک صبح کے وقت آپ ہاتھ میں ڈوہرٹی ریکٹ پکڑے میرے پاس آئے اور مجھے دے کر فرمایا کہ لو! تمہارا ریکٹ۔ مَیں نے تمہارے لئے لاہور سے منگوایا ہے۔"

دراصل ضروری نہیں کہ ہر بچہ خاموشی سے بات قبول کرلے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ کسی بات کو صحیح نہ جانے تو اس کا برملا اظہار کر دے۔ اس پر اس سے ناراض ہونے کی بجائے اس کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے تا اس میں مناسب موقع پر سچ بولنے کا حوصلہ پیدا ہو۔

والدین کو اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ ہر وقت کی سختی اچھی نہیں ہوتی۔ اگر والدین ہر وقت بچوں پر چیخیں اور چلائیں تو وہ اپنی قدر کھو دیتے ہیں اور ان کی بات میں وزن نہیں رہتا اور بچے ان کے خیالات کو اہمیت دینا چھوڑ دیتے ہیں۔ چاہے وہ کتنا ہی داشمندانہ خیال ہی کیوں نہ ہو۔ اگر اس کی ادائیگی صحیح نہیں تو اس کو تسلیم کرنے میں مشکل ہوگی اس طرح مطلوبہ نتائج کا حصول ناممکن ہو جاتا ہے۔ سچی دوستی وہ ہے جس میں متوازن اور باہمی احترام کا رشتہ ہو۔ بچوں کو یہ احساس نہیں ہونا چاہئے کہ ان کے خیالات کو اہمیت نہیں دی جارہی۔ چاہے وہ غلط ہی کیوں نہ ہو یا بچگانہ ہی کیوں نہ ہو۔ ورنہ ڈر ہے کہ پھر وہ والدین کے خیالات اور احساسات کو بھی اہمیت نہیں دیں گے۔ بہرحال یہ بڑوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس باہمی رشتہ میں ہم آہنگی پیدا کریں کیونکہ بچہ تو پھر بچہ ہی ہے۔

اگر بچے نے کوئی اچھا کام کیا ہو تو اس کو بیان کرکے بچے کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے۔ کسی امتحان میں کامیابی حاصل کرنے پر خوشی کا اظہار کرنا چاہئے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک صاحب اپنے طالب علمی کے زمانہ کا ایک واقعہ اس طرح پیش کرتے ہیں کہ جب انہوں نے مولوی فاضل کے امتحان میں اچھے نمبروں سے کامیابی حاصل کی تو نتیجہ کی اطلاع پر حضرت مصلح موعودؓ نے اس کامیابی پر خوشی کا اظہار فرمایا اور اس

خوشی میں سب عملہ اور وہ احباب جماعت جو مختلف شہروں سے آپ کو ملنے کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے اور ملازمین اور گھر والوں کے ساتھ مل کر پکنک کا پروگرام بنایا۔ کھانے کے لئے باورچی کو خود ہدایات دیں بلکہ رات گئے تک کھانا پکانے کی خود ہی نگرانی فرمائی۔

اسی طرح ناکامی پر غم اور غصہ کی بجائے بچے کے ساتھ بیٹھ کر اس کے اسباب کا جائزہ لیتے ہوئے اس کے سدِّباب کے لئے بچے کی رہنمائی کرنی چاہئے اور اس کو احساس دلوانا چاہئے کہ اس مشکل گھڑی میں وہ اس کے ساتھ ہیں۔

لیکن بچوں سے دوستی کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ بچہ جو بھی کرے اس کو ہر صورت پسند کیا جائے یا اغماض کیا جائے۔ ہاں اس صورت میں بھی معاملہ فہمی سے کام لینا چاہئے ایسا نہ ہو کہ بچہ آپ سے دور ہو جائے اس طرح اس کی پرورش میں آپ کی وعظ و نصیحت تعمیری اور موئثر کردار ادا کر سکتی ہے۔

معزز بہنو! غیرت دینی کا یہ واقعہ ملاحظہ ہو۔ حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ:

"ہمارے بڑے بھائی مرزا ناصر احمد صاحب کو قرآن کریم حفظ کروانے کا فیصلہ ابا جان نے کیا۔ ایک حافظ صاحب کو ان کے لئے مقرر فرمایا۔ ہماری رہائش والے مکان کے صحن میں بھائی کھڑے تھے۔ میں برآمدہ میں تھا۔ میں نے ان کو 'او حافظ' کر کے پکارا۔ ابا جان نے سن لیا۔ سخت غصے میں میرے پاس آئے اور ایک طمانچہ رسید کیا اور فرمانے لگے تمہیں شرم نہیں آتی قرآن کریم حفظ کرنے والے اور پھر بڑے بھائی کو تم نے اس طرح مخاطب کیا۔ اسی وقت پرائیویٹ سیکرٹری کے ایک کارکن کو بلا کر کہا کہ اسی وقت ہائی سکول جا کر اس کا نام وہاں سے کٹوا دو اور کل سے یہ ہائی سکول کی بجائے احمدیہ سکول میں تعلیم حاصل کرے گا۔"

دوستی اپنی جگہ لیکن حفظِ مراتب کا خیال رکھنا بھی بچوں کی تربیت کا حصہ ہے

نسبتاً چھوٹی عمر میں بچے کہانیاں سننے کا شوق رکھتے ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ بچوں کی تربیت کے لئے دوستانہ ماحول کو اس قدر اہمیت دیتے تھے کہ آپؓ نے بچوں کی تربیت کے لئے کہانیاں سنانے کا طریق بھی اپنایا۔ باوجود خلافت کے کاموں کی بے پناہ مصروفیات کے ایک مرتبہ آپ نے ان بچوں کو جو شعور کی عمر کو پہنچ چکے تھے عشاء کی نماز کے بعد ایک کہانی سنانا شروع کی جو تقریباً ایک گھنٹہ روزانہ کئی ہفتے جاری رہی۔ حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب اپنی یادداشتوں میں تحریر کرتے ہیں کہ یہ کہانی کسی قصے

کہانیوں کی کتابوں سے اخذ نہیں کی گئی تھی بلکہ آپؒ نے ازخود مختلف تربیتی امور سے تعلق رکھنے والی اسلامی تعلیم پر روشنی ڈالنے کے لئے کہانی کا رنگ دے کر اس قدر دلچسپ بنا دیا کہ ہم سارے جو اس مجلس میں جمع ہوتے تھے اگلے دن شام کا انتظار کرتے۔ اس کے علاوہ آپ نے گھر میں درسِ قرآن بھی شروع کیا جو کئی ماہ تک جاری رہا۔

معزز بہنو!

عملی نمونہ اور کرنے کی باتیں: دوستانہ تعلق میں عملی نمونہ کو بھی بہت اہمیت حاصل ہے۔ کسی امر کی وضاحت کے لئے ہمیشہ مثال پیش کی جاتی ہے تا کہ وہ بات اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ بھی اپنی تعلم کا صحیح نمونہ پیش کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً انبیاء کو بھیجتا رہا ہے۔ اس لئے بچوں کے اخلاقی پہلو کو اجاگر کرنے کے لئے ہمیں اپنی مثال بہترین رنگ میں پیش کرنا ہو گی۔ ایسا نہ ہو کہ ہماری نئی پود زبانِ حال سے کہنے لگ جائے۔ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ۔ اس لئے ہمیں پہلے اپنے آپ کو بچوں کے لئے اچھی مثال پیش کرنا ہے۔ ہم اپنی کمزوریوں اور خامیوں کی اصلاح کے بعد ہی بچوں کی اصلاح کی طرف متوجہ ہو سکتے ہیں۔ مثلاً

1۔ نماز باجماعت کے خود سختی سے پابند ہوں گے تو بچوں کو نماز باجماعت کی تلقین کر سکیں گے۔

2۔ ہر مرحلہ میں راست گوئی یعنی حقیقت پسندی کو اپنا کردار بنائیں گے تو بچوں کو سچ بولنے کی عادت ڈالنے میں مددگار ہو سکیں گے۔

3۔ ہر کام وقت پر کرنے کی عادت کا لازمی اثر بچوں پر بھی ہو گا تو وہ بھی وقت کی پابندی سیکھ جائیں گے۔

4۔ خود صاف ستھرا لباس رکھ کر ہی ہم بچوں کو صاف ستھرا دیکھ سکیں گے۔

5۔ عوام کی خدمت پر کمربستہ رہ کر ہی بچوں کو ہم خدمت خلق پر آمادہ کر سکیں گے۔

6۔ ہمسایوں اور دوستوں سے محبت اور احسان کر کے ہی بچوں کے اندر دوسروں سے محبت کا جذبہ پیدا کر سکیں گے۔

7۔ اپنے گھر میں بہترین سلوک کا نمونہ پیش کریں گے تو گھر کے خوشگوار تعلقات بچوں پر خوشگوار اثر ڈالیں گے۔

8۔ لین دین کے معاملات میں دیانتداری کا مظاہرہ بچوں کو دیانتدار بنادے گا۔

9۔ اس کے علاوہ دیانت، محنت کی عادت، غصہ کو ضبط کرنا، عفت، نگاہ و زبان کی پاکیزگی، مستقل مزاجی اور ہمدردی خلائق جیسی صفات کا عملی نمونہ بچوں کے ساتھ پیش کریں گے تو یہ خوبیاں ان میں بھی پیدا ہوں گی۔

10۔ تربیت کا سب سے اہم ذریعہ خلیفہ وقت کے ساتھ عاشقانہ اور خادمانہ تعلق اور نظام سلسلہ کا احترام اور پابندی ہے۔ یہ ایسی بنیادی صفت اور پاک بیج ہے جسے اگر عمل صالح کے پانی سے سیراب کیا جائے تو یہ ایسا ثمردار شجر بن جاتا ہے جس کے میٹھے پھل والدین کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک اور جماعت کے لئے لذت و سرور کا موجب ہوتے ہیں۔ اگر ہم اپنی عزیز اولاد کے دلوں میں خلافتِ حقہ کی اہمیت اور اس کی برکات کو جاگزیں کر سکیں اور ہر حالت عُسر ویُسر میں خلافت اور نظام سلسلہ کے احترام کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے اپنا ایک نمونہ قائم کرکے اپنی اولاد کے دلوں میں راسخ کر سکیں تو باقی تربیت خود بخود آسان ہو جائے گی۔

حضرت مسیح موعودؑ اسی نکتہ کو ایک اور زاویہ سے بیان فرماتے ہیں:

”خوب یادرکھو کہ جب تک خدا تعالیٰ سے رشتہ نہ ہو اور سچا تعلق اُس کے ساتھ نہ ہو جاوے کوئی چیز نفع نہیں دے سکتی...... پس وہ کام کرو جو اولاد کے لیے بہترین نمونہ اور سبق ہو اور اس کے لیے ضروری ہے کہ سب سے اول خود اپنی اصلاح کرو اگر تم اعلیٰ درجہ کے متقی اور پرہیز گار بن جاؤ گے اور خدا تعالیٰ کو راضی کرلو گے تو یقین کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے ساتھ اچھا معاملہ کرے گا۔ قرآن شریف میں خضر اور موسیٰ علیہ السلام کا قصہ درج ہے کہ دونوں نے مل کر ایک دیوار کو بنا دیا جو یتیم بچوں کی تھی وہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ان کا والد صالح تھا۔ یہ ذکر نہیں کیا کہ وہ کیسے تھے۔ پس اس مقصد کو حاصل کرو اور اولاد کے لیے ہمیشہ اس کی نیکی کی خواہش کرو۔“

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 444-445)

غرضیکہ زندگی کے بے شمار پہلو ہیں جن میں ہم اپنے عملی نمونہ سے بچوں کے اندر خود بخود اچھی اور نیک عادات پیدا کرسکتے ہیں۔ اور وہی نظارے دیکھ سکتے ہیں جب باپ نے اپنے بیٹے کو کہا کہ يٰبُنَيَّ اِنِّيْۤ اَرٰى فِي

الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی ؕ (الصافات:103) یعنی اے میرے پیارے بیٹے! یقیناً مَیں سوتے میں دیکھا کرتا ہوں کہ مَیں تجھے ذبح کر رہا ہوں، پس غور کر تیری کیا رائے ہے۔ تو سعادت مند بیٹا جو کہ اپنے باپ کے ساتھ دوستی کے رنگ میں رنگین تھا جواب دیتا ہے۔ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ (الصافات:103) اے میرے باپ! وہی کر جو تجھے حکم دیا جاتا ہے یقیناً اگر اللہ چاہے تو مجھے تُو صبر کرنے والوں میں سے پائے گا۔

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک نہایت پیاری اور گہری حکمت کی بات بیان فرمائی ہے کہ جس طرح سکّہ کے دو رُخ ہوتے ہیں اسی طرح دوستی کے بھی دو رُخ ہوتے ہیں ایک تو والدین کا اپنے بچوں سے دوستانہ تعلق اور دوسرا بچوں کا دوسرے بچوں سے دوستی لگانا۔ یہ دونوں رُخ والدین کے پیش نظر رہنے چاہئیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے یعنی دوست کے اخلاق کا اثر انسان پر ہوتا ہے۔ اس لیے اسے غور کرنا چاہئے کہ وہ کیسے دوست بنا رہا ہے۔ تو والدین کو بھی نگرانی رکھنی چاہئے اور یہ نگرانی سختی سے نہیں رکھنی چاہئے بلکہ بچوں سے بے تکلف ہوں...... اس مغربی معاشرہ میں بلکہ آج کل تو مغرب کا اثر، دجالی قوتوں کا اثر اور شیطان کے حملوں کا اثر، رابطوں میں آسانی اور سہولت کی وجہ سے ہر جگہ ہو چکا ہے۔ تو مَیں یہ کہہ رہا ہوں کہ شیطان کے ان حملوں کا مقابلہ کرنے کے لیے والدین کو اپنے بچوں سے ایک دوستانہ ماحول پیدا کرنا ہو گا اور پیدا کرنا چاہئے۔ خاص طور پر اِن ملکوں میں جو نئے آنے والے ہوتے ہیں وہ شروع میں تو نرمی دکھاتے ہیں اس کے بعد زیادہ سخت ہو جاتے ہیں۔ وہ تصور نہیں ہے کہ بچوں سے بھی دوستی پیدا کی جا سکتی ہے۔ تو ان کو پھر یہ احساس دلانا چاہئے۔ یہ ماحول پیدا کر کے اچھا کیا ہے اور برا کیا ہے۔ بچے کو بچپن سے پتہ لگے اور پھر جوانی میں پتہ لگے۔ ایک عمر میں آ کے والدین خود بچوں سے باتیں کرتے ہوئے جھجکتے ہیں۔ یہ بھی غلط ہے۔ ان کو دین کی طرف لانے کے لیے...... والدین کو دعاؤں کے ساتھ ساتھ بڑی کوشش کرنی چاہئے...... پھر یہ بھی نظر رکھنی چاہئے کہ بچوں کے دوست کون ہیں۔ بچوں کے دوستوں کا بھی پتہ ہونا چاہئے...... ابھی بھی والدین کی یہ شکایات ملتی رہتی ہیں کہ انہوں نے سختی کر کے بچوں کو بگاڑ دیا۔ ایک بچہ جو پندرہ سولہ سال کی

عمر تک بڑا اچھا ہوتا ہے...... تو پھر ایک دم پیچھے ہٹنے لگتا ہے اور پھر ہٹتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ ایسی شکایتیں بھی آئیں کہ بچے ماں باپ سے علیحدہ ہوگئے...... اگر والدین شروع سے ہی اس بات کا خیال رکھیں تو یہ مسائل پیدا نہ ہوں۔ پھر بچوں کو بھی مَیں کہتا ہوں کہ اپنے دوست سوچ سمجھ کر بناؤ۔ یہ نہ سمجھو کہ والدین تمہارے دشمن ہیں..... دیکھنا چاہیئے کہ ہمارے جو دوست ہیں بگاڑنے والے تو نہیں اور اللہ سے دور لے جانے والے تو نہیں کیونکہ جو اللہ سے دور لے جانے والے ہیں وہ تمہارے سچے دوست نہیں ہو سکتے...... اور ہمیشہ نظام سے تعلق رکھیں۔ نظام جو بھی آپ کو سمجھاتا ہے آپ کی بہتری اور بھلائی کے لیے سمجھاتا ہے۔ نمازوں کی طرف توجہ دیں، قرآن پڑھنے کی طرف توجہ دیں اللہ تعالیٰ ہمارے ہر بچے کو ہر شیطانی حملے سے بچائے۔"

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 395-397)

سامعات! تربیت اولاد کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنا قابل تقلید نمونہ ملاحظہ ہو۔ آپؑ فرماتے ہیں:

"میری اپنی تو یہ حالت ہے کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں ہے جس میں میں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی کے لیے دعا نہیں کرتا..... اللہ تعالیٰ نے اولاد کی خواہش کو اس طرح پر قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے۔ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (الفرقان:75) یعنی خدا تعالیٰ ہم کو ہماری بیویوں اور بچوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرمائے۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 562-563)



﴿38﴾ ﴿مشاہدات:104﴾

طبقہ نسواں اور آنحضور ﷺ کے احسانات

آج میری تقریر کا عنوان ہے "**طبقہ نسواں اور آنحضور ﷺ کے احسانات**"

لَقَدۡ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ عَزِیۡزٌ عَلَیۡہِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِیۡصٌ عَلَیۡکُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ (التوبہ:128)

ترجمہ: یقیناً تمہارے پاس تمہی میں سے ایک رسول آیا۔ اسے بہت سخت شاق گزرتا ہے جو تم تکلیف اٹھاتے ہو (اور) وہ تم پر (بھلائی چاہتے ہوئے) حریص (رہتا) ہے۔ مومنوں کے لئے بے حد مہربان (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

رکھ پیش نظر وہ وقت بہن! جب زندہ گاڑی جاتی تھی
گھر کی دیواریں روتی تھیں جب دنیا میں تُو آتی تھی
جب باپ کی جھوٹی غیرت کا خوں جوش میں آنے لگتا تھا
جس طرح جَنا ہے سانپ کوئی یوں مَاں تیری گھبراتی تھی
وہ رحمتِ عالمؐ آتا ہے تیرا حامی ہو جاتا ہے
تُو بھی انساں کہلاتی ہے سب حق تیرے دلواتا ہے

آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے عورتوں پر احسانات جاننے کے لئے اسلام سے قبل کے دَور میں عورتوں اور بچیوں پر معاشرے کے مظالم جاننے ضروری ہیں۔ عرب کے بعض قبائل میں غیرت وحمیت کی وجہ سے لڑکیوں کو زندہ در گور کرنے کا ظالمانہ رواج تھا۔ اللہ تعالیٰ عرب معاشرہ کی کیفیت کا نقشہ سورۃ النحل آیت 20 میں یوں کھینچتا ہے۔ جب زمانہ جاہلیت میں بیٹی کی پیدائش کی اُس کو خبر ملتی تو اِس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا اور وہ سخت غمگین ہوتا۔ وہ اِس بُری خبر کی وجہ سے لوگوں سے اپنا منہ چھپاتا پھرتا اور سوچتا کہ اُسے یعنی نومولود بچی کو مٹی میں دبا دے۔ یہ کتنا ہی بُرا فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں۔

ایک دفعہ ایک شخص نے زمانہ جاہلیت میں اپنی بیٹی کو گڑھے میں گاڑنے کا دردناک واقعہ آنحضور ﷺ کو یوں سنایا کہ یارسول اللہؐ! ہم زمانہ جاہلیت میں بُتوں کی پرستش کرتے تھے۔ اپنی لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دیتے یا انہیں زندہ در گور کر دیتے۔ میری ایک بیٹی تھی۔ وہ مجھے بہت پیاری تھی۔ وہ میرا کہا مانتی تھی۔ وہ میرے بُلانے پر بھاگی بھاگی آتی تھی۔ ایک دن مَیں نے اُسے بُلایا تو وہ میرے ساتھ چل پڑی۔ مَیں نے اُسے ایک کنویں میں پھینک دیا۔ وہ چلّائی اور ابا ابا کہہ کر پکارتی رہی۔ مگر مَیں اُسے کنویں میں چھوڑ کر واپس آ گیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِتنا سُنا تو آپ کی آنکھیں آبدیدہ ہو گئیں اور فرمانے لگے۔ بس کرو بس کرو۔ بعض صحابہؓ بولے کہ تم نے آقا رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو غمگین کر دیا ہے۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ اُس نے تو اپنے دستور کے مطابق ایسا کیا اور سائل سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمانہ جاہلیت کے گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔ اب اسلام میں اپنے نئے نیک اعمال کے سلسلہ کا آغاز کرو۔

(سنن داؤد جلد 1 صفحہ 3)

میری بہنو! اِس کے بالمقابل آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم دی کہ جس شخص کے گھر بیٹی پیدا ہو اور وہ اُسے زندہ در گور نہ کرے۔ نہ اُسے ذلیل کرے اور نہ بیٹے کو اس پر ترجیح دے اُسے اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرے گا۔

(مسند احمد جلد 1 صفحہ 223)

پھر ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا کہ: جس کے ہاں بیٹی پیدا ہو اور وہ اُس کی اچھی طرح تعلیم و تربیت کرے تو وہ جنت میں میری اِن دو انگلیوں کی طرح اکھٹا ہو گا۔ آپؐ نے اپنی دو انگلیوں کو ملا کر دکھایا۔
عربوں کے دستور کے مطابق جاہلیت کے زمانہ میں بیوہ خاتون خود شوہر کی وارثت میں تقسیم ہوتی تھی۔ مرد کے قریبی رشتہ دار اُس بیوہ عورت کے سب سے زیادہ حق دار سمجھے جاتے تھے اُن میں سے کوئی اِس بیوہ سے شادی کر لیتا۔ عورت کا کوئی اپنا حق نہ تھا۔

(بخاری کتاب الحیل باب 10)

جبکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوہ عورت کو نکاح کا حق دیا اور خود فیصلہ کرنے کا مجاز بنا دیا۔

زمانہ جاہلیت میں عورت کی ناقدری اور ذلت کا یہ حال تھا کہ اپنے مخصوص ایام میں اُسے سب گھر والوں سے الگ ہونا پڑتا۔ خاوند کیا، اہل خانہ کے ساتھ بیٹھنا اور میل جول رکھنے کی اجازت نہ تھی۔

(مسلم کتاب الحیض)

اسلام میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ حکم نازل فرمادیا کہ اہل خانہ سے میل جول میں کوئی ہرج نہیں صرف ازدواجی تعلقات قائم نہ کئے جائیں۔

(البقرہ:223)

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اِن دنوں اپنی ازواجِ مطہرات کا عام دنوں سے زیادہ خیال رکھا کرتے تھے۔ اُن کے ساتھ مل بیٹھتے۔ بستر پر اُن کے ساتھ آرام فرماتے اور ملاطفت میں کوئی کمی نہ آنے دیتے۔

(ابوداؤد کتاب الطھارۃ)

میری معزز بہنو! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ جاہلیت کی معاشرہ میں پھیلی تمام بد نمار سومات کے اثر کو زائل کرنے کے لئے اِس امر کا بھی اعلان فرمادیا کہ دنیا کی تمام چیزوں میں سے سب سے اول جو چیز مجھے عزیز ہے وہ عورتیں ہیں اور پھر اچھی خوشبو مگر میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز اور محبتِ الٰہی میں ہے۔

(سنن نسائی کتاب عشرۃ النساء)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں ہی کی درخواست پر عورتوں کی تعلیم وتربیت اور اصلاحِ احوال کے لئے وعظ اور سوالوں کے جوابات دینے کے لئے ایک دن مقرر فرمایا۔

(بخاری کتاب العلم)

حتی کہ عیدین کے موقع پر عورتوں اور بچیوں کو مَردوں اور بچوں کے ساتھ نمازِ عید پر جانے کی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکیداً ہدایت فرمائی کہ اگر کسی عورت کے پاس پردہ کے لئے چادر نہ ہو تو وہ اپنی بہن سے مانگ کر عید کی نماز پر حاضر ہو۔ حائضہ خواتین بھی نماز گاہ پر حاضر ہوں گو وہ نماز نہ پڑھیں۔ صرف دعا میں شریک ہوں۔

(بخاری کتاب العیدین)

معزز سامعات! جہاں تک اپنے عزیز رشتے دار خواتین کا تعلق ہے۔ اُن میں سب سے پہلے تو ماں کا ذکر ہے جو انسان کا اِس دنیا میں آنے کا سبب بنتی ہے۔ فرمایا۔ اَلۡجَنَّۃُ تَحۡتَ اَقۡدَامِ الۡاُمَّھَات کہ جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔(نسائی کتاب الجہاد) اور خود ایک دفعہ اپنی رضائی ماں کے آنے پر میری مَاں! میری مَاں! کہہ کر اُن کی طرف لپکے اور اپنا صافہ اُن کے بیٹھنے کے لئے زمین پر بچھا دیا۔

بیٹی کے اعتبار سے جہاں تک احترام عورت کا تعلق ہے آپؐ کے گھر آپؐ کی بیٹی فاطمہؓ آئیں تو آپؐ اُن کی آمد پر عزت دینے کے لئے کھڑی ہو گئیں۔ بیوی کے تعلق میں فرمایا خَیۡرُکُمۡ خَیۡرُکُمۡ لِاَھۡلِہٖ وَاَنَا خَیۡرُکُمۡ لِاَھۡلِی (مشکوۃ باب عشرۃ النساء) کہ تم میں سب سے بہترین وہ لوگ ہیں جو عورتوں سے حسنِ سلوک کرتے ہیں اور مَیں تم میں عورتوں سے سلوک کرنے میں سب سے بہتر ہوں۔

آنحضور ﷺ نے گھر والی یعنی بیوی کو گھر کی ملکہ قرار دیتے ہوئے فرمایا "عورت اپنے خاوند کی گھر کی نگران ہے۔ اُس سے اِس ذمہ داری کے بارہ میں پوچھا جائے گا۔

مرد و زن اگر ہوں ہم خیال و ہم رکاب
ازدواجی زندگی ہے کامگار و کامیاب

ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زوجہ مطہرہ حضرت صفیہؓ کے ساتھ اونٹ پر سفر کر رہے تھے کہ اونٹ کا پاؤں پھسلا اور آپ دونوں گرنے لگے۔ حضرت ابو طلحہؓ فوراً آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھے کہ کہیں آپؐ گر نہ جائیں تو۔ آپؐ نے فرمایا عَلَیۡکَ بِالۡمَرۡاَۃِ اَلۡمَرۡاَۃُ اَلۡمَرۡاَۃُ کہ پہلے عورت کا خیال کرو۔

عورتوں کے احترام کا یہ حال تھا کہ ایک سفر کے دوران آپؐ کی ازواجِ مطہرات اونٹوں پر سوار تھیں کہ حُدّی کرنے والے نے ذرا اونٹوں کو تیز ہانکنا شروع کر دیا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انجشہ نامی حُدّی کرنے والے کو روک دیا اور فرمایا رُوَیۡدَکَ سَوۡقًا بِالۡقَوَارِیۡر

کہ یہ آبگینے ہیں، نازک شیشے۔ کہیں گر کر ٹوٹ نہ جائیں۔

آج مغربی دنیا میں عورت کی حفاظت اور اُس سے حسنِ معاشرت کا بڑا پرچار کیا جاتا ہے اور اُن کی زبان پر ایسے محاورے رائج پا گئے ہیں جو عورتوں کے حقوق کے بارہ میں ہیں جیسے Glass with Care اور Ladies First۔

اگر اسلام کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو یہ الفاظ یہ محاورے تو ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے 1400 سال پہلے عورت کے حق میں استعمال فرمائے تھے۔

(لباس از حنیف محمود طبع شدہ قادیان صفحہ 45)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”عورتیں یہ نہ سمجھیں کہ اِن پر کسی قسم کا ظلم کیا گیا ہے کیونکہ مرد پر بھی اِس کے بہت سے حقوق رکھے گئے ہیں بلکہ عورتوں کو گویا بالکل کُرسی پر بٹھا دیا ہے اور مرد کو کہا ہے کہ اِن کی خبر گیری کرے۔ اِس کا تمام کپڑا، کھانا اور تمام ضروریات مرد کے ذمہ ہیں۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 30)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری باتوں کے کامل نمونہ ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی میں دیکھو کہ آپ عورتوں کے ساتھ کیسی معاشرت کرتے تھے۔ میرے نزدیک وہ شخص بزدل اور نامرد ہے جو عورت کے مقابلے میں کھڑا ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کو مطالعہ کرو تا تمہیں معلوم ہو کہ آپ ایسے خَلیق تھے۔ باوجودیکہ آپؐ بڑے بارعب تھے لیکن اگر کوئی ضعیفہ عورت بھی آپ کو کھڑا کرتی تو آپ اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک کہ وہ اجازت نہ دے۔“

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 44-45۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

معزز بہنو! عورتوں کو ورثہ میں حصّہ دار قرار دیا حتی کہ اپنے ماں باپ کی طرف سے بھی ورثے میں حصہ دار قرار دیا۔ حق مہر دلوایا۔ شادی سے قبل بچی کو حق دیا کہ اُس کی رضامندی ضروری ہے۔ گواہی میں بھی عورت کو حق دار قرار دیا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دفعہ یہ سوال ہوا کہ بیوی کا ہم پر کیا حق ہے؟ فرمایا تم کھانا کھاؤ تو اُسے بھی کھلاؤ، اچھا لباس خود پہنو تو اُسے بھی پہناؤ۔ بیوی کے حقوق ادا کرو۔ سرزنش کرتے ہوئے چہرے پر نہ مارو۔ کبھی گالی نہ دو۔

(ابوداؤد کتاب النکاح)

حجۃالوداع کے خطبہ میں فرمایالَا تَضْرِبُوا اِمَاءِ اللّٰہ۔ عورتیں تو اللہ تعالیٰ کی لونڈیاں ہیں اِن پر دست اندازی نہ کرو۔ ایک اور موقع پر بیویوں پر سختی کرنے والوں کے متعلق فرمایا۔لَیسَ اُولٰئِکَ بِخیَارِکُم (ابوداؤد کتاب النکاح) کہ یہ لوگ یعنی بیوی پر ہاتھ اُٹھانے والے لوگ تم میں سے اچھے لوگوں سے نہیں ہیں۔

ایک امریکی مصنف جان ڈیوں نپورٹ اپنی تصنیف میں لکھتے ہیں:

''محمدؐ نے 1300 سال قبل اسلام میں ماؤں، بیویوں اور بیٹیوں کے لئے وہ مقام اور وقار یقینی بنادیا جو ابھی تک مغرب کے قوانین میں عورت کو نہ مل سکا''۔

(Muhammad & Teaching of Quran by John Davenport)

وہ رحمتِ عالَم آتا ہے تیرا حامی ہوجاتا ہے
تو بھی انسان کہلاتی ہے سب حق تیرے دلواتا ہے

معزز بہنو! ہم نے زمانہ جاہلیت اور اسلامی دَور میں عورتوں کے ساتھ لوگوں کے رویہ اور میل جول کا تقابلی جائزہ ابھی لیاہے۔ روایت میں آتاہے کہ ایک سیاہ نسل کی خاتون مسجدِ نبوی کی صفائی ستھرائی کیا کرتی تھی۔ کچھ دنوں سے آنحضورؐ نے اُسے نہ دیکھا۔ حضورؐ کے دریافت کرنے پر بتایا کہ حضور! وہ تو وفات پا گئی ہیں۔ رات کا وقت تھاہم نے آپؐ کو بتاناضروری نہ سمجھا۔ آپؐ نے فرمایامجھے اُس کی قبر کی نشان دہی کرو۔ حضورؐ نے وہاں جاکر اُس کی نماز جنازہ ادا کی۔

(مسلم کتاب الجنائز)

ایک طرف وہ وقت تھا جب عورت زندہ درگور کر دی جاتی تھی اور اللہ کا نور جلوہ گر ہونے کے بعد ایک وقت یہ آیا کہ ایک غریب خاتون کی قبر پر حاضر ہو کر نماز جنازہ پڑھائی اور فرمایامیرے آنے سے یہ تاریک قبریں نور علی نور ہو گئی ہیں۔

(مسلم کتاب الجنائز)

معزز بہنو وماؤں! حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا اُس میں عورتوں کے حقوق اور اُن سے نرمی کے برتاؤ کا لائحہ عمل یوں تشکیل دیا۔ جو ایک نہایت ہی جامع اور مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اِس میں آپؐ نے عورتوں کے حقوق کے متعلق خاص طور پر تاکید کی۔

آپؐ فرماتے ہیں:

دیکھو! مَیں تمہیں عورتوں کے حقوق کے بارے میں نصیحت کرتا ہوں کہ یہ بیچاریاں تمہارے پاس قیدیوں کی طرح ہی تو ہوتی ہیں۔ تمہیں اِن پر سخت روی کا صرف اُسی صورت میں اختیار ہے کہ اگر وہ کسی بے حیائی کی مرتکب ہوں تو تم اپنے بستروں میں اُن سے جدائی اختیار کرسکتے ہو یا اِس سے اگلے قدم کے طور پر اِنہیں کچھ سرزنش کرتے ہوئے سزا بھی دے سکتے ہو، مگر سزا بھی ایسی جس کا جسم کے اوپر کوئی نشان یا اثر پیدا نہ ہو۔ اگر وہ اطاعت کرلیں تو پھر اُن کے لئے کوئی اور طریق اختیار کرنا مناسب نہیں۔ یاد رکھو! جس طرح تمہارے عورتوں کے اوپر کچھ حقوق ہیں۔ اسی طرح عورتوں کے بھی کچھ حق ہیں جو تم پر عائد ہوتے ہیں۔ تمہارا حق عورتوں پر یہ ہے وہ تمہارے لیے اپنی عصمت کی حفاظت کرنے والی ہوں اور تمہاری مرضی کے سوا کسی کو تمہارے گھر میں آنے کی اجازت نہ دیں اور اُن کا حق تم پر یہ ہے کہ تم اُن کے ساتھ لباس میں، پوشاک میں اور کھانے پینے میں احسان کا سلوک کرنے والے ہو اور جس حد تک توفیق اور استطاعت ہے، اُن سے حسن سلوک کرو۔

(ترمذی)

سامعات! حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ

”رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں اے لوگو! عورتوں سے زیادہ سختی کا معاملہ نہ کیا کرو کیونکہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ اگر تم زیادہ زور دوگے تو وہ ٹوٹ جائے گی سیدھی نہیں ہوسکے گی...... رسول کریم ﷺ نے عورت کے ساتھ انسان کے تعلق کی مثال بیان فرمائی ہے اور بتایا ہے کہ تم عورت سے تعلق رکھتے وقت پسلی کی مثال کو اپنے سامنے رکھا کرو پسلی اگر ایک طرف پوری طرح جھکی ہوئی ہوتی ہے اور اس کا رخ انسانی قلب کی طرف ہوتا ہے تو دوسری طرف وہ جسم میں ایک علیحدہ وجود بھی نظر آتی ہے گویا ایک ہی وقت میں دونوں باتیں اس میں دکھائی دیتی ہیں وہ جسم کے ساتھ بھی پیوست ہوتی ہے اور اس کا ہر حصہ علیحدہ علیحدہ بھی نظر آتا ہے۔ پس در حقیقت اس مثال میں رسول کریم ﷺ نے مرد اور عورت کے تعلقات کا ذکر کیا ہے اور عورت کو پسلی سے مشابہ قرار دے کر اس سے حسن سلوک کرنے کی طرف نہایت لطیف پیرایہ میں اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ غور کرکے دیکھ لو دنیا میں جس قدر رشتے پائے جاتے ہیں ان میں سے

صرف عورت کا ہی ایک ایسا رشتہ ہے کہ ایک طرف تو وہ اپنے خاوند کی طرف پوری طرح متوجہ ہوتی ہے اور دوسری طرف اگر اسے الگ کرو تو وہ الگ بھی ہو جاتی ہے۔ ماں بیٹی کا رشتہ کسی طرح ٹوٹ نہیں سکتا۔ باپ بیٹے کا رشتہ کسی طرح ٹوٹ نہیں سکتا بھائی بھائی کا رشتہ کسی طرح ٹوٹ نہیں سکتا لیکن خاوند اور بیوی کا رشتہ ایسا ہے کہ وقت آنے پر وہ ٹوٹ بھی سکتا ہے...... پس اس حدیث میں رسول کریم ﷺ نے اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ خاوند اور بیوی کے تعلقات جہاں بے انتہا محبت پر مبنی ہوتے ہیں وہاں یہ تعلق ایسا نازک بھی ہے کہ بعض اوقات آپس میں نفرت بھی پیدا ہو جایا کرتی ہے اس لئے عورتوں پر زیادہ سختی نہ کیا کرو۔ بے شک عورت کی اصلاح کی کوشش کرو لیکن ایسا نہ ہو کہ تمہاری سختی کی وجہ سے عورت کا دل تمہاری طرف سے پھر جائے اور وہی جو تم پر جان دیتی تھی تمہیں چھوڑنے پر آمادہ ہو جائے۔"

(اسوۂ حسنہ، تقریر جلسہ سالانہ 1943ء بمقام قادیان صفحہ 120-122)

بھیج درود اُس محسن پر تُو دن میں سَو سَو بار
پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اگر کسی نبی کی فضیلت اس کے ان کاموں سے ثابت ہو سکتی ہے جن سے بنی نوع کی سچی ہمدردی سب نبیوں سے بڑھ کر ظاہر ہو تو اے سب لوگو اٹھو، اور گواہی دو کہ اس صفت میں محمد ﷺ کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں"

(مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحہ 184۔ ایڈیشن 2018ء UK)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ بِعَدَدِ هَمِّهٖ وَغَمِّهٖ وَحُزْنِهٖ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ وَاَنْزِلْ عَلَيْهِ اَنْوَارَ رَحْمَتِكَ اِلَى الْاَبَدِ۔

(برکات الدعا، صفحہ 10-11)



﴿39﴾ ﴿مشاہدات:117﴾

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیویوں سے حُسنِ معاشرت

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ (القلم:5)

یقیناً تو بہت بڑے خُلق پر فائز ہے۔

وہ رحمت عالم آتا ہے تیرا حامی ہوجاتا ہے
تو بھی انسان کہلاتی ہے سب حق تیرے دلواتا ہے
بھیج درود اُس محسن پر تُو دن میں سو سو بار
پاک محمد مصطفی نبیوں کا سردار

معزز بہنو! میری آج تقریر کا عنوان ہے۔" **آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیویوں سے حُسنِ معاشرت**"

میاں بیوی گاڑی کے دو پہیے کی طرح ہیں جو برابر ایک دوسرے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگر دونوں پہیوں کی ہوا (AIR) میں کمی بیشی ہو یا Wheel balancing اپ سیٹ ہو تو گاڑی ہموار چلنے کی بجائے ڈولتی ہے۔ اسلام نے میاں بیوی کے جو حقوق و فرائض بیان کیے ہیں اُن میں یہی سبق ہے اگر میاں کا ایک فرض ہے تو وہی بیوی کا حق ہے لیکن جو فرض بیوی کا ہے وہ میاں کا حق ہے۔ اِس ناطے فرائض و حقوق بھی دونوں کے برابر ہیں۔ مَردوں کے فرائض کی بات کی جائے تو سرورِ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بطور خاوند ایک کامل نمونہ کے طور پر سامنے آتا ہے۔ آپؐ کے وضع کردہ اصول اور آپؐ کی بتائی ہوئی ہدایات پر عمل کر کے انسان کو ایک اچھا اور کامیاب خاوند بنا سکتے ہیں۔

دراصل دوسرے معنوں میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میاں بیوی کو ایثار کے پہلو پر عمل کرنے کی تلقین فرمائی اور ایک دوسرے میں خوبیاں تلاش کرنے کی ہدایت دیتے ہوئے فرمایا کہ ہر وقت ایک دوسرے کے عیب ہی تلاش نہ کرتے پھرو۔ اُس کی نیکیوں اور خوبیوں پر نگاہ رکھو۔ (مسلم)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھرانہ کو جنت نظیر گھرانہ بنانے کے لیے جو بنیادی ہدایت فرمائی اور اپنے عملی نمونہ سے اِس ہدایت کو زینت بخشی وہ ہدایت اِن الفاظ میں رہتی دنیا تک محفوظ کرلی گئی ہے۔ فرمایا:

خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ وَاَنَا خَیْرُکُمْ لِاَھْلِیْ

(ترمذی کتاب مناقب)

کہ تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل کے ساتھ حُسنِ سلوک میں بہتر ہے اور مَیں تم سب سے بڑھ کر اپنے اہل خانہ کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے والا ہوں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خُلق قرآنی حکم وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (النساء:20)

یعنی اپنی بیویوں سے حُسنِ سلوک سے پیش آؤ کی عملی تفسیر تھا۔

تمہاری صبح حسین ہو رُخ سحر کی طرح
تمہاری رات منور ہو شب قمر کی طرح
کوئی بہشت کا پوچھے تو کہہ سکو ہنس کر
کہ وہ خوب جگہ ہے ہمارے گھر کی طرح

ایک روایت ہے حضرت سلمان بن احوص روایت کرتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے بتایا کہ وہ حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضورؐ کے ہمراہ موجود تھے۔ اس موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد و ثناء کے بعد وعظ و نصیحت فرمائی اور پھر فرمایا کہ عورتوں کے بارے میں ہمیشہ بھلائی کے لئے کوشاں رہو کیونکہ وہ تمہارے ساتھ قیدیوں کی طرح بندھی ہوئی ہیں۔ تم ان پر کوئی حق ملکیت نہیں رکھتے سوائے اس کے کہ وہ کھلی کھلی بے حیائی کی مرتکب ہوں (یعنی تمہارا حق ملکیت نہیں کہ جب چاہو مارنا شروع کر دو جب چاہو جو

مرضی سلوک کرلو۔ سوائے اس کے کہ وہ بے حیائی کی مرتکب ہوں) اور ان کا تم پر یہ حق ہے کہ تم ان کے کپڑوں اور کھانے کا بہترین خیال رکھو۔

(ترمذی کتاب الرضاع باب ما جاء فی حق المرأۃ فی حق المرأۃ)

معزز بہنو! بیویوں کے اعتبار سے دُنیا میں تعداد کے لحاظ سے زیادہ وہ لوگ ہیں جو ایک بیوی رکھتے ہیں اور بعض معاشروں میں ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا اُن کے معاشرے کا حصہ ہوتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک سے زائد بیویاں رکھتے تھے۔ اِن میں برابری کا سلوک کرنا، انصاف برتنا آپؐ ہی کا خاصا تھا۔ آپؐ تمام بیویوں میں عدل برتتے۔ کسی بیوی کی طرف جھکاؤ نظر نہ آتا کہ دوسری بیگمات کی دل شکنی ہو۔ جنگوں میں بیگمات کو ساتھ لے جانے کے لئے قرعہ اندازی کرتے۔ بیگمات میں باریاں تقسیم کر رکھی تھیں۔ سورۃ الاحزاب آیت 52 میں اِس اختیار کے باوجود کہ جس کو چاہیں اس کی باری مؤخر کر دیں جس کو چاہیں پہلے باری کر دیں۔ آپؐ نے ایک دفعہ بھی یہ اختیار استعمال نہ فرمایا۔ حضرت عائشہؓ اپنے خاص اندازِ محبت میں کہا کرتی تھیں کہ اگر یہ اختیار مجھے ہوتا تو مَیں تو صرف آپؐ کے حق میں ہی استعمال کرتی۔

(بخاری کتب التفسیر)

عدل و انصاف کا ایک واقعہ بیان کرنا ضروری ہے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے حلوہ بنایا اور حضرت سودہؓ کو کھانے کے لیے دیا جو حضرت سودہؓ کو پسند نہ آیا۔ حضرت عائشہؓ نے کھانے کے لیے اصرار کیا مگر حضرت سودہؓ نہ مانیں۔ تب حضرت عائشہؓ نے اِس مالیدہ کو حضرت سودہؓ کے چہرہ پر مَل دیا۔ حضورؐ محظوظ ہوتے رہے مگر یہ عادلانہ فیصلہ فرمایا کہ حضرت سودہؓ بھی اِس مالیدہ کو حضرت عائشہؓ کے مُنہ پر لگائیں۔

(مجمع الزوائد جلد 4 صفحہ 316)

بیویوں کا آپس میں رشتہ اور تعلق سوکنوں کا بھی تھا اور اِس رشتہ میں اختلاف ہونا طبعی بات تھی۔ مگر آپؐ کمال حکمتِ عملی، صبر و تحمل سے معاملہ فہمی فرماتے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باری حضرت عائشہؓ کے ہاں تھی کہ آپؐ کی ایک اور اہلیہ محترمہ نے جو کھانا اچھا تیار کر لیتی تھیں کھانا تیار کر کے آپؐ کو بھجوایا جو حضرت عائشہؓ کو اچھا نہ لگا۔ آپؓ نے کھانا لانے والی غلام لڑکی کے ہاتھ کو جھٹک دیا جس سے پیالہ نیچے گر کر ٹوٹ گیا۔ آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے کوئی سختی نہ کی بلکہ خود اُٹھ کر سالن کو اُٹھانے لگے اور

حضرت عائشہؓ سے کہا کہ اے عائشہ ! اِس ٹوٹے ہوئے پیالہ کے بدلے اپنے گھر سے پیالہ دو تا اُن کی حوصلہ شکنی نہ ہو۔

(سنن نسائی کتاب عشرۃ النساء)

حضرت عائشہؓ گھریلو زندگی میں آپؐ کے متعلق یوں گواہی دیتی ہیں کہ:
نبی کریمؐ تمام لوگوں سے زیادہ نرم خُو تھے اور سب سے زیادہ کریم، عام آدمیوں کی طرح بلا تکلّف گھر میں رہنے والے۔ آپؐ نے کبھی تیوری نہیں چڑھائی۔ ہمیشہ مسکراتے رہتے۔ آپؐ نے اپنی تمام زندگی کسی بیوی پر ہاتھ نہیں اُٹھایا اور نہ کسی خادم کو مارا۔

(شمائل ترمذی باب ماجاء فی خلق رسول اللہؐ)

حضرت خدیجہؓ وہ عظیم خاتون اور اُمّ المومنین تھیں جنہوں نے حضورؐ کے اخلاق دیکھ کر آپؐ سے شادی کی تھی اور مالدار ہونے کے سبب اسلام کی ہر میدان میں مالی امداد بھی کی اور حضورؐ کو بھی اس مال سے خرچ کرنے سے کبھی نہ روکا۔ آپؓ کی حضورؐ سے رفاقت پندرہ سال رہی۔ آپؓ کے ساتھ حضورؐ کا تعلق مثالی اور شفیق خاوند کا تو تھا ہی۔ آپؓ کی وفات کے بعد بھی حضرت خدیجہؓ کی وفاؤں کے تذکرے کرتے حضورؐ تھکتے نہ تھے۔ آپؓ کی وفات کے بعد ایک دفعہ آپؓ کی بہن ہالہ آئی تو آپؐ نے بے ساختہ کھڑے ہو کر استقبال کیا اور بڑے پیار سے کہا کہ ہماری بہن ہالہ آئی ہے۔ آپؓ کی سہیلیوں کا خیال رکھتے۔ حضرت عائشہؓ نے ایک دفعہ فرمایا کہ مجھے کبھی زندہ بیویوں میں سے کسی کے ساتھ غیرت نہیں ہوئی جتنی حضرت خدیجہؓ سے ہوئی حالانکہ وہ میری شادی سے تین سال قبل وفات پا چکی تھیں۔ ایک دن مَیں نے کہہ ہی دیا کہ اتنی اچھی اچھی بیویوں کی موجودگی میں آپؐ ایک بڑھیا کا تذکرہ بہت پیار سے کرتے ہیں۔ جس پر آپؐ نے فرمایا کہ خدیجہ اُس وقت میرا ساتھی بنی جب مَیں تنہا تھا وہ میری سِپر بنی جب مَیں بے یار و مددگار تھا وہ اپنے مال کے ساتھ مجھ پر فدا ہوئی۔

(مسند احمد بن حنبل۔ جلد 6 صفحہ 118)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خانگی امور میں بیویوں کا ہاتھ بٹاتے۔ آپؐ کپڑے سی لیتے۔ جوتے ٹانگ لیتے اور گھر کا ڈول بھی خود مرمت کر لیا کرتے۔

(مسند احمد بن حنبل)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ تمام انسانوں کی طرح کے انسان تھے۔ کپڑے کو خود پیوند لگا لیا کرتے۔ بکری کا دودھ خود دوہتے اور ذاتی کام خود کرتے۔ (مسند احمد بن حنبل)

سامعات! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی بیگمات کے ساتھ کون کون سی محبت بھری اداؤں کا ذکر کیا جائے۔ یہ تو بحرِ بیکراں ہے جسے ایک مختصر تقریر میں سمونا انسان کے حدّ بَست کی بات نہیں۔ آپؐ کے کمال عفو کی داستان سنیئے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کچھ تیز تیز بول رہی تھیں کہ آپؓ کے والدِ محترم حضرت ابو بکرؓ گھر تشریف لے آئے۔ آپؓ نے اپنی بیٹی کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذرا تیز تیز بولتے دیکھا تو آپؓ سے برداشت نہ ہوا۔ آپؓ نے اِسے بے ادبی جانتے ہوئے اپنی بیٹی پر ہاتھ اٹھا کر آگے بڑھے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم باپ بیٹی کے درمیان حائل ہو گئے اور حضرت ابو بکرؓ کے متوقع سزا سے حضرت عائشہؓ کو بچا لیا اور خود حضورؐ نے بھی اپنی اہلیہ حضرت عائشہؓ سے کچھ نہ کہا۔

(ابوداؤد کتاب الادب)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مَیں جب کبھی غصّہ میں ہوتی تو حضورؐ اپنا ہاتھ میرے کندھے پر رکھ کر یہ دُعا دیتے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھَا ذَنْبَھَا وَاذْھَبْ غَیْظَ قَلْبِھَا وَاَعِذْھَا مِنَ الْفِتَنَ (الوفا باحوال المصطفی لابن جوزی صفحہ 674) کہ اے اللہ! عائشہؓ کے گناہ بخش دے۔ اِس کے دل کا غصہ دور کر دے اور اِسے فتنوں سے بچا اور بعض دفعہ مجھے اے عُویش! کہہ کر غصّہ دور ہونے کی دُعا پڑھایا کرتے تھے۔

اب اس واقعہ کو اپنے ایشین ماحول میں موازنہ میں لا کر دیکھیں جہاں آئے روز میاں بیوی کے درمیان تنازعات کی وجہ بیوی کا تیز طراری کے ساتھ خاوند کے سامنے بولنا ہوتا ہے۔

ازدواجی زندگی ہے مژدہ امن و اسلام
اِس کا مقصدِ ارتقاء، انسانیت کا احترام

اہل خانہ سے کمال محبت کا یہ عالَم تھا کہ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایّام مخصوصہ کے دوران بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ حضورؐ میرے ساتھ مِل بیٹھ کر کھانا تناول فرمالیتے اور گوشت کی ہڈی میرے ہاتھ سے لے کر محبت سے اُسی جگہ سے چُوس لیتے جہاں سے مَیں کھا رہی ہوتی یا چُوس رہی ہوتی اور گلاس کے اُس حصہ کو تلاش کر کے پانی پی لیتے جہاں سے مَیں نے پیا ہوتا۔

(ابوداؤد کتاب الطہارت)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس طریقِ محبت کو آمدِ رسولؐ سے قبل کے زمانہ جاہلیت میں عورتوں کی حالت سے موازنہ کر کے دیکھیں جب ایّامِ مخصوصہ میں عورتوں کو اپنے عزیز و اقارب سے جُدا رہنا پڑتا تھا اور کوئی میل جول نہ ہوتا۔

مُجھے رشک آتا ہے اپنے مقدر پر
ہمیں وہ نبیؐ ملا جو نبیوں کا سردار ہے

میری بہنو! ہم میں سے بعض طبعاً ایسے واقع ہوئے ہیں جو اپنی ذات پر تو خرچ کر لیتے ہیں مگر اہل خانہ پر خرچ کرنے سے گھبراتے ہیں۔ مگر آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عالَم تھا کہ آپؐ اپنے تمام گھروں میں نان و نفقہ کا خیال رکھتے۔ آپؐ خود بھوکا رہ لیتے مگر اہل خانہ کو ضرورت کی ہر چیز مہیا فرماتے اور یہ دُعا کرتے کہ اے اللہ! میرے اہل و عیال کو دنیا میں قُوت لَا یَمُوت ضرور عطا فرمانا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 2 صفحہ 232)

حضرت سودہؓ سے آپؐ کی شادی حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد جُدائی سے بچنے کے لئے کی تھی۔ آپؓ بیوہ تھیں اور آپؓ نے جلد بڑھاپے کو پہنچنے پر اپنا حق زوجیت حضرت عائشہؓ کے حق میں چھوڑ دیا تھا۔ جسے حضورؐ نے قبول فرمالیا مگر اِن کے جملہ اخراجات وغیرہ حسب سابق ادا ہوتے رہے۔

(شرح المواھب اللدنیہ از زرقانی جلد 3 صفحہ 229)

میری بہنو! حضرت عائشہؓ چھوٹی عمر میں ہی بیاہ کر حُجرہ رسولؐ میں آئی تھیں۔ آپؐ اِن کے ناز و نخرے برداشت کرتے۔ اس لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے کھلونوں کے ساتھ کھیلتے، اپنی سہیلیوں کے ساتھ مل کر بیٹھنے کو پسند فرماتے اور حوصلہ بڑھاتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ اپنی سہیلیوں کے ساتھ

جنگِ بُعاث کے نغمے گا رہی تھیں۔ اِتنے میں حضرت ابو بکرؓ تشریف لے آئے۔ آپؓ نے حضرت عائشہؓ کو ڈانٹا کہ حضورؐ کے گھر میں نغمے؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کی طرف داری کرتے ہوئے فرمایا اے ابو بکرؓ! ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے آج مسلمانوں کی عید ہے اِن بچیوں کو خوشی کر لینے دو۔

(بخاری کتاب العیدین)

جیسا کہ مَیں اوپر بیان کر آیا / آئی ہوں کہ آپؐ حضرت عائشہؓ کے ناز اُٹھاتے تھے۔ ایک دِن آپؐ حضرت عائشہؓ سے کہنے لگے کہ اے عائشہ! مَیں تمہاری ناراضگی اور خوشی کو خوب بھانپ جاتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا وہ کیسے؟ فرمایا جب تم خوش ہوتی ہو تو اپنی گفتگو میں رَبِّ مُحَمّد کہہ کر قسم کھاتی ہو اور ناراضگی کی صورت میں رَبِّ ابراہیم کہہ کر بات کرتی ہو۔ حضرت عائشہؓ نے یہ سُن کر اثبات میں جواب دیا۔

(بخاری کتاب النکاح)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ازواج کے ساتھ تعلق ایسا مثالی تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمام بیگمات کو یہ اختیار دیا کہ آپ چاہیں اِس رسول کے ساتھ رہیں اور اگر چاہیں تو جُدا ہو جائیں تو تمام کی تمام ازواج نے آپؐ کے ساتھ ہی رہنے کا فیصلہ فرمایا۔ حضورؐ نے اپنی ازواج کے تعلق اور قربانی کو سراہتے ہوئے بعض نصائح فرمائیں۔

آپؐ اپنی بیگمات کے جذبات کا بھی بہت خیال رکھا کرتے تھے۔ حضورؐ کو شہد بہت پسند تھا۔ ایک دفعہ آپؐ نے کسی بیوی کے گھر شہد کا شربت پیا۔ آپؐ کو وہاں کچھ دیر ہو گئی تب حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے ازراہ غیرت عرض کی کہ حضورؐ کے منہ سے فلاں بدبودار بوٹی کے رس کی بُو آ رہی ہے۔ حضورؐ اشارہ سمجھ گئے اور آئندہ شہد یا اِس کا شربت نہ کھانے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے سورۃ التحریم آیت 2 میں حکم دیا کہ محض اپنی بیویوں کی رضامندی کی خاطر اللہ کی حلال چیزوں کو حرام نہ کرو۔ تب آپؐ نے اِسے دوبارہ پینا شروع کیا۔

بہنو! جہاں تک ازواجِ مطہرات کی تعلیم و تربیت کا تعلق ہے تو بعض اوقات اس مثالی محبت اور پیار و محبت کے جائز سرزنش بھی فرما دیتے تھے۔ ہر چند حضرت عائشہؓ آپؐ کو بہت محبوب تھیں۔ ایک دفعہ انہوں نے حضرت صفیہؓ کو چھوٹے قد ہونے کی بنا پر چھوٹی انگلی یعنی چھنگلی دکھلا کر چھیڑا اور پست قد ہونے کا طعنہ دیا۔

جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم ہوا تو آپؐ نے حضرت عائشہؓ کی بہت سرزنش فرمائی اور فرمایا یہ ایسا سخت جملہ ہے کہ تلخ سمندر کے پانی میں بھی اِس کو ملا دیا جائے تو وہ اور کڑوا ہو جائے۔

(ابوداؤد کتاب الادب)

مَیں اپنی تقریر کو ایک ایسے واقعہ پر ختم کرتا / کرتی ہوں جو حضورؐ کی کمال ذرہ نوازیوں کا نتیجہ ہے جو آپؐ کی اپنی بیویوں پر تھی۔ اس قسم کا ایک واقعہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیویوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم میں سے زیادہ لمبے ہاتھوں والی مجھے سب سے پہلے دوسرے جہاں میں ملے گی تو بیویوں نے حضورؐ سے کمال محبت کی وجہ سے اپنے ہاتھ ماپنے شروع کر دیئے حالانکہ اِس سے مالی قربانی کی طرف اشارہ تھا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری باتوں کے کامل نمونہ ہیں آپؐ کی زندگی میں دیکھو کہ آپ عورتوں کے ساتھ کیسی معاشرت کرتے تھے۔ میرے نزدیک وہ شخص بزدل اور نامرد ہے جو عورت کے مقابلے میں کھڑا ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کا مطالعہ کرو تمہیں معلوم ہو کہ آپ ایسے خلیق تھے۔ باوجودیکہ آپ بڑے بارعب تھے لیکن اگر کوئی ضعیفہ عورت بھی آپ کو کھڑا کرتی تھی تو آپؐ اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک کہ وہ اجازت نہ دے۔“

(ملفوظات جلد نمبر 2 صفحہ 387)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس فرماتے ہیں:

” آج ہم جو حضرت مسیح موعودؑ کے ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں، ہمارے اوپر یہ ذمہ داری، بہت بڑی ذمہ داری ڈالی گئی ہے کہ اپنے اندر انقلابی تبدیلیاں پیدا کریں۔ اپنے گھروں کو بھی جنت نظیر بنائیں۔ اپنے ماحول میں بھی ایسا تقویٰ پیدا کریں جو اللہ تعالیٰ ہم سے توقع رکھتا ہے۔ مگر ہم سے کوئی فعل سرزد نہ ہو جو

اس خدائی بشارت کو ہم سے دُور کر دے۔ پس ہم پر یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ دُعاوں پر بہت زور دیں کیونکہ آج عالمِ اسلام کی حفاظت کی ذمہ داری سب سے بڑھ کر جماعت احمدیہ پر ہے۔“

(خطبہ جمعہ مورخہ 16 مئی 2003ء بمقام مسجد فضل لندن)

مرد و زن دونوں ہوں ہم خیال و ہمرکاب
ازدواجی زندگی ہے کامگار و کامیاب

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔



﴿89﴾ ﴿مشاہدات:125﴾

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے حقوق کے محافظ

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتَھَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا O وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا (الاحزاب:29-30)

وہ رحمتِ عالم آتا ہے تیرا حامی ہو جاتا ہے
تُو بھی انساں کہلاتی ہے سب حق تیرے دلواتا ہے
ان ظلموں سے چھڑواتا ہے
بھیج درود اس محسن پر تُو دن میں سو سو بار
پاک محمد مصطفیٰؐ نبیوں کا سردار

معزز بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے: **حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے حقوق کے محافظ**

اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو تعداد میں مردوں سے زیادہ پیدا کیا ہے۔ لیکن آغاز سے ہی دنیا کی بڑی بڑی تہذیبوں اور معاشروں میں مردوں کی طرف عورتوں پر زیادتیاں اور ظلم دکھنے کو ملتا رہا ہے۔ اِن تہذیبوں کے مراکز، عورتوں کی تجارتی منڈیاں بنے ہوئے تھے۔ بازاروں میں عورتوں کی نمائش لگائی جاتی تھی۔ عورتوں کی قیمت ان کی خوبصورتی کو مد نظر رکھ کر لگائی جاتی تھی اور جو ان کی قیمت ادا کر دیتا تھا وہ ان کا مالک بن جاتا تھا۔ اب وہ اس کے ساتھ جیسا بھی سلوک کرے اچھا یا بُرا کوئی اس سے پوچھ نہیں سکتا تھا۔ یہ حال تھا دنیا کی عظیم تہذیبوں میں۔ یونان میں، ایران میں، روم میں، مصر اور ہندوستان اور یورپ کے ممالک میں۔ نہ اسے کوئی قانونِ وراثت حاصل تھا نہ ہی بعد طلاق یا بعد وفات اُسے کوئی جگہ معاشرے میں حاصل تھی۔ ہندوستان میں تو خاوند کے مرنے پر اُس کی آرتھی کے ساتھ اُسے زندہ جل مرنا ہوتا تھا اور

عرب میں اکثر قبائل معصوم بچیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے اور ظالم باپ سے کوئی پوچھ نہیں سکتا تھا کہ اس نے ایسا کیوں کیا ہے؟ اور متموّل لوگ سینکڑوں تک بیویاں رکھتے تھے۔ بعض مذاہب میں تو عورتوں کے ساتھ اِس کے برعکس شادی کر لینے کو روحانیت کے خلاف سمجھتے تھے جیسے مثلاً عیسائیت میں رہبانیت کو رواج دیا گیا اور اِسے کمالِ روحانیت خیال کیا جاتا تھا۔ بدھ مت اور جَین مت میں تو ازدواجی زندگی سے نفرت کی گئی ہے اور جوگی اور سادھو بن جانا اور ازدواجی زندگی سے نفرت کو روح اور اخلاق کی ترقی کا سبب سمجھتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں تو اہلِ ہند نے ہندوازم میں نیوگ کا عقیدہ اپنایا ہوا تھا۔ دس عورتوں تک ایک لڑکے کے لینے کے لیے تعلقات قائم کئے جاسکتے تھے۔ ورنہ ان کو نظر انداز کر دیا جاتا تھا۔ جس قدر عورت دنیا میں پامال تھی اور کوئی مخلوق اتنی پامال نہ تھی۔ لیکن قربان جایئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ آپؐ نے عورت کو جنسِ حقیر سے اٹھا کر جنسِ گراں نمایاں بنادیا۔ آپؐ جو تعلیم لے کر آئے اُس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ

(ال عمران:196)

پس اُن کے ربّ نے اُن کی دعا قبول کر لی (اور کہا) کہ مَیں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ہرگز ضائع نہیں کروں گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ تم میں سے بعض، بعض سے نسبت رکھتے ہیں۔

نیز فرمایا:

وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ یُرْزَقُوْنَ فِیْهَا بِغَیْرِ حِسَابٍ (المومن:41)

اور مرد اور عورت میں سے جو بھی نیکی کرے گا اور وہ مومن ہو گا پس یہی وہ لوگ ہیں جو جنت میں داخل ہوں گے۔ اس میں انہیں بے حساب رزق عطا کیا جائے گا۔

معزز خواتین! اس تعلیم کے ذریعہ سے آنحضرت صلی اللہ علی وسلم نے عورت کو مردوں کے شانہ بشانہ لا کر کھڑا کر دیا نیز روحانی ترقی کے حصول کے لیے ان کو بھی برابر حقوق عطا فرمائے ہیں۔ معاشرہ میں اُن کے عزت واحترام کو کو قائم فرمادیا اور بتایا کہ اخلاق اور روحانیت کی تکمیل تجرّد سے نہیں بلکہ تعلق ازدواج

سے ہوتی ہے۔ اخلاق نام ہے حسنِ معاشرت اور حسنِ سلوک کا۔ سچ تو یہ ہے کہ میاں بیوی عائلی زندگی کے دو ضروری حصے ہیں۔ جب دونوں اپنے اور ایک دوسرے کے عزیزوں اور رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ معاشرت کرتے ہیں تو خداتعالیٰ کے نزدیک بھی اجر پاتے ہیں۔ دنیا میں بھی پھولتے پھلتے اور خوش اخلاق کہلاتے ہیں۔ حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد بھی ادا کرنے والے ہوتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں ہمارے سامنے ایک کامل نمونہ پیش فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طریق ازدواج اختیار کر کے دنیا کے سامنے اعلیٰ درجہ کے اخلاق پیش فرمائے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا پیار اور مودّت کا رشتہ استوار کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرشتوں سے بھی آگے نکل گئے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اَلنِّکَاحُ سُنَّتِیْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ

اب نکاح کرنا میری سنت ہے۔ جس نے میری سنت سے بے رغبتی کی اُس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے تعلق ازدواج کو باعثِ مودّت و مروّت قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ (النساء:35)

پس نیک عورتیں فرمانبردار اور غیب میں بھی ان چیزوں کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں جن کی حفاظت کی اللہ نے تاکید کی ہے۔

پس مرد و عورت ایک دوسرے کے ساتھ لازم وملزوم، ایک دوسرے کے پردہ پوش، ایک دوسرے کی زینت، ایک دوسرے کی تکمیل کا ذریعہ ہیں۔ قرآن کریم کی بلاغت دیکھیے اس نے تمام مطالب کو صرف ایک تشبیہ میں سمو کر رکھ دیا ہے۔ فرمایا

ھُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّھُنَّ (البقرہ:188)

وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔

اس پوشاک کے پردہ میں بیسیوں معنی پوشیدہ کر دئے ہیں۔ فرمایا۔ تم ان کے سِتر پوش ہو وہ تمہاری۔ تم اُن کی زینت ہو وہ تمہاری۔ تم اُن کی خوبصورتی ہو وہ تمہاری۔ تم اُن کی تکمیل کا ذریعہ ہو وہ تمہاری تکمیل کا ذریعہ ہیں۔ یہی نکاح کی اغراض ہیں اور انہی اغراض کو پورا کرنا حقوق زوجین کو ادا کرنا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خَیْرُکُمْ خَیْرُکُم لِاَھْلِہٖ وَاَنَا خَیْرُکُمْ لِاَھْلِی (ترمذی)

تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیویوں کے ساتھ بہتر ہے اور سنو کہ مَیں تم میں سے اپنے اہل کے ساتھ سب سے بہتر ہوں۔

حاضرات! انسان کے بہتر اور خوب ہونے کی یہ ایک پہچان آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دی ہے کہ آئینہ میں ہر شخص اپنا چہرہ دیکھ سکتا ہے۔ سچ ہے جو اپنوں کے ساتھ انصاف اور احسان نہیں کر سکتا وہ دوسروں کے ساتھ کیا سلوک کرے گا کیونکہ نیکی وہ ہے جو اپنے گھر سے شروع کی جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ”عورتوں کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرو کہ وہ پسلی کی طرح ہیں جس میں کسی قدر ٹیڑھا پن بھی ہوتا ہے، لچک اور نزاکت بھی۔ اِس سے اِسی طرح کام لے سکو تو بہتر ورنہ زور سے اِسے سیدھا کرنے کی تگ و دو کرو گے تو اس کو توڑ ڈالو گے۔“

(کتاب النکاح۔بخاری و مسلم)

تمہاری صبح حسین ہو رُخ سحر کی طرح
تمہاری رات منور ہو شب قمر کی طرح
کوئی بہشت کا پوچھے تو کہہ سکو ہنس کر
کہ وہ خوب جگہ ہے ہمارے گھر کی طرح

نیز فرمایا: اپنی بیوی میں کوئی کجی دیکھ کر اس سے نفرت مت کرو۔ غور کرو گے تو اس میں بہت سی اچھائیاں بھی تمہیں نظر آ جائیں گی۔

(کتاب النکاح صحیح مسلم)

یہ نصیحت دراصل قرآن کریم کے اس حکم خداوندی کی تشریح ہے جہاں فرمایا ہے کہ

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا

(النساء:20)

اور ان سے اچھا سلوک کرو اور اگر تم انہیں ناپسند کرو تو (یاد رکھو کہ یہ) بالکل ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت (سا) بہتری (کا سامان) پیدا کر دے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اِن کی وفات کے بعد اکثر یاد فرمایا کرتے۔ گھر میں ان کا ذکر کرتے رہتے تھے۔ ایک دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں حضور! آپ اس بڑھیا کو کیوں اتنا یاد کرتے ہیں۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے اچھی اور جوان بیویوں بھی آپ کو دے دی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! جب لوگوں نے میری تکذیب کی تو انہوں نے میری تصدیق کی۔ جب میرا کوئی مددگار نہ تھا تو انہوں نے میری مدد کی اور ان سے میرے ہاں اولاد بھی ہوئی۔ تو مَیں کیوں انہیں یاد نہ کروں!

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک متموّل خاتون تھیں۔ کئی سرداران مکہ آپ سے شادی کرنے کے خواہش مند تھے مگر آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اخلاق سے متاثر ہو کر آپ سے شادی کی اور اپنی تمام دولت آپ کے قدموں میں لا کر رکھ دی جو دینِ اسلام کے لیے خرچ کر دی گئی۔ آپؐ نے اپنے تمام غلاموں کو جو ان دنوں ایک بڑی دولت ہوتی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے پر آزاد کر دیا۔ اپنی دولت غرباء مساکین و یتامیٰ اور بیوگان پر خرچ کر ڈالی۔ گویا آپ نے دین کو دنیا پر مقدم کیا اور دولت مندی سے غریبی اور مسکینی والی زندگی کو ترجیح دینا پسند فرمایا۔ آپؓ نے یہ سب کچھ اسلام کے درسِ مساوات کو سن کر کیا نیز اسلامی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے کیا تا قربتِ خداوندی حاصل ہو سکے۔ وہ آپؐ کی راہ میں فدا تھیں۔ آپ کی 15 سالہ رفاقت کے لمبے تجربہ کا نچوڑ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بیان فرمایا وہ یہ تھا۔

كَلَّا وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيكَ اللّٰهُ أَبَدًا، إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الكَلَّ، وَتَكْسِبُ المَعْدُومَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الحَقِّ (بخاری۔کیف کان بداء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

خدا کی قسم! اللہ کبھی آپؐ کو رسوا نہیں ہونے دے گا۔ کیونکہ آپ صلح رحمی کرتے ہیں، لوگوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں، دنیا سے معدوم اخلاق کو پھر سے زندہ کر رہے ہیں۔ مہمان کی تکریم کرتے ہیں اور مصائب میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔

پس آپؓ انہی اخلاق کو اپناتے ہوئے آپؐ کے قدم بقدم اور شانہ بشانہ نبرد آزما رہیں۔ پھر وہ زمانہ بھی آیا کہ مدینہ میں اموالِ غنیمت آنے شروع ہوئے تو آپ کی بعض ازواج نے بعض مطالبات شروع کر دیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرح بلند مقام روحانی اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے والا دیکھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل پر نظر کرتے ہوئے اور ان کی تربیتِ روحانی کی خاطر وہ آیاتِ کریمہ نازل فرمائیں۔ جن کی تلاوت مَیں اوپر کر آیا/ آئی ہوں۔

جن کا ترجمہ یہ ہے۔

اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں مالی فائدہ پہنچاؤں اور عمدگی کے ساتھ تمہیں رخصت کروں اور اگر تم اللہ کو چاہتی ہو اور اس کے رسول کو اور آخرت کے گھر کو تو یقیناً اللہ نے تم میں سے حُسنِ عمل کرنے والیوں کے لئے بہت بڑا اجر تیار کیا ہے۔

حاضرات! چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد باری تعالیٰ ازواج تک پہنچا کر ایک ماہ کے لیے علیحدگی اختیار کر لی اور انہیں اپنے متعلق فیصلہ کرنے کا مکمل اختیار دے دیا۔ اس بارے میں انہیں اپنے والدین سے مشورہ کرنے کا کہا۔ انہی دنوں کی بات ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے اور جسمِ مبارک پر چٹائی کے نشان نظر آنے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور عرض کیا اور پوچھا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے تو آپ نے کہا کہ ”نہیں“ انہوں نے آبدیدہ ہو کر عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک گدیلا تیار کریں۔ قیصر و کسریٰ کے لیے تو سب آرام ہیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کچھ بھی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کی مثال تو مسافر کی سی ہے کہ گھڑی دو گھڑی ستانے کے لیے ٹھہر جاتا ہے پھر اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو جاتا ہے۔ پھر اس دنیا سے پیار ہی کیا کرنا۔

چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی آئے۔انہوں نے آپ کا حال پوچھا۔لیکن آپ نے ان کو بھی اپنے معاملہ میں دخل دینے کی اجازت نہیں دی۔29ویں دن آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے ہاں اور دیگر ازواج کے ہاں تشریف لے گئے اور جواب دریافت کیا۔تو تمام ازواج نے اللہ اور اللہ کے رسول کو اختیار کیا اور دنیا کی دولت پر لات مار دی۔یہ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی ازواج کی تربیت کے انداز!چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی عرش سے انہیں امہات المؤمنین کے خطاب سے نوازا نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان کے علاوہ مزید نکاح کرنے سے روک دیا۔پس آج بھی ضرورت اِس امر کی ہے کہ دنیاوی ضروریات کو ثانوی حیثیت دیں اور دین کو دنیا پر مقدم رکھیں۔یہی وہ عہد ہے جو ہم سے لیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ بھی فرماتا ہے۔اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ کہ تم میں سے معزز وہ ہے جو زیادہ متقی اور پرہیز گار ہے۔پس آج ضرورت ہے اس بات کی کہ میاں بیوی جہاں دنیاوی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک دوسرے کا خیال رکھیں وہاں دین کو دنیا پر مقدم رکھیں۔

آپ کے ازواج مطہرات کی دل جوئی کے واقعات میں سے ایک واقعہ بیان کرتا / کرتی ہوں۔ترمذی میں لکھا ہے کہ ایک دن حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا رو رہی تھیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے عرض کیا مجھے حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہودی کی بیٹی کہا ہے (وہ بھی حقارت سے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے یہ کیوں نا کہہ دیا کہ میں نبی کی بیٹی ہوں۔تمہارے چچا بھی پیغمبر ہوئے اور پیغمبر کے نکاح میں ہوں۔تو حفصہ تم پر کس بات پر فخر کر سکتی ہے۔

اس واقعہ کی دوسری روایت اس طرح پر ہے کہ ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ہم رسول کریم کے زیادہ نزدیک ہیں اور تم سے زیادہ معزز ہیں۔ہم ایک تو آپ کی بیویاں بھی ہیں اور چچازاد بھی ہیں۔حضرت صفیہ کو یہ بات ناگوار گزری اور شکایت کی۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے یہ کیوں نا کہہ دیا کہ تم مجھ سے زیادہ کیوں کر معزز ہو سکتی ہو۔میرے شوہر محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے باپ ہارون علیہ السلام میرے چچا موسیٰ علیہ السلام ہیں۔

مُجھے رشک آتا ہے اپنے مقدر پر
ہمیں وہ نبیؐ ملا جو نبیوں کا سردار ہے

اسی طرح ایک دفعہ قرابت دار بہت سی بیبیاں بیٹھی تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ بڑھ کر باتیں کر رہی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو سب اٹھ کر ادھر ادھر چھپ گئیں۔ جس پر آپ ہنس دیئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ خدا آپ کو خوش رکھے آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ فرمایا! میں ان عورتوں پر متعجب ہوں کہ وہ تمہاری آواز سنتے ہی سب آڑ میں چھپ گئی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ اپنی جان کی دشمنو! مجھ سے ڈرتی ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ڈرتی۔ سب نے کہا تم بہت سخت مزاج ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش مزاج ہیں۔ یہی وہ لطف و کرم اور خوش مزاجی تھی جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے اور کہا کہ

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ

(ال عمران:160)

پس اللہ کی خاص رحمت کی وجہ سے تُو ان کے لئے نرم ہو گیا اور اگر تُو تند خو (اور) سخت دل ہو تا تو وہ ضرور تیرے گرد سے دُور بھاگ جاتے۔

اُوچہ می دارد بمدحِ کس نیاز
مدحِ اُو خود فخر ہر مدحت گرے

یعنی اُسے کسی کی تعریف کی کیا حاجت ہے اُس کی مدح کرنا تو ہر مدحت کرنے والے کے لیے باعثِ فخر ہے۔

سامعات! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”عورت کے یہ حقوق ہیں جو اسلام قائم کر رہا ہے اور آج مغرب کے آزادی کے علمبر دار عورت کی آزادی کے نعرے لگاتے ہیں جس میں آزادی کم اور بے حیائی زیادہ ہے اور بعض لوگ اِن کے ان کھوکھلے نعروں کے جھانسے میں آکر آزادی کی باتیں کرنی شروع کر دیتے ہیں۔ آزادی تو آج سے چودہ سو سال پہلے آنحضرت ﷺ نے دلوائی تھی جس کا اندازہ اس حدیث سے ہوتا ہے۔

بخاری کی روایت ہے، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ:

”ہمارا حال یہ ہو گیا تھا کہ ہم اپنے گھروں میں اپنی عورتوں سے بے تکلفی سے گفتگو کرتے ہوئے ڈرنے لگے تھے کہ کہیں یہ شکایت نہ کر دیں۔“

(صحیح بخاری کتاب النکاح باب الوصاۃ بالنساء)

یعنی اگر زیادتی ہو جائے تو آنحضرت ﷺ کے پاس جا کر ہماری شکایت نہ کر دیں۔ اب بتائیں! لاکھ قانون بنانے کے باوجود، کیا اس معاشرے میں مرد، عورت پر ظلم اور زیادتی نہیں کر رہا؟۔ اس مغربی معاشرے کو دیکھ لیں۔ کیا اب یہ مرد عورتوں پر ظلم و زیادتی کرنے سے باز آ گئے ہیں؟۔ آپ کا جواب یقیناً نفی میں ہو گا۔ تو مغرب کی اندھی تقلید کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔“

محمدؐ است امام و چراغ ہر دو جہاں
محمدؐ است فرو زندۂ زمین و زماں
خدا نگویمش از ترس حق مگر بخدا
خدا نما ست وجودش برائے عالمیاں

(کتاب البریّہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 157 حاشیہ)

ترجمہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی دونوں جہانوں کا امام اور چراغ ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی زمین وزماں کا روشن کرنے والا ہے۔ مَیں خوفِ خدا کی وجہ سے اُسے خدا تو نہیں کہتا مگر خدا کی قسم! اس کا وجود اہل جہاں کے لئے خدا نما ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔



﴾41﴿ ﴾مشاہدات:106﴿

قرآنی احکام کی روشنی میں آنحضورؐ کی ازواجِ مطہرات کی تعلیم و تربیت

شَرق سے غَرب تلک آپ کی ہَیبت طاری
عَرش سے فَرش تلک آپ کا سِکّہ جاری
نَیرِّ راہِ ہُدیٰ، شافِعِ روزِ محشر
یاں ہے دُنیا کو ہِدایت، تو وہاں غمخواری
جس کے احسان کے بوجھوں سے دبے جاتے ہیں
جِنّ و حیوان و مَلِک، آدمی، نوری، ناری

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسۡتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیۡتُنَّ فَلَا تَخۡضَعۡنَ بِالۡقَوۡلِ فَیَطۡمَعَ الَّذِیۡ فِیۡ قَلۡبِہٖ مَرَضٌ وَّ قُلۡنَ قَوۡلًا مَّعۡرُوۡفًا۔ وَ قَرۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ وَ لَا تَبَرَّجۡنَ تَبَرُّجَ الۡجَاہِلِیَّۃِ الۡاُوۡلٰی وَ اَقِمۡنَ الصَّلٰوۃَ وَ اٰتِیۡنَ الزَّکٰوۃَ وَ اَطِعۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ ؕ اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَ یُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا۔ وَ اذۡکُرۡنَ مَا یُتۡلٰی فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ مِنۡ اٰیٰتِ اللّٰہِ وَ الۡحِکۡمَۃِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ لَطِیۡفًا خَبِیۡرًا۔

(الاحزاب: 33-35)

اے نبی کی بیویو! تم ہر گز عام عورتوں جیسی نہیں ہو بشرطیکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ پس بات لجا کر نہ کیا کرو ورنہ وہ شخص جس کے دل میں مرض ہے طمع کرنے لگے گا۔ اور اچھی بات کہا کرو۔
اور اپنے گھروں میں ہی رہا کرو اور گزری ہوئی جاہلیت کے سنگھار جیسے سنگھار کی نمائش نہ کیا کرو اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اے اہلِ بیت! یقیناً اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی آلائش دور کر دے اور تمہیں اچھی طرح پاک کر دے۔

اور یاد رکھو اللہ کی آیات اور حکمت کو جن کی تمہارے گھروں میں تلاوت کی جاتی ہے۔ یقیناً اللہ بہت باریک بین (اور) باخبر ہے۔

معزز بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے **"قرآنی احکام کی روشنی میں آنحضورؐ کی ازواجِ مطہرات کی تعلیم و تربیت"**

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کو جن احکام سے نوازا اُن میں سے چند ایک کا ذکر سورۃ الاحزاب آیت نمبر 33 یا 35 میں ازواج مطہرات کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اور ازواج مطہرات کے تابع تمام مسلمان عورتیں بھی ان احکام الٰہی کی مخاطب ہیں۔ یہ نو احکام یہ ہیں۔

1۔ تقوی اختیار کریں
2 - بات لَجا کر نہ کیا کریں
3 - قول معروف یعنی اچھی بات کیا کریں
4۔ اپنے گھروں میں رہا کریں
5۔ زمانہ جاہلیت والے سنگھار کی نمائش نہ کیا کریں
6۔ نماز کا قیام کریں
7۔ زکوۃ ادا کریں
8۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کریں
9۔ اللہ کی آیات کی تلاوت کیا کریں

میری بہنو! آج مجھے یہ بتانا ہے کہ اِن احکام الٰہی کی روشنی میں ہمارے پیارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کی کیسی تربیت کی کہ وہ ہم سب کی مربیانہ صفات کی مالک مائیں بن گئیں۔ چونکہ ہم خواتین اِن احکام الٰہی کی اولین مخاطب ہیں تو اِس کے ذیل میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلاح احوال اور تعلیم و تربیت کے جو ذرائع استعمال فرمائے اُن کو بھی اپنی اور اپنی اولادوں کی اصلاح میں بروئے کار لانا ضروری ہے۔ انہی تین آیات میں اللہ تعالیٰ 9 احکام کے ذکر کے درمیان ازواج

مطہرات کو اِن احکام کا مقصد بیان کرتے ہوئے مخاطب ہو کر فرماتا ہے۔ اے اہل بیت! یقیناً اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی آلائش دور کر دے اور تمہیں اچھی طرح پاک کر دے (آیت:34)

در حقیقت اس حصہ آیت میں اُس بلند مرتبہ مقام کا ذکر ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے امہات المومنین کو نوازا اور پاکیزگی کے اِس اعلیٰ مقام پر لے جانے میں آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بے انتہا محنت اور راتوں کی دعاؤں کا بہت دخل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج کی تعلیم و تربیت پر بہت گہری نگاہ رکھتے اور اپنے عملی نمونہ سے اس باغیچہ کو سینچا کرتے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اچھے گھرانہ کی مثال یوں دی کہ اللہ تعالیٰ رحم کرے اس شخص پر جو رات کو اُٹھ کر نماز پڑھے۔ اپنی بیوی کو بھی بیدار کرے اگر وہ نہ اٹھے تو اُس کے منہ پر پانی چھڑکے۔ اِسی طرح اللہ تعالیٰ اُس عورت پر رحم کرے جو رات کو اُٹھے اور نماز تہجد پڑھے اور اپنے میاں کو بھی جگائے تا وہ بھی رات کی عبارت کرے اگر وہ نہ اٹھے تو اُس کے منہ پر پانی ڈالے۔

(ابوداؤد کتاب الصلوۃ حدیث 1113)

صُحبتِ پاک کا اَدنیٰ سا کرِشمہ یہ تھا
بزمِ اَفلاک میں داخل ہیں سبھی درباری

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خود اِس پر عمل کیا کرتے اور اپنی بیگمات کو نماز کے لیے بیدار کرتے۔ بعض اوقات بیگم صاحبہ جن کے ہاں باری ہوتی بھی نماز میں ساتھ شامل بھی ہو جاتیں۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زوجہ محترمہ رات کی عبادت میں آپ کے ساتھ شامل ہو گئیں۔ رکوع اور سجدہ اتنا طویل تھا کہ نماز سے فراغت کے بعد آپؐ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے از راہ مذاق کہا کہ آپؐ نے اتنا لمبا سجدہ کیا کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ کہیں میری نکسیر ہی نہ پھوٹ جائے۔ مَیں نے کچھ وقت اپنی ناک بھی پکڑے رکھی۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز تہجد کے لئے اُٹھتے اور عبادت کرتے تھے جب طلوع فجر میں تھوڑا سا وقت باقی رہ جاتا تو مجھے بھی جگاتے۔

(بخاری کتاب الصلوۃ حدیث 482)

ایک اور روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں خود بھی کمر ہمت کس لیتے اور بیویوں کو بھی اہتمام کے ساتھ عبادت کے لیے جگاتے تھے۔

(بخاری کتاب صلاۃ التراویح حدیث 1884)

میری بہنو! ازواج مطہرات کی تعلیم و تربیت کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق بالکل الگ اور جدا تھا چونکہ بیگمات کے حُجرے ساتھ ساتھ تھے اس لئے ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان حُجروں میں سونے والیوں کو جگاؤ۔ پھر ایک پُر حکمت اور اثر انگیز فقرے سے نصیحت کو چار چاند لگا دئے۔ فرمایا۔ دنیا میں کتنی ہی عورتیں ہیں جو ظاہری لباسوں کے لحاظ سے بہت خوش لباس ہوتی ہیں مگر قیامت کے دن جب یہ لباس کام نہ آئیں گے اور صرف تقویٰ کی ضرورت ہو گی تو وہ اِس لباس سے عاری ہوں گی۔

(بخاری کتاب الفتن حدیث 6542)

اللہ کی محبت پیدا کرنے اور اُس سے لگاؤ کے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نرالے طریق اپنائے۔ بیویوں کے دلوں میں اللہ کی توحید کی عظمت کا قیام ہر وقت رہتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری بیماری میں ایک بیوی نے جب حبشہ کے ایک گرجے کا ذکر کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماری کی شدید تکلیف کے باوجود بیویوں کی توجہ توحید باری تعالیٰ کی طرف مبذول کرواتے ہوئے فرمایا "بُرا ہو اُن یہودیوں اور عیسائیوں کا جنہوں نے اپنے نبیوں اور بزرگوں کے مزاروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔"

(بخاری کتاب الصلوۃ حدیث 1244)

اس میں گویا بیویوں کے نام ایک پیغام مضمر تھا کہ میری وفات کے بعد میری قبر کو بھی شرک گاہ نہ بنا دینا۔ **معزز بہنو!** آپ نے دیکھا ہو گا کہ ایک ہی گھر میں رہنے والی سوکنوں میں اختلافات ہو جاتے ہیں۔ لڑائی جھگڑے بھی دکھائی دیتے ہیں۔ یہ کیفیت ازواج مطہرات میں بھی کبھی کبھار نظر آتی تھی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کمال حکمت سے ان کی اصلاح کرتے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری کوشش ہوتی کہ ازواج مطہرات آپس میں پیار و محبت سے زندگی بسر کریں۔ ایک دفعہ حضرت صفیہؓ نے کھانا تیار کر کے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھجوایا جب کہ آپؐ حضرت عائشہؓ کے ہاں مقیم تھے۔ حضرت عائشہؓ کو غیرت آئی آپؓ نے لونڈی کے ہاتھ کو جھٹک دیا جس سے پیالہ زمین پر گر کر ٹوٹ گیا۔ حضورؐ نے

حضرت عائشہؓ کے اِس فعل پر ناراضگی کا اظہار فرمایا اور آپؐ نے خود اپنے ہاتھ سے وہ ٹوٹا ہوا برتن اٹھایا اور حضرت عائشہؓ سے دوسرا منگوا کر واپس بھجوایا۔

(بخاری کتاب النکاح حدیث 4824)

حضرت عائشہؓ نے ایک دفعہ حضرت صفیہؓ کو پست قد ہونے کے سبب اپنے ہاتھ کی چھوٹی انگلی (چھنگلی) کا اشارہ کر کے چھوٹے قد ہونے کا طعنہ دیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب معلوم ہوا تو آپؐ نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور کہا کہ ایسا سخت کلمہ تم نے کہا کہ تلخ سمندر کے پانی میں بھی ملا دیا جائے تو وہ اور کڑوا ہو جائے۔

(ترمذی کتاب صفۃ القیامہ حدیث 2426)

ام المؤمنین حضرت صفیہؓ یہود سے تھیں کبھی کبھی دیگر ازواج مطہرات آپ کو یہودیہ کہہ دیتیں۔ جو آپؓ کو اچھا نہ لگتا۔ آپؐ نے کمال حکمت سے انہیں ایسا جواب سکھایا جس سے ان کو بجائے خفت کے اعزاز کا احساس ہوا۔ کیسی دلداری ہے فرمایا۔ تم نے یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ تم دونوں کس طرح مجھ سے زیادہ معزز ہو میں نبیوں کی اولاد ہوں۔ میرا باپ ہارون نبی تھا۔ میرا چچا موسیٰ اور میرا خاوند محمد ہے۔
ایک دفعہ حضرت زینب بنت جحشؓ نے حضرت صفیہؓ کو یہودن کہہ دیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم دو تین ماہ تک حضرت زینبؓ سے اِس وجہ سے ناراض رہے۔ انہوں نے توبہ کی تب حضورؐ نے عفو فرمایا۔

(الاصابہ ابن حجر عقلانی جلد 7 صفحہ 740)

معزز ممبرات لجنہ! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بیگمات کی تعلیم و تربیت میں بہت سی باریک باتوں کو بھی ملحوظ رکھا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باری حضرت عائشہؓ کے ہاں تھی۔ آپؐ نے حضرت عائشہؓ کے ہاں پہنچ کر آپؓ سے اجازت چاہی کہ کیا مَیں آج رات عبادت کر سکتا ہوں؟ اجازت ملنے پر آپؐ نے ساری رات عبادت کی۔

حُسن و احسان و فتوحات و کمالِ تعلیم
خدمتِ خَلق ہو یا عشقِ جنابِ باری

اَلغرض جو بھی ہوں مِعیارِ کمالاتِ بَشَر
میرے آقاؐ کی مُسلَّم ہے وہاں سرداری

ایک دفعہ کچھ عورتیں حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں اکٹھی ہوئیں۔ انہوں نے الگ الگ نماز پڑھی تو آنحضور صلی اللہ وسلم نے فرمایا کہ اے ام سلمہ! آپ امامت کروادیتی تا نماز باجماعت ہو جاتی اور یوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز باجماعت اور عبادتِ الٰہی کا شوق پیدا کیا۔ آپؐ نے اپنی بیگمات کی ایسی تربیت کی کہ حضرت عائشہؓ کے متعلق فرمایا:

خُذُوْا شَطْرَ دِیْنِکُمْ مِنَ الْحَمَیْرَا۔ کہ آدھا دین عائشہؓ سے سیکھو۔

ام المؤمنین حضرت سودہؓ کی آپؐ سے محبت کا یہ عالم تھا کہ آپؐ کے مبارک الفاظ کو حرزِ جان بنا لیتیں۔ اطاعت و فرمانبرداری میں خوشی محسوس کرتیں ایک دفعہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ میرے بعد گھر میں ہی رہنا حضرت سودہؓ نے اس پر سختی سے عمل کیا پھر کبھی گھر سے نہ نکلیں کوئی سفر نہ کیا حتیٰ کہ حج بھی نہ کیا فرماتی تھیں، میں نے حج بھی کر لیا ہے اور عمرہ کی سعادت بھی حاصل کر لی ہے اب میں اپنے گھر میں ہی رہوں گی جیسا کہ مجھے اللہ نے حکم دیا ہے آنحضور ﷺ کی محبت میں آپؓ نے اپنا حق بھی چھوڑ دیا سمجھدار خاتون تھیں اندازہ تھا کہ آپؐ حضرت عائشہؓ کے ساتھ خوش رہتے ہیں اس خوشی کی خاطر اپنی باری کا دن بھی حضرت عائشہؓ کے ساتھ گزارنے کی اجازت دے دی۔

(سیر الصحابیات صفحہ 33)

آنحضور ﷺ اپنی ازواج کو جس حد تک ممکن ہوتا اپنی مصاحبت بھی عطا فرماتے اور ان کو دینی کاموں میں خدمات سے ثواب حاصل کرنے کا بھی پورا موقع عطا فرماتے تھے۔ آپؐ جب جہاد پر جاتے تو اپنی ازواج میں قرعہ ڈالتے اور جس زوجہ کے نام کا قرعہ نکلتا انہیں اپنے ساتھ جہاد پر لے جاتے۔ وہ ازواج آنحضور ﷺ کی ضروریات کا خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ جنگ کے دوران صحابہؓ کو پانی پلاتیں اور زخمی صحابہؓ کی دیکھ بھال بھی کرتی تھیں۔ دوران سفر آنحضور ﷺ اپنی ازواج سے گفتگو بھی فرماتے رہتے۔

(بخاری کتاب الجہاد باب حمل الرجل امراتہ فی الغزو حدیث)

میری بہنو! اسی طرح یہ بھی ذکر ملتا ہے کہ آنحضور ﷺ اپنی ازواج کو نیکی کے کاموں میں اپنے ساتھ ثواب حاصل کرنے کا پورا موقعہ عطا فرماتے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر بھی آپؐ کی اکثر ازواج آپ کے ہمراہ تھیں۔ اسی حج کے متعلق یہ ذکر ہے کہ حضرت عائشہؓ بھی حج کی غرض سے آپ کے ہمراہ تھیں اور مقام سرف پر ان کے مخصوص ایام شروع ہو گئے۔ انہوں نے اس غم سے رونا شروع کر دیا کہ اب وہ حج کے ثواب سے محروم رہ جائیں گی۔ آنحضور ﷺ نے بڑی شفقت بھرے انداز میں ان کے رونے کی وجہ معلوم کی اور وجہ معلوم ہونے پر آپؐ نے ان کی دلجوئی فرمائی اور کہا :اِنَّ ھٰذَا اَمْرٌ کَتَبَ اللّٰہُ علیٰ بَنَاتِ آدَمَ۔ یعنی یہ تو وہ امر ہے جو اللہ نے آدم کی بیٹیوں کے مقدر میں لکھ چھوڑا ہے۔ نیز فرمایا کہ تم حج کے تمام اعمال ادا کرو بس بیت اللہ کا طواف نہ کرو اور یہی نہیں بلکہ آپؐ نے بعد میں حضرت عائشہؓ کو ان کے بھائی کے ساتھ عمرہ بھی کروایا تاکہ ان کی عمرہ اور طواف کی آرزو بھی پوری ہو جائے۔ یہ بھی ذکر ملتا ہے کہ اسی حج کے موقع پر آپؐ نے اپنی طرف سے اور اپنے تمام اہل خانہ کی طرف سے گائے کی قربانی کی اور ان کا گوشت بھی تقسیم فرمایا۔

(بخاری کتاب الاضاحی حدیث نمبر 5547)

سامعات! آنحضور ﷺ اپنی ازواج کو بعض اوقات معاملات میں مشورہ دینے کی بھی اجازت عنایت فرماتے تھے اور اگر وہ مشورہ درست ہوتا تو آپؐ اسے قبول بھی فرماتے تھے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے سیرت النبیؐ سے دو واقعات بیان فرمائے ہیں ان میں سے ایک آپؓ ہی کے الفاظ میں بیان کرتی ہوں۔

"ایک دفعہ حضرت عمرؓ ایک بات کے متعلق سوچ رہے تھے اُن کی بیوی نے کہا بات تو آسان ہے اس طرح کر لو۔ اُنہوں نے کہا تُو کون ہوتی ہے میرے معاملے میں دخل دینے والی۔ اُن کی بیوی نے کہا جب رسول کریمؐ کی بیویاں اُن کو مشورہ دے دیتی ہیں تو اگر میں نے دے دیا تو کیا حرج ہے۔ حضرت عمرؓ اُسی وقت اپنی لڑکی کے پاس جو کہ رسول کریمؐ سے بیاہی ہوئی تھی دوڑے گئے اور پوچھا کہ کیا تم رسول کریمؐ کے معاملے میں دخل دیا کرتی ہو؟۔ وہ کہنے لگیں۔ ہاں۔ حضرت عمرؓ نے اُنہیں کہا یہ بہت بُری بات ہے تم پھر اس طرح کبھی نہ کرنا۔ اُن کی پھوپھی نے جب یہ بات سنی تو اُنہوں نے کہا تم کون ہوتے ہو؟ رسول کریمؐ کے گھر کی

باتوں میں بولنے والے۔ تو اُس زمانے میں عورتوں کو بیلوں کی طرح سمجھتے تھے مگر رسول کریمؐ خود عورتوں سے مشورہ لیا کرتے تھے۔"

(اوڑھنی والیوں کے لئے پھول صفحہ 55،56)

تِری ایک ایک اَدا صَلِّ علیٰ، صَلِّ علیٰ
تیری ہر آن پہ سو جان سے جاؤں واری
حُسنِ یوسفؑ دمِ عیسیٰؑ ید بیضا داری
وانچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"چاہیئے کہ بیویوں سے خاوند کا ایسا تعلق ہو جیسے دو سچّے اور حقیقی دوستوں کا ہوتا ہے۔ انسان کے اخلاق فاضلہ اور خدا تعالیٰ سے تعلق کی پہلی گواہ تو یہی عورتیں ہوتی ہیں۔ اگر ان ہی سے اس کے تعلقات اچھے نہیں ہیں تو پھر کس طرح ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ سے صلح ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ تم میں سے اچھا وہ ہے جو اپنے اہل کے لیے اچھا ہے۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 300، 301 ایڈیشن 1988ء)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری باتوں کے کامل نمونہ ہیں آپؐ کی زندگی میں دیکھو کہ آپ عورتوں کے ساتھ کیسی معاشرت کرتے تھے۔ میرے نزدیک وہ شخص بزدل اور نامرد ہے جو عورت کے مقابلے میں کھڑا ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کا مطالعہ کرو تمہیں معلوم ہو کہ آپ ایسے خلیق تھے۔ باوجودیکہ آپ بڑے بارعب تھے لیکن اگر کوئی ضعیفہ عورت بھی آپ کو کھڑا کرتی تھی تو آپؐ اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک کہ وہ اجازت نہ دے۔"

(ملفوظات جلد نمبر 2 صفحہ 387 الحکم 10 اپریل 1903ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

”امر واقعہ یہ ہے کہ سب سے حسین معاشرہ کی جنت جو نازل ہوئی وہ حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نازل ہوئی۔ آپؐ نے بہترین اسوہ ہر آنے والی نسل کے لئے پیچھے چھوڑا...... پس آج تمام گھروں کو حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں تبدیل ہونا ہو گا۔ آج امن کی اور کوئی راہ نہیں ہے سوائے اِس راہ کے۔ آج نجات کا کوئی راستہ نہیں مگر ایک راستہ کہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کو ہم قبول کر لیں۔

پس اے احمدی مردو اور عورتو! تم دنیا کو امن اور آشتی کی خوشخبری دینے کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ ضرور آگے بڑھو اور دنیا کو اُس کی طرف بلاؤ لیکن یاد رکھنا کہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کردہ جنتیں ساتھ لے کر چلنا۔ یہی جنتیں ہیں جو آج دنیا کو امن دیں گی۔ اس جنت کے بغیر گھر گھر میں جہنم بھڑکائی جا رہی ہے۔ طرح طرح کے مصائب اور دکھ ہیں جن میں انسان مبتلا ہے اور ایک دوسرے کو مبتلا کرتا چلا جا رہا ہے۔ آج مغربی قوموں کا امن بھی اٹھ چکا ہے اور مشرقی قوموں کا امن بھی اٹھ چکا ہے۔ آج نہ روس عائلی جنت کی ضمانت دے سکتا ہے اور نہ امریکہ عائلی جنت کی ضمانت دے سکتا ہے اور وہ ایک ہی ہے اور صرف ایک ہی ہے یعنی ہمارا آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو آج معاشرہ کی جہنم کو جنت میں تبدیل کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔“

(الفضل ربوہ مورخہ 28 مارچ 1984ء)

پیاری بہنو! ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس بارے میں فرماتے ہیں:

”اسلامی تعلیم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں دیگر مذاہب کی نسبت عورت کے درجہ کو بہت بلند کیا گیا ہے۔ گو موجودہ زمانہ میں مغربیت کے اثر کے ماتحت خود مسلمانوں نے عورت کے درجہ کو کم کرنے کی پوری کوشش کی ہے اور بعض باتوں میں انہوں نے غلط اندازے بھی لگائے ہیں...... حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ حضرت عائشہؓ نے پردہ کے اندر ہی دین سیکھا تھا اور پردہ کے اندر ہی رہ کر وہ دین کی اتنی ماہر ہو گئیں تھیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم آدھا دین عائشہؓ سے سیکھو۔ گویا سارے مرد

مل کر آدھا دین سیکھ سکتے ہیں اور حضرت عائشہؓ اکیلی آدھا دین سکھا سکتی ہیں۔ حالانکہ حضرت عائشہؓ پردہ کیا کرتی تھیں اور آپؐ نے جو دین سیکھا تھا وہ پردہ کے اندر رہ کر سیکھا تھا۔“

(الفضل انٹرنیشنل 03 نومبر تا 09 نومبر 2006ء)

پس آج خدا ہمیں توفیق دے کہ ہم ان پاکیزہ وجودوں کی حسین اسوہ پر عمل کر کے اپنی زندگی سنوار سکیں۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین

نبوّت کے تھے جس قدر بھی کمال
وہ سب جمع ہیں آپؐ میں لامحال
صفاتِ جمال اور صفات جلال
ہر اک رنگ ہے بس عدیم المثال
محمد ہی نام اور محمد ہی کام
علیك الصلوۃ علیك السلام

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ



﴿42﴾ ﴿مشاہدات:62﴾

آنحضور ﷺ دوسروں کے لئے کامل نمونہ

بَلَغَ الۡعُلٰی بِکَمَالِہٖ
کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتۡ جَمِیۡعُ خِصَالِہٖ
صَلُّوۡ عَلَیۡہِ وَ آلِہٖ

میری آج کی گزارشات کا موضوع ہے **"آنحضور ﷺ دوسروں کے لئے کامل نمونہ"**

سامعات! ایک عام انسان کو اپنی زندگی میں جن حالات سے پالا و واسطہ پڑ سکتا ہے۔ ان کو سیدناو مولانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی زندگی میں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کس شان کے ساتھ ہمارے آقا و مولیٰ ؐ ان حالات میں سے گزرے ہیں اور یہ صرف آپؐ ہی کی شان تھی۔ یہ کسی اور کے حصہ میں نہ آئی۔ بالخصوص سیدنا حضرت محمد ﷺ کی زندگی کا موازنہ مذہبی لیڈروں، پیشواؤں، قوموں کے اماموں کی زندگیوں سے کریں۔ کیونکہ دیکھنا یہ ہے کہ دنیا کی قوموں اور مشہور مذہبوں کے پیشواؤں پر یہ سب کے سب حالات آئے یا نہیں۔ ان میں ہم صرف اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد ﷺ کو تمام معاصی سے پاک پاتے ہیں اور تمام تعلقات انسانی جو دوستوں، دشمنوں، دور و نزدیک کے رشتہ داروں، بیوی، بچوں، اپنوں، بیگانوں اور ناواقفوں پر مشتمل ہوتے ہیں اس میں حضور انور ﷺ کی ذات صفات کامل نمونہ اور بینظیر اُسوہ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا۔ یعنی انسان کامل کو وہ ملائک میں نہیں تھا نجوم میں نہیں تھا قمر میں نہیں تھا آفتاب میں بھی نہیں تھا۔ وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ وہ لعل اور یاقوت

اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا صرف انسان میں تھا یعنی انسان کامل میں جس کا اَتم اور اَکمل اور اعلیٰ اور ارفعؔ فرد ہمارے سید و مولیٰ سید الانبیاء سید الاحیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں"

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 160-161)

میری بہنو! آج کی اس تقریر میں حضور ﷺ کی زندگی کے بعض پہلو بطور نمونہ اور مشعل راہ پیش ہیں۔

یتیموں کے لئے کامل نمونہ

آنحضور ﷺ ابھی اپنی والدہ حضرت آمنہؓ کے پیٹ میں ہی تھے کہ والد وفات پا گئے۔ مگر اس یتیمی میں بغیر والد کے پرورش پانے والا یہ یتیم اعظم ایسا شریف اور تربیت یافتہ نکلا کہ دادا اپنے حقیقی بیٹوں سے بڑھ کر پوتے سے اور چچا اپنے حقیقی نور چشموں سے بڑھ کر اپنے بھتیجے سے محبت کرتا ہے اور اس کی امانت داری کے سبب اس کو اپنی تجارت میں شامل کرتا ہے۔ شام کے سفر میں ساتھ رکھتا ہے۔ یہ تھے اس یتیم کے اخلاق۔ آپؐ نے اپنی عادات کو درست رکھا، خوبیوں میں ترقی کی، لوگوں سے ادب سے پیش آئے کہ دنیا کہنے لگی کہ کیسا شریف اور اچھا بچہ ہے۔ پس آپؐ نمونہ ہیں۔ ان تمام یتیموں کے لئے جن کے والد ان کی پیدائش سے قبل یا بعد وفات پا گئے۔ اے دنیا بھر کے یتیمو! نمونہ پکڑو اپنے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اور دنیا کی آلائشوں سے اپنے آپ کو دور رکھ کر مؤدب بن جاؤ۔

والدین والے بچوں کے لئے کامل نمونہ

سوال یہ پیدا ہو سکتا ہے کہ آنحضور ﷺ تو یتیم تھے اور یتیموں کے لئے نمونہ ہوئے مگر صاحب اولاد لوگوں کے لئے نمونہ کیسے ہو گئے کہ کس طرح والد کی اطاعت کرنی چاہیے۔ آپؐ کے ابا تو وفات پا گئے تھے۔ مگر آپؐ نے اپنے دادا اور چچا کی ساری عمر ایسی فرمانبرداری اختیار کی کہ کوئی شخص باپ کی بھی نہیں کر سکتا۔

غریبوں کے لئے کامل نمونہ

آنحضور ﷺ غریب تھے اور غریب بھی ایسے کہ جس کا کوئی گزارہ نہ ہو۔ مگر آپؐ دنیا کے ہر غریب کے لئے کامل نمونہ اور بے نظیر اسوہ ٹھہرے۔ آپؐ ہاتھ سے محنت کر کے کماتے، کلہاڑا لے کر جنگل سے لکڑیاں

لاکر بیچتے، بکریاں چرانا، ملازمت اختیار کرنا اور معمولی معمولی تجارت کرنا آپؐ کا شیوہ تھا۔ کبھی کسی سے سوال نہ کیا بلکہ اپنے صحابہ کو مانگنے سے منع فرمایا اور صحابہ نے اس پر اس حد تک عمل کیا کہ اگر سواری سے کوڑا زمین پر گر جاتا تو کسی سے اٹھانے کا سوال نہ کرتے۔ آپؐ امین اور دیانت دار کے طور پر مشہور تھے۔ قرض واپس کرتے بلکہ جب آپؐ کو نبوت کا تاج پہنایا گیا تو بڑے فخر سے فرمایا کہ وَلَقَدْ رَعَيْتُ لِاَهْلِ مَكَّةَ عَلَى قَرَارِيْطَ کہ میں چند پیسوں کے عوض مکہ والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ پھر امت کو ڈرانے کے لئے یہ دعا سکھلائی اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ (ابوداؤد) کہ الٰہی! مجھے فکر و غم، سستی، نکمے پن اور بے کار رہنے سے بچا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ان اعلیٰ اخلاق ہونے کے ناطے مخاطب ہو کر فرمایا وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ (ضحیٰ 9) کہ ہم نے تجھے غریب پایا پھر غنی کر دیا۔ اس حوالہ سے آپ دنیا بھر کے تمام غرباء کے لئے نمونہ ہیں۔ بالخصوص مسلمانوں کے لئے جو ہاتھ سے کام کرنے کو عار سمجھتے ہیں۔ محنت سے نہیں۔ حقیر کام کو اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ دوسروں کے آگے اپنا دست دراز کرتے ہیں۔

دولتمندوں کے لئے کامل نمونہ

سامعات! ایک وقت آیا کہ آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی بے انتہاء نعماء سے نوازا۔ بالخصوص فتح مکہ کے بعد آپؐ اتنے امیر ہو گئے تھے کہ ہزاروں غلام آزاد کر دیئے۔ اونٹ اور مویشی دینے پر آتے تو ایک ایک شخص کو 100، 100 اونٹ بخش دیتے۔ آپؐ عوام اور غرباء پر اتنا خرچ کرتے تھے کہ مکہ کے روساء یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ محمدؐ تو اس طرح خرچ کرتا ہے جس طرح اسے خزانہ میں کمی کا ڈر نہ ہو۔ لیکن آپؐ اپنی ذات پر بے جا خرچ نہ کرتے۔ سادہ کپڑے، سادہ خوراک اور وہی پہلے والی سادہ زندگی۔ بلکہ اپنی بیگمات کو سالانہ خرچ دے کر باقی رقم غرباء میں تقسیم کر دیتے اور وفات سے قبل خلفاء کو بھی یہ وصیت کر گئے کہ میرے بعد میری بیگمات کو میری جائیداد سے سالانہ خرچ دے کر باقی غرباء میں تقسیم کر دیں۔ پس تمام دولتمندوں کے لئے جو عیاشی اور اسراف کرتے ہیں آپؐ نمونہ ہیں۔

محکوموں کے لئے کامل نمونہ

آپؐ کی کتاب حیات میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ آپؐ 13 سال تک محکوم رہے اور ظالموں نے خوب ظلم ڈھائے۔ مگر آپؐ نے علم بغاوت بلند نہ کیا۔ اور صحابہ کو ایسے علاقوں کی طرف ہجرت کی ہدایت فرمائی جو

پُرامن تھے اور ایک وقت آیا جب جبر اور ظلم بہت بڑھ گیا تو آپؐ نے بھی مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ مگر حکومت کے خلاف بغاوت نہ کی۔

حاکموں اور بادشاہوں کے لئے کامل نمونہ

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو محکوم ہی نہیں رکھا بلکہ امارت، حاکمیت اور بادشاہت سے بھی نوازا مگر آپؐ نے عدل کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ اسامہؓ کسی کی سفارش کرتے ہیں تو فرماتے ہیں۔

لَوْأَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا　(مسلم)

کہ یہ مجرم تو دور کی بات ہے اگر میری لخت جگر فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس پر حد جاری کرتا اور ہاتھ کاٹ دیتا۔

آپؐ نے حاکموں کو مخاطب ہو کر فرمایا سَيِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ کہ قوم کا سردار ان کا خادم ہوتا ہے۔ ایک شخص آپؐ کے رعب سے کانپ رہا ہے اسے آپؐ فرماتے ہیں کہ میں تو عرب کی ایک غریب بیوہ عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا ہوا باسی گوشت استعمال کیا کرتی تھی۔ آپؐ بادشاہ ہو کر گھر کے تمام کام خود کر لیتے۔ کوئی ملازمہ، دربان یا ملازم نہ تھا۔

متاہل لوگوں کے لئے نمونہ

سامعات! آپؐ کی نو بیویاں تھیں۔ گھر کے تمام کام کرتے۔ ان کے گھروں میں جاتے، حوصلہ بڑھاتے اور اپنی جان سے عزیز بیٹی فاطمہ کے گھر جاتے۔ بچوں سے ملتے۔ آپؐ اس قدر مصروف الاوقات تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے متعلق فرمایا اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا (مزمل 8) کہ سارا دن تو کاموں میں مصروف رہتا ہے۔ عشاء کی نماز ہوتی تو بستر پر جا کر تھوڑی سی استراحت فرما کر اٹھ کھڑے ہوتے اور اللہ تعالیٰ کے حضور اس قدر عبادت کرتے کہ آپؐ کے پاؤں سوج جاتے اور فرماتے أَفَلَا أَكُونَ عَبْدًا شَكُورًا (متفقٌ عَلَيْهِ)

بادشاہ بالعموم سرکاری خزانہ سے خیانت کر جاتے ہیں مگر آپؐ نے مال غنیمت میں آئے ایک اونٹ کی پیٹھ پر ہاتھ مار کر کچھ بال اکھیڑے اور لوگوں کو دکھایا کہ میرے لئے اس کے برابر مال بھی حرام ہے۔ ایک دفعہ عصر کی نماز کے بعد جلدی سے گھر گئے اور کچھ سونا چارپائی پر پڑا رہ گیا وہ اٹھا کر غرباء میں تقسیم کیا۔

آپؐ قومی کاموں میں بطور مزدور حصہ لیتے۔ مسجد نبوی کی تعمیر میں پتھر ڈھونڈتے نظر آئے۔ غزوہ احزاب میں خندق کھودتے دیکھے گئے۔ بدر میں جب دشمن نے تین بہادر میدان میں اترنے کے لئے پکارے تو آپؐ نے اپنے عزیز قریبی رشتہ داروں علی، حمزہ اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہم کو ترجیح دی۔

مجردوں اور شادی شدہ کے لئے کامل نمونہ

آپؐ 25 سال تک مجرد رہے جو عرب کی آب وہوا کے مطابق ادھیڑ عمر بنتی ہے لیکن نہایت عفیف پاک دامن تھے۔ جب شادی کرلی تو متعدد عورتوں سے، جن میں کنواری بھی تھیں اور بیوہ بھی۔ کم عمر کی بھی تھیں، نوجوان بھی، ادھیڑ اور بوڑھی عمر کی بھی تھیں۔ تمام میں انصاف کیا۔ لکھا ہے کہ آپؐ اپنی بیویوں سے نہایت محبت رکھتے تھے۔ سب سے شفقت سے پیش آتے کبھی کسی بیوی کو تھپڑ نہیں مارا، نہ جھڑکا۔ سب آپؐ سے خوش تھیں بلکہ ہر ایک آپؐ کی وفات کے بعد آپؐ سے جلد ملنے کی متمنی تھیں۔

عورتوں کے لئے کامل نمونہ

سامعات! آپؐ نے فرمایا۔ سب سے اچھا وہ شخص ہے جو بیوی کے حق میں سب سے اچھا ہے۔ آپؐ اپنی بیوی حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد بھی ان کا ذکر کرتے رہتے۔ ان کی سہیلیوں سے حسن سلوک فرماتے۔ سفروں میں بھی اپنی بیویوں کو ساتھ لے جاتے۔ آپؐ نے یہود وہنود کے اس عقیدہ کی نفی کی کہ حائضہ عورت باورچی خانے میں نہیں جاسکتی بلکہ آپؐ ایسی حالت میں ساتھ سوتے۔ گود میں سر رکھ کر قرآن پڑھتے۔ ساتھ کھانا کھاتے۔ ایک برتن سے پانی پیتے۔ اسی طرح آپؐ نے عورتوں کو ورثہ میں بھی حقدار ٹھہرایا۔

صاحب اولاد کے لئے کامل نمونہ

آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے اولاد جیسی عظیم نعمت سے بھی نوازا۔ آپؐ نے بچوں کی جو تربیت اور نگرانی، شفقت اور ان کی صحت جسمانی وروحانی کا خیال رکھا جس کی بدولت آپؐ کی اولاد دوسروں کے لئے نمونہ ٹھہری اور حضرت فاطمہؓ کو اس تعلیم وتربیت کی وجہ سے سیدۃ نساء اھل الجنۃ کا خطاب ملا۔ اس ناطے آپؐ صاحب اولاد لوگوں کے لئے نمونہ ہیں کہ ان کو اپنے اولاد کی کس رنگ میں تربیت کرنی ہے۔

اولاد فوت ہونے پر صبر کا کامل نمونہ

پھر آپؐ کی بہت سی اولاد آپؐ کے سامنے فوت ہو گئی۔ لڑکے بھی اور لڑکیاں بھی اور آپؐ اس شخص کے لئے کامل نمونہ ہیں جس کی اولاد مر جاتی ہے جوان جوان بچے فوت ہو جاتے ہیں۔ آپؐ ان کو بلا کر کہہ سکتے ہیں کہ آئیں تیرا ہاتھ پکڑتا ہوں اور آ کہ میں تیرا رہبر بن سکتا ہوں اور آ کہ میں بھی تیری جیسی مصیبت برداشت کر چکا ہوں۔ میری اکثر جوان جوان بیٹیاں میری آنکھوں کے سامنے فوت ہو چکی ہیں۔ تمام لڑکے میری آنکھوں کے سامنے یکے بعد دیگرے اجل کا شکار ہو چکے ہیں مگر دیکھ میرا دل غمگین، میری آنکھیں تر، مگر میری زبان اپنے مولیٰ کی حمد سے معمور ہے اور میری طرح اقرار کر کہ لَہٗ مَا اَخَذَ وَلَہٗ مَا اَعْطٰی یعنی جس نے اولاد دی اسی نے واپس بلالی ہے اور آ میری طرح اقرار کر کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اور اپنے بیٹے صاحبزادہ ابراہیم کی وفات پر صرف فرمایا اَلْعَیْنُ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ یَحْزُنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضٰی بِہٖ رَبُّنَا آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور دل غم زدہ ہے مگر ہم صرف وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہوتا ہے۔

جرنیل اور فاتح کے لئے کامل نمونہ

آپؐ کا سردار اور بطور حاکم و بادشاہ نمونہ بیان ہو چکا ہے لیکن جب بادشاہ کسی جنگ یا معرکہ میں فاتح ٹھہرتا ہے تو ہم نے دنیاوی بادشاہوں اور فاتحین کو مخالفین کو تہس نہس کرتے دیکھا ہے۔ مگر آپؐ نے حکم دیا کہ کوئی عورت نہ ماری جائے، بچے نہ مارے جائیں، بوڑھوں سے تعرض نہ کیا جائے، درویشوں، راہبوں، تارک الدنیا لوگوں کو کچھ نہ کہا جائے۔ دیکھو کسی کو آگ سے نہ جلایا جائے، دیکھو جانور قتل نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا۔ یاد رکھو اپنے مخالفوں کی طرح کسی دشمن مقتول کے ناک، کان نہ کاٹنا۔ جنگ احد میں جب کہ کفار نے مسلمان شہداء کے ناک کان کاٹ دیئے۔ حتی کہ اپنے واجب العزت چچا حمزہ کا جب مثلہ کیا گیا تو آپؐ نے جواباً ایسا کرنے پر منع فرمایا۔ جنگ بدر کے 70 قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک نمایاں تھا۔ حتی کہ ان کو سواریوں پر سوار کروایا اور خود پیدل چلے۔ بتاؤ! دنیا کی آنکھ نے کبھی ایسا فاتح دیکھا جو احد اور حنین میں عارضی مغلوب ہونے کے وقت بھی میدان میں موجود رہا اور صحابہ کی حوصلہ افزائی کرتا رہا۔

کنبہ والے کے لئے کامل نمونہ

آپؐ کنبہ والے تھے ۔ تمام کی خبر گیری فرماتے۔ خاندان میں بعض کافر اور فاسق بھی تھے۔ فرمایا کہ خاندان میں ایسے لوگوں کے ساتھ میرا کوئی قلبی تعلق نہیں ہاں وہ میرے رشتہ دار ہیں اور میں ان کا حصہ ادا کرتا رہوں گا۔

بطور دوست کامل نمونہ

سامعات! آپؐ کے دوست مسلمانوں میں بھی تھے اور غیروں میں بھی۔ تمام کے ساتھ محبت کا سلوک کیا۔ کوئی آپؐ سے شاکی نہ تھا۔ دوستوں کے بیوی بچوں کا بھی خیال رکھا۔ ایک دفعہ آپؐ کے دوستوں کے بیوی بچے ایک شادی سے واپس آرہے تھے۔ آپؐ بے اختیار ہو کر ان کے سامنے جا کر کھڑے ہو کر فرمانے لگے کہ خدا کی قسم! تم لوگ تو مجھے سب سے پیارے ہو۔

اپنی وفات کے اعلان کے وقت فرمایا۔ میرے بعد جو خلیفہ ہو اسے میں وصیت کرتا ہوں کہ انصار کا خیال رکھے۔ کیونکہ وہ میرے دلی دوست ہیں۔ پھر آپؐ کے دشمن بھی تھے۔ دشمن بھی ایسے کہ خون کے پیاسے۔ سبحان اللہ آپؐ کے عدل کے مداح، آپؐ کی امانت کے قائل، آپؐ کی خوبیوں کے مقر۔ دشمن تو ہیں مگر آپؐ میں کوئی عیب نہیں نکالتے۔ صرف دعوی نبوت کی وجہ سے یہ سب ناراضگی ہے۔ کسی دشمن کو یہ ڈر نہیں کہ آپؐ قابو پا کر کوئی ناجائز کاروائی کریں گے۔ ہرقل جب ابوسفیان سے پوچھتا ہے کہ محمدؐ نے کبھی جھوٹ بولا۔ کبھی معاہدہ شکنی کی۔ تو اسے بھی یہی کہنا پڑا کہ کبھی نہیں۔

انکساری میں کامل نمونہ

آپؐ ایک زمانے میں کسمپرسی کی حالت میں تھے۔ پھر رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کے تحت ذکر بلند ہوا اور لاکھوں آدمیوں کا مجمع آپؐ کے ساتھ ہوا۔ مکہ سے صرف ابوبکرؓ کے ساتھ نکلے مگر آٹھ سال بعد دس ہزار قدسیوں کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے۔ مگر نہایت عاجزی، انکساری سے سر جھکائے ہوئے، اللہ کے حضور جھکتے ہوئے۔

بطور قیدی کامل نمونہ

پھر آپؐ قید بھی ہوئے۔ تین سال تک شعب ابی طالب میں قید رہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام بھی قید ہوئے۔ مگر قرآن کہتا ہے کہ قید کرنے والوں کی طرف سے کھانا ملتا تھا مگر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ظالموں نے اس طرح قید کیا کہ خود کھانا دینا تو کجا۔ پہنچنے بھی نہ دیتے تھے۔ لکھا ہے کہ رات کے وقت بنو ہاشم کے معصوم بچوں کے بھوک کے مارے رونے کی آوازیں سارا مکہ سنتا تھا مگر سبحان اللہ صبر ہو تو ایسا۔ قید رہے مگر حق کو نہ چھوڑا۔ مصیبتیں برداشت کیں مگر سچائی سے منہ نہ موڑا اور تین سال تک قید رہے۔ مگر دین حق کو پیش کرنے میں قدم پیچھے نہ ہٹایا۔ یہاں تک کہ رات کو بچوں کے رونے کی آوازیں مکہ والے درندے بھی برداشت نہ کر سکے اور انہوں نے اپنا بائیکاٹ توڑ دیا اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور آپؐ کے کنبہ کے لوگ آزاد ہو گئے۔

زندگی کی تمام منازل میں کامل نمونہ

میری بہنو! آپؐ پر بچپن، جوانی، ادھیڑ عمر اور بڑھاپا بھی آیا۔ بچپن تھا مگر آوارگی نہ تھی۔ جوانی تھی مگر دیوانی نہ تھی۔ ادھیڑ عمر مگر کسل نہ تھی۔ بڑھاپا تھا مگر حق کے پہنچانے میں کمزوری نہیں۔ نمازیں، نوافل وقت پر۔ ہمسایہ سے حسن سلوک۔ بیویوں کو ترکاری بھجوانے کا حکم دیتے۔ نوکر، حاکم، لونڈی اور غلام تمام سے برابر کا حسن سلوک۔ کسی کو اُف نہ کیا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے کبھی نہ جھڑکا حالانکہ میں دیر اندھیر کر دیتا تھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں وَاللّٰہِ مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ خَادِماً کہ خدا کی قسم! حضرت محمدؐ نے کبھی کسی غلام کو نہ مارا۔ غلاموں سے سلوک کا یہ عالم تھا کہ حضرت زیدؓ بن حارثہ آپؐ کے حسن سلوک کی وجہ سے آپ کو چھوڑنے کو تیار نہ تھے۔

یَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَ یَا سَیِّدَ الْبَشَرْ
مِنْ وَجْهِ الْمُنِیْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَرْ
لَا یُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّهُ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

آپؐ کی مظلومیت

حضور ﷺ تیرہ برس تک مکہ میں اور آٹھ برس تک مدینہ میں کفار عرب کے ظلموں کا تختہ مشق بنے رہے۔ انہوں نے آپؐ کو وطن سے بے وطن کیا۔ آپؐ کو اور آپؐ کے ساتھیوں کو مارا پیٹا۔ زخمی کیا۔ قتل کے درپے ہوئے۔ قید میں رکھا۔ طائف کے لفنگوں نے پتھر مارے۔ گالیاں دیں۔ اوباشوں اور کتوں کو پیچھے بھگاتے ہوئے گیارہ میل تک حضور ﷺ کا تعاقب کیا۔ آپؐ نماز پڑھ رہے ہیں کہ پیٹھ پر اونٹ کی اوجھڑی گندگی سمیت لاکر رکھ دی۔ خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے کے لئے آتے ہیں کہ پٹکہ ڈال کر گلا گھونٹنے لگے۔ جنگ احد میں آپؐ کو زخمی کیا۔ ہجرت کے موقع پر جو آپؐ کو زندہ یا مردہ لاوے اس کے لئے سو اونٹ کا انعام مقرر کرکے آپؐ کو اشتہاری مجرم قرار دیا۔ آپؐ کے ساتھیوں کو بے رحمی سے قتل کیا۔ آپؐ کے ساتھیوں کو بے رحمی سے قتل کیا۔ آپؐ پر ایمان لانے والے غلاموں اور لونڈیوں کو مار مار کر اندھا کر دیا۔ ظالموں نے مسلمانوں کا ایک اونٹ سے اور دوسرا پاؤں دوسرے اونٹ سے باندھ کر دونوں کو چلا کر جسم کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ عفیفہ عورتوں کی شرمگاہوں میں نیزے مار مار کر شہید کیا۔ مدینہ پر متواتر چڑھ کر آئے۔ آپؐ کی جوان حاملہ صاحبزادی کو اس قدر پتھر مارے کہ اسقاط ہو گیا اور اسی میں وہ فوت ہو گئیں۔

آپؐ کے عفو کا کامل نمونہ

ان تمام ظلموں کے بعد جب مکہ فتح ہوتا ہے اور خدا کا نبیؐ دس ہزار قدوسیوں کے جھمگٹے میں إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ کے مطابق مکہ میں داخل ہوتا ہے اور دوسرے روز سب مکہ والوں کو صحن کعبہ میں جمع کیا جاتا ہے تو بتاؤ نرم سے نرم دل آدمی کیا سزا تجویز کرے گا؟

کیا مسلمانوں کے خون کی کوئی قیمت نہیں؟ کیا حضور ﷺ کی ہتک کا کوئی بدلہ نہیں؟ کیا زینبؓ کا اسقاط حمل بے انتقام جائے گا؟ کیا سمعیہؓ مرحومہ کی دردناک موت اور خبیبؓ کا خوفناک قتل ضائع جائے گا؟ کیا مدینہ پر چڑھائیاں اور بدر، احد اور خندق میں مسلمانوں کا قتل ہونا کوئی رنگ نہ لائے گا؟ کیوں نہیں لائے گا اور ضرور لائے گا اور میری طبیعت تو ایک منٹ کے لئے بھی تسلیم نہیں کر سکتی کہ مکہ والوں کو معاف کیا جائے گا نہیں اور ہرگز نہیں میں تو منتظر ہوں کہ ابھی تیر و تلوار کے چلنے، مکانوں کے گرنے، درختوں کے

کاٹے جانے، خندقیں کھود کھود کر مکہ کے ظالم درندوں کے زندہ جلائے جانے اور مکہ کی اینٹ سے اینٹ بجائے جانے کی پے در پے آوازیں آئیں گی اور مسلمانوں کا لشکر مکہ سے تب واپس جائے گا جب کہ لوگ کہیں گے کہ مکہ بھی ایسی بستی ہوتی تھی مگر اب نہیں۔ لیکن میں حیران ہوں، میری عقل کام نہیں کرتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ بیداری نہیں بلکہ خواب ہے کیونکہ چاروں طرف مکہ کے باشندوں کو خوشی سے اچھلتے کودتے گھروں کی طرف جاتے دیکھتا ہوں تو پوچھنے پر بتاتے ہیں کہ سب سے رحیم خدا کے سب سے رحیم بندےؐ نے ہم سب کو جمع کر کے صاف الفاظ میں اعلان فرما دیا کہ: اِذْهَبُوْا فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ یعنی جاؤ میں نے تم سب کو معاف کیا اور میں تمہیں تمہارے کسی فعل پر ملامت نہیں کرتا۔ دنیا کے لوگو! بتاؤ کہ اس کا کوئی نمونہ ہے؟ حکومتوں کے نمائندو! نام لو کسی بادشاہ کا جس نے یہ نمونہ دیکھایا ہو۔

آنحضرتؐ اور حضرت یوسفؑ کے عفو کا مقابلہ

سامعات! بے شک حضرت یوسفؑ نے اپنے قصورواروں کو معاف کیا مگر کس کو؟ اپنے سگے بھائیوں کو مگر محمدؐ نے بے شک اپنی برادری کے لوگوں کو معاف کیا مگر وہ سگے نہ تھے۔ پھر یوسفؑ کے ماں باپ زندہ تھے اگر یوسفؑ اپنے بھائیوں کو معاف نہ کرتا تو کیا کرتا۔ کیا بھائیوں کو سزا دے کر ماں باپ کو زندہ درگور کر دیتا؟ مگر محمدؐ اگر سزا دیتے تو کیا مضائقہ تھا۔ پھر یوسفؑ کے بھائیوں نے یوسف کو قتل نہیں کیا بلکہ عمداً خشک کنویں میں ڈال دیا تا کہ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ یعنی کوئی مسافر اسے لے جائے مگر آپؐ کے دشمنوں نے آپؐ کو اپنی طرف سے قتل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ پھر یوسفؑ کے بھائی گھر سے نکال کر خاموش ہو گئے مگر مکہ کے کافروں نے مدینہ میں بھی چین نہ لینے دیا بلکہ بدر، احد اور خندق غرض ہر موقع پر آپؐ کو تباہ کرنے کی نیت سے حملہ آور ہوئے۔ اس لئے میرے آقا کا اپنی قوم کو معاف کرنا یوسفؑ کے معاف کرنے سے ہزار درجہ، لاکھ درجہ، کروڑوں درجہ بلکہ بے انتہا درجہ بڑھ کر ہے۔ آپؐ اس عورت کو بھی معاف کر دیتے ہیں جس نے آپؐ کے چچا کا کلیجہ چبایا تھا۔ آپؐ اس وحشی کو بھی معاف فرماتے ہیں جس نے چھپ کر آپؐ کے چچا کو قتل کیا تھا۔ آپؐ اسے بھی معاف کر دیتے ہیں۔ جو اپنے باپ

کی طرح مسلمانوں کا جانی دشمن یعنی ابو جہل کا بیٹا عکرمہ تھا۔ یہ ہے عفو کی بے نظیر مثال اور اسے کہتے ہیں قابو پا کر معاف کرنا اور یہ ہے میرے آقا و مولیٰ اور سید ؐ کا بے نظیر نمونہ۔ فِدَاہُ اَبِی وَاُمِّی

چونکہ ہر امر میں ہمارے رسول مقبول ﷺ نمونہ ہیں اور کوئی انسانی حالت ایسی نہیں جس میں آپؐ نمونہ نہ ہوں اسی لئے اس وقت آسمان کے نیچے ساری دنیا کے لئے آپؐ کے سوا کوئی شخص کامل نمونہ نہیں ہو سکتا۔

یَا رَبِّ صَلِّ عَلَی نَبِیِّکَ دَائِمًا
فِی هٰذِهِ الدُّنْیَا وَبَعْثٍ ثَانِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَی مُحَمَّدٍ وَعَلَی آلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَّسَلِّمْ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ



﴿43﴾ ﴿مشاہدات:54﴾

طبقہ نسواں اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کے چند قیمتی ارشادات

میری بہنو! آج مجھے جو عنوان دیا گیا ہے وہ ہے۔ طبقہ نسواں اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کے چند قیمتی ارشادات

نظریں جھکا کے پیاری! تُو نظروں کو پاک کر
اپنے وجود کے سبھی چہروں کو پاک کر
دامن بچا کے راستے کے خار سے گزر
چادر کی دلکشی کو تُو سایوں سے پاک کر

معزز بہنو! اس عنوان کے تحت میں چند مگر بہت اہم اِرشادات ہی رکھ سکوں گی۔

عورت اپنے گھر کی نگران ہے

اس سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”رَبَّنَا هَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعۡيُنٍ وَّاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِيۡنَ اِمَامًا(الفرقان:75) کہ: اے ہمارے ربّ! ہمیں اپنے جیون ساتھیوں سے اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہمیں متقیوں کا امام بنادے۔ پس یہ دعا جہاں خود آپ کو تقویٰ پر قائم رکھے گی، آپ کی اولاد کو بھی دنیا کے شر سے محفوظ رکھتے ہوئے تقویٰ پر چلائے گی۔ اور جو عورتیں یہ شکایت کرتی ہیں کہ ان کے خاوند دین سے رغبت نہیں رکھتے، نمازوں میں بے قاعدہ ہیں، ان کے حق میں بھی یہ دعا ہو گی۔ ہمارے دل سے نکلی ہوئی دعاؤں کو اللہ تعالیٰ ضرور سنتا ہے۔ یہ نہ سمجھیں کہ متقیوں کا امام صرف مرد ہے۔ **ہر عورت جو اپنے بچے کے لئے دعا کرتی ہے اور آئندہ نسلوں میں اس روح کو پھونکنے کی کوشش کرتی ہے کہ اللہ سے دل لگاؤ، اس کے آگے**

جھکو، نیکیوں پر قائم ہو وہ متقیوں کا امام بننے کی کوشش کرتی ہے اور بنتی ہے۔ اپنے گھر کے نگران کی حیثیت سے وہ امام ہے۔"

(الفضل انٹرنیشنل 9 دسمبر 2016ء)

بچپن سے ہی بچوں کی تربیت کا خیال رکھیں

ماؤں کو چاہئیے کہ بچپن سے ہی بچوں کی تربیت کا خیال رکھیں۔ بچے بہت جلد اپنے ارد گرد کے ماحول کا اثر لیتے ہیں اس ضمن میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں نقل کا مادہ رکھا ہوا ہے جو بچپن سے ہی ظاہر ہو جاتا ہے کیونکہ فطرت میں ہے۔ اس لئے بچہ کی فطرت میں بھی یہ نقل کا مادّہ ہے .... یہ نقل اور ماحول کا ہی اثر ہے کہ انسان اپنے ماں باپ سے زبان سیکھتا ہے، یا باقی کام سیکھتا ہے اور اچھی باتیں سیکھتا ہے، اور اچھی باتیں سیکھ کر بچہ اعلیٰ اخلاق والا بنتا ہے۔ ماں باپ نیک ہیں، نمازی ہیں، قرآن پڑھنے والے ہیں، اُس کی تلاوت کرنے والے ہیں، آپس میں پیار اور محبت سے رہنے والے ہیں، جھوٹ سے نفرت کرنے والے ہیں تو بچے بھی اُن کے زیرِ اثر نیکیوں کو اختیار کرنے والے ہوں گے۔ لیکن اگر جھوٹ، لڑائی جھگڑا، گھر میں دوسروں کا استہزاء کرنے کی باتیں، جماعتی وقار کا بھی خیال نہ رکھنا یا اس قسم کی برائیاں جب بچہ دیکھتا ہے تو اس نقل کی فطرت کی وجہ سے یا ماحول کے اثر کی وجہ سے پھر وہ یہی برائیاں سیکھتا ہے۔ باہر جاتا ہے تو ماحول میں، دوستوں میں جو کچھ دیکھتا ہے، وہ سیکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس لئے بار بار مَیں والدین کو توجہ دلاتا ہوں کہ اپنے بچوں کے باہر کے ماحول پر بھی نظر رکھا کریں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 13، دسمبر 2013ء)

نہ ہونا کبھی تم غافل لجنہ اماء اللہ
نسلیں اپنی سنوارنی ہیں تمہی نے لجنہ اماء اللہ

اپنی بیٹیوں کو پردہ کرنے کی تربیت دیں

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے احمدی ماؤں کو تربیت اولاد کی اہم ذمہ داری کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ وہ اپنی بیٹیوں کو پردہ کرنے کی تربیت دیں۔ حضور انور نے ارشاد فرمایا۔

"بعض دفعہ دس گیارہ سال کی عمر کی بچی بھی چودہ پندرہ سال کی لگ رہی ہوتی ہے۔ ان کو اگر حیا اور لباس کا تقدّس نہیں سکھائیں گی تو پھر بڑے ہو کر بھی ان میں یہ تقدّس کبھی پیدا نہیں ہو گا۔ بلکہ چاہے بچی بڑی نہ بھی نظر آ رہی ہو، چھوٹی عمر سے ہی اگر بچیوں میں حیا کا یہ مادہ پیدا نہیں کریں گی اور اس طرح نہیں سمجھائیں گی کہ دیکھو تم احمدی ہو، تم یہاں کے لوگوں کے ننگے لباس کی طرف نہ جاؤ تم نے دنیا کی رہنمائی کرنی ہے، تم نے اس تعلیم پر عمل کرنا ہے جو خدا تعالیٰ نے ہمیں بتائی ہے اس لئے تنگ جینز اور اس کے اوپر چھوٹے بلاؤز جو ہیں ایک احمدی بچی کو زیب نہیں دیتے۔ تو آہستہ آہستہ بچپن سے ذہنوں میں ڈالی ہوئی بات اثر کرتی جائے گی اور بلوغت کو پہنچ کر حجاب یا سکارف اور لمبا کوٹ پہننے کی طرف خود بخود توجہ پیدا ہو جائے گی..... پس مائیں اگر اپنے عمل سے بھی اور نصائح سے بھی بچیوں کو توجہ دلاتی رہیں گی، یہ احساس دلاتی رہیں گی کہ ہمارے لباس حیادار ہونے چاہئیں اور ہمارا ایک تقدّس ہے تو بہت سی قباحتوں سے وہ خود بھی بچ جائیں گی اور ان کی بچیاں بھی بچ جائیں گی۔ اگر ہم اپنے جذبات کی چھوٹی چھوٹی قربانیوں کے لئے تیار نہیں ہوں گے تو بڑی بڑی قربانیاں کس طرح دے سکتے ہیں۔"

(الفضل انٹرنیشنل 15ء جولائی 2011ء)

فیشن اور بے حیائی

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک خطاب میں فیشن اور بے حیائی کے باہمی تعلق کے منفی پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے والدین کو بچیوں میں حیا پیدا کرنے اور پردہ کروانے کے حوالہ سے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

"لباس کے ننگ کے ساتھ ہی ہر قسم کی بے ہودگی اور ننگ کا احساس ختم ہو جاتا ہے۔ ماں باپ کہہ دیتے ہیں کہ کوئی بات نہیں بچیاں ہیں۔ فیشن کرنے کا شوق ہے، کرلیں کیا حرج ہے۔ ٹھیک ہے فیشن کریں لیکن فیشن میں جب لباس ننگے پن کی طرف جارہا ہو تو وہاں بہر حال روکنا چاہیئے ... اسلام حیا کا حکم دیتا ہے۔ پس اپنی حیا اور حجاب کا خیال رکھیں اور اس کی حدود میں رہتے ہوئے جو فیشن کرنا ہے کریں۔ فیشن سے منع نہیں کیا جاتا لیکن فیشن کی بھی کوئی حدود ہوتی ہیں ان کا بھی خیال رکھیں۔ فیشن کا اظہار اپنے گھر والوں اور

عورتوں کی مجلسوں میں کریں۔ بازار میں اور باہر اور ایسی جگہوں پر جہاں مَردوں کا سامنا ہو وہاں فیشن کے یہ اظہار ایسے نہیں ہونے چاہئیں جس سے بلاوجہ کی برائیاں پیدا ہونے کا امکان ہو سکے۔“

(الفضل انٹر نیشنل 19؍جون 2015ء)

غض بصر کا حکم مرد و عورت دونوں کے لیے ہے

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”قرآنِ کریم کے حکم کی خوبصورتی ہے کہ یہ نہیں کہ نظر اُٹھا کے نہیں دیکھنا، اور نہ نظریں ملانی ہیں بلکہ نظروں کو ہمیشہ نیچے رکھنا ہے اور یہ حکم مرد اور عورت دونوں کو ہے کہ اپنی نظریں نیچی رکھو۔ اور پھر جب نظریں نیچی ہوں گی تو پھر ظاہر ہے یہ نتیجہ بھی نکلے گا کہ جو آزادانہ میل جول ہے اُس میں بھی روک پیدا ہو گی۔ پھر یہ بھی ہے کہ فحشاء کو نہیں دیکھنا، تو جو بیہودہ اور لغو اور فحش فلمیں ہیں، جو وہ دیکھتے ہیں اُن سے بھی روک پیدا ہو گی۔ پھر یہ بھی ہے کہ ایسے لوگوں میں نہیں اُٹھنا بیٹھنا جو آزادی کے نام پر اس قسم کی باتوں میں دلچسپی رکھتے ہیں اور اپنے قصے اور کہانیاں سناتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس طرف راغب کر رہے ہوتے ہیں۔ نہ ہی سکائپ (skype) اور فیس بُک (facebook) وغیرہ پر مرد اور عورت نے ایک دوسرے سے بات چیت کرنی ہے، ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنی ہیں، نہ ہی ان چیزوں کو ایک دوسرے سے تعلقات کا ذریعہ بنانا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سب ظاہر یا چھپی ہوئی فحشاء ہیں جن کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تم اپنے جذبات کی رَو میں زیادہ بہ جاؤ گے، تمہاری عقل اور سوچ ختم ہو جائے گی اور انجام کار اللہ تعالیٰ کے حکم کو توڑ کر اُس کی ناراضگی کا موجب بن جاؤ گے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 2؍اگست 2013ء)

غیروں سے چیٹنگ کے ذریعے اخلاق بگڑتے ہیں

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”اب انٹرنیٹ کے بارے میں بھی مَیں کہنا چاہتا ہوں وہ بھی اسی پردہ نہ کرنے کے زمرہ میں آتا ہے کہ chatting ہو رہی ہے۔ یونہی جب آ کے open کر رہے ہوتے ہیں انٹرنیٹ اور بات چیت (chatting) شروع ہو گئی تو پھر شروع میں تو بعض دفعہ یہ نہیں پتہ ہوتا کہ کون بات کر رہا ہے؟ یہاں

ہماری لڑکیاں بیٹھی ہیں دوسری طرف پتہ نہیں لڑکا ہے یا لڑکی ہے اور بعض لڑکے خود کو چھپاتے ہیں اور بعض لڑکیوں سے لڑکی بن کر باتیں کر رہے ہوتے ہیں۔ اسی طرح یہ بات بھی میرے علم میں آئی ہے کہ لڑکیاں سمجھ کر بات چیت شروع ہوگئی جماعت کا تعارف شروع ہوگیا۔ اور لڑکی خوش ہو رہی ہوتی ہے کہ چلو دعوت الی اللہ کر رہی ہوں۔ یہ پتہ نہیں کہ اس لڑکی کی کیا نیت ہے۔ آپ کی نیت اگر صاف بھی ہے تو دوسری طرف جو لڑکا internet پر بیٹھا ہوا ہے اس کی نیت کیا ہے؟ آپ کو کیا پتہ؟ اور آہستہ آہستہ بات اتنی آگے بڑھ جاتی ہے کہ تصویروں کے تبادلے شروع ہو جاتے ہیں۔ اب تصویریں دکھانا تو انتہائی بے پردگی کی بات ہے۔ اور پھر بعض جگہوں پہ رشتے بھی ہوئے ہیں۔ جیسے مَیں نے کہا کہ بڑے بھیانک نتیجے سامنے آئے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر رشتے پھر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ناکام بھی ہو جاتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ آپ نے اگر تبلیغ ہی کرنی ہے، دعوت الی اللہ کرنی ہے تو لڑکیاں لڑکیوں کو ہی دعوت الی اللہ کریں۔ اور لڑکوں کو تبلیغ کرنے کی ضرورت نہیں۔ وہ کام لڑکوں کے لئے چھوڑ دیں۔ کیونکہ جیسے مَیں نے پہلے بھی کہا کہ یہ ایک ایسی معاشرتی برائی ہے جس کے بہت بھیانک نتائج سامنے آرہے ہیں۔"

(الفضل انٹرنیشنل 17/اپریل 2015ء)

معزز خواتین! خواتین کی خداداد صلاحیتوں کی نشوونما، اظہار کے مواقع اور تعلیم وتربیت ان کا حق ہے

بچے کی پہلی تربیت گاہ ماں کی گود ہوتی ہے۔ اس لیے انہیں تعلیم و تربیت کے زیور سے آراستہ کرنے میں خلفائے کرام نے ذاتی دلچسپی لی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"آپ احمدی عورتیں کسی قسم کے احساس کمتری کے بجائے احساس برتری کی سوچ پیدا کریں۔ اپنی تعلیم کو کامل اور مکمل سمجھیں۔ قرآن کریم کی تعلیم پر پوری توجہ دیں اس پر کاربند ہوں تو آپ ان شاء اللہ تعالیٰ دنیا کی رہنما کا کردار ادا کریں گی۔ ورنہ اگر صرف اس دنیا کے پیچھے ہی دوڑتی رہیں تو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ سب کچھ ختم ہو جائے گا اور ہاتھ ملتی رہ جائیں گی اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایسی قومیں عطا فرمائے گا جو اس کام کو آگے بڑھائیں گی۔ لیکن مجھے امید ہے کہ انشاءاللہ تعالیٰ یہ اعزاز ان پرانی نسلوں اور پرانے خاندانوں ان احمدی عورتوں کے ہاتھ میں ہی رہے گا جو مشکل

وقت میں جن کو احمدیت قبول کرنے کی سعادت ملی۔ پس آپ لوگ اپنے اندر یہ احساس ذمہ داری کبھی ختم نہیں ہونے دیں گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اللہ آپ کو توفیق دے۔ پس اس نعمت عظمیٰ کی قدر کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے تا کہ آپ کا ہر قدم اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے میں آگے سے آگے بڑھتا چلا جانے والا قدم ہو اور آپ اپنے پیچھے ایسی نسل چھوڑ کر جانے والی ہوں جو اگلی نسلوں کے دلوں میں بھی اللہ کے دین کی عظمت پیدا کرنے والی ہوں۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔"

(الفضل انٹرنیشنل 26/جون 2015ء)

پھر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"عورتوں کی ہر قسم کی تعلیم کے بارے میں دلچسپی ہو گی تو پھر بچوں میں بھی دلچسپی بڑھے گی۔ ان کو بھی احساس پیدا ہو گا کہ ہم کچھ مختلف ہیں دوسرے لوگوں سے۔ ہمارے کچھ مقاصد ہیں جو اعلیٰ مقاصد ہیں اور اگر یہ سب کچھ پیدا ہو گا تو تبھی ہم دنیا کی اصلاح کرنے کے دعوے میں سچے ثابت ہو سکتے ہیں۔ ورنہ دنیا کی اصلاح کیا کرنی ہے۔ اگر ہم خود توجہ نہیں کریں گے تو ہماری اپنی اولادیں بھی ہماری دینی تعلیم سے عاری ہوتی چلی جائیں گی۔ کیونکہ تجربہ میں یہ بات آچکی ہے کہ کئی ایسے احمدی خاندان جن کی آگے نسلیں احمدیت سے ہٹ گئیں صرف اسی وجہ سے کہ ان کی عورتیں دینی تعلیم سے بالکل لاعلم تھیں اور جب مرد فوت ہو گئے تو آہستہ آہستہ وہ خاندان یا ان کی اولادیں پرے ہٹتے چلے گئے کیونکہ عورتوں کو دین کا کچھ علم ہی نہیں تھا، تو اس طرف بہت توجہ کی ضرورت ہے۔ عورتوں کو بھی اور مردوں کو بھی اکٹھے ہو کر کوشش کرنی ہو گی تا کہ ہم اپنی اگلی نسلوں کو بچا سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح طور پر دین کا علم پیدا کرنے اور اگلی نسلوں میں قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔"

(ماخوذ از خطباتِ مسرور صفحہ 423)

امت کے گلستاں کی معمار ہے لجنہ
سرسبز کیاری ہے لجنہ یہ ہماری
قرآں کے صحیفوں پر گہری نظر اس کی
تدریس سے یاری ہے لجنہ یہ ہماری

شادی بیاہ کے معاملات میں حقوق نسواں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"اس اجازت کو بھی آج کل کے معاشرے میں بعض لوگوں نے غلط سمجھ لیا ہے اور یہ مطلب لے لیا ہے کہ ایک دوسرے کو سمجھنے کے لئے ہر وقت علیحدہ بیٹھے رہیں، علیحدہ سیریں کرتے رہیں۔ دوسرے شہروں میں چلے جائیں تو کوئی حرج نہیں، گھروں میں بھی گھنٹوں علیحدہ بیٹھے رہیں تو یہ چیز بھی غلط ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آمنے سامنے آکر شکل دیکھ کر ایک دوسرے کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔ بعض حرکات کا باتیں کرتے ہوئے پتہ لگ جاتا ہے۔ پھر آجکل کے زمانے میں گھر والوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ کھانا کھاتے ہوئے بھی ایک دوسرے کی بہت سی حرکات وعادات ظاہر ہو جاتی ہیں۔ اور اگر کوئی بات ناپسندیدہ لگے تو بہتر ہے کہ پہلے پتہ لگ جائے اور بعد میں جھگڑے نہ ہوں اور اگر اچھی باتیں ہیں تو موافقت اور الفت اس رشتے کے ساتھ اور بھی پیدا ہو جاتی ہے یا رشتے کے پیغام کے ساتھ۔ تو ایک تعلق شادی سے پہلے ہو جائے گا۔ دوسرے لوگ بعض دفعہ ان کا کردار یہ ہوتا ہے کہ اگر کسی کا رشتہ ہو گیا ہے تو اس کو تڑوانے کی کوشش کریں۔ ان کو آمنے سامنے ملنے سے موقع نہیں ملے گا۔ ایک دوسرے کی حرکات دیکھنے سے کیونکہ ایک دوسرے کو جانتے ہوں گے۔ لیکن بعض لوگ دوسری طرف بھی انتہا کو چلے گئے ہیں ان کو یہ بھی برداشت نہیں کہ لڑکا لڑکی شادی سے پہلے یا پیغام کے وقت ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھ بھی سکیں اس کو غیرت کا نام دیا جاتا ہے۔ تو اسلام کی تعلیم ایک سموئی ہوئی تعلیم ہے۔ نہ افراط نہ تفریط۔ نہ ایک انتہا نہ دوسری انتہا۔ اور اسی پر عمل ہونا چاہئے۔ اسی سے معاشرہ امن میں رہے گا اور معاشرے سے فساد دور ہو گا۔"

(خطبہ جمعہ 24/ دسمبر 2004ء)

عورت بھی اپنی ذمہ داریاں ادا کرے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلۡغَیۡبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ (النساء:35) کی روشنی میں عورتوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”غیب میں جن چیزوں کی حفاظت کا حکم ہے اُن میں اپنے خاوند کے بچوں کی تربیت کی نگرانی اور اُن کی دیکھ بھال بھی ہے۔ یہ نہیں کہ خاوند گھر سے باہر اپنے کام کیلئے نکلا تو عورت نے بھی اپنا بیگ اٹھایا اور بچوں کو گھر میں چھوڑا اور اپنی مجلسیں لگانے کیلئے نکل پڑی۔ یا بچوں کی تربیت کی طرف صحیح توجہ نہیں دی۔ ایک بہت بڑی ذمہ داری عورت پر بچوں کی تربیت کی ہے۔ اس کو پورا نہ کر کے وہ نہ صالحات میں شمار ہو سکتی ہیں نہ قانتات میں شمار ہو سکتی ہیں، نہ اُس نسل کی حفاظت کا حق ادا کر سکتی ہیں جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اُس پر ڈالی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت اپنے گھر کی نگران ہے اور اس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔“

(الفضل انٹرنیشنل 13/ اپریل 2012ء)

معزز بہنو! شادی کی ناکامی کی صورت میں بیوی کو خلع کا حق ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مرد اور عورت کی علیحدگی کو ناپسندیدہ لیکن مجبوری کی صورت میں جائز قرار دیا ہے۔ اس حوالے سے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

”بعض دفعہ شادی کے بعد میاں بیوی کی نہیں بنتی، طبیعتیں نہیں ملتیں یا اور کچھ وجوہات پیدا ہوتی ہیں تو اسلام نے دونوں کو اس صورت میں علیحدگی کا حق دیا ہے اور یہ حق بعض شرائط کی پابندی کے ساتھ مردوں کو طلاق کی صورت میں ہے اور عورتوں کو خلع کی صورت میں ہے۔“

(الفضل انٹرنیشنل 24/ اپریل 2015ء)

علیحدگی کی صورت میں کردار کشی نہ کریں، ذاتی الزام نہ لگائیں پردہ پوشی کریں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک خطبہ جمعہ میں فرمایا:

”میاں بیوی کے بہت سے جھگڑے ہیں جو جماعت میں آتے ہیں، قضا میں آتے ہیں، خلع کے یا طلاق کے جھگڑے ہوتے ہیں اور طلاق ناپسندیدہ فعل ہے۔ بہرحال اگر کسی وجہ سے مرد اور عورت میں نہیں بنی تو

مرد کو حق ہے کہ وہ طلاق دے دے اور عورت کو حق ہے کہ وہ خلع لے لے اور بعض دفعہ بعض باتیں صلح کروانے والے کے سامنے بیان کرنی پڑتی ہیں۔ اس حد تک تو موٹی موٹی باتیں بیان کرنا جائز ہے لیکن بعض دفعہ ایسے ہوتا ہے کہ مرد اور عورت کے علاوہ دیگر رشتہ دار بھی شامل ہو جاتے ہیں جو ایک دوسرے پر ذاتی قسم کے الزامات لگا رہے ہوتے ہیں۔ جن کو سن کر بھی شرم آتی ہے۔ اب میاں بیوی کے تعلقات تو ایسے ہیں جن میں بعض پوشیدہ باتیں بھی ظاہر ہو جاتی ہیں۔ تو جھگڑا ہونے کے بعد ان کو باہر یا اپنے عزیزوں میں بیان کرنا صرف اس لئے کہ دوسرے فریق کو بدنام کیا جائے تا کہ اس کا دوسری جگہ رشتہ نہ ہو۔ تو فرمایا کہ اگر ایسی حرکتیں کرو گے تو یہ بہت بڑی بے حیائی اور خیانت شمار ہو گی اور خائن کے بارہ میں انذار آئے ہیں کہ ایک تو خائن مومن نہیں، مسلمان نہیں اور پھر جہنمی بھی ہے۔"

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 111 ایڈیشن 2005ء)

میاں اور بیوی کے قریبی رشتہ داروں و قرابت داروں کا احترام

سامعات! اس کے بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

"کئی جھگڑے گھروں میں اس لئے ہو رہے ہوتے ہیں کہ ایک دوسرے کے رشتہ داروں کے لئے عزت اور احترام نہیں ہوتا۔ میاں اور بیوی کے سب سے قریبی رشتہ دار اس کے والدین ہیں۔ جہاں اپنے والدین سے احسان کے سلوک کا حکم ہے وہاں میاں اور بیوی کو ایک دوسرے کے والدین سے بھی حسن سلوک کا حکم ہے۔ بعض دفعہ خاوند زیادتی کرکے بیوی کے والدین اور قریبیوں کو برا بھلا کہتے ہیں اور بعض دفعہ بیویاں زیادتی کرکے خاوندوں کے والدین اور قریبی رشتہ داروں کو برا بھلا کہہ رہی ہوتی ہیں۔ تو احمدی معاشرے میں جس کو اللہ اور رسول ﷺ کا حکم ہے کہ سلامتی پھیلاؤ، اس میں یہ باتیں نہیں ہونی چاہئیں۔ اس کے بعد کہ ہم نے زمانے کے امام کو مان لیا، اس کے بعد کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں اعلیٰ اخلاق پر قائم رہنے کے طریقے بھی سکھا دیئے۔ یہ بھی بتا دیا کہ میرے سے تعلق رکھنا ہے تو اُن اعلیٰ اخلاق کو اپناؤ جن کا اللہ اور اس کا رسول حکم دیتا ہے"

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم جون 2007ء)

شادی کے بعد علیحدہ گھر میں رہنا عورت کا حق ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ احباب جماعت کو نصیحت فرماتے ہیں:

"ایک بیماری جس کی وجہ سے گھر برباد ہوتے ہیں، گھروں میں ہر وقت لڑائیاں اور بے سکونی کی کیفیت رہتی ہے وہ شادی کے بعد بھی لڑکوں کا توفیق ہوتے ہوئے اور کسی جائز وجہ کے بغیر بھی ماں باپ، بہن بھائیوں کے ساتھ اسی گھر میں رہنا ہے۔ اگر ماں باپ بوڑھے ہیں، کوئی خدمت کرنے والا نہیں ہے، خود چل پھر کر کام نہیں کر سکتے اور کوئی مددگار نہیں تو پھر اس بچے کے لئے ضروری ہے اور فرض بھی ہے کہ انہیں اپنے ساتھ رکھے اور ان کی خدمت کرے۔ لیکن اگر بہن بھائی بھی ہیں جو ساتھ رہ رہے ہیں تو پھر گھر علیحدہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ آجکل اس کی وجہ سے بہت سی قباحتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اکٹھے رہ کر اگر مزید گناہوں میں پڑنا ہے تو یہ کوئی خدمت یا نیکی نہیں ہے۔ تو یہ چیز کہ ہم پیار محبت کی وجہ سے اکٹھے رہ رہے ہیں، اس پیار محبت سے اگر نفرتیں بڑھ رہی ہیں تو یہ کوئی حکم نہیں ہے، اس سے بہتر ہے کہ علیحدہ رہا جائے۔ تو ہر معاملہ میں جذباتی فیصلوں کی بجائے ہمیشہ عقل سے فیصلے کرنے چاہئیں ......تو دیکھیں یہ جو لوگوں کا خیال ہے کہ اگر ہم ماں باپ سے علیحدہ ہو گئے تو پتہ نہیں کتنے بڑے گناہوں کے مرتکب ہو جائیں گے اور بعض ماں باپ بھی اپنے بچوں کو اس طرح خوف دلاتے رہتے ہیں بلکہ بلیک میل کر رہے ہوتے ہیں کہ جیسے گھر علیحدہ کرتے ہی ان پر جہنم واجب ہو جائے گی۔ تو یہ انتہائی غلط رویہ ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 10 / نومبر 2006ء)

سامعات! بیوہ کو شادی کرنے کا حق ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"عورت اگر بیوہ ہو جائے اور شادی کے قابل ہو اور اس کا ہم کفو مل جائے، مناسب رشتہ مل جائے، معاشرے میں جو اس عورت کا مقام ہے اس کے مطابق ہو خاندانی لحاظ سے اپنے رہن سہن کے لحاظ سے ہم مزاج ہو عورت کو پسند بھی ہو تو پھر رشتہ دار اس سلسلہ میں روکیں نہ ڈالیں بلکہ مناسب یہ ہے کہ اس کو جلد از جلد بیاہ دو۔ اس سے بھی پاک معاشرے کا قیام ہو گا۔ اور عورت بھی بہت سی باتوں سے جو بیوہ ہونے کی وجہ سے اس کو معاشرے کی سہنی پڑتی ہیں بچ جائے گی۔ پھر بیوہ کو خود بھی اختیار دیا گیا ہے کہ خود بھی وہ

جائز طور پر رشتہ کر سکتی ہے جیسا کہ قرآن کریم سے ثابت ہے۔ یہ بھی اس لئے ہے کہ وہ اپنے آپ کو تحفظ دے سکے....

معاشرے اور عزیز رشتے داروں کو یہ حکم ہے کہ اگر کوئی شادی کی عمر میں بیوہ ہو جاتی ہے تو تم لوگ اس کے رشتے کی بھی اسی طرح کوشش کرو جیسے باکرہ یا کنواری لڑکی نوجوان لڑکی کے رشتے کے لئے کوشش کرتے ہو۔ یہ تمہاری بے عزتی نہیں ہے بلکہ تمہاری عزت اسی میں ہے۔ دوسری بات کہ اگر کوئی عمر کی زیادتی کی وجہ سے یا بچوں کی زیادہ تعداد کی وجہ سے یا اپنے بعض اور حالات کی وجہ سے یا کسی بیماری کی وجہ سے شادی نہ کرنا چاہے تو یہ فیصلہ کرنا بھی اس کا اپنا کام ہے۔ تم ایک تجویز دے کے اس کے بعد پیچھے ہٹ جاؤ۔ رشتہ کروانے کے لئے، نہ کہ رشتہ روکنے کے لئے۔ رشتہ کرنا یا نہ کرنا یہ اس کا اپنا فیصلہ ہو گا۔ اس کا اپنا حق ہے اس کو بہر حال مجبور نہ کیا جائے۔ پھر یہ کہ معاشرے کو رشتہ داروں کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ زبردستی کسی بیوہ کو ساری عمر بیوہ ہی رکھیں یا اس کو کہیں کہ تم ساری عمر بیوہ رہو۔ اگر خود اپنی مرضی سے کوئی شادی کرنا چاہتی ہے تو قرآنی حکم کے مطابق اسے شادی کرنے دو۔ کسی بیوہ کو شادی سے روکنا بھی بڑی بیہودہ اور گندی رسم ہے اور اس کو اپنے اندر سے ختم کرو۔“

(خطبات مسرور صفحہ 926)

پیاری بہنو! یوں تو ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا ہر وہ ارشاد جو انہوں نے خواتین کے بارہ میں فرمایا قیمتی اور نصائح سے بھرپور ہے جن پر عمل کرنے سے ہماری زندگیاں سنور سکتی ہیں لیکن وقت کی کمی کی وجہ سے یہ چند ارشادات آپ کی خدمت میں پیش کیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

فضلوں کو روا رکھنا سب احمدی ماؤں پر
گودوں میں پلیں ان کی اولادیں شکیبانہ
باطل سے ناں گھبرائیں طوفانوں سے ٹکرائیں
ہوں احمدی عورت کے انداز دلیرانہ



﴿44﴾ ﴿مشاہدات:51﴾

ہمارے خلفائے احمدیت، حقوق نسواں کے حقیقی علمبردار

میری بہنو! میری آج کی گزارشات **ہمارے خلفائے احمدیت، حقوق نسواں کے حقیقی علمبردار** پر مبنی ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”عورتوں کے حقوق کی جیسی حفاظت اسلام نے کی ہے ویسی کسی دوسرے مذہب نے قطعاً نہیں کی۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 417، ایڈیشن 1984ء)

حضرت اقدسؑ کی تعلیم وتربیت سے خلفائے کرام نے بھی خواتین کے حقوق کا نہ صرف خود خیال رکھا بلکہ احبابِ جماعت کو عورتوں کے حقوق ادا کرنے کی مسلسل توجہ دلائی۔

حاضرات! حضرت مصلح موعودؓ نے حقوقِ نسواں کے حوالے سے فرمایا:

”انسانی حقوق کا جہاں تک سوال ہے عورتوں کو بھی ویسا ہی حق حاصل ہے جیسے مردوں کو۔ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں اللہ تعالیٰ نے جس طرح مردوں اور عورتوں کو یکساں احکام دیئے ہیں اسی طرح انعامات میں بھی اُنہیں یکساں شریک قرار دیا ہے اور جن نعماء کے مرد مستحق ہوں گے اسلامی تعلیم کے ماتحت قیامت کے دن وہی انعامات عورتوں کو بھی ملیں گے۔ غرض اللہ تعالیٰ نے نہ اس دُنیا میں اُن کی کوئی حق تلفی کی ہے اور نہ اگلے جہان میں اُنہیں کسی انعام سے محروم رکھا ہے۔“

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 512)

سامعات! خلفائے کرام نے عورتوں کے ہر حق کی حفاظت فرمائی ہے اور سچائی کے ساتھ عورت کو مردوں کے روایتی ظلم و استحصال اور بالجبر محکوم رکھنے کی قباحتوں کو دور کرنے کے لیے لفظ قوام کی درست تفسیر بیان فرمائی جس سے ہر قسم کے استحصال کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ اسلام پر لگائے ہوئے الزامات کی نفی ہوتی ہے۔ اور بجائے محکوم رکھنے کے جواز کے حقوق کی ادائیگی کی طرف توجہ ہوتی ہے۔

میری بہنو! یہ مضمون بہت وسیع ہے اور اپنے دامن میں بہت سی شاخیں سمیٹے ہوئے ہے۔ آج اس مختصر سے وقت میں میَں دو تین شاخوں پر ہی روشنی ڈال سکوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ (النساء: 35) کے الفاظ میں مَردوں کو عورتوں پر قوّام قرار دیا ہے اس میں **لفظ قوام کا مفہوم عورتوں کو نقصان سے محفوظ رکھنا ہے۔**

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ مرد عورتوں پر نگران ہے کی تشریح میں فرماتے ہیں:

"یہ آیت بیاہے ہوئے مردوں کو اچھی لگتی ہے۔ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ مردوں کو چاہئے اپنی بیویوں کے محافظ اور ان کی درستی اور ٹھیک رکھنے کا موجب بنیں... کیونکہ مردوں کو خدا نے اس قسم کی لیاقتیں اور موقعے بخشے ہیں۔ عورتیں بھی مردوں کی محافظ ہیں۔"

(حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ 20)

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں:

"حقوق کے لحاظ سے تو مرد و عورت میں کوئی فرق نہیں لیکن انتظامی لحاظ سے مردوں کو عورتوں پر ایک حقِ فوقیت حاصل ہے۔ اُس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے ایک مجسٹریٹ انسان ہونے کے لحاظ سے تو عام انسانوں جیسے حقوق رکھتا ہے اور جس طرح ایک ادنیٰ سے ادنیٰ انسان کو بھی ظلم اور تعدّی کی اجازت نہیں اُسی طرح مجسٹریٹ کو بھی نہیں۔ مگر پھر بھی وہ بحیثیت مجسٹریٹ اپنے ماتحتوں پر فوقیت رکھتا ہے اور اُسے قانون کے مطابق دوسروں کو سزا دینے کے اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ اسی طرح تمدنی اور مذہبی معاملات میں مرد و عورت کے حقوق برابر ہیں لیکن مردوں کو اللہ تعالیٰ نے قوّام ہونے کی وجہ سے فضیلت عطا فرمائی ہے۔ لیکن دوسری طرف اُس نے عورتوں کو استمالتِ قلب کی ایسی طاقت دے دی ہے جس کی وجہ سے وہ بسا اوقات مردوں پر غالب آجاتی ہیں... خدا تعالیٰ نے مردوں کے قوام ہونے کے متعلق جو کچھ فیصلہ کیا ہے وہ بالکل درست ہے۔ شریعت کا اس سے یہ منشا نہیں کہ عورتوں پر ظلم ہو یا اُن کی کوئی حق تلفی ہو بلکہ شریعت کا اس امتیاز سے یہ منشا ہے کہ جن باتوں میں عورتوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے اُن میں عورتوں کو نقصان سے محفوظ رکھا جائے۔ اسی وجہ سے جن باتوں میں عورتوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا اُن میں اُن کا حق خدا تعالیٰ نے خود ہی انہیں دے دیا ہے۔ پس قرآن کریم نے جو کچھ کہا ہے وہ اپنے اندر بہت بڑی

حکمتیں اور مصالح رکھتا ہے۔ اگر دنیا ان کے خلاف عمل کر رہی ہے تو وہ کئی قسم کے نقصانات بھی برداشت کر رہی ہے جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ اسلام کے خلاف عمل پیرا ہونا کبھی نیک نتائج کا حامل نہیں ہو سکتا۔

آخر میں وَاللّٰہُ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ فرما کر اس طرف توجہ دلائی کہ یاد رکھو عورتوں پر جو فوقیت ہم نے تمہیں دی ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم اس سے ناجائز فائدہ اٹھاؤ۔ اور ان کے حقوق کو پامال کرنا شروع کر دو۔ دیکھو! تم پر بھی ایک حاکم ہے جو عزیز ہے۔ یعنی اصل حکومت خدا تعالیٰ کی ہے۔ اس لیے چاہیے کہ مرد اس حکومت سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائے اور حکیم کہہ کر اس طرف توجہ دلائی کہ ضبط و نظم کے معاملات میں جو اختیار ہم نے مردوں کو دیا ہے یہ سراسر حکمت پر مبنی ہے ورنہ گھروں کا امن برباد ہو جاتا۔ چونکہ میاں بیوی نے مل کر رہنا ہوتا ہے اور نظام اس وقت تک قائم نہیں رہ سکتا جب تک کہ ایک کو فوقیت نہ دی جائے اس لیے یہ فوقیت مرد کو دی گئی ہے اور اس کی ایک اور وجہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ یہ بیان فرمائی ہے کہ چونکہ مرد اپنا روپیہ عورتوں پر خرچ کرتے ہیں اس لیے انتظامی امور میں انہیں عورتوں پر فوقیت حاصل ہے۔"

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 513-514)

معزز خواتین! حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے قوام کے متعلق فرمایا:

"ویسے تو قرآن کریم کی آیات کے بے شمار معانی ہوتے ہیں لیکن اس آیہ کریمہ میں لفظ قوام کے یہ معنے نہیں ہیں جیسا کہ بعض بیوقوف لوگ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہمیں اختیار دے دیا گیا ہے کہ جس طرح مرضی بیویوں سے سلوک کریں۔ یہ غلط ہے دراصل اس رشتہ کو قائم رکھنے کی ذمہ واری خاوند پر ڈالی ہے یعنی بیوی کا قیام جسمانی لحاظ سے، اس کا قیام ذہنی لحاظ سے، اس کا قیام اخلاقی لحاظ سے، اس کا قیام روحانی لحاظ سے خاوند کے ذمہ ہے بالفاظ دیگر ایک کنوارہ آدمی غلطی کرتا ہے تو اس اکیلے پر ذمہ واری ہے۔ ایک کنواری بچی سے غلطی ہو جائے تو اس لڑکی پر ذمہ واری ہے کسی مرد پر ذمہ واری نہیں ہے۔ لیکن اگر ایک بیاہی ہوئی بچی

سے کوئی غلطی ہو جائے تو دو پر اس کی ذمہ واری عائد ہوتی ہے۔ ایک لڑکی پر اور دوسرے اس کے خاوند پر۔ اس کا کام تھا کہ دونوں اس طرح یک جان ہو جائیں کہ وہ اس قسم کی غلطی نہ کرسکے۔"

(انوار القرآن جلد 1 تفسیر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ صفحہ 555)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اس آیت کی وضاحت فرماتے ہیں:

"سب سے پہلے تو لفظ قوّام کو دیکھتے ہیں۔ قوّام کہتے ہیں ایسی ذات کو جو اصلاح احوال کرنے والی ہو، جو درست کرنے والی ہو، جو ٹیڑھے پن اور کجی کو صاف سیدھا کرنے والی ہو۔ چنانچہ قوّام اصلاح معاشرہ کے لئے ذمہ دار شخص کو کہا جائے گا۔ پس قوّامون کا حقیقی معنی یہ ہے کہ عورتوں کی اصلاحِ معاشرہ کی اول ذمہ داری مرد پر ہوتی ہے۔ اگر عورتوں کا معاشرہ بگڑنا شروع ہو جائے، ان میں کج روی پیدا ہو جائے، ان میں ایسی آزادیوں کی رو چل پڑے جو ان کے عائلی نظام کو تباہ کرنے والی ہو۔ یعنی گھریلو نظام کو تباہ کرنے والی ہو، میاں بیوی کے تعلقات کو خراب کرنے والی ہو، تو عورت پر دوش دینے سے پہلے مرد اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے ان کو نگران مقرر فرمایا تھا۔ معلوم ہوتا ہے انہوں نے اپنی بعض ذمہ داریاں اس سلسلہ میں ادا نہیں کیں۔"

(عائلی مسائل اور ان کا حل صفحہ 52)

سامعات! اور ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ (النساء:35) کہہ کر مردوں کو توجہ دلائی گئی ہے کہ تمہیں جو اللہ تعالیٰ نے معاشرے کی بھلائی کا کام سپرد کیا ہے تم نے اس فرض کو صحیح طور پر ادا نہیں کیا۔ اس لئے اگر عورتوں میں بعض برائیاں پیدا ہوئی ہیں تو تمہاری نااہلی کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں۔ پھر عورتیں بھی اس بات کو تسلیم کرتی ہیں، اب بھی، اس مغربی معاشرے میں بھی، اس بات کو تسلیم کیا جاتا ہے یہاں تک کہ عورتوں میں بھی، کہ عورت کو صنف نازک کہا جاتا ہے۔ تو خود تو کہہ دیتے ہیں کہ عورتیں نازک ہیں۔ عورتیں خود بھی تسلیم کرتی ہیں کہ بعض اعضاء جو ہیں، بعض قویٰ جو ہیں مردوں سے کمزور ہوتے ہیں، مرد کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ اس معاشرے میں بھی کھیلوں میں عورتوں مردوں کی علیحدہ علیحدہ ٹیمیں بنائی جاتی ہیں۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے کہہ دیا کہ میں تخلیق کرنے والا ہوں اور مجھے پتہ ہے کہ میں نے کیا بناوٹ بنائی ہوئی ہے مرد

اور عورت کی اور اس فرق کی وجہ سے میں کہتا ہوں کہ مرد کو عورت پر فضیلت ہے تو تمہیں اعتراض ہو جاتا ہے کہ دیکھو جی! اسلام نے مرد کو عورت پر فضیلت دے دی۔ عورتوں کو تو خوش ہونا چاہئے کہ یہ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے مرد پر زیادہ ذمہ داری ڈال دی ہے اس لحاظ سے بھی کہ اگر گھریلو چھوٹے چھوٹے معاملات میں عورت اور مرد کی چھوٹی چھوٹی چپقلشیں ہو جاتی ہے، ناچاقیاں ہو جاتی ہیں تو مرد کو کہا کہ کیونکہ تمہارے قویٰ مضبوط ہیں، تم قوّام ہو، تمہارے اعصاب مضبوط ہیں اس لئے تم زیادہ حوصلہ دکھاؤ اور معاملے کو حوصلے سے اس طرح حل کرو کہ یہ ناچاقی بڑھتے بڑھتے کسی بڑی لڑائی تک نہ پہنچ جائے اور پھر طلاقوں اور عدالتوں تک نوبت نہ آجائے۔ پھر گھر کے اخراجات کی ذمہ داری بھی مرد پر ڈالی گئی ہے۔"

(عائلی مسائل اور ان کا حل صفحہ 83)

حاضرات! حقوق نسواں ادا کرنے میں دوسرا پہلو خلفائے کرام کا ذاتی نمونہ ہے۔

جس کے لیے آنحضور ﷺ نے اپنا نمونہ پیش فرمایا۔" خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَ ھْلِہٖ وَ اَنَا خَیْرُکُمْ لِاَھْلِی" (مشکوٰۃ) تم میں سے بہتر وہ ہے جس کا اپنے اہل و عیال سے سلوک اچھا ہے اور مَیں تم میں سے اپنے اہل سے اچھا سلوک کرنے کے اعتبار سے بہتر ہوں۔

قول اور فعل میں ہم آہنگی کی یہ مثال دلوں پر بہت گہرا اثر کرتی ہے۔ حقوق نسواں کی علمبرداری پر بات کرتے ہوئے آنحضورؐ کے روحانی فرزند کے خلفاء کی عائلی زندگی دیکھیں تو اس معیار پر بخوبی پورا اُترتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ بیوی کی رازداری کا خیال رکھتے تھے فرمایا:"میں نے اپنی بیوی کی چیزیں کبھی نہیں دیکھیں نہ ہمیں اب تک معلوم ہے کہ ان کے پاس کتنے ٹرنک، برتن، کپڑے، چیزیں ہیں۔ ہمیں کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ عورتوں کی باتوں میں دخل دیں۔ فرمایا: بلکہ میں اپنی بیوی کی کوٹھڑی کی جانب بھی کم ہی جاتا ہوں۔"

(ارشاداتِ نور جلد سوم صفحہ 80)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنے گھر میں بیویوں کے حقوق ادا کر کے جنتِ ارضی کی تعمیر کی اور ایک روشن مثال قائم فرمائی۔ متعدد شادیاں کرنا اور سب سے محبت و مودّت میں خوشگوار توازن رکھنا بجائے خود ایک روشن مثال ہے۔ ہر بیگم کی قدردانی کے انداز ان کی طبائع کے مطابق تھے۔

حضرت سیدہ چھوٹی آپا مریم صدیقہ کو تیس سال کا زمانۂ رفاقت نصیب ہوا۔ آپ اپنے شوہر کے اوصاف بیان کرتے ہوئے اپنی خوش قسمتی پر نازاں ہیں اور شکر گزار بھی۔

تحریر فرماتی ہیں:

چن لیا تو نے مجھے 'ابنِ مسیحا' کے لیے
سب سے پہلے یہ کرم ہے مرے جاناں تیرا

(الفضل 25/ مارچ 1966ء)

حضورؓ کی بیگمات کے جذبات کا خیال رکھنے کے بارے میں حضرت سیدہ مہر آپاؒ تحریر فرماتی ہیں:

"ایک دفعہ ایسی صورت پیش آئی کہ گھر کے ملازم بوجہ بیماری رخصت پر تھے گھر کے کاموں کی مسلسل مصروفیت کے ساتھ ساتھ کھانا پکانے کا کام بھی پہلی دفعہ مجھے کرنا پڑا۔ حضورؓ نے کھانے کی خوب تعریف فرمائی بلکہ مزید حوصلہ افزائی اور قدردانی کے طور پر حضرت اماں جانؓ کو بھی کھانا بھجوایا اور یہ صراحت فرمائی کہ "یہ بشریٰ نے تیار کیا ہے"...

حضورؓ کی ایک صاحبزادی امۃ الرشید بیگم صاحبہ تحریر فرماتی ہیں: "حضور کی چار بیویاں ہیں اور ازدواجی زندگی میں تعدّد ازواج ایک بڑا نازک مرحلہ ہوتا ہے مگر حضور کے گھر کی جو کیفیت ہے اسے خدا تعالیٰ کا فضل اور حضور کی قوت قدسی کا اعجاز ہی کہنا چاہیے کیونکہ اتنے بڑے گھرانے میں جو محبت پیار کا نمونہ نظر آتا ہے دنیا اس کی نظیر لانے سے قاصر ہے۔ آپ اپنی بیویوں کے بارے میں کامل عدل وانصاف سے کام لیتے ہیں۔ افراد کی نسبت سے خرچ دیتے ہیں، کبھی کسی کو شکوہ شکایت کا موقع نہیں ملتا، نہایت محبت اور شفقت سے پیش آتے ہیں، سب بیویاں دل کی گہرائیوں سے حضور کی مدّاح ہیں، سفروں میں باری باری ساتھ لے جاتے ہیں، گھر میں باریاں مقرر ہیں اور ہر ایک کے حقوق کا پورا خیال رکھتے ہیں۔"

(الفضل خلافت جوبلی نمبر 28/ دسمبر 1939ء صفحہ 9)

پیاری بہنو! حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے حضرت سیدہ منصورہ بیگم کی وفات پر فرمایا:

"خدا تعالیٰ نے احسان کیا مجھ پر اور آپ کے خلیفہ وقت پر کہ ایسی ساتھی دی گئی جو اس کے کام میں ہاتھ بٹانے والی ہو اور اچھے نتائج پیدا کرنے والی ہو۔ خدا تعالیٰ کا شکر کریں اور حمد پڑھیں اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا ورد کریں اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ کے نعرے لگائیں اور جس کو ذریعہ بنایا اس چیز کا اس کے لئے دعا کریں اور ہمارے لئے ساری گھبراہٹیں دور کرنے اور غموں کو ہوا میں اڑانے کے لئے یہ ایک فقرہ کافی ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔"

(خطبات ناصر جلد 9 صفحہ 332)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے حضرت سیدہ آصفہ بیگم کی یاد میں کہے گئے اشعار ان کے غم کے غماز ہیں:

میرے آنگن سے قضا لے گئی چُن چُن کے جو پھول
جو خدا کو ہوئے پیارے، مرے پیارے ہیں وہی
تم نے جاتے ہوئے پلکوں پہ سَجا رکھے تھے
جو گہر، اب بھی مِری آنکھوں کے تارے ہیں وہی
منتظر کوئی نہیں ہے لبِ ساحِل ورنہ
وہی طُوفاں ہیں، وہی ناؤ، کِنارے ہیں وہی
یہ ترِے کام ہیں مَولا، مجھے دے صبر وثَبات
ہے وہی راہ کٹھن، بوجھ بھی بھارے ہیں وہی

پیاری بہنو! اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے اپنی اہلیہ حضرت سیدہ امۃ السبوح بیگم صاحبہ سے خوش اسلوبی سے پیش آنے کا ذکر مکرم عابد خان صاحب کی ڈائریوں میں ملتا ہے۔ مثال کے طور پر جاپان کی سیر کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

"مارکیٹ میں پہنچنے پر حضور انور اور خالہ سبوحی نے بعض چھوٹی دکانیں دیکھیں اور میرے خیال سے خالہ سبوحی نے بعض چھوٹی چھوٹی چیزیں بھی خریدیں۔ وہاں سیر کرتے ہوئے مجھے خیال آیا کہ کس طرح اس چھوٹی سی سیر کے دوران یہ بات عیاں تھی کہ حضور انور اور آپ کی فیملی جماعت کے لیے کس قدر

قربانیاں کرتے ہیں۔ جہاں ہم سب جب چاہیں اپنی مرضی سے اپنی family کے تفریحی program بناتے ہیں ایسے مواقع حضور انور اور خالہ سبوحی کو کم ہی میسر آتے ہیں اور بہت کم مواقع پر آپ ایسے مقامات پر جاسکتے ہیں۔ خاص طور پر جب قافلہ ممبران اور لوکل جماعت کے ممبران بھی آپ کے ساتھ ہوں۔“

(الفضل آن لائن 27/جون 2022ء)

یہ تو ہم نے دیکھا ہے کہ کس طرح حضور جلسہ یا اجتماع سے واپسی پر اس وقت تک گاڑی میں تشریف نہیں رکھتے جب تک بیگم صاحبہ تشریف نہ لے آئیں۔ اللہ تبارک تعالیٰ ہر آن سلامت رکھے۔ آمین

پیاری بہنو! اس سلسلہ میں تیسرا پہلو جو میں بیان کرنا چاہوں گی وہ قرآن مجید میں حجاب کے احکام صنفِ نازک کی حفاظت کے لیے ہیں۔ اسلام ہر وہ دروازہ بند کرتا ہے جہاں سے نازک آبگینوں کو کوئی خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ ہر لحاظ سے پیش بندی کرتا ہے۔ ہر ممکن حفاظتی اقدامات کرتا ہے تا کہ کسی شکل میں کوئی ٹھیس نہ لگے۔ بے خوف و خطر عزت اور سکون کے ساتھ زندگی گزار سکیں۔ ہمارے خلفائے کرام ہر زمانے کے ابتلاؤں اور تقاضوں کے مطابق ان پر عمل کرنے کے لئے بار بار یاد دہانی کراتے رہتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ خواتین کے حجاب کے بارے میں بڑا کارآمد نکتہ بیان فرماتے ہیں:

”اپنی آنکھیں نیچی رکھیں۔ شرم گاہوں کو محفوظ رکھیں اور اپنی زینت کو نہ دکھاویں سوائے خاوندوں اور باپوں وغیرہ کے اور سوائے اپنی خاص عورتوں کے۔ اس پر بھی مجھے حیرت ہے کہ بہت کم عمل ہے۔ بہت سی عورتوں سے بھی پردہ لازم ہے۔ ہر ایک عورت سے بے پردگی نہ ہو۔“

(الحکم 31/جولائی۔10/اگست 1904ء صفحہ 9)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا تاکید کرنے کا اپنا انداز ہے فرمایا:

”پردہ چھوڑنے والا قرآن کی ہتک کرتا ہے ایسے انسان سے ہمارا کیا تعلق۔ وہ ہمارا دشمن ہے اور ہم اس کے دشمن اور ہماری جماعت کے مردوں اور عورتوں کا فرض ہے کہ وہ ایسے احمدی مردوں اور ایسی احمدی عورتوں سے کوئی تعلق نہ رکھیں۔“

(الفضل 27 جون 1958ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”قرآن نے پردے کا حکم دیا ہے انہیں (یعنی احمدی مستورات کو) بہر حال پردہ کرنا پڑے گا یا وہ جماعت چھوڑ دیں کیونکہ ہماری جماعت کا یہ موقف ہے کہ قرآن کریم کے کسی حکم سے تمسخر نہیں کرنے دیا جائے گا۔ نہ زبان سے اور نہ عمل سے۔ اسی پر دنیا کی ہدایت اور حفاظت کا انحصار ہے۔“

(الفضل 25/ نومبر 1978ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے فرمایا: ”بڑی شدت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ تحریک ڈالی ہے کہ احمدی مستورات بے پردگی کے خلاف جہاد کا اعلان کریں۔ کیونکہ اگر آپ نے بھی میدان چھوڑ دیا تو دنیا میں اور کونسی عورتیں ہوں گی جو اسلامی اقدار کی حفاظت کے لئے آگے آئیں گی۔“

(الفضل 28/ فروری 1983ء)

سامعات! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خداداد بصیرت سے ہواؤں کا رخ، زمانے کے بدلتے ہوئے حالات اور خواتین کے ذہنوں میں اٹھنے والے سوالات کے مطابق راہنمائی فرماتے ہیں، گویا سیدھا راستہ دکھانے کے لیے کمربستہ رہتے ہیں جہاں بھی بھٹکنے کا ڈر ہو کھینچ کھینچ کر راہ پر لاتے ہیں اس کے باوجود جب کوئی اپنے بچوں یا بڑوں میں حدود پار کرنے کے رجحان کی خبر دے کر دعا کے لئے کہتا ہے تو علاج تجویز فرماتے ہیں اور ساتھ دعا بھی کرتے ہیں۔ احمدیت ہمیں مکمل اطاعت کا درس دیتی ہے آپ جن باتوں سے منع کرتے ہیں ان کو چھوڑ دینے میں ہی فلاح ہے۔ مختصراً چند نصائح آپ ہی کے الفاظ میں آپ بہنوں کے سامنے رکھ دیتی ہوں:

حیا اور پردے کے حوالے سے فرمایا۔

”اس معاشرے میں ہمیں اپنی عورتوں اور لڑکیوں کو حجاب اور پردے اور حیا کا تصوّر پیدا کروانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ حیا اور حجاب کی جھجک اگر کسی بچی میں ہے تو ماؤں کو اسے دُور کرنا چاہئے بلکہ اسے خود اپنے آپ بھی دُور کرنا چاہئے اگر اس کی عمر ایسی ہے۔ مائیں اگر گیارہ بارہ سال کی عمر تک بچیوں کو حیا کا احساس نہیں دلائیں گی تو پھر بڑے ہو کر ان کو کوئی احساس نہیں ہو گا... پس اس معاشرے میں جہاں ہر ننگ اور ہر بیہودہ بات کو اسکول میں پڑھایا جاتا ہے پہلے سے بڑھ کر احمدی ماؤں کو اسلام کی تعلیم کی روشنی میں، قرآن کریم

کی تعلیم کی روشنی میں اپنے بچوں کو بتانا ہو گا۔ حیا کی اہمیت کا احساس شروع سے ہی اپنے بچوں میں پیدا کرنا ہو گا۔ پانچ چھ سات سال کی عمر سے ہی پیدا کرنا شروع کرنا چاہئے۔ پس یہاں تو ان ملکوں میں چوتھی اور پانچویں کلاس میں ہی ایسی باتیں بتائی جاتی ہیں کہ بچے پریشان ہوتے ہیں جیسا کہ مَیں پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں۔ اسی عمر میں حیا کا مادہ بچیوں کے دماغوں میں ڈالنے کی ضرورت ہے۔ بعض عورتوں کے اور لڑکیوں کے دل میں شاید خیال آئے کہ اسلام کے اور بھی تو حکم ہیں۔ کیا اسی سے اسلام پر عمل ہو گا اور اسی سے اسلام کی فتح ہونی ہے۔ یاد رکھیں کہ کوئی حکم بھی چھوٹا نہیں ہوتا۔“

(خطاب از مستورات جلسہ سالانہ کینیڈا 8 / اکتوبر 2016ء)

لغویات سے بچنے کے حوالے سے فرمایا۔

”ہمیشہ سوچیں کہ ہم احمدی ہیں اور اگر ہم نے احمدی رہنا ہے تو پھر اِن لغویات سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ہمیشہ یہ سوچیں کہ اگر ہم نے احمدیت کو سچا سمجھ کر ماناہے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سچا سمجھتے ہیں اور آپؑ کو سچا سمجھتے ہوئے آپؑ کی بیعت میں شامل ہوئے ہیں تو ہمیں تمام ان باتوں سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے جن سے بچنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، تبھی ہم اُن انعاموں سے فیض اٹھا سکیں گے جن کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا ہے۔“

(خطاب بر موقع سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ یوکے 4 / نومبر 2007ء)

نامحرم مرد اور عورت آپس میں کھلے طور پر میل جول نہ کریں

”پردہ کا مقصد تو یہ ہے کہ نامحرم مرد اور عورت آپس میں کھلے طور پر میل جول نہ کریں، آپس میں نہ ملیں، دونوں کی جگہیں علیحدہ علیحدہ ہوں۔ اگر آپ اپنی سہیلی کے گھر جا کر اس کے خاوند یا بھائیوں یا رشتہ داروں سے آزادانہ ماحول میں بیٹھی ہیں۔ چاہے منہ کو ڈھانک کے بیٹھی ہوتی ہیں یا منہ ڈھانک کر کسی سے ہاتھ ملا رہی ہیں تو یہ تو پردہ نہیں ہے۔ جو پردے کی غرض ہے وہ تو یہی ہے کہ نامحرم مَرد عورتوں میں نہ آئے اور عورتیں نامحرم مَردوں کے سامنے نہ جائیں۔ ہر ایک کی مجلسیں علیحدہ ہوں۔ بلکہ قرآن کریم میں تو یہ

بھی حکم ہے کہ بعض ایسی عورتوں سے جو بازاری قسم کی ہوں یا خیالات کو گند کرنے والی ہوں ان سے بھی پردہ کرو۔ ان سے بھی بچنے کا حکم ہے۔ اس لئے احتیاط کریں اور ایسی مجلسوں سے بچیں۔"

(خطاب از مستورات جلسہ سالانہ کینیڈا 3/ جولائی 2004ء)

شادی شدہ جوڑوں کو احتیاط لازم ہے

فرمایا: "معاشرے میں عورتیں اور مرد زیادہ مکس اپ (Mixup) ہونے لگ گئے ہیں۔ اس سے کوئی یہ مطلب نہ لے لے کہ عورتوں کی مجلسوں میں بھی بیٹھنے کی اجازت مل گئی ہے اور بیویوں کی سہیلیوں کے ساتھ بیٹھنے کی بھی کھلی چھٹی مل گئی ہے۔ خیال رکھنا بالکل اور چیز ہے اور بیوی کی سہیلیوں کے ساتھ دوستانہ کر لینا بالکل اور چیز ہے۔ اس سے بہت سی قباحتیں پیدا ہوتی ہیں۔ کئی واقعات ایسے ہوتے ہیں کہ پھر بیوی تو ایک طرف رہ جاتی ہے اور سہیلی جو ہے وہ بیوی کا مقام حاصل کر لیتی ہے۔ مرد تو پھر اپنی دنیا بسا لیتا ہے لیکن وہ پہلی بیوی بے چاری روتی رہتی ہے اور یہ حرکت سراسر ظلم ہے اور اس قسم کی اجازت اسلام نے قطعاً نہیں دی۔ کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں شادی کرنے کی اجازت ہے...یہاں ان معاشروں میں خاص طور پر احتیاط کرنی چاہئے۔ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں، اُس بیوی کا بھی خیال رکھیں جس نے ایک لمبا عرصہ تنگی ترشی میں آپ کے ساتھ گزارا ہے۔ آج یہاں پہنچ کر اگر حالات ٹھیک ہو گئے ہیں تو اس کو دھتکار دیں، یہ کسی طرح بھی انصاف نہیں ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 2/ جولائی 2004ء بمقام انٹرنیشنل سنٹر، مسی ساگا کینیڈا)

ڈانس اور ورزش میں فرق بیان کرتے ہوئے حضور ایدہ اللہ فرماتے ہیں۔

فرمایا: "ڈانس میں انتہائی بے حیائی سے جسم کی نمائش ہوتی ہے۔ یہ انتہائی بیہودگی ہے۔ یاد رکھیں کہ لڑکیوں کو لڑکیوں کے سامنے بھی ڈانس کی اجازت نہیں ہے۔ بہانے یہ بنائے جاتے ہیں کہ ورزش میں بھی تو جسم کے مختلف حصوں کو حرکت دی جاتی ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ ورزش ہر عورت یا بچی علیحدگی میں کرتی ہے یا ایک آدھ کسی کے سامنے کرلی۔ اگر ننگے لباس میں لڑکیوں کے سامنے بھی اس طرح کی ورزش کی جارہی ہے یا کلب میں جا کر کی جارہی ہے تو یہ بھی بیہودگی ہے۔ ایسی ورزش کی بھی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ دوسرے ڈانس کرتے وقت آپ کے جذبات بالکل اَور ہوتے ہیں۔ ورزش کرتے وقت تو تمام توجہ

ورزش پر ہوتی ہے اور کوئی لغو اور بیہودہ خیال ذہن میں نہیں آرہا ہوتا لیکن ڈانس کے وقت یہ کیفیت نہیں ہو رہی ہوتی۔ جو ڈانس کرنے والیاں ہیں وہ خود اگر انصاف سے دیکھیں تو ان کو پتہ لگ جائے گا کہ اُن پر اُس وقت کیا کیفیت طاری ہو رہی ہوتی ہے۔ پھر ورزش جو ہے کسی میوزک پر یا تال کی تھاپ پر نہیں کر رہے ہوتے جبکہ ڈانس کے لئے میوزک بھی لگایا جاتا ہے اور بڑے بیہودہ گانے بھی شادیوں پر بجتے ہیں حالانکہ شادیوں کے لئے بڑے پاکیزہ گانے بھی ہیں اور جو رخصتی ہو رہی ہو تو لڑکی کو رخصت کرتے وقت ہماری بڑی اچھی دعائیہ نظمیں بھی ہیں، وہ استعمال ہونی چاہئیں۔"

(خطاب از مستورات جلسہ سالانہ جرمنی یکم ستمبر 2007ء)

ہمارے ہاں سمجھا جانے لگا ہے کہ دلہن کے لئے پردہ ضروری نہیں ہے اس حوالے سے آپ نے رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ نے یہ کہیں نہیں کہا کہ جو دلہن نہیں ہے وہ پردہ کرلے اور جو دلہن ہے وہ پردہ نہ کرے، دلہن جو ہے وہ بڑی سج کر دلہن بنے۔ آج سے چودہ سو سال پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دلہنیں بنتی تھیں۔ اچھے کپڑے پہنتی تھیں۔ دلہن بن کر عورتوں میں جب بیٹھی ہوں تو جس طرح بیٹھنا ہے بیٹھے، یہاں کی عیسائی دلہنیں بھی دیکھ لو وہ بھی جب اپنی شادیاں کرتی ہیں، چرچ میں جاتی ہیں تو انہوں نے بھی ایک سفید ویل (veil) سا لیا ہوتا ہے وہ اپنے آپ کو ڈھانکتی ہیں۔ تو جب وہ لوگ جن کا پردہ نہیں ہے وہ بھی شادی پر اپنے آپ کو cover کر لیتی ہیں تو ہماری دلہنوں کو تو اور زیادہ کرنا چاہئے۔ لیکن اگر دوپٹہ لے کر بیٹھی ہوئی ہیں، منہ ننگا ہے تو عورتوں میں تو ٹھیک ہے۔ لیکن اس لئے کہ میک اَپ کروا کر بیوٹی پارلر سے آئی ہے اور پھر جہاں میرج ہال (marriage hall) کے اندر جانا ہے تو جاتے ہوئے ہمارا میک اپ خراب نہ ہو جائے، ہمارا زیور یا جھومر لٹکے ہوئے ہیں وہ خراب نہ ہو جائیں تو یہ غلط چیز ہے۔ اس لئے پوری طرح دوپٹہ ڈھانکو اور پردہ کے ساتھ مَردوں میں سے گزرتے ہوئے ہال میں آجاؤ۔ جب پارلر سے دلہن بن کر آتی ہے تو میک اَپ کرنے کے بعد جو بھی غرارے یا جس لباس کے ساتھ بھی تیار ہوئی ہے اس کے بعد ایک چادر اوپر ڈالے، کار سے اترنے سے لے کر اس حصہ تک جہاں سے مَردوں میں سے گزرنا ہے یا جہاں تک لمبا راستہ ہے اور جب ہال کے اندر آجائے جہاں صرف عورتیں ہوں تو وہاں بیشک اتار دے اور پھر

جب اپنے دلہا کے ساتھ جاتی ہے اس وقت بھی چادر اوڑھ کے کار میں جا کر بیٹھے۔ یہ نہیں کہ مرد کھڑے ہیں اور سارے دیکھ رہے ہیں اور بیچ میں سے گزر رہی ہے اور بڑی واہ واہ ہو رہی ہے، بڑی خوبصورت دلہن بنی ہوئی ہے۔ احمدی دلہن کی خوبصورتی تو یہ ہے کہ اس کا پردہ بھی ہو۔"

(کلاس واقفاتِ نو 11/ جولائی 2012ء مسجد بیت الاسلام، کینیڈا)

اللہ تعالیٰ ہمارے ہاں خلافت کو قائم رکھے تا طبقہ نسواں کے جو حقوق خلفاء کی طرف سے گاہے بگاہے بیان ہوتے رہتے ہیں ان پر ہم عمل کرتے چلے جائیں۔



﴿45﴾ ﴿مشاہدات:82﴾

خلیفۃ المسیح کو خطوط لکھنے کی اہمیت، افادیت اور برکات

'اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا قرض جلد اُتر جائے تو خلیفۃ المسیح کی دعاؤں کو بھی شامل کر لے'

میرے آقا کی محبت ہو مری روح کی راحت
اُس کی شفقت بھری نظروں کی عطا ہو دولت

میری پیاری بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔" **خلیفۃ المسیح کو خطوط لکھنے کی اہمیت، افادیت اور برکات**"

صُحبتِ صالحین قرآنی حکموں میں سے ایک اہم بنیادی حکم ہے۔ صحابہِ رسولؐ، اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسولُ اللہ کی مجالس میں حاضر ہو کر جہاں علم و نور اور فیض حاصل کرتے تھے وہاں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دعائیں بھی لیتے اور اپنی زندگیوں کو سنوارتے تھے۔ بلکہ اپنی مشکلات، آزمائشوں اور تکالیف کا ذکر کر کے دعا کی بھی درخواست کرتے تھے۔ گویا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک بہترین ساتھی اور دوست تھے۔ ایک صحابی نے جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر قیامت کے آنے کے متعلق سوال کیا تو آپؐ نے پوچھا۔ تم نے قیامت کے لیے تیاری کیا کی ہے؟ تو صحابی نے جواب دیا کہ اللہ اور اُس کے رسول سے محبت کرتا ہوں تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ کہ آدمی اُس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اگر آپ کو کسی کے اخلاق و اطوار کو جاننا ہے تو اُس کے دوستوں کو جانچو اور پہچانو۔

آج کے دَور میں جماعتِ احمدیہ کو صحبتِ صالحین کے جو ذرائع میسّر ہیں اُن میں سب سے بہتر اور کامیاب ذریعہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی صحبت سے فیض پانا ہے یہ صحبت ایم ٹی اے کے ذریعہ خطبہ جمعہ، سوال و جواب کی محافل، ورچوئل ملاقاتوں اور دیگر Live پروگراموں میں شامل ہو کر حاصل کی جا سکتی ہے۔ ہاں ہاں! اِن میں سے ایک اہم ذریعہ ذاتی ملاقات اگر میسّر آ جائے یا خطوط، فیکسز اور ای میلز کے

ذریعہ رابطہ کر کے حضور کی خدمت میں دعاؤں کی درخواست کرنا اور اپنی و اپنی اولاد کی زندگیوں کو سنوارنا اور درست سمت میں ڈالنا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ احباب جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے اپنی قلبی کیفیت کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں:

"تمہارے لیے ایک شخص تمہارا درد رکھنے والا، تمہاری محبت رکھنے والا، تمہارے دکھ کو اپنا دکھ سمجھنے والا، تمہاری تکلیف کو اپنی تکلیف جاننے والا، تمہارے لیے خدا کے حضور دعائیں کرنے والا۔ مگر اُن کے لیے نہیں ہے۔ تمہارا اُسے فکر ہے، درد ہے اور وہ تمہارے لیے اپنے مولیٰ کے حضور تڑپتا رہتا ہے لیکن اُن کے لیے ایسا کوئی نہیں ہے۔ کسی کا اگر ایک بیمار ہو تو اس کو چین نہیں آتا۔ لیکن کیا تم ایسے انسان کی حالت کا اندازہ کر سکتے ہو جس کے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں بیمار ہوں۔"

(برکات خلافت، انوار العلوم جلد 2 صفحہ 156)

بہنو! حضرت مولوی غلام رسول راجیکیؓ نے 1919ء میں قادیان میں مکان بنانے کا ارادہ کیا لیکن حالات بہت کمزور تھے چنانچہ آپؓ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے مکان کے حوالہ سے دعا کی درخواست کی تو حضورؓ کی دعاؤں سے مکان بنانے کے غیر معمولی انتظامات ہو گئے۔ کچھ ہدیۃ اللہ تعالیٰ نے بندوبست کیا کچھ قرض حسنہ میسر آ گیا حالانکہ آپؓ کے پاس ایک دیوار کھڑی کرنے کی گنجائش نہ تھی چنانچہ اِس مکان کی تیاری میں جو قرض حسنہ لیا تھا اُس کو اُتارنے کی فکر آپؓ کو دامن گیر رہتی۔ چنانچہ رمضان المبارک آ گیا اور آپؓ نے تہیہ کیا کہ قرض کو اُتارنے کے لئے اِن ایام میں خاص دعائیں کروں گا لیکن اِس بار اِس پریشانی کا آپؓ، حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے ذکر نہ کر سکے چنانچہ آپؓ فرماتے ہیں "اِس رمضان میں بھی جب مَیں نے خاص توجہ سے گراں بار قرض کے اُترنے کے لئے دعا کی اور دعا کرتے ہوئے آٹھواں دن ہوا تو اللہ تعالیٰ کی قدوس ذات میرے ساتھ ہمکلام ہوئی اور اس پیارے اور محبوب مولیٰ نے مجھ سے ان الفاظ میں کلام فرمایا "**اگر تُو چاہتا ہے کہ تیرا قرض جلد اُتر جائے تو خلیفۃ المسیح کی دعاؤں کو بھی شامل کر لے**"

(حیات قدسی صفحہ 267-268)

حضرت مولانا غلام رسول راجیکیؓ خود جماعتِ احمدیہ میں مستجابُ الدّعوات وجود تھے۔ آپؓ کھڑے کھڑے دعا کر کے نتیجے سے بھی دعا کروانے والے کو مطلع کر دیا کرتے تھے لیکن اِس کے باوجود کہ آپ خدا کے بہت پیارے وجود تھے پھر بھی اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کو خلیفۃ المسیح کی دعا کو بھی شامل کرنے کی ہدایت دے رہا ہے اور اِس میں ہم سب احمدیوں کے لئے اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام ہے کہ **اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری دعائیں جلد اور زیادہ قبول ہوں تو خلیفۃ المسیح کو دعا کے لئے ضرور لکھا کرو۔**

اِس اہم نکتہ کو ہمارے ایک مربّی مکرم عدنان اشرف ورک نے اپنی ایک تحریر میں بطور ایک مثال کے یوں بیان کیا ہے کہ اِس پوری دنیا میں خدا تعالیٰ کا سب سے پیارا وجود حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ ہیں جس کی دعائیں سب سے زیادہ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیت کا درجہ پاتی ہیں۔ اِس بات کو اگر مثال سے سمجھایا جائے تو یوں سمجھ لیں کہ ہماری دعا سادہ پانی کی طرح ہے اور خلیفۃ المسیح کی دعا میٹھے شربت کی طرح۔ اگر ہم اپنے سادے پانی میں میٹھا شربت ملا لیں تو ہمارا سادہ پانی بھی میٹھا شربت بن جائے گا اور یہ وہ نقطہ ہے جو خود خدا تعالیٰ کی ذات نے ہمیں بتایا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کو جب بھی کوئی بذریعہ خط یا زبانی دعا کے لئے لکھتا یا کہتا تو آپؑ اُسے یہی نصیحت کرتے کہ دعا کے لئے بار بار یاد دلاتے رہیں چنانچہ حضرت بھائی عبد الرحمان قادیانیؓ فرماتے ہیں "ہم لوگ اکثر لکھتے اور عرض کرتے رہا کرتے تھے اور بعض اصحاب ضرورت و حاجت اکثر روزانہ اور متواتر ہفتوں بھی حضرت کے حضور دعاؤں کی درخواستیں بھیجا کرتے تھے۔ حضور کی مجلس کے دوران بھی کبھی کبھی احباب التجاء دعا کیا کرتے جس کے جواب میں عموماً حضورؑ فرمایا کرتے تھے۔ **ان شاءاللہ دعا کروں گا یاد دلاتے رہیں**"

(سیرت المہدی جلد دوم صفحہ 366)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"مرید و مرشد کے تعلقات ایسے ہوتے ہیں کہ ماں باپ اولاد کو اتنا عزیز نہیں سمجھتے جتنا مرشد مرید کو جانتا ہے"

نیز فرمایا:

"پس میں نے اپنے دوستوں کے لئے یہ اصول کر رکھا ہے کہ خواہ وہ یاد دلائیں یا نہ دلائیں کوئی امر خطر پیش کریں یا نہ کریں ان کی دینی اور دنیوی بھلائی کے لئے دعا کی جاتی ہے"

(ملفوظات جلد اول صفحہ 89)

اس لئے پیارے آقا کو کثرت سے دعا کے لئے خط لکھنے چاہئیں کہ پیارے آقا کی یادداشت میں ہمارا نام محفوظ ہو جائے۔ ورچوئل ملاقاتوں میں ہم نے اکثر دیکھا کہ جب حضور کو کثرت سے خطوط لکھنے والے کسی خادِم، طفل یا ناصرہ نے اپنا تعارف حضور سے کروایا تو حضور نے فرمایا آپ وہی ہیں جو کثرت سے خطوط لکھتے ہیں یا آپ نے اپنا فلاں مسئلہ لکھا تھا اُس کا کیا بنا؟ اور حضور نے ایک موقع پر اپنے نام خطوط کو "یہ میرے دل ہیں" قرار دیا۔

چاہت کا جب مزا ہے کہ وہ بھی ہوں بے قرار
دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی

سامعات! جماعتِ احمدیہ میں خلیفۂ وقت کا وجود ایک ایسا درد مند اور دعا گو مبارک وجود ہے جو ہر ہمّ و غم میں ہم سب کا سہارا اور ہر خوشی میں ہمارے ساتھ برابر شریک ہوتا ہے۔ یہ کیفیت دنیاوی راہنماؤں میں کہاں نظر آتی ہے لیکن ہمارے پاس ہر وقت ایک شفیق باپ موجود ہے۔ یہ ایسی نعمت ہے جو آج سوائے جماعت احمدیہ کے دنیا کے کسی اور نظام میں لوگوں کو میسّر نہیں۔

میری بہنو! اِس کا عملی ثبوت یا نمونہ کہہ لیں حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے زمانے کا پیش کرتی ہوں۔

چودھری حاکم دین صاحب کی بیوی، پہلے بچے کی ولادت کے وقت بہت تکلیف میں تھی۔ اس کربناک حالت میں رات کے بارہ بجے وہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر حاضر ہو کر دروازہ پر دستک دی اور بیوی کی زچگی کی تکلیف کا ذکر کر کے دعا کی درخواست کی۔ حضورؓ فوراً نے اندر گھر سے ایک کھجور لے کر اُس پر دعا کر کے انہیں دی اور فرمایا: **"یہ اپنی بیوی کو کھلا دیں اور جب بچہ پیدا ہو جائے تو مجھے بھی اطلاع دیں۔"**

چودھری حاکم دین صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں واپس آیا کھجور بیوی کو کھلا دی اور تھوڑی ہی دیر میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بچی کی ولادت ہوئی۔ رات چونکہ بہت دیر ہو چکی تھی میں نے خیال کیا کہ اتنی رات گئے دوبارہ حضور کو اِس اطلاع کے لیے جگانا مناسب نہیں۔ نماز فجر میں حاضر ہو کر میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کھجور کھلانے کے بعد بچی پیدا ہو گئی تھی۔

اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے فرمایا: **"میاں حاکم دین! تم نے اپنی بیوی کو کھجور کھلا دی اور تمہاری بچی پیدا ہو گئی اور پھر تم اور تمہاری بیوی آرام سے سو گئے۔ مجھے بھی اطلاع کر دیتے تو مَیں بھی آرام سے سو رہتا۔ مَیں تو ساری رات جاگتا رہا اور تمہاری بیوی کے لئے دعا کرتا رہا"!**

چودھری حاکم دین صاحب نے یہ سُن کر بے اختیار رو پڑے اور کہنے لگے: **"کہاں چپڑاسی حاکم دین اور کہاں نورالدین اعظم۔"**

(اصحاب احمد جلد 8 صفحہ 71-72)

سامعات! خلفائے کرام کے اپنے چاہنے والوں سے محبت و اکرام کے ایسے ارشادات تاریخ احمدیت نے محفوظ کر رکھے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک ارشاد پیش کرتی ہوں جس میں آپ نے اپنی قلبی کیفیات اور دعاؤں کا تذکرہ ایک دلگداز رنگ میں یوں کیا ہے۔ فرمایا:

"مَیں آپ میں سے آپ کی طرح کا ہی ایک انسان ہوں اور آپ میں سے ہر ایک کے لئے اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اتنا پیار پیدا کیا ہے کہ آپ لوگ اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ بعض دفعہ سجدہ میں مَیں جماعت کے لئے اور جماعت کے افراد کے لئے یوں دعا کرتا ہوں کہ اے خدا! جن لوگوں نے مجھے خطوط لکھے، اُنہیں اُن کی مرادیں پوری کر دے۔ **اے خدا! جو مجھے خط لکھنا چاہتے تھے لیکن کسی سستی کی وجہ سے نہیں لکھ سکے اُن کی مرادیں بھی پوری کر دے اور اے خدا! جنہوں نے مجھے خط نہیں لکھا اور نہ انہیں خیال آیا ہے کہ دعا کے لئے خط لکھیں اگر اُنہیں کوئی تکلیف ہے یا اُن کی کوئی حاجت اور ضرورت ہے تو اُن کی تکالیف کو بھی دور کر دے اور حاجتیں بھی پوری کر دے۔"**

(روزنامہ الفضل ربوہ 21/ دسمبر 1966ء)

آپ ہی کے دَور میں 1975ء میں جلسہ سالانہ کے موقع پر جب مہمانوں کے ٹھہرانے کے لیے حکومت نے تعلیمی ادارے دینے سے انکار کر دیا۔ تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ **"اگر مہمان باہر کھلے آسمان کے نیچے سوئیں گے تو مَیں بھی کھلے آسمان کے نیچے سوؤں گا۔"**

سامعات! مکرم مولانا عطاء المجیب راشد امام مسجد لندن، حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی اپنے مریدوں سے لازوال محبت کے ذکر میں کینیڈا کے ایک پروفیسر ڈاکٹر Gultieri کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ پروفیسر صاحب، حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ سے ملاقات سے پہلے مجھ بھی ملنے آئے اور مَیں نے بطورِ تعارف حضورؒ کی ذات کے حوالے سے چند باتیں اپنے انداز میں کیں۔ بعد ازاں وہ حضور رحمہ اللہ سے ملاقات کرنے چلے گئے۔ واپس آئے تو انہوں نے اظہار کیا کہ ملاقات کے لیے جاتے وقت مَیں آپ کی باتوں سے یہ تاثر لے کر گیا تھا کہ احباب جماعت اپنے خلیفہ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ وہاں جو باتیں ہوئیں ان کے بعد میں یہ کہوں گا کہ احباب جماعت کی اپنے خلیفہ سے محبت اپنی جگہ، لیکن میں اِس یقین سے واپس لوٹا ہوں کہ جماعت کا خلیفہ اپنی جماعت کے افراد سے اِن سے بھی زیادہ محبت رکھتا ہے۔ کیا سچی اور برحق بات اس پروفیسر نے کہی۔ ماں سے زیادہ محبت کرنے والا اور دن رات ان کو دعاؤں پر دعائیں دینے والا، ان کے غم میں گھلنے والا اور ان کی خوشیوں میں پوری طرح شامل وجود کسی نے دیکھنا ہو تو خلیفۂ وقت کے وجود میں نظر آتا ہے! عالَم احمدیت سے باہر یہ نعمت آج کسی اور کو نصیب نہیں۔

جل رہا ہے سارا عالَم دھوپ میں بے سائباں
شکرِ مولیٰ کہ ہمیں یہ سایہ رحمت ملا

عزیز بہنو! آج ہم حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی عاطفت کے سائبان تلے اُسی کے حِصار میں اپنے اللہ کی نعمتوں اور افضال سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے دل میں احمدیوں کے لیے جو محبت والفت کی کیفیت اور ان کے لیے دن رات ایک خاص تڑپ سے دعائیں کرنے کی جو کیفیت موجزن رہتی ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے آپ ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”کون سا ڈکٹیٹر ہے جو اپنے ملک کی رعایا سے ذاتی تعلق بھی رکھتا ہو۔ خلیفۂ وقت کا تو دنیا میں پھیلے ہوئے ہر قوم اور ہر نسل کے احمدی سے ذاتی تعلق ہے۔ **ان کے ذاتی خطوط آتے ہیں جن میں ان کے ذاتی معاملات کا ذکر ہوتا ہے۔ ان روزانہ کے خطوط کو ہی اگر دیکھیں تو دنیا والوں کے لئے ایک یہ ناقابلِ یقین بات ہے۔ یہ خلافت ہی ہے جو دنیا میں بسنے والے ہر احمدی کی تکلیف پر توجہ دیتی ہے۔ ان کے لئے خلیفۂ وقت دعا کرتا ہے۔**

کون سا دنیاوی لیڈر ہے جو بیماروں کے لئے دعائیں بھی کرتا ہو۔ کون سا لیڈر ہے جو اپنی قوم کی بچیوں کے رشتوں کے لئے بے چین اور ان کے لئے دعا کرتا ہو۔ کون سا لیڈر ہے جس کو بچوں کی تعلیم کی فکر ہو۔ حکومت بیشک تعلیمی ادارے بھی کھولتی ہے۔ صحت کے ادارے بھی کھولتی ہے۔ تعلیم تو مہیا کرتی ہے لیکن بچوں کی تعلیم جو اس دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں ان کی فکر صرف آج خلیفۂ وقت کو ہے۔ جماعت احمدیہ کے افراد ہی وہ خوش قسمت ہیں جن کی فکر خلیفۂ وقت کو رہتی ہے کہ وہ تعلیم حاصل کریں۔ ان کی صحت کی فکر خلیفۂ وقت کو رہتی ہے۔ رشتے کے مسائل ہیں۔ غرض کہ کوئی مسئلہ بھی دنیا میں پھیلے ہوئے احمدیوں کا چاہے وہ ذاتی ہو یا جماعتی ایسا نہیں جس پر خلیفۂ وقت کی نظر نہ ہو اور اس کے حل کے لئے وہ عملی کوشش کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتا نہ ہو۔ اس سے دعائیں نہ مانگتا ہو۔

مَیں نے ایک خاکہ کھینچا ہے بے شمار کاموں کا جو خلیفہ وقت کے سپرد خدا تعالیٰ نے کئے ہیں اور انہیں اس نے کرنا ہے۔ **دنیا کا کوئی ملک نہیں جہاں رات سونے سے پہلے چشمِ تصور میں مَیں نہ پہنچتا ہوں اور ان کے لئے سوتے وقت بھی اور جاگتے وقت بھی دعا نہ ہو۔ یہ مَیں باتیں اس لئے نہیں بتا رہا کہ کوئی احسان ہے۔ یہ میرا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ اس سے بڑھ کر مَیں فرض ادا کرنے والا بنوں۔ کہنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ خلافت اور دنیاوی لیڈروں کا موازنہ ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ ویسے ہی غلط ہے۔ بعض دفعہ دنیاوی لیڈروں سے باتوں میں جب مَیں صرف ان کو روزانہ کی ڈاک کا ہی ذکر کرتا ہوں کہ اتنے خطوط**

مَیں دیکھتا ہوں لوگوں کے ذاتی بھی اور دفتری بھی تو حیران ہوتے ہیں کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ پس کسی موازنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 6؍جون 2014ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:

"پس اگر چاہو اور خدا تعالیٰ کا فضل تمہارے حال ہو تو یوں سمجھ سکتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے تمہیں ایسا شخص دیا جو تمہارے لئے ایک دردمند دل رکھتا ہے اور تڑپ تڑپ کر دعائیں کرتا ہے"

(خطابات نور)

وہ جو دیتا ہے تمہیں ہر دم دعا
رات دن تم بھی دعا دیتے رہو

میری معزز بہنو! لوگ اکثر سوال کرتے ہیں کہ حضور کو خط کیسے لکھیں، مخاطب کیسے کریں اِس سلسلہ میں بھی خلفاء نے رہنمائی کر رکھی ہے۔ حقیقت میں انسان اپنے جذبات کو خط میں قلمبند کر رہا ہوتا ہے اِس لئے اِس میں کسی تصنّع کی ضرورت نہیں سادہ سے الفاظ میں اپنے دل کو کھول کر خلیفۃ المسیح کے سامنے رکھ دیں۔ صدقہ دیں اور اللہ کے حضور خود بھی قبولیت کے لئے دعا کریں۔ کیونکہ یہ بسا اوقات دیکھا گیا ہے کہ صدقِ نیّت سے لکھا ہو خط بار گاہِ الٰہی میں اُسی وقت درجۂ قبولیت پا جاتا ہے جب ابھی لکھا تھا اور پوسٹ بھی نہیں ہوا تھا۔

خلیفۃ المسیح کو خط لکھتے ہوئے بعض باتوں کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ اس کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اپنے خطوط میں "دعا فرمائیں" کا محاورہ استعمال نہ کیا کریں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو رسول کریمؐ سے اتنا عشق تھا کہ اُس کی مثال نظر نہیں آتی مگر کسی ایک جگہ بھی آپ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ نہیں فرمایا کہ آپ نے دعا فرمائی اور آپ لوگ مجھے دعا کے لئے لکھتے ہیں تو غلطی سے دعا فرمائیں کا محاورہ لکھ دیتے ہیں جس سے مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ میں کون ہوں جو خدا کے حضور کوئی دعا فرما سکوں میرا تو محض عرض کرنا کام ہے۔ پھر بعض لوگ یوں بھی لکھ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور

آپ کی دعاؤں سے مسئلہ حل ہو گیا۔ یہ بھی شرکیہ کلمات ہیں۔ اللہ کے فضل کے ساتھ میری دعاؤں کو ملانا ہرگز مناسب نہیں۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ کی دعاؤں سے اللہ کا فضل نازل ہوا۔ یا اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاؤں کو قبول فرمایا اور اپنا فضل نازل فرمایا۔ ایک صحابی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا۔ **مَاشَاءَ اللّٰہُ وَمَا شِئْتَ** کہ یارسول اللہ! فلاں بات ایسے ہی ہو گئی جیسے اللہ نے چاہا اور آپ نے چاہا۔اِس پر آپؐ نے فرمایا **اَجَعَلْتَنِیْ لِلّٰہِ نِدًّا** کہ کیا تم نے خدا تعالیٰ کے مقابل پر مجھے شریک بنالیا ہے؟"

خط لکھنے سے خلیفۃ المسیح سے تعلق قائم ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ خط سے نصف ملاقات ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ اہم سوال ہے کہ ہمیں خط کس طرح لکھنا چاہیے؟ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک ملاقات میں فرمایا:

"ٹھیک ہے ایک دو صفحے کے خط لکھو مہینہ میں یا ایک یا دو خط لکھو تعلق قائم ہو جائے گا کہانیاں لمبی لکھنے کی بجائے کام کی بات لکھنی چاہیئے۔ مختصر خط لکھنا چاہئے مَیں تو ہمیشہ جماعتی طور پر بھی، ذاتی طور پر بھی جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو یا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو خط لکھا کرتا تھا تو پہلے سوچتا تھا کہ کیا مضمون ہے اور پھر سوچتا تھا کہ چار پانچ لائینوں سے زیادہ خط نہیں ہونا چاہئے تاکہ اس کی نظروں کے سامنے آجائیں اور سارے پوائنٹس سامنے آجائیں۔ تین صفحے کے خط لکھو گے تو میری ڈاک کی ٹیم کو چلا جائے گا وہ خلاصہ ایک لائین کا بنا کے مجھے دے دیں گے۔ ہو سکتا ہے کہ اسکا جو خلاصہ وہ بنائیں اُس میں وہ پوائنٹ نہ نکال سکیں جس کو تم High Light کرنا چاہتے ہو اس لئے مختصر بات کرنی چاہئے اور جامعہ کے طلباء کو تو ضرور لکھنا چاہئے اور مربیان کو بھی۔"

اسی طرح ناصرات الاحمدیہ جرمنی کی ورچوئل ملاقات میں ایک بچی کے سوال کے جواب میں حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ

"مختصر خط ہو اگر پوائنٹس وائز لکھ دیں نمبر 1۔ نمبر 2 تو پڑھنے میں آسانی ہوتی ہے۔"

ایک ملاقات میں حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا:

”مجھے یہ تعارف ہونا چاہیے کہ آپ کون ہیں؟ آپ کو مجھے باقاعدگی سے لکھنا چاہیے اور کسی وقت کوئی اچھا لطیفہ بھی بھجوادیا کریں یا اچھی تحریر بھی۔ یوں مجھے یاد رہے گا کہ آپ وہ ہو جس نے مجھے یہ لکھا تھا۔ اگر آپ کو پسند ہو تو اپنے خط پر اپنی تصویر بھی بھجوادیا کرو۔“

(ملاقات: 2 نومبر 2021ء)

خلفاء کی محبت جماعت سے ایسی ہے جس کو ماپنے کا کوئی آلہ نہیں۔ یہ ایک وسیع سمندر بے کنار ہے۔ جب جماعت کے خطوط ہمارے پیارے امام کے پاس پہنچتے ہیں تو حضور کی کیا کیفیت ہوتی ہے۔ اس کو بیان کرتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

”جب بھی مجھے کوئی دعائیہ خط موصول ہوتا ہے تو مَیں اُسی وقت اُس کے لیے دعا کرتا ہوں جب مَیں وہ خط پڑھ رہا ہوتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اُن کو اپنے فضلوں اور رحمتوں سے نوازے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے بھی فرمایا ہے کہ جب بھی آپ کو ایسے دعائیہ خطوط ملتے تھے تو آپ ایک ایک کر کے خط پڑھتے جاتے اور ساتھ ساتھ دعا کرتے جاتے تھے۔

پھر جب مَیں سجدہ کرتا ہوں تو مَیں لوگوں کے لیے دعا کرتا ہوں اور کئی ایسی باتوں کے بارے میں سوچتا ہوں جن کے لیے بہت بڑی تعداد میں لوگوں نے اپنے خطوط میں مجھے دعا کے لیے کہا ہوتا ہے۔ کچھ لوگ بیمار ہوتے ہیں، کچھ کے مالی مسائل ہوتے ہیں، پھر میاں بیوی کے مسائل ہوتے ہیں اور دیگر مسائل جن کا لوگوں کو سامنا ہے اور مَیں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اُن سب مسائل کو حل کرے اور اُن لوگوں کی مشکلات دور کرے۔ مَیں اُن لوگوں کے لیے بھی دعا کرتا ہوں جو مجھے خط نہیں لکھتے اور پوری جماعت کے لیے بھی دعا کرتا ہوں۔ اپنے سجدوں، نوافل اور تہجد میں مَیں سب لوگوں کے لیے دعا کرتا ہوں۔ رات کو سونے سے پہلے جب میں قُل یا آیتُ الکرسی پڑھتا ہوں اور پھونکتا ہوں تو مَیں اللہ سے دنیا بھر کے احمدیوں کے لیے دعا کرتا ہوں کہ اللہ اُن پر فضل فرمائے اور اُن پر رحم کرے۔ بالکل ویسے ہی جس طرح والدین

سونے سے پہلے اپنے بچوں پر دعائیں پڑھ کر پھونکتے ہیں۔ جب مَیں سونے سے پہلے یہ دعائیں پڑھتا ہوں تو ساری جماعت پر پھونکتا ہوں جو میرے بچوں کی طرح ہیں۔“

(الفضل انٹر نیشنل 21/ مئی 2021ء صفحہ 23)

اک دکھ کا سمندر نظر آتی ہے یہ دنیا
اک شخص مگر اس میں جزیرے کی طرح ہے

جماعت کے مشہور اخبار نویس و شاعر ثاقب زیری صاحب کا واقعہ ہے کہ ان کی والدہ بیمار ہوئیں اور سخت تشویش کی صورت پیدا ہوئی انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی خدمت میں عریضہ لکھا۔ لیکن پھر پھاڑ دیا کہ حضور انگلستان میں پریشان ہوں گے۔ اگلے دن پھر یہی صورت ہوئی پھر عریضہ لکھ کر پھاڑ دیا۔ مگر جماعت سے محبت کرنے والے مہربان آقا کو اللہ تعالیٰ نے صورت حال سے آگاہ کر دیا اور حضور کا خط والدہ کی طبیعت کے استفسار پر زیروی صاحب کو موصول ہوا۔ انہوں نے حضور کو والدہ کی بہتر صحت کی اطلاع کے ساتھ لکھا کہ **حضور! یہ تو سنا تھا کہ خط لکھا، پوسٹ کیا اور ملنے سے قبل مسئلہ حل ہو گیا لیکن یہاں تو خط پوسٹ بھی نہیں ہوا اور حضور نے دعا بھی کر دی۔**

یہ واقعہ بھی خلفاء کی جماعت سے بے انتہا محبت کو ظاہر کرتا ہے۔ لیکن اِس محبت کے حصول کے لئے خلفاء سے تعلق از حد ضروری ہے۔ پس مندرجہ بالا سلیقوں اور طریقوں کو مد نظر رکھ کر خلیفۃ المسیح کو خطوط لکھنے چاہییں تا کہ ہم ان برکات کو حاصل کر سکیں جو خلافت سے وابستہ ہیں۔ اللہ ہمیں اِس کی توفیق دے۔ آمین

وہ جس پہ رات ستارے لئے اُترتی ہے
وہ ایک شخص دعا ہی دعا ہمارے لئے
دیئے جلائے ہوئے ساتھ ساتھ رہتی ہے
تمہاری یاد تمہاری دعا ہمارے لئے



﴿46﴾ ﴿مشاہدات:120﴾

صحابیات رسولؐ کے صدق ووفا کی داستانیں

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (النحل:98)

ترجمہ: مرد یا عورت میں سے جو بھی نیکیاں بجالائے بشرطیکہ وہ مومن ہو تو اُسے ہم یقیناً ایک حیاتِ طیّبہ کی صورت میں زندہ کردیں گے اور انہیں ضرور اُن کا اجر اُن کے بہترین اعمال کے مطابق دیں گے جو وہ کرتے رہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

قرآن کریم سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ مذہب کی تاریخ میں عورت کا بڑا مقام ہے اور عورت کے قابل تعریف کاموں کی اللہ تعالیٰ نے گواہی دی ہے اور بیان فرمایا ہے اور انہی قابل تعریف اور اہم کاموں کی وجہ سے عورت کو ان انعامات میں حصہ دار بنایا گیا ہے جن کاموں کی وجہ سے مرد اس کے اجر کے حقدار ٹھہرائے گئے ہیں یا نوازے گئے ہیں۔

(خطاب مستورات بر موقع جلسہ سالانہ جرمنی 2018ء)

میری معزز بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **"صحابیات رسولؐ کے صدق ووفا کی داستانیں"**

اگر ہم قرون اولیٰ کی عورتوں پر نظر دوڑائیں تو کہیں ہمیں حضرت ہاجرہؓ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے کہ خدا تعالیٰ ہمیں کبھی ضائع نہیں کرے گا اپنے بیٹے کی قربانی کرتی نظر آتی ہیں، کہیں حضرت موسیٰؑ کی والدہ اپنے جگر گوشے کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر دریا میں پھینک دیتی ہیں، تو کہیں حضرت مریمؑ کا وسعتِ حوصلہ ہے کہ اُن کو ستایا جاتا ہے، اُن کے سامنے اُن کے بیٹے کو اذیتیں دی جاتیں ہیں۔ قرآن نے ان سب عورتوں کی قربانیوں اور اپنے انبیاء کے ساتھ صدق ووفا کو محفوظ کیا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی

صحابہ کے شانہ بشانہ صحابیات نے قربانیوں اور صدق و وفا کی اعلیٰ مثالیں قائم کی ہیں اِن میں قربانی کا جذبہ مَردوں سے کسی طرح بھی کم نہ تھا۔ اوراقِ تاریخ نے ان کی قربانیوں کی داستانوں کو محفوظ کیا ہے۔

ایک عورت رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ مرد ہم سے زیادہ خدا تعالیٰ کے مقرّب ہیں کہ وہ جہاد میں شامل ہوں اور ہم نہ ہوں۔ آپؐ نے فرمایا ٹھیک ہے تم بھی شامل ہو جاؤ۔ آپؐ نے اس کو انکار نہیں کیا۔ چنانچہ جب وہ شامل ہوئیں اور اُس جنگ میں مسلمانوں کی فتح ہوئی تو باوجود صحابہؓ کے یہ کہنے کے کہ اُس نے تو جنگ میں اتنا حصہ نہیں لیا جتنا ہم نے لیا ہے اور ہم لڑے ہیں اس لئے اس کو مال غنیمت میں حصہ دینے کی ضرورت نہیں ہے تو آپؐ نے فرمایا نہیں! اس کو بھی مالِ غنیمت سے حصہ دیا جائے گا۔ پھر اس کے بعد یہ طریق بن گیا کہ مرد جب جہاد پر جائیں تو مرہم پٹی وغیرہ کے لئے عورتیں بھی ساتھ جائیں۔ غرض کہ عورتوں نے باہر نکل کر جہاد بھی کیا اور تمام خطرات کے باوجود مردوں کے ساتھ متفرق ذمہ داریاں ادا کرنے کے لئے جہاد میں جاتی بھی تھیں۔ بلکہ یہ بھی روایات میں آتا ہے کہ فنونِ جنگ کی بھی انہوں نے تربیت حاصل کی۔

(ماخوذ از قرونِ اولیٰ کی نامور خواتین اور صحابیات کے ایمان افروز واقعات، انوار العلوم جلد 21 صفحہ 617-618)

میری معزز بہنو! صحابیاتِ رسولؐ کی قربانیوں اور صدق و وفا کی داستانیں ایک طویل سلسلہ ہے۔ چند منٹ کی ایک تقریر میں اِن تمام کا تذکرہ بہت مشکل امر ہے۔ آج چند ایک صحابیات کی قربانیوں کا ذکر کرنا مقصود ہے، جنہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ وفاداری، عقیدت و محبت کی حیرت انگیز نظیریں قائم کیں۔ دین کے لیے قربانیاں پیش کیں، تکالیف برداشت کیں اور محاذِ جنگ پر مختلف خدمات سر انجام دیں۔

اپنے آباء اجداد کا مذہب چھوڑ کر رضائے الٰہی کی خاطر دینِ اسلام میں شامل ہونا جبکہ آنکھوں کے سامنے کفارِ مکہ کے مظالم بھی تھے بجائے خود ایک بہت بڑی قربانی ہے جس کے ذیل میں ایک ایک صحابیہ کا نام لکھا جا سکتا ہے۔ اِس کے ساتھ ساتھ ہجرتِ حبشہ اور ہجرتِ مدینہ میں شامل ہونے والی ساری صحابیات جن کو صرف لقائے الٰہی کی خاطر وطن اور گھر بار کو خیر باد کہنا پڑا بھی اس میں شامل ہیں۔

میری معزز بہنو! سب سے پہلے اپنی محترم ماں کا ذکر ہے جن کو ہر قسم کی قربانی میں اولیت کا مقام حاصل ہے۔

ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ

چالیس سال کی عمر میں آنحضورؐ سے شادی ہوئی۔ اپنے آباؤ اجداد سے ورثے میں پایا ہوا سارا سرمایہ جسے خود محنت کر کے بڑھایا تھا نبی کریم ﷺ کے قدموں میں ڈھیر کر دیا کیونکہ آپؓ کے دل نے حق الیقین کے ساتھ یہ گواہی دی تھی کہ میرا ساتھی قابلِ اعتماد اور مخلص ہے۔ یہ بہت بڑی قربانی تھی۔ اس سرمائے نے اسلام کی مضبوطی میں اہم کردار ادا کیا۔ دنیا نے آنحضور ﷺ کے حسین کردار کا یہ رخ دیکھا کہ آپؐ کو دولت کی کوئی لالچ نہیں اور وہ غربا و مساکین کے ہمدرد رہیں۔ غلاموں کو آزاد کرنے سے آپؐ کے انسانی حقوق کی پاسداری کا جذبہ عیاں ہوا۔ ایک خاتون کی قربانی بہت رنگ لائی جس کی تصدیق خود رسول اللہ ﷺ نے فرمائی آپؐ کا ایک قول شاہد ہے فرمایا: خدیجہؓ نے اُس وقت اپنے مال سے میری مدد کی جب باقی لوگوں کو اس کی توفیق نہیں ملی۔

(مسند احمد جلد6 صفحہ 118)

اپنے شوہر کا عبادت میں شغف دیکھا تو حارج نہیں ہوئیں بلکہ معاون ہو کر دل و جان سے خدمت میں لگ گئیں۔ غار حرا کی تنہائی میں عبادت کے زمانے میں آپؓ کم و بیش پچپن سال کی ہوں گی۔ خود آپؐ کے لئے کھانا تیار کر کے دیتیں اور کبھی زیادہ دن بھی ہو جاتے تو خود کھانا لے کر غارِ حرا میں جاتیں، غارِ حرا کے سنگلاخ رستے اور بلندی کو ذہن میں رکھ کر اس عظیم خاتون کی قربانی کا اندازہ لگایئے۔ یہ اتنا بڑا کام تھا کہ خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے بھی تحسین کا پیغام آیا۔ حضرت جبرائیلؑ تشریف لائے اور فرمایا:

"یا رسول اللہ! یہ حضرت خدیجہؓ ایک برتن لئے آرہی ہیں جس میں سالن کھانا یا پینے کی کوئی چیز ہے جب یہ آپ کے پاس آجائیں تو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور میری طرف سے سلام کہئے اور جنت میں موتیوں کے محل کی بشارت دیجئے جس میں کوئی شور و شغب یا تھکان نہ ہو گی۔"

(صحیح مسلم کتاب الفضائل الصحابہ باب فضل خدیجہؓ)

جب آنحضور ﷺ کو منصبِ نبوت عطا ہوا اُس وقت دونوں کی رفاقت کو پندرہ سال ہو گئے تھے۔ فکری ہم آہنگی دیکھئے کہ اِس اولوالعزم خاتون نے تائید کر کے ایسا جملہ کہا جو آپؐ کے اسوہ حسنہ کا آئینہ دار بنا۔ "اللہ تعالیٰ کبھی آپؐ کو رسوا نہیں کرے گا کیونکہ آپؐ رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک کرتے اور سچی

بات کہتے ہیں۔ آپؐ لوگوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں اور مہمان نوازی کرتے ہیں اور مصائب میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ ایسے اخلاقِ فاضلہ رکھنے والے انسان کو کیا خطرہ ہو سکتا ہے۔"

(بخاری کتاب بدء الوحی)

اسلام اور بانی اسلام کی مخالفت کا زور وشور آپؓ نے دیکھا۔ 7 نبوی میں قریش نے اسلام کی تباہی کے لئے جب یہ تدبیر سوچی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپؐ کے خاندان کو شعِبِ ابی طالب میں محصور کیا جائے۔ ان محصورین میں محمدؐ کے ساتھ حضرت خدیجہؓ بھی شامل تھیں۔ تین سال کا یہ عرصہ مسلسل قربانیوں میں گزرا۔ کھلے آسمان تلے بھوک، پیاس، موسم کی شدتیں، عزیزوں سے جدائی اور بہت کچھ سہا۔ مگر رسولِ خداؐ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ کس قدر خوش قسمت خاتون تھیں جن کے بارے میں آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"واقعہ یہ ہے کہ خدیجہؓ سے بہتر کوئی نہیں ہو سکتا۔ وہ مجھ پر اُس وقت ایمان لائی تھی جب ساری دنیا میرا انکار کر رہی تھی اور اُس نے اس وقت میری تصدیق کی جب ساری دنیا مجھے جھٹلا رہی تھی اور اُس وقت اس نے اپنے مال کے ساتھ میری ہمدردی اور خیر خواہی کی جب تمام لوگ مجھے چھوڑ چکے تھے۔ اے عائشہ! میں کیا کروں خدیجہؓ کی محبت تو مجھے پلا دی گئی ہے اور میرے دل میں بٹھا دی گئی ہے۔"

(مسلم کتاب الفضائل باب فضل خدیجہؓ)

ام المؤمنین حضرت سودہؓ بنت زمعہ

حضرت سودہؓ کا شمار ابتدائی اسلام قبول کرنے والوں میں ہوتا تھا۔ ہجرت حبشہ میں شامل تھیں۔ دین کی خاطر وطن چھوڑنے کی قربانی کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپؓ پچاس سال کی بیوہ اور چار پانچ بچوں کی ماں تھیں جب رسول اللہ ﷺ کی طرف سے شادی کا پیغام ملا تو عرض کیا مجھے نکاح میں کوئی روک نہیں کیونکہ آپؐ مجھے سب دنیا سے زیادہ عزیز ہیں مگر مجھے آپؐ کا احترام پیشِ نظر ہے کہ کہیں بچوں کی وجہ سے حضورؐ کو تکلیف نہ ہو۔ آپؐ کی طرف سے بڑا حوصلہ افزا جواب ملا۔ فرمایا اس کے علاوہ تو کوئی بات نہیں۔ قریش کی نیک عورتیں بچوں کی کم سنی میں نہایت شفقت کرنے والی اور اپنے شوہر کے مال و متاع کا خیال رکھنے والی ہوتی ہیں۔ یہ حسنِ ظنی دعا بن کر لگی اور آپؓ نے واقعی اپنے بچوں کے ساتھ حضرت خدیجہؓ کے بطن سے

چار بیٹیوں کی ذمہ داری باحسن طریق نبھائی۔ گھر کو خوبی سے سنبھالا۔ اس شادی کے تین سال بعد رسول اللہ ﷺ نے متعدد شادیاں کیں لیکن آپؓ نے تدبر سے کام لیا اور اچھے سلوک سے سب کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ اس طرح جذبات کی قربانی دے کر گھر کا سکون بحال رکھا۔ ایک اور بہت بڑی قربانی دیکھئے آخری عمر میں اپنی باری کا دن حضرت عائشہؓ کو دے دیا۔ اس میں آنحضورؐ کی سہولت اور خوشنودی منظور تھی۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ

آپؓ کو 8 سال کا عرصہ رفاقت حضرت محمدؐ میسر آیا۔ آنحضور ﷺ سے جو تعلیم و تربیت حاصل کی اس کا حق ادا کیا۔ اپنی ساری عمر دوسروں کی درس و تدریس اور اصلاح و تربیت میں گزاری۔ دنیا اور اس کے مال و دولت سے بے رغبتی اور مالی قربانی کی کئی مثالیں ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے ایک دفعہ آپؓ کو دو تھیلے اشرفیوں کے بھجوائے جن میں ایک لاکھ اسّی ہزار درہم تھے۔ حضرت عائشہؓ اُس دن روزے سے تھیں۔ آپ ان کو تقسیم کرنے بیٹھ گئیں اور اُس وقت تک اپنی جگہ سے نہ اٹھیں جب تک سارے درہم تقسیم نہیں ہوگئے۔ افطاری کے وقت آپ کی لونڈی کہنے لگیں۔ اے ام المؤمنین! ایک درہم اپنے لئے بھی رکھ لیتیں اس سے گوشت خرید کر افطاری کر لیتیں۔ فرمانے لگیں تم یاد دلا دیتیں تو رکھ بھی لیتے گویا انہیں اپنی ضرورتوں کا بھی خیال نہیں تھا اور سب کچھ خدا کی راہ میں لُٹا دیتی تھیں۔

(طبقات الکبریٰ جلد 8 صفحہ 67)

حضرت امیر معاویہؓ نے ایک دفعہ ایک لاکھ درہم کا ہار آپ کی خدمت میں بھجوایا۔ آپؓ نے اسے قبول تو کر لیا لیکن تمام ازواج میں برابر کا تقسیم کر دیا۔

(مستدرک حاکم جلد 4 صفحہ 15)

ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحشؓ

آپؓ کو شادی کے بعد 5 سال کا عرصہ رفاقت حضرت محمدؐ نصیب ہوا۔ آنحضور ﷺ سے ملنے والی تعلیم و تربیت کا اثر نمایاں تھا۔ فراخ دلی اور زر و مال سے بے رغبتی کی کئی مثالیں ہیں۔ حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں جب اموالِ غنیمت آئے تو انہوں نے حضرت زینب بنت جحشؓ کی خدمت میں ان کا حصہ بھجوایا۔ وہ اتنا زیادہ تھا کہ وہ سمجھیں کہ ساری ازواج کا حصہ تقسیم کرنے کے لئے میرے پاس بھجوایا ہے۔ بڑی سادگی

سے فرمانے لگیں کہ اللہ تعالیٰ عمرؓ کو بخشش عطا فرمائے ساری بیویوں کا مال تقسیم کے لئے مجھے بھجوانے سے بہتر تھا کہ وہ کسی اور بیوی کو بھجواتے جو زیادہ بہتر رنگ میں اسے تقسیم کرتیں۔ جب بتایا گیا کہ یہ تو صرف آپؓ کے لئے ہے تو فرمایا کہ سبحان اللہ! اتنا زیادہ مال میرے لئے بھجوادیا ہے۔ پھر آپؓ نے اُسے ایسے مستحقین کو بھجوایا جو یتیم بچے تھے اور ان سے آپؓ کا رحمی رشتہ بھی تھا۔ پھر مسلسل ایک کے بعد دوسرے گھر بھجواتی رہیں یہاں تک کہ جب تھوڑا سا بچ گیا تو تقسیم کرنے والی خاتون بَرزہ بنت رافع نے کہا:

"اے ام المؤمنین! اب تو بہت تھوڑا سا بچا ہے۔ اِس مال میں آپ کا بھی حق ہے اور آپ نے تو سارے کا سارا تقسیم کر دیا۔" اس پر آپؓ فرمانے لگیں کہ اچھا جو باقی رہ گیا ہے وہ تمہارا ہے۔ برزہ کہتی ہیں کہ مَیں نے جب اِسے شمار کیا تو صرف پچاسی درہم باقی بچے تھے وہ بھی حضرت زینبؓ نے مجھے عطا کر دیئے۔

(طبقات الکبریٰ ابن سعد جلد 3 صفحہ 301)

ام المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہؓ

سامعات! حضرت زینب بنت خزیمہؓ بن حارث ہلالیہ کا تعلق قبیلہ بنی ہلال بن عامر سے تھا۔ آپ نے ابتدائی دور میں اسلام قبول کیا اور شِعبِ ابی طالب میں محصور ہونے والے مسلمانوں کے ساتھ آپ نے بھی اپنے پہلے شوہر عبیدہ بن الحارث کے ساتھ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

آپ ہجرت مدینہ کے بعد وفات پانے والی پہلی زوجہ مطہرہ تھیں۔ الٰہی تقدیر کے مطابق انہیں چند ماہ رسول اللہؐ کی صحبت نصیب ہوئی۔ لیکن اس کے باوجود آنحضورؐ کی مزاج آشنا اور کامل فرمانبردار تھیں اور آنحضورؐ کی خاطر ذاتی خواہشات کو قربان کرنے والی تھیں چنانچہ قبیلہ بنی اسد کی ایک عورت سے روایت ہے کہ مَیں ایک روز آنحضورؐ کی زوجہ حضرت زینب بنت خزیمہؓ کے پاس بیٹھی تھی اور ہم ان کے کپڑے رنگنے کے لیے سرخ مٹی تیار کر رہے تھے۔ اس دوران آنحضورؐ آپؓ کے حجرہ میں تشریف لے آئے۔ آپ کپڑے رنگ کرنے کے اہتمام کے لیے رنگنے والی سرخ مٹی دیکھ کر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے دروازے سے ہی واپس تشریف لے گئے۔ حضرت زینبؓ نے یہ دیکھا تو سمجھ گئیں کہ رسول اللہؐ نے اسے پسند نہیں فرمایا۔ چنانچہ حضرت زینبؓ نے پانی لے کر ان کپڑوں کو دھو لیا جس سے تمام سرخ رنگ صاف

ہو گیا۔ کچھ دیر بعد آنحضورؐ دوبارہ تشریف لائے اور کمرے کا جائزہ لیا تو رنگنے والی سرخ مٹی وغیرہ موجود نہیں تھی چنانچہ آپؐ اندر تشریف لے آئے۔

(المعجم الکبیر لطبرانی جلد 24 صفحہ 57 موصل)

ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ

مکہ کے سردار ابو سفیان کی بیٹی تھیں۔ آپؓ کو آنحضرتؐ کے ساتھ تین سال کی رفاقت نصیب ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد خلفائے کرامؓ سے محبت و ادب اور وفا کا تعلق قائم رکھا۔ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانہ میں جب باغیوں نے ان کے گھر کا محاصرہ کر لیا تو سب سے پہلے حضرت امّ حبیبہؓ پانی مہیا کرنے کی غرض سے حضرت عثمانؓ کے گھر آئیں۔ جب آپؓ ان کے دروازے تک پہنچیں تو باغیوں نے آپؓ کو روکنا چاہا۔ بعض نے کہا بھی کہ یہ امّ المؤمنین اُمّ حبیبہؓ ہیں مگر اس پر بھی وہ شورش پسند باغی باز نہ آئے اور آپؓ کی خچر کو مارنا شروع کر دیا۔ آپؓ نے خلیفۂ وقت کے پاس جانے کے لئے یہ معقول وجہ بھی بیان فرمائی کہ مجھے خدشہ ہے کہ بنو امیہ کے یتامیٰ اور بیوگان کی وصایا جو حضرت عثمانؓ کے پاس ہیں ضائع نہ ہو جائیں تاکہ ان کی حفاظت کا سامان کر دوں مگر ان بدبختوں نے آنحضرت ﷺ کی زوجہ مطہرہ کی بات ماننے کی بجائے نہایت بے ادبی سے آپؓ کی خچر پر حملہ کر کے اس کے پالان کے رسّے کاٹ دیئے اور زین الٹ گئی۔ قریب تھا کہ آپؓ گر کر مفسدوں کے پیروں کے نیچے روندی جاتیں اور شہید ہو جاتیں کہ بعض مخلصین اہل مدینہ نے جو قریب تھے جھپٹ کر انہیں سنبھالا اور گھر پہنچایا۔

(خلاصہ از اہل بیت رسول اللہ حافظ مظفر احمد صفحہ 180)

حضرت فاطمہ الزہراءؓ بنت محمدؐ

حضرت فاطمہؓ آنحضورؐ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں۔ آپؓ کے مقام کے بارے میں آنحضورؐ نے فرمایا:

فاطمہؓ کی رضا سے اللہ راضی ہوتا ہے اور اس کی ناراضگی سے اللہ ناراض ہوتا ہے...... فاطمہؓ اِس اُمت کی عورتوں، تمام جہانوں کی عورتوں، بہشت میں جانے والی عورتوں اور ایمان لانے والی عورتوں کی سردار ہیں۔ (ازواج مطہرات و صحابیات صفحہ 292-293)

اسی طرح فرمایا "فاطمہؓ میرے جسم کا حصہ ہے جس نے اس کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔"

(تذکار صحابیات صفحہ 143)

حضرت فاطمہؓ کو بچپن سے نامساعد حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ کم سِنی میں ماں کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ شفیق باپ کے زیر سایہ زندگی شروع ہوئی تو اسلام کے دشمنوں کی طرف سے رسول اللہؐ کو دی جانے والی اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ کبھی آپ کے گھر کے سامنے کوڑا کرکٹ اور غلاظت پھینک دی جاتی کبھی اپنے والد کے جسم مبارک کو پتھروں سے لہولہان دیکھا تو کبھی مشرکوں نے آپ کے والد بزرگوار کے سر میں خاک ڈال دی۔ مگر اس کم سِنی کے عالَم میں بھی حضرت فاطمہؓ نڈر ہو کر اپنے بزرگ باپ کی مددگار بنی رہیں۔

ایک دفعہ رسول کریمؐ بیت اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے۔ ابوجہل اور اس کے ساتھی بھی صحن کعبہ میں مجلس لگائے بیٹھے تھے۔ ان سرداروں میں سے کسی ظالم نے مشورہ دیا کہ فلاں محلہ میں جو اونٹنی ذبح ہوئی ہے کوئی جا کر اس کی بچہ دانی اٹھا لائے اور محمدؐ جب سجدہ میں جائیں تو ان کی پشت پر رکھ دے۔ ان میں سے ایک بدبخت عقبہ بن ابی معیط اٹھا اور اونٹنی کی گند بھری بچہ دانی اٹھا لایا اور دیکھتا رہا جونہی نبی کریمؐ سجدہ میں گئے اُس نے غلاظت بھرا وہ بوجھ آپؐ کی پشت پر دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دیا۔ رسول کریمؐ سجدہ کی حالت میں رہے بوجھ کی وجہ سے سر نہیں اٹھا سکتے تھے۔ یہاں تک کہ آپؐ کی لختِ جگر حضرت فاطمہؓ تشریف لائیں اور آپؐ کی پشت سے وہ غلاظت کا بوجھ ہٹایا۔ تب آپؐ نے سجدے سے سر اٹھایا۔

ایک مرتبہ کسی بدبخت نے آپؐ کے سر پر خاک ڈال دی۔ رسول کریمؐ گھر تشریف لائے۔ آپؐ کی لختِ جگر حضرت فاطمہؓ مٹی بھرا سر دھوتی اور ساتھ روتی جاتی تھیں۔ رسول اللہؐ نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا بیٹی! رونا نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے باپ کا محافظ ہے۔

(اہل بیت رسولؐ صفحہ 277-278)

حضرت فاطمہؓ کو معاشی مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ اس معاشی تنگی کے پیشِ نظر آپؐ اس نئے جوڑے کو قناعت اور صبر و دعا کی تلقین بھی فرماتے تھے۔ رسول اللہؐ نے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کو ذکر الٰہی کی طرف توجہ دلا کر سمجھایا کہ خدا کی محبت میں ترقی کرو۔ اللہ خود تمہاری ضرورتیں پوری فرمائے گا۔ تم خدا کو نہ بھولو وہ بھی تمہیں یاد رکھے گا۔ اپنی لخت جگر حضرت فاطمہؓ کے حالات دیکھ کر ان کے لیے رسول اللہؐ

نے یہ دعا بھی کی کہ **کبھی ان کو بھوک کی تکلیف نہ آئے۔** فاطمہؓ فرماتی ہیں اس کے بعد کبھی مجھے بھوک کی تکلیف نہیں پہنچی۔

(اہل بیت رسولؐ صفحہ 282)

حضرت فاطمہؓ نے غزوات میں بھی رسول اللہؐ کے ساتھ شریک ہو کر آپؐ کی خدمت کی توفیق پائی۔ غزوۂ احد میں آنحضورؐ کا چہرہ مبارک زخمی اور لہولہان ہوا تو حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ نے آپؐ کی مرہم پٹی کی۔

حضرت صفیہؓ بنت عبد المطلب

نبی کریم ﷺ کی پھوپھی تھیں اور قریباً آپؐ کی ہم عمر تھیں۔ بہت بہادر اور دلیر خاتون تھیں۔ اکثر جنگوں میں شریک ہوئیں زخمیوں کی مرہم پٹی، پانی پلانا تو دستور تھا ضرورت پڑی تو تلوار بھی اٹھالی۔ غزوۂ احد میں جنگ کا رخ بدل گیا۔ مسلمان منتشر ہونے لگے۔ آپؓ نیزہ لے کر باہر کھڑی ہو گئیں اور مسلمانوں کو غیرت دلا کر واپس جانے پر مجبور کیا۔ جس کے نتیجے میں مسلمان واپس آ گئے اور آپؐ کو اپنی حفاظت میں لے لیا۔ حضور ﷺ کو ان کی بے پناہ بہادری پر سخت تعجب ہوا اور آپ ﷺ نے ان کے فرزند زبیرؓ سے فرمایا کہ اے زبیر! اپنی ماں اور میری پھوپھی کی بہادری تو دیکھو کہ بڑے بڑے بہادر بھاگ گئے مگر چٹان کی طرح کفار کے نرغے میں ڈٹی ہوئی اکیلی لڑ رہی ہیں۔

اسی طرح جب جنگِ احد میں حضور ﷺ کے چچا سید الشہداء حضرت حمزہؓ شہید ہو گئے اور کافروں نے ان کے کان ناک کاٹ کر اور آنکھیں نکال کر شکم چاک کر دیا تو حضور ﷺ نے زبیر کو منع کر دیا کہ میری پھوپھی صفیہ کو میرے چچا کی لاش پر مت آنے دینا ورنہ وہ اپنے بھائی کی لاش کا یہ حال دیکھ کر رنج و غم میں ڈوب جائیں گی۔ مگر صفیہ پھر بھی لاش کے پاس پہنچ گئیں اور حضور ﷺ سے اجازت لے کر لاش کو دیکھا تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا اور کہا کہ میں خدا کی راہ میں اس کو کوئی بڑی قربانی نہیں سمجھتی پھر مغفرت کی دعا مانگتے ہوئے وہاں سے چلی آئیں۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 1 صفحہ 452 مسند زبیر بن العوام روایت 1418)

غزوۂ احزاب کے وقت آپؓ کی عمر قریباً 58 برس تھی۔ مگر حوصلے جوان تھے۔ بہادری کے جوہر دکھائے۔ جنگ کے موقع پر خواتین اور بچوں کو حفاظت کی غرض سے ایک قلعہ میں بند کر دیا گیا تھا۔ آپؓ بھی قلعہ بند تھیں۔ آپؓ نے دیکھا کہ ایک یہودی جاسوس قلعہ کی معلومات لے رہا ہے۔ خطرہ محسوس کر کے یہ سوچا کہ اس کو یہاں سے واپس نہ جانے دیا جائے چنانچہ آپؓ نے خیمہ کی ایک لکڑی اکھاڑ کر اس زور سے اس یہودی کے سر پر ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا اور وہ مر گیا۔ پھر اسی کی تلوار سے اس کا سر کاٹ کر قلعے سے باہر پھینک دیا۔ یہودی سمجھے کہ قلعے میں بھی فوج ہے اور وہ دُم دبا کر بھاگ نکلے۔ اس طرح ایک خاتون کی بہادری سے مسلمان بہت بڑے نقصان سے بچ گئے۔

حضرت سمیہ بنت خباط۔ ام عمارؓ

"عمارؓ اور ان کے والد یاسرؓ اور ان کی والدہ سُمیّہ کو بنی مخزوم جن کی غلامی میں سُمیّہ کسی وقت رہ چکی تھیں اتنی تکالیف دیتے تھے کہ ان کا حال پڑھ کر بدن میں لرزہ پڑنے لگتا ہے۔ ایک دفعہ جب ان فدایانِ اسلام کی جماعت کسی جسمانی عذاب میں مبتلا تھی اتفاقاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس طرف آنکلے۔ آپ نے ان کی طرف دیکھا اور دردمند لہجے میں فرمایا۔ صَبْرًا اٰلَ یَاسِرٍ فَاِنَّ مَوْعِدَکُمُ الْجَنَّۃُ۔ یعنی اے آل یاسر! صبر کا دامن نہ چھوڑنا کہ خدا نے تمہاری انہی تکلیفوں کے بدلہ میں تمہارے لئے جنت تیار کر رکھی ہے۔ آخر یاسرؓ تو اسی عذاب کی حالت میں شہید ہو گئے اور بوڑھی سُمیّہ کی ران میں ظالم ابو جہل نے اس بے دردی سے نیزہ مارا کہ وہ ان کے جسم کو کاٹتا ہوا ان کی شرمگاہ تک جا نکلا اور اس بے گناہ خاتون نے اسی جگہ تڑپتے ہوئے جان دے دی۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمدؓ ایم اے صفحہ 141)

حضرت اسماءؓ بنت ابو بکرؓ

حضرت اسماءؓ ہجرت کے وقت ستائیس سال کی تھیں۔ آپؓ کا اسلام لانے والوں میں اٹھارواں نمبر تھا۔ قریبا سَو سال زندگی پائی، اس طرح دور جاہلیت بھی دیکھا اور اسلام کا آغاز بھی دیکھا۔ زمانہ نبوت اور خلافت راشدہ بھی آنکھوں کے آگے گزرا اور پھر اپنے بیٹے کا دَور اور شہادت بھی دیکھی۔ آپؓ سادہ مزاج کی تھیں۔ زندگی کے آخری دور میں ان کے بیٹے مُنذر عراق کی فتح کے بعد لڑائی سے لوٹے تو مالِ غنیمت میں

کچھ قیمتی زنانہ کپڑے بھی لائے اور انہیں اپنی والدہ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپؓ نے قیمتی کپڑے لینے سے انکار کر دیا اور حسب معمول موٹے کپڑے ہی پہنتی رہیں۔ صابرہ وشاکرہ تھیں۔ عزم و استقلال اور جرأتِ اسلامی سے زندگی گزاری اور دوسروں کے لئے مثال بنیں۔

حضرت ام جمیل فاطمہؓ بنت خطابؓ

حضرت عمرؓ کی بہن تھیں۔ اسلام قبول کرنے والوں میں اٹھائیسواں نمبر تھا۔ ان کی قربانی سے حضرت عمرؓ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

حضرت ام الفضل لبابۃ الکبریٰؓ

آنحضور ﷺ کی چچی تھیں۔ ام المؤمنین حضرت میمونہؓ کی بہن تھیں۔ اسلام لانے والی دوسری خاتون کا اعزاز حاصل ہے۔ شِعبِ ابی طالب کے محصورین میں شامل تھیں۔ اسی زمانے میں ان کے ہاں بیٹے کی ولادت ہوئی۔ دلیر عورت تھیں ایک موقع پر ابو لہب کو ظلم کرتے دیکھا تو لکڑی مار کر اس کا سر پھاڑ دیا۔ اولاد کی بہترین تربیت فرمائی۔ سب نے علم و فضل میں نمایاں مقام حاصل کیا۔

حضرت ام شریک دوسیہؓ

آپؓ ایمان لائیں تو آپ کے اقارب نے ان کو ایذاء دینی شروع کی اور اس کے لیے یہ طریق ایجاد کیا کہ انہیں دھوپ میں کھڑا کر دیتے اور اس سخت گرمی کے ساتھ شہد جیسی گرم چیز کھلاتے اور پانی بالکل نہ دیتے تھے۔ ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہوتا کہ آپ کے حواس باختہ ہو جاتے۔ ایسی حالت میں ان سے کہتے کہ اسلام چھوڑ دو۔ مگر ان کی سمجھ میں کچھ نہ آتا۔ سمجھانے کے لیے وہ آسمان کی طرف اشارہ کرتے تو وہ سمجھ جاتیں کہ توحید کا انکار کرانا چاہتے ہیں۔ مگر آپ جواب دیتیں کہ یہ ہرگز نہ ہو گا۔

حضرت خنساء بنت عمروؓ

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب عراق میں قادسیہ کے مقام پر جنگ جاری تھی تو حضرت خنساءؓ اپنے چار بیٹوں کو لے کر میدانِ جنگ میں آئیں اور ان کو مخاطب کر کے کہا کہ پیارے بیٹو! تم نے اسلام کسی جبر کی وجہ سے اختیار نہیں کیا اس لیے اس کی خاطر قربانی کرنا تمہارا فرض ہے۔ خدا کی قسم! مَیں نے نہ تمہارے باپ سے کبھی خیانت کی اور نہ تمہارے ماموں کو رسوا کیا۔ یہ دنیا چند روزہ ہے اور اس میں جو آیا وہ ایک نہ ایک دن

مرے گا۔ لیکن خوش بخت ہے وہ انسان جسے خدا تعالیٰ کی راہ میں جان دینے کا موقع ملے۔ اس لیے صبح اٹھ کر لڑنے کے لیے میدان میں نکلو اور آخر وقت تک لڑو۔ کامیاب ہو کر واپس آؤ۔ نہیں تو شہادت کا مرتبہ حاصل کرو۔ سعادت مند بیٹوں نے بوڑھی ماں کی اس نصیحت کو گوش ہوش سے سنا اور لڑائی شروع ہوئی تو ایک ساتھ گھوڑوں کی باگیں اٹھائیں اور نہایت جوش کے ساتھ رجز پڑھتے ہوئے کفار پر ٹوٹ پڑے اور چاروں نے شہادت کا درجہ پایا۔ دلیر ماں نے جب بیٹوں کی شہادت کی خبر سنی تو ان کو قربانی کا یہ موقع ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 560)

حضرت ام حرام بنت ملحانؓ

آپؓ آنحضورؐ کی عزیزہ تھیں۔ ایک دفعہ آنحضور ﷺ قبا کی بستی میں ان کے ہاں آرام فرما رہے تھے۔ خواب میں دیکھا کہ امت کے کچھ لوگ سمندر میں جہاد فی سبیل اللہ کے لئے آمادۂ سفر ہیں۔ خواب سن کر آپؓ نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ دعا کریں کہ مجھے بھی ان لوگوں میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہو۔'' آپؐ نے دعا کر کے فرمایا: ''تم اس جماعت میں شامل ہو''

اس عظیم خاتون کے شوقِ شہادت کے بارے میں آنحضورؐ کا فرمان عہدِ عثمانی میں پورا ہوا۔ 28 ہجری میں حاکمِ شام امیر معاویہ نے امیرُ المؤمنین کی اجازت سے جزیرہ قبرص کی فتح کے لئے بحری بیڑہ روانہ کیا۔ حضرت ام حرامؓ بھی اپنے شوہر حضرت عبادہ بن صامتؓ کے ہمراہ اس لشکر میں شامل ہوئیں۔ مسلمان کامیاب ہوئے قبرص فتح ہوا۔ واپسی کے لئے گھوڑے پر سوار ہونے لگیں تو گھوڑے سے گر کر زخمی ہوئیں اور جانبر نہ ہو سکیں۔ پہلی بحری جنگ میں شہادت کا درجہ ملا۔ قبرص میں مدفون ہیں۔

حضرت ام عمارہؓ

آپؓ کا تعلق بنو نجار سے تھا۔ مدینہ میں پیدا ہوئی تھیں۔ آپؓ مدینہ کے اس وفد میں شامل تھیں جس نے 13 نبوت میں مکہ کی گھاٹی میں آنحضور ﷺ کی بیعت کی تھی اور آپؐ کو مدینہ تشریف لانے کی دعوت دی تھی۔ آنحضور ﷺ کی ہجرت کے وقت آپؓ کی عمر چالیس سال تھی۔ جب آپؐ مدینہ تشریف لائے

تو آپؓ استقبال کرنے والوں میں شامل تھیں۔ ہجرت کے تیسرے سال لشکر کفار کی آمد کی خبر کے ساتھ جنگی تیاریاں شروع ہوئیں تو حضرت ام عمارہؓ نے جنگ میں زخمیوں کی مرہم پٹی اور پانی پلانے کے لئے ساتھ جانے کی درخواست کی جو منظور ہو گئی۔ آپؓ اپنے شوہر اور دو بیٹوں کے ساتھ جنگ میں شریک ہوئیں۔ زخمیوں کو پانی پلاتے ہوئی جب آپؓ نے آنحضور ﷺ کو خطرے میں پایا تو مشکیزہ پھینک کر تلوار اٹھائی اور حضور ﷺ کے قریب پہنچ کر دفاع شروع کیا۔

کفار آپؐ کو گزند پہنچانے کے لیے نہایت بے جگری کے ساتھ حملہ پر حملہ کر رہے تھے۔ آپ کے گرد بہت تھوڑے لوگ رہ گئے تھے۔ جو آپ کی حفاظت کے لیے اپنی جانوں پر کھیل رہے تھے۔ ایسے نازک اور خطرناک موقع پر یہ جری خاتون آپؐ کے لیے سینہ سپر تھیں۔ کفار جب آنحضرت ﷺ پر حملہ کرتے تو وہ تیر اور تلوار کے ساتھ ان کو روکتی تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے خود فرمایا کہ میں غزوہ احد میں ام عمارہ کو برابر اپنے دائیں اور بائیں لڑتے ہوئے دیکھتا تھا۔ ابن قمیہ جب آنحضرت ﷺ کے عین قریب پہنچ گیا تو اسی بہادر خاتون نے اسے روکا۔ اس کمبخت نے تلوار کا ایسا وار کیا کہ اس جانباز خاتون کا کندھا زخمی ہوا اور اس قدر گہرا زخم آیا کہ غار پڑ گیا۔ مگر کیا مجال کہ قدم پیچھے ہٹا ہو بلکہ آگے بڑھ کر اس پر خود تلوار سے حملہ آور ہوئیں اور ایسے جوش کے ساتھ اس پر وار کیا کہ اگر وہ دوہری زرہ نہ پہنے ہوئے ہوتا تو قتل ہو جاتا۔

(سیرت ابن ہشام ذکر احد)

حضرت ام کلثومؓ

اسلام کے ابتدائی مخالفت کے زمانے میں حضرت ام کلثومؓ اپنی والدہ ماجدہ حضرت خدیجہؓ کے ہمراہ شِعبِ ابی طالب کی گھاٹی میں رہیں۔ آپ نے یہ اڑھائی تین سال کا عرصہ بہت صبر کے ساتھ گزارا۔

شِعبِ ابی طالب کی مشکلات اور طلاق کی تکلیف کے بعد حضرت ام کلثومؓ کو اپنی والدہ کی جدائی کا صدمہ برداشت کرنا پڑا۔ آنحضورؐ کی مدینہ ہجرت کے وقت حضرت ام کلثومؓ اپنی بہن حضرت فاطمہؓ کے ساتھ مکہ میں ہی تھیں آپ نے یہ وقت بہت استقلال اور بہادری کے ساتھ گزارا اور اس کے بعد حضورؐ نے اپنے صحابی حضرت ابو رافعؓ اور زید بن حارثہؓ کو مکہ روانہ کیا تا کہ وہ دونوں حضرت ام کلثومؓ، حضرت فاطمہؓ اور آپ کی زوجہ محترمہ حضرت سعودہؓ کو ہمراہ لے آئیں۔ (ماخوذ از سیرت حضرت ام کلثومؓ)

حضرت رقیہؓ بنتِ محمدﷺ

حضرت رقیہؓ حضرت زینب سے تین سال چھوٹی تھیں۔ حضرت رقیہؓ آنحضورؐ کی اکلوتی صاحبزادی تھیں جنہوں نے اسلام کی پہلی ہجرت کی توفیق پائی۔

نبوت کے پانچویں سال جب کفارِ مکہ کے مظالم کی وجہ سے پہلی ہجرت یعنی ہجرت حبشہ کا واقعہ پیش آیا اس میں حضرت رقیہؓ نے بھی حضرت عثمانؓ کے ساتھ ہجرت کی تھی۔ حضرت رقیہؓ بنت محمدﷺ وہ پہلی خاتون ہیں جنہوں نے اللہ کی راہ میں سب سے پہلے مکہ سے حبشہ ہجرت کی۔ یہ ہجرت 5 نبوی میں ہوئی۔ آنحضرتؐ نے آپ کی حبشہ ہجرت پر فرمایا: ”ابراہیمؑ اور لوطؑ کے بعد عثمانؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے خدا کی راہ میں اپنی بیوی کے ساتھ ہجرت کی۔“

(تذکار صحابیات صفحہ 122)

ہجرت حبشہ میں حضرت رقیہؓ کو جو مصائب برداشت کرنے پڑے اس میں ایک بڑا صدمہ یہ پیش آیا کہ آپؓ کا ایک بچہ اسقاط حمل سے ضائع ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت رقیہؓ کے ایک اور صاحبزادے عبداللہ پیدا ہوئے لیکن کم عمری میں فوت ہو گئے۔

(اہل بیت رسولؐ صفحہ 267)

آپؓ اپنے والدین نیز دوسرے گھر والوں سے جدائی کا زخم لئے، دوبارہ ملنے کی امید میں صبر سے وقت گزارتی رہیں۔ مگر 11 رمضان المبارک ہجرت مدینہ سے تین سال قبل حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہو گیا پھر مکہ میں دوبارہ حضرت رقیہؓ کو اپنی والدہ کے ساتھ رہنا نصیب نہ ہوا۔

حضرت رقیہؓ کو دو ہجرتوں کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے اسلام کی خاطر قربانیوں کی توفیق پائی، آپ نے صبر واستقامت سے زندگی گزاری، تکالیف کے ساتھ خدائی نصرت اور انعامات آپ کے ساتھ رہے۔ آپ کا ایک عظیم نشان ابولہب کے بیٹوں کی ذلت وخواری تھی جنہوں نے محض آپ کے قبول اسلام کی وجہ سے آپ سے رشتہ توڑا۔ پھر حضرت عثمانؓ سے آپ کا رشتہ جڑا۔ غرض خدا کی راہ میں کی گئی قربانیاں کبھی رائیگاں نہیں جاتیں۔

(ماخوذ از سیرت حضرت رقیہؓ)

حضرت زینبؓ بنت محمدؐ

حضرت زینبؓ حضرت محمد ﷺ کی سب صاحبزادیوں میں سے بڑی تھیں۔ جب حضورؐ کو نبوت عطا ہوئی تو حضرت زینبؓ نے اپنی والدہ حضرت خدیجہؓ اور بہنوں کے ساتھ ہی رسول اللہؐ کی تصدیق اور قبولِ اسلام کی سعادت پائی۔

(طبقات الکبریٰ جلد 8 صفحہ 37)

آنحضرت ﷺ نے حضرت زینبؓ کے متعلق فرمایا یہ میری بیٹیوں میں سے سب سے افضل ہے کیونکہ اس کو میری وجہ سے تکلیفیں پہنچی ہیں۔

حضرت زینبؓ مدینہ ہجرت کے لیے اپنے اونٹ پر سوار ہو کر روانہ ہوئیں۔ ساتھ ان کے دیور کنانہ بن ربیع بھی تھے۔ جب کفار کو حضرت زینبؓ کی روانگی کی اطلاع ہوئی تو اہلِ مکہ اُن کے پیچھے نکلے اور ذِی طُوَیٰ میں ان کو گھیر لیا۔ ان میں ایک شخص ہبار بن اسود نامی تھا۔ اس نے حضرت زینبؓ پر حملہ کیا۔ وہ اونٹ سے زمین پر گر پڑیں انہیں سخت چوٹ آئی اور حمل ساقط ہو گیا۔

(ماخوذ از تذکار صحابیات صفحہ 117-118)

حضرت زینبؓ نے آخر دم تک اسلام کی خاطر تکالیف برداشت کیں۔ وفات کے وقت وہی زخم تازہ ہو گئے تھے جو واقعہ ہجرت میں انہیں پہنچے تھے۔ آپ کی وفات بھی راہ مولیٰ میں تکالیف کی وجہ سے ہوئی، رسول اللہؐ نے انہیں شہیدہ کا لقب عطا فرمایا۔

(ماخوذ از سیرت حضرت زینب بنت محمدؐ)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے اپنے آقا و مطاع اور آپؐ کے اصحاب کرامؓ کی قربانیوں کو جو خراج تحسین پیش کیا یقیناً صحابیات بھی اس میں قدم بقدم شامل ہیں۔ حضورؑ فرماتے ہیں:

"ہمارے ہادیٔ اکملؐ کے صحابہؓ نے اپنے خدا اور رسولؐ کے لئے کیا کیا جاں نثاریاں کیں، جلا وطن ہوئے۔ ظلم اٹھائے، طرح طرح کے مصائب برداشت کئے جانیں دیں لیکن صدق و وفا کے ساتھ قدم مارتے ہی گئے پس وہ کیا بات تھی جس نے انہیں ایسا جاں نثار بنا دیا۔ وہ سچی محبت الٰہی کا جوش تھا۔ جس کی شعاع ان کے دل میں پڑ چکی تھی، اس لئے خواہ کسی نبی کے ساتھ مقابلہ کر لیا جائے، آپؐ کی تعلیم، تزکیہ نفس، اپنے

پیروؤں کو دنیا سے متنفر کرادینا، شجاعت کے ساتھ صداقت کے لئے خون بہادینا اس کی نظیر کہیں نہیں مل سکے گی۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ 27)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ صحابیات کے نمونے کو اپنانے کے متعلق عورتوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"تم اپنے مقام کو سمجھو اور اپنے اندر نئی بیداری اور نئی زندگی پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری ترقی کے لیے بے انتہا مواقع پیدا کیے ہیں۔ تم بھی حضرت عائشہؓ کی نقل کرنے کی کوشش کرو، تم بھی حضرت حفصہؓ کی نقل کرنے کی کوشش کرو، تم بھی حضرت زینبؓ کی نقل کرنے کی کوشش کرو، تم بھی ان صحابیات کی نقل کرنے کی کوشش کرو جنہوں نے اپنے زمانہ میں بڑے بڑے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں۔"

(انوار العلوم جلد 21 صفحہ 592)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز صحابیات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ اور قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

"جہالت کے اندھیروں سے نکل کر جب اسلام کی روشنی حاصل کی تو علم کی روشنی پھیلانے کا منبع ایک عورت بن گئی، پردے وغیرہ کی تمام رعایت کے ساتھ بڑوں بڑوں کو دین کے مسائل سکھائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سرٹیفیکیٹ حاصل کیا کہ دین کا آدھا علم اگر حاصل کرنا ہے تو عائشہ سے حاصل کرو۔ میدانِ جنگ میں اگر مثال قائم کی تو اپنے پردے کے تقدس کو قائم رکھتے ہوئے، اپنی جرأت و بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے رومیوں کی فوج سے اکیلی اپنے قیدی بھائی کو آزاد کرواکے لے آئی اور تاریخ میں اس عورت کا ذکر حضرت خولہ کے نام سے آتا ہے۔ پھر مدینہ پر جب کفار کا حملہ ہوا تو مرد اگر خندق کھود کر شہر کی اس طرف سے حفاظت کر رہے تھے تو گھروں کی حفاظت عورتوں نے اپنے ذمّہ لے لی اور جب یہودیوں نے جاسوسی کرنے کیلئے اپنا ایک آدمی بھیجا کہ پتہ کرو تاکہ ہم اس طرف سے حملہ

کریں اور مدینہ پر قبضہ کرلیں تو مرد تو اس جاسوس کے مقابلے پر نہ آیا لیکن عورت نے اس کو زخمی کر کے، مار کے باندھ دیا اور اٹھا کر اس کو باہر پھینک دیا۔

جنگِ اُحد میں مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے تو اس وقت عورتیں ہی تھیں جنہوں نے دین کی غیرت میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ایک مثالی کردار ادا کیا اور وفا کی ایک مثال قائم کر دی۔ پس یہ طاقت، یہ جرأت، یہ وفا، یہ علم ان میں اسلام کی تعلیم پر عمل کرنے اور اسے اپنی زندگیوں کا حصہ بنانے کی وجہ سے آیا تھا۔"

(بحوالہ لجنہ اماء اللہ برطانیہ کے سالانہ اجتماع کے موقع پر خطاب 19/ نومبر 2006ء)

سامعات! اس مختصر وقت میں صرف 19 صحابیات کا ذکر ممکن ہو سکا ہے۔ جبکہ صحابیات کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی مغفرت فرمائے اور ہمیں ان نفوس قدسیہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ کرے کہ یہ نمونے ہم احمدی عورتوں میں بھی نظر آئیں اور ہم قرونِ اولیٰ کی عورتوں کی طرح ہر قربانی کے لیے ہر آن تیار ہوں۔ آمین۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔



﴿47﴾ ﴿مشاہدات:129﴾

صحابیات کا آنحضورؐ کی صحبت اور قوتِ قدسیہ سے فیض پانے کے واقعات

(ازروئے خطاب حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بمقام جلسہ سالانہ برطانیہ بمؤرخہ 29 جولائی 2023ء)

محمدؐ عربی بادشاہ ہر دو سرا
کرے ہے روح قدس جس کے در کی دربانی
اسے خدا تو نہیں کہہ سکوں پر کہتا ہوں
کہ اُس کی مرتبہ دانی میں ہے خدادانی

معزز بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **صحابیات کا آنحضورؐ کی صحبت اور قوتِ قدسیہ سے فیض پانے کے واقعات**

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

صحابیات کے واقعات کو پڑھ کر اور سن کر حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح ہر شعبہ زندگی میں ان صحابیات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور قوت قدسی سے فیض پا کر ایسے نمونے قائم کئے جو مثال بن کر ہمیشہ چمکتے رہیں گے۔ ان میں صحابیات کی عبادات اور تعلق باللہ کے معیاروں کے واقعات ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کے معیار کے واقعات ہیں۔ مالی قربانیوں کے معیار کی بعض مثالیں ہیں۔ جان کی قربانی اور دین کی خاطر اپنے بچوں کی بھی جان کی قربانی کے معیار قائم کرنے کے واقعات ہیں۔ اسی طرح بچوں کی تربیت کے بارے میں کیا طریق تھا اس کی مثالیں ہیں۔ یہ وہ عورتیں تھیں جو اسلام لانے سے پہلے دنیا سے پیار کرنے والی تھیں۔ بہت زیادہ دنیاوی خواہشات رکھتی تھیں لیکن جب دین قبول کیا پھر اپنا سب کچھ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت کے لئے قربان کر دیا۔

وَ تَخَيَّرُوْا لِلّٰهِ كُلَّ مُصِيْبَةٍ

وَ تَهَلَّلُوْا بِالْقَتْلِ وَالْاِجْلَاءِ

اور انہوں نے اللہ کی خاطر ہر مصیبت کو اختیار کر لیا اور قتل اور جلاوطنی کو بھی بخوشی قبول کر لیا۔

حضرت حمنہ بنت جحش کے بارے میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو ایک رسّی دو ستونوں کے درمیان بندھی ہوئی دیکھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ رسی کیا ہے؟ عرض کیا گیا یارسول اللہ! یہ حمنہ بنت جحش کی ہے جو نماز ادا کرتی ہیں۔ جب تھک جاتی ہیں تو اس کے ذریعہ سہارا لیتی ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے چاہئے کہ جتنی طاقت ہے اتنی نماز پڑھے اور جب تھک جائے تو بیٹھ جائے۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ میرے پاس ایک عورت تھی۔ آپ نے پوچھا یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا یہ عورت ساری رات سوتی نہیں نماز پڑھتی رہتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہیں چاہئے وہ کام کرو جس کی تم طاقت رکھتے ہو۔ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ نہیں اکتاتا لیکن تم اکتا جاؤ گے اور اللہ کو سب سے پیارا دین وہ ہے جس پر اس کا بندہ دوام اختیار کرے۔ باقاعدگی رہے اس پہ عمل کرنے کی۔

پھر ایک صحابیہ کی عبادت کے معیار کا ذکر کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن عباس اپنی والدہ کے بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ میری والدہ کو روزے سے اس قدر محبت تھی کہ ہر پیر اور جمعرات کو روزہ رکھا کرتی تھیں۔

معزز بہنو! پس یہ وہ معیار تھے جو عورتوں نے بھی حاصل کئے اور اللہ تعالیٰ نے کوئی تخصیص نہیں رکھی کہ یہ معیار صرف مردوں کو ملتے ہیں عورت کو نہیں مل سکتے۔ بلکہ ایک عورت کی نیکی کے معیار کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے توجہ دلائی اور ان کی آہ سے بچنے کی تلقین فرمائی۔ کتنے خوش قسمت ہیں ہم میں سے وہ جو یہ معیار حاصل کرنے کی کوشش کرنے والے ہوتے ہیں۔ پھر عشق رسول کی غیر معمولی مثالیں ہمیں تاریخ میں ملتی ہیں جن کا اظہار خواتین سے ہوا۔ عبادات کا تو یہ معیار ہے کہ ان کو روکنا پڑتا ہے عبادت میں میانہ روی اختیار کرو۔ یہ نہیں کہ اس طرف توجہ دلائی

ہے۔ پھر اس عشق رسول کی باتیں آتی ہیں یہاں بھی خواتین کے معیار ہیں۔ یہی وہ معیار تھے جس نے مردوں میں وہ جذبہ پیدا کیا جس سے وہ عشق رسول اور دین کی خاطر قربانی میں بڑھے۔ ایسے ہی ایک واقعہ کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے انداز میں یوں بیان فرمایا ہے کہ

احد کی جنگ میں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہید ہونے کی خبر پھیل گئی اور جب کمزور اور بزدل لوگ میدانِ جنگ سے بھاگ کر مدینہ کی طرف آرہے تھے مدینہ کی عورتیں احد کے میدان کی طرف دیوانہ وار دوڑی جاتی تھیں اور بعض عورتیں تو میدانِ جنگ تک جا پہنچیں۔ ایک عورت کے متعلق آتا ہے کہ جب وہ میدانِ جنگ میں پہنچیں تو انہوں نے ایک مسلمان سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت کے متعلق پوچھا تو اس شخص نے جواب دیا کہ بی بی! تمہارا باپ مارا گیا ہے۔ اس نے کہا مَیں تم سے اپنے باپ کے متعلق نہیں پوچھ رہی۔ مَیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھ رہی ہوں۔ بعض روایتوں میں آتا ہے کہ اس شخص نے اس کے باپ، بھائی، بیٹا اور خاوند چاروں کے مرنے کی اطلاع اسے دی لیکن ہر دفعہ اس عورت نے یہی کہا کہ مَیں تم سے رشتہ داروں کے متعلق نہیں پوچھتی مَیں تو یہ پوچھتی ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خیریت سے ہیں۔ اس کے بعد پھر وہ میدانِ جنگ کی طرف بھاگ پڑی اور وہ فقرہ جو وہ کہتی تھی اس سے پتہ لگتا ہے کہ اس کے دل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی محبت تھی۔ وہ احد کے میدان کی طرف دوڑی جاتی تھی اسے جو سپاہی ملتا اسے کہتی مَا فَعَلَ رسولُ اللّٰہ۔ کہ ارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیا کیا۔ یہ فقرہ حضرت مصلح موعود کہتے ہیں یہ فقرہ خالص طور پر عورتوں کا فقرہ ہے کوئی مرد اپنے پاس سے یہ فقرہ نہیں بنا سکتا کیونکہ جب کسی عورت کا بچہ یا اس کا خاوند فوت ہو جائے تو وہ کہتی ہے۔ ارے تم نے یہ کیا کیا تم ہمیں چھوڑ کر چلے گئے۔ پس یہ فقرہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیا کیا؟ ایک زنانہ آواز ہے اور کوئی مؤرخ ایسا جھوٹا فقرہ نہیں بنا سکتا کیونکہ عورتوں کے سِوا یہ فقرہ کسی اور کے منہ سے نہیں نکل سکتا وہ عورت یہ کہتی جاتی تھی کہ ہائے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیا کیا کہ آپ شہید ہو گئے اور ہمیں چھوڑ کر چلے گئے۔ اسے صحابی کے بتا دینے پر بھی تسلی نہ ہوئی اور اصرار کیا کہ تم مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چلو۔ جب اسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نظر آئے تو وہ

بھاگتی ہوئی آپ کے پاس پہنچی اور آپ کا دامن پکڑ لیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے افسوس ہے کہ تیرا باپ اور تیرا بھائی اور تیرا خاوند لڑائی میں مارے گئے۔ اس عورت نے جواب دیا **جب آپ زندہ ہیں تو مجھے کسی اور کی موت کی پرواہ نہیں۔**

یہ تھی وہ عشق ورسول کی حقیقت جو قرون اولیٰ کی مسلمان خواتین سے ہم نے سیکھیں یا انہوں نے ہمیں بیان کیں۔

آیت رحمان برائے ہر بصیر
حُجّتِ حق بہرِ ہر دیدہ ورے
ناتواں را برحمت دستگیر
خستہ جاناں را بہ شفقت غمخورے

وہ ہر صاحب بصیرت کے لئے آیت اللہ اور ہر اہل نظر کے لئے حجتِ حق ہے
کمزوروں کا رحمت کے ساتھ ہاتھ پکڑنے والا اور ناامیدوں کا شفقت کے ساتھ غم خوار

معزز بہنو! تو دیکھو عورتوں کی یہ عظیم الشان قربانی تھی جس سے اسلام دنیا میں پھیلا اور آج بھی اسلام کے پھیلانے کے لئے یہی اصول لاگو ہو گا کہ ہماری عورتیں اور مرد ہر قربانی کے لئے تیار رہیں اور اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے ہوں۔ آج اسلام کی تبلیغ کا کام اور اسے دنیا میں پھیلانے کا کام ہمارے سپرد ہے اور ہمیں بے خوف وخطر ہو کر اس فریضہ کو سرانجام دینا چاہئے۔

پھر عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور انداز دیکھیں۔ حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُمّ سُلَیم کے گھر آتے اور ان کے بچھونے پر استراحت فرماتے جبکہ وہ وہاں نہ ہوتیں۔ تو کہتے ہیں ایک دن آپ تشریف لائے اور حضرت ام سلیم کے بچھونے پر سو گئے۔ اُمّ سُلَیم کو آپؐ کے آنے کی اطلاع ہوئی تو آپؓ آئیں اُس وقت حضور کو پسینہ آیا ہوا تھا بستر پر چمڑے کے ٹکڑے پر حضور کا پسینہ جمع ہو گیا۔ انہوں نے اپنی صندوقچی کھولی اپنا بکس کھولا اور اس پسینے کو جذب کر کے اس میں سے ایک شیشی نکالی اور اس میں نچوڑنے لگیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم چونکے اور فرمایا۔ اے ام سلیم! تم کیا کر رہی ہو۔

انہوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! ہم اس پسینہ سے اپنے بچوں کے لئے برکت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے ٹھیک کیا۔

سالکاں را نیست غیر از وے امام
رہرواں را نیست جزوے رہبرے

سالکوں کے لئے اس کے سوا کوئی امام نہیں۔ راہ حق کے متلاشیوں کے لئے اس کے سوا کوئی رہبر نہیں

معزز بہنو! حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ پھر تسلسل میں فرماتے ہیں:

صحابیات کس حد تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں پر عمل کرنے کی کوشش کرتی تھیں چاہے وہ ذاتی معاملات ہوں۔ اس بارے میں ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت زینب بنت ابی سلمہ کہتی ہیں کہ میں حضرت ام حبیبہؓ کے پاس گئیں جب ان کے والد ابوسفیان کا انتقال ہوا۔ پس انہوں نے خوشبو دار چیز منگوائی جس میں زردی تھی یا کچھ اور۔ اس میں سے کچھ ایک لڑکی کو لگائی اور پھر اپنے رخسار پر ملی۔ سنگھار کیا۔ اس کے بعد فرمایا۔ واللہ! مجھے خوشبو کی ضرورت نہیں ہے مگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو عورت اللہ پر اور آخری دن پر ایمان رکھتی ہو اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی میت پر تین راتوں سے زیادہ بناؤ سنگھار سے رکے سوائے اپنے شوہر کے کہ چار مہینے اور دس دن اس کے لئے اس نے اپنے اپنے آپ کو روکے رکھنا ہے۔

ایک نوجوان لڑکی کے عشق رسول اور کامل اطاعت کا واقعہ سنیں۔ ایک روایت میں آتا ہے ابوبرزہ اسلمی سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری آدمی سے کہا۔ اپنی بیٹی مجھے دے دو۔ اس نے کہا زہ نصیب یارسول اللہ! بہت بہتر ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنی ذات کے لئے اس کا مطالبہ نہیں کر رہا کوئی اپنے لئے رشتہ نہیں مانگ رہا۔ اس نے پوچھا یارسول اللہ! پھر کس کے لئے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جُلَیْبِیْب کے لئے جو ایک سیاہ فام مسلمان غلام تھے۔ اس انصاری نے کہا یارسول اللہ! میں لڑکی کی ماں سے مشورہ کر لوں چنانچہ وہ اس کی ماں کے پاس آیا اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری بیٹی کے لئے نکاح کا پیغام جُلَیْبِیْب غلام کے لئے بھیجا ہے۔؟ ماں نے کہا۔ وہ غلام؟ ہرگز نہیں بخدا میں کسی صورت میں اس کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی نہیں کروں گی۔ جب وہ انصاری نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتانے کے لئے جانے لگا تو وہاں لڑکی سامنے آگئی اس نے کہا تمہارے پاس میرے لئے کس نے نکاح کا پیغام بھیجا ہے؟۔ اس کی ماں نے سارا واقعہ بیان کیا تو اس لڑکی نے کہا کیا آپ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو رد کریں گے۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ آپ میرا نکاح وہاں کریں جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدا تعالیٰ مجھے کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ چنانچہ اس کا باپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اگر آپ اس رشتہ سے راضی ہیں تو ہم بھی راضی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نکاح جلیبیب سے کر دیا۔ روایات میں آتا ہے کہ جنگ احد میں ان کے یہ خاوند شہید ہو گئے تو ان کی اس بیوہ کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر و برکت کی دعا کی اور اس دعا کی برکت تھی کہ مدینہ کی مالدار بیواؤں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ پس یہ تھے نوجوان لڑکیوں کے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو پورے کرنے کے معیار۔

پھر مالی قربانی کے بعض واقعات ہیں۔ سب سے پہلے تو حضرت خدیجہ کا ذکر آتا ہے جنہوں نے اپنا سب کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قربان کر دیا۔ تمام مال آپ کو دے دیا۔ اپنے غلام دے دیئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں بھی حضرت خدیجہ کی کس قدر عزت تھی اس بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لے کر گئے ہوں اور حضرت خدیجہ کا ذکر نہ فرمایا ہو اور اس کی تعریف نہ بیان فرمائی ہو۔ ایک روز جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ذکر کیا تو مجھے غیرت محسوس ہوئی اور میں نے کہا وہ ایک بڑھیا ہی تو تھی اللہ نے آپ کو اس سے بہتر بدل عطا فرمایا اور بہت سی بیویاں ہیں آپ کی۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت ناراض ہوئے۔ آپ نے فرمایا نہیں! اللہ کی قسم! اللہ نے مجھے اس سے بہتر بدل نہیں عطا فرمایا۔ وہ ایمان لائی جب لوگوں نے انکار کیا اور اس نے میری تصدیق کی جب لوگوں نے میری تکذیب کی اور اپنے مال سے میری مدد کی جب لوگوں نے اپنا مال مجھ سے روکے رکھا اور اللہ نے مجھے اس سے اولاد عطا فرمائی جبکہ دوسری عورتوں سے نہ دی۔ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ آئندہ میں کبھی ان کے بارے میں کوئی بری بات نہیں کہوں گی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کی قربانی کو ہمیشہ یاد رکھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خود بھی مالی قربانی میں کم نہیں تھیں۔ ان کے بارے میں بہت سی روایات ملتی ہیں۔ چنانچہ ذکر ملتا ہے حضرت عائشہ کا ایک سب سے نمایاں وصف جود وسخا تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ان سے زیادہ سخی کسی کو نہیں دیکھا۔ ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ نے ان کی خدمت میں لاکھ درہم بھیجے تو شام ہوتے ہوتے سب خیرات کر دیئے اور اپنے لئے کچھ نہ رکھا۔ اتفاق سے اس دن روزہ رکھا ہوا تھا۔ لونڈی نے عرض کی کہ افطار کے لئے کچھ نہیں ہے فرمایا پہلے سے کیوں نہیں یاد کرایا۔

معزز بہنو! غزوہ تبوک میں صحابیات کی مالی قربانی کا ذکر یوں بیان ہوا ہے۔ عورتوں نے اپنی حیثیت سے بڑھ کر مدد کی۔ ام سنان اسلمیہ کہتی ہیں میں نے حضرت عائشہ کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک کپڑا بچھا ہوا دیکھا جس میں خوشبو بازوبند کنگن کانٹے اور انگوٹھیاں تھیں اور پازیب بھی تھیں جو سب عورتوں نے مسلمانوں کے جہاد کے لئے دی تھیں۔ آج بھی اس بارے میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ بہت سی احمدی خواتین ہیں جو اپنے مال اور زیور کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بے دریغ قربانی کرتی ہیں اور بغیر کسی انقباض کے دین کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں بلکہ بعض دفعہ ان کو روکنا پڑتا ہے۔

قرون اولیٰ کی خواتین کے ایمان کا کیا معیار تھا اور کس طرح اپنے خاوندوں کی محبت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر قربان کرتی تھیں۔ ایک واقعہ سنیں جو زندہ خاوند کا ہے۔ ایک ایسی عورت جس کا واقعہ ہے جس نے خدا تعالیٰ کے مقابلے میں نہ صرف اپنے خاوند کی محبت کو ٹھکرایا بلکہ اسے ملامت بھی کی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عرب کے مقابلہ میں روما کی اس وقت ایک بڑی طاقت تھی جو مسلمانوں پر حملہ آور ہونے والی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمایا کہ بجائے اِس کے کہ روما کی فوجیں ہم پر حملہ آور ہوں مناسب ہو گا کہ ان کے مقابلہ کے لئے ہم خود باہر جائیں۔ چنانچہ آپ دس بارہ ہزار افراد پر مشتمل ایک فوج ساتھ لے کر روما کے لشکر کے مقابلہ کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ اس موقع پر آپؐ نے حکم دے دیا کہ سب مخلص مومن اس جنگ کیلئے چل پڑیں۔ اِس سے قبل آپ نے خود ایک صحابی کو کسی کام کیلئے باہر بھیجا تھا جب آپ مقابلہ کے لئے مدینہ سے روانہ ہو گئے تو وہ صحابی واپس گھر آئے اور مدت کے بعد وہ گھر واپس آئے تھے۔ جب مدینہ پہنچے تو انہیں صرف اتنا پتہ لگا کہ رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے باہر گئے ہوئے ہیں۔ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ جب کوئی دور سے آتا ہے اور دیر کے بعد گھر آتا ہے تو قدرتی طور پر وہ اپنی بیوی سے پیار کرتا ہے۔ وہ صحابی بھی گھر آئے اور چاہا کہ بیوی سے پیار کریں مگر اس نے پرے ہٹا کر کہا کہ تجھے شرم نہیں آتی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو جنگ کیلئے باہر گئے ہوئے ہیں اور تجھے بیوی سے پیار سوجھ رہا ہے۔ اِس کا اِس صحابی پر اتنا اثر ہوا کہ وہ اسی وقت گھوڑے پر سوار ہو کر جنگ کیلئے باہر چلے گئے۔ اب یہ خدا کی محبت اور اس کے خاوند کی محبت کا مقابلہ تھا۔ یہ نہیں کہ اس صحابیہ کو اپنے خاوند سے محبت نہیں تھی بلکہ جب یہ سوال آگیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تکلیف میں ہیں اور ان کا خاوند آرام میں ہے تو وہ برداشت نہ کر سکیں۔ پس انہوں نے اپنے خاوند کو بھیجا کہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اسلام کو تمہاری جان کی ضرورت ہے۔ جاؤ! اور اپنی جان قربان کرو۔

پھر دین کی خاطر ایک عورت اپنی جان قربان کرنے کے لئے کس طرح بے خوفی کا مظاہرہ کرتی ہے اس بارے میں ذکر آیا ہے حضرت ام شریق جب اسلام قبول کیا تو مشرک رشتہ داروں نے ان کو ان کے گھر سے پکڑ لیا اور ان کو ایک بدترین مست اور شریر اونٹ پر سوار کر دیا اور ان کو شہد کے ساتھ روٹی دیتے رہے اور پینے کے لئے پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں دیتے تھے اور انہیں سخت دھوپ میں کھڑا کر دیتے تھے جس سے ان کے ہوش وہواس جاتے رہے۔ انہوں نے تین دن تک یہی سلوک روا رکھا اور پھر کہنے لگے جس دین پر تو قائم ہے اس کو چھوڑ دو۔ حضرت ام شریق کہتی ہیں کہ میں ان کی بات نہ سمجھ سکی۔ ہاں چند کلمے سن لئے۔ پھر مجھے انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کر کے بتایا گیا کہ توحید کو چھوڑ دو۔ فرماتی ہیں میں نے کہا اللہ کی قسم! میں توحید پر قائم ہوں چاہے مر جاؤں۔

پھر تکالیف برداشت کرنے اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ پر توکل اور کامل ایمان کا ایک واقعہ یوں ملتا ہے حضرت ضنیرہ رومی اسلام میں سبقت لے جانے والی خواتین میں سے تھیں انہوں نے اسلام کے آغاز میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ مشرکین آپ کو اذیتیں دیتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ بنو مخزوم کی لونڈی تھی اور ابو جہل آپ کو اذیت دیا کرتا تھا۔ جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو ان کی بینائی چلی گئی اس پر مشرکین نے کہا لات اور عزیٰ یہ دو بت ہیں بڑے مشرکوں کے تھے اس زمانے میں۔ نے ان دونوں کے انکار کی وجہ سے

ضنیرہ کو اندھا کر دیا ہے۔ اس پر حضرت ضنیرہ نے کہا۔ لات اور عزیٰ تو یہ بھی نہیں جانتے کہ ان دونوں کی عبادت کون کرتا ہے۔ یہ بت ہیں انہوں نے کیا کرنا ہے مجھے۔ یہ تو آسمان سے ہے یعنی خدا کی منشا ہے بیماری ہے آئی ہے مجھ پہ اور میرا رب میری بینائی لوٹانے پر قادر ہے۔ اس بات کا بھی اظہار کیا کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ اس نے بینائی لی ہے تو لوٹا بھی سکتا ہے میری نظر ٹھیک کر سکتا ہے بغیر کسی علاج کے۔ لکھا ہے کہ اگلے دن انہوں نے اس حالت میں صبح کی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی بینائی لوٹا دی تھی نظر آنے لگ گیا۔ صبح اٹھی تو آنکھیں بالکل صاف تھیں۔ ٹھیک تھیں۔ اس پر قریش نے کہا کہ یہ تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جادو کی وجہ سے ہوا ہے کہ رات کو اس نے جادو کر دیا کوئی تو تمہاری نظر واپس آگئی۔ لیکن وہ مانے نہیں۔ انہوں نے کہا نہیں یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا ہے مجھ پہ۔ بہر حال حضرت ابو بکر نے ان کی تکالیف دیکھیں جو ان کو پہنچائی جاتی تھیں تو آپ نے ان کو خرید لیا حضرت ابو بکر نے ان کو خریدا اور آزاد کروا دیا۔

یہ تھیں وہ خواتین جنہوں نے توحید کے قیام اور اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے اپنے عہد کو پورا کیا۔

اسی طرح ایمان پر قائم رہنے اور جان کی قربانی کے لئے تیار رہنے کا ایک واقعہ یوں ملتا ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دفعہ بنو معمل کی ایک لونڈی کے پاس سے گزرے۔ وہ لونڈی مسلمان تھی۔ عمرو بن خطاب اس کو ایذا دے رہے تھے تا کہ وہ اسلام کو چھوڑ دے۔ حضرت عمر ان دنوں ابھی مشرک ہی تھے اسلام نہیں لائے تھے اور وہ انہیں مارا کرتے تھے اس لونڈی کو یہاں تک کہ وہ جب تھک جاتے تو کہتے کہ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں نے تمہیں صرف تھکاوٹ کی وجہ سے چھوڑا ہے۔ اتنا مارتے تھے کہ حضرت عمر تھک جاتے تھے لیکن انہوں نے کبھی اسلام سے انکار نہیں کیا۔ اس پر وہ کہتی اللہ تمہارے ساتھ بھی اسی طرح کرے گا۔ پھر حضرت ابو بکر نے اسے بھی خرید کر آزاد کر دیا تھا۔

پھر ایک عورت کے اپنے بیٹوں کو دین کی خاطر جان قربان کرنے کا واقعہ کا ذکر یوں ملتا ہے:

حضرت عمر کے زمانے میں جب عراق میں قادسیہ کے مقام پر جنگ جاری تھی تو کسریٰ میدان جنگ میں ہاتھی لایا۔ اونٹ ہاتھی سے ڈرتا ہے اس لئے وہ انہیں دیکھ کر بھاگتے تھے اور اس طرح مسلمانوں کو بہت نقصان ہوا اور بہت سے مسلمان مارے گئے۔ آخر ایک دن مسلمانوں نے فیصلہ کیا کہ خواہ کچھ ہو آج ہم میدان سے ہٹیں گے نہیں جب تک دشمن کو شکست نہ دے لیں۔ ایک عورت حضرت خنساء اپنے چار

بیٹوں کو لے کر میدان جنگ میں آئیں اور ان کو مخاطب کر کے کہنے لگیں کہ پیارے بیٹو! تمہارے باپ نے اپنی زندگی میں ساری جائیداد تباہ کر دی اور جب تمہارا باپ مرا تو اس نے کوئی جائیداد نہیں چھوڑی۔ میں اس وقت جوان تھی تمہارے باپ کی کوئی جائیداد نہیں تھی۔ کوئی سکھ نہیں دیا اس نے مجھے زندگی میں۔ پھر اپنی زندگی میں اس نے میرے ساتھ کوئی حسن سلوک بھی نہیں کیا اور اگر عرب کے رسم ورواج کے مطابق میں بدکار ہو جاتی تو کوئی اعتراض کی بات بھی نہیں تھی۔ مگر میں نے اپنی تمام عمر نیکی سے گزاری۔ اب کل فیصلہ کن جنگ ہونے والی ہے۔ اپنے بیٹوں کو کہا کہ اب جنگ ہونے والی ہے اور یہ مسلمانوں نے فیصلہ کیا ہے کہ یا موت یا جیت۔ تو کہتی ہیں میرے تم پر بہت سے حقوق ہیں۔ اتنی ساری باتیں بتا کے کہ کس طرح میں نے تمہیں پالا کہ میرے تم پر بہت سے حقوق ہیں۔ کل کفر اور اسلام میں مقابلہ ہو گا اگر تم فتح حاصل کئے بغیر واپس آئے تو میں خدا تعالیٰ کے حضور کہوں گی کہ میں ان کو اپنا کوئی بھی حق نہیں بخشتی۔ اسی طرح اس نے اپنے چاروں بیٹوں کو جنگ میں تیار کر کے بھیج دیا اور پھر گھبرا کر خود جنگل میں چلی گئی اور وہاں تنہائی میں سجدہ میں گر کر اور رو رو کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگنے لگی اور دعا یہ کی کہ اے میرے خدا! میں نے اپنے چاروں بیٹوں کو دین کی خاطر مرنے کے لئے بھیج دیا ہے لیکن تجھ میں یہ طاقت ہے کہ ان کو واپس لے آئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل کیا کہ مسلمانوں کو فتح بھی ہو گئی اور وہ اس کے چاروں بیٹے بھی زندہ واپس آ گئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہم نے بھی دین کی ترقی اور اپنا خدا تعالیٰ سے تعلق جوڑنے کے لئے ان مثالوں کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنانا ہے۔ عبادات کے معیار، عشق رسول کے معیار، مالی و جانی قربانیوں کے معیار ہم نے قائم کرنے ہیں۔ بیشک آج بہت سی احمدی خواتین مالی قربانیوں کے بہت اعلیٰ نمونے دکھا رہی ہیں جیسا کہ میں نے ذکر کیا ہے ابھی لیکن خاص طور پر مالی لحاظ سے جو کشائش رکھنے والیاں ہیں ان کو اپنی حالتوں کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔ جن کے خاوند روک بنتے ہیں انہیں کہہ دیں اپنے خاوندوں کو کہہ دیں کہ دین کے معاملے میں ہم تمہاری کسی بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں...... ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس وقت دجال نے اپنی شیطانی حربوں کے ہر طرف جال پھیلائے ہوئے ہیں۔ آج سب سے زیادہ اس بات کی

ضرورت ہے کہ اپنی عبادتوں کے معیار بلند تر کرنے کی کوشش کی جائے۔ عشق رسول میں بڑھتے چلے جانے کی کوشش کی جائے۔ تربیت اولاد کی طرف خاص توجہ دی جائے۔ ان کی گھٹی میں دین کی اہمیت اس طرح ڈالیں کہ وہ ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوں۔ اپنی دعاؤں میں اس قدر زور اور درد پیدا کریں کہ خدا تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئے اور ہمارے بچے دنیا کی ہوا وہوس میں پڑنے کی بجائے خدا تعالیٰ کے دین کے سیکھنے اس سے تعلق پیدا کرنے اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تڑپ دل میں پیدا کرنے والے بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی عورت کو یہ معیار حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آج عورتوں کی اس طرف توجہ ہی مردوں کی اصلاح کا بھی باعث بنی رہے گی۔ اللہ کرے کہ سب عورتیں اور مرد اور بچے اور بوڑھے مل کر وہ احمدی معاشرہ پیدا کرنے والے بن جائیں جو صحیح اسلامی معاشرہ ہے اور جس کے قائم کرنے کے لئے اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو بھیجا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین"

اِنَّ الصَّحَابَۃَ کُلَّھُمْ کَذُکَاءِ
قَدْ نَوَّرُوْا وَجْہَ الْوَرٰی بِضِیَاءِ
یَا رَبِّ فَارْحَمْنَا بِصَحْبِ نَبِیِّنَا
وَاغْفِرْ وَ اَنْتَ اللّٰہُ ذُوْاٰلَاءِ

یقیناً صحابہ سب کے سب سورج کی مانند ہیں۔ انہوں نے مخلوقات کا چہرہ اپنی روشنی سے منور کر دیا۔
اے میرے رب! ہم پر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے طفیل رحم کر اور ہماری مغفرت فرما اور تو ہی نعمتوں والا اللہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔



﴿48﴾ ﴿مشاہدات:114﴾

احمدی شہید خواتین کی لازوال جانی قربانیاں

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا

(الاحزاب:24)

مومنوں میں ایسے مرد ہیں جنہوں نے جس بات پر اللہ سے عہد کیا تھا اُسے سچا کر دکھایا۔ پس ان میں سے وہ بھی ہے جس نے اپنی منت کو پورا کر دیا اور ان میں سے وہ بھی ہے جو ابھی انتظار کر رہا ہے اور انہوں نے ہرگز (اپنے طرز عمل میں) کوئی تبدیلی نہیں کی۔

خوں شہیدانِ اُمت کا اے کم نظر! رائیگاں کب گیا تھا کہ اَب جائے گا
ہر شہادت ترے دیکھتے دیکھتے، پھول پھل لائے گی، پھول پھل جائے گی

معزز بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **"احمدی شہید خواتین کی لازوال قربانیاں"**

میری بہنو! مذہب کی خاطر اپنی جانیں قربان کرنے کی تاریخ بہت پُرانی ہے۔ اگر کہا جائے کہ حضرت آدمؑ کے ایک بیٹے ہابیل کی اپنے بھائی قابیل کے ہاتھوں جان کی قربانی مذہب کی خاطر تھی تو جھوٹ نہ ہو گا۔ جانیں دینے کا سلسلہ انبیاء کے مختلف ادوار سے ہوتا ہوا نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک اپنے عروج کو پہنچا جس میں صحابہ اور صحابیات نے جان کی قربانیوں کی ایسی یادگار تاریخ رقم فرمائی جن کی بناء پر اِن کو رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ کے مبارک لقب سے نوازا گیا۔ قرآنی پیشگوئی وَآخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ کے مطابق صحابہ رسولؐ اور صحابیاتِ رسولؐ کی جانی قربانیوں کی یاد تازہ کرنے کے لئے حضرتِ مہدیؑ کے دور میں ایسے وفا شعار عطا ہونے تھے جو صحابہ رسولؐ جیسی جان کی قربانی دے کر بھی یہ کہیں۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یوں ہے کہ حق ادا نہ ہوا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا تھا۔

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مَے اُن کو ساقی نے پلا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

میری بہنو! آج مجھے اُن احمدی خواتین کی مَقتل اور مَشہد پر جان دینے کی داستانیں آپ بہنو کے سامنے رکھنی ہیں جو "صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا" کی مصداق بنیں اور اپنا نام اَمر کر کے اسلام احمدیت کا نام روشن کر گئیں۔ اِس لازوال تاریخ میں جانے سے قبل "شہید" کے معانی جاننے ضروری ہیں ۔ لفظِ شہید " شَہِدَ" سے مشتق ہے جس کے معانی ہیں دیکھنے۔ گواہی دینے اور یقینی خبر پانے کے ہیں۔ اور اصطلاحی معانی یہ ہوں گے کہ فلاں نے اپنے اللہ، اُس کے رسول، اُس کے مذہب اور اُس کی لائی ہوئی کتاب کو سچا جانتے اور دیکھتے ہوئے اپنی جان، جانِ آفریں کے سپرد کر کے شہادت کے رُتبہ پر فائز ہو ایا ہوئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر حضرت ابو ہریرہؓ کو فرمایا کہ اگر صرف اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جانے والے ہی شہید کہلائیں گے تو پھر تو میری اُمّت میں بہت تھوڑے شہید ہوں گے۔

(صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب بیان الشھداء، حدیث 1915)

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص صدقِ نیت سے شہادت کی تمنا کرے، اللہ تعالیٰ اُسے شہداء کے زمرے میں داخل کرے گا خواہ اُس کی وفات بستر پر ہی کیوں نہ ہو۔

(صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب استحباب طلب الشھادۃ فی سبیل اللہ تعالیٰ، حدیث 1909)

حضرت مسیح موعودؑ شہید کی تشریح میں فرماتے ہیں:

"یاد رکھو کہ یہی شہادت نہیں کہ ایک شخص جنگ میں مارا جائے بلکہ یہ امر ثابت شدہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں ثابت قدم رہتا ہے اور اس کے لئے ہر دکھ درد اور مصیبت کو اٹھانے کے لئے مستعد رہتا

ہے اور اُٹھاتا ہے وہ بھی شہید ہے۔ شہید کا مقام وہ مقام ہے جہاں وہ گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھتا اور مشاہدہ کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی ہستی اُس کی قدرتوں اور تصرّفات پر وہ اس طرح ایمان لاتا ہے جیسے کسی چیز کو انسان مشاہدہ کر لیتا ہے۔ جب اس حالت پر انسان پہنچ جاوے پھر اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دینا کچھ بھی مشکل نہیں ہوتا بلکہ وہ اس میں راحت اور لذّت محسوس کرتا ہے۔ شہادت کا ابتدائی درجہ خدا کی راہ میں استقلال اور ثبات قدم ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص نہ مرا اللہ کی راہ میں اور نہ تمنّا کی۔ مر گیا وہ نفاق کے شعبہ میں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص کامل مومن نہیں ہوتا جب تک اللہ تعالیٰ کی راہ میں مَرنا دنیا کی زندگی سے وہ مقدم نہ کرے۔ پھر یہ کیسا گِراں مرحلہ ہے اُن لوگوں کے لئے جنہوں نے دنیا کی حیات کو عزیز سمجھا۔ خدا تعالیٰ کی راہ میں مرنے کے یہ معنے نہیں کہ انسان خواہ مخواہ لڑائیاں کرتا پھرے بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ خدا تعالیٰ کے احکام اور اوامر کو اس کی رضا کو اپنی تمام خواہشوں اور آرزوؤں پر مقدم کرے اور پھر اپنے دل میں غور کرے کہ کیا وہ دنیا کی زندگی کو پسند کرتا ہے یا آخرت کو اور خدا کی راہ میں اگر اس پر مصائب اور شدائد بھی پڑیں تو وہ ایک لذّت اور خوشی کے ساتھ انہیں برداشت کرے اور اگر جان بھی دینی پڑے تو تردّد نہ ہو۔

پس یہی وہ امر ہے جو میں اپنی جماعت میں پیدا کرنا چاہتا ہوں کہ ان میں صحابہ کا نمونہ قائم ہو۔ مجھے افسوس ہوتا ہے کہ جب کثرت سے ایسے خطوط آتے ہیں کہ جن میں دنیا اور اُس کی خواہشوں کا ذکر ہوتا ہے اور لکھا جاتا ہے کہ میرے لئے فلاں امر کے واسطے دعا کرو۔ میری فلاں آرزو پوری ہو جائے۔ بہت ہی تھوڑے لوگ ہوتے ہیں جو محض خدا کی رضا ہی کو مقدم کرتے ہیں اور اسی کی ہی خواہش اور آرزو کرتے ہیں۔ بعض ایسے ہوتے ہیں کہ مکر سے لکھتے ہیں یعنی پہلے تو ذکر کرتے ہیں کہ آپ دعا کریں ہمارے دل میں ذوق شوق عبادت کا پیدا ہو جاوے اور یہ ہو اور وہ ہو۔ پھر آخر میں اپنی دنیوی خواہشوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ مَیں بدبودار تحریروں کو شناخت کر لیتا ہوں کہ ان کی اصل غرض کیا ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ خدا تعالیٰ عالم الغیب ہے اور وہ نیّات کو خوب دیکھتا ہے۔ اس طرح پر گویا خدا کو دھوکہ دینا ہے۔ اس طریق کو بالکل چھوڑ دینا چاہیے۔ تمہیں چاہیے کہ خالصۃً اللہ کے لئے ہو جاؤ۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کو مقدم کرو گے تو یقیناً سمجھو دنیا میں بھی ذلیل اور خوار نہیں رہو گے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کے لئے غیرت ہوتی ہے وہ خود

ان کا تکفل فرماتا ہے اور ہر قسم کی مشکلات سے انہیں نجات اور مخلصی عطا فرماتا ہے۔ میں یقیناً جانتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اگر تم میں وہ تخم بویا گیا جو صحابہؓ میں بویا گیا تھا تو اللہ تعالیٰ ہر طرح اپنے فضل کرے گا۔ ایسے شخص پر کوئی شخص حملہ نہیں کر سکتا۔ اس امر کو خوب یاد رکھو۔ اگر خدا تعالیٰ کے ساتھ سچا اور مضبوط تعلق ہو جاوے تو پھر کسی کی دشمنی کی کیا پرواہو سکتی ہے۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 423-425۔ ایڈیشن 2003ء)

میری معزز بہنو! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"عام طور پر شہید کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ جو خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان ہو جائے۔ بیشک ایسا شخص جو خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان قربان کرتا ہے، شہید کا مقام پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ لیکن شہید کے معنی میں بہت وُسعت ہے۔ یہ معنی بہت وُسعت لئے ہوئے ہے اور بھی اس کے مطلب ہیں...... بہر حال بڑے مقاصد کے حصول کے لئے قربانیاں بھی دینی پڑتی ہیں، جان کی قربانی بھی دینی پڑتی ہے اور جماعت احمدیہ کے افراد جہاں بھی ضرورت ہو، ہر قسم کی قربانیاں دیتے ہیں اور اس کے لئے تیار بھی رہتے ہیں۔ اس میں جان کی قربانی بھی ہے جو اُن قربانی کرنے والوں کو شہادت کا رتبہ دلا رہی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی جنتوں میں یہ لوگ داخل ہو رہے ہیں۔ لیکن جیسا کہ مَیں نے کہا کہ شہادت صرف اسی قدر نہیں ہے، شہید کا مطلب صرف اسی قدر نہیں ہے، اس کی گہرائی جاننے کے لئے اُن نوجوان سوال کرنے والوں کو ضرورت ہے اور بڑوں کو بھی ضرورت ہے، تاکہ شہادت کے مقام کے حصول کی ہر کوئی کوشش کرے۔ اس دعا کی روح کو سمجھے اور خدا تعالیٰ کی رضا کی جنتوں میں داخل ہو...... اللہ تعالیٰ نے بھی انسان کا جو مقصدِ پیدائش بیان فرمایا ہے وہ عبادت ہی بیان فرمایا ہے۔

پس ایک حقیقی مومن کا پیدائش کا مقصد صرف ایک دفعہ کی زندگی قربان کرنا نہیں ہے بلکہ مسلسل اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی کوشش ہے اور ہر قربانی کے لئے ہر وقت تیار رہنا ہے۔ ہاں یہ بھی احادیث میں آتا ہے کہ ایک مومن جنگ کی خواہش نہ کرے۔ لیکن جب زبردستی اُسے اس میں گھسیٹا جائے، جب دین

کے مقابلے پر ایک مومن کی جان لینے کی کوشش کی جائے تو پھر وہ ڈر کر پیچھے نہ ہٹے بلکہ مردانہ وار اپنی جان کا نذرانہ پیش کرے اور اس سے کبھی پیچھے نہ ہٹے۔"

(صحیح بخاری کتاب الجہاد والسیر باب لا تمنوا لقاء العدو حدیث 3025)

(خطبہ جمعہ 14 ء دسمبر 2012ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

احمدی شہید خواتین کی لازوال جانی قربانیاں

احمدی خواتین! آئیں! اب جائزہ لیں کہ جماعتِ احمدیہ کی 134 سالہ تاریخ میں احمدی خواتین نے احمدی مَردوں کے شانہ بشانہ کس طرح اسلام احمدیت کا عَلم بلند رکھنے کے لئے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کئے تاریخ کے اعتبار سے بیان کروں گی۔ راہ حق میں انہوں نے اپنے نفس کی پرواکی نہ کی، نہ اپنے قریبی رشتوں کی، اپنے جذبات واحساسات سب قربان کئے لیکن ان کے پایہ استقلال میں رتی برابر بھی لغزش نہ آئی۔ ایک احمدی عورت کے لیے اپنی جان سے بھی عزیز تر اپنی اولاد جیسی عزیز ترین شئے خدا کی راہ میں قربان کر دی اور لجنہ اماءِ اللہ کے عہد کی لاج رکھتے ہوئے اپنی جان، مال، وقت اور اولاد کو قربان کرنے کے لیے ہر دم تیار رہی اور آئندہ بھی تیار رہنے کے عزم کے ساتھ قربانیوں کی داستانیں رقم کرنے کا عہد کئے ہوئے ہے اور جو اپنے نام اَمر کر گئیں اُن کے لئے خدا تعالیٰ نے شہداء کا مقام و مرتبہ کتاب رحمان میں کچھ اس طرح بیان کیا ہے کہ

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

(البقرہ:155)

اور جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں ان کو مُردے نہ کہو بلکہ (وہ تو) زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام شہید کی خوبی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"شہید کا کمال یہ ہے کہ مصیبتوں اور دکھوں اور ابتلاؤں کے وقت میں ایسی قوّت ایمانی اور قوّت اخلاقی اور ثابت قدمی دکھلاوے کہ جو خارق عادت ہونے کی وجہ سے بطور نشان کے ہو جائے۔"

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 516)

معزز بہنو! خلافت ثانیہ کے دور میں جب انڈیا سے پاکستان ہجرت کرنے کا وقت تھا اس وقت بہت سی جانثار خواتین اپنے اہل خانہ کے ساتھ جماعتی احکامات کے تحت اپنے گھروں تک محدود رہیں اور جام شہادت نوش کیا ان سب کا ذکر خیر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبات میں فرمایا سب سے پہلے **اہلیہ حاجی میران بخش** تھیں جن کو 13 اور 14 اگست 1940ء کی درمیانی شب انبالہ شہر میں اُن کے مکان پر حملہ کر کے شہید کیا گیا۔ ان کی دس ماہ کی بچی ان کی گود میں تھی جو ماں کے نیچے دبی ماں کا دودھ چوسنے کی کوشش کرتی رہی لیکن وہ دودھ تو خشک ہو چکا تھا۔

(ماخوذ از خطبات طاہر بابت شہداء صفحہ 49-50)

پھر اسی طرح **عالم بی بی، چراغ بی بی، جان بی بی** آف کھاراندر قادیان کو بھی سکھ جتھے نے ان کے دیگر اہل خانہ کے ساتھ شہید کر دیا۔

(ماخوذ از خطبات طاہر بابت شہداء صفحہ 71)

گلاب بی بی آف سیکھواں یہ بھی قادیان کے قریب رہتی تھیں اور سکھوں کی خون ریزی کے نتیجے میں اپنے اہل خانہ کے ہمراہ شہید ہو گئیں۔

(ماخوذ از خطبات طاہر بابت شہداء صفحہ 74)

سری گوبند پورہ کی **زہرہ بی بی** اور ان کی چار سالہ بیٹی جسے سکھ جتھے نے ان کے گھر پر حملہ کر کے ان کے شوہر اور بیٹے کے ساتھ شہید کر دیا۔

(ماخوذ از خطبات طاہر بابت شہداء صفحہ 66-67)

میری بہنو! انڈونیشیا کی دو خواتین **محترمہ اڈوٹ صاحبہ اور محترمہ اونیہ صاحبہ** جماعت چیانڈرم بھی جان کی قربانی پیش کرنے والی لجنات میں شامل ہیں۔ جنہیں 3 مارچ 1953ء کو گھر سے باہر بلا کر فائرنگ کر کے شہید کر دیا گیا۔

(خطبات طاہر بابت شہداء صفحہ 54)

ایسی ہی ایک بہادر خاتون کا ذکر جن کا نام **رشیدہ بیگم** آف سانگلہ ہل تھا۔ ان کے شوہر قاری عاشق حسین صاحب کو خدا تعالیٰ نے احمدیت کی دولت سے مالا مال کر دیا تو آپ کا رجحان بھی اس طرف ہو گیا۔ 1972ء

میں ربوہ کے جلسہ سالانہ میں شرکت کے بعد احمدیت کو غور سے دیکھنے کے بعد اسے صدق دل سے قبول کر لیا۔ لیکن اہل خانہ کی طرف سے واپسی کا بہت دباؤ اور اصرار تھا لیکن آپ نے تمام مخالفتوں کا مقابلہ کیا۔ آپ نہایت عبادت گزار اور سچے خواب دیکھنے والی گوناگوں خوبیوں کی مالک تھیں۔

3 رمضان المبارک 1978ء کو رات قاری صاحب کے دیر تک جاگنے کی وجہ دریافت کرنے پر کہا کہ مجھے خدا تعالیٰ نے بتایا ہے کہ جس لڑکے کو تونے خود پالا ہے وہی تیرا قاتل ہے۔ وہ لڑکا قاری صاحب کا بھتیجا تھا جس کی نو ماہ کی عمر سے لے کر بیس سال تک آپ نے اسے پالا تھا۔ وہ لڑکا منکرین احمدیت کی باتوں میں آکر اپنی ہی مربیہ ماں کی جان کے درپے ہو گیا اور اگلے دن جب قاری صاحب گھر سے باہر تھے تو اچانک سے آپ کا بھتیجا گھر میں گھس کر پہلے بچوں پر جھپٹا آپ بچوں کو بچانے کے لیے لپکیں تو وہ ظالم آپ کی چھاتی پر بیٹھ گیا اور چاقو کے وار کرتا رہا آپ بے بسی کے عالم میں اسے روکتی رہیں اور پوچھا کہ ہمیں کیوں مار رہے ہو تو اس نے کہا کہ کیوں کہ تم کافر ہو گئی ہو۔ ان کے بچوں میں سے ایک بچی پر بھی حملہ کر کے اسے زخمی کیا لیکن وہ بچی تو بچ گئی مگر رشیدہ صاحبہ نے جام شہادت نوش فرمالیا۔

(خطبات طاہر بابت شہداء صفحہ 168-170)

جو بچی بچ گئی تھی اُس کا نام حلیمہ بی بی تھا۔ اِن کے گھاؤ اتنے گہرے تھے کہ بہت مشکل سے جانبر ہو سکیں تھیں۔ ڈاکٹر ز نے کہا تھا کہ اِس کی شادی نہ کریں اولاد نہ ہو گی مگر حلیمہ صاحبہ کی شادی ہوئی اور ایک بچی اولاد میں چھوڑ کر وہ اِس دنیا سے رخصت ہوئیں جو اب صاحبِ اَولاد ہے۔ اللھم زد فزد

معزز بہنو! پھر ایک اور اسلام و احمدیت کے لیے جان وار دینے والی خاتون **رخسانہ شہید** جن کو 9 جون 1982ء کو عید کے روز شہید کیا گیا۔ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 20 جون 1986ء کو خطبہ جمعہ اس شہادت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

”یہ شہادت... ایک نئے باب کا اضافہ کر رہی ہے، ایک نیا سنگِ میل رکھ رہی ہے اس دور کی قربانیوں میں کیونکہ خواتین میں سے یہ پہلی ہیں جنہیں اس دور میں اللہ کی خاطر جان دینے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ان کا نام **رخسانہ** تھا۔ ان کے خاوند طارق تو احمدی تھے لیکن ان کے بھائی بشارت احمدی نہیں... بشارت علماء کی بدکلامی کے نتیجہ میں دن بدن زیادہ بدگو ہوتا چلا گیا اور اخلاقی جرأت کا یہ حال تھا کہ بھائی کے سامنے تو

زبان نہیں کھول سکتا تھا لیکن اپنی مظلومہ بھابھی کے سامنے دل کھول کر دل کا غبار نکالتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کو گالیاں دیتا تھا اور ہر قسم کی بد کلامی سے کام لیتا تھا اور مردانگی کا عالم یہ ہے کہ بھائی کو تو عبادت سے نہیں روک سکتا تھا لیکن اس مظلوم عورت کو قتل کی دھمکیاں دیتا تھا کہ اگر تم احمدی مسجد میں جا کر نمازیں پڑھو گی تو میں تمہیں قتل کر دوں گا...... عید کے روز کا واقعہ ہے کہ طارق اور ان کی بیگم رخسانہ جب عید کی نماز پڑھ کر واپس آئے۔ طارق جب غسل خانے گئے تو پیچھے بچی کو اکیلا پا کر اس نے پھر نہایت بد کلامی سے کام لیا اور کہا مَیں نے تمہیں منع کیا تھا کہ تم نے احمدیوں کی مسجد میں نماز پڑھنے نہیں جانا۔ اس نے کہا تم کون ہوتے ہو مجھے منع کرنے والے۔ عبادت کا معاملہ ہے... چنانچہ اس پر اس نے پستول نکال کر وہیں فائر کیے دو گولیاں تو سینہ چھید کر نکل گئیں اور ایک ٹانگ پر لگی۔ بہر حال تھوڑی دیر کے اندر ہی بچی نے دم توڑ دیا۔

......احمدی مستورات قربانیوں میں ہرگز اپنے مردوں سے پیچھے نہیں ہیں۔ شہادت میں وہ بیویاں جو بیوگی کی زندگی بسر کرنے کے لئے پیچھے رہ جاتی ہیں اُن کے متعلق یہ گمان کرنا کہ ان کے خاوند ثواب پا گئے اور وہ محروم رہ گئیں، وہ آگے نکل گئے اور یہ پیچھے رہ گئیں یہ بالکل غلط خیال ہے۔ مردوں کی شہادت کی عظمت کے اندر ان کی بیواؤں کی قربانیوں کی عظمت داخل ہوتی ہے۔ ان ماؤں کو آپ کیسے بھلا سکتے ہیں جن کے بچے شہید ہوئے اور اللہ کی رضا کی خاطر وہ راضی رہیں اور بڑے حوصلے اور صبر کے نمونے دکھائے۔ ان بہنوں کو آپ کیسے فراموش کر سکتے ہیں جن کے ویر ہاتھ سے جاتے رہے۔ بہت ہی پیار سے ان کو دیکھا کرتی تھیں، بڑی محبت سے ان کا استقبال کیا کرتی تھیں اور جانتی ہیں کہ اب کوئی گھر میں واپس نہیں آئے گا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ خواتین، یہ بوڑھیاں، یہ بچیاں، یہ جوان عورتیں یہ ساری قربانیوں سے محروم ہیں اور صرف شہید ہونے والے قربانیوں میں آگے نکل گئے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20 جون 1986ء مطبوعہ خطبات طاہر جلد 5 صفحہ 436-440)

اپنی جان بھی اگر پیش کرنی پڑے
اس کی خدمت میں یہ بھی ہے کم دوستو
اپنی تاریخ کے اس اہم باب کو
خونِ دل سے کریں گے رقم دوستو

میری معزز بہنو! پھر ایک اور شہادت عزیزہ **نبیلہ شہید** کی جو مکرم مشتاق احمد صاحب کے گھر چک سکندر میں پیدا ہوئیں اور 16 جولائی 1989ء کو دس سال کی عمر میں جام شہادت نوش کر کے اپنے مولا کے حضور حاضر ہو گئیں۔

(ماخوذ از خطبات طاہر بابت شہداء صفحہ 198)

اسی طرح ایک اور بہادر خاتون **مبارکہ بیگم صاحبہ** اہلیہ عمر سلیم بٹ صاحب فدائی احمدی اور دعوت الی اللہ کی شوقین تھیں آپ کی کوششوں سے دو بہن بھائی احمدی ہوئے جن کو سخت مخالفت کا سامنا تھا آپ ان کو تسلی دینے ان کے گاؤں جاتی رہتی تھیں۔ آخری بار 1 مئی 1999ء کو جب ان سے ملاقات کرنے اور ان کے والد کو زیارت مرکز کے لیے قائل کرنے گئیں تو انہی بہن بھائی کے سوتیلے بھائی نے جو اپنے گھر احمدیت پھیلانے کا ذمہ دار ان کو سمجھتا تھا اس نے چھریوں کے وار کر کے آپ کو شدید زخمی کر دیا۔ 9 مئی 1999ء کو آپ ان زخموں سے جانبر نہ ہوتے ہوئے اپنے مولا سے جا ملیں۔

(خطبات طاہر بابت شہداء صفحہ 229-230)

مکرمہ شریفہ شوکت اور ان کے شوہر **مکرم عبد الرحیم مجاہد** کو مورخہ 8 اور 9 مئی 2001ء کی درمیانی رات کو نہایت ظالمانہ طور پر شہید کیا گیا۔ دونوں صحن میں سوئے ہوئے تھے انہیں وہاں سے اٹھا کر باتھ روم اور ملحقہ اسٹور میں لے جا کر تشدد سے ہلاک کیا گیا۔

(ماخوذ از خطبات طاہر بابت شہداء صفحہ 245)

جہاں پسرانِ باطل عورتوں پر وار کرتے ہیں
نرِ مردانؔ کو یہ "شیوۂ مردانہ" آتا ہے

یہ کیا انداز ہیں کیسے چلن ہیں کیسی رسمیں ہیں
انہیں تو ہر طریقِ نامسلمانانہ آتا ہے

پھر خلافت خامسہ میں بھی ایک نہایت افسوسناک واقعہ ہوا جس میں ایک جواں سال ڈاکٹر کو بڑی بے رحمی سے شہید کر دیا گیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس دردناک شہادت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"گزشتہ دنوں پھر انتہائی ظالمانہ طور پر ایک نوجوان جوڑے میاں بیوی کو ملتان میں شہید کر دیا گیا اور ان کا قصور صرف یہ تھا کہ انہوں نے زمانہ کے امام کو مانا۔ دونوں ڈاکٹر تھے اور بڑے ہر دلعزیز ڈاکٹر تھے۔ ایک کا نام **ڈاکٹر شیراز** ہے ان کی 37 سال عمر تھی اور ان کی اہلیہ **ڈاکٹر نورین شیراز** 28 سال کی تھیں۔ میرا خیال ہے کہ شاید یہ شہداء میں عورتوں میں سب سے کم عمر شہید ہیں۔"

(خطبہ جمعہ 20 مارچ 2009ء)

پس یہ وہ مختصر ایمان افروز داستان ہے احمدی شہید خواتین کی جو وقت کی رعایت کے ساتھ بیان کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ اِن کے ساتھ ہو اور اِن کی نسلوں میں وفا کے غنچے اِسی طرح پھوٹتے رہیں۔

یہ عشق و وفا کے کھیت کبھی خوں سینچے بغیر نہ پنپیں گے
اس راہ میں جان کی کیا پروا جاتی ہے اگر تو جانے دو

معزز بہنو! اِس تابندہ تاریخ کو رقم کرنے والی خواتین کو زندہ رکھنا اب ہمارا کام ہے اِس حوالے سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی یہ نصیحت ہمیشہ مد نظر رہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"ان واقعات کو زندہ رکھنا ہمارا فرض ہے ہماری ذمہ داری ہے۔ اور یہ قرض ہے ان شہیدوں اور ان خدا کی راہ میں تکلیفیں اُٹھانے والوں کا ہم پر۔ لیکن اگر ہم اس قرض کو ادا کریں گے اور جیسا کہ میں نے آپ سے بیان کیا ہے خدا کی محبت میں سرشار ہو کر اس جذبہ قربانی کو اپنا لیں گے تو آئندہ نسلوں پر ہم احسان کرنے والے ہوں گے ہم ایک ایسی قوم بن جائیں گے جو شہیدوں کی طرح ہمیشہ زندہ رہتی ہے۔ اللہ ہمیں ابد الآباد تک زندہ رکھے۔"

(الازھار لذوات الخمار حصہ دوم صفحہ 406)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ شہادت پانے کے انعامات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں

''جب جنگوں کی اجازت اور حالات تھے تو دشمن کا مقابلہ کر کے یا جان قربان کر کے ایک مومن شہادت کا رتبہ پاتا تھا یا فتح پاتا تھا اور اس میں کسی قسم کا خوف اور ڈر شامل نہیں ہوتا تھا۔

آج کل کے حالات میں جنگ تو ہے نہیں۔ جماعت احمدیہ کے دشمن بھی ہیں اور ہمارے جو دشمن ہیں، جو بزدل دشمن ہے یہ چھپ کر حملہ کرتا ہے۔ لیکن اگر سامنے آ کر بھی حملہ کرے تو پھر بھی جنگ کرنے کا تو حکم نہیں ہے۔ بعض احمدیوں کو وارننگ کے خطوط بھی آتے ہیں کہ یا احمدیت چھوڑ دو یا مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ تو اُس وقت ایک مومن کی مردانگی یہی ہے اور پاکستان کے احمدی اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ جان تو بیشک چلی جائے مگر دین اور خدا تعالیٰ کی رضا کو قربان نہیں کیا جا سکتا۔ پس یہ ایک مومن کا امتیاز ہے جو مختلف حالات میں، مختلف صورتوں میں قائم رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین میں شامل ہونے کے لئے مومن کو دعا بھی سکھائی ہے۔ لیکن شہادت کی وسعت کیا ہے؟ جیسا کہ مَیں نے کہا اس کا مطلب کیا ہے؟ اس کا فلسفہ کیا ہے؟ اس کی گہرائی کیا ہے؟ اس کو سمجھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کرتے ہوئے ہمیں زمانے کے امام مسیح موعود اور مہدی موعود علیہ السلام کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی ہے جنہوں نے ہمیں کھول کر اور واضح کر کے اس بارے میں سمجھایا ہے کہ یہ کیا چیز ہے؟''

(خطبہ جمعہ 14ء دسمبر 2012ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان شہید احمدی خواتین کی سیرت کو زندہ رکھنے اور اِن کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ آمین

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب

اُسے دے چکے مال و جان بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے



﴿49﴾　　﴿مشاہدات:122﴾

لجنہ اماء اللہ کی مالی قربانیوں سے دنیا بھر میں مساجد کا قیام

کہیں زیور دیتی ہے اور کبھی جان تک لٹاتی ہے
خلیفہ کے سبھی حکموں پہ سر اپنا جھکاتی ہے

اِنَّمَا يَعۡمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمۡ يَخۡشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓـئِكَ اَنۡ يَّكُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُهۡتَدِيۡنَ

(التوبہ:18)

اللہ کی مساجد تو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ پر ایمان لائے اور یومِ آخرت پر اور نماز قائم کرے اور زکوۃ دے اور اللہ کے سوا کسی سے خوف نہ کھائے۔ پس قریب ہے کہ یہ لوگ ہدایت یافتہ لوگوں میں شمار کئے جائیں۔

سامعات! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **لجنہ اماء اللہ کی مالی قربانیوں سے دنیا بھر میں مساجد کا قیام**

حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد کی تعمیر کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

”اس وقت ہماری جماعت کو مساجد کی بڑی ضرورت ہے۔ یہ خانہ خدا ہوتا ہے۔ جس گاؤں یا شہر میں ہماری جماعت کی مسجد قائم ہو گئی تو سمجھو کہ جماعت کی ترقی کی بنیاد پڑ گئی۔ اگر کوئی ایسا گاؤں ہو یا شہر جہاں مسلمان کم ہوں یا نہ ہوں اور وہاں اسلام کی ترقی کرنی ہو تو ایک مسجد بنا دینی چاہئے پھر خدا خود مسلمانوں کو کھینچ لاوے گا۔“

(ملفوظات جلد7 صفحہ 119 ایڈیشن 1984ء)

قربانی و ایثار، روحانی جماعتوں کا اثاثہ ہوتا ہے۔ کسی بھی روحانی جماعت کے سربراہ اور فرستادہ پر ایمان لانے والوں میں مردوں کے دوش بدوش عورتیں بھی مال، جان، وقت، عزت اور جذبات کی قربانی کرتی ہیں۔ اِس اعتبار سے اگر اسلام احمدیت کی مستورات کا جائزہ لیں تو انگنت احمدی مستورات آپ کو ایسی ملیں

گی جنہوں نے اسلام احمدیت کی ترقی و بہبود کی خاطر بڑی سے بڑی مالی قربانی پیش کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ زیور جو عورت کی سب سے پسندیدہ چیز ہوتی ہے بھی اپنے ہاتھوں سے اُتار اُتار کر جماعت کو پیش کرتی رہیں اور یوں لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (اٰلِ عمران:93) کے مصداق بن کر صحابہ وصحابیاتِ رسولؐ سے جاملنے کی سند حاصل کی۔

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مَے ان کو ساقی نے پلا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

معزز بہنو! اگر دنیا بھر کی احمدی مساجد کا احاطہ کریں تو اِن میں سے بعض عالی شان مساجد محض مستورات کی مالی قربانیوں سے تعمیر ہوئیں جیسے مسجد برلن، مسجد فضل لندن، مسجد مبارک ہیگ ہالینڈ اور مسجد نصرت جہاں کوپن ہیگن ڈنمارک۔ ورنہ تو قریباً ہر مسجد کی تعمیر میں لجنہ کا ہاتھ نمایاں ہے۔ اِن خواتین نے بعض جگہوں پر وقارِ عمل کر کے مساجد کی عملی تعمیر میں بھی حصہ ڈالا۔ چونکہ عورتوں کا تعلق زیبائش و آرائش سے بھی ہے اِس ناطے سے اکثر مساجد کی زینت وزیبائش اور آرائش احمدی مستورات کے حصے میں آئیں۔ **آئیں!** پہلے اُن مساجد کی تاریخ اور تعمیر کا جائزہ لیں جو لجنہ کی مالی قربانیوں سے تعمیر ہوئیں۔ اِن میں سے سب سے پہلے **مسجد خدیجہ برلن (جرمنی) کا ذکر کرتے ہیں۔**

معزز بہنو! لجنہ اماء اللہ کے قیام کے بعد سب سے پہلی مالی تحریک جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے احمدی مستورات کیلئے کی گئی وہ مسجد برلن کی تحریک تھی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

”میرا یہ منشاء ہے کہ جرمن میں مسجد عورتوں کے چندہ سے بنے۔ کیونکہ یورپ میں لوگوں کا خیال ہے کہ ہم میں عورت جانور کی طرح سمجھی جاتی ہے۔ جب یورپ کو یہ معلوم ہوگا کہ اس وقت اس شہر میں جو دنیا کا مرکز بن رہا ہے۔ اس میں مسلمان عورتوں نے جرمن کے نومسلم بھائیوں کے لئے مسجد تیار کرائی ہے تو یورپ کے لوگ اپنے اس خیال کی وجہ سے جو مسلمان عورتوں کے متعلق ہے۔ کس قدر شرمندہ اور حیران

ہوں گے اور جب وہ مسجد کے پاس سے گزریں گے تو ان پر ایک موت طاری ہو گی اور مسجد بآواز بلند ہر وقت پکارے گی کہ پادری جھوٹ بولتے ہیں جو کہتے ہیں کہ عورت کی اسلام میں کچھ حیثیت نہیں۔ وہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہمارے ملک میں عورتیں بالکل جانور ہیں اور ان کو جانور ہی سمجھا جاتا اور یقین کیا جاتا ہے۔ مسلمان عورتوں کو جانور کی طرح سمجھتے ہیں۔ اب جب صرف عورتوں کے چندہ سے وہاں مسجد بنے گی۔ تو ان کو یہ معلوم ہو گا کہ یہاں کی عورتوں کو تو یہ بھی علم ہے کہ ایسے لوگ بھی دنیا میں ہیں جو ایک بندے کی پرستش کرتے ہیں۔"

(خطبات محمود جلد 8 صفحہ 19)

پھر مسجد برلن کے لئے مالی تحریک کرتے ہوئے فرمایا:

"میں اب خطبہ کے ذریعہ تمام احمدی عورتوں کو تحریک کرتا ہوں کہ وہ اس کام کے لئے تین ماہ کے اندر پچاس ہزار روپیہ چندہ جمع کر دیں ...اس میں صرف عورتوں کا ہی روپیہ ہو گا تاکہ یہ مسجد ہمیشہ کے لئے عورتوں کی ہی یادگار رہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ عورتوں کو اس کام کی توفیق عطا کرے۔"

(خطبات محمود جلد 8 صفحہ 21)

لجنہ اماء اللہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی آواز پر والہانہ لبیک کہتے ہوئے بے مثال عملی نمونہ کا اظہار کیا۔ احمدی مستورات نے جس جوش اور ولولے سے اس تحریک پر عملی نمونہ کا آغاز فرمایا اس کا ذکر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے الفضل کے ایک مضمون میں کچھ یوں فرمایا:

"مجھے مسجد برلن کے چندہ کے متعلق اعلان کیے ابھی ایک ماہ نہیں گزرا کہ ہماری بہنوں کے اعلیٰ درجہ کے اخلاص اور بے نظیر ایثار کے سبب سے چندہ کی رقم بیس ہزار سے اوپر نکل چکی ہے ہماری جماعت ایک غریب جماعت ہے اور درحقیقت ہمارے پاس ایمان اور محبت باللہ و محبت بالرسل ...کے متاع کے سوا کہ وہی حقیقی متاع ہے اور کوئی دنیوی متاع اور سامان نہیں ہے۔"

(الفضل قادیان یکم مارچ 1923ء صفحہ 1)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے یکم مارچ 1923ء کو الفضل میں ایک مضمون "مسجد برلن۔ مخلص بہنوں کے اخلاص کا نمونہ" میں احمدی خواتین کی قربانیوں کو سراہتے ہوئے تحریر فرمایا:

”قادیان سے باہر چندوں میں سب سے اول نمبر پر کپتان عبدالکریم صاحب سابق کمانڈر انچیف ریاست خیر پور کی اہلیہ کا چندہ ہے جنہوں نے اپنا کل زیور اور اعلیٰ قیمتی کپڑے قیمتی ڈیڑھ ہزار روپیہ فی سبیل اللہ دے کے ایک نیک مثال قائم کی، دوسری مثال اسی قسم کے اخلاص کی چودھری محمد حسین صاحب صدر قانون گو سیالکوٹ کے خاندان کی ہے۔ ان کی بیوی، بھاوج، بہو نے اپنے زیورات قریباً سب کے سب اس چندہ میں دے دیے جن کی قیمت اندازاً دو ہزار روپیہ تک پہنچتی ہے۔“

(الفضل قادیان یکم مارچ 1923ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک نہایت غریب وضعیف بیوہ جو پٹھان مہاجر تھیں اور سوٹی سے بمشکل چل سکتی تھیں، خود چل کر آئیں اور حضورؓ کی خدمت میں دو سو روپے پیش کر دیے۔ یہ عورت بہت غریب تھی۔ اس نے دو چار مرغیاں رکھی ہوئی تھیں جن کے انڈے فروخت کر کے اپنی کچھ ضروریات پوری کیا کرتی تھیں، باقی دفتر کی امداد پر گزارا چلتا تھا۔ اسی طرح ایک پنجابی بیوہ جس کی واحد پونجی صرف ایک زیور تھا وہی اُس نے مسجد کے لیے دے دیا۔ ایک بیوہ عورت جو کئی یتیم بچوں کو پال رہی تھی اور زیور یا نقدی کچھ بھی اُس کے پاس نہ تھا، اس نے استعمال کے برتن چندے میں دے دیے۔ قربانی کا ایک جوش تھا، ایک جذبہ تھا جس کے تحت انہوں نے یہ مالی قربانی کی۔ ایک بہاولپور کے دوست تھے۔ اُن کی بیوی کے پاس دو بکریاں تھیں وہ بکریاں لے کر چندے میں دینے کے لیے آ گئی۔ (ماخوذ از الحکم 21/فروری 1923ء صفحہ 7)

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسے دے چکے مال و جاں بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار

اِس تاریخی مسجد کی تعمیر کے لئے ابتدائی انتظامات بہت جلد مکمل ہو گئے تھے حتّٰی کہ جگہ کی خریداری کے بعد نقشہ کی تیاری اور سنگ بنیاد بھی رکھ دیا گیا تھا مگر جنگِ عظیم کے بعد کے دگرگوں اور ناگزیر حالات کی

وجہ سے مسجد برلن کے لئے جمع کی گئی رقم مسیحیت کے مرکز لندن میں پہلی عالمگیر شہرت رکھنے والی مسجد فضل کی تعمیر کے لئے بھجوادی گئی۔ اِس کی ایک وجہ جنگِ عظیم کے بعد کے اقتصادی حالات کی وجہ مہنگائی تھی مسجد کے لئے مختص 50-60 ہزار روپیہ سے بڑھ کر اس کا اندازہ خرچ 15 لاکھ روپیہ پہنچ گیا تھا۔ اتنے اخراجات پورے کرنا جماعت کے وسائل کے لحاظ سے بہت ناممکن تھا۔ لہٰذا اِسی رقم سے حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد پر لندن میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسجد فضل لندن تعمیر ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے خلافت خامسہ کے دور میں 86 سال بعد 2 جنوری 2007ء کو برلن میں مسجد خدیجہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ 12/ جنوری 2007ء بروز جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے برلن کی مسجد خدیجہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ "1923ء میں جب مسجد برلن بنانے کی تحریک کی گئی تھی تو لجنہ اماء اللہ نے رقم جمع کی تھی۔ جب جرمنی کی لجنہ کو یہ علم ہوا کہ پہلی برلن مسجد بنانے کے لئے جو کوشش ہورہی تھی وہ بھی لجنہ کی قربانیوں سے ہی بننا تھی تو لجنہ جرمنی نے کہا کہ ہم اس مسجد کا خرچ برداشت کریں گی... حضور نے مزید فرمایا کہ اس مسجد کا نام مسجد خدیجہؓ رکھا گیا... پس جہاں یہ مسجد احمدی عورت کو قربانی کے اعلیٰ معیار کی طرف توجہ دلانے والی بنی رہے۔ وہاں دُنیا سے بے رغبتی اور تقویٰ کے اعلیٰ معیار قائم کرنے والی بنی رہے"

سامعات! برلن شہر کی یہ عالی شان مسجد 17 لاکھ یورو میں تعمیر ہوئی جس میں سے 13 لاکھ جرمنی کی لجنہ نے دیا 4 لاکھ باہر سے آیا۔ اس میں سے بھی زیادہ بڑا حصہ لجنہ نے دیا۔

الحمد للہ ! جماعت جرمنی کے ہدف 100 مساجد کی تعمیر میں لجنہ اماء اللہ کی تنظیم کو ہر سال ایک خطیر رقم شعبہ سو مساجد میں پیش کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ اس کے علاوہ شعبہ سو مساجد سکیم کے تحت لجنہ اماء اللہ جرمنی نے صد سالہ جوبلی کے اہداف میں اس پراجیکٹ کو شامل رکھا ہے جس کے تحت جرمنی میں دس مساجد بنا کر دینے کا وعدہ اپنے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ کے حضور کر چکی ہیں۔ اس سلسلے میں دو مساجد پر عنقریب تعمیراتی کام شروع ہونے کا امکان ہے۔ خدا تعالیٰ لجنہ اماء اللہ جرمنی کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ آج کے دور میں قرون اولیٰ کی صحابیات کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے تاریخ کے نئے روشن باب رقم کرنے والی ہوں آمین۔

ہمبرگ، ہالینڈ میں مسجد کی تعمیر

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ہالینڈ میں ایک مسجد بنانے کی تحریک فرمائی جس کے خرچ کا اندازہ ڈیڑھ لاکھ روپیہ تھا۔ یہ تحریک گو تمام جماعت کے لیے تھی، لیکن جماعت کی مخلص اور قربانی کرنے والی خواتین نے بھی اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اس تحریک میں شامل ہونے والیوں کے لیے کم از کم ڈیڑھ صد روپے دینے کی شرط تھی۔ اس مسجد کی بنیاد 22/ فروری 1957ء کو رکھی گئی اور 22/ جون 1957ء کو اس کا افتتاح ہوا جس کے لیے مرکز سے حضرت مصلح موعودؓ نے خاص طور پر صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کو ہمبرگ بھجوایا۔

(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد دوم صفحہ 464، ایڈیشن 1972ء)

معزز بہنو! مسجد فضل لندن

1924ء کا سال تاریخ احمدیت میں اس لئے ایک خاص اہمیت کا حامل ہے کہ اس سال 12/ جولائی کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام کا پیغام پہنچانے کی خاطر انگلستان کا سفر اختیار کیا اور مسجد فضل لندن کی بنیاد رکھی۔ یہی وہ مسجد ہے جس کی تحریک تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 1920ء میں کی تھی۔ مگر اس کی تعمیر کا کام 1924ء میں شروع ہوا۔ بعد ازاں حضور کے فیصلہ کے مطابق جو رقم احمدی عورتوں نے مسجد برلن کے لئے جمع کی تھی وہ مسجد فضل لندن کی تعمیر کے لئے منتقل کر دی گئی۔ یہ مسجد فضل لندن سارے یورپ اور انگلستان میں پہلی مسجد تھی اور ہمیشہ ہمیش کے لئے احمدی خواتین کی تصویری داستان رہے گی۔ جہاں جہاں اس مسجد کے ذریعہ اسلام کا پیغام پہنچے گا وہ ساتھ ہی اس زمانے کی خواتین کی قربانیوں کی داستان بھی دہرائے گا اور ہر طرف سے ان پر سلامتی کی بارش ہوگی۔ جب حضرت مصلح موعودؓ نے مسجد فضل لندن کی تعمیر کے لیے چندے کی تحریک فرمائی تو کئی خواتین نے اپنا تمام تر زیور بلا جھجک حضورؓ کے قدموں میں نچھاور کر دیا۔ ایک مخلص خاتون محترمہ کریم بی بی صاحبہ زوجہ محترم منشی امام الدین صاحب پٹواری نے اپنی والدہ کی نشانی کے طور پر صرف ایک زیور اپنے پاس رکھ کر باقی سارا زیور پیش کر دیا جو ترازو میں سیروں کے حساب سے تولا گیا۔

(اصحاب احمد جلد اول صفحہ 125)

19/اکتوبر 1924ء کا دن تاریخ لجنہ میں یادگار دن ہے۔ جس دن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔ مسجد کی تعمیر قریباً دو سال میں ہوئی اور 3/اکتوبر 1926ء کو شیخ عبد القادر صاحب نے اس مسجد کا افتتاح کیا۔

مسجد فضل لندن کے جملہ اخراجات اور گنبد کی مرمت جملہ اخراجات بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے لجنہ ہی کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا۔

لندن کی مسجد چونکہ احمدی عورتوں کے چندہ سے بنی ہے اس لئے انہی کی ہے... چونکہ وہ مسجد عورتوں ہی کی ہے اس لئے اس مشن کا سارا خرچ عورتوں کو ہی برداشت کرنا چاہئے۔ اس سال نو ہزار کی تحریک عورتوں میں کی جاتی ہے... میں سمجھتا ہوں تمام دنیا میں پھیلی ہوئی جماعت کی عورتوں کے لئے 9 ہزار کی رقم نہایت قلیل ہے اور وہ بہت جلدی اسے پورا کر دیں گی"...

(خطبات محمود جلد 11 صفحہ 499)

پھر عورتوں کو ترغیب دلاتے ہوئے فرمایا:

اپنے عمل سے یہ ثابت کر دو کہ اگر دوسری قوموں کی عورتیں مذہبی اور قومی کاموں سے بے پرواہ اور غافل ہیں تو احمدی جماعت کی مستورات ایسی نہیں ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے وہ دل و گردہ دیا ہے کہ ہر ایک آواز جو دین کی خدمت کے لئے اٹھتی ہے۔ وہ اس پر لبیک کہتی ہیں اور دین کی خدمت پر ان کے دل میں ملال نہیں پیدا ہوتا بلکہ ان کا دل اس خوشی سے بھر جاتا ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ایک کام کرنے کا موقع ملا۔

(الفضل 27/اگست 1931ء)

وہ شہر جو کفر کا ہے مرکز ہے جس پہ دینِ مسیح نازاں
خدائے واحد کے نام پر اک اب اس میں مسجد بنائیں گے ہم

مسجد اقصیٰ اور مسجد مبارک (قادیان) کی توسیع

مسجد اقصیٰ اور مسجد مبارک قادیان کی توسیع کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 23/دسمبر 1938ء کو ایک تحریک کی کہ ہر کمانے والا دس روپے فی کس کے حساب سے چندہ دے اور

جن عورتوں کی کوئی آمدنی نہیں اور بچے بھی صرف ایک پیسہ فی کس چندہ دیں تاکہ جماعت کا کوئی فرد اس ثواب سے محروم نہ رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورتوں کے جذبہ قربانی کا یوں تذکرہ فرمایا:

”جب مَیں نے اس کے متعلق خطبہ پڑھا تو باوجود یہ کہ میں نے کہہ دیا تھا کہ اس تحریک میں دس روپے سے زیادہ کسی سے نہ لیا جائے گا پھر بھی ایک عورت نے اپنی دو سو روپے کے قریب مالیت کی چوڑیاں اس فنڈ میں داخل کرنے کے لئے مجھے بھیج دی ہیں جو مَیں نے بزور واپس کیں اور کہا کہ آپ اس میں دس روپے تک ہی دے سکتی ہیں۔“

(تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ 491)

معزز بہنو! مسجد مبارک (ہیگ، ہالینڈ) کے لئے تحریک

مسجد مبارک ہیگ کی تحریک حضرت مصلح موعود کی طرف سے 1950ء میں ہوئی۔ اس سلسلہ میں ایک اعلان الفضل میں شائع کیا گیا:

احباب جماعت کے لئے یہ اطلاع مسرت کا باعث ہوگی کہ واشنگٹن (امریکہ) اور ہیگ (ہالینڈ) میں مساجد اور مشن ہاؤس کی تعمیر کے لیے زمین خرید لی گئی ہے... سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا منشاء ہے کہ **جس طرح مسجد لندن کی تعمیر میں احمدی مستورات نے حصہ لیا تھا اسی طرح یہ مساجد بھی صرف احمدی بہنوں کی قربانی سے تعمیر کی جائیں۔ اس لیے حضور کے ارشاد کے ماتحت یہ اعلان شائع کیا جاتا ہے کہ احمدی بہنیں ان ممالک میں مسجد کی تعمیر کے لیے دل کھول کر حصہ لیں**... چونکہ روپیہ کی فوری ضرورت ہے اس لیے بہتر ہوگا کہ وعدوں کی رقوم جلد از جلد ادا کر دی جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی بہن کو اس تحریک میں حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل 3/ مارچ 1950ء صفحہ 6)

حضرت مصلح موعودؓ کا ارشاد سنتے ہی مستورات نے اپنی روایات کو قائم رکھتے ہوئے لبیک کہا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جماعت کی مالی حالت بہت کمزور تھی۔ جماعت کی اکثریت ہجرت کر کے پاکستان آئی تھی ان نامساعد حالات میں عورتوں کا ایک مسجد تعمیر کرنے کے لیے چندہ دینا ایسی قربانی ہے جو زندہ و جاوید رہے گی۔

12/ مئی 1950ء کو حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ربوہ میں خطبہ جمعہ میں مسجد ہالینڈ کی تحریک خود فرمائی۔ آپ نے پہلے مسجد واشنگٹن (امریکہ) کے چندہ کا ذکر فرمایا پھر مسجد ہالینڈ کے چندہ کا ذکر کرتے ہوئے عورتوں کے چندہ کی رفتار پر اطمینان کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”دوسری تحریک مسجد ہالینڈ کے چندہ کی ہے۔ کہتے ہیں عورتوں کے پاس پیسہ نہیں ہوتا لیکن شاید ان کا دل بڑا ہوتا ہے۔ مردوں نے ڈیڑھ لاکھ روپیہ اکٹھا کرنا ہے اور اس وقت تک پونے بارہ ہزار کے وعدے ہوئے ہیں اور عورتوں نے ساٹھ ہزار روپیہ جمع کرنا ہے مگر اس وقت تک ان کے پونے سترہ ہزار کے وعدے ہیں گویا عورتوں کے وعدے مردوں سے ڈیڑھ گنا ہیں۔“

(الفضل لاہور 18/ مئی 1950ء صفحہ 4)

اس ارشاد کے بعد عورتوں نے بڑھ چڑھ کر اس مد میں وعدے لکھوانے شروع کر دیے اور چندہ کی وصولی ابھی جاری تھی کہ حافظ قدرت اللہ صاحب انچارج احمدیہ مشن ہیگ نے بذریعہ تار اطلاع دی کہ مسجد ہیگ ہالینڈ کے لیے زمین خرید لی گئی ہے اور جو قطعہ اراضی خریدا گیا ہے وہ تبلیغی لحاظ سے بہت عمدہ جگہ پر واقعہ ہے۔ اس علاقہ میں کھلے کھلے مکانات اور کشادہ سڑکیں ہیں اور ہیگ میں سب سے اچھا علاقہ شمار ہوتا ہے۔

(الفضل 20/ جولائی 1950ء صفحہ 2)

جلسہ سالانہ 1950ء کے موقع پر 27/ دسمبر کو حضرت مصلح موعودؓ نے مردانہ جلسہ گاہ میں تقریر فرماتے ہوئے مستورات کو مسجد ہالینڈ کے چندہ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا: ”میں نے چند ماہ ہوئے مسجد واشنگٹن اور مسجد ہیگ کی تحریک کی تھی۔ جب میں نے مسجد لندن کی تحریک کی تھی اس وقت جماعت کی تعداد موجودہ تعداد سے دس گنا کم تھی اور میں نے چندہ کی عورتوں میں تحریک کی تھی جن کی آمد بالعموم مردوں سے نصف ہوتی ہے پھر بھی انہوں نے ساٹھ ستر ہزار روپیہ چندہ دے دیا تھا۔ اب جبکہ ہماری تعداد دس گنا زیادہ ہو گئی ہے ہم ان نیک کاموں میں سستی کیوں دکھائیں۔ ہمیں ہر اہم جگہ پر ہی نہیں ہر جگہ پر مسجدیں بنانا ہوں گی۔“

(الفضل 2/ جنوری 1951ء صفحہ 3)

سالانہ جلسہ 27/دسمبر 1951ء کے موقع پر اس مسجد کی بابت حضور فرمایا:

"مسجد ہالینڈ کا چندہ عورتوں نے مردوں سے زیادہ دیا ہے...... مَیں عورتوں سے کہتا ہوں تمہاری قربانی مردوں سے اس وقت بڑھی ہوئی ہے۔ اپنی اس شان کو قائم رکھتے ہوئے اپنے دفتر کے قرضہ کو بھی ادا کرو اور اس کے ساتھ مسجد ہالینڈ کو بھی نہ بھولنا۔ اس کے لئے ابھی کوئی پچاس ہزار روپیہ کے قریب ضرورت ہے۔ ہمارا پہلا اندازاً مکان اور مسجد کی تعمیر کا تیس ہزار کے قریب تھا لیکن اب وہ کہتے ہیں کہ ساٹھ ہزار سے کم میں وہ جگہ نہیں بن سکتی کیونکہ اس جگہ پر گورنمنٹ کی طرف سے کچھ قیود ہیں اور وہ ایک خاص قسم کی اور خاص شان کی عمارت بنانے کی وہاں اجازت دیتے ہیں اس سے کم نہیں دیتے۔ پس زمین کی قیمت مل کر نوے ہزار سے ایک لاکھ تک کا خرچ ہو گا جس میں سے وہ بفضلہ چھیالیس ہزار تک اس وقت تک ادا کر چکی ہیں۔"

(الازھار لذوات الخمار حصہ دوم 136-137)

جلسہ سالانہ 1952ء کے موقع پر مسجد ہالینڈ کے چندہ کی وصولی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا:

"عام تقریر شروع کرنے سے قبل میں مستورات کو توجہ دلاتا ہوں کہ تمہارے ذمہ مسجد ہالینڈ کی تعمیر کا چندہ ہے اسی طرح لجنہ کے دفاتر کے سلسلے میں بھی قرضہ ابھی باقی ہے تمہیں اس بوجھ کو اتارنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ تمہارے اندر قربانی کا جذبہ مردوں سے زیادہ ہے کیونکہ تمہیں خدا نے قربانی کی ہی جنس بنایا ہے...جو روح فدائیت کی عورتوں میں نظر آتی ہے وہ مافوق الانسانیت معلوم ہوتی ہے پس تمہیں اپنے امتیاز کو قائم رکھنا چاہیے۔"

(الفضل 31/دسمبر 1952ء صفحہ 3)

جلسہ سالانہ 1953ء کے موقع پر 27/دسمبر کو پھر توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

"ایک اور تحریک میں نے عورتوں میں مسجد ہالینڈ کے لیے چندہ کی کی تھی......اس چندہ میں اس وقت تک 52ہزار کے قریب روپیہ آ چکا ہے اور اندازہ ایک لاکھ پندرہ ہزار روپیہ کا ہے گویا 63ہزار ابھی باقی

ہے۔ مَیں عورتوں میں تحریک کرتا ہوں کہ وہ ہمت کر کے اسے بھی پورا کر لیں اور مجھے امید ہے کہ وہ پورا کریں گی۔"

(الفضل 5/ جنوری 1954 صفحہ 2-3)

المختصر 12/ فروری 1955ء کو کھدائی کا کام شروع کیا گیا۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ نے دعا کرائی اور کدال چلا کر کام کا آغاز کیا۔ 20/ مئی 1955ء کو تین بجے سہ پہر حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ نے سرزمین ہالینڈ کی پہلی مسجد کا سنگ بنیاد ہیگ میں رکھا۔ اس موقع پر بہت سے مسلم ممالک کے نمائندے اور ممتاز صحافی بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ سنگ بنیاد رکھنے کی یہ بابرکت تقریب بفضلہ تعالیٰ نہایت کامیابی اور خیر و خوبی کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی۔

(تاریخ لجنہ جلد دوم صفحہ 163)

حاضری دو صد تھی مختلف ممالک کے نمائندگان نے بھی شرکت فرمائی۔ محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحبؓ نے حضورؓ کا پیغام پڑھ کر سنایا۔

انچارج احمدیہ مسلم مشن ہالینڈ کی تقریب کی تفصیلی اطلاع حضرت مصلح موعودؓ کو دی جس کا مندرجہ ذیل جواب حضرت مصلح موعودؓ نے لکھوایا" :جزاك الله۔ مبارک ہو آپ کو بھی سب احمدی نو مسلموں کو بھی۔ اللہ تعالیٰ چوہدری صاحب کے لیے یہ خدمت عظیم بہت بہت مبارک کرے اور ثواب کا موجب بنائے۔"

(ماخوذ از الفضل 23/ جون 1955ء صفحہ 3)

حضرت مصلح موعودؓ 18 جون 1955ء کو ہیگ بہ نفس نفیس تشریف لائے اور 19 تا 23/ جون تک آپ کا قیام رہا۔ اس دوران آپ زیر تعمیر احمدیہ مسجد کو دیکھنے بھی گئے۔ اس موقع پر حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ مدظلہا اور باقی اہل قافلہ بھی حضور کے ہمراہ تھے۔ حضور نے مسجد کا معائنہ فرمایا اور ہال میں کھڑے ہو کر دعا فرمائی۔

(ماخوذ الفضل ربوہ یکم ستمبر 1955ء صفحہ 3)

دورہ جرمنی کے دوران حضورؒ نے ہالینڈ میں تعمیر مسجد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: یہ مسجد پاکستان کی احمدی مستورات کے چندہ سے بنائی گئی۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ہالینڈ میں اللہ تعالیٰ نے متعدد خواتین کو بھی قبولِ اسلام کی توفیق عطا فرمائی ہے اور وہ سب بہت مخلص ہیں۔"

(الفضل 10/ جولائی 1955ء)

سجی ہے پہن کر تُو لجنہ کا زیور
فدائیوں کو اپنا اجر مل گیا ہے

معزز بہنو!

امریکہ میں مساجد کی تعمیر

1949ء میں لجنہ اماء اللہ امریکہ ڈیٹن نے ایک مسجد کی تعمیر کے لئے اخراجات کے لیے رقم جمع کرنے میں مدد کی اور اس سلسلے میں مکرمہ کریمہ شفیق، مکرمہ لطیفہ کریم اور مکرمہ امۃ الحئی نے مثالی قربانی کر کے تاریخ احمدیت میں ایک باب رقم کیا۔ اس سلسلے میں مقامی لجنات نے بھی چندہ جمع کر کے اور دعائیں کر کے اس منصوبے میں حصہ لیا۔

(ماخوذ از تاریخ لجنہ جلد دوم صفحہ 93)

مسجد برلن کے منصوبہ کے تحت لجنہ اماء اللہ امریکہ نے 1923ء میں سلائی سرکل کی آمد سے دس ہزار ڈالر کی رقم اکٹھی کی تھی۔ 1952ء میں ڈیٹن میں محترمہ لطیفہ کریم صاحبہ نے اپنی ساری جائیداد بشمول اپنی زمین اور گھر جماعت کو دے دیا۔ اس زمین پر مسجد تعمیر کی گئی جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

90 کی دہائی میں لجنہ اماء اللہ امریکہ نے بیت الرحمٰن کی تعمیر کے لیے تین لاکھ ڈالر کے وعدے کیے اور بعد میں اپنے وعدے سے بڑھ کر تقریباً ساڑھے پانچ لاکھ کی ادائیگی کی۔ لجنہ کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے پیش نظر لجنہ اماء اللہ امریکہ نے بیت الرحمٰن کے قریب مرکزی لجنہ ہال کی تعمیر کے لیے چار لاکھ میں زمین خریدی۔ اس ہال کا بنیادی مقصد لجنہ کے کام، شوریٰ کا انعقاد اور لجنہ مہمان خانہ کا قیام ہے۔

(النور، ریاست ہائے امریکہ، صد سالہ نمبر، اپریل تا ستمبر 2020ء صفحہ 216-217)

معزز سامعات! مسجد نصرت جہاں کوپن ہیگن ڈنمارک

مسجد نصرت جہاں کوپن ہیگن ڈنمارک تیسری مسجد ہے جو خالصتاً عورتوں کے چندہ سے تعمیر کی گئی۔ 27/دسمبر 1964ء کو لجنہ اماء اللہ مرکزیہ نے قدرتِ ثانیہ کے دورِ ثانی پر 50 سال گزرنے پر بطور نذرانہ ڈنمارک کے دارالخلافہ کوپن ہیگن میں ایک مسجد کی تعمیر کی پیش کش کی۔ جس کے لئے زمین پہلے ہی خریدی جاچکی تھی۔ اس مسجد کے لئے تحریک کرتے ہوئے حضرت سیدہ امۃ المتین مرحومہ نے جلسہ سالانہ 27/دسمبر 1964ء کے موقع فرمایا ”میری تجویز یہ ہے کہ یورپ کے کسی ایک ملک میں شکریہ کے طور پر ایک مسجد تعمیر کروائی جائے... مَیں اس کے لئے کوپن ہیگن میں مسجد کے لئے چندہ کی تحریک کرتی ہوں... اس مقدس گھر کی تعمیر کے لئے دو لاکھ روپے کی ضرورت ہے۔ جس کا اکٹھا کرنا ایک زندہ جماعت کی خواتین کے لئے ہرگز مشکل نہیں ہے۔ حضرت سیدہ موصوفہ نے اپنی طرف سے مبلغ ایک ہزار روپے کے گرانقدر وعدہ کا اعلان فرمایا۔ آپ کی اس پُر اثر تحریک نے حاضرات جلسہ کو بے حد متاثر کیا۔ چنانچہ پہلے ہی روز ایک لاکھ روپے کے وعدہ جات موصول ہوگئے اور مبلغ آٹھ ہزار روپیہ نقد وصول ہوا۔ لجنہ اماء اللہ لاہور نے مبلغ 30,000 روپے کا گرانقدر وعدہ پیش کیا۔ (الفضل ربوہ 2/جنوری 1965ء) اس غرض سے مسجد مبارک قادیان کی ایک اینٹ حضرت سیدنا خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے دعا کے بعد اپنی زندگی ہی میں بھجوادی تھی۔ 6 مئی 1966ء کو صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب نے اس کا سنگ بنیاد رکھا۔

(تاریخ احمدیت جلد 17 صفحہ 490-491)

(الفضل 16/جون 1966ء)

جبکہ 21/جولائی 1967ء کو حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اس کا افتتاح فرمایا۔

(تاریخ احمدیت جلد 17 صفحہ 491)

اس مسجد کے لئے صرف خواتین نے چھ لاکھ چھ ہزار چھ سو چھبیس کی رقم جمع کر کے عظیم الشان مالی قربانی کا ثبوت فراہم کیا۔

مسجد کا سنگ بنیاد بسلسلہ صد سالہ جوبلی لجنہ اماء اللہ، آئیوری کوسٹ

لجنہ اماء اللہ کی تنظیم کو امسال بفضل تعالیٰ سو (100) سال پورے ہو گئے ہیں جس کے تحت کئی ممالک میں لجنہ اماء اللہ کی صد سالہ جوبلی کے تشکر کے طور پر صد سالہ جوبلی پروگرامز مرتب کیے گئے ہیں جس کے تحت لجنہ اماء اللہ آئیوری کوسٹ کو بھی بفضل اللہ تعالیٰ صد سالہ جوبلی پروگرام اظہار تشکر کے طور پر ایک خوبصورت مسجد تعمیر کرنے کی توفیق پائی۔

کینیا میں لجنہ اماء اللہ کی تنظیم کے تحت مساجد کا قیام

خدا تعالیٰ کے فضل سے لجنہ اماء اللہ کینیا کا شمار تاریخ احمدیت کی ابتدائی لجنات میں ہوتا ہے لجنہ اماء اللہ کینیا کو بفضلِ خدا اب تک ذیل کی تین مسجدیں تعمیر کروانے کی توفیق ملی ہے۔

مسجد بیت المسرور ڈانڈورا کینیا، مسجد بیت الکریم ماریاکانی نیروبی اور مسجد ووئی بیت الرحیم

سامعات! مسجد النصر ناروے

جماعت احمدیہ ناروے نے خلافت رابعہ کے دور میں ایک مسجد کی تعمیر کا منصوبہ بنایا تھا مگر بعض وجوہ کی بنا پر کام رک گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دورہ ناروے کے دوران 23/ ستمبر 2005ء کو اس کی تعمیر کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا:

”میں نے آپ میں سے مردوں، عورتوں، بچوں، نوجوانوں کی اکثریت کے چہرے پر اخلاص و وفا کے جذبات دیکھے ہیں۔ مَیں نہیں سمجھتا کہ آپ کے اخلاص و وفا میں کمی ہے یا کسی سے بھی کم ہیں۔ بعض ذاتی کمزوریاں ہیں اُن کو دور کریں۔ ایک دوسرے سے تعاون کرنا سیکھیں۔ مضبوط ارادہ کریں تو اللہ تعالیٰ پہلے سے بڑھ کر آپ کی مدد فرمائے گا...... آج جب دنیا میں ہر جگہ مساجد کی تعمیر ہو رہی ہے، ہر جگہ جماعت کی ایک خاص توجہ پیدا ہوئی ہے ...... آج جہاں اللہ تعالیٰ کے پیغام اور اسلام کے نور کو پھیلانے کی ضرورت ہے۔ اگر بہتر حالات میسر ہونے کے بعد بھی آپ نے خدا کے اس گھر اور اس کے روشن میناروں کی تعمیر نہ کی تو یہ ناشکری ہو گی...... یاد رکھیں! اگر یہ موقع آپ نے ضائع کر دیا تو آج نہیں تو کل جماعت احمدیہ کی کئی مساجد اس ملک میں بن جائیں گی۔ لیکن احمدیت کی آئندہ نسلیں، اس جگہ سے گزرتے ہوئے آپ کو اس طرح یاد کریں گی کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں جماعت کو مسجد بنانے کا موقع میسر آیا لیکن اس وقت کے لوگوں

نے اپنی ذمہ داریوں کو ادا نہ کیا اور یہ جگہ ان کے ہاتھ سے نکل گئی۔ اللہ نہ کرے کہ کبھی وہ دن آئے جب آپ کو تاریخ اس طرح یاد کرے۔“

(الفضل 14/ فروری 2006ء)

اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیفہ کی بات میں اتنا اثر ڈالا کہ **ناروے کی لجنہ جو اس وقت محض چار سو کے لگ بھگ ہو گی اور ان میں سے جاب کرنے والی ممبرات کُل تجنید کی نصف سے بھی کم ہوں گی نے حضور کے اس فرمان کو چیلنج سمجھ کر قبول کیا، ایسے جیسے لجنہ اماء اللہ ناروے کے دل و دماغ میں کرنٹ دوڑ گیا ہو۔** نو بیاہتا لڑکیوں نے اپنا سارے کا سارا زیور مسجد کے لئے دے دیا۔ صرف یہی نہیں سال بھر میں مختلف قسم کے پروگرامز کر کے کھانے بنا بنا کر بیچے۔ لجنہ اماء اللہ کی قربانیاں اور محنتیں رنگ لے آئیں اور 2010ء میں اللہ کے فضل سے مسجد مکمل ہو گئی جس کا افتتاح حضور نے اگست 2011ء میں فرمایا۔

نائیجیریا میں مساجد کا قیام

1۔ لجنہ نائجیریا کی یہ پہلی مسجد ہے جو ابادان شہر میں 1968ء میں تعمیر ہوئی۔ اس کے تمام اخراجات مکرمہ الحاج عائشہ سیکونی نے ادا کئے۔

2۔ لجنہ نائیجیریا کی دوسری اجے بو-اوڈے شہر (Ijebu-Ode) میں واقعہ ہے۔ یہ شہر اوگوں اسٹیٹ (Ogun) میں ہے۔ اس کے تمام اخراجات مکرمہ الحاج فاطمہ ٹانیمووو (Tinimowo) علی نے ادا کئے۔ اس مسجد کا افتتاح حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 12/ اپریل 1970ء کو اپنے دست مبارک سے فرمایا۔ اس کا نام احمدیہ سینٹرل مسجد اجے بو-اوڈے ہے۔

3۔ تیسری مسجد جو کہ لجنہ نائیجیریا نے تعمیر کروائی۔ اس کا نام احمدیہ مسلم مسجد سویوِیی (Soyuye) ہے جو کہ ابے کوٹا شہر میں ہے یہ شہر اوگوں (Ogun) اسٹیٹ کا دارالحکومت ہے- اس کے تمام اخراجات مکرمہ الحاج رحمۃ اللہ نے ادا کئے۔

4۔ چوتھی مسجد جس کے اخراجات لجنہ اماء اللہ نائجیریا نے ادا کئے، حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہ شفقت اس کا نام مسجد بیت الناصر تجویز فرمایا۔ یہ جامعۃ المبشرین نائیجیریا میں تعمیر کروائی گئی ہے۔ یہ الارو (Ilaro) میں ہے جو صوبہ اوگوں کا شہر ہے۔ اس میں 400 نمازیوں کی گنجائش ہے۔

5۔ پانچویں مسجد احمدیہ مسلم مسجد روبیان (Robiyan) ہے۔ جو ابھی زیر تعمیر ہے۔ 75٪ کام مکمل ہو چکا ہے۔ اس کے تمام اخراجات لیگوس صوبہ کی لجنہ ادا کر رہی ہے۔

فرانس میں مسجد کا قیام

اسی سلسلہ کی ایک کڑی فرانس کے شہر Beuvrages میں لجنہ اماء اللہ کے چندے سے تعمیر ہونے والی مسجد کا قیام ہے جو کہ ابھی زیر تعمیر ہے۔ اس مسجد کے پلاٹ اور تعمیر کے تمام تر اخراجات لجنہ اماء اللہ فرانس اٹھا رہی ہے۔ یہ 2019ء میں بننا شروع ہوئی تھی۔

کینیڈا میں مساجد کا قیام

کینیڈا میں مستورات کی نمایاں قربانی سے بننے والی دو مساجد ہیں۔ حضور انور نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 4/نومبر 2016ء میں جماعت احمدیہ رجائنا (Regina) کی مسجد محمود کے افتتاح کے موقع پر فرمایا "الحمد للہ جماعت احمدیہ رجائنا (Regina) کو بھی اللہ تعالیٰ نے مسجد بنانے کی توفیق عطا فرمائی۔ ماشاء اللہ بڑی خوبصورت مسجد ہے۔ اس وقت جو یہاں جماعت کی تعداد ہے وہ ارد گرد کے قریبی علاقوں سمیت تقریباً 160 لوگ ہیں اور مسجد کی گنجائش جو بتائی گئی ہے اس کے مطابق مسجد کے ہالوں سمیت اس میں چار سو افراد نماز پڑھ سکتے ہیں اور اگر ضرورت ہو تو کامن ایریا (common area) میں بھی مزید سو (100) افراد کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ گویا کہ اس وقت جو جماعت کی تعداد ہے اس کے لحاظ سے یہ مسجد موجودہ ضرورت سے تین گنا بڑی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت نے قربانیوں کے کیا معیار قائم کئے ہیں۔ جان، مال، وقت کو قربان کرنے کی جو مثالیں ملتی ہیں وہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں ہی ملتی ہیں۔ یہ مزاج جماعت احمدیہ کا ہر جگہ ہے چاہے وہ پاکستان کے احمدی ہوں، جانی و مالی قربانی پیش کرنے والے ہیں۔ چاہے وہ افریقہ کے رہنے والے احمدی ہیں جن کے پاس اگر مال نہیں ہے تو وقت کی قربانی کر کے اور جو کچھ بھی ہے اس کو دے کر مساجد اور جماعتی کام کے لئے اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں۔ چاہے انڈونیشیا کے رہنے والے احمدی ہیں یا یورپ کے رہنے والے احمدی ہیں یا یہاں کینیڈا کے رہنے والے احمدی ہیں یا دنیا کے کسی بھی خطے کے رہنے والے ہیں

انہیں اللہ تعالیٰ قربانی کی توفیق دیتا ہے اس لئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کو اپنا مقصود بنایا ہے۔

مسجد بیت العافیت اسکاربورو، کینیڈا

11/اکتوبر 2016ء کو حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد بیت العافیت اسکاربورو کا افتتاح کیا۔ سکاربورو، صوبہ اونٹاریو، کینیڈا کا علاقہ ہے۔ یہ مسجد بھی لجنہ اماء اللہ کینیڈا کی مالی معاونت سے تعمیر کی گئی ہے۔ مجموعی طور پر لجنہ اماء اللہ کینیڈا نے اس منصوبے میں 1 ملین ڈالر کا حصہ ڈالا، جب کہ باقی لاگت مقامی جماعت نے ادا کی۔

سامعات! مساجد کا تعارف اور ان کی تواریخ آپ کی خدمت میں پیش کرنے کا مقصد صرف لجنہ اماء اللہ کی مالی قربانیوں کا ذکر کرنا نہیں بلکہ اس ذمہ داری کا شعور پیدا کرنا ہے کہ جس جوش، جذبے اور قربانی کے ساتھ ہم خدا تعالیٰ کے گھر بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی جذبے، لگن اور خلوص کے ساتھ ہمیں خود بھی اور اپنی نسلوں کو بھی ان گھروں سے وابستہ کرنے اور ان کو آباد کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ مساجد کا اصل حسن ان کے نمازیوں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

پھیلاؤ سب جہان میں قولِ رسولؐ کو
حاصل ہو شرق و غرب میں سَطوَت خدا کرے
تبلیغِ دین و نشرِ ہدایت کے کام پر
مائل رہے تمھاری طبیعت خدا کرے
ہر گام پر فرشتوں کا لشکر ہو ساتھ ساتھ
ہر ملک میں تمھاری حفاظت خدا کرے



﴾50﴿ ﴾مشاہدات:154﴿

اَلشَّبَابُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْجُنُوْنِ (الحدیث)

جوانی جنون کا حصہ ہے

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو
وہی اُس کے مقرب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں
نہیں راہ اُس کی عالی بارگہ تک خود پسندوں کو
یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اُس سے قربت کو
اُسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جلاؤ سب کمندوں کو

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا

(النساء:123)

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے ہم ضرور انہیں ایسی جنتوں میں داخل کریں گے جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں۔ وہ ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں۔ یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے۔ اور (اپنے) قول میں اللہ سے زیادہ سچا اور کون ہے۔

انسان کی زندگی کو بالعموم تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

1۔ بچپن 2۔ جوانی 3۔ بڑھاپا

معزز بہنو! آج مجھے جوانی کے حوالہ سے اسلامی تعلیمات بیان کرنی ہیں۔

جوانی، جوان ہونے، زمانہ شباب یا بلوغت کو کہتے ہیں اور اس کے بھی دو حصے ہیں۔ ایک نوجوان یعنی نو عمر، نوخیز یعنی ابھی جوانی کا آغاز ہوا ہو اور دوسرا معیار جوان ہے۔ جب انسان لڑکپن دَور سے نکل چکا ہو اور سیانے پن میں داخل ہو چکا ہو۔ اس دوسرے دور میں بالعموم ایک انسان کی شادی ہو چکی ہوتی ہے۔ صاحب اولاد بھی ہوتا ہے اور دوسری طرف والدین، بہن، بھائی اور سسرالی رشتے بھی ہوتے ہیں۔ بیوی اور اولاد کے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ ان بزرگ رشتوں کی قدر و منزلت کو سمجھنا اور ان کے حقوق کی ادائیگی اس جوان کا فرض ہوتا ہے۔ جماعت احمدیہ میں اس دَور کی تخصیص، مجلس خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ کے نام سے کی جاتی ہے یعنی نوجوانوں کی تنظیم۔ نوجوان مردوں کے لئے خدام الاحمدیہ اور نوجوان احمدی بچیوں کے لئے لجنہ اماء اللہ اور ذیلی تنظیموں کے بانی حضرت مصلح موعودؓ نے انہی نوجوانوں کے متعلق فرمایا ہے۔ ”قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی۔“

مذہبی دنیا میں نوجوانوں (مرد و عورت) کی بہت اہمیت رہی ہے۔ جب مذاہبِ عالم کا ہم مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء پر ابتدائی ایمان لانے والوں میں نوجوان (خواہ مرد ہوں یا عورت) کی تعداد زیادہ رہی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو خود نبوت کا درجہ 40 سال کے بعد ملا۔ جب وہ عالمِ شباب کا دور نہایت تقویٰ، اخلاص اور قربانیوں کے ساتھ جوان صالح اور جوان بخت رہ کر گزار چکے ہوتے ہیں۔

انسان کی زندگی لاریب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بہت بڑی عطا اور عظیم نعمت ہے۔ جو رب العالمین کی طرف سے ہمارے پاس ایک امانت کے طور پر ہے اس کی حفاظت، دیکھ بھال اور اس کے حقوق کی ادائیگی ہر انسان پر فرض ہے۔ کیونکہ ایک نہ ایک دن یہ امانت جلد یا بدیر خالق حقیقی کو واپس کرنی ہے۔

اس امانت کی حفاظت اور اس نعمت کی دیکھ بھال کے لئے ایک انسان کے پاس بہترین وقت اس کی جوانی ہے۔ جب وہ تندرست و توانا ہوتا ہے اور اپنے جسمانی، ذہنی، اخلاقی، روحانی قویٰ کا استعمال بہترین انداز اور پوری قوت و طاقت کے ساتھ کر سکتا ہے۔ اسی لئے اسلام میں جوانی کی عمر اور عنفوان شباب کا عالم بہت اہمیت رکھتا ہے اور اسی کی بہت فضلیت بیان ہوئی ہے جب وہ اپنی بے پناہ قوت اور صلاحیت کے ساتھ تمام دینی و دنیاوی فرائض احسن طریق پر ادا کرتا ہے۔ اس لئے ہمارے نوجوان احمدی خدام اور ممبراتِ لجنہ کو

اس نعمت کی قدر کرنی چاہئے اور اپنی اس عمر کو ایسے رنگ میں گزاریں جس طرح آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی گزاری۔

معزز بہنو! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوان طبقہ کی رہنمائی اور دینی و دنیاوی فلاح و بہبود کے لئے بہت سی زریں ہدایات سے نوازا ہے۔ مثلاً آپؐ نے فرمایا ہے:

اَلشَّبَابُ شُعْبَةٌ مِّنَ الجُنُوْن (تفسیر الدر المنثور زیر آیت 123 سورۃ النساء)

کہ عہد جوانی جنون کا ایک حصہ ہے۔

عربی زبان میں جنون کے ایک معنی جوش، ولولہ، عزم اور نئی امنگ کے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پُر حکمت ارشاد میں نوجوان بچوں اور بچیوں کو اسی لطیف نکتہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جس کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں۔

حضرت مولانا دوست محمد شاہد مرحوم مؤرّخ احمدیت اس حدیث کی تشریح میں اپنے ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں کہ

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ بالا فرمان میں (احمدی) نوجوانوں کو اس لطیف نکتہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ جوانی کے زمانے کو جو اللہ تعالیٰ نے خاص فضل سے تمہیں عطا کیا ہے غنیمت سمجھو اور دین کی خدمت میں پورے جوش و خروش کے ساتھ سرگرم عمل رہو ورنہ جوانی کے بعد دینی خدمات کا خیال قوت عملیہ نہ ہونے کی وجہ سے خواب پریشان بن کے رہ جائے گا۔ اس حدیث میں جنون کا لفظ اس واضح حقیقت کی نشان دہی بھی کرتا ہے کہ ایک دیوانہ جب کسی رَو میں بہہ جاتا ہے تو اس کی زندگی کے دھارے کو بدلنا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہی حال نوجوانوں کا ہے۔ اگر ایک نوجوان ابتداء ہی سے خدمتِ دین، ذکرِ الٰہی اور اخلاقِ فاضلہ میں راسخ ہو جائے تو اس کی پوری عمر اسلامی سانچے میں ڈھل جاتی ہے۔ بصورت دیگر جوانی کے غلط خیالات و جذبات کا طوفان اُس کے اخلاق اور روحانیت کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے اور جب ہوش کی آنکھ کھلتی ہے تو کف افسوس مَلنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتا۔"

(ماہنامہ خالد جون 2007ء صفحہ 17)

اللہ تعالیٰ کو جوانی کے عالم میں توبہ بہت پسند ہے۔ توبہ تو زندگی کے کسی مرحلہ پر بھی کی جاسکتی ہے لیکن جوانی کی توبہ کی اسلام میں بہت اہمیت ہے بلکہ فضلیت کے اعتبار سے جوانی کی توبہ افضل ترین ہے کیونکہ بڑھاپے میں قویٰ مضمحل ہو چکے ہوتے ہیں۔ آرزوئیں، تمنائیں اور خواہشات دم توڑ چکی ہوتی ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ شَیْءٍ أَحَبُّ إِلَی اللّٰہِ مِنْ شَابٍّ تَائِبٍ

(ابن عدی الکامل فی ضعفاء الرجال جلد4 صفحہ 118)

کہ اللہ تعالیٰ کو جوانی کی توبہ سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہے۔

اسی مضمون کو سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بھی بیان فرمایا کہ إِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُحِبُّ الشَّابَّ التَّائِبَ کہ اللہ تعالیٰ کو توبہ کرنے والے نوجوان سے زیادہ پسندیدہ کوئی شخص نہیں۔

(کنزل العمال کتاب التوحید حدیث نمبر 10181)

شیخ سعدی کا مشہور قول ہے "در جوانی توبہ کردن شیوہ پیغمبری است" کہ جوانی میں توبہ کرنا پیغمبروں کا شیوہ اور طریق رہا ہے۔

ہم اگر اپنے زمانہ پر نگاہ ڈالیں تو ہر تنظیم، تحریک، جماعت اور فوج میں نوجوانوں کا کردار ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ کیونکہ ان سوسائٹیز، تنظیموں کا مستقبل ان نوجوانوں سے جُڑا ہوا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فوجیں یا حکومتیں سب سے پہلے اپنے مخالف طبقہ کے نوجوانوں پر حملہ کر کے انہیں ہلاک تباہ اور نیست و نابود کرتی ہیں۔ تا آئندہ کچھ سالوں تک یہ قوم اٹھنے نہ پائے۔ ابھی حال ہی میں عراق، افغانستان، فلسطین اور کشمیر کے ساتھ ایسا ہوتا ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ آئے ہیں۔

آجکل الیکٹرانک دنیا میں یہودیوں اور عیسائیوں نے کمال ہوشیاری سے ساری دنیا میں پھیلے مسلمان نوجوان طبقہ پر سوشل میڈیا سے ایسا تباہ کن حملہ کیا ہے کہ مسلمانوں کے نوجوان طبقہ کو اس میں ایسا جکڑ دیا ہے کہ اِن کے اخلاق اور روحانی قدریں تباہ ہو کر رہ گئی ہیں۔

اس کے بالمقابل مذہبی دنیا کا جائزہ لیں کہ اصحاب کہف زیادہ تر نوجوان تھے۔ حضرت موسیٰ پر ایمان لانے والے جوان تھے۔ اصحاب الصفہ زیادہ تر نوجوانوں پر مشتمل تھے اور جب ہم اسلام کے ابتدائی ایام کا جائزہ

لیتے ہیں تو مَیں اوپر بیان کر آئی ہوں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے صحابہ کا تعلق نوجوان طبقہ سے تھا۔ جن کی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی تربیت اور تنظیم فرمائی کہ یہ مستقبل کے سپہ سالار بنے۔ ان کے ہاتھوں میں اسلام کی بھاگ دوڑ تھمائی گئی۔ حتیٰ کہ ہجرت مدینہ کے وقت بھی انہی تربیت یافتہ نوجوانوں نے بطور مربی اور استاد انصار بھائیوں کی تعلیم وتربیت میں اہم کردار ادا کیا۔

معزز بہنو! ان خدمات کا ذکر کرتے ہوئے سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”انبیاء علیہم السلام پر ابتدائے زمانہ میں ایمان لانے والے زیادہ تر نوجوان ہی ہوتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ بوڑھے بوڑھے اس کے سلسلہ میں شامل ہوں اور چند روز خدمت کر کے وہ وفات پا جائیں اور سلسلہ کی تعلیم کو آئندہ نسلوں تک پہنچانے والے کوئی نہ رہیں۔ پس وہ بوڑھوں کی بجائے زیادہ تر نوجوانوں کو اپنے سلسلہ میں شامل کرتا ہے اور نوجوانوں کی جماعت کو ہی نبی کی تربیت میں رکھ کر درست کرتا ہے۔ تاکہ وہ نبی کی وفات کے بعد ایک لمبے عرصہ تک اس کے لائے ہوئے نور کو دنیا میں پھیلا سکیں۔ اور اس کی تعلیم کی اشاعت اور ترویج میں حصہ لے سکیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے تو آپ کے مقرب ترین صحابہ قریباً سارے ہی ایسے تھے جو عمر میں آپؐ سے چھوٹے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ آپؐ سے اڑھائی سال عمر میں چھوٹے تھے۔ حضرت عمرؓ آپؐ سے ساڑھے آٹھ سال عمر میں چھوٹے تھے اور حضرت علیؓ آپؐ سے انتیس سال عمر میں چھوٹے تھے۔ اسی طرح حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی 20 سال سے لے کر 25 سال تک آپؐ سے عمر میں چھوٹے تھے۔ یہ نوجوانوں کی جماعت تھی جو آپؐ پر ایمان لائی اور اس جوانی کے ایمان کی وجہ سے بھی مسلمانوں کی جماعت کو یہ فائدہ پہنچا کہ چونکہ یہ ایک لمبے عرصہ تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت میں رہے تھے اور پھر ان کی عمریں چھوٹی تھیں اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی یہ لوگ ایک عرصہ دراز تک لوگوں کو فیض پہنچاتے رہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعوی نبوت کے بعد 23 سال کے قریب زندہ رہے ہیں۔ اب اگر ساٹھ سال بوڑھے ہی آپؐ پر ایمان لاتے اور نوجوان طبقہ اس میں شامل نہ ہوتا تو نتیجہ یہ ہوتا کہ ان میں سے اکثر مکہ میں ہی وفات پا جاتے اور مدینہ کے لوگوں کے لئے نئی ٹریننگ شروع کرنی پڑتی۔ کیونکہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچتے تو پہلی تمام جماعت ختم ہو چکی ہوتی اور آپؐ کو

ضرورت محسوس ہوتی کہ ایک اور جماعت تیار کریں جو اسلام کی باتوں کو سمجھے۔ اور آپؐ کے نمونہ کو دیکھ کر وہی نمونہ دوسروں کو اختیار کرنے کی تلقین کرے۔ اگر ایسا ہوتا تو اسلام کے لئے کس قدر مشکلات ہوتیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں ہونے دیا۔ اس لئے ایسا انتظام فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے مدینہ تشریف لے گئے تو بجائے کسی نئی جماعت کے ٹریننگ کے وہی نوجوان جو مکہ میں آپؐ پر ایمان لائے تھے اس قابل ہو چکے تھے کہ فوجوں کی کمان اپنے ہاتھ میں لیں۔ چنانچہ 11 سال کا علی مدینہ پہنچتے وقت 24 سال کا جوان تھا اور 17 سال کا زبیر مدینہ جاتے وقت تیس سال کا جوان تھا۔ یہی حال باقی نوجوان صحابہؓ کا بھی تھا۔ کوئی ان میں سے تیس سال کا تھا کوئی چونتیس سال کا تھا اور کوئی 35 سال کا تھا۔ پس بجائے اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نئے سرے سے ایک جماعت بنانی پڑتی جب آپ مدینہ میں پہنچے اور کام وسیع ہو گیا تو آپؐ کو انہی نوجوانوں میں سے بہت سے مدرس مل گئے۔ جنہوں نے مکہ میں آپؐ سے سبق حاصل کیا تھا اور 10 سال تک مدینہ میں بھی انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شاگردی میں رہنے کا موقع مل گیا۔

(مشعل راہ جلد اول صفحہ 199-200 ایڈیشن اول)

معزز بہنو! آئیں! دیکھتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان فدائی نوجوان صحابہ جیسا مقام پانے کے لئے امت کے دیگر نوجوان طبقہ کو کن الفاظ میں توجہ دلائی۔

آپؐ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن 7 طرح کے انسانوں کو اللہ تعالیٰ کا سایہ حاصل ہو گا جس دن اللہ کے سایہ کے سوا کسی اور طرح کا کوئی سایہ نہ ہو گا۔ ان 7 قسم کے انسانوں میں سے دوسرے نمبر پر فرمایا کہ شَابٌّ نَشَأَفِي عِبَادَةِ اللّٰهِ (بخاری جلد اول صفحہ 191) کہ ایسا نوجوان جس نے اپنی جوانی اللہ کی عبادت میں گزاری۔

پھر حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ قیامت کے روز انسان کے قدم اپنی اپنی جگہ سے یعنی حساب کی جگہ سے ہٹ نہ سکیں گے یہاں تک کہ اس سے 5 امور کے بارہ میں سوال نہ کر لیا جائے۔ ان پانچ امور میں سے دوسرے نمبر پر یہ سوال ہو گا کہ ”جوانی کی توانائی کہاں صرف کی؟“

(ترمذی باب صفة القیامہ)

یہاں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کہ عمر کن کاموں میں گنوائی؟ کے بعد جوانی کے حوالہ سے سوال کیا ہے۔ کسی اور عمر والے کے متعلق سوال کی تخصیص نہیں۔ ایک عمومی طور پر عمر بارے سوال ہو گا کہ کن کاموں میں گنوائی۔ لیکن بعض محدثین نے ان پانچ امور میں سے چار کا تعلق جوان عمری سے باندھا ہے۔ جیسے

- عمر کن کاموں میں گنوائی۔ یہاں بالعموم سوال ہے جس میں ہر انسان کی نوجوانی شامل ہے۔
- مال کے متعلق سوال ہو گا کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ انسان مال کا حصول اپنی جوانی سے ہی شروع کرتا ہے۔ اور خرچ کے متعلق بھی پوچھا جائے گا۔
- جو علم حاصل کیا اس پر کہاں تک عمل کیا؟ انسان علم کے حصول کے لئے اپنی جوانی سے ہی کرتا ہے۔ اور اس پر عمل بارے بھی سوال کیا ہو گا۔

حضرت عمر بن میمونؓ سے مروی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔ 5 چیزوں کو 5 چیزوں سے پہلے غنیمت جانو۔

1. جوانی کو بڑھاپے سے قبل
2. صحت کو بیماری سے قبل
3. خوشحالی کو ناداری سے قبل
4. فراغت کو مصروفیت سے قبل
5. زندگی کو موت سے پہلے (ترمذی)

معزز بہنو! ان 5 امور میں سے نمبر 1 کا تو براہ راست جوانی سے تعلق ہے جبکہ باقی امور کا بلاواسطہ نوجوان طبقہ سے تعلق ہے۔ ابھی چند دن قبل ہم دوست ایک جگہ چائے پر اکٹھے ہوئے وہاں بڑھاپے کی بیماریوں کا ذکر چل نکلا۔ ایک دوست نے کہا کہ 60-65 سال کی عمر میں جا کر انسان مختلف بیماریوں کا مرقع (مجموعہ) بن جاتا ہے۔ جوڑوں کی درد، گھٹنے کی درد، چلنے پھرنے سے عاری۔ نزلہ زکام اور کئی بیماریاں وغیرہ وغیرہ اس وقت نماز کا بھی حق کماحقہ ادا نہیں ہوتا۔ گھٹنوں کی درد کی وجہ سے انسان کرسی پر ہونے کی وجہ سے سجدہ بھی نہیں کر پاتا۔ جو مزہ جوانی میں زمین پر ناک اور ماتھا رکھ کر اللہ کے حضور جھک کر دعا کرنے کا مزہ

تھا وہ اب حاصل نہیں۔ یہی مضمون ہے جو مندرج بالا حدیث میں بیان ہوا ہے۔ ہمارے ایک دوست کہتے تھے کہ جوانی کے عالم میں اولاد پیدا کر لو جو بڑھاپے کا ساتھ بن جاتی ہے۔

الغرض ہر مذہب، ہر سوسائٹی میں نوجوان طبقہ نے بڑا کام کیا ہے۔ یہ دَور دراصل انسانی زندگی کا سنہری دَور ہوتا ہے۔ نوجوان ہی کسی قوم کا عظیم سرمایہ ہوتے ہیں اور قوموں کے عروج وزوال کی داستان بھی اسی سرمایہ کی مرہون منت ہوتی ہے۔ جیسے اسلام کو جو ترقیات اور فتوحات نصیب ہوئیں۔ وہ درج ذیل نوجوان صحابہ کی مرہون منت تھیں۔

حضرت علیؓ (غزوہ خیبر میں اسلام کا علم بلند کیا)، حضرت مصعب بن عمیر، حضرت عمار بن یاسر، حضرت خالد بن ولید، حضرت عمرو بن العاص، حضرت ابن عمر، حضرت بن عباس اور حضرت ابن زبیر رضوان اللہ تعالیٰ عنہم

پھر بعد کی اسلامی تاریخ میں محمد بن قاسم، طارق بن زیاد اور صلاح الدین ایوبی جیسے نوجوان مسلم سپہ سالاروں نے اپنے کارناموں سے تاریخ رقم کی اور دوسری قومیں آپ نوجوان سالاروں کے رعب و دبدبہ سے کانپتی رہی۔

علمی میدان میں مفسرین و محدثین جیسے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، امام غزالی اور ابن تیمیہ نے اپنی جوان سالی میں ہی اسلامی تاریخ میں معرکے انجام دیئے۔

اور سب سے بڑھ کر ہمارے بہت ہی پیارے مربی سیدنا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام جوانی اس امر سے عبارت ہے کہ آپ نے اپنے خالق اللہ تعالیٰ کا بھی حق ادا کر دیا اور اس کی مخلوق کا بھی۔ آپؐ نے جوانی کے عالم میں بھی ایک بڑھیا کا بوجھ ہلکا کیا تھا۔ حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کی جوانی میں نیکی اور دیانت داری سے ہی قائل ہو کر شادی کا پیغام بھجوایا تھا۔ آپؐ جوانی کی عمر میں کامیاب تاجر ثابت ہوئے۔ ایسا کیوں ہوا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ بچپن میں آپؐ کا دل نکال کر صاف کر دیا تھا اور دشمن یہ کہہ اُٹھا تھا کہ آپؐ صادق وامین ہیں۔ جوانی ہی کے عالم میں خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت حجر اسود سے متعلق جھگڑا چکانے کے لئے دشمن نے آپؐ کو چنا۔ آپ کی جوانی پرہیزگاری، معصومیت، نیکی کی وجہ سے مشہور تھی۔ اپنے اور پرائے اپنے فیصلے اس نوجوان سے کروانا باعث سعادت سمجھتے تھے۔ حلف الفضول میں

ہونے کی وجہ سے آپ کی نیک شہرت اور رعب و دبدبہ نے ہی ابو جہل کو کسی کی دبائی ہوئی رقم واپس کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اپنی نیکیوں اور توکل کی وجہ سے دشمن بھی کہہ اٹھا تھا کہ عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّہٗ کہ محمد اپنے رب کا عاشق ہو گیا ہے۔

معزز بہنو! آج ہمارے خدام اور ہماری بچیوں اور بہنوں کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نیک نمونہ واسوہ کو اپنانا ہو گا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی تصویر اپنے اندر اُتارنی ہو گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس اہم اور اچھوتے مضمون کو جلسہ سالانہ 1904ء کے موقع پر 29 دسمبر کو تقریر کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

”جب انسان دنیا میں آتا ہے تو کچھ زمانہ اس کا بے ہوشی میں گزر جاتا ہے۔ یہ بے ہوشی کا زمانہ وہ ہے جبکہ وہ بچہ ہوتا ہے اور اس کو دنیا اور اس کے حالات سے کوئی خبر نہیں ہوتی۔ اس کے بعد جب ہوش سنبھالتا ہے تو ایک ایسا زمانہ آتا ہے کہ وہ بے ہوشی تو نہیں ہوتی جو بچپن میں تھی۔ لیکن جوانی کی ایک مستی ہوتی ہے جو اس ہوش کے دنوں میں بھی بے ہوشی پیدا کر دیتی ہے اور کچھ ایسا از خود رفتہ ہو جاتا ہے کہ نفسِ امارہ غالب آجاتا ہے۔ اس کے بعد پھر تیسرا زمانہ آتا ہے۔

اکثر لوگوں میں جنون کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسے بہت سے خاندان ہیں کہ ان میں ساٹھ یا ستر سال کے بعد انسان کے حواس میں فتور آجاتا ہے۔ غرض اگر ایسا نہ بھی ہو تو بھی قویٰ کی کمزوری اور طاقتوں کے ضائع ہو جانے سے انسان ہوش میں بے ہوش ہوتا ہے۔ اور ضعف و تکاہل اپنا اثر کرنے لگتا ہے۔ انسان کی عمر کی تقسیم انہیں تین زمانوں پر ہے۔“

اس کے بعد جوانی کے دور کا ذکر کرتے ہوئے اِسی تقریر میں فرماتے ہیں:

”اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی زمانہ ہے جو ان دونوں کے بیچ کا زمانہ ہے یعنی شباب کا جب انسان کوئی کام کر سکتا ہے، کیونکہ اس وقت قویٰ میں نشو نما ہوتا ہے اور طاقتیں آتی ہیں، لیکن یہی زمانہ ہے جبکہ نفس امارہ ساتھ ہوتا ہے اور وہ اس پر مختلف رنگوں میں حملے کرتا ہے اور اپنے زیر اثر رکھنا چاہتا ہے۔ یہی زمانہ ہے جو مؤاخذہ کا زمانہ ہے اور خاتمہ بالخیر کے لیے کچھ کرنے کے دن بھی یہی ہیں، لیکن ایسی آفتوں میں گھرا ہوا ہے کہ اگر بڑی سعی نہ کی جاوے تو یہی زمانہ ہے جو جہنم میں لے جائے گا اور شقی بناوے گا۔ ہاں اگر

عمدگی اور ہوشیاری اور پوری احتیاط کے ساتھ اس زمانہ کو بسر کیا جاوے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ خاتمہ بالخیر ہو جاوے کیونکہ ابتدائی زمانہ تو بے خبری اور غفلت کا زمانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا مؤاخذہ نہ کرے گا۔"

پھر آپؑ فرماتے ہیں۔

"یہ زمانہ جو شباب اور جوانی کا زمانہ ہے ایک ایسا زمانہ ہے کہ نفس امارہ نے اس کو ردّی کیا ہوا ہے لیکن اگر کوئی کار آمد ایام ہیں تو یہی ہیں۔ حضرت یوسفؑ کی زبانی قرآن شریف میں درج ہے۔ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ ۚ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ (یوسف:54) یعنی میں اپنے نفس کو بری نہیں ٹھہرا سکتا کیونکہ نفس امارہ بدی کی طرف تحریک کرتا ہے۔ اس کی اس قسم کی تحریکوں سے وہی پاک ہو سکتا ہے جس پر میرا رب رحم کرے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ کی بدیوں اور جذبات سے بچنے کے واسطے نری کوشش ہی شرط نہیں بلکہ دعاؤں کی بہت بڑی ضرورت ہے نرا زُہد ظاہری ہی (جو انسان اپنی سعی اور کوشش سے کرتا ہے) کار آمد نہیں ہو تا جبتک خدا تعالیٰ کا فضل اور رحم ساتھ نہ ہو اور اصل تو یہ ہے کہ اصل زہد اور تقویٰ تو ہے ہی وہی جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔ حقیقی پاکیزگی اور حقیقی تقویٰ اسی طرح ملتا ہے ورنہ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ بہت سے جامے بالکل سفید ہوتے ہیں اور باوجود سفید ہونے کے بھی وہ پلید ہو سکتے ہیں تو اس ظاہری تقویٰ اور طہارت کی ایسی ہی مثال ہے۔ تاہم اس حقیقی پاکیزگی اور حقیقی تقویٰ اور طہارت کے حصول کے لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ اسی زمانہ شباب و جوانی میں انسان کوشش کرے جبکہ قویٰ میں قوت اور طاقت اور دل میں ایک اُمنگ اور جوش ہوتا ہے۔ اس زمانہ میں کوشش کرنا عقلمند کا کام ہے اور عقل اسی لیے اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 200-201 ایڈیشن 1988ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"مجھے یاد ہے کہ جوانی کے ایام میں میں نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ روزہ رکھنا سنت اہل بیت ہے۔ میرے حق میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سَلۡمَانُ مِنَّا اَھۡلَ الۡبَیۡتِ۔ سلمان یعنی الصلحان کہ اس شخص کے ہاتھ سے دو صلح ہوں گی۔ ایک اندرونی دوسری بیرونی۔ اور یہ اپنا کام رِفق سے کرے گا۔ نہ کہ

شمشیر سے اور میں جب مشرب حسین پر نہیں ہوں کہ جس نے جنگ کی بلکہ مشرب حسن پر ہوں کہ جس نے جنگ نہ کی تو میں نے سمجھا کہ روزہ کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ میں نے چھ ماہ تک روزے رکھے۔ اس اثنا میں میں نے دیکھا کہ انوار کے ستونوں کے ستون آسمان پر جارہے ہیں۔ یہ امر مشتبہ ہے کہ انوار کے ستون زمین سے آسمان پر جاتے تھے یا میرے قلب سے۔ لیکن یہ سب کچھ جوانی میں ہو سکتا تھا۔ اور اگر اس وقت میں چاہتا تو چار سال تک روزہ رکھ سکتا تھا۔

ہے نشاط نوجوانی تا بہ سی سال
چہل آمد فرد ریزد پرو بال

اب جب سے چالیس سال گزر گئے دیکھتا ہوں کہ وہ بات نہیں۔ ورنہ اول میں بٹالہ تک کئی بار پیدل چلا جاتا تھا اور پیدل آتا اور کوئی کسل اور ضعف مجھے نہ ہوتا اور اب تو اگر 5-6 میل بھی جاؤں تو تکلیف ہوتی ہے۔ چالیس سال کے بعد حرارت عزیزی کم ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ خون کم پیدا ہوتا ہے اور انسان کے اوپر کئی صدمات رنج و غم کے گزرتے ہیں۔ اب کئی دفعہ دیکھا ہے کہ اگر بھوک کے علاج میں زیادہ دیر ہو جائے تو طبیعت بے قرار ہو جاتی ہے۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 257 ایڈیشن 1984ء مطبوعہ لندن)

معزز بہنو! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس اِس مضمون کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

"حضرت مصلح موعودؓ جنہوں نے ذیلی تنظیموں کا قیام فرمایا تھا...نے فرمایا تھا کہ ہماری جماعت کو نیکی، تقویٰ، عبادت گزاری، دیانت، راستی یعنی سچ اور عدل و انصاف میں ایسی ترقی کرنی چاہئے کہ نہ صرف اپنے بلکہ غیر بھی اس کا اعتراف کریں...اس غرض کو پورا کرنے کے لئے میں نے خدام الاحمدیہ، انصار اللہ اور لجنہ اماء اللہ کی تحریکات جاری کی ہیں اور ان سب کا مقصد یا کام یہ ہے کہ نہ صرف اپنی ذات میں نیکی قائم کریں بلکہ دوسروں میں بھی نیکی پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اور جب تک حتمی طور پر جبر و ظلم تعدی یعنی حد سے بڑھا ہوا ظلم، بد دیانتی، جھوٹ وغیرہ کو نہ مٹا دیا جائے اور جب تک ہر امیر، غریب اور چھوٹا اور بڑا اس ذمہ داری کو محسوس نہ کرے کہ اس کا کام یہی نہیں کہ خود عدل و انصاف قائم کرے بلکہ یہ بھی ہے کہ دوسروں سے بھی کروائے خواہ وہ افسر ہی کیوں نہ ہو۔ ہماری جماعت اپنوں اور دوسروں کے سامنے کوئی

اچھا نمونہ نہیں قائم کر سکتی اگر آپ یہ باتیں نہیں کر رہے تو یہ باتیں ہیں جو حضرت مصلح موعودؓ کے ذہن میں تھیں کہ اگر جماعت نے ترقی کرنی ہے اگر اس مقصد کو پورا کرنا ہے جس کے لئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے تو ہمیں اپنے نوجوانوں میں تبدیلی پیدا کرنی ہو گی۔ نوجوانوں کو اپنے اندر تبدیلی پیدا کرنی ہو گی۔ اپنے بچوں میں تبدیلی کرنی ہو گی اور بچوں کو اپنے اندر تبدیلی کرنی ہو گی۔ اپنے بوڑھوں میں تبدیلی پیدا کرنی ہو گی اور عورتوں میں تبدیلی پیدا کرنی ہو گی۔ تبھی ہم اس دعویٰ میں سچے ہو سکتے ہیں کہ ہم دنیا سے ظلم بھی ختم کریں گے اور جبر بھی ختم کریں گے۔ تبھی ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق رشتے داروں سے حسن سلوک بھی کریں گے جب اس نہج پر سوچیں گے۔ ماں باپ کے حقوق بھی ادا کریں گے اور یوں بچوں کے حقوق بھی ادا کریں گے، ماتحت کا حق بھی ادا کریں گے اور افسر کا حق بھی ادا کریں گے۔"

(خطاب بر موقع سالانہ اجتماع یو کے 19 ستمبر 2004ء بحوالہ مشعل راہ جلد پنجم حصہ دوم صفحہ 105-106)

اپنی تقریر کا اختتام ایک حدیث نبویؐ سے کرتا / کرتی ہوں۔

آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد مبارک ہے۔

مَنْ بَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً فَلَمْ يَغْلِبْ خَيْرُهٗ شَرَّهٗ فَلْيَتَجَهَّزْ إِلَى النَّار

(الفتح الربانی والفیض الربانی از شیخ عبد القادر جیلانی مجلس نمبر 62 فی التوحید)

یہی حدیث ایک اور جگہ ان الفاظ کے ساتھ آئی ہے:

مَنْ أَتَى عَلَيْهِ أَرْبَعُونَ سَنَةً فَلَمْ يَغْلِبْ خَيْرُهٗ شَرَّهٗ فَلْيَتَجَهَّزْ إِلَى النَّار

کہ جو شخص چالیس برس کی عمر تک پہنچ گیا مگر اس کا خیر اس کے شر پر غالب نہ آسکا تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنانے کی تیاری کرے۔

لہٰذا ہر احمدی نوجوان پر نیکی، خلوص، تقویٰ، تعلق باللہ، احترام مخلوق کی طرف اپنے سفر میں تیزی لانے کے لئے مجاہدہ کا آغاز کرنا چاہئے تا شعبہ جنون کے تحت نئے عزم، نئے ولولہ اور نئے ارادوں کے ساتھ اسلام واحمدیت کے جلد فتح کے لئے کام کرے۔ اور مجسم خیر بن کر شر کو اپنے راستے سے دُور کرتے ہوئے آخرت کی طرف سفر جاری رکھیں۔

سخت جاں ہیں ہم کسی کے بُغض کی پروا نہیں
دِل قوی رکھتے ہیں ہم دَردوں کی ہے ہم کو سہار
جو خدا کا ہے اُسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اَے روبۂ زار و نزار



﴿51﴾ ﴿مشاہدات:53﴾

واقفین نو کو اپنے اندر اسماعیلی صفات پیدا کرنی ہوں گی

(حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ)

میری آج کی تقریر کا عنوان ہے **"واقفین نو کو اپنے اندر اسماعیلی صفات پیدا کرنی ہوں گی"**

پیارے واقفین نو! حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ 10 جولائی 2022ء کو عید الاضحی کے روز مسجد مبارک اسلام آباد ٹلفورڈ میں ایک بصیرت افروز خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد اسی خطبہ کے آخر پر واقفین نو کو اور ان کے والدین کو مخاطب ہو کر چند نصائح فرمائیں۔ اس میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

"واقفین نو جو اس وقت جماعتی خدمات میں آگئے ہیں انہیں اپنے اندر اسماعیلی صفات پیدا کرنی ہوں گی۔ تبھی اللہ تعالیٰ ان کے لئے ہمیشہ بھلائی اور بہتری کے راستے کھولتا رہے گا۔"

بہت سی اسماعیلی صفات کا تذکرہ حضور نے اپنے اس خطبہ میں ہی فرما دیا تھا ان کے مطابق

قرآن میں مذکور اسماعیلی صفات

سب سے اول قرآن پاک کو دیکھتے ہیں۔ حضرت اسماعیلؑ کا ذکر گیارہ آیات میں ملتا ہے۔ جن میں درج ذیل صفات کا ذکر ہے۔

1۔ اسماعیلؑ حلیم تھے۔ حلیم بمعنی بردبار (الصافات:102)

2۔ اسماعیلؑ صبر کرنے والے تھے (الانبیاء :86)(الصافات:103)

3۔ اسماعیلؑ محسن تھے (الصافات:106)

4۔ اسماعیلؑ صادق الوعد یعنی وعدہ پورے کرنے والے تھے (مریم:55)

5۔ اسماعیلؑ الاخیار یعنی بہترین خوبیوں والے اور چنیدہ لوگوں میں سے تھے (ص:49)

6۔ اسماعیلؑ اپنے اہل کو نماز اور زکواۃ کی ادائیگی کا حکم دینے والے تھے (مریم:56)

7۔ اسماعیلؑ اللہ کے حضور مرضیّا (پسندیدہ شخصیت) تھے (مریم:56)

8۔اللہ کے گھر کی تعمیر میں حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ شرکت اور اللہ کا گھر تعمیر کرتے وقت رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ کی دعا کرنا (البقرہ:128)

9۔ ہم نے اسماعیلؑ پر وحی نازل کی (النساء:164)

10۔ اسماعیلؑ کو تمام جہانوں پر فضیلت عنایت کی (الانعام:87)

11۔اسماعیلؑ کا قول افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ یعنی اے میرے باپ! وہی کر جو تجھے حکم دیا جاتا ہے۔ یعنی کامل تسلیم رضا اور اطاعت (الصافات:103)

12۔ آپؑ ذبح عظیم تھے (الصافات:108)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ترجمہ قرآن کے فٹ نوٹ میں تحریر فرمایا ہے کہ ذبح عظیم سے مراد خدا کی راہ میں قربان ہونے والے سب انبیاء کرام سے بڑھ کر عظیم وجود یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ جن کا آنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بچ جانے پر موقوف تھا۔

13۔ صاحب علم تھے۔ اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ (الحجر:54)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ اس سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

اس پیشگوئی میں اگرچہ حضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوبؑ وغیرہ کا بھی ذکر ہے لیکن اول طور پر یہ پیشگوئی حضرت اسماعیلؑ پر چسپاں ہوتی ہے جن کی جسمانی اور روحانی ذرّیت میں سے حضرت رسول اللہ ﷺ نے پیدا ہونا تھا۔

(تعارف سورۃ الحجر از ترجمہ قرآن حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 424)

پیارے واقفین نو! حضرت اسماعیلؑ کی قرآنی صفات بیان کرنے کے بعد ان احادیث میں بیان مناقب اسماعیل بیان کرتا ہوں۔

آنحضور ﷺ، حضرت امام حسن اور حسین علیہما السلام کے لئے ان ہی دعائیہ الفاظ میں دم کرتے تھے جن الفاظ میں حضرت ابراہیمؑ اپنے دونوں بیٹوں حضرت اسماعیل و حضرت اسحاق علیہما السلام کے لئے دم کرتے تھے۔ وہ الفاظ یہ ہیں۔

اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ، وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ

(بخاری کتاب الانبیاء)

کہ میں اللہ کے کامل و مکمل کلمات کی پناہ طلب کرتا ہوں موذی شیطان اور جانور (بلا) اور ہر نظر بد سے۔

المستدرك للحاكم میں حضرت کعبؓ سے ایک روایت مروی ہے۔ جس میں حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کی درج ذیل صفات کا ذکر ہے۔

1۔ وہ ایسے نبی تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے صادق الوعد کا نام دیا

2۔ ایسے شخص تھے جن میں حق کے معاملہ میں سختی پائی جاتی تھی

3۔ آپؑ اللہ کے دشمنوں کے خلاف جہاد کرتے اور اللہ آپؑ کو فتح و نصرت عطا کرتا

4۔ آپؑ کفار کے خلاف بہت زیادہ لڑائی کرنے والے تھے

5۔ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرتے تھے

6۔ آپؑ بہت زیادہ طاقتور اور کفار پر بہت زیادہ سخت تھے

7۔ آپؑ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے

8۔ آپؑ اپنے رب کے ہاں محبوب تھے

9۔ آپؑ کی زکوٰۃ اپنے اہل کے اموال میں سے اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے تھی

10۔ آپؑ کسی شخص سے کسی چیز کا وعدہ نہیں فرماتے تھے مگر یہ کہ آپؑ اس وعدہ کو ضرور پورا کرتے

11۔ آپؑ اللہ کے سچے رسول اور نبی تھے (الحاکم فی المستدرک 2/603 رقم 4033)

اسماعیلی صفات از حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر پانی روکا نہ جاتا تو تمام دنیا میں بہہ نکلتا۔ اس قصہ کے بیان سے یہ مطلب ہے کہ اگرچہ ایسی جگہ ہو جہاں دانہ پانی نہ ہو۔ جبھی خدا تعالیٰ اپنی قدرت کے کرشمہ دکھاتا ہے۔ چنانچہ پہلا کرشمہ یہ پانی تھا۔ اور اس بات کی طرف بھی اشارہ تھا کہ وہ پانی جو رسول اللہ ﷺ نے پھیلایا۔ اس کی شان یہ ہے کہ اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ یُحۡیِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِہَا (الحدید :18)۔ اس پانی سے تو اسماعیل زندہ ہوا تھا اور اس سے دنیا زندہ ہوئی۔ مدعا یہ ہے کہ جہاں ظاہری تجویز نہ تھی وہاں اللہ تعالیٰ نے بچاؤ کی ایک راہ نکال دی۔ اور اللہ تعالیٰ جو یہ فرماتا ہے کہ اس کے امر سے زمین و آسمان رہ سکتے ہیں۔ وہ دیکھو وہ جنگل جہاں اسقدر گرمی پڑتی ہے اور ایک انسان نہ تھا اس کو خدا نے کیسا بنا دیا کہ کروڑہا مخلوق وہاں جاتی ہے اور ہر ایک جگہ سے لوگ جاتے ہیں۔ وہ میدان جہاں حج کے لئے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ وہی ہے جہاں نہ دانہ تھا نہ پانی۔“

(ملفوظات جلد اول صفحہ 241 ایڈیشن 2016ء)

پھر فرمایا

”چونکہ اسحاقؑ اور اسماعیلؑ دونوں بھائی تھے اور دونوں میں برکات کی تقسیم مساوی تھیں۔ تصفیہ تقسیم تب ہی ہوتا کہ دونوں سلسلوں میں باہم مطابقت اور عین موافقت ہوتی۔ اسماعیلؑ کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم الشان نبی مبعوث فرمایا۔ جس کی امت کو کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّۃٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَاۡمُرُوۡنَ (آل عمران:111) کہا کہ تم تمام امتوں سے بہتر ہو۔ کیونکہ وہ لوگ جن کو شریعت قصہ کے رنگ میں ملی تھی وہ دماغی علوم کی کتاب و شریعت کے ماننے والوں کے کب برابر ہو سکتے ہیں۔ پہلے صرف قصص پر راضی ہو گئے۔ اور ان کے دماغ اس قابل نہ تھے کہ حقائق و معارف کو سمجھ سکتے۔ مگر اس امت کے دماغ اعلیٰ درجہ کے تھے اس لئے شریعت اور کتاب علوم کا خزانہ ہے جو علوم قرآن مجید لے کر آیا ہے وہ دنیا کی کسی

کتاب میں پائے نہیں جاتے۔ اور جیسے شریعت کے نزول کے وقت وہ اعلیٰ درجہ کے حقائق و معارف سے لبریز تھی ویسے ہی ضروری تھا کہ ترقی علوم۔ وفنون اسی زمانہ میں ہوتا۔ بلکہ کمال انسانیت بھی اسی میں پورا ہوا۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 42 ایڈیشن 2016ء)

واقفین بچو! آئیں! اب خلفاء کی نظر میں اسماعیلی صفات دیکھتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے فرمایا:

"سو برس کے قریب کا بڈھا، ایک ہی بیٹا، اپنی ساری عزت، ناموری، مال، جاہ و جلال اور امیدیں اسی کے ساتھ وابستہ۔ دیکھو! متقی کا کیا کام ہے۔ اس اچھے چلتے پھرتے جوان لڑکے سے کہا۔ میں خواب دیکھتا ہوں کہ تجھے ذبح کروں۔ بیٹا بھی کیسا فرمانبردار بیٹا ہے۔

قَالَ يٰٓاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ ۫ سَتَجِدُنِيۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيۡنَ (الصافات: 103)

ابا جی! وہ کام ضرور کرو جس کا حکم جناب الٰہی سے ہوا ہے۔ میں بفضلہٖ تعالیٰ صبر کے ساتھ اسے برداشت کروں گا۔ یہ ہے تقویٰ کی حقیقت۔ یہ ہے قربانی۔ قربانی بھی کیسی قربانی کہ اس ایک ہی قربانی میں سب ناموں، امیدوں، ناموریوں کی قربانی آگئی۔"

(خطبات نور صفحہ 274)

پھر فرمایا:

"پھر بیٹا بھی ایسا بیٹا تھا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا بیٹا! اِنِّيۡۤ اَرٰى فِي الۡمَنَامِ اَنِّيۡۤ اَذۡبَحُكَ (الصافات: 103) تو وہ خدا کی راہ میں جان دینے کو تیار ہو گیا۔ غرض باپ بیٹے نے ایسی فرمان برداری دکھائی کہ کوئی عزت، کوئی آرام، کوئی دولت اور کوئی امید باقی نہ رکھی۔ یہ آج ہماری قربانیاں اسی پاک قربانی کا نمونہ ہیں۔"

(خطبات نور صفحہ 26)

اسماعیلی صفات از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا۔

"حضرت اسماعیلؑ اور حضرت حاجرہ نے ساری دنیا کو خدا تعالیٰ کے لیے چھوڑ دیا تھا۔ خدا تعالیٰ نے ساری دنیا اسماعیل کی نسلوں کے قدموں میں ڈال دی۔" (خطبات محمود جلد 2 صفحہ 192)

اسماعیلی صفات از حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے خطبہ عید الاضحیہ 2 اپریل 1966ء میں فرمایا:

"ہمارے بچے اور نوجوان خدا تعالیٰ کے برگزیدہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف نظر رکھیں۔ جس نے چودہ سال کی عمر میں بشاشت کے ساتھ خدا تعالیٰ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس کی رضا کی خاطر ایسے بیابان میں زندگی گزارنے کو قبول کر لیا تھا۔ جہاں بظاہر حالات زندہ رہنا ممکن نہیں تھا۔ جب تک یہ روح ہمارے بڑوں میں ہماری عورتوں میں اور ہمارے نوجوانوں میں پیدا نہیں ہوتی اس وقت تک غلبہ اسلام کے دن نزدیک تر نہیں آسکتے۔" (خطبات ناصر جلد دہم صفحہ 123)

پھر فرمایا:

"ایک لمبے عرصہ تک حضرت حاجرہ اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے تکلیف برداشت کی۔ ایسے حال میں والدہ کا ہر وقت موت کو اپنے سامنے دیکھنا اور بچے کے دل میں یہ احساس پیدا ہونا کہ کوئی اس کا وارث ہے یا نہیں اور یہ بھی کہ اسے اس تکلیف سے کوئی بچانے والا ہے یا نہیں۔ یہ ایک ایسی قربانی ہے جس کی دنیا میں مثال نہیں ملتی۔ ایسی حالت میں ان کا توکل صرف اللہ تعالیٰ پر تھا اور خدا تعالیٰ کا سلوک ان پر یہ ظاہر کرتا تھا کہ انسانوں سے زیادہ پیار کرنے والا ہمارا پیدا کرنے والا رب ہے وہ تمہارے ساتھ ہے وہ تمہاری ان تکالیف کو دور کر کے ایک قوم یہاں بنا دے گا اور سب دنیا کی نعمتیں یہاں اکٹھی کر دے گا۔"

(خطبہ عید الاضحیہ 12 نومبر 1978ء از خطبات ناصر جلد دہم صفحہ 207-208)

اسماعیلی صفات از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ

”اس نے بہت پہلے ایک رؤیا میں دیکھا تھا کہ وہ اس بیٹے کو خدا کی خاطر ذبح کر رہا ہے۔ جب یہ بات حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بیٹے سے بیان فرمائی تو دو آیات ظاہر ہوئیں۔ ایک ابراہیمؑ کا خدا کی خاطر ہر قربانی کے لئے تیار ہونا اور تیار رہنا دوسرا اس کے بیٹے کا خدا کی محبت میں اسی طرح ابراہیمؑ، اپنے پیارے باپ کے قدم پر قدم مارنا۔ یہ ایک حیرت انگیز نشان ہے جس کی مثال دنیا کے پردے پر کہیں اور دکھائی نہیں دے گی۔ دنیا کے کسی مذہب کی تاریخ میں آپ کو ایسی اور ادائیں پیار اور محبت اور عشق کی دکھائی نہیں دیں گی کہ باپ بھی خدا کا عاشق و صادق اور بیٹا بھی خدا کا عاشق و صادق اور دونوں کی اداؤں میں سرمو فرق دکھائی نہیں دیتا۔“

(خطبات عیدین، عید الاضحیہ 12 جون 1992ء)

آپؒ مزید فرماتے ہیں

”جب بعد میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَدْ صَدَّ قْتَ الرُّءْيَا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تُو تو ہر پہلو سے اس رؤیا کو پورا کر گیا ہے۔ ایک وہ وقت تھا جب تو نے ہجرت کی اس وقت بھی تو نے رؤیا کو پورا کر دیا اور ایک اب وقت ہے جب ظاہری طور پر تُو بھی تیار ہوا اور تیرا بیٹا بھی اس قربانی کے لئے تیار ہوا۔ تو کامل شان کے ساتھ اپنے ہر پہلو کے ساتھ تو نے اس رؤیا کو پورا کر دیا لیکن یہ تو محض ایک آزمائش تھی۔ میں تیرے بچے کو بھی اس آزمائش میں شامل کرنا چاہتا تھا تا کہ ہمیشہ کے لئے زمین۔ و آسمان گواہ رہیں کہ محمد مصطفٰی ﷺ کے آباؤ اجداد ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ دونوں ہی تسلیم و رضا میں درجۂ کمال تک پہنچے ہوئے تھے۔“

(خطبات عیدین، عید الاضحیہ یکم جون 1993ء)

اسماعیلی صفات از حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

حضور انور فرماتے ہیں:

”ہر نوجوان حضرت اسماعیل علیہ السلام کے نمونے اپنانے کے لیے تیار ہو گا تو پھر اللہ۔ تعالیٰ کے فضلوں کی بارش بھی ہو گی۔ پھر حقیقی قربانی اور اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے قرب کا ادراک اور تجربہ بھی ہو گا۔ اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جس غلام صادق کو ہم نے ماناہے تا کہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ میں

حصہ دار بن سکیں اسے بھی اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کہا ہے۔ چنانچہ کئی مواقع پر آپ کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً ابراہیم کہہ کر مخاطب فرمایا۔(تذکرہ صفحہ 82 ایڈیشن چہارم)

(خطبہ عید الاضحیہ 31 جولائی 2020ء)

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ عید الاضحیٰ مورخہ 10/جولائی 2022ء میں اسماعیلی صفات کا یوں فرمایا۔

''حضرت ابراہیمؑ، حضرت ہاجرہؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی قربانیاں بھی پھل لائی تھیں لیکن اُنہوں نے صبر اور دعا کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا تھا، پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے آنے والے عظیم رسول اور اُن کے صحابہ کی قربانیاں بھی اپنے وقت پر رنگ لائیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے پورے فرمائے۔ پس کیا آج وہ سچے وعدوں والا خدا ہمیں چھوڑ دے گا؟ یقیناً نہیں!''

پھر اسی خطبہ میں آگے چل کر حضور فرماتے ہیں:

''انہیں (واقفین نو کو) یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ وقف ایک قربانی چاہتا ہے اور اس قربانی کا معیار کیا ہے؟ یہ وہ معیار ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے پیش کیا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا کہ میں نے تجھے خواب میں گلے پر چھری پھیرتے دیکھا ہے تو اس نے بیٹے سے پوچھا کہ اے اسماعیل! بتا تیرا کیا ارادہ ہے؟ تو بیٹے نے جس کی تربیت بزرگ اور تقویٰ میں بڑھے ہوئے ماں باپ نے کی تھی فوراً جواب دیا کہ اے میرے باپ! تو اپنی رؤیا پوری کر تو مجھے ان شاء اللہ صبر کرنے والوں اور قربانی کرنے والوں میں سے پائے گا۔''

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسماعیلی صفات اپنے اندر پیدا کرنے والا بنائے۔ آمین



﴿52﴾ ﴿مشاہدات:57﴾

تلاوتِ قرآنِ کریم کی اہمیت، برکات اور آداب

میری عزیز بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **تلاوتِ قرآنِ کریم کی اہمیت، برکات اور آداب**

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی پیاری کتاب ہے جو خاتم الانبیاء حضرت **محمد مصطفٰے** صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ جس کو دنیا بھر میں کروڑوں لوگوں نے حفظ کر رکھا ہے اور اتنی ہی تعداد میں مسلمان اِسے روزانہ پڑھتے اور اس کی تلاوت کرتے ہیں۔ اس مبارک کتاب کی تلاوت کی بہت برکات ہیں۔ اس کا ایک لفظ پڑھنے سے 10 نیکیاں پڑھنے والے کے حق میں لکھی جاتی ہیں اور 10 بدیاں اس کے اعمال نامہ سے مٹا دی جاتی ہیں۔

سامعات! اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کتاب کی فضیلت، برکات اور آداب تلاوت مختلف جگہوں پر بیان فرمائے ہیں۔ فرمایا۔ الرُوح الامین یعنی جبرائیلؑ نے اِسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر اتارا ہے۔ یہ لوح محفوظ اور کتاب مکنون ہے۔ یہ کتاب مسطور اور الفرقان ہے۔ یہ ذکر مبارک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی لفظی و معنوی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اور گزشتہ تمام صحیفوں کی ہر بہترین تعلیم اس میں جمع کر دی گئی ہے۔ اس قرآن میں شفاء ہے اور مومنوں کے لیے رحمت ہے۔ قرآن فصیح و بلیغ زبان میں نازل ہوا گویا فصاحت وبلاغت کا مرقع ہے۔

خواتین و حضرات! جہاں تک تلاوت قرآن کے فضائل اور برکات کا تعلق ہے اس حوالہ سے پہلی آیت سورۃ بنی اسرائیل 79 بیان کی جاسکتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

قُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا

ترجمہ: فجر کی تلاوت کو اہمیت دے۔ یقیناً فجر کو قرآن پڑھنا ایسا ہے کہ اُس کی گواہی دی جاتی ہے۔

یعنی فجر کی تلاوت کو اہمیت دیا کرو۔ یقیناً فجر کو قرآن پڑھنا ایسا ہے کہ اس کی گواہی دی جاتی ہے یعنی پڑھا ہوا قرآن آخری روز انسان کے سامنے پیش کیا جائے گا اور ایک مقام پر رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا (المزمل:5) کہہ کر ایک مسلمان کو توجہ دلائی کہ قرآن کو خوش الحانی سے پڑھا کرو۔

بہنو! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جن پر یہ بابرکت کتاب نازل ہوئی نہ صرف خود اس کی تلاوت فرمایا کرتے۔ اپنے نوافل نمازوں کی ایک ایک رکعت میں سورۃ البقرہ اور سورۃ ال عمران پڑھا کرتے تھے بلکہ خوش الحان صحابہ کو بُلوا کر اُن سے قرآن سننا بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پسند تھا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

”جو شخص قرآن مجید خوش الحانی سے اور سنوار کر نہیں پڑھتا اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔“

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 219)

حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا۔ قرآن مجید سناؤ۔ میں نے حیران ہو کر عرض کیا۔ حضور! میں آپ کو قرآن سناؤں! حالانکہ قرآن آپؐ پر نازل کیا گیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ دوسرے سے قرآن سننا مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔ تب میں نے سورۃ نساء کی تلاوت شروع کی۔ جب میں اس آیت پر پہنچا کہ ”کیا حال ہوگا جب ہم ہر ایک امّت میں سے گواہ لائیں گے اور ان سب پر تجھے گواہ بنائیں گے۔“ آپؐ نے فرمایا بس کر دو۔ تلاوت ختم کر کے جب میں نے آپؐ کی طرف دیکھا تو آپؐ کی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گر رہے تھے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 220)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اپنے گھروں میں کثرت سے تلاوتِ قرآن کریم کیا کرو۔ یقیناً وہ گھر جس میں قرآن نہ پڑھا جاتا ہو اس میں خیر کم اور شر زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ گھر اپنے رہنے والوں کے لئے تنگ پڑ جاتا ہے۔

(کنز العمال حدیث نمبر:41496)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے قرآن کے ماننے والو! قرآن کو تکیہ نہ بناؤ اور رات دن کے اوقات میں اس کی ٹھیک ٹھیک تلاوت کرو اور اس کے پڑھنے پڑھانے کو رواج دو اور اس کے الفاظ کو صحیح

طریق سے پڑھو اور جو کچھ قرآن میں بیان ہوا ہے ہدایت حاصل کرنے کی غرض سے اس پر غور و فکر کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ اس کی وجہ سے کسی دنیاوی فائدے کی خواہش نہ کرنا۔ بلکہ خدا کی خوشنودی کے لئے اس کو پڑھنا۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

پھر ایک دفعہ صحابہ سے مخاطب ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اہل قرآن! قرآن پڑھے بغیر نہ سویا کرو اور اس کی تلاوت رات کو اور دن کے وقت اس انداز میں کرو جیسے اس کی تلاوت کرنے کا حق ہے اور اس کو پھیلاؤ اور اس کو خوش الحانی سے پڑھا کرو اور اس کے مضامین پر غور کیا کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو قرآن کریم کا کچھ حصہ بھی یاد نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 222)

سامعات! اب میں آپ کے سامنے ارشاداتِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام رکھتا ہوں جن سے تلاوت قرآن کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ فرمایا:

"قرآن شریف تدبر و تفکّر و غور سے پڑھنا چاہئے۔ حدیث شریف میں آیا ہے رُبَّ قَارٍ یَلْعَنُہُ الْقُرْاٰن۔ یعنی بہت ایسے قرآن کریم کے قاری ہوتے ہیں جن پر قرآن کریم لعنت بھیجتا ہے۔ جو شخص قرآن پڑھتا اور اس پر عمل نہیں کرتا اس پر قرآن مجید لعنت بھیجتا ہے۔ تلاوت کرتے وقت جب قرآن کریم کی آیت رحمت پر گزر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ سے رحمت طلب کی جاوے اور جہاں کسی قوم کے عذاب کا ذکر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ کے عذاب سے خدا تعالیٰ کے آگے پناہ کی درخواست کی جاوے اور تدبر و غور سے پڑھنا چاہئے اور اس پر عمل کیا جاوے۔" (ملفوظات جلد 5 صفحہ 157 ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

"لوگ قرآن شریف پڑھتے ہیں مگر طوطے کی طرح یونہی بغیر سوچے سمجھے چلے جاتے ہیں جیسے ایک پنڈت اپنی پوتھی کو اندھا دھند پڑھتا جاتا ہے، نہ خود سمجھتا ہے اور نہ سننے والوں کو پتا لگتا ہے۔ اسی طرح پر قرآن شریف کی تلاوت کا طریق صرف یہ رہ گیا ہے کہ دو چار سپارے پڑھ لئے اور کچھ معلوم نہیں کہ کیا پڑھا۔

زیادہ سے زیادہ یہ کہ سُر لگا کر پڑھ لیا اور قاف اور عین کو پورے طور پر ادا کر دیا۔ قرآن شریف کو عمدہ طور پر اور خوش الحانی سے پڑھنا بھی ایک اچھی بات ہے۔“

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 428-429۔ ایڈیشن 1984ء مطبوعہ لندن)

پھر تلاوتِ قرآن کی اصل غرض بیان کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں:

”قرآن شریف کی تلاوت کی اصل غرض تو یہ ہے کہ اس کے حقائق اور معارف پر اطلاع ملے اور انسان ایک تبدیلی اپنے اندر پیدا کرے۔ یاد رکھو کہ قرآن شریف میں ایک عجیب وغریب اور سچا فلسفہ ہے۔ اس میں ایک نظام ہے جس کی قدر نہیں کی جاتی۔ جب تک نظام اور ترتیب قرآنی کو مدّ نظر نہ رکھا جاوے اس پر پورا غور نہ کیا جاوے قرآن شریف کی تلاوت کے اغراض پورے نہ ہوں گے۔“

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 428-429۔ ایڈیشن 1984ء مطبوعہ لندن)

پھر فرمایا:

”پرستش کی جڑ تلاوت کلام الٰہی ہے کیونکہ محبوب کا کلام اگر پڑھا جائے یا سنا جائے تو ضرور سچے محب کے لئے محبت انگیز ہوتا ہے اور شورش عشق پیدا کرتا ہے۔“

(سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 283)

پھر جماعت کو یوں نصیحت فرمائی:

”انسان کو چاہئے کہ قرآن شریف کثرت سے پڑھے اور جب اس میں دعا کا مقام آوے تو دعا کرے اور خود بھی خدا سے وہی چاہے جو اس دعا میں چاہا گیا ہے۔ جہاں عذاب کا مقام آوے تو اس سے پناہ مانگے اور بداعمالیوں سے بچے جس کے باعث وہ قوم تباہ ہوئی... دل کی اگر سختی ہو تو اس کے نرم کرنے کے لئے یہی طریق ہے کہ قرآن شریف کو ہی بار بار پڑھے۔ جہاں جہاں دعا ہوتی ہے وہاں مومن کا بھی دل چاہتا ہے کہ یہی رحمتِ الٰہی میرے بھی شامل حال ہو۔ قرآن شریف کی مثال ایک باغ کی ہے کہ ایک مقام سے انسان کسی قسم کا پھول چنتا ہے پھر آگے چل کر اور قسم کا چنتا ہے۔ پس چاہئے کہ ہر ایک مقام کے مناسب حال فائدہ اٹھاوے“

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 519۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

بہنو! حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ جن کو قرآن سے بہت محبت تھی اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے تلاوتِ قرآن اپنی ماں کے پیٹ میں سنی ہے اور جب آپؓ جب خلافت کے مسند پر آپ متمکن ہو چکے تھے کسی نے قرآن ہی پڑھاتے رہنے پر اعتراض کیا تو آپؓ نے بڑے جلال سے فرمایا۔ ہاں! مَیں قرآن پڑھاتا رہوں گا۔

اپنی وفات کا وقت قریب آنے پر اپنی بیٹی حضرت امۃ الحیؓ سے کہا کہ اگر میاں محمود خلیفہ بن جائیں تو اُنہیں درس القرآن جاری رکھنے کا کہہ دینا۔

آپؓ فرماتے ہیں:

"قرآن کو مضبوط پکڑو۔ قرآن بہت پڑھو اور اس پر عمل کرو"

(الحکم 21 جنوری 1911ء صفحہ 8)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"قرآن شریف کے ساتھ عشق و محبت کے اتنے ہی معنے نہیں ہیں کہ ایک عمدہ قرآن شریف لے کر اس کی سونے کی جدول بنا کر اور عمدہ جلد کرا کے ایک ریشمی غلاف میں بند کر کے ایک کھونٹی کے ساتھ لٹکا دیا اور کبھی اسے کھول کر بھی نہ دیکھا کہ اس میں کیا لکھا ہے یا اگر کھول کر دیکھا بھی تو اس کی غرض صرف اس قدر سمجھ لی کہ اس کی معمولی تلاوت کافی ہے۔ اگر کوئی شخص اس قدر سمجھتا ہے تو وہ سخت غلطی کھاتا ہے اور وہ قرآن شریف کی عزت اور عظمت کا حق ادا نہیں کرتا اور نہ اس کی تلاوت کے اصل مقصد کو پاتا ہے یاد رکھو تلاوت کا اصل مقصد قرآن شریف پر عمل کرنا ہے اگر کوئی عمل نہیں کرتا اور عملدرآمد کے واسطے اسے نہیں پڑھتا تو اسے کچھ بھی فائدہ اس تعظیم سے نہیں ہو گا۔"

(الحکم 10 اپریل 1904ء)

ایک اور موقع پر فرمایا؛

'مَیں نے دُنیا کی بہت سی کتابیں پڑھی ہیں اور بہت ہی پڑھی ہیں مگر ایسی کتاب دُنیا کی دِلرُبا راحت بخش، لذّت دینے والی، جس کا نتیجہ دُکھ نہ ہو نہیں دیکھی جس کو بار بار پڑھتے ہوئے، مطالعہ کرتے ہوئے

اور اس پر فِکر کرنے سے جی نہ اُکتائے، طبیعت نہ بھر جائے اور یا بَد خُو دِل اُکتا جائے اور اسے چھوڑ نہ دینا پڑا ہو۔“

(حقائق الفرقان جلد اول صفحہ 34)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ قرآن کی تلاوت اور اس پر غور کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ہر مسلمان کو چاہیے کہ قرآن کریم کو پڑھے۔اگر عربی نہ جانتا ہو تو اردو ترجمہ اور تفسیر ساتھ پڑھے۔ عربی جاننے والوں پر قرآن کریم کے بڑے بڑے مطالب کھلتے ہیں......جب ایک شخص بار بار قرآن پڑھے گا اور اس پر غور کرے گا تو اس میں قرآن کریم کے سمجھنے کا ملکہ پیدا ہو جائے گا۔ پس مسلمانوں کی ترقی کا راز قرآن کریم کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں ہے جب تک مسلمان اس کے سمجھنے کی کوشش نہ کریں، کامیاب نہ ہوں گے۔“

(خلفائے احمدیت کی تحریکات صفحہ 66)

پھر ایک اور موقع پر آپؓ نے فرمایا:

”ہماری جماعت کو چاہیے کہ قرآن کے پڑھنے اور پڑھانے کو اتنا رواج دے کہ ہماری جماعت میں کوئی ایک شخص بھی نہ رہے جسے قرآن نہ آتا ہو“

(الفضل 9، دسمبر 1947ء)

سامعات! حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے 5، اگست 1966ء کو انجمن موصیان اور موصیات قائم کرنے کا اعلان فرمایا۔ اپنے خطبہ جمعہ 4، اپریل 1969ء میں آپ نے موصیان کو قرآن کریم پڑھنے اور پڑھانے کا خاص فریضہ سپرد کرتے ہوئے فرمایا:

”خدا چاہتا تھا کہ یہ تنظیم قرآن کریم کے پڑھنے اور پڑھانے سے اپنا کام شروع کرے۔“

ہر احمدی بچے کو قرآن پڑھانے کے متعلق 4/ فروری 1966ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا:

”ہماری یہ کوشش ہونی چاہیے کہ دو تین سال کے اندر ہمارا کوئی بچہ ایسا نہ رہے جسے قرآن کریم پڑھنا نہ آتا ہو۔“

(خطبات ناصر جلد 1 صفحہ 125)

پھر ایک موقع پر فرمایا:

”اپنی انتہائی کوشش کریں کہ جماعت کا ایک فرد بھی ایسا نہ رہے نہ بڑا نہ چھوٹا، نہ مرد نہ عورت، نہ جوان نہ بچہ، کہ جسے قرآن کریم ناظرہ پڑھنا نہ آتا ہو۔“

(خطبات ناصر جلد 1 صفحہ 298)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے 4 جولائی 1997ء کو کینیڈا میں خطبہ جمعہ میں احباب جماعت کو توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

”کلام الٰہی سے محبت ایک ایسی چیز ہے جو نسلوں کو سنبھالے رکھتی ہے... قرآن کریم پر زور دینا اور تلاوت سے اس کا آغاز کرنا بہت ہی اہم ہے۔ مگر تلاوت کے ساتھ ان نسلوں میں، ان قوموں میں جہاں عربی سے بہت ہی ناواقفیت ہے ساتھ ترجمہ پڑھنا ضروری ہے..... قرآن سے محبت کے بغیر دین سے محبت رکھنا کوئی معنے نہیں رکھتا اس کی کوئی بھی حقیقت نہیں ہے.....پس تلاوت قرآن کریم کی عادت ڈالنا اور اس کے معانی پر غور سکھانا یہ ہماری تربیت کی بنیادی ضرورت ہے اور تربیت کی کنجی ہے جس کے بغیر ہماری تربیت ہو نہیں سکتی... ہر گھر والے کا فرض ہے کہ وہ قرآن کی طرف توجہ دے، قرآن کے معانی کی طرف توجہ دے، ایک بھی گھر کا فرد ایسا نہ ہو جو روزانہ قرآن کے پڑھنے کی عادت نہ رکھتا ہو اور قرآن کریم کو پھر مضامین سمجھ کر پڑھے اور جو بھی ترجمہ میسر ہو اس کے ساتھ ملا کر پڑھے... قرآن کریم کے ترجمے کے ساتھ پڑھنے کی طرف ساری جماعت کو متوجہ ہونا چاہئے کوئی بھی ایسا نہ ہو جس کے پاس سوائے اس کے کہ شرعی عذر ہو جو روزانہ قرآن کریم کی تلاوت سے محروم رہے۔

تلاوت کا آغاز تلاوت کے برتن قائم کرنے سے ہوتا ہے اور برتن سے میری مراد یہ ہے کہ شروع کر دیں تلاوت پھر رفتہ رفتہ علم بڑھائیں اور تلاوت کو معارف سے بھرنے کی کوشش کریں، معارف سے پہلے علم

سے بھرنے کی کوشش ضرور کریں... میں چاہتا ہوں کہ اس صدی سے پہلے پہلے ہر گھر نمازیوں سے بھر جائے اور ہر گھر میں روزانہ تلاوت قرآن کریم ہو۔ کوئی بچہ نہ ہو جسے تلاوت کی عادت نہ ہو۔ اس کو کہیں تم ناشتہ چھوڑ دیا کرو مگر سکول سے پہلے تلاوت ضرور کرنی ہے اور تلاوت کے وقت کچھ ترجمہ ضرور پڑھو، خالی تلاوت نہیں کرو۔"

(الفضل انٹرنیشنل 12۔اگست 1997ء)

سامعات! جہاں تک ہمارے پیارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات، فرمودات اور احبابِ جماعت کو تلاوتِ قرآن کرنے اور تدبّر کرنے کا تعلق ہے آپ نے خود اپنی تلاوت کرنے کے متعلق واقفینِ نو اور اطفال و ناصرات کی کلاسز میں متعدد بار بتایا اور احباب و خواتین کو اس اہم امر کی طرف توجہ دلائی۔ ایک موقع پر آپ فرماتے ہیں۔

"ایک حدیث میں آتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بھی کوئی قوم قرآن کریم پڑھنے کے لئے اور ایک دوسرے کو پڑھانے کے لئے خدا تعالیٰ کے گھروں میں سے کسی گھر میں اکٹھی ہوتی ہے تو ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کے گرد حلقے بنا لیتے ہیں۔

(سنن ابی داؤد۔کتاب الوتر۔باب فی ثواب قراءۃ القرآن)

پس اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جذب کرنے کے لئے اور فرشتوں کے حلقے میں آنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم میں سے ہر ایک قرآن کریم پڑھے اور اس کو سمجھے، اپنے بچوں کو پڑھائیں، انہیں تلقین کریں کہ وہ روزانہ تلاوت کریں۔ اور یاد رکھیں کہ جب تک ان چیزوں پہ عمل کرنے کے ماں باپ کے اپنے نمونے بچوں کے سامنے قائم نہیں ہوں گے اس وقت تک بچوں پہ اثر نہیں ہوگا۔ اس لئے فجر کی نماز کے لئے بھی اٹھیں اور اس کے بعد تلاوت کے لئے اپنے پر فرض کریں کہ تلاوت کرنی ہے پھر نہ صرف تلاوت کرنی ہے بلکہ توجہ

سے پڑھنا ہے اور پھر بچوں کی بھی نگرانی کریں کہ وہ بھی پڑھیں، انہیں بھی پڑھائیں۔ جو چھوٹے بچے ہیں ان کو بھی پڑھایا جائے۔

آنحضرت ﷺ نے ہمیں قرآن کریم پڑھنے کا طریقہ بھی سکھایا ہے، کس طرح پڑھنا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ "قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر صاف صاف پڑھو اور اس کے غرائب پر عمل کرو۔"

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب فضائل القرآن الفصل الثالث) (خطبہ جمعہ 16 ستمبر 2005ء)

آپ ایدہ اللہ تعالیٰ، احباب جماعت کو قرآن کریم کی تلاوت، اس کا ترجمہ اور تفسیر پڑھنے کی نصیحت کرتے ہوئے خطبہ جمعہ 24 ستمبر 2004ء میں فرماتے ہیں:

"ہر احمدی کو اس بات کی فکر کرنی چاہئے کہ وہ خود بھی اور اس کے بیوی بچے بھی قرآن کریم پڑھنے اور اس کی تلاوت کرنے کی طرف توجہ دیں۔ پھر ترجمہ پڑھیں پھر حضرت مسیح موعودؑ کی تفسیر پڑھیں...

پس بچوں کو بھی قرآن کریم پڑھنے کی عادت ڈالیں اور خود بھی پڑھیں۔ ہر گھر سے تلاوت کی آواز آنی چاہئے۔ پھر ترجمہ پڑھنے کی کوشش بھی کریں اور سب ذیلی تنظیموں کو اس سلسلے میں کوشش کرنی چاہئے، خاص طور پر انصار اللہ کو کیونکہ میرے خیال میں خلافت ثالثہ کے دور میں ان کے ذمے یہ کام لگایا گیا تھا۔ اسی لئے ان کے ہاں ایک قیادت بھی اس کے لئے ہے جو تعلیم القرآن کہلاتی ہے۔ اگر انصار پوری توجہ دیں تو ہر گھر میں باقاعدہ قرآن کریم پڑھنے اور اس کو سمجھنے کی کلاسیں لگ سکتی ہیں۔۔۔ اللہ کرے کہ ہم خود بھی اور اپنے بیوی بچوں کو بھی اس طرف توجہ دلانے والے ہوں اور اپنے دلوں کو منور کرنے والے ہوں اور قبولیت دعا کے نظارے دیکھنے والے ہوں۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ انصار اللہ کے ذمہ خلافت ثالثہ میں یہ لگایا گیا تھا کہ قرآن کریم کی تعلیم کو رائج کریں، قرآن کریم کی تلاوت کی طرف توجہ دیں۔ گھروں کو بھی اس نور سے منور کریں لیکن ابھی بھی جہاں تک میرا اندازہ ہے انصار اللہ میں بھی 100 فیصد قرآن کی تلاوت کرنے والے نہیں ہیں۔ اگر جائزہ لیں تو یہی صورتحال سامنے آئے گی اور پھر یہ کہ اس کا ترجمہ پڑھنے والے ہوں۔"

(روزنامہ الفضل 7 دسمبر 2004ء)

سامعات! اب مَیں اپنی تقریر کے آخر پر تلاوتِ قرآن کریم کے آداب بیان کر دیتی ہوں۔

قرآنِ مجید عزت والا کلام ہے۔ اس لئے اسے پاکیزگی کی حالت میں چُھوا اور پڑھا جائے۔ قرآن کریم کی تلاوت کرنے کے لئے ہم پر لازم ہے کہ ہم پاک حال اور پاک دل ہو کر قرآن کریم کو چھوئیں۔ جنبی، محتلم، حائضہ اور مستحاضہ ہونے کی حالت میں قرآن کریم کو نہ پکڑا جائے۔ قرآن مجید کی تلاوت کرنے سے پہلے تعوّذ پڑھنا چاہئے۔ قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے سے غلطی کا امکان نہیں رہتا۔ ہمیشہ رموز و اوقاف کا لحاظ رکھ کر قرآن کریم کی تلاوت کرنی چاہئے۔ آنحضرت ﷺ کی قرأت بالکل واضح ہوتی اور ہر حرف جدا جدا ہوتا تھا۔

(ترمذی شریف)

قرآن کریم کی ہر روز باقاعدگی کے ساتھ تلاوت کرنی چاہئے۔ اس کے پڑھنے کے لئے وقت کی تخصیص نہیں ہوتی۔ جب بھی وقت میسر ہو اس پاک کلام کو پڑھنا چاہئے۔ انسان جب چاہے اور جس وقت چاہے وہ کلام پاک کی تلاوت کر سکتا ہے۔ لیکن فجر کے وقت قرآن کریم پڑھنا ایک مقبول عمل ہے۔ قرآن کریم کو خوش الحانی کے ساتھ پڑھنا چاہئے کیونکہ قرآن کریم کی تلاوت دلوں کے زنگ دُور کرتی ہے اور روحانی بیماریوں سے شفا حاصل کرنے میں مدد دیتی ہے۔ قرآن کریم کی آیات میں اتصال اور مناسبت ہے۔ اس لئے قرآن کریم کی تلاوت کرتے وقت ترتیب اور ربط کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔

قرآن مجید کی تلاوت درمیانی آواز میں کرنی چاہئے۔ نہ بہت بلند آواز سے اور نہ بہت ہی آہستہ آواز سے۔ قرآن مجید کی تلاوت خشوع و خضوع کے ساتھ کرنی چاہئے۔ قرآن کریم کو ہمیشہ سوز و گداز اور حضورِ قلب سے پڑھنا چاہئے۔ قرآن مجید کو غور و فکر اور تدبر کے ساتھ پڑھنا چاہئے تاکہ اس کے معانی اور مطالب سے واقفیت ہو سکے اور اوامر و نواہی پر عمل کیا جا سکے۔ قرآن کریم کو قوالوں اور گوّیوں کی طرز پر نہیں پڑھنا چاہئے۔ آنحضرت ﷺ نے اسے ناپسند فرمایا ہے۔ آپؐ فرماتے تھے۔ تم عربوں کے طریقہ اور ان کے لحن اور لہجہ پر قرآن کریم پڑھا کرو اور ان کی آوازوں کو اختیار کرو۔

(مشکوٰۃ: جلد2)

قرآن مجید کی تلاوت کے وقت خاموش رہنا چاہئے اور پوری توجہ اور انہماک کے ساتھ قرآن مجید سننا چاہئے تاکہ خدا تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں سے حصہ حاصل کیا جا سکے۔ قرآن مجید کو اس یقین کے ساتھ پڑھنا چاہئے کہ اس

کے اندر معارف اور علوم کے غیر محدود خزانے ہیں اور یہ "شِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ" کا مصداق ہے اور فتنوں سے بچنے کا ایک بھاری ذریعہ ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت کرتے وقت اگر سجدے کی آیات آجائیں تو خواہ انسان کھڑا ہو یا بیٹھا ہو اسے سجدہ تلاوت بجالانا چاہئے۔ بامر مجبوری بعد میں بھی سجدہ کیا جاسکتا ہے۔

قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرنا چاہئے تاکہ ہم حاملین قرآن بن کر خدا تعالیٰ کے مقرب شمار کئے جاسکیں۔ قرآن کریم پڑھ کر، یا سیکھ کر یا حفظ کر کے بھلانا نہیں چاہئے۔ تلاوت کرتے وقت جہاں عذاب کا ذکر ہو وہاں یہ دعا کرنی چاہئے۔ اَللّٰهُمَّ لَا تُعَذِّبْنَا۔ اے اللہ! ہم کو عذاب میں مبتلا نہ کر اور جہاں جنت کا ذکر ہو تو دعا کریں۔ اَللّٰهُمَّ اَدْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ اے اللہ! ہم کو اپنی رحمت میں داخل فرما۔

قرآن کریم پڑھانے کا معاوضہ نہ طلب کیا جائے۔ حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے۔ وَلَا تَعْجَلُوْا ثَوَابَهٗ اس کا بدلہ (دنیا میں) طلب نہ کرو۔ کیونکہ آخرت میں اس کے لئے بڑا اجر ہے۔ قرآن کریم کو عزت و احترام کے ساتھ بلند جگہ پر رکھنا چاہئے تاکہ آتے جاتے ہوئے اس کی طرف پشت نہ ہو۔ رکوع اور سجود میں قرآنی آیات کی تلاوت نہیں کرنی چاہئے بلکہ عبودیت کے رنگ میں رنگین ہو کر اپنی زبان میں دعائیں کرنی چاہئیں۔ سجدہ اور رکوع فروتنی کا وقت ہے اور قرآن کریم بزرگ و برتر اور خدائے ذوالجلال والاکرام کا کلام ہے اور خدا تعالیٰ کا کلام عظمت کا تقاضا کرتا ہے۔ اس لئے نماز میں ہمیشہ کھڑے ہو کر پڑھا جاتا ہے اور رکوع اور سجدہ انتہائی تذلل کا مقام ہے۔

قبروں پر بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت نہیں کرنی چاہئے اور احادیث سے بھی یہ بات ثابت نہیں کہ کبھی صحابہؓ نے حضور اکرم ﷺ کی قبر پر بیٹھ کر قرآن مجید پڑھا ہو۔ میت کے لئے صف بچھا کر اور بیٹھ کر قرآن کریم نہیں پڑھنا چاہئے۔ کیونکہ یہ طریق آنحضرت ﷺ اور صحابہؓ سے ثابت نہیں۔ یہ بدعت ہے اور رسم ہے اور نہ ہی روٹیوں پر قرآن کریم کی تلاوت کرنی چاہئے۔ یہ سب بدعت کے دروازے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

"سمجھ کر قرآن کریم کی تلاوت ہونی چاہئے۔ قرآن کریم کا ادب بھی یہی ہے کہ اس کو سمجھ کر پڑھا جائے۔ اگر اچھی طرح ترجمہ آتا بھی ہو تب بھی سمجھ کر، ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کا حق ادا کرتے ہوئے پڑھنا چاہئے تاکہ ذہن اس حسین تعلیم سے مزید روشن ہو... جتنی بھی سمجھ ہے، بعض تو بڑے واضح احکام ہیں، سمجھنے کے بعد ان پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ کسی بھی اچھی بات کا یا نصیحت کا فائدہ تبھی ہو سکتا ہے جب وہ نصیحت

پڑھ یا سن کر اس پر عمل کرنے کی کوشش بھی ہو رہی ہو گی۔ کیونکہ تلاوت کا ایک مطلب پیروی اور عمل کرنا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ فرما دیا ہے کہ یہ قرآن میں نے تمہارے لئے، ہر اس شخص کے لئے جو تمام نیکیوں اور اچھے اعمال کے معیار حاصل کرنا چاہتا ہے اس قرآن کریم میں یہ اعلیٰ معیار حاصل کرنے کے لئے تمام اصول اور ضابطے مہیا کر دیئے ہیں۔ ہر قسم کے آدمی کے لئے، ہر قسم کی استعداد رکھنے والے کے لئے، اور نہ صرف یہ کہ جیسا کہ مَیں نے کہا کسی خاص آدمی کے لئے نہیں رکھے ہیں بلکہ ہر طبقے اور ہر معیار کے آدمی کے لئے رکھے ہیں۔ اور اس میں ہر آدمی کے لئے نصیحت ہے وہ اپنی استعداد کے مطابق سمجھ لے۔ فرمایا کہ وَلَقَدۡ یَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّکۡرِ فَہَلۡ مِنۡ مُّدَّکِرٍ (القمر:18) اور یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کی خاطر آسان بنا دیا ہے۔ پس کیا ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا۔ اب یہ ہمارے پر ہے کہ ہم اس تعلیم کو کس حد تک اپنے اوپر لاگو کرتے ہیں اور اس کی تعلیمات سے نصیحت پکڑتے ہیں۔"

(خطبہ جمعہ 21/اکتوبر 2005ء)



﴿53﴾ ﴿مشاہدات:76﴾

اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ

یاالٰہی! تیرا فرقان ہے کہ اک عالَم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اِس میں مہیا نکلا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ (بنی اسرائیل:83)

ہم قرآن میں سے وہ نازل کرتے ہیں جو شفاء ہے اور مومنوں کے لئے رحمت ہے

آج میری تقریر کا عنوان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام **"اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ"** ہے۔

میری بہنو! اللہ تبارک و تعالی نے حضرت مسیح موعودؑ کو یہ بتایا کہ تمام قِسم کی بھلائیاں اور خیر قرآنِ مجید میں ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اِس الہام کا ذکر مع قرآن کی خوبیوں کے اپنی معرکۃ الآراء تصنیف کشتی نوح میں یوں بیان فرمایا ہے۔

آپؑ فرماتے ہیں:

"میرا مذہب یہ ہے کہ تین چیزیں ہیں کہ جو تمہاری ہدایت کے لئے خدا نے تمہیں دی ہیں۔ سب سے اوّل قرآن ہے جس میں خدا کی توحید اور جلال اور عظمت کا ذکر ہے اور جس میں ان اختلافات کا فیصلہ کیا گیا ہے جو یہود اور نصاریٰ میں تھے۔ جیسا کہ یہ اختلاف اور غلطی کہ عیسیٰ بن مریم صلیب کے ذریعہ قتل کیا گیا اور وہ لعنتی ہوا اور دوسرے نبیوں کی طرح اُس کا رفع نہیں ہوا اسی طرح قرآن میں منع کیا گیا ہے کہ بجز خدا کے تم کسی چیز کی عبادت کرو نہ انسان کی نہ حیوان کی نہ سورج کی نہ چاند کی اور نہ کسی اور ستارہ کی اور نہ اسباب کی اور نہ اپنے نفس کی۔ سو تم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اٹھاؤ۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو

بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل تھے سو تم قرآن کو تدبّر سے پڑھو اور اُس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو کیونکہ **جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں یہی بات سچ ہے افسوس اُن لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں۔ تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی**۔ تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذّب قیامت کے دن قرآن ہے اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلاواسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے ان کے قیامت سے منکر نہ ہوتے پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے، یہ بڑی دولت ہے، **اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں**۔ انجیل کے لانے والا وہ روح القدس تھا جو کبوتر کی شکل پر ظاہر ہوا جو ایک ضعیف اور کمزور جانور ہے جس کو بلّی بھی پکڑ سکتی ہے اسی لئے عیسائی دن بدن کمزوری کے گڑھے میں پڑتے گئے اور روحانیت ان میں باقی نہ رہی۔ کیونکہ تمام ان کے ایمان کا مدار کبوتر پر تھا مگر قرآن کا روح القدس اُس عظیم الشان شکل میں ظاہر ہوا تھا جس نے زمین سے لے کر آسمان تک اپنے وجود سے تمام ارض و سما کو بھر دیا تھا۔ پس کُجا وہ کبوتر اور کُجا یہ تجلّی عظیم جس کا قرآن شریف میں بھی ذکر ہے۔ **قرآن ایک ہفتہ میں انسان کو پاک کر سکتا ہے اگر صوری یا معنوی اعراض نہ ہو قرآن تم کو نبیوں کی طرح کر سکتا ہے اگر تم خود اس سے نہ بھاگو**۔ بجز قرآن کس کتاب نے اپنی ابتدا میں ہی اپنے پڑھنے والوں کو یہ دعا سکھلائی اور یہ امید دی کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ یعنی ہمیں اپنی اُن نعمتوں کی راہ دکھلا جو پہلوں کو دکھلائی گئی۔ جو نبی اور رسول اور صدیق اور شہید اور صالح تھے پس اپنی ہمتیں بلند کر لو اور قرآن کی دعوت کو ردّ مت کرو کہ وہ تمہیں وہ نعمتیں دینا چاہتا ہے جو پہلوں

کو دی تھیں...... تمہاری تمام کوشش اسی میں مصروف ہونی چاہئے کہ تم خدا کے تمام احکام کے پابند ہو جاؤ اور یقین میں ترقی چاہو نجات کے لئے نہ الہام نمائی کے لئے۔"

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 26-28)

پیاری بہنو! اِس وسیع و عریض مضمون کو کئی اعتبار سے بیان کیا جاسکتا ہے۔ مَیں آج حضرت مسیح موعودؑ کی تصنیف کشتی نوح سے ہی قرآن کریم میں بیان خیر اور بھلائیوں کا اختصار سے ذکر کروں گی۔ آپؑ اِس کتاب میں قرآنِ کریم کا انجیل سے مقابلہ و موازنہ بیان کرتے ہوئے قرآن کی خوبیاں، بھلائیاں اور خیر میں ابتری اور افضلیت بیان فرما رہے ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں۔

1۔ قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ صرف بد نظری اور شہوت کے خیال سے نامحرم عورتوں کو مت دیکھ اور بجز اس کے دیکھنا حلال۔ بلکہ وہ کہتا ہے کہ ہرگز نہ دیکھ نہ بد نظری سے اور نہ نیک نظری سے کہ یہ سب تمہارے لئے ٹھوکر کی جگہ ہے

2۔ قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ اتنی شراب مت پیئو کہ مست ہو جاؤ بلکہ وہ کہتا ہے کہ ہرگز نہ پی ورنہ تجھے خدا کی راہ نہیں ملے گی اور خدا تجھ سے ہمکلام نہیں ہوگا اور نہ پلیدیوں سے پاک کرے گا اور وہ کہتا ہے کہ یہ شیطان کی ایجاد ہے تم اس سے بچو۔

3۔ قرآن تمہیں انجیل کی طرح فقط یہ نہیں کہتا کہ اپنے بھائی پر بے سبب غصہ مت ہو بلکہ وہ کہتا ہے کہ نہ صرف اپنے ہی غصہ کو تھام بلکہ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَۃِ پر عمل بھی کر اور دوسروں کو بھی کہتا رہ کہ ایسا کریں اور نہ صرف خود رحم کر بلکہ رحم کے لئے اپنے تمام بھائیوں کو وصیت بھی کر۔

4۔ قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ بجز زنا کے اپنی بیوی کی ہر یک ناپاکی پر صبر کرو اور طلاق مت دو بلکہ وہ کہتا ہے اَلطَّیِّبَاتُ لِلطَّیِّبِیْنَ قرآن کا یہ منشا ہے کہ ناپاک، پاک کے ساتھ رہ نہیں سکتا۔ پس اگر تیری بیوی زنا تو نہیں کرتی مگر شہوت کی نظر سے غیر لوگوں کو دیکھتی ہے اور اُن سے بغل گیر ہوتی ہے اور زنا کے مقدمات اُس سے صادر ہوتے ہیں گو ابھی تکمیل نہیں ہوئی اور غیر کو اپنی برہنگی دکھلا دیتی ہے اور مشرکہ اور مفسدہ ہے اور جس پاک خدا پر تو ایمان رکھتا ہے اُس سے وہ بیزار ہے تو اگر وہ باز نہ آوے تو تُو اُسے طلاق دے سکتا ہے کیونکہ وہ اپنے اعمال میں تجھ سے علیحدہ ہو گئی۔ اب تیرے جسم کا ٹکڑہ نہیں رہی۔

پس تیرے لئے اب جائز نہیں ہے کہ تو دیوثی سے اس کے ساتھ بسر کرے کیونکہ اب وہ تیرے جسم کا ٹکڑہ نہیں۔ ایک گندہ اور متعفن عضو ہے جو کاٹنے کے لائق ہے ایسا نہ ہو کہ وہ باقی عضو کو بھی گندہ کر دے اور تو مر جاوے۔

نورِ فرقان ہے جو سب نوروں سے اجلٰی نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
حق کی توحید کا مُرجھا ہی چلا تھا پودا
ناگہاں غیب سے یہ چشمہ اصفٰی نکلا

سامعات! مَیں آپ کے سامنے حضرت مسیحِ موعودؑ کے الفاظ میں ابدی اور ازلی کتاب قرآن کریم کا انجیل سے موازنہ بیان کر رہا/رہی ہوں تا قرآن کی بھلائیاں اور خیر آشکار ہوں۔ آپؑ مزید فرماتے ہیں۔

5۔ قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ ہرگز قَسم نہ کھا بلکہ بیہودہ قَسموں سے تمہیں روکتا ہے کیونکہ بعض صورتوں میں قَسم فیصلہ کے لئے ایک ذریعہ ہے اور خدا کسی ذریعہ ثبوت کو ضائع کرنا نہیں چاہتا کیونکہ اِس سے اُس کی حکمت تلف ہوتی ہے۔ یہ طبعی امر ہے کہ جب کوئی انسان ایک متنازعہ فِیہِ امر میں گواہی نہ دے تب فیصلہ کے لئے خدائی گواہی کی ضرورت ہے اور قَسم خدا کو گواہ ٹھہرانا ہے۔

6۔ قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ ہر ایک جگہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ وہ کہتا ہے کہ بدی کا بدلہ اُسی قدر بدی ہے جو کی گئی لیکن جو شخص عفو کرے اور گناہ بخش دے اور اس عفو سے کوئی اصلاح پیدا ہوتی ہو نہ کوئی خرابی تو خدا اس سے راضی ہے اور اُسے اُس کا بدلہ دے گا۔ پس قرآن کے رو سے نہ ہر یک جگہ انتقام محمود ہے اور نہ ہر یک جگہ عفو قابل تعریف ہے بلکہ محل شناسی کرنی چاہئے اور چاہئے کہ انتقام اور عفو کی سیرت بپابندی محل اور مصلحت ہو نہ بے قیدی کے رنگ میں یہی قرآن کا مطلب ہے۔

7۔ قرآن، انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ اپنے دشمنوں سے پیار کرو بلکہ وہ کہتا ہے کہ چاہیے کہ نفسانی رنگ میں تیرا کوئی بھی دشمن نہ ہو اور تیری ہمدردی ہر ایک کے لئے عام ہو مگر جو تیرے خدا کا دشمن، تیرے رسول کا دشمن اور کتاب اللہ کا دشمن ہے وہی تیرا دشمن ہو گا۔ سو تُو ایسوں کو بھی دعوت اور دعا سے محروم نہ رکھ اور چاہیے کہ تو اُن کے اعمال سے دشمنی رکھے نہ ان کی ذات سے اور کوشش کرے کہ وہ درست ہو

جائیں اور اس بارے میں فرماتا ہے کہ خدا تم سے کیا چاہتا ہے۔ بس یہی کہ تم تمام نوع انسان سے عدل کے ساتھ پیش آیا کرو پھر اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ ان سے بھی نیکی کرو جنہوں نے تم سے کوئی نیکی نہیں کی۔ پھر اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ تم مخلوق خدا سے ایسی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ کہ گویا تم اُن کے حقیقی رشتہ دار ہو جیسا کہ مائیں اپنے بچوں سے پیش آتی ہیں۔

8۔ انجیل میں لکھا گیا ہے کہ جو لوگ تم پر لعنت کریں اُن کے لئے برکت چاہو مگر قرآن کہتا ہے کہ تم اپنی خودی سے کچھ بھی نہ کرو۔ تم اپنے دل سے جو خدا کی تجلیات کا گھر ہے فتویٰ پوچھو کہ ایسے شخص کے ساتھ کیا معاملہ چاہیے۔ پس اگر خدا تمہارے دل میں ڈالے کہ یہ لعنت کرنے والا قابل رحم ہے اور آسمان میں اُس پر لعنت نہیں تو تم بھی لعنت نہ کرو تا خدا کے مخالف نہ ٹھہرو۔ لیکن اگر تمہارا کانشنس اس کو معذور نہیں ٹھہراتا اور تمہارے دل میں ڈالا گیا ہے کہ آسمان پر اس شخص پر لعنت ہے تو تم اس کے لئے برکت نہ چاہو جیسا کہ شیطان کے لئے کسی نبی نے برکت نہیں چاہی اور کسی نبی نے اس کو لعنت سے آزاد نہیں کیا۔

9۔ ایسا ہی انجیل میں کہا گیا ہے کہ تم اپنے نیک کاموں کو لوگوں کے سامنے دکھلانے کے لئے نہ کرو مگر قرآن کہتا ہے کہ تم ایسا مت کرو کہ اپنے سارے کام لوگوں سے چھپاؤ بلکہ تم حسبِ مصلحت بعض اپنے نیک اعمال پوشیدہ طور پر بجالاؤ جب کہ تم دیکھو کہ پوشیدہ کرنا تمہارے نفس کے لئے بہتر ہے اور بعض اعمال دکھلا کر بھی کرو جب کہ تم دیکھو کہ دکھلانے میں عام لوگوں کی بھلائی ہے تا تمہیں دو بدلے ملیں۔

10۔ ایسا ہی انجیل میں ہے کہ جب تو دعا مانگے تو اپنی کوٹھری میں جا۔ مگر قرآن سکھاتا ہے کہ اپنی دعا کو ہر یک موقعہ پر پوشیدہ مت کرو بلکہ تم لوگوں کے روبرو اپنے بھائیوں کے مجمع کے ساتھ بھی کھلے کھلے طور پر دعا کیا کرو تا اگر کوئی دعا منظور ہو تو اس مجمع کے لئے ایمان کی ترقی کا موجب ہو اور تا دوسرے لوگ بھی دعا میں رغبت کریں۔

11۔ ایسا ہی انجیل میں ہے کہ تم اس طرح دعا کرو کہ اے ہمارے باپ کہ جو آسمان پر ہے تیرے نام کی تقدیس ہو۔ تیری بادشاہت آوے تیری مرضی جیسی آسمان پر ہے زمین پر آوے۔ ہماری روزانہ روٹی آج ہمیں بخش اور جس طرح ہم اپنے قرض داروں کو بخشتے ہیں تو اپنے قرض کو ہمیں بخش دے اور ہمیں آزمائش میں نہ ڈال بلکہ بُرائی سے بچا کیونکہ بادشاہت اور قدرت اور جلال ہمیشہ تیرے ہی ہیں۔ مگر قرآن

کہتا ہے کہ یہ نہیں کہ زمین تقدیس سے خالی ہے بلکہ زمین پر بھی خدا کی تقدیس ہو رہی ہے نہ صرف آسمان پر جیسا کہ وہ فرماتا ہے کہ ذرہ ذرہ زمین کا اور آسمان کا خدا کی تحمید اور تقدیس کر رہا ہے اور جو کچھ اِن میں ہے وہ تحمید اور تقدیس میں مشغول ہے۔

معزز سامعات! اس سلسلہ میں حضورؑ مزید فرماتے ہیں:

انجیل میں زمین پر خدا کی موجودہ بادشاہت ہونے سے انکار کیا گیا ہے پس انجیل کے رو سے نہ زمین پر خدا کی ربوبیت کچھ کام کر رہی ہے نہ رحمانیت نہ رحیمیت نہ قدرت جزا سزا کیونکہ ابھی زمین پر خدا کی بادشاہت نہیں آئی۔ مگر سورۃ فاتحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین پر خدا کی بادشاہت موجود ہے اسی لئے سورۃ فاتحہ میں تمام لوازم بادشاہت کے بیان کئے گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ بادشاہ میں یہ صفات ہونی چاہئیں کہ وہ لوگوں کی پرورش پر قدرت رکھتا ہو سو سورۃ فاتحہ میں **ربُّ العالمین** کے لفظ سے اس صفَت کو ثابت کیا گیا ہے۔ پھر دوسری صفت بادشاہ کی یہ چاہئے کہ جو کچھ اُس کی رعایا کو اپنی آبادی کے لئے ضروری سامان کی حاجت ہے وہ بغیر عوض ان کی خدمات کے خود رحم خسروانہ سے بجالاوے سو **الرحمٰن** کے لفظ سے اِس صفَت کو ثابت کر دیا ہے۔ تیسری صفَت بادشاہ میں یہ چاہئے کہ جن کاموں کو اپنی کوشش سے رعایا انجام تک نہ پہنچا سکے ان کے انجام کے لئے مناسب طور پر مدد دے۔ سو **الرحیم** کے لفظ سے اس صفَت کو ثابت کیا ہے۔ چوتھی صفت بادشاہ میں یہ چاہئے کہ جزا و سزا پر قادر ہو تا سیاستِ مدنی کے کام میں خلل نہ پڑے سو **مالک یوم الدین** کے لفظ سے اس صفت کو ظاہر کر دیا ہے۔

پھر آگے چل کر فرمایا:

یاد رہے کہ سورہ فاتحہ میں فقرہ مالک یوم الدین سے صرف یہ مراد نہیں ہے کہ قیامت کو جزا سزا ہو گی بلکہ قرآن شریف میں بار بار اور صاف صاف بیان کیا گیا ہے کہ قیامت تو مجازاتِ کُبریٰ کا وقت ہے مگر ایک قسم کی مجازات اسی دنیا میں شروع ہے جس کی طرف یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا اشارہ کرتی ہے۔ اب یہ بات بھی سنو کہ انجیل کی دعا میں تو ہر روزہ روٹی مانگی گئی ہے جیسا کہ کہا کہ "ہماری روزانہ روٹی آج ہمیں بخش" مگر تعجب کہ جس کی ابھی تک زمین پر بادشاہت نہیں آئی وہ کیونکر روٹی دے سکتا ہے۔ ابھی تک تو تمام کھیت

اور تمام پھل نہ اُس کے حکم سے بلکہ خود بخود پکتے ہیں اور خود بخود بارشیں ہوتی ہیں اُس کا کیا اختیار ہے کہ کسی کو روٹی دے جب بادشاہت زمین پر آجائے گی تب اُس سے روٹی مانگنی چاہئے۔

فرماتے ہیں۔ اب اس تمام تحقیقات سے انجیل کی دعا اور قرآن کی دعا میں فرق ظاہر ہو گیا کہ انجیل تو خدا کی بادشاہت آنے کا ایک وعدہ کرتی ہے مگر قرآن بتلاتا ہے کہ خدا کی بادشاہت تم میں موجود ہے نہ صرف موجود بلکہ عملی طور پر تم پر فیض بھی جاری ہیں غرض انجیل میں تو صرف ایک وعدہ ہی ہے مگر قرآن نہ محض وعدہ بلکہ قائم شدہ بادشاہت اور اس کے فیوض کو دکھلا رہا ہے۔ اب قرآن کی فضیلت اس سے ظاہر ہے کہ وہ اُس خدا کو پیش کرتا ہے جو اِسی زندگی دنیا میں راست بازوں کا منجی اور آرام دہ ہے اور کوئی نفس اُس کے فیض سے خالی نہیں بلکہ ہر ایک نفس پر حسب اس کی ربوبیت اور رحمانیت اور رحیمیت کا فیض جاری ہے مگر انجیل اس خدا کو پیش کرتی ہے جو ابھی اس کی بادشاہت دنیا میں نہیں آئی صرف وعدہ ہے اب سوچ لو کہ عقل کس کو قابل پیروی سمجھتی ہے۔

12۔ انجیلوں میں حلیموں، غریبوں، مسکینوں کی تعریف کی گئی ہے اور نیز اُن کی تعریف جو ستائے جاتے ہیں اور مقابلہ نہیں کرتے مگر قرآن صرف یہی نہیں کہتا کہ تم ہر وقت مسکین بنے رہو اور شر کا مقابلہ نہ کرو بلکہ کہتا ہے کہ حلم اور مسکینی اور غربت اور ترک مقابلہ اچھا ہے مگر اگر بے محل استعمال کیا جائے تو بُرا ہے پس تم محل اور موقع کو دیکھ کر ہر ایک نیکی کرو کیونکہ وہ نیکی بدی ہے جو محل اور موقع کے برخلاف ہے۔

حاضرات! حضرت مسیح موعودؑ قرآن میں خیر اور بھلائیوں کے ذکر کے تسلسل میں فرماتے ہیں:

13۔ سورۃ فاتحہ نری تعلیم ہی نہیں بلکہ اس میں ایک بڑی پیشگوئی بھی ہے اور وہ یہ کہ خدا نے اپنی چاروں صفات ربوبیت، رحمانیت، رحیمیت ، مالکیت یوم الدین یعنی اقتدار جزا و سزا کا ذکر کر کے اور اپنی عام قدرت کا اظہار فرما کر پھر اس کے بعد کی آیتوں میں یہ دعا سکھلائی ہے کہ خدایا! ایسا کر کہ گزشتہ راستباز نبیوں، رسولوں کے ہم وارث ٹھہرائے جائیں ان کی راہ ہم پر کھولی جائے اُن کی نعمتیں ہم کو دی جائیں۔ خدایا! ہمیں اس سے بچا کہ ہم اُس قوم میں سے ہو جائیں جن پر دنیا میں ہی تیرا عذاب نازل ہوا یعنی یہود جو حضرت عیسیٰ مسیح کے وقت میں تھی جو طاعون سے ہلاک کی گئی۔ خدایا! ہمیں اس سے بچا کہ ہم اُس قوم

میں سے ہو جائیں جن کے شاملِ حال تیری رہنمائی نہ ہوئی اور وہ گمراہ ہو گئی یعنی نصاریٰ۔ اس دعا میں یہ پیشگوئی مخفی ہے کہ بعض مسلمانوں میں سے ایسے ہوں گے کہ وہ اپنے صدق وصفا کی وجہ سے پہلے نبیوں کے وارث ہو جائیں گے اور نبوت اور رسالت کی نعمتیں پائیں گے اور بعض ایسے ہوں گے کہ وہ یہودی صفت ہو جائیں گے جن پر دنیا میں ہی عذاب نازل ہو گا اور بعض ایسے ہوں گے کہ وہ عیسائیت کا جامہ پہن لیں گے۔

اسی کی طرف سورۃ تحریم میں بھی اشارہ کیا ہے کہ بعض افراد اُمت کی نسبت فرمایا ہے کہ وہ مریم صدیقہ سے مشابہت رکھیں گے جس نے پارسائی اختیار کی تب اُس کے رحم میں عیسیٰ کی روح پھونکی گئی اور عیسیٰ اس سے پیدا ہوا۔ اِس آیت میں اِس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اِس اُمت میں ایک شخص ہو گا کہ پہلے مریم کا مرتبہ اُس کو ملے گا پھر اُس میں عیسیٰ کی روح پھونکی جاوے گی تب مریم میں سے عیسیٰ نکل آئے گا یعنی وہ مریمی صفات سے عیسوی صفات کی طرف منتقل ہو جائے گا گویا مریم ہونے کی صفت نے عیسیٰ ہونے کا بچہ دیا اور اس طرح پر وہ ابنِ مریم کہلائے گا جیسا کہ براہین احمدیہ میں اوّل میرا نام **مریم** رکھا گیا اور اسی کی طرف اشارہ ہے کہ اے مریم! تو نے یہ نعمت کہاں سے پائی؟

14۔ یہ بھی یاد رہے کہ سورۃ فاتحہ کے عظیم الشان مقاصد میں سے یہ دعا ہے کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ۔ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ اور جس طرح انجیل کی دعا میں روٹی مانگی گئی ہے۔ اِس دعا میں خدا تعالیٰ سے وہ تمام نعمتیں مانگی گئی ہیں جو پہلے رسولوں اور نبیوں کو دی گئی تھیں یہ مقابلہ بھی قابل نظارہ ہے اور جس طرح حضرت مسیح کی دعا قبول ہو کر عیسائیوں کو روٹی کا سامان بہت کچھ مل گیا ہے اِسی طرح یہ قرآنی دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے قبول ہو کر اخیار و ابرار مسلمان بالخصوص ان کے کامل فرد انبیاء بنی اسرائیل کے وارث ٹھہرائے گئے اور دراصل مسیح موعود کا اِس اُمت میں سے پیدا ہونا یہ بھی اِسی دعا کی قبولیت کا نتیجہ ہے۔

اسی ایک حکیمانہ دعا کو دیکھئے کہ جو اس سورہ میں سکھائی گئی ہے یعنی اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ یہ دعا ایک ایسا مفہوم کُلّی اپنے اندر رکھتی ہے جو تمام دین اور دنیا کے مقاصد کی یہی ایک کنجی ہے ہم کسی چیز کی حقیقت پر

اطلاع نہیں پاسکتے اور نہ اُس کے فوائد سے مُتنفع ہو سکتے ہیں جب تک کہ ہمیں اس کے پانے کے لئے ایک مستقیم راہ نہ ملے دنیا کے جس قدر مشکل اور پیچیدہ امور ہیں.....ان تمام امور میں کامیابی ہونا مشکل اور غیر ممکن ہے جب تک کہ ان کے بارہ میں ایک مستقیم راہ نہ ملے کہ کس طور سے اس کام کو شروع کرنا چاہئے اور ہر ایک عقلمند انسان مشکلات کے وقت میں یہی اپنا فرض سمجھتا ہے کہ اس مشکل سربستہ کے بارے میں ایک لمبے وقت تک رات کو اور دن کو سوچتا رہے تا کہ اس مشکل کشائی کے لئے کوئی راہ نکل آوے۔

یہی ایک جامع دعا ہے کہ جو انسان کو اس بات کی طرف متوجہ کرتی ہے کہ مشکلاتِ دینی اور دنیوی کے وقت میں اوّل جس چیز کی تلاش انسان کا فرض ہے وہ یہی ہے کہ اس امر کے حصول کے لئے وہ صراط مستقیم تلاش کرے یعنی کوئی ایسی صاف اور سیدھی راہ ڈھونڈے جس سے بآسانی اس مطلب تک پہنچ سکے اور دل یقین سے بھر جائے شکوک سے نجات ہو لیکن انجیل کی ہدایت کے موافق روٹی مانگنے والا خدا جوئی کی راہ اختیار نہ کرے گا اُس کا مقصد تو روٹی ہے جب روٹی مل گئی تو پھر اس کو خدا سے کیا غرض؟ یہی وجہ ہے کہ عیسائی صراطِ مستقیم سے گر گئے اور ایک نہایت قابل شرم عقیدہ جو انسان کو خدا بنانا ہے ان کے گلے پڑ گیا۔

معززین! اب مَیں اِس مضمون کے آخری حصہ کی طرف بڑھتے ہوئے ایک دو اقتباسات پیش کرتا/کرتی ہوں۔ آپ فرماتے ہیں۔

15۔ جس کام کے لئے آپ لوگوں کے عقیدوں کے موافق مسیح ابن مریم آسمان سے آئے گا یعنی یہ کہ مہدی سے مل کر لوگوں کو جبراً مسلمان کرنے کے لئے جنگ کرے گا یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جو اسلام کو بدنام کرتا ہے قرآن شریف میں کہاں لکھا ہے کہ مذہب کے لئے جبر درست ہے بلکہ اللہ تعالیٰ تو قرآن شریف میں فرماتا ہے یعنی دین میں جبر نہیں ہے پھر مسیح ابن مریم کو جبر کا اختیار کیونکر دیا جائے گا یہاں تک کہ بجز اسلام یا قتل کے جزیہ بھی قبول نہ کرے گا یہ تعلیم قرآن شریف کی کس مقام اور کس سیپارہ اور کس سورہ میں ہے سارا قرآن بار بار کہہ رہا ہے کہ دین میں جبر نہیں اور صاف طور پر ظاہر کر رہا ہے کہ جن لوگوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت لڑائیاں کی گئی تھیں وہ لڑائیاں دین کو جبراً شائع کرنے

کے لئے نہیں تھیں بلکہ یا تو بطور سزا تھیں یعنی اُن لوگوں کو سزا دینا منظور تھا جنہوں نے ایک گروہ کثیر مسلمانوں کو قتل کر دیا اور بعض کو وطن سے نکال دیا تھا اور نہایت سخت ظلم کیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان مسلمانوں کو جن سے کفار جنگ کر رہے ہیں بسبب مظلوم ہونے کے مقابلہ کرنے کی اجازت دی گئی اور خدا قادر ہے کہ جو ان کی مدد کرے اور یا وہ لڑائیاں ہیں جو بطور مدافعت تھیں یعنی جو لوگ اسلام کے نابود کرنے کے لئے پیش قدمی کرتے تھے یا اپنے مُلک میں اسلام کو شائع ہونے سے جبراً روکتے تھے ان سے بطور حفاظت خود اختیاری یا ملک میں آزادی پیدا کرنے کے لئے لڑائی کی جاتی تھی۔

معزز سامعات! حضرت مسیح موعودؑ ہماری تعلیم کے آخر پر عورتوں کی آزادی اور تعدّد ازواج از روئے قرآن بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

16۔ ہمارے اس زمانہ میں بعض خاص بدعات میں عورتیں بھی مبتلا ہیں وہ تعدّد نکاح کے مسئلہ کو نہایت بری نظر سے دیکھتی ہیں گویا اُس پر ایمان نہیں رکھتیں ان کو معلوم نہیں کہ خدا کی شریعت ہر ایک قسم کا علاج اپنے اندر رکھتی ہے پس اگر اسلام میں تعدد نکاح کا مسئلہ نہ ہوتا تو ایسی صورتیں کہ جو مردوں کے لئے نکاح ثانی کے لئے پیش آجاتی ہیں اس شریعت میں ان کا کوئی علاج نہ ہوتا.... در حقیقت خدا کی شریعت نے انہیں امور پر نظر کر کے مردوں کے لئے یہ راہ کھلی رکھی ہے اور مجبوریوں کے وقت عورتوں کے لئے بھی راہ کھلی ہے کہ اگر مرد بیکار ہو جاوے تو حاکم کے ذریعہ سے خلع کرا لیں جو طلاق کے قائم مقام ہے خدا کی شریعت دوا فروش کی دوکان کی مانند ہے پس اگر دوکان ایسی نہیں ہے جس میں سے ہر ایک بیماری کی دوا مل سکتی ہے تو وہ دوکان چل نہیں سکتی پس غور کرو کہ کیا یہ سچ نہیں کہ بعض مشکلات مردوں کے لئے ایسی پیش آجاتی ہیں جن میں وہ نکاح ثانی کے لئے مضطر ہوتے ہیں۔ وہ شریعت کس کام کی جس میں کل مشکلات کا علاج نہ ہو۔ دیکھو! انجیل میں طلاق کے مسئلہ کی بابت صرف زنا کی شرط تھی اور دوسرے صدہا طرح کے اسباب جو مرد اور عورت میں جانی دشمنی پیدا کر دیتے ہیں اُن کا کچھ ذکر نہ تھا اس لئے عیسائی قوم اس خامی کی برداشت نہ کر سکی اور آخر امریکہ میں ایک طلاق کا قانون پاس کرنا پڑا سو اب سوچو کہ اس قانون سے

انجیل کدھر گئی اور اے عورتو! فکر نہ کرو جو تمہیں کتاب ملی ہے وہ انجیل کی طرح انسانی تصرّف کی محتاج نہیں اور اُس کتاب میں جیسے مردوں کے حقوق محفوظ ہیں، عورتوں کے حقوق بھی محفوظ ہیں اگر عورت مرد کے تعدّد ازواج پر ناراض ہے تو وہ بذریعہ حاکم خلع کرا سکتی ہے۔ خدا کا یہ فرض تھا کہ مختلف صورتیں جو مسلمانوں میں پیش آنے والی تھیں اپنی شریعت میں ان کا ذکر کر دیتا تا شریعت ناقص نہ رہتی سو تم اے عورتو! اپنے خاوندوں کے اِن ارادوں کے وقت کہ وہ دوسرا نکاح کرنا چاہتے ہیں خدا تعالیٰ کی شکایت مت کرو بلکہ تم دعا کرو کہ خدا تمہیں مصیبت اور ابتلا سے محفوظ رکھے بیشک وہ مرد سخت ظالم اور قابل مواخذہ ہے جو دو جورو ئیں کر کے انصاف نہیں کرتا مگر تم خود خدا کی نافرمانی کر کے موردِ قہرِ الٰہی مت بنو ہر ایک اپنے کام سے پوچھا جائے گا۔

حضورؑ عورتوں کو مزید نصائح کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف نے عیسائیت کی ضلالت کو دنیا کی سب ضلالتوں سے اوّل درجہ پر شمار کیا ہے اور فرمایا کہ قریب ہے کہ آسمان و زمین پھٹ جائیں اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں کہ زمین پر یہ ایک بڑا گناہ کیا گیا کہ انسان کو خدا اور خدا کا بیٹا بنایا اور قرآن کے اوّل میں بھی عیسائیوں کا ردّ اور ان کا ذکر ہے جیسا کہ آیت اِیَّاکَ نَعۡبُدُ اور وَلَا الضَّآلِّیۡنَ سے سمجھا جاتا ہے اور قرآن کے آخر میں بھی عیسائیوں کا ردّ ہے جیسا کہ سورۃ قُلۡ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ اَللّٰہُ الصَّمَدُ لَمۡ یَلِدۡ وَلَمۡ یُوۡلَدۡ سے سمجھا جاتا ہے اور قرآن کے درمیان بھی عیسائی مذہب کے فتنہ کا ذکر ہے جیسا کہ آیت تکادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرۡنَ مِنۡہُ سے سمجھا جاتا ہے اور قرآن سے ظاہر ہے کہ جب سے کہ دنیا ہوئی مخلوق پرستی اور دجل کے طریقوں پر ایسا زور کبھی نہیں دیا گیا اسی وجہ سے مباہلہ کے لئے بھی عیسائی ہی بلائے گئے تھے نہ کوئی اور مشرک۔

آخر پر حضورؑ دعا دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ یہ تعلیم میری تمہارے لئے مفید ہو اور تمہارے اندر ایسی تبدیلی پیدا ہو کہ زمین کے تم ستارے بن جاؤ اور زمین اُس نور سے روشن ہو جو تمہارے رب سے تمہیں ملے۔ آمین ثم آمین۔

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 28 تا 86)

جمال و حُسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مُسلماں ہے
قمر ہے چاند اَوروں کا، ہمارا چاند قرآں ہے
نظیر اُس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاک رحماں ہے



﴿54﴾ ﴿مشاہدات:80﴾

فضائل وبرکاتِ قرآن کریم

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ (الحجر:10)

نورِ فرقاں ہے ہر ایک نوروں سے اجلی نکلا
پاک ہے وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰ کا عصا ہے فرقاں
پھر جو دیکھا تو ہر اک لفظ مسیحا نکلا

میری بہنو! قرآن کریم خدا تعالیٰ کا ازلی ابدی کلام ہے۔جو اس نے اپنے پیارے بندے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل فرمایا۔ اس کا ہر ہر لفظ نور ہے۔ اس کا ظاہر بھی نور ہے اور باطن بھی نور ہے۔ یہ بندے کو خاک سے اٹھاتا اور عرش بریں تک پہنچاتا ہے۔ اگر انسان اس کی تعلیم پر عمل کرے تو یہ اسے انبیاء کی طرح پاک صاف کر سکتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”قرآن ایک ہفتہ میں انسان کو پاک کر سکتا ہے اگر صوری یا معنوی اعراض نہ ہو قرآن تم کو نبیوں کی طرح کر سکتا ہے اگر تم خود اس سے نہ بھاگو۔ بجز قرآن کس کتاب نے اپنی ابتداء میں ہی اپنے پڑھنے والوں کو یہ دعا سکھلائی اور یہ امید دی کہ اھدنا الصراط المستقیم۔ صراط الذین أنعمت علیھم“

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد19 صفحہ 21)

قرآن کریم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”خاتم النبییّن کا لفظ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بولا گیا ہے۔ بجائے خود چاہتا ہے اور بالطّبع اسی لفظ میں یہ رکھا گیا ہے۔ کہ وہ کتاب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے وہ بھی خاتم الکُتب ہو اور

سارے کمالات اس میں موجود ہوں اور حقیقت میں وہ کمالات اس میں موجود ہیں۔ جس پر کلام الٰہی نازل ہوتا ہے۔ کیونکہ کلام الٰہیٰ کے نزول کا عام قاعدہ اور اصول یہ ہے کہ جس قدر قوت قدسی اور کمال باطنی اس شخص کا ہوتا ہے۔

اسی قدر قوت اور شوکت اس کلام کی ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قُدسی اور کمال باطنی چونکہ اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کا تھا جس سے بڑھ کر کسی انسان کا نہ کبھی ہوا اور نہ آئندہ ہوگا۔ اس لئے قرآن شریف بھی تمام پہلی کتابوں اور صحائِف سے اُس اعلیٰ مقام اور مرتبہ پر واقع ہوا ہے جہاں تک کوئی دُوسرا کلام نہیں پہنچا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی استعداد اور قوت قُدسی سب سے بڑھی ہوئی تھی اور تمام مقاماتِ کمال آپؐ پر ختم ہو چکے تھے اور آپؐ انتہائی نُقطہ پر پہنچے ہوئے تھے اس مقام پر قرآن شریف جو آپؐ پر نازل ہوا کمال کو پہنچا ہوا ہے اور جیسے نبوّت کے کمالات آپؐ پر ختم ہو گئے اسی طرح پر اعجاز کلام کے کمالات قرآن شریف پر ختم ہو گئے۔ آپ خاتم النّبیین ٹھہرے اور آپ کی کتاب خاتم الکُتب ٹھہری۔ جس قدر مراتب اور وجُوہ اعجاز کلام کے ہو سکتے ہیں۔ ان سب کے اعتبار سے آپ کی کتاب انتہائی نُقطہ پر پہنچی ہوئی ہے۔

یعنی کیا باعتبار فصاحت و بلاغت، کیا باعتبار ترتیب مضامین، کیا باعتبار تعلیم، کیا باعتبار کمالاتِ تعلیم، کیا باعتبار ثمراتِ تعلیم، غرض جس پہلُو سے دیکھو اسی پہلُو سے قرآن شریف کا کمال نظر آتا ہے اور اس کا اعجاز ثابت ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف نے کسی خاص امر کی نظیر نہیں مانگی۔ بلکہ عام طور پر نظیر طلب کی ہے۔ یعنی جس پہلُو سے چاہو مقابلہ کرو۔ خواہ بلحاظ فصاحت و بلاغت، خواہ بلحاظ مطالب و مقاصد، خواہ بلحاظ تعلیم، خواہ بلحاظ پیشگوئیوں اور غیب کے جو قرآن شریف میں موجود ہیں۔ غرض کسی رنگ میں دیکھو، یہ معجزہ ہے۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 36-37 مطبوعہ 1984ء)

سامعات! قرآن کے فضائل انگنت اور برکات بے شمار ہیں اور ان برکات و فضائل کے لا انتہاء پہلو ہیں۔ جس کا انسانی کتب تو دور کی بات کوئی دوسری الہامی کتاب بھی مقابلہ نہیں کر سکتی ہے۔ یہ زندہ اور زندگی بخش کتاب اس سرسبز و شاداب باغ کی طرح ہے جو ہر موسم میں اپنا تازہ بتازہ پھل دیتا رہتا ہے اور وہ

کلمہ طیبہ ہے جس کی جڑیں زمین میں اور شاخیں آسمان کی بلندیوں کو چُھو رہی ہیں۔ میری اِس مختصر تقریر میں اِس کے برکات وفضائل کا تذکرہ سمندر کو کوزے میں بند کرنے کی جسارت ہو گی۔

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

”قرآن مجید محفوظ اور زندہ کتاب ہے اور یہ قرآن کریم کی حفاظت کا ایسا زبردست ذریعہ ہے جو کسی اور کتاب کو میسر نہیں اور نہ کبھی ہو گا۔“

(تفسیر کبیر جلد 4 صفحہ 20)

قرآن کریم کی ضرورت

میری بہنو! پہلی چیز جو اس کی فضیلت و برکت کو اظہر من الشمس کرتی ہے وہ یہ ہے کہ کیا جب یہ کتاب قرآن کریم نازل ہوا حالانکہ اُس وقت اس کی ضرورت بھی تھی یا نہیں اور کیا اُس نے اس ضرورت کو پورا بھی کیا ہے یا نہیں؟ تو یاد رہے کہ جب قرآن کریم نازل ہوا۔ اس وقت سب قومیں اپنے اخلاق، اپنے افضال اپنے کردار اپنے اطوار ہر لحاظ سے بگڑ چکے تھے۔ نہ فکریں صحیح تھیں نہ سوچیں نہ اقدار درست تھے نہ افکار چھوٹا، بڑا، مرد، عورت، عربی، عجمی، کالا، گورا، یہودی، عیسائی، ہندو، آریہ، بدھ مت، آریہ مت سب بگڑ چکے تھے۔ الہامی کتب میں تحریف و تخریب ہو چکی تھی وہ اپنا زمانہ پورا کر کے اس درخت کی طرح تھے جو پھل دینے سے ناامید ہو چکا ہو۔ اس کا بہار کا دور گزر کر خزاں کا دور آ چکا ہو۔ اس بات کو قرآن کریم نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔ ظھر الفساد فی البر و البحر کہ بر و بحر میں ایک فساد برپا تھا۔

اسی اندھیری رات میں قرآنی آفتاب طلوع ہوا اور ظلمت کدہ کو بقعہ نور بنا دیا۔ اس کی برکت سے جو زمینی تھے آسمانی ہو گئے۔ ان کا ملائکہ میں شمار ہونے لگا۔ وہ قدسیوں کی وہ فوج ظفر موج ٹھہرے جنہیں رب کائنات نے رضی اللہ عنہ ورضوا عنہ کا ابدی سرٹیفیکیٹ عنایت فرمایا۔

پہلی کتب کی تصدیق

سامعات! بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے وہ خوبی کو صرف اپنے وجود میں مانتے ہیں اور دوسروں میں انہیں سوائے خرابیوں، کمیوں اور کوتاہیوں کے کچھ نظر نہیں آتا۔ مگر قرآن کریم نہ صرف اپنی خوبیوں کا تذکرہ فرماتا ہے بلکہ پہلے ان سے دوسروں کی خوبیوں کا بھی اقرار کرتا ہے اور اس طور پر اس کی تصدیق کرتا ہے

جہاں ان میں غلطی پائی جاتی ہے اس کی تصحیح فرماتا ہے اور جہاں کوئی خوبی ہوتی ہے اسے اجاگر کرتا ہے۔ اور اس کے بیان میں کسی قسم کے بخل سے کام نہیں لیتا۔ اور یہ اس کی ایسی خوبی اور فضیلت ہے جو کسی دوسری کتاب میں نظر نہیں آتی۔

حفاظت

میری بہنو! قرآن کریم کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود خدا تعالیٰ نے لی ہے۔ جبکہ کسی دوسری کتاب کا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ اس کی حفاظت کا ذمہ بھی خدا تعالیٰ نے لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ کتب زمانہ کی دست برد کا شکار ہو گئیں۔ کہیں سے عبارات غائب کر دی گئیں اور کہیں عبارتوں کی عبارتیں درج کر دی گئیں کہیں احکام گھٹا دیئے گئے اور کہیں بڑھا دیئے گئے اور یہ اس وجہ سے ہوا کہ ان کی حفاظت کا خدا نے وعدہ نہ کیا تھا۔ مگر قرآن مجید میں نہ کوئی کمی ہو سکتی ہے نہ بیشی۔ نہ کہیں لفظ زائد کیا جا سکتا ہے نہ نکالا جا سکتا ہے۔ بلکہ اس کے الفاظ کا۔ اس کی عبارت کا اس کے معنے کا اس کے مفہوم کا۔ اس کی پیشگوئیوں کا اس میں بیان شدہ واقعات کا، غرض ایک ایک نکتہ اور ایک ایک شعشہ کی حفاظت کا خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔ فرمایا:۔ **اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ اور اس کا اقرار مستشرکین کو بھی ہے چنانچہ سر ولیم میور لکھتا ہے۔**

ہمارے پاس ہر قسم کی ضمانت موجود ہے اندرونی شہادت کی اور بیرونی کی بھی یہ کتاب جو ہمارے پاس ہے جو خود حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دنیا کے سامنے پیش کی تھی اور اسے استعمال کیا کرتے تھے۔

(The Life of Muhammad by *William Muir* Page 561)

نولڈک کا قول ہے ممکن ہے کہ تحریر کی کوئی معمولی غلطیاں ہوں تو ہوں لیکن جو قرآن عثمان نے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا اس کا مضمون وہی ہے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پیش کیا تھا۔ یورپین علماء کی یہ کوششیں کہ وہ ثابت کریں کہ قرآن میں بعد کے زمانہ میں بھی کوئی تبدیلی ہوئی ہے بلکہ ناکام ثابت ہوئی ہیں۔

(انسائیکلوپیڈیا بریٹینکا زیر لفظ قرآن)

قرآن کریم کے اثرات

سامعات! کہتے ہیں درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ سو اگر قرآن کریم کے وہ اثرات جو اس نے بنی نوع انسان پر ڈالے ملاحظہ فرمائیں تو پتہ لگے گا یہ کیسا دلنشیں، دلفریب دلکش اور شیریں اثمار سے لبریز

شجر ہے۔ لیکن یہ سب کچھ معلوم نہیں ہو سکتا جب تک وہ حالات وواقعات سامنے نہ ہوں۔ معاشرے کے وہ کردار سامنے نہ ہوں جب قرآن کریم نازل ہو ہا تھا۔ وہ انسان نہیں تھے۔ انہیں انسان کہنا انسانیت کی توہین ہے۔ انہیں روشنی سے نفرت تھی۔ وہ اندھیروں کے خوگر تھے۔ وہ زمینی کیڑے تھے۔ جنہیں نور سے کوئی تعلق نہ تھا۔

پھر قرآن آیا۔ انہیں اندھیروں سے روشنی میں لایا۔ وحشیوں سے انسان، انسان سے باخدا اور پھر خدا نما انسان بنا دیا وہ انپڑھ تھے دنیا کے استاد بنے۔ جو گلہ بان تھے نگہبان ہو گئے۔ جو تہذیب و تمدن سے عاری تھے دنیا کو مہذب بنانے والے بن گئے۔ وہ دنیا کے استاد بنے۔ معلم ٹھہرے۔ پاکیزگی و طہارت کا منارہ بنے۔ اور حکمتوں کے موتی لٹانے لگے۔ قرآن کریم کی برکت سے وہ ایسا پارس پتھر بنے کہ لوہا بھی ان کے ساتھ لگ کر سونا بن گیا۔ یہاں تک رسول خدا ﷺ نے فرمایا۔ أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُم۔ میرے صحابہ ستارے ہیں۔ جس کے پاس آؤ گے روشنی پاؤ گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"یہ فخر قرآنِ مجید ہی کو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ہر مرض کا علاج بتایا ہے اور تمام قویٰ کی تربیت فرمائی ہے اور جو بدی ظاہر کی ہے اُس کے دور کرنے کا طریق بھی بتایا ہے۔ اس لئے قرآنِ مجید کی تلاوت کرتے رہو اور دعا کرتے رہو اور اپنے چال چلن کو اس کی تعلیم کے ماتحت رکھنے کی کوشش کرو۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

"قرآن کریم کو اس غرض سے پڑھا کریں کہ اس وقت ہمیں، ہمارے ملک اور دنیا کو جو مسائل درپیش ہیں قرآن ان کا کیا حل پیش کرتا ہے اگر (نعوذ باللہ) یہ مسائل کا حل پیش نہ کرے تو یہ ایک زندہ کتاب نہیں مردہ کتاب ثابت ہو گی پس عاجزانہ دعاؤں کے ذریعہ خدا سے علم حاصل کریں اور پھر قرآن کو پڑھیں اور اس پر غور کریں خدا تعالیٰ زمانہ کی ضرورت کے مطابق نئے معارف کھولتا چلا جائے گا...... پس آپ لوگ اپنے آپ کو لاشئ محض سمجھیں عاجزانہ دعاؤں کے ذریعے خدا سے مانگیں اور پائیں۔ اگر آپ عاجزانہ دعائیں کرتے ہوئے اس کی طرف جھکیں اور قران مجید پر غور کریں گے تو خدا تعالیٰ نئے معارف آپ پر کھولے گا اور اس زمانہ کے مسائل کے حل آپ کو بتائے گا" (دورہ مغرب 1400ھ صفحہ 274)

قرآن کتاب رحماں سکھلائے راہ عرفاں
جو اس کے پڑھنے والے ان پر خدا کے فیضاں

عالمگیر کتاب و کامل شریعت

میری بہنو! قرآن مجید ہاں فقط قرآن مجید ہی ایک عالمگیر کتاب ہے اور کامل شریعت کی حامل ہے، صرف اس کا دعویٰ ہی کاملیت کا ہے۔ باقی کوئی دوسری کتاب اس کے مقابل پیش نہیں کی جا سکتی۔ جس نے یہ دعویٰ کیا ہو۔ یہ کافۃ اللناس ہے۔ قیامت تک کے لئے ہے کوئی خوبی کوئی خیر، کوئی بھلائی ایسی نہیں جو قرآن کریم سے نہ مل سکتی ہو۔ اور کوئی انسانی ضرورت ایسی نہیں جس کو قرآن پورا نہ کر سکتا ہو۔ یہ وہ شریعت ہے جو لا شرقیۃ الا غربیۃ ہے اور جس کے بارے میں خدا کا فرمان یہ ہے۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ کہ دین کامل ہو گیا شریعت کامل ہو گئی اور اسلام خدا کا پسندیدہ مذہب ٹھہرا۔

یہ اپنی بتائی ہوئی تعلیم پر عمل کرنے والوں کو یہ نوید سناتا ہے۔ وہ مقام من النبیین، والصدیقین، والشھداء والصالحین یہ چاروں انعام اسے نصیب ہوتے ہیں۔ امت کے صدہا علماء، صدہا فقہاء۔ صدہا ابدال اور اس زمانہ میں حضرت مسیح پاک السلام کے موجود باجود اس دعویٰ کا زندہ ثبوت ہے اور یہ وہ فضلیت ہے جو کوئی اور پیش نہیں کر سکتا۔

جمال و حسن قرآں نور جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاک رحماں ہے

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”قرآن شریف کا کھلا اعجاز یہی ہے کہ وہ غیر محدود معارف و دقائق اپنے اندر رکھتا ہے اور ہر زمانے کے شبہات کا پورا پورا مقابلہ کرتا ہے...... راست بازوں کو قرآن کریم کے انوار کے نیچے چلنے کی ہمیشہ حاجت

رہی۔ مخالفانہ فلسفی خیالات کی بیخ کنی قرآن نے ہی کی عیسائیوں کو بھی اس زمانے میں قرآن کریم نے ہی پسپا کیا ایسا ہی قرآن کریم نے ہندوؤں پر بہت سی صداقتیں ظاہر کیں۔"

(روحانی خزائن جلد نمبر 3)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"یہ ہر احمدی کی بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ دین کی ذاتی خوبیوں کو پیش کرنے کے لئے قرآن کریم کا علم حاصل کریں اور پھر اپنے نیک نمونے قائم کرکے دنیا کو اپنی طرف کھینچیں۔"

(خطبات مسرور جلد نمبر 13 صفحہ 933)

نیز فرمایا:

"دوسرا اصول جس کی طرف میں آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں یہ ہے کہ آپ ہمیشہ اپنے ذہنوں میں مستحضر رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی بابرکت شکل میں ہمیں ہمیشہ قابلِ عمل رہنے والی تعلیم عطا فرمائی ہے۔ قرآن کریم کا ہر ایک حکم فطرت انسانی کے عین مطابق ہے۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ قرآن مجید چونکہ چودہ سو سال پہلے نازل ہوا تھا اس لیے یہ دورِ حاضر کی ضرورتوں کو پورا نہیں کرسکتا یا یہ کہ قرآن صرف پرانے زمانے کے لوگوں کی ہدایت کے لیے نازل ہوا تھا۔ قرآن کریم کا ہر لفظ آج بھی اسی طرح قابل عمل ہے جیسا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں تھا۔

یہ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ قرآن عربوں پر نازل ہوا تھا اس لیے یہ صرف عربوں کے لیے ہے۔ جیسے قرآن کریم کی تعلیم عربوں کے لیے ہے ویسے ہی یہ یورپ میں رہنے والوں کے لیے بھی ہے اور امریکہ کے اور ایشیا کے اور افریقہ کے اور دنیا کے تمام علاقوں کے باشندوں کے لیے بھی ہے۔ قرآن کریم دورِ حاضر میں بھی اسی طرح موزوں (relevant) اور قابل عمل ہے جس طرح 1400 سال قبل کے زمانہ کے لیے تھا.......اللہ تعالیٰ نے اسلام پر کیے جانے والے ہر اعتراض کا جواب قرآنِ کریم میں ہی مہیا کر رکھا ہے، چاہے وہ غیر مسلموں کی طرف سے ہوں یا لامذہب لوگوں کی طرف سے۔"

(خطاب سالانہ اجتماع واقفات نو، فرمودہ 6/اپریل 2019ء۔)

سامعات! حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی ساری زندی قرآن کریم پڑھنے، پڑھانے، سننے اور سنانے میں گزری۔ ان کو جو محبت قرآن کریم سے تھی اس کا اظہار آپ کے ان الفاظ سے ہوتا ہے اور یہی الفاظ ہمارے لئے بھی مشعل راہ ہیں۔ فرمایا:

”خدا تعالیٰ مجھے بہشت اور حشر میں نعمتیں دے تو مَیں سب سے پہلے قرآن شریف مانگوں گا تا حشر کے میدان میں اور بہشت میں بھی قرآن پڑھوں، پڑھاؤں اور سناؤں۔“

میری بہنو! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم کی برکات اپنی تحریر میں جا بجا بیان فرمائی ہیں۔ وقت کی مناسبت سے ایک اقتباس پیش کر کے اپنی گزارشات کو ختم کروں گی۔ حضورؑ فرماتے ہیں:

”ہمارا صرف ایک ہی رسول ہے اور صرف ایک ہی قرآنِ شریف اس رسول پر نازل ہوا ہے جس کی تابعداری سے ہم خدا کو پا سکتے ہیں۔ آج کل فقراء کے نکالے ہوئے طریقے اور گدی نشینوں اور سجادہ نشینوں کی سیفیاں اور دعائیں اور درود اور وظائف یہ سب انسان کو مستقیم راہ سے بھٹکانے کا آلہ ہیں۔ سو تم ان سے پرہیز کرو۔ ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے کی مہر کو توڑنا چاہا گویا اپنی الگ ایک شریعت بنالی ہے۔ تم یاد رکھو کہ قرآن شریف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی پیروی اور نماز روزہ وغیرہ جو مسنون طریقے ہیں ان کے سوا خدا کے فضل اور برکات کے دروازے کھولنے کی اور کوئی کنجی ہے ہی نہیں۔ بُھولا ہوا ہے وہ جو ان راہوں کو چھوڑ کر کوئی نئی راہ نکالتا ہے۔ ناکام مرے گا وہ جو اللہ اور اس کے رسول کے فرمودہ کا تابعدار نہیں بلکہ اور اور راہوں سے اسے تلاش کرتا ہے۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 125 ایڈیشن 1984ء)



﴿55﴾ ﴿مشاہدات:79﴾

جادو، ٹونہ ٹوٹکا اور مزاروں پر جانا

ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور
ایسا چمکا ہے کہ صد نیّر بیضاء نکلا
زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اِس دنیا میں
جن کا اِس نور کے ہوتے بھی دل اعمیٰ نکلا

پیاری بہنو! آج مَیں نے جس موضوع کا انتخاب کیا ہے وہ ہے **"جادو، ٹونہ ٹوٹکا اور مزاروں پر جانا"**
سب سے پہلے تو ہم ان الفاظ کے معنی جانتے ہیں۔ جادو، ٹونہ، ٹوٹکا کے معنی ہیں سحر، منتر، کوئی عجیب سی خلافِ عقل بات، شعبدہ بازہ وغیرہ۔

کوئی بھی ایسا فعل جس میں آپ خدا تعالیٰ کا کسی کو شریک ٹھہرائیں یا ایسے کسی عمل کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی مخلوق کو نقصان پہنچائیں شرک کے زمرہ میں آتا ہے اور خدا تعالیٰ نے شرک کو سخت ناپسندیدہ عمل قرار دیا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَاعۡبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشۡرِکُوۡا بِہٖ شَیۡـًٔا (النسآء:37) کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ کیونکہ اِنَّ الشِّرۡکَ لَظُلۡمٌ عَظِیۡمٌ (لقمان:14) شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں تمام گناہ بخش دوں گا۔ لیکن شرک کا گناہ نہیں بخشوں گا۔ مگر افسوس کہ آج کا مسلمان تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود چند ایسے لوگوں کے ہتھکنڈوں کا شکار ہو جاتا ہے جو جادو ٹونے کا سہارا لے خود بے شمار پیسہ بٹور کر لوگوں کو بیوقوف بناتے ہیں اور ان کا خدا تعالیٰ سے یقین ختم کر کے جادو ٹونے جیسی لغویات کی طرف لے جاتے ہیں۔ یہ ٹونے ٹوٹکے میاں بیوی، ساس بہو اور دوسرے رشتہ داروں کے خلاف استعمال کیے جاتے ہیں بجائے اس کے خدا تعالیٰ سے اس کا رحم مانگیں، استغفار کریں، اس کی مدد مانگیں کہ وہ ان کی پریشانیاں دور فرماوے وہ پیروں فقیروں کے پاس جا کر الٹے سیدھے تعویذ، گنڈے اور غلط قسم کے سِفلی عمل کروانے لگتے ہیں اور اس میں اپنا روپیہ پیسہ اپنی

رشتہ داریاں سب کچھ ختم کر لیتے ہیں۔ انگلینڈ جیسے ترقی یافتہ ملک میں بھی اس قسم کے پیر فقیر اور تعویذ کرنے والے لوگ پائے جاتے ہیں اور ان کے باقاعدہ اشتہار ٹی وی پر بھی دکھائے جاتے ہیں۔ یہ تمام باتیں اسلام کے منافی ہیں اور ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے ان باتوں سے سختی سے منع فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

•اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

(الاعراف:158)

ترجمہ: جو اس رسول نبی اُمّی پر ایمان لاتے ہیں جسے وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ **وہ ان کو نیک باتوں کا حکم دیتا ہے اور انہیں بُری باتوں سے روکتا ہے اور اُن کے لئے پاکیزہ چیزیں حلال قرار دیتا ہے اور اُن پر ناپاک چیزیں حرام قرار دیتا ہے** اور اُن سے اُن کے بوجھ اور طوق اتار دیتا ہے جو اُن پر پڑے ہوئے تھے۔ پس وہ لوگ جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور اسے عزت دیتے ہیں اور اس کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کی پیروی کرتے ہیں جو اس کے ساتھ اتارا گیا ہے یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ ایک اور موقع پر فرماتا ہے:

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ

(یونس:107)

ترجمہ: **اور اللہ کے سوا اُسے نہ پکار جو نہ تجھے فائدہ دیتا ہے اور نہ نقصان پہنچاتا ہے** اور اگر تُو نے ایسا کیا تو یقیناً تُو ظالموں میں سے ہو جائے گا۔

پھر فرمایا:

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۚ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۚ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۚ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۚ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ۚ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۚ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ۚ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ

(البقرہ:103)

اور انہوں نے پیروی کی اس کی جو شیاطین سلیمان کے ملک کے خلاف پڑھا کرتے تھے اور سلیمان نے کفر نہیں کیا بلکہ وہ شیاطین تھے جنہوں نے کفر کیا۔ وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔ اور (اس کے برعکس) بابل میں جو دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اتارا گیا (اس کا قصہ یہ ہے) وہ دونوں کسی کو بھی کچھ نہیں سکھاتے تھے جب تک وہ (اُسے) یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو محض ایک آزمائش کے طور پر ہیں پس تُو کفر نہ کر۔ پس وہ لوگ ان دونوں سے ایسی بات سیکھتے تھے جس کے ذریعے وہ خاوند اور بیوی کے درمیان جدائی ڈال دیتے تھے اور اللہ کے اِذن کے سوا وہ اس ذریعہ سے کسی کو نقصان پہنچانے والے نہیں تھے۔ اور (اس کے برعکس جو لوگ شیاطین سے سیکھتے تھے) **وہ وہی باتیں سیکھتے تھے جو ان کو نقصان پہنچانے والی تھیں اور فائدہ نہیں پہنچاتی تھیں۔ حالانکہ وہ خوب جان چکے تھے کہ جس نے بھی یہ سودا کیا اس کے لئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں رہے گا۔ پس بہت ہی برا تھا وہ (عارضی فائدہ) جس کے بدلے میں انہوں نے اپنی جانیں بیچ دیں، کاش کہ وہ جانتے۔**

سامعات! اگر ہم احادیث کی روشنی میں اس موضوع کو دیکھیں تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ دشمنی ہے۔ ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو مسلمان ہو کر جاہلیت کی رسموں پر چلنا چاہے۔

(بخاری کتاب الدیات)

پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سات ہلاک کرنے والی باتوں سے دور رہو۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کون سی سات باتیں ہیں۔ فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور جادو کرنا اور اس جان کا حق مارنا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اور سود کھانا اور یتیم کا مال کھانا اور جہاد سے فرار یعنی بھاگنا اور پاک دامن مومن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔

(صحیح بخاری کتاب الوصایا)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے اور اُن پر جو قبروں پر مسجدیں بناتے ہیں اور اُن پر جو قبروں پر چراغ جلاتے ہیں۔

(جامع ترمذی ابواب الصلوۃ)

فرمایا: قبروں پر مت بیٹھو اور نہ ان کی طرف نماز پڑھو۔

(جامع ترمذی ابواب الصلوۃ)

بہنو! بعض لوگ خاص طور پر ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش میں گدی نشینوں، پیروں، فقیروں کے پاس جاکر یا قبروں پر جاکر دعائیں مانگتے ہیں۔ وہ بزرگ جن کی قبروں پہ جاتے ہیں ان کے بارہ میں ان کا خیال ہوتا ہے کہ یہ چونکہ بہت پہنچے ہوئے نیک بزرگ تھے اس لئے نعوذ باللہ یہی ہماری نجات کا ذریعہ ہیں حالانکہ درحقیقت وہ بزرگ ساری زندگی وحدانیت کی تعلیم دیتے رہے مگر ان کے مزاروں پر جاکر شرک کیا جاتا ہے۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ جو ہر قسم کے شرک ہیں ان سے بچو۔ اس لئے ہر احمدی کا یہ بھی فرض ہے کہ اس کے خلاف ہمیشہ جہاد کرتا رہے۔

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

معزز بہنو! اب آپ حاضرات کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے کرام کے ارشادات و فرمودات کی روشنی میں اِس مضمون کی اہمیت اُجاگر کرتی ہوں۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے اپنی کچھ حاجات تحریری طور پر پیش کیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے پڑھ کر فرمایا کہ ”اچھا! دعا کریں گے“ اس پر وہ شخص بولا کہ حضور! کوئی تعویذ نہیں کیا کرتے؟

فرمایا:

”تعویذ گنڈے کرنا ہمارا کام نہیں۔ ہمارا کام تو صرف اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرنا ہے۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 505)

سامعات! بعض لوگ مختلف وظائف کی طرف بہت دھیان دیتے ہیں اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”وظیفوں کے ہم قائل نہیں۔ یہ سب جنتر منتر ہیں جو ہمارے ملک میں جوگی ہندو سنیاسی کرتے ہیں جو شیطان کی غلامی میں پڑے ہوئے ہیں۔ البتہ دعا کرنی چاہیے خواہ اپنی زبان میں ہی ہو۔ سچے اضطراب اور سچی تڑپ سے جناب الٰہی میں گداز ہو ایسا کہ وہ قادر الحیّ القیوم دیکھ رہا ہے۔ جب یہ حالت ہو گی تو گناہ پر دلیری نہ کرے گا۔“

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 323)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”شریعت تو اسی بات کا نام ہے کہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے اسے لے لے اور جس بات سے منع کیا ہے اس سے ہٹے۔ اب اِس وقت قبروں کا طواف کرتے ہیں اِن کو مساجد بنایا ہوا ہے۔ عرس وغیرہ ایسے جلسے نہ منہاج نبوت ہے نہ طریق سنت ہے۔“

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 129)

ارشادات خلفائے کرام

رسم و رواج یا بدعات انسان کو اللہ کا باغی بنا دیتی ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ اِس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

”انسان میں ایک مرض ہے جس میں یہ ہمیشہ اللہ کا باغی بن جاتا ہے اور اللہ کے رسول اور نبیوں اور اس کے اولوالعزموں اور وَلیوں اور صدیقوں کو جھٹلاتا ہے۔ وہ مرض عادت، رسم و رواج اور دم نقد ضرورت یا کوئی خیالی ضرورت ہے۔ یہ چار چیزیں میں نے دیکھا ہے، چاہے کتنی نصیحتیں کرو جب وہ اپنی عادت کے خلاف کوئی بات دیکھے گا یا رسم کے خلاف یا ضرورت کے خلاف تو اس سے بچنے کے لیے کوئی نہ کوئی عذر تلاش کرے گا۔“ **(خطبات نور صفحہ 650)**

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ :

"اسی طرح عورتیں ٹونے ٹوٹکے کرتی ہیں۔ اگر کوئی بیمار ہوتا ہے تو کچا تاگا باندھتی ہیں کہ صحت ہو جائے حالانکہ جس کو ایک چھوٹا بچہ بھی توڑ کر پھینک سکتا ہے، تو وہ کیا کر سکتا ہے۔ اسی طرح عورتوں میں اور کئی قسم کی بدعتیں اور بُرے خیالات پائے جاتے ہیں جن کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور جن سے سوائے اِس کے کہ اِن کی جہالت اور نادانی ثابت ہو اور کچھ نہیں ہوتا۔ پس خوب اچھی طرح یاد رکھو کہ ٹونے ٹوٹکے، تعویذ گنڈے، منتر جنتر، سب فریب اور دھوکے ہیں جو پیسے کمانے کے لیے کسی نے بنائے ہوئے ہیں۔ یہ سب لغو اور جھوٹی باتیں ہیں ان کو ترک کرو۔ ایسا کرنے والوں سے خدا تعالیٰ سخت ناراض ہوتا ہے۔"

(الازھار لذوات الخمار جلد اوّل صفحہ 43)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

"مختصراً میں بڑی تاکید کے ساتھ آپ میں سے ہر ایک کو کہتا ہوں کہ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے تعلیمی لحاظ سے قرآن کریم کے اِس اعلان کے ذریعہ اِن رسوم کو یک قلم مٹا دیا ہے آپ اپنے گھروں سے اور اپنی زندگیوں سے اِن رسومات کو اور بدعات کو یکسر اور یک قلم مٹا دیں اور دنیا اور دنیا داروں کی پرواہ نہ کریں اور اپنے رب کی رضا کی پرواہ کریں۔"

(المصابیح صفحہ 32)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ سے تعویذ کے متعلق سوال ہوا تو فرمایا:

"تعویذ گنڈہ وغیرہ کو دستورِ زندگی بنالینا حد سے زیادہ جہالت ہے اور تمام دینی معاشرہ کی روح اس سے تباہ ہو جائے گی۔ اصل دعا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے تیرہ سو سال کی جو رسوم کے خلاف ایک عظیم جہاد فرمایا اور دین حق کو اس کی اصل صورت پہ بحال کرنے کے لئے بہت بڑی جدوجہد فرمائی ہے۔ یہی دراصل حقیقی مجددیت ہے۔ اسی کا نام مہدویت ہے اور اس کے نتیجہ میں اب جماعت جو ابھر کر اور نکھر کر دنیا کے سامنے آئی ہے اس کا مرکزی نقطہ دعا ہے۔ اِس کی ساری زندگی، اِس کے تمام اعمال اور تمام کامیابیاں، اِس کی تمام کاوشیں، اِس کے غم و فکر کے علاج دعا میں ہیں اور دعا کو چھوڑ کر تعویذ گنڈوں کی طرف جانا حد سے زیادہ جہالت ہے۔ یہ تاریک زمانے کی پیداوار باتیں ہیں اور ایسی قوموں کو دعا سے ہٹا کر جادو منتر وغیرہ کی

طرف منتقل کر دیتی ہیں۔ یہ کہہ دینا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دم کی اجازت دی، یہ ایک بالکل الگ بات ہے۔ تعویذ گنڈے کا معاشرہ پیدا کرنا بالکل الگ بات ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایسا ہرگز کوئی معاشرہ نہیں تھا۔ دعا ہی کا معاشرہ تھا اور جس دم کی بات کرتے ہیں اس میں سورۃ فاتحہ بطور دعا استعمال ہوتی ہے اور وہ اب بھی اسی طرح جائز ہے فاتحہ کو دعا کے طور پر آپ چاہے پانی پر پڑھ کے دم کریں اور نفسیاتی لحاظ سے اس کو برکت کے لئے دے دیں۔ اس حد تک تو کوئی ہرج نہیں ہے لیکن تعویذ گنڈے کی جو یہ بات کر رہی ہیں یا کر رہے ہیں جو بھی ہے لکھنے والا، یہ تو بہت خطرناک بے ہودہ رسم ہے جو روشنی سے اندھیروں کی طرف لے جانے والی ہے اور حضرت مسیحِ موعودؑ کے آنے کے مقاصد کے بالکل برعکس تحریک ہے، بالکل برعکس جماعت کا رُخ موڑنے والی بات ہے۔"

(مجلس عرفان 4 نومبر 1994ء)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"پیروں فقیروں کے پاس جا کر تعویذ گنڈے لینے سے بچیں...... آپ کو اکثر ایسی مثالیں نظر آئیں گی کہ پیروں فقیروں کے پاس جا کر تعویذ لئے جاتے ہیں۔ کسی نے بہو کے خلاف لینا ہے، کسی نے ساس کے خلاف، کسی نے ہمسائی کے خلاف تعویذ لینا ہے، کسی نے خاوند کے حق میں تعویذ لینا ہے بے تحاشہ بدرسمیں پیدا ہو چکی ہیں یہ سب عورتوں کی بیماریاں ہیں یہ شرک کی طرف بڑی جلدی مائل ہو جاتی ہیں ......اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ کو کچھ نہ سمجھنا نماز اور دعا کی طرف توجہ نہ ہونا۔ فکر ہے تو پیروں فقیروں کے ہاں حاضریاں دینے کی...... یہ سب لغویات ہیں بلکہ شرک ہے یہ تعویذ گنڈے کرنے والی جو عورتیں ہیں اگر آپ ان کے ساتھ رہ کر ان کا جائزہ لیں تو شاید وہ کبھی نماز نہ پڑھتی ہوں...... پھر ہمارے معاشرے میں یعنی جماعت کے باہر اس میں زندہ انسانوں کے علاوہ مُردہ پرستی بہت ہے...... پیروں فقیروں کی قبروں پر جاتے ہیں اور وہاں مرادیں مانگتے ہیں اب ان قبروں کو بھی لوگوں نے شرک کا ذریعہ بنایا ہوا ہے۔"

(الازہار لذوات الخمار جلد 3 حصہ اول صفحہ 363-364)

پیاری بہنو! الحمد اللہ ہم احمدی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ماننے والے ہیں جنہوں نے ہمیشہ اس قسم کی بدعات کی مناہی کی ہے لیکن بعض دفعہ جب کوئی جماعت ترقی کرتی ہے اور اس میں نئے نئے لوگ شامل ہوتے ہیں تو وہ اپنے ساتھ اپنے علاقے، اپنی ثقافت اور اپنے خاندان میں جاری کئی بدعات اور رسومات اپنے ساتھ لے کر آتے ہیں یا بعض دفعہ کچھ کمزور عقیدہ لوگ ایسی بدعات کو بغیر سوچے سمجھے اپنا لیتے ہیں جو کہ غلط ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"بعض لوگ پیروں فقیروں کے چکر میں پڑ جاتے ہیں۔ بعض دفعہ مجھے شکایتیں ملتی ہیں کہ غیروں کے زیرِ اثر بعض احمدی بھی پیروں سے، دوسروں سے، دعاؤں کی طرف زیادہ توجہ ہوتی ہے اور اپنی دعاؤں کی طرف کم توجہ ہوتی ہے یا جادو ٹونے پر یقین ہوتا ہے اس لئے اُس کو تڑوانے کے لئے دوسروں کے پاس جاتے ہیں اور بعض دفعہ غیروں کے پاس بھی چلے جاتے ہیں۔ بعض لوگوں میں جہالت اس حد تک ہے اور اپنے عملوں کی طرف توجہ نہیں ہے۔ دعاؤں کی طرف توجہ نہیں ہے۔ یہ چیز انتہائی غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ شکر ہے کہ چند ایک کے علاوہ شاید احمدیوں میں ایسے لوگ نہ ہوں ورنہ غیروں میں تو شرک کی انتہا ہوئی ہوئی ہے اور پھر یہ لوگ اپنے آپ کو مومن اور مسلمان بھی سمجھتے ہیں۔"

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 26 اگست 2011ء)

پھر فرمایا:

"اپنے آپ کو معاشرے کے رسم و رواج کے بوجھ تلے نہ لائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ کو آزاد کروانے آئے تھے اور آپ کو ان چیزوں سے آزاد کیا اور اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں شامل ہو کر آپ اس عہد کو مزید پختہ کرنے والے ہیں۔ جیسا کہ چھٹی شرط بیعت میں ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائے گا۔ یعنی کوشش ہوگی کہ رسموں سے بھی باز رہوں گا۔ تو قناعت اور شکر پر زور دی۔ یہ شرط صرف احمدی کے لئے ہے چاہے وہ امیر ہو یا غریب ہو۔ اپنے اپنے وسائل کے لحاظ سے اس کو ہمیشہ ہر احمدی کو اپنے مد نظر رکھنا چاہئے۔" (مشعل راہ جلد سوم صفحہ 155)

شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاک راہِ احمد مختار ہیں

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسے شرک اور بدعات سے بچنے کی توفیق دے۔ اور ہم اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے والے ہوں۔ آمین



﴿56﴾ ﴿مشاہدات:188﴾

ہیلووینHalloweenکا تہوار اور جماعت احمدیہ کی تعلیم

معزز بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **ہیلووینHalloweenکا تہوار اور جماعت احمدیہ کی تعلیم**

اس وقت دنیا مختصر ہو کر گلوبل فیملی کی سی شکل اختیار کر چکی ہے۔ دنیا کے کسی بھی کونے میں کوئی سرگرمی واقع پذیر ہو رہی ہو تو چند ہی لمحات میں وہ سرگرمی ایک خبر بن کر اگلے کونے تک پہنچ جاتی ہے۔ سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ کی بدولت اب ہر مذہب، ہر ملک کی تہذیب، ان کے تہوار سب اچھائیاں، برائیاں دوسرے ممالک تک بآسانی پہنچ جاتی ہیں اور ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی ہر کوئی ان چیزوں کو اپنانے کی کوشش کرتا ہے جو بھی چیز مقبول ہو۔ ٹرینڈنگ Trending میں ہو۔ یہ سوچے سمجھے بغیر کہ ان کا کیا مقاصد ہیں اور ان سے کیا فائدے یا کس قدر بھیانک نقصانات پہنچ سکتے ہیں؟۔ ایسے ہی عوام میں مقبولیت پانے والا تہوار ہالووینHalloween ہے۔ جس کی مقبولیت مغربی ممالک سے نکل کر اب مشرق تک اور دوسرے مذاہب سے لے کر مسلمانوں اور احمدی مسلمانوں تک بھی پہنچ چکی ہے۔

معزز بہنو! اس کی تاریخ کچھ اس طرح ہے کہ یہ ایک تہوار ہے جس کا تعلق دو ہزار سال قبل کے کیلٹک لوگوں کی مذہبی و ثقافتی روایات سے نکلتا ہے۔ یہ لوگ دو ہزار سال پہلے انگلینڈ اور یورپ میں پھیلے ہوئے تھے۔ 31 اکتوبر کو وہ فصلوں کی کٹائی کے موسم کا اختتام ایک تہوار کی صورت میں منایا کرتے تھے۔ اس تہوار کا نام سامحین تھا۔ اس رات کو کیلٹک لوگوں کا نیا سال بھی شروع ہوتا تھا۔ ان کے نزدیک پرانے سال کے اختتام اور نئے سال کے آغاز کا یہ درمیانی وقت بہت نازک ہوتا تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ اس وقت مرے ہوئے لوگوں کی روحیں زمین پہ واپس آتی ہیں۔ اس رات وہ لوگ گروہوں کی شکل میں آگ کے الائو جلاتے تھے تاکہ مردہ لوگوں کی ان روحوں کو عالم ارواح میں واپس بھیجا جا سکے تاکہ وہ انہیں زمین پہ آکر کوئی نقصان نہ پہنچائیں۔ لیکن جب عیسائی چرچوں کا اثر و رسوخ ان علاقوں میں بڑھا تو ساتویں صدی میں انہوں نے اس تہوار کو کچھ تبدیلیوں کی ساتھ اس سے اگلے دن یعنی یکم نومبر کو اپنے ”اولیاء کا دن“

"آل سینٹس ڈے" کا نام دے دیا۔ اس طرح ان پرانے کیلٹک لوگوں کی مذہبی و ثقافتی روایات کو عیسائیت کے ساتھ جوڑ دیا گیا۔ اس طرح یہ ان کے مذہبی شہداء اور اچھے مذہبی لوگوں کو یاد کرنے کا دن بن گیا۔ اس وقت یہ "آل سینٹس ڈے" کو "ہالوماس" کے نام سے جانا جاتا تھا۔ اس میں ہالو سے مراد مقدس ہے اور ماس کو سادہ زبان میں چرچ والی سروسز (عبادات) کہا جاسکتا ہے۔

اس طرح اس دن سے پہلے والی شام کو آل ہالووز ایو کہا جانے لگا۔ ایو سے مراد مختصر طور پہ ایوننگ لکھنا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ یہ آل ہالووز ایو تبدیل ہو کر ہالووین بن گیا۔ کلیسا کی کوششوں کے باوجود ہالووین کی اہمیت کم نہ ہو سکی اور لوگ یہ تہوار اپنے اپنے انداز میں مناتے رہے۔ امریکہ میں اس دن کا آغاز تب ہوا جب آئرلینڈ کے باسی 1840ء میں امریکہ میں آباد ہوئے۔ وہ اپنے ساتھ اس فیسٹول پہ پہننے والے خاص کپڑے اور چہرے پہ پہننے والے ماسک لے کے آئے تھے۔ اس دن وہ ہمساؤں اور دوسرے لوگوں کو تنگ کرتے اور ماسک پہنتے کہ پہچانے نہ جاسکیں۔ پھر یہ تنگ کرنا بڑھتے بڑھتے 1930ء کے عشرے تک ایک عذاب بن گیا۔ تب لڑکے ماسک پہنتے، لوگوں سے کھانے کی چیزیں مانگتے اور انکار کرنے پہ انہیں حد سے زیادہ تنگ کرتے کہ ان کا سکون برباد ہو جاتا۔ یہ سب بہت تکلیف دہ تھا۔ لیکن پھر آہستہ آہستہ یہ ایک غیر تکلیف دہ اور چھٹیوں میں منانے والا تہوار بن گیا۔ مختصر طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس تہوار کی بنیاد اس قدیم کیلٹک مذہبی روایت پہ ہے کہ اس رات دنیا کی طرف واپس آنے والی بد روحوں کو ڈرا کر واپس بھیجا جائے۔

ہالووین (Halloween) امریکا میں منایا جانے والا ایک ایسا تہوار ہے جس میں گلی کوچوں، بازاروں، سیر گاہوں اور دیگر مقامات پر جا بجا ڈراؤنے چہروں اور خوف ناک لبادوں میں ملبوس چھوٹے بڑے بھوت اور چڑیلیں چلتی پھرتی دکھائی دیتی ہیں۔ اکثر گھروں کے باہر بڑے بڑے پیٹھے کدو نظر آتے ہیں جن پر خوفناک شکلیں تراشی گئی ہوتی ہیں اور ان کے اندر موم بتیاں جل رہی ہوتی ہیں۔ کئی گھروں کے باہر ڈراونے ڈھانچے اور اسی طرح کی دیگر خوفناک چیزیں سجائی جاتی ہیں۔

کاروباری مراکز میں بھی یہ مناظر اکتوبر شروع ہوتے ہی نظر آنے لگتے ہیں۔ 31 اکتوبر کی شام کو تو مخصوص ملبوسات میں ملبوس بچے اور انکے ساتھ کچھ والدین بھی گھر گھر جا کر دستک دیتے ہیں اور trick

or treat کی صدائیں بلند کرتی ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یا تو ہمیں کوئی چاکلیٹ کینڈی دو، ورنہ ہماری طرف سے کسی چالاکی کے لیے تیار ہو جاؤ اور تاریخ کے مطالعے سے یہی پتا چلتا ہے کہ پہلے پہل کچھ شرارتی لوگ حقیقتاً جس گھر سے انہیں کچھ نہیں ملتا تھا انکو عملی طور پر سزائیں بھی دیا کرتے ہیں اور انکے گھر کو یا ان کو نقصان پہنچا کر جایا کرتے تھے۔

ہیلووین کی ابتداء

معزز بہنو! امریکا میں ہالووین کی ابتدا 1921ء میں شمالی ریاست منیسوٹا سے ہوئی اور اس سال پہلی بار شہر کی سطح پر یہ تہوار منایا گیا۔ پھر رفتہ رفتہ دو ہزار سال پرانا یہ تہوار امریکا کے دوسرے قصبوں اور شہروں تک پھیل گیا اور پھر اس نے قومی سطح کے بڑے تہوار اور ایک بہت بڑی کاروباری سرگرمی کی شکل اختیار کرلی۔ تاریخ دانوں کا کہنا ہے ہالووین کا سراغ قبل از مسیح دور میں برطانیہ کے علاقے آئرلینڈ اور شمالی فرانس میں ملتا ہے جہاں سیلٹک قبائل ہر سال 31 اکتوبر کو یہ تہوار مناتے تھے۔ امریکا دریافت ہونے کے بعد بڑی تعداد میں یورپی باشندے یہاں آکر آباد ہوئے۔ وہ اپنے ساتھ اپنی ثقافت اور رسم ورواج اور تہوار بھی لے کر آئے۔ کہا جاتا ہے کہ شروع میں ہالووین میری لینڈ اور جنوبی آبادیوں میں یورپی تارکین وطن مقامی طور پر چھوٹے پیمانے پر منایا کرتے تھے۔ انیسویں صدی میں بڑے پیمانے پر یورپ سے لوگ امریکا آکر آباد ہوئے جن میں ایک بڑی تعداد آئرش باشندوں کی بھی تھی۔ ان کی آمد سے اس تہوار کو بڑا فروغ اور شہرت ملی اور اس میں کئی نئی چیزیں بھی شامل ہوئیں جن میں، ٹرک آر ٹریٹ، خاص طور پر قابل ذکر ہے، جو آج اس تہوار کا سب سے اہم جزو ہے۔

انیسویں صدی کے آخر تک امریکا میں ہالووین پارٹیاں عام ہونے لگیں جن میں بچے اور بڑے شریک ہوتے تھے۔ ان پارٹیوں میں کھیل کود اور کھانے پینے کے ساتھ ساتھ ڈراؤنے کاسٹیوم پہنے جاتے تھے۔ اس دور کے اخباروں میں اس طرح کے اشتہار شائع ہوتے تھے جن میں ایسے بہروپ دھارنے والوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی تھی جنہیں دیکھ کر لوگ دہل جائیں۔ 1950ء کے لگ بھگ ہالووین کی حیثیت مذہبی تہوار کی بجائے ایک ثقافتی تہوار کی بن گئی جس میں دنیا کے دوسرے حصوں سے آنے والے تارکینِ وطن بھی اپنے اپنے انداز میں حصہ لینے لگے۔ رفتہ رفتہ کاروباری شعبے نے بھی ہالووین سے اپنا حصہ وصول کرنے

کے لیے نت نئے ملبوسات اور دوسری چیزیں مارکیٹ میں لانا اور ان کی سائنسی بنیادوں پر مارکیٹنگ شروع کر دی۔ یہاں تک کہ اب ہالووین اربوں ڈالر کے کاروبار کا ایک بہت بڑا ثقافتی تہوار بن چکا ہے اور اب خود اس تہوار کو منانے والے اسکی تردید کرتے دکھائی دیتے ہیں کیونکہ یہ سراسر اسراف ہے۔ نیز اسکے نتیجے میں جرائم کی شرح بھی بہت بڑھ جاتی ہے اس دن مختلف بہروپ دھار کر چہروں کو چھپا کر جرائم پیشہ افراد اپنے مضموم ارادے پورے کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اسی لیے آپ میں سے اکثر افراد نے خاص کر جو مغربی ممالک میں رہائش پذیر ہیں اس بات کا ذاتی مشاہدہ کیا ہو گا کہ اس دن پولیس کی گاڑیاں معمول سے زیادہ متحرک نظر آتی ہیں۔ اس کے علاوہ بچوں کے اسکول سے بھی ہر سال کسی نہ کسی ایسے واقعے کی اطلاع ملتی ہے کہ فلاں علاقے میں جو کینڈیز یا چاکلیٹس تقسیم کی گئی ان میں کوئی خطرناک ڈرگ میں شامل کی گئی جس سے بچوں کی صحت متاثر ہوئی۔

مذہبی نکتہ نظر سے اس تہوار کے نقصانات

معزز بہنو! اسلام میں کسی ایسے تہوار منانے یا اس کا حصہ بننے سے روکا گیا ہے جس کی بنیاد کسی غیر اسلامی جاہلانہ مذہبی روایت پہ ہو۔ ایسا کرنا ان لوگوں کے پیچھے چلنے کے مترادف ہو گا جس سے ہمارے پیارے آقا نے نہ صرف روکا بلکہ اپنی امت کو ان کو پیروی کرنے کے نتیجے میں ہونے والے خطرات سے بھی آگاہ کیا۔ ایسے تمام افعال اور رسوم و رواج جو کسی خاص تہذیب، مذہب یا نظریے سے تعلق رکھتے ہوں اور ان سے منسوب ہوں ان کو اپنانا مسلمانوں کے لیے جائز نہیں۔ کیونکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ کہ جس نے کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس ضمن میں جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اس برائی کا جو آج کل مغرب میں ان دنوں میں بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی ہے اور آئندہ چند دنوں میں منائی جانے والی ہے، اُس کا مَیں ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ یہ halloween کی ایک رسم ہے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا تھا کہ احمدی بھی بغیر سوچے سمجھے اپنے بچوں کو اس میں شامل ہونے کی اجازت دے دیتے ہیں،

حالانکہ اگر اس کو گہرائی میں جا کر دیکھیں تو یہ عیسائیت میں آئی ہوئی ایک ایسی بدعت ہے جو شرک کے قریب کر دیتی ہے۔ چڑیلیں اور جنّ اور شیطانی عمل، ان کو تو بائبل نے بھی روکا ہوا ہے۔ لیکن عیسائیت میں یہ راہ پا گئی ہیں کیونکہ عمل نہیں رہا۔ عموماً اس کو fun سمجھا جاتا ہے کہ بس جی بچوں کا شوق ہے پورا کر لیا۔ تو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہر وہ کام چاہے وہ fun ہی سمجھا جائے جس کی بنیاد شرک یا کسی بھی قسم کے نقصان کی صورت میں ہو اس سے احمدیوں کو بچنا چاہئے۔ مجھے اس بات پر توجہ پیدا ہوئی جب ہماری ریسرچ ٹیم کی ایک انچارج نے بتایا کہ ان کی بیٹی نے ان سے کہا کہ halloween پر وہ اور تو کچھ نہیں کرے گی لیکن اتنی اجازت دے دیں کہ وہ لباس وغیرہ پہن کر، خاص costume پہن کے ذرا پھر لے۔ چھوٹی بچی ہے۔

انہوں نے اسے منع کر دیا اور پھر جب ریسرچ کی اور اس کے بارہ میں مزید تحقیق کی تو بعض عجیب قسم کے حقائق سامنے آئے۔ تو مَیں نے انہیں کہا کہ مجھے بھی کچھ (حوالے) دے دیں۔ چنانچہ جو مَیں نے دیکھے ان کا خلاصہ مَیں بیان کرتا ہوں۔ کیونکہ اکثر بچے بچیاں مجھے سوال کرتے رہتے ہیں۔ خطوط میں پوچھتے رہتے ہیں کہ halloween میں شامل ہونے کا کیا نقصان ہے؟ ہمارے ماں باپ ہمیں شامل نہیں ہونے دیتے۔ جبکہ بعض دوسرے احمدی خاندانوں کے بچے اپنے والدین کی اجازت سے اس میں شامل ہو رہے ہوتے ہیں۔ تو بہرحال ان کو جو کچھ میرے علم میں تھا اس کے مطابق مَیں جواب تو یہی دیتا رہتا تھا کہ یہ ایک غلط اور مکروہ قسم کا کام ہے اور مَیں انہیں روک دیتا تھا۔ لیکن اب جو اس کی تاریخ سامنے آئی ہے تو ضروری ہے کہ احمدی بچے اس سے بچیں۔ عیسائیت میں یا کہہ لیں مغرب میں، یہ رسم یا یہ بدعت ایک آئرش اِزم کی وجہ سے آئی ہے۔ پرانے زمانے کے جو pagan تھے ان میں پرانی بدمذہبی کے زمانے کی رائج ہے۔ اس کی بنیاد شیطانی اور چڑیلوں کے نظریات پر ہے اور مذہب اور گھروں کے تقدس کو یہ سارا نظریہ جو ہے یہ پامال کرتا ہے۔ چاہے جتنا بھی کہیں کہ یہ Fun ہے لیکن بنیاد اس کی غلط ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ اس میں شرک بھی شامل ہے۔ کیونکہ اس کا بنیادی نظریہ یہ تھا کہ زندوں اور مردوں کے درمیان جو حدود ہیں وہ 31/اکتوبر کو ختم ہو جاتی ہیں اور مردے زندوں کے لئے اس دن باہر نکل کے خطرناک ہو جاتے ہیں اور زندوں کے لئے مسائل کھڑے کر دیتے ہیں۔ بیماریوں میں مبتلا کر دیتے ہیں اور

اسی طرح کی اوٹ پٹانگ باتیں مشہور ہیں اور پھر اس سے بچنے کے لئے جو ان کے نام نہاد جادو گر ہوتے ہیں ان جادو گروں کو بلایا جاتا ہے جو جانوروں اور فصلوں کی ان سے لے کر ایک خاص طریقے سے قربانی کرتے ہیں۔ bonfire بھی اسی نظریہ میں شامل ہے تاکہ ان مُردہ روحوں کو ان حرکتوں سے باز رکھا جائے۔ ان مُردوں کو خوفزدہ کر کے یا بعض قربانیاں دے کر ان کو خوش کر کے باز رکھا جائے اور پھر یہ ہے کہ پھر اگر ڈرانا ہے تو اس کے لئے costume اور خاص قسم کے لباس وغیرہ بنائے گئے ہیں، ماسک وغیرہ پہنے جاتے ہیں۔ بہر حال بعد میں جیسا کہ مَیں نے کہا، جب عیسائیت پھیلی تو انہوں نے بھی اس رسم کو اپنا لیا اور یہ بھی ان کے تہوار کے طور پر اس میں شامل کر لی گئی۔ کیتھولکس خاص طور پر (یہ رسم) زیادہ کرتے ہیں۔ اب یہ رسم عیسائیت کی وجہ سے اور پھر میڈیا کی وجہ سے، آپس کے تعلقات کی وجہ سے تقریباً تمام دنیا میں خاص طور پر مغرب میں، امریکہ میں، کینیڈا میں، یہاں UK میں، جاپان میں، نیوزی لینڈ میں، آسٹریلیا وغیرہ میں، یورپ کے بعض ملکوں میں پھیل چکی ہے اور جیسا کہ مَیں نے کہا یہ چھُپی ہوئی برائی ہے۔ جیسے مغرب میں رہنے والے مسلمان بھی اختیار کر رہے ہیں۔ بچے مختلف لباس پہن کر گھر گھر جاتے ہیں۔ گھر والوں سے کچھ وصول کیا جاتا ہے تاکہ روحوں کو سکون پہنچایا جائے۔ گھر والے اگر ان مختلف قسم کے لباس پہنے ہوئے بچوں کو کچھ دے دیں تو مطلب یہ ہے کہ اب مردے اس گھر کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ یہ ایک شرک ہے۔ بے شک آپ یہی کہیں کہ fun ہے، ایک تفریح ہے لیکن جو پیچھے نظریات ہیں وہ مشرکانہ ہیں اور پھر یہ کہ ویسے بھی یہ ایک احمدی بچے کے وقار کے خلاف بات ہے کہ عجیب و غریب قسم کا حلیہ بنایا جائے اور پھر گھروں میں فقیروں کی طرح مانگتے پھریں۔ چاہے وہ یہی کہیں کہ ہم مانگنے جا رہے تھے یا چاکلیٹ لینے جا رہے تھے لیکن یہ مانگنا بھی غلط ہے۔ احمدی کا ایک وقار ہونا چاہئے اور اس وقار کو ہمیں بچپن سے ہی ذہنوں میں قائم کرنا چاہئے اور پھر یہ چیزیں جو ہیں مذہب سے بھی دور لے جاتی ہیں۔ بہر حال جب یہ منایا جاتا ہے تو پیغام اس میں یہ ہے کہ چڑیلوں کا وجود، بدروحوں کا وجود، شیطان کی پوجا، مافوق الفطرت چیزوں پر عارضی طور پر جو یقین ہے وہ fun کے لئے کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ انتہائی غلط نظریہ ہے۔ پس یہ سب شیطانی چیزیں ہیں۔ اس سے ہمارے بچوں کو نہ صرف پرہیز کرنا چاہئے بلکہ سختی سے بچنا چاہئے۔ ماضی قریب تک دیہاتوں کے رہنے والے جو لوگ تھے وہ بچوں کو جو اس طرح ان کے دروازے

پر مانگنے جایا کرتے تھے اس خیال سے بھی کچھ دے دیتے تھے کہ مُردہ روحیں ہمیں نقصان نہ پہنچائیں۔ بہر حال چونکہ بچے اور ان کے بعض بڑے بھی بچوں کی طرف سے پوچھتے رہتے ہیں۔ اس لئے مَیں بتارہا ہوں کہ یہ ایک بد رسم ہے اور ایسی رسم ہے جو شرک کی طرف لے جانے والی ہے۔ پھر اس کی وجہ سے بچوں میں fun کے نام پر، تفریح کے نام پر غلط حرکتیں کرنے کی جرأت پیدا ہوتی ہے۔ ماں باپ ہمسایوں سے بداخلاقی سے پیش آتے ہیں۔ ماں باپ سے بھی اور ہمسایوں سے بھی اور اپنے ماحول سے بھی، اپنے بڑوں سے بھی بداخلاقی سے پیش آنے کا رجحان بھی اس وجہ سے بڑھتا چلا جارہا ہے۔ یہ بھی ایک سروے ہے۔ حتیٰ کہ دوسرے جرائم بھی اس لئے بڑھ رہے ہیں۔ اس قسم کی حرکتوں سے ان میں جرأت پیدا ہوتی جا رہی ہے۔ مغرب میں ہر برائی کو بچوں کے حقوق اور fun کے نام پر تحفظات مل جاتے ہیں، اجازت مل جاتی ہے اور مل رہی ہے لیکن اب خود ہی یہ لوگ اس کے خلاف آوازیں بھی اٹھانے لگ گئے ہیں۔ کیونکہ اس سے اخلاق برباد ہو رہے ہیں۔ پھر halloween کے خلاف کہنے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ اس سے بچوں میں تفریح کے نام پر دوسروں کو ڈرانے اور خوفزدہ کرنے کی برائی جیسا کہ مَیں نے بتایا کہ بڑھ رہی ہے اور جرائم بھی اس وجہ سے بڑھ رہے ہیں۔ ایک تو فلموں نے غلط تربیت کی ہے۔ پھر اگر عملی طور پر ایسی حرکتیں کرنے لگ جائیں اور ان کو تفریح کے نام پر بڑے encourage کرنا شروع کر دیں تو پورے معاشرے میں پھر بگاڑ ہی پیدا ہوگا اور کیا ہو سکتا ہے؟ اور پھر ہمارے لئے سب سے بڑی بات جیسا کہ مَیں نے کہا مُردوں کو خدا کے مقابل پر کھڑا کر کے ان کے کسی بھی غلط عمل سے محفوظ کرنے کا شیطانی طریق اختیار کیا گیا ہے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ کے مقابل پر کھڑا کر کے ایک شرک قائم کیا جارہا ہے یا بچوں کو تحفے تحائف دے کے ان کی روحوں کو خوش کیا جارہا ہے یا جادوگروں کے ذریعہ سے جادو کر کے ڈرایا جارہا ہے۔ بہر حال یہ نہایت لغو اور بیہودہ تصور ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 29/ اکتوبر 2010ء)

بس اس تہوار کو منانے کا صرف اور صرف نقصان ہے فائدہ کچھ بھی ہے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ مزید اس کے نقصانات سے آگاہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"ایک مصنف ہیں ڈاکٹر گریس کیٹر مین، ایم ڈی، وہ اپنی کتاب You and your child's problems میں لکھتے ہیں کہ:

A tragic, by-product of fear in the lives of children as early as preadolescence is the interest and involvement in super natural occult phenomena

یعنی بچوں کی زندگی میں جوانی میں قدم رکھنے سے پہلے، اس عمر سے پہلے یا اس دوران میں خوف کی انتہائی مایوس کن حالت جو لاشعوری طور پر پیدا ہو رہی ہے وہ مافوق الفطرت چیزوں میں دلچسپی اور ملوث ہونے کی وجہ سے ہے۔

اب halloween کی وجہ سے جو بعض باتیں پیدا ہو رہی ہیں ان میں یہ باتیں صرف یہاں تک نہیں رکتیں کہ costume پہنے اور گھروں میں مانگنے چلے گئے بلکہ بعض بڑے بچے پھر زبردستی گھر والوں کو خوفزدہ کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں اور دوسری باتوں میں، جرموں میں بھی ملوث ہو جاتے ہیں اور نتیجہ پھر جہاں وہ معاشرے کو، ماحول کو ڈسٹرب کر رہے ہوتے ہیں اور نقصان پہنچا رہے ہوتے ہیں وہاں ماں باپ کے لئے بھی دردِ سر بن جاتے ہیں اور اپنی زندگی بھی برباد کر لیتے ہیں۔ اس لئے مَیں پھر احمدیوں سے کہتا ہوں کہ ان باتوں سے بہت زیادہ بچنے کی ضرورت ہے۔ احمدی بچوں اور بڑوں کا کام ہے کہ خدا تعالیٰ سے تعلق بڑھائیں۔ جو ہمارا مقصد ہے اس کو پہچانیں۔ وہ باتیں کریں جن کے کرنے کا خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ مغربی معاشرے کا اثر اتنا اپنے اوپر نہ طاری کریں کہ بُرے بھلے کی تمیز ختم ہو جائے۔ خدا تعالیٰ سے تعلق اور اس کی ذات کی بڑائی کو بھی بھول جائیں اور مخفی شرک میں مبتلا ہو جائیں اور اس کی وجہ سے پھر ظاہری شرک بھی ہونے لگ جاتے ہیں۔

بعض برائیاں غیر محسوس طریق پر انسان کو اپنے دامن میں گرفتار کر لیتی ہیں۔ ان میں سے ایک شرک بھی ہے۔ بعض ظاہری شرک نہ سہی شرک خفی میں مبتلا ہیں۔ ایک احمدی مسلمان کا فرض ہے کہ اپنی

حالتوں میں اور اپنے عملوں میں تبدیلی پیدا کریں۔ اپنی عبادتوں کو ایسا بنائیں کہ خدا تعالیٰ کی توحید ہماری عبادتوں میں بھی نظر آنے لگے۔"

(فرمودہ مورخہ 29/اکتوبر 2010ء)

اتنے واضح احکامات کے بعد کسی احمدی کے پاس یہ گنجائش نہیں رہتی کہ وہ کسی بھی طرح اس لغو تہوار کا حصہ بنے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورہ المومنون میں مومنین کی جو صفات بتائی ہے وہ ہے کہ

"اَلَّذِینَ هُم عَنِ اللَّغوِ مُعرِضُونَ" (المؤمنون:4)

ترجمہ:(جو لغو سے اعراض کرنے والے ہوں)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"یعنی مومن وہ ہیں جو لغو کاموں اور لغو حرکتوں اور لغو مجلسوں اور لغو صحبتوں اور لغو تعلقات سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 197)

اسلامی لحاظ سے یہ تہوار کس طرح غلط ہے اس کا اگر جائزہ لیں تو سب سے زیادہ قبیح چیز ہالوین میں شرک کے عنصر کا پایا جانا ہے۔ ہم بحیثیت مسلمان اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ جزا سزا کا ایک دن مقرر ہے اور موت و حیات سب اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے اور کسی بھی امر کو خدا تعالیٰ کی مرضی کے بغیر کسی طور بدلہ نہیں جا سکتا۔ تو یہ تہوار جس کی بناء شرک پر ہے اور شرک ہر گناہ سے عظیم تر گناہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شرائط بیعت کی شرط نمبر اول میں احمدی سے یہ پختہ وعدہ لیا ہے کہ بیعت کنندہ شرک سے مجتنب رہے گا۔ تو شرک سے اجتناب کرنے کے لیے بھی ہمیں اب اسے سب تہواروں سے دور رہنا چاہیئے۔

اسراف

معزز بہنو! ہیلووین کا تہوار بے جا اسراف اور فضول خرچی پر مبنی ایک تہوار ہے۔ مہنگے خوفناک ڈھانچے، کھلونے شروع اکتوبر سے ہی گھروں کے آگے سجا دیئے جاتے ہیں پھر چاکلیٹس کینڈیز کے ڈبے

کے ڈبے لائے جاتے ہیں جو بچوں میں تقسیم کیے جاتے ہیں جن میں سے کچھ بچے کھاتے اور اکثر ضائع کرتے ہیں۔

پھر اس کی پارٹیز کے لیے مہنگے مہنگے ملبوسات خریدے جاتے ہیں۔ ہر کوئی چاہتا ہے کہ وہ سب سے خوفناک لباس پہن کر دوسروں کو دہشت زدہ کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ اسکول، کالج یونیورسٹیز یہاں تک کے آفس اور دیگر کام کرنے کی جگہوں پر بھی ہیلووین پارٹیز منعقد ہوتی ہیں جس میں مختلف بہروپ دھارے جاتے ہیں اور بے جا روپیہ ضائع کیا جاتا ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اسراف کرنے والوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ

وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ۔ الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ (الشعراء:152-153)

ترجمہ: اور مت اطاعت کرو ان کی جو حد سے بڑھ جانے والے ہیں۔ وہ (لوگ) جو زمین میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔

پھر اسراف اور سوال کرنے دونوں کے بارے میں حدیث النبویؐ ہے

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کو تین باتیں ناپسند ہیں ایک بے فائدہ بک بک، دوسرے روپیہ تباہ کرنا، تیسرے بہت مانگنا۔

(بخاری، جلد اول کتاب الزکوۃ حدیث نمبر:1391)

سوال کرنا

گھر گھر جا کر کینڈیز اور چاکلیٹس مانگنا بھی اسلامی تعلیمات کے لحاظ سے بیت نامناسب ہے۔ بچوں کو ہرگز ایسی کوئی عادت نہیں ڈالنی چاہئے کہ وہ ہر کسی سے بلا جھجک سوال کر سکیں۔ سوال کرنے کو اسلام میں پسندیدہ قرار نہیں دیا۔ بلکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اوپر والا ہاتھ (دینے والا) نچلے ہاتھ سے بہتر ہے۔

(صحیح مسلم حدیث 561)

توبچوں کی عزت نفس کی حفاظت کے لیے بھی گھر گھر جا کر سوال کرنا کسی طور مناسب نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی ہمارے گھر آکر چاکلیٹس یا کینڈیز کا تقاضا کرے تو اس بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سے ایک بچی نے سوال کیا کہ انکا ٹریڈیشن ہالوین ہے تو جب وہ Trick Or Treat کرنے آئیں تو آپ ان کو سوئٹیس دے سکتے ہیں؟

اس کا جواب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ

اگر وہ تمہیں چپڑیں مارتے ہیں تو دے دو بعض دفعہ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ بڑے فیرس ہو جاتے ہیں مارتے ہیں گالیاں نکالتے ہیں اگر نہ دو تو۔ تو اپنی جان چھڑانے کے لیے ایک چاکلیٹ کا ڈبہ ان کو دے دو۔ لیکن تم نے یہ نہیں کرنا کہ ان کے ساتھ لوگوں کے دروازوں پر جا کر ناک کر کر کے مانگتی پھرو۔ تمہیں مانگنے کی اجازت نہیں ہے۔ تمہارے پاس کوئی مانگنے کے لیے آجاتا ہے تو فقیر سمجھ کر اُسے دے دیا کرو۔ مانگنے والا سمجھ کے دے دو کہتے ہیں ناں کہ سوالی کو انکار نہیں کرنا چاہیے اس لیے دے دو۔

اس لیے بھی دے دو کہ اپنی جان بچانی ہے۔ حکمت اسی میں ہوتی ہے کہ بلاوجہ کے جھگڑے نہ کیے جائیں۔ لیکن یہ تمہیں اجازت نہیں ہے کہ تمہیں کھینچ کے لے جائیں لڑکیاں تمہاری کلاس فیلوز یا دوستیں کہ آو اب ہم بھی ناک کریں اگلے گھر کا دروازہ اور مانگیں۔ ہیلووین تو انکی بعد کی ٹریڈیشن ہے جو عیسائیوں نے لے لی ہے اصل میں یہ پرانے مذہب یا جن کا کوئی مذہب نہیں تھا ان لوگوں کا ٹریڈیشن تھا یہ عیسائی تو جہاں جاتے ہیں وہی ٹریڈیشن لے لیتے ہیں ہم نے تو نہیں لینی۔

پھر اسی طرح ایک بار سوال وجواب کی محفل میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ سے کسی نے کرسمس اور اس طرح کی دیگر غیر اسلامی سرگرمیاں جو اسکول میں ہوتیں ہیں ان میں احمدی بچے بچیوں کے شرکت کرنے کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے جواب دیا کہ معمولی سی بات ہے ادنی سی کامن سینس کی بات ہے ہر وہ چیز جو آپ کے مذہب اور اصولوں کے خلاف ہے اس میں آپ نے شرکت نہیں کرنی بس۔

(24اکتوبر1996)

معزز بہنو! خلیفۂ وقت کی ہر دور کی برائیوں اور بدیوں پر بخوبی نظر ہوتی ہے اور آپ آنے والے خطرات سے جماعت کو آگاہ کرتے رہتے ہیں۔ اگرچہ افراد جماعت ایسی لغویات سے دور رہتے ہیں لیکن پھر بھی اگر کسی ایک بھی فرد کے ذہن میں یہ خیال آئے کہ یہ تو محض بچوں کا fun ہے۔ اس سے کونسا کچھ فرق پڑتا ہے لیکن یہ چھوٹی چھوٹی رسومات اور چھوٹی چھوٹی بدیوں کی لگاتار دستک بسا اوقات ایمان کے دروزے میں ڈرار پیدا کر دیتی ہے اسماعیل میرٹھی کا مشہور شعر ہے کہ

جو پتھر پہ پانی پڑے متصل
تو بے شبہ گھس جائے پتھر کی سل

تو بظاہر یہ معمولی نظر آنے والے پانی کے قطرے ایمان کی پتھر جیسی مضبوط سل کو بھی گھسا دیا کرتے ہیں۔ پس ان سب خود ساختہ تہواروں سے خود بھی بچنے اور اپنی نسلوں کو ان کے بداثرات سے محفوظ رکھنے کی اشد ضرورت ہے۔ الحمد للہ کہ ہم وہ خوش نصیب ہیں جو خلافت کی نعمت سے نوازے گئے ہیں اور اس نعمت کے افضال ہمیشہ ہمارے ساتھ ساتھ رہتے ہیں انہی افضال و انعامات کا ذکر کرتے ہوئے اور افراد جماعت کو ان کی ذمہ داریاں سمجھاتے ہوئے پیارے آقا حضرت مرزا مسرور احمد ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

"پس اللہ تعالیٰ کے یہ سب فضل تقاضا کرتے ہیں کہ توجہ دلانے پر ہر برائی سے بچنے کا عہد کرتے ہوئے لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھیں۔ نیکیوں پر خود بھی قدم ماریں اور اولاد کو بھی اس پر چلنے کی تلقین کریں اور اس کے لئے کوشش کریں۔ خدا تعالیٰ کے اس ارشاد اور انذار کو ہمیشہ سامنے رکھیں کہ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْاقُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَ اَھْلِیْکُمْ نَارًا (التحریم:7) اے مومنو! اپنے آپ کو بھی اور اپنی اولاد کو بھی آگ سے بچاؤ۔ آج کل تو دنیا کی چمک دمک اور لہو و لعب، مختلف قسم کی برائیاں جو مغربی معاشرے میں برائیاں نہیں کہلاتیں لیکن اسلامی تعلیم میں وہ برائیاں ہیں، اخلاق سے دور لے جانے والی ہیں، منہ پھاڑے کھڑی ہیں جو ہر ایک کو اپنی لپیٹ میں لینے کی کوشش کرتی ہیں۔

(خطبہ جمعہ 23/ اپریل 2010ء)

اللہ تعالیٰ ہمیشہ شیطان کے حملوں سے ہمیں اور ہماری نسلوں کو محفوظ رکھے۔ اور ایسی برائیوں جو ہمیں خدا تعالیٰ سے دور لے جانے والی ہوں وہ ہمارے دلوں میں ان کے لیے کراہت پیدا کر دے اور ہم نیکی کو

سنوار کر ادا کرنے والے ہوں اور بدی کو بیزار ہو کر ترک کرنے والے ہوں۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔

آمین اللھم آمین

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اُسے دے چکے مال و جان بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے



﴾57﴿ ﴾مشاہدات:174﴿

پردہ، حکمِ خداوندی ہے

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ۔ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۠ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَاۗىِٕهِنَّ اَوْ اٰبَاۗءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَاۗىِٕهِنَّ اَوْ اَبْنَاۗءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَاۗىِٕهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَاۗءِ ۠ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ۭ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔(النور:31-32)

ترجمہ:(اے رسول)مومنوں کو کہہ دے کہ اپنی آنکھیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں۔یہ بات ان کے لیے زیادہ پاکیزگی کا موجب ہے۔یقیناً اللہ،جو وہ کرتے ہیں اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے اور مومن عورتوں سے کہہ دے کہ وہ اپنی آنکھیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ کیا کریں سوائے اس کے کہ جو اس میں سے از خود ظاہر ہو اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈال لیا کریں اور اپنی زینتیں ظاہر نہ کیا کریں مگر اپنے خاوندوں کے لیے یا اپنے باپوں یا اپنے خاوندوں کے باپوں یا اپنے بیٹوں کے لیے یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں کے لیے یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں یا اپنی بہنوں کے بیٹوں یا اپنی عورتوں یا اپنے زیرِ نگیں مردوں کے لیے یا مردوں میں ایسے خادموں کے لیے جو کوئی(جنسی)حاجت نہیں رکھتے یا ایسے بچوں کے لیے جو عورتوں کی پردہ دار جگہوں سے بے خبر ہیں اور وہ اپنے پاؤں اس طرح نہ ماریں کہ(لوگوں پر)وہ ظاہر کر دیا جائے جو(عورتیں عموماً)

اپنی زینت میں سے چھپاتی ہیں اور اے مومنو! تم سب کے سب اللہ کی طرف توبہ کرتے ہوئے جھکو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

پردہ اعزاز ہے عورت کا تذلیل نہیں، تحقیر نہیں
جو رنگِ حیا سے عاری ہو وہ عورت کی تصویر نہیں
پردہ ہے علامت عصمت کی، پردہ ہے روایت عظمت کی
عورت کے تقدس کی خاطر کوئی اس سے حسیں تدبیر نہیں

معزز بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **پردہ، حکمِ خداوندی ہے**

آج کی تقریر کے عنوان میں لفظِ پردہ اور لفظِ حکمِ خداوندی پر غور کرنا ضروری ہے۔ پہلے حکمِ خداوندی کے الفاظ کو لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں جو فرمان، اوامر و نواہی نازل فرمائے اور قرآن کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ احادیثِ قدسیہ میں جو فرمودات بیان ہوئے وہ تمام حکمِ الٰہی کے زُمرے میں آتے ہیں جن کی جمع احکامِ الٰہی ہو گا۔ اِن پر بِلا حجت و حِیَل عمل کرنا ایک مؤمن پر لازمی ہے۔ عورت کے لئے پردے کا حکم بھی انہی فرمودات اور احکامات میں سے ایک حکم ہے۔ حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔“

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 26)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی پردہ کے قرآنی حکم کی تعمیل پر اِس حد تک توجہ دیتے تھے کہ فرمایا:

”پردہ چھوڑنے والا قرآن کی ہتک کرتا ہے اور ایسے انسان سے ہمارا کیا تعلق۔ وہ ہمارا دشمن اور ہم اُس کے دشمن اور ہماری جماعت کے مردوں اور عورتوں کا فرض ہے کہ وہ ایسی احمدی عورتوں اور ایسے احمدی مردوں سے کوئی تعلق نہ رکھیں۔“

(الفضل 27/جون 1958ء)

اِسی سلسلے میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے ایک موقع پر فرمایا:

”بڑی شدت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ تحریک ڈالی ہے کہ احمدی مستورات بے پردگی کے خلاف جہاد کا اعلان کریں۔ کیونکہ اگر آپ نے بھی میدان چھوڑ دیا تو دنیا میں اور کون سی عورتیں ہوں گی جو اسلامی اقدار کی حفاظت کے لئے آگے آئیں گی۔“

(الفضل 28/ فروری 1983ء)

معزز بہنو! اب ہم لفظِ پردہ کی طرف آتے ہیں۔ پردہ کسی روک یا غلاف کو کہتے ہیں جو کسی چیز کی حفاظت کے لئے بنائی جاتی ہے۔ بعض عورتیں کھانے والی اشیاء کو کیڑے مکوڑوں سے بچاؤ کے لئے برتن کو ڈھانپ یا ڈھانک دیتی ہیں یعنی برتن پر پردہ کر دیتی ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بعض اشیاء کے لیے حفاظت کا سامان مہیا کر دیا ہے۔ قریباً تمام ہی پھل اور سبزیاں چھلکوں یعنی غلاف میں لپٹی ہوتی ہیں۔ جو ایک طرف غلاف کے وجہ سے خوبصورت بھی لگ رہی ہوتی ہیں تو دوسری طرف اس کے اندر کے گُودے اور مغز کی حفاظت بھی ہو رہی ہوتی ہے۔ ورنہ اگر پھلوں کے اوپر چھلکے اور غلاف نہ ہوتے تو نہ جانے یہ دھوپ کی حدّت یا موسم کی شدّت برداشت کر پاتے اور نہ چرند پرند اور جانوروں و دیگر حوادث سے محفوظ رہتے اور نہ ہی مختلف قسم کی آلودگیوں سے بچ سکتے تھے۔ اب مکئی کے سٹے کو ہی دیکھیں جس کی شکل و صورت صنفِ نازک سے ملتی جلتی ہے۔ اس کے اندر موجود دانے تہہ در تہہ پردوں میں چھپے ہوتے ہیں۔ سٹے کی حفاظت پر مامور چھلکا مکئی کے دانوں کی جہاں حفاظت کر رہا ہوتا ہے وہاں خوبصورت نظر آنے کے سامان بھی بہم پہنچا رہا ہوتا ہے۔ یہی کیفیت عورت کے لئے پردے کی ہے جس سے وہ خوبصورت لگنے کے ساتھ ساتھ اس کی حفاظت بھی ہو رہی ہوتی ہے۔

معزز خواتین! اسلامی اصطلاح میں پردہ سے مراد عورت کا اپنے جسم کو ہر بُری نظر سے بچانے کے لیے ڈھانپ کر رکھنا ہے پردہ کا یہ خدائی حکم عورت کی حفاظت کا ضامن ہے۔ یہ ڈھال ہے جو اسے کسی بھی بُرے خیالات والے آدمی کے بد ارادوں سے محفوظ رکھتی ہے۔ پردہ عورت کی حفاظت کا وہ ذریعہ ہے جو اسے غلط قسم کے الزام کی زد میں آنے سے بچاتا ہے اور نفس بھی پھسلنے سے بچا رہتا ہے۔ الغرض پردے کا حکم اللہ تعالیٰ نے عورت ہی کے تحفظ کی خاطر نازل فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

اے نبیؐ! تو اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دے کہ وہ اپنی چادروں کو اپنے اوپر جھکا دیا کریں یہ اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچانی جائیں اور انہیں تکلیف نہ دی جائے اور اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے (الاحزاب:60)

معزز بہنو! اگر ہم پردے کی اہمیت و افادیت کے متعلق اسلامی احکامات کا مطالعہ کریں تو بلاشبہ اسلام نے دیگر تمام مذاہب سے بڑھ کر پردہ کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمُّ المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو ایک نابینا صحابی ابنِ ام مکتومؓ سے پردہ کرنے کا حکم دیا۔ جب انہوں نے عرض کی یارسول اللہؐ! وہ تو نابینا ہیں اور ہمیں نہیں دیکھ سکتے اس پر آپؐ نے فرمایا کیا تم دونوں بھی نابینا ہو کہ اس کو نہیں دیکھ سکتیں؟

(مشکوٰۃ کتاب الادب)

جن آیات کی تلاوت خاکسار اوپر کر آئی ہے اُس سے یہ بات عیاں ہے کہ پردے کے حکم کا آغاز غضِ بصر سے ہوتا ہے۔ آنکھ کی پاکیزگی اصل پردے کی نشان دہی کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اِس سلسلہ میں مرد کو پہلے غضِ بصر کرنے کی تلقین فرمائی ہے گویا کہ غضِ بصر، پردے کی پہلی سیڑھی ہے جس پر چڑھ کر مرد اور عورت دونوں ہی اپنی اپنی عِصمت کی حفاظت کی ضمانت دے سکتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”قرآن مسلمان مردوں اور عورتوں کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ غضِ بصر کریں۔ جب ایک دوسرے کو دیکھیں گے ہی نہیں تو محفوظ رہیں گے... اسلامی پردہ سے یہ ہرگز مراد نہیں ہے کہ عورت جیل خانہ کی طرح بند رکھی جاوے۔ قرآن شریف کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں ستر کریں۔ وہ غیر مرد کو نہ دیکھیں۔ جن عورتوں کو باہر جانے کی ضرورت تمدنی امور کے لیے پڑے ان کو گھر سے باہر نکلنا منع نہیں ہے، وہ بیشک جائیں لیکن نظر کا پردہ ضروری ہے۔“

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 405، مطبوعہ 2016ء)

حضور انور ایدہ اللہ نے مردوں اور عورتوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

''تو مومن کو تو یہ حکم ہے کہ نظریں نیچی کرو اور اس طرح عورتوں کو گھور گھور کر نہ دیکھو اور ویسے بھی بلا وجہ دیکھنے کا جس سے کوئی واسطہ تعلق نہ ہو کوئی جواز نہیں ہے۔ لیکن عموماً معاشرے میں عورت کو بھی کوشش کرنی چاہئے کہ ایسے حالات پیدا نہ ہوں کہ اس کی طرف توجہ اس طرح پیدا ہو جو بعد میں دوستیوں تک پہنچ جائے۔ اگر پردہ ہو گا تو وہ اس سلسلے میں کافی مددگار ہو گا۔''

(خطاب از مستورات جلسہ سالانہ یو کے 31/ جولائی 2004، ٹلفورڈ)

چہرے کا پردہ کیوں ضروری ہے؟

معزز خواتین! پردے اور خصوصاً چہرے کے پردے کے حوالہ سے ہمارے معاشرہ میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ غضِ بصر کے حوالے سے ہم اوپر سُن آئے ہیں آنکھ بھی چہرے کا حصہ ہے جس سے بعض قباحتیں جنم لیتی ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ''چہرے کا پردہ کیوں ضروری ہے'' کے حوالے سے ایک خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں:

''زینت ظاہر نہ کرو۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ جیسا کہ عورتوں کو حکم ہے میک اَپ وغیرہ کر کے باہر نہ پھریں۔ باقی قد کاٹھ، ہاتھ پیر چلنا پھرنا، جب باہر نکلیں گے تو نظر آ ہی جائے گا۔ یہ زینت کے زمرے میں اس طرح نہیں آتے کیونکہ اسلام نے عورتوں کے لئے اس طرح کی قید نہیں رکھی۔ تو فرمایا کہ جو خود بخود ظاہر ہوتی ہو اس کے علاوہ باقی چہرے کا پردہ ہونا چاہئے اور یہی اسلام کا حکم ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس کی ایک تشریح یہ فرمائی تھی کہ ماتھے سے لے کر ناک تک کا پردہ ہو۔ پھر چادر سامنے گردن سے نیچے آ رہی ہو۔ اسی طرح بال بھی نظر نہیں آنے چاہئیں۔ سکارف یا چادر جو بھی چیز عورت اوڑھے وہ پیچھے سے بھی اتنی لمبی ہو کہ بال وغیرہ چھپ جاتے ہوں۔ (اِلَّا مَاظَھَرَ مِنۡھَا) یعنی سوائے اس کے جو آپ ہی آپ ظاہر ہو۔ اس کے بارے میں حضرت مصلح موعودؓ تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ (اِلَّا مَاظَھَرَ مِنۡھَا) یعنی سوائے اس کے جو آپ ہی آپ ظاہر ہو۔ یہ الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ جو چیز خود بخود ظاہر ہو شریعت نے صرف اس کو جائز رکھا ہے۔ یہ نہیں کہ جس مقام کو کوئی عورت آپ ظاہر کرنا چاہے اس کا ظاہر کرنا اس کے لئے جائز ہو۔ میرے نزدیک آپ ہی آپ ظاہر ہونے والی موٹی چیزیں دو ہیں یعنی قد اور جسم کی حرکات

اور چال لیکن عقلاً یہ بات ظاہر ہے کہ عورت کے کام کے لحاظ سے یا مجبوری کے لحاظ سے جو چیز آپ کی آپ ظاہر ہو وہ پردے میں داخل نہیں۔ چنانچہ اسی اجازت کے ماتحت طبیب عورتوں کی نبض دیکھتا ہے کیونکہ بیماری مجبور کرتی ہے کہ اس چیز کو ظاہر کر دیا جائے۔ پھر فرمایا کہ اگر کسی گھرانے کے مشاغل ایسے ہوں کہ عورتوں کو باہر کھیتوں میں یا میدانوں میں کام کرنا پڑے تو ان کے لئے آنکھوں سے لے کر ناک تک کا حصہ کھلا رکھنا جائز ہوگا اور پردہ ٹوٹا ہوا نہیں سمجھا جائے گا کیونکہ بغیر اس کے کھولنے کے وہ کام نہیں کر سکتیں اور جو حصہ ضروریات زندگی کے لئے اور ضروریات معیشت کے لئے کھولنا پڑتا ہے اس کا کھولنا پردے کے حکم میں ہی شامل ہے.... لیکن جس عورت کے کام اسے مجبور نہیں کرتے کہ وہ کھلے میدانوں میں نکل کر کام کرے اس پر اس اجازت کا اطلاق نہ ہوگا۔ غرض اِلَّا مَاظَهَرَ مِنْهَا کے ماتحت کسی مجبوری کی وجہ سے جتنا حصہ ننگا کرنا پڑے ننگا کیا جا سکتا ہے۔(تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ 298-299) تو اس تفصیل سے پردے کی حد کی بھی کافی حد تک وضاحت ہو گئی کہ کیا حد ہے۔ چہرہ چھپانے کا بہر حال حکم ہے۔ اس حد تک چہرہ چھپایا جائے کہ بے شک ناک ننگا ہوا اور آنکھیں ننگی ہوں تا کہ دیکھ بھی سکے اور سانس بھی لے سکے۔

حضور انور ایدہ اللہ نے اس حوالہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور احادیث سے مثالیں دیتے ہوئے مزید فرمایا کہ

”اس بارے میں حضرت مصلح موعودؓ نے احادیث سے یہ دلیل دی ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو اس لڑکی کی شکل دیکھنے کے لئے بھیجا جس کا رشتہ آیا تھا۔ اس کی شکل دیکھنے کے لئے بھیجا تا کہ دیکھ کر آئیں۔ اگر چہرہ کا پردہ نہ ہوتا تو ظاہر ہے کہ پھر تو ہر ایک نے شکل دیکھی ہوتی۔ پھر دوسری مرتبہ یہ واقعہ حدیث میں بیان ہوتا ہے کہ جب ایک لڑکے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم فلاں لڑکی سے شادی کرنا چاہتے ہو۔ تم نے اس کو دیکھا ہے؟ اگر نہیں دیکھا تو جا کر دیکھ آؤ۔ کیونکہ پردے کا حکم تھا بہر حال دیکھا نہیں ہوگا۔ تو جب وہ اس کے گھر گیا اور لڑکی کو دیکھنے کی خواہش کی تو اس کے باپ نے کہا کہ نہیں اسلام میں پردے کا حکم ہے اور میں تمہیں لڑکی نہیں دکھا سکتا۔ پھر اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حوالہ دیا تب بھی وہ نہ مانا۔ بہر حال ہر ایک کی اپنی ایمان کی حالت ہوتی ہے۔

اسلام کے اس حکم پر اس کی زیادہ سختی تھی بجائے اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو موقع محل کے مطابق تسلیم کرتا اور مانتا۔ تولڑکی جو اندر بیٹھی یہ باتیں سن رہی تھی وہ باہر نکل آئی کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے تو پھر ٹھیک ہے میرا چہرہ دیکھ لو۔ تو اگر چہرہ کے پردہ کا حکم نہیں تھا تو حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں فرمایا۔ ہر ایک کو پتہ ہوتا کہ فلاں لڑکی کی یہ شکل ہے اور فلاں کی فلاں شکل۔"

(''پردہ'' مشتمل بر ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ صفحہ 29 تا 31)

پھر حضور ایدہ اللہ نے بالوں کے پردہ کے حوالے سے ایک موقع پر فرمایا:

''بعض لڑکیاں کہہ دیتی ہیں کہ ہم نے سر ڈھانک لیا ہے اور یہ کافی ہے لیکن سر اس طرح نہیں ڈھانکا ہوتا جس طرح اللہ اور اس کے رسول نے حکم دیا ہے۔ بال صاف نظر آرہے ہوتے ہیں آدھا سر ڈھکا ہوتا ہے آدھا ننگا ہوتا ہے۔ گریبان تک نظر آرہا ہوتا ہے۔ کوٹ اگر پہنا ہوا ہے تو کہنیوں تک بازو ننگے ہوتے ہیں۔ گھٹنوں سے اوپر کوٹ ہوتے ہیں۔ یہ نہ ہی ایک احمدی لڑکی اور عورت کی حیا ہے اور نہ ہی یہ ایک احمدی عورت کی آزادی کی حد ہے بلکہ اس ذریعہ سے اس طرح کی حرکتیں کر کے وہ اپنی حیا پر الزام لا رہی ہوتی ہیں اور بحیثیت احمدی اپنی آزادی کی حدود کو بھی توڑ رہی ہوتی ہیں۔ پس ہمیشہ ایک احمدی عورت کو جس کا ایک تقدس ہے یاد رکھنا چاہئے کہ آپ کی حدود کا ایک دائرہ ہے اس حدود کے دائرے سے تجاوز کرنا آپ کے تقدس کو مجروح کرتا ہے ...پس ہمیشہ ایک احمدی لڑکی ایک احمدی عورت کو یاد رکھنا چاہئے کہ اس کا ایک تقدس ہے اس کا ایک مقام ہے جس کو قائم رکھنا ہر دوسری خواہش سے زیادہ ضروری ہے۔ اپنی عزت کی حفاظت اور اپنے خاندان کی عزت کی حفاظت ایک احمدی عورت اور لڑکی کے لئے سب سے زیادہ اہم چیز ہے اور ہونی چاہیے ایک احمدی عورت اور بچی کی عصمت کی قیمت ہزاروں لاکھوں جواہرات سے زیادہ قیمتی ہے۔"

(کتاب پردہ صفحہ 39)

اسلام کی اس خوب صورت تعلیم کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے یوں بیان فرمایا ہے:

”وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں منہ چھپانے کا حکم نہیں ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ قرآن کریم تو کہتا ہے کہ زینت چھپاؤ اور سب سے زیادہ زینت کی چیز چہرہ ہی ہے۔ اگر چہرہ چھپانے کا حکم نہیں تو پھر زینت کیا چیز ہے جس کو چھپانے کا حکم دیا گیا ہے۔“

(تفسیر کبیر جلد6 صفحہ 301)

معزز خواتین! سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ ماریشس کے موقع پر احمدی خواتین سے خطاب کرتے ہوئے ایک احمدی خاتون اسلامی پردہ کی اہمیت کی طرف یوں توجہ دلائی۔ فرمایا:

”قرآن کریم کے حکموں میں سے ایک حکم عورت کی حیا اور اس کا پردہ کرنا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تمہاری زینت نامحرموں پر ظاہر نہ ہو۔ یعنی ایسے لوگ جو تمہارے قریبی رشتہ دار نہیں ہیں ان کے سامنے بے حجاب نہ جاؤ۔ جب باہر نکلو تو تمہارا سر اور چہرہ ڈھکا ہونا چاہئے، تمہارا لباس حیادار ہونا چاہئے اس سے کسی قسم کا ایسا اظہار نہیں ہونا چاہئے جو غیر کے لئے کشش کا باعث ہو۔ بعض لڑکیاں کام کا بہانہ کرتی ہیں کہ کام میں ایسا لباس پہننا پڑتا ہے جو کہ اسلامی لباس نہیں ہے۔ تو ایسے کام ہی نہ کرو جس میں ایسا لباس پہننا پڑے جس سے ننگ ظاہر ہو۔ بلکہ یہاں تک حکم ہے کہ اپنی چال بھی ایسی نہ بناؤ جس سے لوگوں کو تمہاری طرف توجہ پیدا ہو۔ پس احمدی عورتوں کو قرآن کریم کے اس حکم پر چلتے ہوئے اپنے لباسوں کی اور اپنے پردے کی بھی حفاظت کرنی ہے اور اب جیسا کہ میں نے کہا باہر سے لوگوں کا یہاں آنا پہلے سے بڑھ گیا ہے۔ پھر ٹیلی وژن وغیرہ کے ذریعہ سے بعض بُرائیاں اور ننگ اور بے حیائیاں گھروں کے اندر داخل ہو گئی ہیں۔ ایک احمدی ماں اور ایک احمدی بچی کا پہلے سے زیادہ فرض بنتا ہے کہ اپنے آپ کو ان بُرائیوں سے بچائے۔ فیشن میں اتنا آگے نہ بڑھیں کہ اپنا مقام بھول جائیں ایسی حالت نہ بنائیں کہ دوسروں کی لالچی نظریں آپ پر پڑنے لگیں۔ یہاں کیونکہ مختلف مذاہب اور کلچر کے لوگ آباد ہیں اور چھوٹی سی جگہ (ماریشس) ہے اس لئے آپس میں گھلنے ملنے کی وجہ سے بعض باتوں کا خیال نہیں رہتا۔ لیکن احمدی خواتین کو

اور خاص طور پر احمدی بچیوں کو اور ان بچیوں کو جو کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھ رہی ہیں اپنی انفرادیت قائم رکھنی ہے۔ ان میں اور دوسروں میں فرق ہونا چاہئے، ان کے لباس اور حالت ایسی ہونی چاہئے کہ غیر مردوں اور لڑکوں کو ان پر بری نظر ڈالنے کی جرأت نہ ہو۔ روشن خیالی کے نام پر احمدی بچی کی حالت ایسی نہ ہو کہ ایک احمدی اور غیر احمدی میں فرق نظر ہی نہ آئے۔''

(خطاب از مستورات جلسہ سالانہ ماریشس 3/دسمبر 2005ء)

احمدی عورت کی ذمہ داریاں

معزز خواتین! اب مَیں اپنی گزارشات کے آخر پر اپنی احمدی ماؤں کو اُن کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلانا چاہتی ہوں۔

احمدی مائیں اپنی بچیوں میں پردہ کا احساس پیدا کریں۔ احمدی بچیوں کی تربیت میں ماؤں کے کردار کی اہمیت کے حوالہ سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ماؤں کو بچیوں میں چھوٹی عمر سے ہی حیا کا احساس دلانے کی طرف توجہ دلائی ہے تاکہ اس کے نتیجہ میں بڑے ہو کر وہ حیادار لباس کی طرف مائل رہیں۔ چنانچہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اس معاشرے میں ہمیں اپنی عورتوں اور لڑکیوں کو حجاب اور پردے اور حیا کا تصور پیدا کروانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ حیادار حجاب کی جھجک اگر کسی بچی میں ہے تو ماؤں کو اسے دور کرنا چاہئے بلکہ اسے خود اپنے آپ بھی دور کرنا چاہئے اگر اس کی عمر ایسی ہے۔ مائیں اگر گیارہ بارہ سال کی عمر تک بچیوں کو حیا کا احساس نہیں دلائیں گی تو پھر بڑے ہو کر ان کو کوئی احساس نہیں ہو گا۔ پس اس معاشرے میں جہاں ہر ننگ اور ہر بیہودہ بات کو اسکول میں پڑھایا جاتا ہے پہلے سے بڑھ کر احمدی ماؤں کو اسلام کی تعلیم کی روشنی میں، قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں اپنے بچوں کو بتانا ہو گا۔ حیا کی اہمیت کا احساس شروع سے ہی اپنے بچوں میں پیدا کرنا ہو گا۔ پانچ چھ سات سال کی عمر سے ہی پیدا کرنا شروع کرنا چاہئے۔ پس یہاں تو ان ملکوں میں چوتھی اور پانچویں کلاس میں ہی ایسی باتیں بتائی جاتی ہیں کہ بچے پریشان ہوتے ہیں جیسا کہ میں پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں۔ اسی عمر میں حیا کا مادہ بچیوں کے دماغوں میں ڈالنے کی ضرورت ہے۔ بعض عورتوں کے اور

لڑکیوں کے دل میں شاید خیال آئے کہ اسلام کے اور بھی تو حکم ہیں۔ کیا اسی سے اسلام پر عمل ہو گا اور اسی سے اسلام کی فتح ہونی ہے۔ یاد رکھیں کہ کوئی حکم بھی چھوٹا نہیں ہوتا۔"

(خطاب از مستورات جلسہ سالانہ کینیڈا 8/ اکتوبر 2016ء)

حضور انور ایدہ اللہ نے ایک موقع پر فرمایا:

"اللہ تعالیٰ سے محبت کا تقاضا ہے کہ اُس کے احکام پر عمل ہو اور حیادار لباس گھر کے اندر بھی اور گھر کے باہر بھی پہنیں۔ یہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے۔ حیا کے تقاضے پورے کرنے کے بعد آپ کو کوئی نہیں روکتا کہ آپ ڈاکٹر بنیں، یا انجینئر بنیں یا ٹیچر بنیں یا کسی بھی ایسے پیشے میں جائیں جو انسانیت کے لئے فائدہ مند پیشہ ہے۔ آپ اس کے ساتھ بالکل آزاد ہیں۔"

(خطاب از مستورات جلسہ سالانہ جرمنی 2/ جون 2012ء)

سب چیزیں قدر و قیمت کی نسبت سے سنبھالی جاتی ہیں
پردہ عورت کی قید نہیں، تعزیر نہیں، زنجیر نہیں
عفت ہے، حیا ہے، نیکی ہے، جنت ہے، سکینت ہے عورت
عورت تو گھر کی زینت ہے بازاروں کی تشہیر نہیں



﴿58﴾ ﴿مشاہدات:175﴾

آج اسلامی پردہ کو اپنانے اور رواج دینے کی ضرورت

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (الاحزاب:60)

اے نبی! تُو اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دے کہ وہ **اپنی** چادروں کو اپنے اوپر جھکا دیا کریں۔ یہ اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچانی جائیں اور انہیں تکلیف نہ دی جائے اور اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

پردہ ہے علامت عصمت کی، پردہ ہے روایت عظمت کی
عورت کے تقدس کی خاطر کوئی اس سے حسیں تدبیر نہیں
ہیں حسن و کشش سے عاری وہ بے رونق اور بے آب سی ہیں
وہ آنکھیں حیا کے کاجل کی جن آنکھوں میں تحریر نہیں

معزز خواتین! آج مَیں اپنی تقریر میں حجاب اور پردہ پر اسلامی تعلیمات بیان کروں گی، یعنی اسلام نے عورت کو اس لحاظ سے کس طرح تحفظ فراہم کیا ہے اور عورت کے تقدس اور عزت میں کیا اضافہ ہوا ہے، پردے کی ضرورت، اہمیت اور افادیت کیا ہے؟

معزز خواتین! سب سے پہلے قرآن کریم میں مذکور پردہ کے بیان میں اس کی اہمیت اور اس کے لوازمات کو سمجھنا ضروری ہے کہ حجاب میں رہتے ہوئے اسلام کی کون کون سی تعلیم پر عمل کرنا ضروری ہے۔ ان تمام امور کو مد نظر رکھ کر حجاب کا استعمال کیا جائے۔ کیونکہ پردہ میں غضِ بصر، شرم و حیا اور قلب و ذہن کی پاکیزگی کی شرائط بیان ہوئی ہیں جو ظاہری حجاب کے بغیر بھی کی جانی ضروری ہیں۔

قرآن کریم میں بیان فرمودہ اسلامی پردہ ایک مسلمان عورت کی شان، اس کی حفاظت اور تکریم ہے۔ ایک مرتبہ مکرم مولانا عطاء المجیب راشد امام مسجد بیت الفضل لندن نے ایک محفل میں ایک خاتون کے سوال کہ اسلام میں عورت اپنے آپ کو لپیٹ کر کیوں رکھتی ہے؟ کے جواب میں فرمایا کہ ہم عمومی اور خواتین بالخصوص 50 پونڈ کے کرنسی نوٹ کو اپنے پرس یا بٹوے کی تہہ در تہہ میں چھپا کر رکھتے ہیں کیونکہ یہ قیمتی ہے، اس کی حفاظت کے لئے ہم ایسا کرتے ہیں۔ ہمارے دینِ اسلام میں بھی مسلمان عورت بھی ایک شرم و حیا اور نزاکت کی وجہ سے قیمتی وجود ہے۔ جسے اپنے آپ کو دنیا کی آلودگیوں سے بچا کر حجاب میں رکھنے کا حکم ہے۔

(الفضل آن لائن 23 فروری 2022ء)

اِسی مضمون کو اگر ہم دنیا میں پائی جانے والی ایسی اشیاء پر لاگو کریں جو کسی نا کسی طرح غلاف میں لپٹی ہوئی ہوتی ہیں۔ تو پردے اور حجاب کا مضمون بہت جلد اور آسانی سے سمجھ آجائے گا۔ جیسے دنیا میں موجود تازہ بتازہ پھلوں، سبزیوں اور ڈرائی فروٹس کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بغور دیکھیں تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آئے گی کہ قریباً تمام ہی پھل اور سبزیاں چھلکوں یعنی غلاف میں لپٹی ہوتی ہیں۔ جو ایک طرف غلاف کے وجہ سے خوبصورت بھی لگ رہی ہوتی ہیں تو دوسری طرف اس کے اندر کے گُودے اور مغز کی حفاظت بھی ہو رہی ہوتی ہے۔ ورنہ اگر پھلوں کے اوپر چھلکے اور غلاف نہ ہوتے تو نہ تو یہ دھوپ کی حدّت یا موسم کی شدّت برداشت کرتے اور نہ چرند پرند اور جانوروں و دیگر حوادث سے محفوظ رہتے اور نہ ہی مختلف قسم کی آلودگیوں سے بچ سکتے تھے ۔ اب مکئی کے سٹے کو ہی دیکھیں جس کی شکل و صورت صنفِ نازک سے ملتی جلتی ہے۔ اس کے اندر موجود دانے تہہ در تہہ پردوں میں چھپے ہوتے ہیں۔ سٹے کی حفاظت پر مامور چھلکا مکئی کے دانوں کی جہاں حفاظت کر رہا ہوتا ہے وہاں خوبصورت نظر آنے کے سامان بھی بہم پہنچا رہا ہوتا ہے۔

پس عورت کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے خاوند کی کھیتی قرار دیا ہے۔ جس کی حفاظت ضروری ہے اور اُسے حجاب یا پردہ کرنے کا حکم ہے تا دوسرے انسان نما وحشیوں سے محفوظ بھی رہے اور اپنے معاشرہ میں خوبصورت بھی لگے۔

عجیب اور اہم نکتہ

معزز خواتین! لفظ "پردہ" کو لغت کے آئینہ میں دیکھیں تو ایک بہت عجیب اور اہم نکتہ بھی سامنے آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض انسانی اعضاء کو ساخت کے لحاظ سے اُن کی حفاظت کے لیے ان کو جِھلیوں میں لپیٹ رکھا ہے۔ جیسے کان کے اندر کی جِھلی جو کان کے پردہ میں موجود ہوتی ہے۔ آنکھ کے آئی بال (Eye Ball) کی حفاظت کے لئے پُتلی یا جھلّی۔ پیٹ کی جھلّی (اگر قربانی کی عید پر بکروں کو ذبح ہوتے دیکھیں۔ ان کے پیٹ یعنی اوجھڑی ایک جھلی میں لپٹی ہوئی نظر آتی ہے)۔ عورت کے رحم کی جِھلّی جو پردہ بَکارت کہلاتی ہے اور کنوارپن کی نشانی ہوتی ہے۔ اسی طرح دل کو بھی نہاں در نہاں خانوں میں تخلیق دے کر اس کی حفاظت کی گئی ہے، نیز جسم کے دیگر اندرونی اعضاء کو بھی مختلف غلافوں میں لپیٹ کر قدرت نے ان کی حفاظت کو یقینی بنایا ہے۔

حجاب لفظ کے تحت بھی جسم کی بعض جِھلیوں کا ذکر ملتا ہے جیسے حجاب حاجز ایک ایسی جھلّی جو معدے کو تنفس کی نالی سے جدا کرتی ہے۔ اِسے پردہ شکم بھی بولتے ہیں۔ پھر دل اور گردے کے ارد گرد کی جھلّی جو ان اعضاء کو مختلف حوادث اور انسانی جسم کی تبدیلیوں سے محفوظ بناتی ہے۔

جہاں تک اسلامی پردہ کا تعلق ہے۔ اس سے مراد، مرد اور عورت دونوں کو غضِ بصر اور اپنی شرم وحیا کی حفاظت کرنے کی تلقین ملتی ہے اور عورتوں کو چہرے کا پردہ کرنے اور اپنی اوڑھنیوں کو اپنے سینے پر سے گزارنے کا حکم ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بد نظری شیطان کے زہر آلود تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے، جو شخص اس کو میرے خوف کی وجہ سے چھوڑ دے میں اس کو ایک ایسی ایمانی قوت دوں گا جس کی شیرینی وہ اپنے دل میں پائے گا۔

(الترغیب والترھیب جلد 3 صفحہ 153)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”مومن کو نہیں چاہئے کہ دریدہ دہن بنے یا بے مہابا اپنی آنکھ کو ہر طرف اُٹھائے پھرے بلکہ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ (النور: 31) پر عمل کر کے نظر کو نیچی رکھنا چاہیے اور بد نظری کے اسباب سے بچنا چاہیے۔“

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 53)

پھر فرمایا:

”یورپ کی طرح بے پردگی پر بھی لوگ زور دے رہے ہیں۔ لیکن یہ ہرگز مناسب نہیں۔ یہی عورتوں کی آزادی فسق و فجور کی جڑ ہے۔ جن ممالک نے اس قسم کی آزادی کو روا رکھا ہے ذرا اُن کی اخلاقی حالت کا اندازہ کرو۔ اگر اس کی آزادی اور بے پردگی سے اُن کی عِفّت اور پاک دامنی بڑھ گئی ہے تو ہم مان لیں گے کہ ہم غلطی پر ہیں۔ لیکن یہ بات بہت ہی صاف ہے کہ جب مرد اور عورت جوان ہوں اور آزادی اور بے پردگی بھی ہو تو اُن کے تعلقات کس قدر خطرناک ہوں گے۔ بد نظر ڈالنی اور نفس کے جذبات سے اکثر مغلوب ہو جانا انسان کا خاصہ ہے۔ پھر جس حالت میں کہ پردہ میں بے اعتدالیاں ہوتی ہیں اور فسق و فجور کے مرتکب ہو جاتے ہیں تو آزادی میں کیا کچھ۔ نہ۔ ہو گا۔“

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 104)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”اگر کسی حسین پر پہلی نظر پڑ جائے تو تم دوبارہ اس پر ہرگز نظر نہ ڈالو اس سے تمہارے قلب میں ایک نور پیدا ہو گا۔“

(حقائق الفرقان جلد 3 صفحہ 213)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”جو چیز منع ہے وہ یہ ہے کہ عورت کھلے مُنّہ پھرے اور مردوں سے اختلاط کرے ہاں اگر وہ گھونگھٹ نکال لے اور آنکھوں سے راستہ وغیرہ دیکھے تو یہ جائز ہے۔ لیکن مُنّہ سے کپڑا اُٹھا دینا یا مِکسڈ پارٹیوں میں جانا جبکہ

اِدھر بھی مرد بیٹھے ہوں اور اُدھر بھی مرد بیٹھے ہوں اور اُن کا مردوں سے بے تکلّفی کے ساتھ غیر ضروری باتیں کرنا یہ ناجائز ہے۔“

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 304)

پھر فرمایا:

”پردہ چھوڑنے والا قرآن کی ہتک کرتا ہے۔ ایسے انسان سے ہمارا کیا تعلق۔ وہ ہمارا دشمن ہے اور ہم اس کے دشمن اور ہماری جماعت کے مَردوں اور عورتوں کا فرض ہے کہ وہ ایسے احمدی مَردوں اور ایسی احمدی عورتوں سے تعلق نہ رکھیں۔“

(الفضل 27 جون 1958ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”پردہ کا حکم عورتوں کو بُرے لوگوں کے شر سے بچانے کے لیے دیا گیا ہے۔ اس کا مقصد اِن کے لیے تنگی نہیں بلکہ آسانی پیدا کرنا ہے۔ قرآن تو عورتوں کو دوسروں کے شر سے بچانا چاہتا ہے۔“

(کتاب دورہ مغرب 1980ء صفحہ 51)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”قرآن کریم نے اسی پہلو سے اس پردے کے مضمون کو کھولا ہے کہ تم اپنے آپ کو سنبھال کر رکھو، اپنی عزت کا خیال کرو، ہم نہیں چاہتے کہ تمہیں غیروں سے گزند پہنچے، ہم نہیں چاہتے کہ تم سوسائٹی میں عیش و عشرت کے کھلونے بن جاؤ، تمہاری عزت اور وقار کی خاطر ہم تمہیں پردے کی تعلیم دیتے ہیں۔“

(مستورات سے خطاب 28 جولائی 1995ء)

معزز خواتین! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”پردہ ایک اسلامی حکم بھی ہے اور ایک احمدی عورت اور نوجوان لڑکی کی شان بھی اور اس کا تقدس بھی ہے اور کیونکہ احمدی عورت کا تقدس بھی اس سے قائم ہے۔ اس کو قائم رکھنا ضروری ہے۔“

(خطاب بر موقع اجتماع لجنہ اماء اللہ یوکے 19 نومبر 2006ء)

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان بالخصوص احمدی مسلمان طالبات و خواتین حجاب کو ہر حال میں اپنائیں اور حرز جان بنائیں۔ راستے کی تمام رکاوٹوں کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات کو مد نظر رکھتے ہوئے حکمتِ عملی اور پیار و محبت سے عبور کرتی ہوئی اپنی ترقیات کی منازل طے کرتی چلی جائیں۔ حجاب کے خلاف ایک ہوا بعض مغربی ممالک میں بھی چل نکلی ہے کہ کالجوں، یونیورسٹیوں میں حجاب کو غیر قانونی اور غیر ضروری قرار دیا جائے۔ جبکہ ان یورپین ممالک کا یہ طُرَّہ امتیاز رہا ہے کہ یہاں ہر انسان کو اپنی اپنی تہذیب، اپنی اپنی روایات اور اپنے اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزارنے کی اجازت ہے۔ ہماری احمدی مسلمان خواتین ان ممالک میں پردے اور حجاب کو رواج دئے رکھیں گی تو وہ وقت بھی جلد آئے گا کہ ہماری باپردہ خواتین کو دیکھ کر دوسری خواتین بھی اپنے آپ کو پردہ میں رکھنے کی طرف مائل ہوں گی۔ کیونکہ ہم یورپ میں روزانہ ہی مشاہدہ کرتے ہیں کہ پارکوں و پبلک جگہوں اور سیر گاہوں میں ہماری باپردہ خواتین کو دیکھ کر یہاں کے مقامی معاشرے میں بسنے والی بعض دوسری خواتین اپنے آپ کو یا اپنے لباس کو سنبھالنا شروع کر دیتی ہیں۔ یہ ایک پہلا step ہے جو دوسروں پر اثر انداز ہونے کا ہے، یا یوں کہنا زیادہ بہتر ہے کہ یہ بارش کے وہ پہلے قطرے ہیں جو آئندہ ایک موسلا دھار بارش میں بدلیں گے اور یہاں کے علاقوں کو سیراب کر دیں گے، ان شاء اللہ۔

آیئے! اب کچھ ارشادات سنتے ہیں جو ہمارے پیارے آقا ایدہ اللہ۔ تعالیٰ نے احمدی خواتین کو مخاطب ہو کر فرمائے ہیں۔ آپ ایدہ اللہ تعالیٰ، لجنہ اماء اللہ بھارت کے سالانہ اجتماع 2019ء میں بھجوائے گئے پیغام میں فرماتے ہیں:

”آپ احمدی ہیں اور احمدی کا کردار ایسا ہونا چاہئے جو ایک نرالا اور انوکھا کردار ہو۔ پتہ لگے کہ یہ احمدی بچی ہے۔ اسلام ہر مسلمان مرد اور عورت کو تعلیم حاصل کرنے کا حکم دیتا ہے۔ کالجوں اور یونیورسٹیوں کی احمدی طالبات اپنی تعلیم پر توجہ دیں۔ لڑکیاں صرف لڑکیوں سے دوستی کریں۔ تبلیغی رابطہ بھی صرف عورتوں سے ہونا چاہئے... پس ہر احمدی عورت کو اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنا چاہیے۔ اپنا تقدس قائم رکھنا چاہیے اور یہ احساس ہونا چاہیے کہ ہم احمدی ہیں اور دوسروں سے فرق ہے۔ یاد رکھیں کہ آج کی بچیاں کل

کی مائیں ہیں۔ اگر ان بچیوں کو اپنی ذمہ داری کا احساس پیدا ہو گیا تو احمدیت کی آئندہ نسلیں بھی محفوظ ہوتی چلی جائیں گی۔"

پس آج ہمیں پردہ کی ایسی روح کو اپنا کر آگے بڑھنا ہے جو ہمارے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مرد و خواتین کو غضِ بصر سے کام لیتے ہوئے اسلامی پردہ کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

معزز خواتین! آج ساری دنیا سوشل میڈیا کی وجہ سے سمٹ کر ایک گھر کی حیثیت اختیار کر گئی ہے اور تمام دنیا کی بُرائیاں بھی اکٹھی ہوتی دکھائی دیتی ہیں۔ اِن میں ایک بے پردگی بھی ہے اور پردے کے خلاف عالمی سطح پر ایک مہم کا سامنا ہے۔ اور جماعت کو اس کے خلاف ایک جہاد کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ اسلامی پردے کے بارے میں معلومات حاصل کیے بغیر صرف اور صرف اسلام سے متعصب قوموں کی طرف سے وقتاً فوقتاً فتنے اٹھ رہے ہیں۔ عورتوں کے حقوق اور ان کی آزادی کا نام لے کر بعض ایسے ایسے ناپاک حملے ہو رہے ہیں جو کہ آزادی نہیں بلکہ عورتوں کی بربادی اور بے حیائی کا سامان پیدا کر رہے ہیں۔

اس کے برعکس بانی جماعت احمدیہ حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کی روشنی میں جو دراصل پاکیزہ اسلامی تعلیمات ہیں اور جنہیں خلفائے احمدیت نے اپنے خطبات اور خطابات میں پُر حکمت طریق پر بیان فرمایا ہے، ان کے ذریعہ سے افراد جماعت نہ صرف اسلامی پردہ پر کیے جانے والے ہر قسم کے معترضین کا دفاع کر رہے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے دعاؤں کے ساتھ بھی مدد مانگتے ہوئے اپنی طرف سے ہر ممکن تدابیر کو بروئے کار لا رہے ہیں اور قدم قدم پر خلیفۂ وقت سے بھی راہنمائی حاصل کرتے ہوئے خدمت اسلام میں مصروف عمل ہیں۔

معزز خواتین! اسلام مخالف قوتوں کے مختلف حربوں کا ذکر کرتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں احمدیوں کو تلقین کی کہ وہ اسلام کی حقیقی روح کے مطابق اسلامی تعلیمات پر عمل کرتے چلے جائیں اور خدا تعالیٰ کی خاطر پاکدامنی کی راہ میں آنے والی مشکلات کا مقابلہ کریں۔

حضور انور نے فرمایا:

”اسلام مخالف قوتیں بڑی شدت سے زور لگا رہی ہیں کہ مذہبی تعلیمات اور روایات کو مسلمانوں کے اندر سے ختم کیا جائے۔ یہ لوگ اس کوشش میں ہیں کہ مذہب کو آزادیٔ اظہار اور آزادیٔ ضمیر کے نام پر ایسے طریقے سے ختم کیا جائے کہ ان پر کوئی الزام نہ آئے کہ دیکھو! ہم زبردستی مذہب کو ختم کر رہے ہیں اور یہ ہمدرد سمجھے جائیں۔ شیطان کی طرح میٹھے انداز میں مذہب پر حملے ہوں لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ اس زمانے میں اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا کام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کے سپرد ہے اور اس کے لیے ہمیں بھرپور کوشش کرنی پڑے گی اور تکلیفیں بھی اٹھانی پڑیں گی۔ ہم نے لڑائی نہیں کرنی لیکن حکمت سے ان لوگوں سے معاملہ بھی کرنا ہے۔ اگر آج ہم ان کی ایک بات مانیں گے جس کا تعلق ہماری مذہبی تعلیم سے ہے تو پھر آہستہ آہستہ ہماری بہت سی باتوں پر، بہت ساری تعلیمات پر پابندیاں لگتی چلی جائیں گی۔ ہمیں دعاؤں پر بھی زور دینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان شیطانی چالوں کا مقابلہ کرنے کی ہمت اور توفیق بھی دے اور ہماری مدد بھی فرمائے۔ اگر ہم سچائی پر قائم ہیں اور یقیناً ہیں تو پھر ایک دن ہماری کامیابی بھی یقینی ہے۔ اسلام کی تعلیمات نے ہی دنیا پر غالب آنا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں۔

”سچ میں ایک جرأت اور دلیری ہوتی ہے۔ جھوٹا انسان بزدل ہوتا ہے۔ وہ جس کی زندگی ناپاکی اور گند گناہوں سے ملوث ہے وہ ہمیشہ خوفزدہ رہتا ہے اور مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ایک صادق انسان کی طرح دلیری اور جرأت سے اپنی صداقت کا اظہار نہیں کر سکتا اور اپنی پاکدامنی کا ثبوت نہیں دے سکتا۔ دنیوی معاملات میں ہی غور کر کے دیکھ لو کہ کون ہے جس کو ذرا سی بھی خدا نے خوش حیثیتی عطا کی ہو اور اس کے حاسد نہ ہوں۔ ہر خوش حیثیت کے حاسد ضرور ہو جاتے ہیں اور ساتھ ہی لگے رہتے ہیں۔ یہی حال دینی امور کا ہے۔ شیطان بھی اصلاح کا دشمن ہے۔ پس انسان کو چاہئے کہ اپنا حساب صاف رکھے اور خدا سے معاملہ درست رکھے۔ خدا کو راضی کرے پھر کسی سے نہ خوف کھائے اور نہ کسی کی پرواہ کرے۔ ایسے معاملات سے پرہیز کرے جن سے خود ہی مورد عذاب ہو جاوے۔ مگر یہ سب کچھ بھی تائید غیبی اور توفیق الٰہی کے سوا نہیں ہو سکتا۔ صرف انسانی کوشش کچھ بنا نہیں سکتی جب تک خدا کا فضل بھی شامل حال نہ ہو۔

وَخُلِقَ الاِنسَانُ ضَعِیفًا(النساء:29) انسان ناتواں ہے۔ غلطیوں سے پُر ہے۔ مشکلات چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ پس دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نیکی کی توفیق عطا کرے اور تائیدات غیبی اور فضل کے فیضان کا وارث بنادے۔"

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 252۔ ایڈیشن 1984ء مطبوعہ انگلستان)

(خطبہ جمعہ فرمودہ 13/ جنوری 2017ء)

پردے کا تشدد جائز نہیں

معزز خواتین! اسلام میں پردے کا حکم نہایت اہمیت رکھتا ہے لیکن اس اسلامی حکم کی تعمیل کرنے اور کروانے کے سلسلہ میں کسی قسم کا تشدد جائز نہیں ہے۔ کیونکہ پردے کا مقصد عورت کی غلامی نہیں بلکہ اس کے وقار کو قائم رکھنا ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے پردے میں عدم تشدد کی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات بارہا پیش فرمائے ہیں۔ ایک موقع پر فرمایا:

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: "پردے کا اتنا تشدد جائز نہیں ہے... حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر بچہ رحم میں ہو تو کبھی مرد اس کو نکال سکتا ہے۔ دینِ اسلام میں تنگی و حرج نہیں۔ جو شخص خوامخواہ تنگی و حرج کرتا ہے وہ اپنی نئی شریعت بناتا ہے۔ گورنمنٹ نے بھی پردہ میں کوئی تنگی نہیں کی اور اب قواعد بھی بہت آسان بنادیئے ہیں۔ جو جو تجاویز و اصلاحات لوگ پیش کرتے ہیں گورنمنٹ انہیں توجہ سے سنتی اور ان پر مناسب اور مصلحت وقت کے مطابق عمل کرتی ہے۔ کوئی شخص مجھے یہ تو بتائے کہ پردہ میں نبض دکھانا کہاں منع کیا ہے۔" (ملفوظات جلد اول صفحہ 171 پرانا ایڈیشن صفحہ 239 جدید ایڈیشن) ایک تو یہ فرمایا کہ بعض عورتوں کی پیدائش کے وقت اگر مرد ڈاکٹروں کو بھی دکھانا پڑے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ وہاں جو بعض مرد غیرت کھاجاتے ہیں کہ مردوں کو نہیں دکھاناوہ بھی منع ہے۔ ضرورت کے وقت مرد ڈاکٹروں کے سامنے پیش ہونا کوئی ایسی بات نہیں۔"

(خطاب از مستورات جلسہ سالانہ یوکے 31/ جولائی 2004ء)

دراصل اسلام کسی بھی معاملہ میں افراط اور تفریط دونوں کو مسترد کرتا ہے۔ چنانچہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ ایک موقع پر فرماتے ہیں کہ

"یہ بھی دو طرح کے گروپ بن گئے ہیں ایک تو یہ کہتا ہے کہ پردہ اس سختی سے کرو کہ عورت کو گھر سے باہر نہ نکلنے دو اور دوسرا یہ ہے کہ اتنی چھوٹ دے دو کہ سب کچھ ہی غلط ملط ہو جائے۔"

(خطاب از مستورات جلسہ سالانہ کینیڈا فرمودہ 3/جولائی 2004ء)

معزز بہنو! مَیں اپنی تقریر کو ایک ایسے واقعہ پر اختتام کرنا چاہتا ہوں جو پردہ کی اصل روح کو واضح کرتا اور ہمیں حجاب کو رواج دینے کے حوالے سے راستہ دکھاتا ہے۔ یہ واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ ایک نابینا صحابی حضرت ابن ام مکتومؓ دربار رسولؐ میں حاضر ہوئے۔ جہاں دو ازواج مطہراتؓ بھی موجود تھیں۔ جن کو آنحضور صلی اللہ علیہ و سلم نے حضرت ابن ام مکتومؓ سے پردہ کرنے کا حکم فرمایا۔ ایک زوجہ مطہرہ نے عرض کی کہ حضورؐ! وہ تو نابینا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: تم تو نابینا نہیں۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب النکاح)

پردہ اعزاز ہے عورت کا تذلیل نہیں، تحقیر نہیں
جو رنگِ حیا سے عاری ہو وہ عورت کی تصویر نہیں
سب چیزیں قدر و قیمت کی نسبت سے سنبھالی جاتی ہیں
پردہ عورت کی قید نہیں، تعزیر نہیں، زنجیر نہیں



﴾58﴿ ﴾مشاہدات:178﴿

تعلیمی اداروں میں پردہ کا معیار

(از اِرشادات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ)

تعلیم لڑکیوں کی ضروری تو ہے مگر
خاتون خانہ ہوں وہ سبھا کی پری نہ ہوں

معزز بچیو! آج مجھے اپنی تقریر میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے اِرشادات کی روشنی میں **تعلیمی اداروں میں پردہ کا کیا معیار ہونا چاہئے بیان کرنا ہے۔**

حضور ایدہ اللہ سے ایک سکول کی بچی نے استفسار کیا کہ اسلام میں عورت کو اپنے آپ کو ڈھانپنے کا حکم ہے لیکن ہم سکارف وغیرہ لے کر سر پر پردہ کیوں کرتے ہیں؟ لڑکیاں سکول میں لڑکوں سے دوستی کیوں نہیں کر سکتیں؟ اور کیا مَیں Halloween میں پری بن سکتی ہوں؟ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکتوب مورخہ 26/ جنوری 2021ء میں اس سوال کے جواب میں درج ذیل ارشاد فرمایا:

جواب: اسلام نے پردے کے بارے میں عورت اور مرد دونوں کو نہایت حکیمانہ تعلیم سے نوازا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ مومن مرد اور عورتیں دونوں اپنی نظریں نیچی رکھیں یعنی اپنی آنکھوں کو نامحرموں کو دیکھنے سے بچائیں اور اپنے سِتر کی جگہ کو پردے میں رکھیں۔ اس کے بعد مومن عورتوں کو مزید تاکید فرمائی کہ وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈال لیا کریں اور اپنی زینتیں ظاہر نہ کیا کریں اور اپنے پاؤں بھی اس طرح زمین پر نہ مارا کریں کہ جس سے ان کی زینت ظاہر ہو۔

اس مختصر لیکن نہایت جامع تعلیم میں پردے کے بارے میں ہر قسم کی تفصیل بیان فرمادی گئی ہے کہ ایک مومن عورت اپنی آنکھ، کان اور سِتر کی جگہوں کی حفاظت کے ساتھ اس بات کا بھی خیال رکھے کہ اس کا لباس نہ اتنا تنگ ہو کہ اس سے اس کے جسم کے اعضاء کی نمائش ہو اور نہ ہی اتنا ڈھیلا اور کھلا ہو کہ سینہ اور دوسری سِتر کی جگہوں کی بے پردگی ہو رہی ہو۔

پاؤں زمین پر نہ مارنے کے حکم میں یہ بات سمجھا دی کہ ایک مومن عورت اس طرح کی اچھل کود سے بھی اجتناب کرے جس سے اس کی جسمانی ساخت کے اُتار چڑھاؤ کا اظہار ہو یا یہ کہ اگر پاؤں میں کوئی زیور (پازیب وغیرہ) پہنا ہوا ہے تو اس کی چھنکار سے لوگوں کی توجہ اس کی طرف ہو اور غیروں کی نظریں اس پر اٹھیں یا اگر پاؤں پر مہندی یا نیل پالش وغیرہ لگا کر ان کا سنگھار کیا گیا ہے تو اس کی وجہ سے غیر مردوں کی نظریں اس پر اٹھیں۔ یہ سب باتیں پردے کے احکامات کے منافی ہیں۔

پس اسلام نے عورت کے لیے صرف سر پر سکارف لینا ہی کافی قرار نہیں دیا بلکہ یہ امور بیان کر کے پردے سے متعلقہ تمام لوازمات کو بھی خوب کھول کر بیان کر دیا کہ عورت نے کس طرح اپنے پردے کا خیال رکھنا ہے اور کس طرح خود کو ڈھانپنا ہے .... جہاں تک لڑکیوں اور لڑکوں کی دوستی کی بات ہے تو اس میں بھی بنیادی حکمت عورت کی عِفت کی حفاظت ہی ہے۔ انسان کے اپنی مخالف جنس کے ساتھ میل جول سے کئی قسم کی برائیاں پیدا ہونے کا امکان ہوتا ہے۔ اس لیے اسلام نے اس پہلو سے بھی محرم اور غیر محرم رشتوں کا امتیاز قائم کر کے مرد و عورت کے تعلقات کی حدود بیان فرما دیں اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں اپنے متبعین کو بڑی واضح تعلیم سے نوازا۔ چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص کسی نامحرم عورت سے تنہائی میں نہ ملے کیونکہ ان میں تیسرا شیطان ہوتا ہے۔

(سنن ترمذی کتاب الفتن)

Halloween کی رسم جسے اب ایک Fun خیال کیا جاتا ہے، اس کی بنیاد شیطانی نظریات اور مشرکانہ عقائد پر ہے اور ایک چھپی ہوئی برائی ہے۔ ایک سچے مسلمان اور خصوصاً ایک احمدی کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہر وہ کام جس کی بنیاد شرک پر ہو اگرچہ وہ Fun کے طور پر ہی ہو اسے اس سے بچنا چاہیے، کیونکہ اس قسم کی رسومات انسان کو مذہب سے دور لے جاتی ہیں۔ پھر اس تہوار کے موقع پر تفریح کے نام پر بچے لوگوں کے گھروں میں فقیروں کی طرح جو مانگتے پھرتے ہیں وہ بھی ایک احمدی بچہ کے وقار کے خلاف ہے۔ ایک احمدی کا اپنا ایک وقار ہوتا ہے اور اس وقار کو ہمیں بچپن سے ہی بچوں کے ذہنوں میں قائم کرنا چاہیے۔ ان باتوں کے علاوہ بھی اس رسم کے اور بہت سے معاشرتی بد اثرات نئی نسل پر ہو رہے ہیں۔

پسHalloween کی رسم میں کسی احمدی کو شامل ہونے کی اجازت نہیں، چاہے بھوت، چڑیل بنا ہو یا پری بنا ہو، کیونکہ یہ رسم ایک غلط اور مشرکانہ عقیدہ پر مبنی ہے۔

معزز بچیو! احمدی ماؤں کو بچیوں میں چھوٹی عمر سے ہی حیا اور پردہ کا احساس دلانے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اس معاشرے میں ہمیں اپنی عورتوں اور لڑکیوں کو حجاب اور پردے اور حیا کا تصوّر پیدا کروانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ حیادار حجاب کی جھجک اگر کسی بچی میں ہے تو ماؤں کو اسے دُور کرنا چاہئے بلکہ اسے خود اپنے آپ بھی دُور کرنا چاہئے اگر اس کی عمر ایسی ہے۔ مائیں اگر گیارہ بارہ سال کی عمر تک بچیوں کو حیا کا احساس نہیں دلائیں گی تو پھر بڑے ہو کر ان کو کوئی احساس نہیں ہو گا۔

پس اس معاشرے میں جہاں ہر ننگ اور ہر بیہودہ بات کو اسکول میں پڑھایا جاتا ہے پہلے سے بڑھ کر احمدی ماؤں کو اسلام کی تعلیم کی روشنی میں، قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں اپنے بچوں کو بتانا ہو گا۔ **حیا کی اہمیت کا احساس شروع سے ہی اپنے بچوں میں پیدا کرنا ہو گا۔ پانچ چھ سات سال کی عمر سے ہی پیدا کرنا شروع کرنا چاہئے۔** پس یہاں تو ان ملکوں میں چوتھی اور پانچویں کلاس میں ہی ایسی باتیں بتائی جاتی ہیں کہ بچے پریشان ہوتے ہیں جیسا کہ مَیں پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں۔ اسی عمر میں حیا کا مادہ بچیوں کے دماغوں میں ڈالنے کی ضرورت ہے۔ بعض عورتوں کے اور لڑکیوں کے دل میں شاید خیال آئے کہ اسلام کے اور بھی تو حکم ہیں۔ کیا اسی سے اسلام پر عمل ہو گا اور اسی سے اسلام کی فتح ہونی ہے۔ یاد رکھیں کہ کوئی حکم بھی چھوٹا نہیں ہوتا۔"

(خطاب از مستورات جلسہ سالانہ کینیڈا 8/ اکتوبر 2016ء)

معزز بچیو! پھر دورہ جرمنی میں لجنہ کی عاملہ کے اجلاس سے مخاطب ہو کر حضور انور نے فرمایا:

"امریکہ میں مَیں نے ذکر کیا تھا کہ کس طرح 12 سال کی لڑکیوں کو حجاب کی طرف مائل کریں۔ مَیں نے انہیں بتایا تھا کہ بچے کی تربیت تو اس کی پیدائش سے شروع ہو جاتی ہے۔ پیدائش کے بعد کانوں میں اذان دی جاتی ہے۔ پھر تین سال کی عمر سے بچے کو ایسا لباس پہنائیں کہ احساس ہو کہ ڈھکا ہوا لباس ہے۔ تو پھر یہی لباس عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ آگے چلے گا اور بچیاں بڑی عمر میں جا کر بھی ایسا ہی لباس پہنیں گی جو

سارے جسم کو ڈھانپ رہا ہو گا۔ کیونکہ بچپن سے اس کی عادت آپ نے ڈالی ہو گی۔ لیکن اگر چھوٹی عمر میں ایسا لباس پہنایا ہے جس سے جسم ڈھکا ہوا نہیں ہے اور پھر بعد میں بھی بچی اسی طرح کا لباس پہنتی رہے گی جس سے جسم پوری طرح ڈھکا ہوا نہیں ہو گا تو پھر 12-11 سال کی عمر میں کہے گی کہ یہی میرا لباس ہے''۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے جینز پہننے کے بارہ میں سوال پر فرمایا:

''جین پہننا منع نہیں ہے بشرطیکہ قمیص اتنی لمبی ہو کہ ننگ ڈھانپا ہوا ہو۔ جین کے ساتھ چھوٹی قمیص پہننے کی اجازت نہیں ہے۔''

پھر فرمایا: اتنی شرم و حیا ہونی چاہئے کہ لباس مکمل ہو اور ننگ نہ ہو۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس واقعہ کا ذکر فرمایا جس کا بیان قرآن کریم کی سورۃ القصص میں ہوا ہے کہ جب آپ مدین کے پانی کے گھاٹ پر پہنچے اور دو عورتوں کے جانوروں کو پانی پلایا تو بعد میں ان میں سے ایک ''تَمْشِیْ عَلَی اسْتِحْیَآءٍ'' حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حیا سے لجاتی ہوئی آئی۔

حضور انور نے فرمایا: ''اصل حیا یہی ہے۔ یہ ماؤں کا فرض ہے کہ بچیوں کی تربیت کریں اور ان کے ذہنوں میں ڈالیں اور ان کو بتائیں کہ یہ نقصانات ہیں اور یہ فوائد ہیں۔''

(میٹنگ نیشنل مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ جرمنی 18/ دسمبر 2009ء)

معزز بہنو! سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے احمدی ماؤں کو تربیت اولاد کی اہم ذمہ داری کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اپنی بیٹیوں کو پردہ کرنے کی تربیت دینے کی ہدایت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''جو مائیں بچپن سے ہی اپنے بچوں کے لباس کا خیال نہیں رکھیں گی وہ بڑے ہو کر بھی ان کو سنبھال نہیں سکیں گی۔ بعض بچیوں کی اُٹھان ایسی ہوتی ہے کہ دس گیارہ سال کی عمر کی بچی بھی چودہ پندرہ سال کی لگ رہی ہوتی ہے۔ ان کو اگر حیا اور لباس کا تقدّس نہیں سکھائیں گی تو پھر بڑے ہو کر بھی ان میں یہ تقدّس کبھی پیدا نہیں ہو گا۔ بلکہ چاہے بچی بڑی نہ بھی نظر آ رہی ہو، چھوٹی عمر سے ہی اگر بچیوں میں حیا کا یہ مادہ پیدا نہیں کریں گی اور اس طرح نہیں سمجھائیں گی کہ دیکھو! تم احمدی ہو، تم یہاں کے لوگوں کے ننگے لباس کی طرف نہ جاؤ تم نے دنیا کی رہنمائی کرنی ہے، تم نے اس تعلیم پر عمل کرنا ہے جو خدا تعالیٰ نے ہمیں بتائی ہے

اس لئے تنگ جینز اور اس کے اوپر چھوٹے بلاؤز جو ہیں ایک احمدی بچی کو زیب نہیں دیتے۔ تو آہستہ آہستہ بچپن سے ذہنوں میں ڈالی ہوئی بات اثر کرتی جائے گی اور بلوغت کو پہنچ کر حجاب یا سکارف اور لمبا کوٹ پہننے کی طرف خود بخود توجہ پیدا ہو جائے گی۔ ورنہ پھر ان کی یہی حالت ہو گی جس طرح بعض بچیوں کی ہوتی ہے۔ مجھے شکایتیں ملتی رہتی ہیں دنیا سے اور یہاں سے بھی کہ مسجد میں آتے ہوئے، جماعتی فنکشن پر آتے ہوئے تو سر ڈھکا ہوا ہوتا ہے، لباس بڑا اچھا پہنا ہوا ہوتا ہے اور باہر پھرتے ہوئے سر پر دوپٹہ بھی نہیں ہوتا بلکہ دوپٹہ سرے سے غائب ہوتا ہے، سکارف کا تو سوال ہی نہیں۔ پس مائیں اگر اپنے عمل سے بھی اور نصائح سے بھی بچیوں کو توجہ دلاتی رہیں گی، یہ احساس دلاتی رہیں گی کہ ہمارے لباس حیادار ہونے چاہئیں اور ہمارا ایک تقدّس ہے تو بہت سی قباحتوں سے وہ خود بھی بچ جائیں گی اور ان کی بچیاں بھی بچ جائیں گی۔ اگر ہم اپنے جذبات کی چھوٹی چھوٹی قربانیوں کے لئے تیار نہیں ہوں گے تو بڑی بڑی قربانیاں کس طرح دے سکتے ہیں۔"

(خطاب از مستورات جلسہ سالانہ کینیڈا 28/جون 2008ء)

معزز بہنو! لڑکیوں اور لڑکوں کے بے حجابانہ میل جول سے جو برائیاں جنم لیتی ہیں۔ اس حوالہ سے ماؤں کو اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"ایک عمر کے بعد بچیاں اپنے کلاس فیلو اور اسکول فیلو لڑکوں سے بھی ایک حجاب پیدا کریں۔ جب بھی ضرورت ہو ایک حجاب کے اندر رہتے ہوئے بات ہونی چاہئے۔ لڑکیاں خود بھی اس بات کا خیال رکھیں اور ماں باپ بھی خاص طور پر مائیں اس بات کی نگرانی کریں کہ ایک عمر کے بعد لڑکی اگر دوسرے گھر میں جاتی ہے تو محرم رشتوں کے ساتھ جائے اور خاص طور پر جس گھر میں کسی سہیلی کے بھائی موجود ہوں کسی وقت، تو خاص طور پر ان اوقات میں ان گھروں میں نہیں جانا چاہئے۔ پھر بعض جگہ یہ بھی ہوتا ہے کہ کوئی احساس نہیں دلایا جاتا تو جو کلاس فیلو لڑکے ہوتے ہیں گھروں میں بڑی عمر تک آتے چلے جاتے ہیں۔ اللہ کا فضل ہے کہ احمدی معاشرے میں ایسی برائیاں بہت اِکّادُکّا شاذ ہی کہیں ہوتی ہیں۔ اکثر بچ رہے ہیں لیکن اگر اس کو کھلی چھٹی دیتے چلے گئے تو یہ برائیاں بڑھنے کے امکانات ہیں۔ رشتے برباد ہونے کے امکانات

ہیں۔ لڑکیوں نے اگر اس معاشرے میں تفریح کرنی ہے تو ہر جگہ پر اس کا سامان کرنا لجنہ کا کام ہے۔ پھر مسجد کے ساتھ یا نماز سینٹرز کے ساتھ کوئی انتظام کریں جہاں احمدی بچیاں جمع ہوں اور اپنے پروگرام کریں۔ اگر بچپن سے ہی بچیوں کے ذہن میں یہ بات ڈالنی شروع کر دیں گی کہ تمہارا ایک تقدّس ہے اور اس معاشرے میں جنسی بے راہ روی بہت زیادہ ہے تم اب شعور کی عمر کو پہنچ گئی ہو تو اس لئے خود اپنی طبیعت میں حجاب پیدا کرو جو تمہارے اور تمہارے خاندان کے اور جماعت کے لئے نیک نامی کا باعث بنے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اِلا ماشاء اللہ تمام بچیاں اس بات کو سمجھتے ہوئے نیکی کی راہ پر قدم مارنے والی ہوں گی۔"

(خطاب بر موقع سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ جرمنی 11/جون 2006ء)

اسی طرح موجودہ زمانے میں حیا کے گرتے ہوئے معیار کو بہتر بنانے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ نے احمدی بچوں اور بچیوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

"آجکل کے معاشرے میں جو برائیاں ہمیں نظر آ رہی ہیں یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک ایک لفظ کی تصدیق کرتی ہیں۔ پس ہر احمدی لڑکی، لڑکے اور مرد اور عورت کو اپنی حیا کے معیار اونچے کرتے ہوئے معاشرے کے گند سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے نہ کہ یہ سوال یا اس بات پر احساس کمتری کا خیال کہ پردہ کیوں ضروری ہے؟ کیوں ہم ٹائٹ جینز اور بلاؤز نہیں پہن سکتیں؟ یہ والدین اور خاص طور پر ماؤں کا کام ہے کہ چھوٹی عمر سے ہی بچوں کو اسلامی تعلیم اور معاشرے کی برائیوں کے بارے میں بتائیں تبھی ہماری نسلیں دین پر قائم رہ سکیں گی اور نام نہاد ترقی یافتہ معاشرے کے زہر سے محفوظ رہ سکیں گی۔ ان ممالک میں رہ کر والدین کو بچوں کو دین سے جوڑنے اور حیا کی حفاظت کے لئے بہت زیادہ جہاد کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے اپنے نمونے بھی دکھانے ہوں گے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 13/جنوری 2017)

خواتین احساسِ کمتری کے بجائے جرأت سے کام لیں

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے احمدی عورتوں سے خطاب کرتے ہوئے اُنہیں احساسِ کمتری کو ترک کرتے ہوئے جرأت کے ساتھ پردہ جیسے اسلامی احکامات پر عمل کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

اسی حوالہ سے ایک اور موقع پر احمدی خواتین کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

"یہ جو پردہ چھوڑنے والی ہیں ان میں ایک طرح کا احساسِ کمتری ہے۔ احمدی عورت کو تو ہر طرح کے احساسِ کمتری سے پاک ہونا چاہئے۔ کسی قسم کا complex نہیں ہونا چاہئے۔ اگر کوئی پوچھتا بھی ہے تو کھُل کر کہیں کہ ہمارے لئے پردہ اور حیا کا اظہار ایک بنیادی شرعی حکم ہے اور مَیں نے دیکھا ہے کہ جن عورتوں کو کوئی complex نہیں ہوتا، جو پردہ کرنے والی عورتیں ہیں اس مغربی ماحول میں بھی اسی پردے کی وجہ سے اُن کا نیک اثر پڑ رہا ہوتا ہے، اُن کو اچھا سمجھا جا رہا ہوتا ہے۔ اس لئے یہ احساسِ کمتری اپنے دل سے نکال دیں کہ پردے کی وجہ سے کوئی آپ پر اُنگلی اُٹھا رہا ہے۔ اپنی ایک پہچان رکھیں۔ افریقہ میں مَیں نے دیکھا ہے جہاں لباس نہیں تھا اُنہوں نے لباس پہنا اور پورا ڈھکا ہوا لباس پہنا اور بعض پردہ کرنے والی بھی ہیں، نقاب کا پردہ بھی بعضوں نے شروع کر دیا ہے۔ یہاں بھی ہماری ایفرو امریکن بہنیں جو بہت ساری امریکہ سے آئی ہوئی ہیں اُن میں سے بعض کا ایسا اعلیٰ پردہ تھا کہ قابل تقلید تھا، ایک نمونہ تھا بلکہ کل ملاقات میں مَیں نے اُن کو کہا بھی کہ لگتا ہے کہ اب تم لوگ جو ہو تم پاکستانیوں کے لئے پردے کی مثالیں قائم کرو گے یا جو انڈیا سے آنے والے ہیں اُن کے لئے پردے کی مثالیں قائم کرو گے۔ اس پر جس طرح انہوں نے ہنس کر جواب دیا تھا کہ یقیناً ایسا ہی ہو گا تو اس پر مجھے اور فکر پیدا ہوئی کہ پُرانے احمدیوں کے بے پردگی کے جو یہ نمونے ہیں یقیناً نئی آنے والیاں وہ دیکھ رہی ہیں جبھی تو یہ جواب تھا... اور یہ بھی بتا دوں کہ بچیاں اس وقت تک پردے نہیں کریں گی جب تک آپ اپنے نمونے اُن کے سامنے قائم نہیں کریں گی، مائیں ان کے سامنے اپنے نمونے قائم نہیں کریں گی۔ پس اگر آپ نے جماعت کا بہترین مال بننا ہے خدا تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرتے ہوئے خود بھی اور اپنی اولادوں کو بھی اُس کی پناہ میں لانا ہے، اُس کو اپنا ولی اور دوست بنانا ہے، اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو اپنے اوپر نازل ہوتے دیکھنا ہے، اپنے بچوں اور بچیوں کو اس معاشرے کے گند سے بچانا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی بھی تعمیل کرنی ہو گی اس پر بھی عمل کرنا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ

آپ سب کو توفیق دے اور آپ لوگ ہر معاملے میں وہ نمونے قائم کرنے والی بن جائیں جن کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے۔"

(خطاب از مستورات جلسہ سالانہ کینیڈا 25/جون 2005ء)

معزز خواتین! حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے حیا کے احساس کو قائم رکھنے کے اہم پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:

"عورتوں کے لئے بھی مَیں ایک مثال دوں گا۔ پردہ اور حیا کی حالت ہے۔ اگر ایک دفعہ یہ ختم ہو جائے تو پھر بات بہت آگے بڑھ جاتی ہے۔ آسٹریلیا میں مجھے پتہ چلا ہے کہ بعض بڑی عمر کی عورتوں نے جو پاکستان سے وہاں آسٹریلیا میں اپنے بچوں کے پاس نئی نئی گئی تھیں، اپنی بچیوں کو یہ دیکھ کر کہ پردہ نہیں کرتیں اُنہیں پردے کا کہا کہ کم از کم حیادار لباس پہنو، سکارف لو تو اُن کی لڑکیوں میں سے بعض جو ایسی ہیں کہ پردہ نہ کرنے والی ہیں، انہوں نے یہ کہا کہ یہاں پردہ کرنا بہت بڑا جرم ہے اور آپ بھی چھوڑ دیں تو مجبوراً ان عورتوں نے بھی جو پردہ کا کہنے والی تھیں، جن کو ساری عمر پردے کی عادت تھی اس خوف کی وجہ سے کہ جرم ہے، خود بھی پردہ چھوڑ دیا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہاں کوئی ایسا قانون نہیں ہے، نہ جرم ہے۔ کوئی پابندی نہیں ہے اور نہ ہی کوئی اس طرف توجہ دیتا ہے۔ صرف فیشن کی خاطر چند نوجوان عورتوں اور بچیوں نے پردے چھوڑ دیئے ہیں۔ پاکستان سے شادی ہو کر وہاں آنے والی ایک بچی نے مجھے لکھا کہ مجھے بھی زبردستی پردہ چھڑوا دیا گیا تھا۔ یا ماحول کی وجہ سے مَیں بھی کچھ اس دام میں آگئی اور پردہ چھوڑ دیا۔ اب مَیں جب وہاں دورے پر گیا ہوں تو اُس نے لکھا کہ آپ نے جلسہ میں جو تقریر عورتوں میں کی اور پردے کے بارے میں کہا تو اُس وقت مَیں نے برقع پہنا ہوا تھا، تو اُس وقت سے مَیں نے برقع پہنے رکھا ہے اور اب مَیں اُس پر قائم ہوں اور کوشش بھی کر رہی ہوں اور دعا بھی کر رہی ہوں کہ اس پر قائم رہوں۔ اُس نے دعا کے لئے بھی لکھا۔ تو پردے اس لئے چُھٹ رہے ہیں کہ اس حکم کی جو قرآنی حکم ہے، بار بار ذہن میں جگالی نہیں کی جاتی۔ نہ ہی گھروں میں اس کے ذکر ہوتے ہیں۔ پس عملی اصلاح کے لئے بار بار برائی کا ذکر ہونا اور نیکی کا ذکر ہونا ضروری ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20/دسمبر 2013ء)

تعلیمی اداروں میں پردہ کا معیار قائم رکھیں

معزز بہنو! دورۂ جرمنی کے دوران حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے احمدی طالبات کے ساتھ ایک نشست میں اُن کے سوالات کے جواب بھی عطا فرمائے۔ ایک طالبہ نے سوال کیا کہ بعض اوقات انگلینڈ وغیرہ سیر کے لئے جانے کا پروگرام بنتا ہے۔ اگر ہم اپنی بچیوں کو نہ بھیجیں تو کہا جاتا ہے کہ پھر اسکول بدل لیں۔ ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟ حضور انور نے فرمایا کہ:

”اگر اضطراری حالت ہے تو اُنہیں کہیں کہ بچیوں کے ساتھ parents کو بھی جانے دیں۔ وہ نہ مانیں تو اسکول بدل لیں۔ فرمایا: اصل میں بچیوں کی تربیت اس طرح کریں کہ وہ اُنہیں خود کہیں کہ ہم ماں باپ کی وجہ سے نہیں بلکہ ہمارا اپنا ماحول ایسا ہے کہ ہم اس طرح جانا اچھا نہیں سمجھتیں۔ جب بچی جوان ہو جاتی ہے تو پھر اس کا خیال رکھنا ماحول کا کام ہے۔ اسلام کا توجہ کے بارہ میں بھی یہ حکم ہے کہ عورت اکیلی نہ جائے بلکہ اپنے محرم کو ساتھ لے کر جائے۔ ... عموماً پرائیویٹ اسکول زیادہ زور نہیں دیتے لیکن وہ مہنگے ہوتے ہیں۔ بہر حال بچیوں کو realise کرائیں کہ فلاں فلاں باتیں برائیاں ہیں اور ان سے آپ نے بچنا ہے۔“

(کلاس طالبات جرمنی 10 ر جون 2006ء)

اسی طرح لڑکیوں کے دوسرے شہروں میں جا کر تعلیم حاصل کرنے کے بارہ میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ اگر ماں باپ اجازت دیں تو پھر سوچا جاسکتا ہے کہ جہاں جانا ہے وہاں کس کے پاس رہنا ہے۔ لڑکیوں کا علیحدہ ہوسٹل ہونا چاہئے۔ اگر علیحدہ ہے تو ٹھیک ہے۔ پھر وہاں پڑھتے ہوئے اپنے تقدّس کا، پاکیزگی کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

حضور انور نے مزید فرمایا کہ ربوہ کی لڑکیاں جب باہر پڑھنے جاتی تھیں تو ہر لڑکی نظارت تعلیم کے ذریعہ مجھ سے اجازت لیتی تھی۔ co-education کی صورت میں بھی مجھ سے اجازت حاصل کرتی ہیں۔ پھر لکھ کر دیتی ہیں کہ پردے میں رہ کر پڑھائی کریں گی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بچیوں سے فرمایا کہ

”اگر والدین کو تسلّی نہیں ہے تو پھر بہتر ہے کہ اپنے علاقہ میں رہو اور یہیں پڑھائی کرو۔“

(کلاس واقفاتِ نو جرمنی 8 اکتوبر 2011ء۔)

ایک دوسری مجلس میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں یہ سوال پیش کیا گیا کہ کیا اسکول کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد کسی اور ملک میں جا کر تعلیم حاصل کی جاسکتی ہے؟ اس کے جواب میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

”اگر آپ higher ایجوکیشن کے لئے باہر جانا چاہتی ہیں اور اپنے ملک میں اس کا انتظام نہیں ہے تو والدین کی اجازت لے کر جائیں۔ لیکن اپنے تقدّس اور حرمت کا بھی خیال رکھنا چاہیئے۔ اپنی پاکیزگی کا بھی خیال رکھنا چاہیئے اور پھر وہاں اسلامی تعلیمات پر عمل کریں۔ اسی طرح وہاں آپ نے دوستیاں بنانے سے پرہیز کرنا ہے اور اپنی پڑھائی سے تعلق رکھنا ہے۔“

(کلاس طالبات جرمنی 10/ جون 2006ء)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دورۂ کینیڈا کے دوران منعقد ہونے والی ایک نشست میں طالبات نے حضور انور ایدہ اللہ کی اجازت سے سوالات دریافت کئے۔ ایک طالبہ نے سوال کیا کہ **ہم اپنے غیر مذہب والے دوستوں کو کس طرح سمجھائیں کہ پردہ کیوں ضروری ہے؟**

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”ایک تو یہ بتاؤ کہ ہم نے ایک عہد کیا ہے کہ ہم اس دین پر عمل کرنے والے ہیں جو ہمیں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حکم دیا ہے کہ تم پردہ کرو تا کہ تمہاری جو ایک sanctity ہے وہ قائم رہے اور تمہیں یہ احساس رہے کہ مَیں نے سوسائٹی میں لڑکوں میں زیادہ mixup نہیں ہونا اور اپنے درمیان اور لڑکوں کے درمیان ایک barrier رکھنا ہے“

حضور انور ایدہ اللہ نے مزید فرمایا کہ: **یونیورسٹی میں لڑکے اور لڑکیاں پڑھ رہے ہوتے ہیں اور اس میں بعض دفعہ interaction ہو جاتا ہے، لیکن اس میں صرف جہاں تک تمہاری پڑھائی کا تعلق ہے کوئی بات**

سمجھنی ہے، کرنی ہے صرف اس حد تک ہونا چاہئے۔ اس کے علاوہ کوئی free relationship قائم نہیں ہونا چاہئے۔ دوستی نہیں ہونی چاہئے۔ لڑکیاں دوستی صرف لڑکیوں کے ساتھ کریں"۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے پردہ کے احکامات کے حوالہ سے فرمایا کہ:

"پردہ کے جو احکامات ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بارہ میں جو ارشادات ہیں۔ اس کی background ہے۔ پرانے زمانے میں جب پردہ اتنا زیادہ نہیں تھا تو اس وقت ایک مسلمان عورت کسی یہودی کی دکان پر کام کروانے گئی۔ اس وقت باقاعدہ ایسے لباس نہیں ہوتے تھے کہ undergarments بھی پہنے ہوں۔ اس یہودی نے شرارت سے اس کا کپڑا باندھ دیا تو جب وہ کھڑی ہوئی تو وہ کپڑا اتر گیا۔ اس کے بعد وہاں لڑائی شروع ہوگئی۔ بلکہ قتل بھی ہوگیا۔ تو پھر پردے کے بارہ میں حکم ہوا کہ مسلمان عورت اپنی sanctity اور chastity کی حفاظت کرے پس سب سے بہتر یہ ہے کہ تمہارے اور دوسرے لڑکوں کے درمیان ایک فاصلہ ہونا چاہئے۔

دوسرے قرآن کریم میں جہاں حکم آیا ہے کہ پردہ کرو، وہاں پہلے مَردوں کو حکم ہے کہ تم اپنی نظریں نیچی رکھو اور عورتوں کو گھور گھور کر نہ دیکھا کرو۔ اس کے بعد عورتوں کو حکم آیا کہ تم بھی اپنی نظریں نیچی رکھو اور نہ دیکھو لیکن مَردوں کا پھر بھی اعتبار نہیں اس لئے اپنے آپ کو ڈھانپ کر رکھو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ اگر تم مجھے یہ گارنٹی دلوادو کہ مرد جو ہیں اُن کے دماغ اور ذہن بالکل پاک ہوگئے ہیں تو مَیں کہوں گا کہ اتنی سختی پردے میں نہ کرو۔ لیکن نہیں ہوا۔ گو ہر مرد ایسا نہیں ہوتا لیکن بہت سے لوگ اس طرح کے ہوتے ہیں کہ جب سوسائٹی میں majority یا ایک خاص تعداد ایسی ہو جس سے نقص پیدا ہوتے ہوں تو بہتر ہے کہ اس سے بچنے کے سامان کئے جائیں تو اس لئے پردہ ہونا ضروری ہے تاکہ آزادانہ تعلقات قائم نہ ہوں۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا:

"ہر مذہب میں پردے کا کہا گیا ہے۔ پرانے زمانے میں عیسائیوں میں جو اچھے خاندان تھے ان میں پردے ہوتے تھے۔ ان کے پرانے لباس دیکھ لو، لمبی maxi ہوتی تھیں اور بازو کلائیوں تک ہوتے تھے اور سر کے اوپر سکارف ہوتا تھا۔ بائبل میں تو یہ ہے کہ کسی عورت کا سر نظر آجائے تو اس کے بال ہی کاٹ دو، منڈوا

دو، اس طرح کی سختیاں ہیں جبکہ اسلام نے تو اس طرح کی سختیاں نہیں کیں۔ لیکن اسلام نے عورت کی حیا کو بہر حال قائم رکھا ہوا ہے اور حیا کا تصور ہر جگہ ہے اور ہر قوم میں ہے''۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''قرآن کریم میں تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہ قصہ پڑھتی ہو کہ جب مدین میں دو لڑکیاں اپنے جانوروں کو پانی پلانا چاہتی تھیں۔ وہاں مرد پانی پلا رہے تھے تو وہ پیچھے ہٹ گئیں۔ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ direct interaction مَردوں کے ساتھ ہو۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ کیا قصہ ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ اس طرح ہے۔ انہوں نے ساری بات بیان کی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے جانوروں کو پانی پلایا۔ اس کے بعد قرآن کریم یہ ذکر کرتا ہے کہ جب وہ چلی گئیں تو پھر اُن میں سے ایک واپس آئی اور بڑی حیا سے اپنے آپ کو سنبھالتی ہوئی آئی، کھلی open ہو کے نہیں آگئی تھی کہ میرا باپ تمہیں بلاتا ہے۔ قرآن کریم میں یہ سارا قصہ لکھا ہوا ہے تم اسے پڑھو۔ چنانچہ حضرت موسیٰ جب گئے تو باپ بھی بڑا ہوشیار تھا۔ اس نے یہ نہیں کہا کہ میری جوان بچیاں بھی گھر میں ہیں تو مَیں ایک لڑکا گھر میں رکھ لوں کیونکہ یہاں پھر عورت کی sanctity کا سوال آجاتا ہے۔ اس لئے اس نے کہا کہ تمہیں گھر میں رکھ تو لیتا ہوں اور تمہارے پاس گھر میں رہنے کی جگہ بھی نہیں ہے۔ اس لئے تم میری دو بیٹیوں میں سے ایک بیٹی سے شادی کر لو تا کہ تمہارے رہنے کا کوئی جواز بن جائے۔

پس اصل چیز یہ ہے کہ پردے میں عورت کی حفاظت کی گئی ہے اور اس کے لئے مرد کو بھی روکا گیا ہے لیکن پھر بھی مرد کی بے اعتباری کی وجہ سے عورت کو کہا گیا ہے کہ تم اپنے آپ کو زیادہ سنبھالو۔''

(کلاس طالبات کینیڈا 14/ جولائی 2012ء۔ مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 12/ اکتوبر 2012ء)

اسی طرح حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے احمدی طالبات کو تبلیغ کے میدان میں اسلامی حکم پردہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے کام کرنے کا ارشاد یوں فرمایا:

''یونیورسٹی کی احمدی طالبات سے کہیں کہ اگر انہیں ان کی زبانیں نہیں آتیں تو ان زبانوں میں لٹریچر حاصل کر لیں۔ فرمایا: **انٹرنیٹ پر اگر تبلیغی رابطے کرنے ہوں تو عورتوں کا تبلیغی رابطہ صرف عورتوں سے ہونا چاہئے۔** حضور انور نے پردے کی اہمیت بھی واضح فرمائی۔ فرمایا اگر کہیں مَردوں سے رابطہ ہو جائے تو

انہیں پھر مردوں کے پتے دے دیں۔ اپنے فورم میں صرف عورتوں کو لے کر آئیں۔ اور اگر کسی جگہ عورتیں پوری طرح جواب نہ دے سکتی ہوں اور کوئی مکس گیدرنگ(mix gathering)ہو تو اپنے ساتھ لائی ہوئی مہمان خاتون کو لے کر ایک سائیڈ میں بیٹھیں اور پردے کا خیال رکھیں لیکن جب کھانے پینے کا وقت آئے تو اس وقت مکس گیدرنگ میں نہیں بیٹھنا بلکہ علیحدہ انکلوژر(en-closure)میں چلی جائیں اور جو عورتیں اکٹھی مجالس میں ملیں ان کے پتے حاصل کر کے ان کو صرف عورتوں کی مجالس میں بلائیں۔ اس صورت میں ان کے ذہنوں میں یہ سوال بھی اٹھیں گے کہ آپ مکس مجالس میں کیوں نہیں آتیں؟ اس پر آپ اسلامی پردہ کے متعلق وہاں ان کی غلط فہمیاں بھی دور کر سکتی ہیں۔(یہاں پر حضور انور نے دریافت فرمایا کہ یہ مکس گیدرنگ وہی ہیں نا جن کو آپ open day کہتی ہیں؟ حضور کو بتایا گیا۔جی)حضور نے فرمایا کہ یونیورسٹی کی طالبات کے جن سے روابط ہوں ان کی علیحدہ gathering ہو سکتی ہیں۔"

(میٹنگ نیشنل مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ جرمنی 9/جون 2006ء)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک موقع پر نیشنل مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ جرمنی کے ساتھ میٹنگ میں کئی اہم ہدایات سے نوازا جن میں سے بعض کا تعلق پردہ سے بھی ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا:

"**پڑھی لکھی لڑکیوں کو شامل کر کے پردہ کے موضوع پر ایم ٹی اے کے لئے گفتگو کا پروگرام بنائیں، جس میں اس اسلامی حکم کا مقصد بیان کریں۔** اس موضوع پر بائبل کے حوالہ جات سے بات کریں اور بتائیں کہ عیسائیت نے عورت کو کمتر سمجھتے ہوئے پردہ کا حکم دیا ہے جبکہ اسلام نے عورت کے تقدّس اور اس کے مقام کو بلند کرنے کے لئے یہ حکم دیا ہے۔ پھر پردہ کی مخالفت کرنے والے لوگوں کو بتائیں کہ تم نے اپنے مذہب کو اس لئے چھوڑ دیا ہے کہ وہ پریکٹیکل مذہب نہیں تھا اور آجکل کے حالات میں چل نہیں سکتا تھا لیکن اسلام ایک پریکٹیکل مذہب ہے اور ہم حجاب اور پردہ کے ساتھ ہر کام کر سکتی ہیں۔ ایسے پروگرام بنا کر ایم ٹی اے کے لئے بھجوائیں۔ ایم ٹی اے پر لجنہ اماء اللہ کے جو پروگرام آتے ہیں وہ میری ہدایات اور نگرانی میں بنتے ہیں، اگرچہ وہ ساری دنیا کے لئے ہوتے ہیں لیکن یہاں کے ماحول کے لحاظ سے خاص طور پر یورپ کے ممالک کے لئے ہوتے ہیں۔ حضور انور نے مزید فرمایا کہ جو احمدی بچیاں پردہ وغیرہ پر اعتراض کرتی ہیں، جیسا کہ میں نے لجنہ اماء اللہ یوکے کے اجتماع میں کہا تھا، انہیں بتائیں کہ آپ جب کوئی

کلب جوائن کرتی ہیں تو اس کے کچھ اصول وضوابط ہوتے ہیں، اگر ان اصول وضوابط کی پابندی نہ کی جائے تو اس کلب کی ممبر شپ منسوخ ہو جاتی ہے۔ پس اسلام نے بھی کچھ اصول بنائے ہیں اس میں نماز پڑھنی، قرآن پڑھنا اور اس کے تمام حکموں پر عمل کرنا شامل ہے۔ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر کے آپ نے یہ عہد کیا ہے کہ آپ جو کہیں گے وہ کروں گی۔ ان باتوں کے پیش نظر خود دیکھ لو کہ تم کس مقام پر ہو۔ پھر ان سے پوچھیں کہ کیا تم خود کو احمدی سمجھتی ہو؟ اگر سمجھتی ہو تو کیا اسلام کے بنیادی حکموں پر یقین رکھتی ہو؟ اگر رکھتی ہو تو کیا اس کے حکموں پر عمل کرنے کی کوشش کرتی ہو؟ اگر کرتی ہو تو اس میں ایک حکم پردہ کا بھی ہے۔ اس طریق پر سمجھاتے ہوئے ان سے پوچھیں کہ اب بتاؤ کہ تم کیا کرنا چاہتی ہو، منافقت کے ساتھ جماعت میں دکھاوے کے لئے رہنا چاہتی ہو یا اپنے آپ کو بدل کر نیک ارادہ کے ساتھ خود کو ٹھیک کرنا چاہتی ہو؟

(میٹنگ نیشنل مجلسِ عاملہ لجنہ اماء اللہ جرمنی 25/دسمبر 2006ء۔ مطبوعہ الفضل انٹر نیشنل 19/جنوری 2007ء)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے لجنہ اماء اللہ جرمنی کی نیشنل مجلس عاملہ کے ساتھ میٹنگ میں پردہ کے حوالے سے جو ہدایات بیان فرمائیں اُن میں فرمایا:

”جرمنی کی خواتین نے اور افریقن خواتین نے پردہ میں ترقی کی ہے اور آپ پیچھے جارہی ہیں۔ ابھی چند دن پہلے ایک جرمن لڑکی ملاقات میں آئی تھی۔ اس کا بڑا اچھا پردہ تھا۔ ایک انگریز لڑکی یوکے میں آکسفورڈ یونیورسٹی میں Ph.D. کر رہی ہے، اس کا اتنا اچھا پردہ ہے، اس کو تو شرم نہیں آتی۔“

حضور انور نے فرمایا:

”یونیورسٹیوں میں احمدی لڑکیاں یہ خیال رکھیں کہ لڑکوں کے ساتھ علیحدہ بیٹھ کر گپ شپ نہ لگائیں۔ اس سے دوستیاں بڑھتی ہیں اور پھر اِدھر اُدھر بازاروں میں جانا شروع ہو جاتا ہے۔ یونیورسٹی میں اپنی پڑھائی کے سلسلہ میں اگر کسی طالبعلم سے کوئی مدد لینی ہے تو اس میں روک نہیں۔ جہاں تک یونیورسٹی میں انفرادی تبلیغ کا تعلق ہے اس بارہ میں پہلے ہی ہدایت دی ہوئی ہے کہ لڑکیاں لڑکیوں کو تبلیغ کریں اور لڑکے لڑکوں کو تبلیغ کریں۔“

(میٹنگ نیشنل مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ جرمنی 18/دسمبر 2009ء)

ہدایت پر قائم رہنے کے لئے دعا کی تلقین

ہر قسم کے شیطانی اثرات سے بچنے اور نیکی کی راہ پر قائم رہتے ہوئے زندگی گزارنے کے لئے دعا بہت اہمیت رکھتی ہے۔ چنانچہ احمدی خواتین سے ایک موقع پر خطاب فرماتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ نے دعا کی مدد سے خدا تعالیٰ کے احکامات کی پابندی اختیار کرنے کا مضمون بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"**اللہ تعالیٰ دعاؤں کو بھی سنتا ہے اور دلوں کا حال بھی جانتا ہے۔ اس لئے نیک نیتی کے ساتھ اس مقصد کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور ہر احمدی کو، عورت مرد کو یہ حکم ہے کہ دعائیں کرتے رہو کہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے تو اس پر قائم بھی رکھے اور شیطانی خیالات کو اللہ تعالیٰ مجھ پر حاوی نہ ہونے دے۔ اگر یہ سب کچھ ہو گا تو دنیا کی جو لذات ہیں، دنیا کے فیشن ہیں یا یہ احساسِ کمتری کہ اگر ہم دنیا کے مطابق نہ چلے تو ہمیں دنیا کیا کہے گی، یہ سب چیزیں بے حیثیت ہو جائیں گی۔** دین اور جماعت مقدّم ہو جائے گی۔ ایک احمدی لڑکی اپنی حیا کی حفاظت کرنے والی ہو جائے گی۔ اُس کو یہ خیال نہیں آئیں گے کہ کیا حرج ہے اگر میری تصویر رسالوں میں چھپ جائے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا جو پردہ کا حکم ہے اُسے اس بات سے روکے رکھے گا کہ یہ حرکت نہیں کرنی۔ یہ خیال پیدا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم میں کوئی نہ کوئی حکمت ہے اور یہ حکم بھی پردہ کا اور اپنی حیا کا قرآنِ کریم کے حکموں میں سے ایک حکم ہے۔ اس لئے میں نے بہر حال اپنی حیا اور اپنے پردہ کی حفاظت کرنی ہے۔ تمام اُن باتوں پر عمل کرنا ہے یا کرنے کی کوشش کرنی ہے جن کا خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اُن راستوں پر چلنے کی دعا مانگنی ہے جو اُس کی پسند کے راستے ہوں۔ خلیفۂ وقت کی طرف سے ملنے والے ہر حکم کی تعمیل کر کے اپنے عہد کو پورا کرنا ہے کہ جو بھی معروف فیصلہ وہ کریں گے اُس کی پابندی ضروری سمجھوں گا اور یہ پابندی قرآنِ کریم میں ہے۔ جب اس سوچ کے ساتھ ہر عورت زندگی بسر کرنے کی کوشش کرے گی، ہر مرد زندگی بسر کرنے کی کوشش کرے گا تو پھر یہ کڑا جس پر اُس نے ہاتھ ڈالا ہے اُسے شیطانی اور دنیاوی خیالات سے بچانے کی ضمانت بن جائے گا۔ اس کی وضاحت بھی جو پہلے میں نے آیت تلاوت کی اُن میں سے اگلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرمادی ہے

کہ: اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا (البقرۃ:258) کہ اللہ تعالیٰ اُن کا دوست ہے جو ایمان لائے۔ پس اس بات کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ اللہ تعالیٰ جس کا دوست ہو جائے، شیطان وہاں آسکے۔“

(خطاب از مستورات جلسہ سالانہ یوکے 8/ستمبر 2012ء)

پردہ ہے علامت عصمت کی، پردہ ہے روایت عظمت کی
عورت کے تقدس کی خاطر کوئی اس سے حسیں تدبیر نہیں
پردہ اعزاز ہے عورت کا تذلیل نہیں، تحقیر نہیں
جو رنگِ حیا سے عاری ہو وہ عورت کی تصویر نہیں



﴾60﴿ ﴾مشاہدات:178﴿

تبلیغ اور تجارت میں احمدی عورت کے پردے کا معیار

(از ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ)

میری بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **تبلیغ اور تجارت میں احمدی عورت کے پردے کا معیار (از ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ)**

اسلام نے مومن کی زندگی کے ہر زاویہ کو مد نظر رکھ کر رہنمائی فرمائی ہے۔ جیسے حجاب یا پردے ہی کو لیں جو ایک مسلمان عورت کے لئے قرآن کی تعلیمات کے مطابق لازم ہے۔ پردے کے حوالے سے اگر انسانی زندگی کو لیں تو ہر امر پر واضح تعلیم اور ہدایت موجود ہے۔ تبلیغ کرنے اور تجارت کرنے میں ایک خاتون کو کس طرح پردے میں رہ کر اپنی ذمہ داریاں نبھانی ہیں اِس حوالے سے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ہدایات کا ایک بیش بہا خزانہ چھوڑا ہے اُس میں سے کچھ حصہ وقت کی مناسبت سے پیش ہے۔

تبلیغ میں پردے ملحوظِ خاطر رہے

معزز بہنو! فرمایا: جہاں تک یونیورسٹی میں انفرادی تبلیغ کا تعلق ہے اس بارہ میں پہلے ہی ہدایت دی ہوئی ہے کہ لڑکیاں لڑکیوں کو تبلیغ کریں اور لڑکے لڑکوں کو تبلیغ کریں۔"

(میٹنگ نیشنل مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ جرمنی 18 دسمبر 2009ء)

پھر فرمایا: یونیورسٹی کی احمدی طالبات سے کہیں کہ اگر انہیں ان کی زبانیں نہیں آتیں تو ان زبانوں میں لٹریچر حاصل کرلیں۔ فرمایا: **انٹرنیٹ پر اگر تبلیغی رابطے کرنے ہوں تو عورتوں کا تبلیغی رابطہ صرف عورتوں سے ہونا چاہئے۔** حضور انور نے پردے کی اہمیت بھی واضح فرمائی۔ فرمایا اگر کہیں مَردوں سے رابطہ ہو جائے تو انہیں پھر مَردوں کے پتے دے دیں۔ اپنے فورم میں صرف عورتوں کو لے کر آئیں اور اگر کسی جگہ عورتیں پوری طرح جواب نہ دے سکتی ہوں اور کوئی مکس گیدرنگ (mix gathering) ہو تو اپنے

ساتھ لائی ہوئی مہمان خاتون کو لے کر ایک سائیڈ میں بیٹھیں اور پردے کا خیال رکھیں لیکن جب کھانے پینے کا وقت آئے تو اس وقت مکس گیدرنگ میں نہیں بیٹھنا بلکہ علیحدہ انکلوژر(en-closure) میں چلی جائیں اور جو عورتیں اکٹھی مجالس میں ملیں ان کے پتے حاصل کر کے ان کو صرف عورتوں کی مجالس میں بلائیں۔ اس صورت میں ان کے ذہنوں میں یہ سوال بھی اٹھیں گے کہ آپ مکس مجالس میں کیوں نہیں آتیں؟ اس پر آپ اسلامی پردہ کے متعلق وہاں ان کی غلط فہمیاں بھی دور کر سکتی ہیں۔ (یہاں پر حضور انور نے دریافت فرمایا کہ یہ مکس گیدرنگ وہی ہیں نا جن کو آپ open day کہتی ہیں؟ حضور کو بتایا گیا۔ جی) حضور نے فرمایا کہ یونیورسٹی کی طالبات کے جن سے روابط ہوں ان کی علیحدہ gathering ہو سکتی ہیں۔"

(میٹنگ نیشنل مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ جرمنی 9/جون 2006ء)

پھر ایک موقع پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے احمدی عورتوں کو اپنے پردے ٹھیک کرنے اور دعوتِ الی اللہ کے حوالہ سے دوسروں کے لئے نمونہ بننے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

"یہ پردہ تو قرآن کا بنیادی حکم ہے۔ مختلف قوموں نے یعنی مسلمان ملکوں کی قومیں جو ہیں انہوں نے اس کے مختلف طریقے اپنی سہولت کے لئے بنائے ہوئے ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ کہا کرتے تھے کہ ترکی عورت کا پردہ سب سے اچھا ہے۔ برقعہ اور نقاب۔ اس میں عورت محفوظ بھی رہتی ہے کام بھی کر سکتی ہے۔ آزادی سے پھر بھی سکتی ہے اور پردے کا پردہ ہوتا ہے۔ ایک مبلغ نے مجھے بتایا وہ ترکوں میں تبلیغ کرتے ہیں۔ کہتے ہیں جب میں تبلیغ کرتا ہوں تو ترک کہتے ہیں کہ ہم کونسا اسلام قبول کریں۔ تم ہمیں صحیح اسلام کی دعوت دے رہے ہو وہ اسلام قبول کریں یا جو تمہاری عورتیں ظاہر کرتی ہیں۔ اسلام میں تو حکم ہے کہ پردہ کرو اور پردہ نہیں کر رہی ہوتیں۔ کئی عورتیں ہماری واقف ہیں جو پردہ نہیں کرتیں۔ ایک دفعہ مَیں نے کہا تھا کہ دعوت الی اللہ کے لئے اپنا نمونہ دکھانا بھی ضروری ہے اور یہ اپنا نمونہ تبلیغ کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ تو دیکھیں آپ کے نمونہ کی وجہ سے یہ جو مثال سامنے آئی ہے دوسروں کو اعتراض کرنے کا موقع مل گیا ہے۔ اس سے نہ صرف اللہ تعالیٰ کے ایک حکم پر عمل نہ کر کے ایسی عورتیں اس حکم عدولی کی وجہ سے گناہگار ہو رہی ہیں بلکہ اس نمونے کی وجہ سے دوسرے لوگوں کے لئے ٹھوکر کا باعث بھی بن رہی

ہیں۔ اور اس طرح دوہرا گناہ سہیڑ رہی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اگلی آیت (سورۃ الاحزاب:38) میں فرمایا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کر کے تم گمراہی میں مبتلا ہو جاؤ گی۔"

(خطاب از مستورات جلسہ سالانہ سوئٹزر لینڈ 4/ ستمبر 2004ء)

پردہ تبلیغ کے لئے عملی نمونہ

تبلیغ کے حوالہ سے ایک سوال کے جواب میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے احمدی بچیوں کو اپنے عملی نمونے پیش کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"تبلیغ کے لئے راستے آپ کو تلاش کرنے پڑیں گے۔ تبلیغ کے لئے خود مواقع پیدا کرو۔ اگر آپ پڑھائی میں ہوشیار ہیں۔ آپ کا حلیہ، رویہ، کردار اچھا ہے۔ سکارف ٹھیک ہے اور پردہ ہے۔ دوستیاں بڑھانے کی طرف توجہ نہیں ہے تو دوسری لڑکیاں آپ کی طرف متوجہ ہوں گی اور پوچھیں گی کہ کون ہو؟ تو تم بتاؤ کہ مَیں احمدی ہوں۔ پھر بتاؤ کہ امام مہدیؑ کو مانا ہے۔ اس طرح بات آگے بڑھے گی اور تبلیغ کا راستہ کھلے گا۔"

(کلاس واقفاتِ نو 8/ اکتوبر 2011ء بمقام مسجد بیت الرشید، جرمنی۔ مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 6/ جنوری 2012ء)

اپنے دورۂ جرمنی کے دوران نیشنل مجلس عاملہ کے ساتھ ایک میٹنگ میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے تبلیغی سرگرمیوں کے حوالہ سے جو نصائح فرمائیں ان میں سے بعض پردہ سے متعلق تھیں۔ رپورٹ کے مطابق:

"حضور انور نے تبلیغی نشستوں کے انعقاد کے حوالہ سے فرمایا کہ ضرور منعقد کریں اور بہتر تو یہ ہے کہ ایسی مجالس منعقد ہوں جن میں مرد مَردوں کو بلائیں اور عورتیں عورتوں کو۔ اگر کسی جگہ کوئی لجنہ اپنے ساتھ مہمان لائی ہوں اور مَردوں والے حصہ میں بیٹھنا ناگزیر ہو تو صرف وہی مہمان لانے والی خاتون ہی بیٹھ سکتی ہے باقی عورتیں نہیں اور مہمان لانے والی خواتین بھی کھانا مَردوں کے ساتھ بہرحال نہیں کھائیں گی۔ خواتین پردے میں رہیں۔ حضور نے اس ضمن میں ہالینڈ کی ملکہ کے مسجد مبارک، ہیگ ہالینڈ کا دورہ کرنے کا ذکر فرمایا جنہوں نے گذشتہ دنوں جب جماعت کی مسجد کا دورہ کیا تو اسلامی روایات کا لحاظ رکھا۔ فرمایا آپ اپنی روایات پر قائم رہیں اور پردے کے معاملے میں کوئی سمجھوتہ نہ کیا کریں۔ حضور انور نے فرمایا کہ اس موقعہ پر انہیں ایک ایڈریس پیش کرنا تھا اس کے لیے میں نے خصوصی اجازت دی تھی کہ بے شک کوئی

لجنہ یہ پیش کر دے لیکن اس میں بھی انہیں یہ ہدایت کی تھی کہ یہ اجازت ہر مجلس کے لیے نہیں ہے بلکہ صرف اسی ایک تقریب کے لئے ہے۔"

(میٹنگ نیشنل مجلس عاملہ جرمنی 7/جون 2006ء۔ مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 7/جولائی 2006ء)

تجارت کرتے وقت پردہ کی حدود اور اِس کا معیار

معزز بہنو! آغاز میں بتانا ضروری ہے کہ اسلام نے عورت کو دین و دنیا میں ترقیات کے لئے اُن کی جسمانی اور ذہنی صلاحیتوں کو مدّ نظر رکھتے ہوئے یکساں مواقع فراہم کئے ہیں۔ چنانچہ پردہ کی پابندی اور حیادار لباس کے استعمال کے ساتھ ایک احمدی بچی کو ملنے والی آزادی کی وضاحت کرتے ہوئے سیّدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"اسی طرح جو جوان بچیاں ہیں اُن سے بھی مَیں کہوں گا کہ اگر بعض بچیوں کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ ہم کیوں بعض معاملات میں آزاد نہیں ہیں؟ تو وہ ہمیشہ یہ یاد رکھیں کہ آپ آزاد ہیں لیکن اپنی آزادی کو اُن حدود کے اندر رکھیں جو خدا تعالیٰ نے آپ کے لئے مقرر کی ہیں۔ اگر آزادی یہاں کے معاشرے کی بے حجابی کا نام ہے تو یقیناً ایک احمدی بچی آزاد نہیں ہے اور نہ ہی اسے ایسی آزادی کے پیچھے جانا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے جو حدود مقرر کی ہیں اُن کے اندر رہتے ہوئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے ظاہر ہے آپ کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت کا درجہ پاتا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حیا ایمان کا حصہ ہے۔ (صحیح البخاری کتاب الایمان باب الحیاء من الایمان حدیث نمبر 24) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تمہارا ہر نیک عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں جزا پاتا ہے بشرطیکہ تم مومن ہو، تمہارے میں ایمان ہو۔ پس ہر احمدی بچی کو اگر وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرتی ہے اور اپنے عملوں کی نیک جزا چاہتی ہے **تو اپنی حیا کی بھی حفاظت کرنی ہوگی**۔ ایک احمدی بچی کا لباس بھی حیادار ہونا چاہئے نہ کہ ایسا کہ لوگوں کی آپ کی طرف توجہ ہو۔ ایسے فیشن نہ ہوں جو غیروں کو، غیر مَردوں کو آپ کی طرف متوجہ کریں۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ بعض عورتوں نے ایسے برقعے بھی پہنے ہوتے ہیں، بعضوں نے شروع کر دیئے ہیں جس پر بڑی خوبصورت کڑھائی ہوئی ہوتی ہے اور پھر پیٹھ پر، back میں کچھ الفاظ بھی لکھے ہوتے ہیں۔ اب بتائیں یہ کونسی قسم کا پردہ ہے۔ پردے کا مقصد دوسروں کی توجہ اپنے سے ہٹانا ہے۔ یہ احساس دلانا ہے کہ ہم حیادار ہیں لیکن

اگر برقعوں پر گوٹے کناری لگے ہوئے ہوں اور توجہ دلانے والے الفاظ لکھے ہوئے ہوں تو یہ پردہ نہیں ہے، نہ ایسے برقعوں کا کوئی فائدہ ہے۔

پھر جہاں تک میک اَپ کا سوال ہے اگر میک اَپ کرنا ہے تو پھر جب باہر نکلیں چہرہ کو بھی مکمل طور پر پھر ڈھانکیں۔ پھر یہ صرف ماتھے کا اور ٹھوڑی کا حجاب نہیں۔ پھر پورا نقاب ہونا چاہئے۔ کوٹ گھٹنوں سے نیچے ہونے چاہئیں۔ یہ بھی حیا کا حصہ ہے۔ اگر آپ نے ٹراؤزر (trouser) یا جین (jean) پہننی ہے تو قمیص لمبی ہونی چاہئے۔ بعض لڑکیاں سمجھ لیتی ہیں کہ گھر میں جین کے اوپر ٹی شرٹ پہن لیا یا چھوٹا بلاوز پہن لیا تو ایسا کوئی فرق نہیں پڑتا، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ گھر سے باہر نکلتے ہوئے لمبا کوٹ پہن لیا۔ جبکہ گھر میں اپنے باپ بھائیوں کے سامنے بھی ایسا لباس پہننا چاہئے جو حیادار ہو، مناسب ہو۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے اُن سے پردہ نہ کرنے کا کہا ہے لیکن حیا کو بہر حال ایمان کا حصہ قرار دیا ہے۔ پھر گھر میں کسی وقت بھی کوئی عزیز رشتے دار بھی بعض دفعہ آجاتا ہے، اپنے باپ بھائیوں کے سامنے بھی اچانک کوئی آجاتا ہے تو سامنے ہونا پڑتا ہے اور ایسا لباس پھر اُن کے سامنے مناسب نہیں ہوتا۔ اس لئے گھر میں بھی اپنا لباس جو ہے حیادار رکھنا چاہئے۔ بیشک حجاب کی ضرورت نہیں ہے، سر ننگا پھر سکتی ہیں۔ لیکن تب بھی لباس ایسا ہونا چاہئے جو بہر حال حیادار ہو۔ اس لئے ہمیشہ یاد رکھیں کہ آپ نے اپنی حیا کی حفاظت کرنی ہے تاکہ ایمان کی حفاظت ہو اور پھر اس دعویٰ کی سچائی بھی ثابت ہو کہ ہم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مومن کی نشانی بتائی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والا ہے۔ **اللہ تعالیٰ سے محبت کا تقاضا ہے کہ اُس کے احکام پر عمل ہو اور حیادار لباس گھر کے اندر بھی اور گھر کے باہر بھی پہنیں۔ یہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے۔ حیا کے تقاضے پورے کرنے کے بعد آپ کو کوئی نہیں روکتا کہ آپ ڈاکٹر بنیں، یا انجینئر بنیں یا ٹیچر بنیں یا کسی بھی ایسے پیشے میں جائیں جو انسانیت کے لئے فائدہ مند پیشہ ہے۔ آپ اس کے ساتھ بالکل آزاد ہیں۔**

پس ہر احمدی بچی کا ایک تقدّس ہے، اُس کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ یہ اپنے تقدّس کا خیال اور حیا کا اظہار ہی ہے جو آپ کو نیکیوں کی تلقین کرنے والا اور برائیوں سے روکنے والا بنائے گا۔ آپ کے اپنے نمونے آپ کو

دوسروں کے لئے، اپنی سہیلیوں کے لئے توجہ کا باعث بنائیں گے۔ جس سے آپ کے لئے تبلیغ کے راستے کھلیں گے۔"

(خطاب از مستورات جلسہ سالانہ جرمنی 2/جون 2012ء)

ڈاکٹرز کو سکارف استعمال کر کی ہدایت

اسی ضمن میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے خصوصاً پاکستان اور بھارت سے مغربی ممالک میں آنے والی احمدی مستورات کو اور لیڈی ڈاکٹرز کو مخاطب کرتے ہوئے یوں نصیحت فرمائی:

"آج کل مَیں نے دیکھا ہے کہ پاکستان سے جو اسائلم حاصل کر کے یہاں آنے والی، بعض جلسے پر آنے والی عورتیں بھی میں نے دیکھا ہے پتہ نہیں کس احساس کمتری کے تحت ائرپورٹ سے نکلتے ہی نقاب اتار دیتی ہیں اور جو دوپٹے اور سکارف لیتی ہیں وہ بہرحال اس قابل نہیں ہوتے اس سے صحیح طور پر پردہ ہو سکے۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد یہ سر سے ڈھلک رہا ہوتا ہے۔ پھر میک اَپ بھی کیا ہوتا ہے اگر ایک عورت مثلاً ڈاکٹر یا کسی اور پیشے میں ہے اور اپنے پیشے کے لحاظ سے ہر وقت نقاب سامنے رکھنا مشکل ہے تو وہ تو ایسا سکارف لے سکتی ہے جس سے چہرے کا زیادہ سے زیادہ پردہ ہو سکے اور اس کے کام میں بھی روک نہ پڑے لیکن ایسی صورت میں پھر بھرپور میک اپ بھی چہرے کا نہیں ہونا چاہئے۔ لیکن ایک عورت جو خانہ دار خاتون ہے پاکستان سے پردہ کرتی یہاں آئی ہے یہاں آکر نقاب اتار دیں اور میک اپ بھی کریں تو یہ عمل کسی طرح بھی صالح عمل نہیں کہلا سکتا۔ ایسی عورت کے بارے میں یہی سوچا جا سکتا ہے کہ وہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے بجائے دنیا کو دین پر مقدم کر رہی ہے۔ ماحول سے متاثر زیادہ ہو رہی ہے بلکہ بعض دفعہ شرم آتی ہے یہ دیکھ کر کہ یہاں یورپ کے ماحول میں پلی بچیاں جو ہیں عورتیں جو ہیں وہ ان پاکستان سے آنے والی عورتوں سے زیادہ بہتر پردہ کر رہی ہوتی ہیں۔ ان لوگوں سے جو پاکستان سے یا ہندوستان سے آئی ہیں ان کے لباس اکثر کے بہتر ہوتے ہیں وہاں جو برقع پہن رہی ہوتی ہیں اگر تو وہ مَردوں کے حکم پر اتار رہی ہوتی ہیں تب بھی غلط کرتی ہیں اللہ تعالیٰ کے واضح احکامات کے خلاف مَردوں کے کسی حکم کو ماننے کی ضرورت نہیں۔ اور اگر یہ عورتیں خود ایسا کر رہی ہیں تو مَردوں کے لئے بھی قابل شرم بات ہے ان کو تو

انہیں کہنا چاہئے تھا کہ تمہارا ایک احمدی عورت کا تقدّس ہے اس کی حفاظت کرو نہ کہ اس کے پردے اتروا ؤ۔

پس ہر قسم کے کمپلیکس سے آزاد ہو کر مَردوں اور عورتوں دونوں کو پاک ہو کر یہ عمل کرنا چاہئے اور اپنے پردوں کی حفاظت کریں۔ ایسی عورتیں اور ایسے مَردوں کو اس بات سے ہی نمونہ پکڑنا چاہئے کہ غیر مذاہب سے احمدیت میں داخل ہونے والی عورتیں تو اپنے لباس کو حیادار بنارہی ہیں۔ جن کے لباس اترے ہوئے ہیں وہ اپنے ڈھکے ہوئے لباس پہن رہی ہیں اور احکامات پر عمل کرنے کی کوشش کررہی ہیں اور آپ اس حیادار لباس کو اتار کر ہلکے لباس کی طرف آرہی ہیں۔ جو آہستہ آہستہ بالکل بے پردہ کر دے گا۔ بجائے اس کے دین کے علم کے آنے کے ساتھ ساتھ روحانیت میں ترقی ہو اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پر پہلے سے بڑھ کر پابندی ہو اس سے دور ہٹنا سوائے اس کے دوبارہ جہالت کے گڑھے میں گرادے اور کچھ نہیں ہو گا۔ پھر ایک حکم کے بعد دوسرے حکم پر عمل کرنے میں سستی پیدا ہو گی پھر نسلوں میں دین سے دوری پیدا ہو گی جیسا کہ پہلے ہی میں بتا آیا ہوں اور پھر اس طرح آہستہ آہستہ نسلیں بالکل دین سے دور ہٹ جاتی ہیں اور برباد ہو رہی ہوتی ہیں۔“

(خطاب از مستورات جلسہ سالانہ یوکے 29/جولائی 2006ء)

ملازمت کی راہ میں پردہ روک نہیں ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دورۂ ہالینڈ کے دوران طالبات کے ساتھ ایک نشست میں ایک سوال کہ **عورت کو اپنا کیریئر بنانے کی کس حد تک اجازت ہے؟** کے جواب میں فرمایا۔ ہر وہ کیریئر بنانے کی اجازت ہے جس میں عورت کی حیا پر حرف نہ آئے۔ اَلْحَیَآءُ مِنَ الْاِیْمَانِ۔ ہمیشہ مدّ نظر رہنا چاہئے۔

حضور انور نے فرمایا کہ اگر KLM میں ائر ہوسٹس بننا ہے، اسکرٹ پہنتی ہے اور سر پر چھوٹی سی ٹوپی رکھنی ہے تو اس کی تو اسلام اجازت نہیں دیتا اور نہ کسی احمدی بچی کو اس کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ آپ ڈاکٹر، ٹیچر، انجینئر، سائنٹسٹ، پروفیسر، وکیل وغیرہ تو بن سکتی ہیں بشرطیکہ آپ کا لباس ٹھیک ہو اور آپ کا حجاب

نہیں اترنا چاہئے۔ آپ کا لباس حیا والا ہو تو ٹھیک ہے۔ وکالت کے حوالہ سے حضورانور نے فرمایا کہ جو کریمینل کیسز ہیں ان میں نہیں جانا۔

(کلاس طالبات ہالینڈ 16/ مئی 2012ء بمقام بیت النور، نن سپیٹ)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک خطبہ جمعہ میں لڑکیوں کے ملازمت کرنے اور پردے کے حوالے سے رہنمائی کرتے ہوئے تفصیلاً فرمایا:

”ایک بچی نے پچھلے دنوں مجھے خط لکھا کہ میں بہت پڑھ لکھ گئی ہوں اور مجھے بینک میں اچھا کام ملنے کی امید ہے۔ مَیں پوچھنا چاہتی ہوں کہ اگر وہاں حجاب لینے اور پردہ کرنے پر پابندی ہو، کوٹ بھی نہ پہن سکتی ہوں تو کیا مَیں یہ کام کر سکتی ہوں؟ کام سے باہر نکلوں گی تو حجاب لے لوں گی۔ کہتی ہے کہ مَیں نے سنا تھا کہ آپ نے کہا تھا کہ کام والی لڑکیاں اپنے کام کی جگہ پر اپنا برقع، حجاب اتار کر کام کر سکتی ہیں۔ اس بچی میں کم از کم اتنی سعادت ہے کہ اس نے پھر ساتھ یہ بھی لکھ دیا کہ آپ منع کریں گے تو کام نہیں کروں گی۔ یہ اس لئے بیان کر رہا ہوں کہ یہ ایک نہیں کئی لڑکیوں کے سوال ہیں، تو پہلی بات یہ ہے کہ مَیں نے اگر کہا تھا تو ڈاکٹرز کو بعض حالات میں مجبوری ہوتی ہے۔ وہاں روایتی برقع یا حجاب پہن کر کام نہیں ہو سکتا۔ مثلاً آپریشن کرتے ہوئے۔ ان کا لباس وہاں ایسا ہوتا ہے کہ سر پر بھی ٹوپی ہوتی ہے، ماسک بھی ہوتا ہے، ڈھیلا ڈھالا لباس ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ تو ڈاکٹر بھی پردے میں کام کر سکتی ہیں۔ ربوہ میں ہماری ڈاکٹرز تھیں۔ ڈاکٹر فہمیدہ کو ہمیشہ ہم نے پردہ میں دیکھا ہے۔ ڈاکٹر نصرت جہاں تھیں بڑا پکّا پردہ کرتی تھیں۔ یہاں سے بھی انہوں نے تعلیم حاصل کی اور ہر سال اپنی قابلیت کو نئی ریسرچ کے مطابق ڈھالنے کے لئے، اس کے مطابق کرنے کے لئے یہاں لندن بھی آتی تھیں لیکن ہمیشہ پردہ میں رہیں بلکہ وہ پردہ کی ضرورت سے زیادہ پابند تھیں۔ ان پر یہاں کے کسی شخص نے اعتراض کیا، نہ کام پر اعتراض ہوا، نہ ان کی پیشہ ورانہ مہارت میں اس سے کوئی اثر پڑا۔ آپریشن بھی انہوں نے بہت بڑے بڑے کئے تو اگر نیت ہو تو دین کی تعلیم پر چلنے کے راستے نکل آتے ہیں۔ اسی طرح مَیں نے ریسرچ کرنے والیوں کو کہا تھا کہ کوئی بچی اگر اتنی لائق ہے

کہ ریسرچ کر رہی ہے اور وہاں لیبارٹری میں ان کا خاص لباس پہننا پڑتا ہے تو وہ وہاں اس ماحول کا لباس پہن سکتی ہیں بیشک حجاب نہ لیں۔ وہاں بھی انہوں نے ٹوپی وغیرہ پہنی ہوتی ہے لیکن باہر نکلتے ہی وہ پردہ ہونا چاہئے جس کا اسلام نے حکم دیا ہے۔

بینک کی نوکری کوئی ایسی نوکری نہیں ہے کہ جس سے انسانیت کی خدمت ہو رہی ہو۔ اس لئے عام نوکریوں کے لئے حجاب اتارنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی جبکہ نوکری بھی ایسی جس میں لڑکی روزمرّہ کے لباس اور میک اَپ میں ہو، کوئی خاص لباس وہاں نہیں پہنا جانا۔

پس ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ حیا کے لئے حیادار لباس ضروری ہے اور پردہ کا اس وقت رائج طریق حیادار لباس کا ہی ایک حصہ ہے۔ اگر پردہ میں نرمی کریں گے تو پھر اپنے حیادار لباس میں بھی کئی عذر کر کے تبدیلیاں پیدا کر لیں گی اور پھر اس معاشرے میں رنگین ہو جائیں گی جہاں پہلے ہی بے حیائی بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ دنیا تو پہلے ہی اس بات کے پیچھے پڑی ہوئی ہے کہ کس طرح وہ لوگ جو اپنے مذہب کی تعلیمات پر چلنے والے ہیں اور خاص طور پر مسلمان ہیں انہیں کس طرح مذہب سے دُور کیا جائے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 13؍ جنوری 2017ء بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن)

ایک لجنہ ممبر کے سوال پر کہ آیا **عورتیں بھی پولیس کی نوکری کر سکتی ہیں؟** حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا:

’’**میرے نزدیک کچھ ایسے پروفیشن ہیں جو ایک مذہبی خاتون کو جو پردہ، حجاب پہنتی ہو، اس کو نہیں اختیار کرنے چاہئیں۔** کیونکہ وہاں آپ کو پولیس کی وردی پہننی پڑے گی اور پولیس کی وردی میں حجاب نہیں پہنا جا سکتا ہے۔ بلکہ آپ کو ٹراؤزر اور ٹی شرٹس اور جیکٹ پہننی پڑتی ہیں۔ بعض دفعہ صرف پی کیپ کا استعمال کرتے ہیں۔ سو احمدی خواتین کو پولیس سروس میں نہیں جانا چاہئے۔ اس کو مَردوں کے لئے ہی رہنے دینا چاہئے۔ میرے نزدیک کئی اور پروفیشن ہیں جو ایک احمدی خاتون اختیار کر سکتی ہے۔‘‘

اسی لجنہ ممبر کے ایک سوال پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

" آپ سوشل ورکر بن سکتی ہیں۔ کیونکہ اس میں آپ محروم اور ضرورتمند لوگوں کی خدمت کرتی ہیں۔ آپ ہیومینیٹی فرسٹ میں شامل ہوسکتی ہیں۔ ہمیں ایسی لڑکیوں کی ضرورت ہے جو افریقہ کے کچھ علاقوں میں بسنے والے غرباء کی مدد کریں۔ "

(کلاس طالبات جرمنی 2/جون 2012ء۔ مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 24/اگست 2012ء)

ایک لڑکی نے سوال کیا کہ اگر یہاں قانون نکل آئے کہ عورتیں صرف بغیر پردے کے ہی کام کر سکتی ہیں تو اس سلسلہ میں بھی حضور کچھ ارشاد فرمائیں۔ حضور انور نے فرمایا:

"اوّل تو دعا کریں۔ ان شاء اللہ ایسا قانون نہیں نکلے گا اور اگر نکل آیا تو دین پہلے اور دنیا بعد میں۔ "

(کلاس طالبات جرمنی 10/جون 2006ء۔ مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 7/جولائی 2006ء)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک طرف احمدی خواتین میں اسلامی پردہ کی ترویج کے لئے سعی فرمائی اور دوسری طرف غیر مسلموں کی طرف سے پردہ پر ہونے والے حملوں کا بھی کامیاب دفاع فرمایا۔ چنانچہ اپنے ایک خطبہ جمعہ میں حضور انور نے اِس حوالہ سے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

"اس کے ساتھ ہی مَیں ان احمدی لڑکیوں کو بھی کہتا ہوں جو کسی قسم کے complex میں مبتلا ہیں کہ اگر دنیا کی باتوں سے گھبرا کر یا فیشن کی رَو میں بہہ کر انہوں نے اپنے حجاب اور پردے اتار دیئے تو پھر آپ کی عزتوں کی بھی کوئی ضمانت نہیں ہو گی۔ **آپ کی عزت دین کی عزت کے ساتھ ہے۔**

میں پہلے بھی ایک مرتبہ ایک واقعہ کا ذکر کر چکا ہوں۔ اس طرح کے کئی واقعات ہیں۔ ایک احمدی بچی کو اس کے باس (boss) نے نوٹس دیا کہ اگر تم حجاب لے کر دفتر آئی تو تمہیں کام سے فارغ کر دیا جائے گا اور ایک مہینہ کا نوٹس ہے۔ اس بچی نے دعا کی کہ اے اللہ! میں تو تیرے حکم کے مطابق یہ کام کر رہی ہوں اور تیرے دین پر عمل کرتے ہوئے یہ پردہ کر رہی ہوں۔ کوئی صورت نکال۔ اور اگر ملازمت میرے لئے اچھی نہیں تو ٹھیک ہے پھر کوئی اور بہتر انتظام کر دے۔ تو بہرحال ایک مہینہ تک وہ افسر اس بچی کو تنگ

کرتا رہا کہ بس اتنے دن رہ گئے ہیں اس کے بعد تمہیں فارغ کر دیا جائے گا اور یہ بچی دعا کرتی رہی۔ آخر ایک ماہ کے بعد یہ بچی تو اپنے کام پر قائم رہی لیکن اس افسر کو اس کے بالا افسر نے اس کی کسی غلطی کی وجہ سے فارغ کر دیا یا دوسری جگہ بھجوا دیا اور اس طرح اس کی جان چھوٹی۔ اگر نیت نیک ہو تو اللہ تعالیٰ اسباب پیدا فرما دیتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ سے تعلق ہے تو خدا تعالیٰ ایسے طریق سے مدد فرماتا ہے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے اور بے اختیار اللہ تعالیٰ کی حمد کے الفاظ دل سے نکلتے ہیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23/ اپریل 2010ء بمقام سوئٹزرلینڈ۔ مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 14/ مئی 2010ء)

معزز بہنو! آپ ایدہ اللہ نے اپنے ایک خطاب میں بازاروں میں فیشن کے حوالے سے فرمایا:

"لباس کے ننگ کے ساتھ ہی ہر قسم کی بے ہودگی اور ننگ کا احساس ختم ہو جاتا ہے۔ ماں باپ کہہ دیتے ہیں کہ کوئی بات نہیں بچیاں ہیں۔ فیشن کرنے کا شوق ہے، کر لیں کیا حرج ہے۔ ٹھیک ہے فیشن کریں لیکن فیشن میں جب لباس ننگے پن کی طرف جا رہا ہو تو وہاں بہر حال روکنا چاہئے۔ فیشن میں برقع کے طور پر جو کوٹ پہنا جاتا ہے وہ بھی اس قدر تنگ ہو کہ مَردوں کے سامنے جانے کے قابل نہ ہو تو وہ فیشن بھی منع ہے۔ یہ فیشن نہیں ہو گا پھر وہ بے حیائی بن جائے گی۔ پھر آہستہ آہستہ سارے حجاب اُٹھ جائیں گے اور اسلام حیا کا حکم دیتا ہے۔ پس اپنی حیا اور حجاب کا خیال رکھیں اور اس کی حدود میں رہتے ہوئے جو فیشن کرنا ہے کریں۔ فیشن سے منع نہیں کیا جاتا لیکن فیشن کی بھی کوئی حدود ہوتی ہیں ان کا بھی خیال رکھیں۔ فیشن کا اظہار اپنے گھر والوں اور عورتوں کی مجلسوں میں کریں۔ بازار میں اور باہر اور ایسی جگہوں پر جہاں مَردوں کا سامنا ہو وہاں فیشن کے یہ اظہار ایسے نہیں ہونے چاہئیں جس سے بلاوجہ کی برائیاں پیدا ہونے کا امکان ہو سکے۔"

(خطاب بر موقع سالانہ اجتماع لجنہ جرمنی 11/ جون 2006ء)

پردہ اعزاز ہے عورت کا تذلیل نہیں، تحقیر نہیں
جو رنگِ حیا سے عاری ہو وہ عورت کی تصویر نہیں

پردہ ہے علامت عصمت کی، پردہ ہے روایت عظمت کی
عورت کے تقدس کی خاطر کوئی اس سے حسیں تدبیر نہیں
عفت ہے، حیا ہے، نیکی ہے، جنت ہے، سکینت ہے عورت
عورت تو گھر کی زینت ہے بازاروں کی تشہیر نہیں



﴿61﴾ ﴿مشاہدات:180﴾

آنحضورؐ کی عورتوں سے بیعت کے تناظر میں
حضور ایدہ اللہ کی احمدی عورتوں کو نصائح

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اُسے دے چکے مال و جان بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

معزز خواتین!

حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے 19 نومبر 2006ء کو لجنہ اماء اللہ برطانیہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

انسان کو کبھی خود غرض نہیں ہونا چاہئے کہ صرف اپنی فکر رہے، صرف اپنی ضروریات کا خیال رکھتا رہے، صرف اپنے جذبات کا خیال رکھے۔ بلکہ دوسروں کی بھی فکر ہونی چاہئے، دوسروں کی ضروریات کی خاطر قربانی کی سوچ ہونی چاہئے، دوسروں کے جذبات کا خیال بھی رہنا چاہئے۔ صرف اپنی عزت کا نہیں سوچنا چاہئے بلکہ اپنے خاندان اور جماعت کی عزت کا خیال بھی ہر وقت ذہن میں رہنا چاہئے۔

یہ بات بھی ہر وقت ذہن میں رہنی چاہئے کہ میرا ایک بصیر خدا ہے جو ہر وقت مجھے دیکھ رہا ہے، میرا ایک علیم و خبیر خدا ہے جس کی نظر کی گہرائی میرے پاتال تک کا بھی علم رکھتی ہے، میرے اندر تک گئی ہوئی ہے، میری ہر بات کی اس کو خبر ہے، اس لئے کوئی بات اس سے چھپی نہیں رہ سکتی۔ اور جب اس کی ہر بات پر نظر ہے، اس کو ہر بات کا علم ہے، اس کو میرے اندر اور باہر کے پل پل کی خبر ہے تو پھر جب میں یہ اعلان کرتی ہوں کہ میں ایک احمدی مسلمان عورت ہوں تو ہمیشہ آپ کو یہ خیال رہے کہ مجھے ان باتوں کی طرف توجہ دینی چاہئے جو خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہم تک پہنچائی ہیں۔ اگر کبھی ہم ان باتوں کو کسی وجہ سے بھول گئے تو جب بھی یاد کروائی جائیں تو پھر اللہ کے نیک بندوں کی طرح ان سے ایسا معاملہ کرنا چاہئے جیسے اللہ کے نیک بندے کرتے ہیں اور جن کے بارے میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَالَّذِیۡنَ اِذَا ذُکِّرُوۡا بِاٰیٰتِ رَبِّہِمۡ لَمۡ یَخِرُّوۡا عَلَیۡہَا صُمًّا وَّ عُمۡیَانًا (سورۃ الفرقان:74)

یعنی وہ لوگ کہ جب ان کے رب کی آیات انہیں یاد دلائی جاتی ہیں تو ان سے بہروں اور اندھوں کا معاملہ نہیں کرتے۔

تو یقیناً احمدی عورت جس کے دل میں نیکی کا بیج ہے جس نے اسے ابھی تک احمدیت پر قائم رکھا ہوا ہے، جو وفاؤں کی پتلی ہے، جو دین کی خاطر قربانی کا فہم رکھتی ہے، جو خلافتِ احمدیہ سے عشق و محبت کا تعلق رکھتی ہے، اسے جب نصیحت کی جائے تو اندھوں اور بہروں کی طرح سلوک نہیں کرتی۔ اگر حقیقی احمدی ہے اور یہی ہر احمدی سے امید کی جاتی ہے کہ اسے ہر نصیحت پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے نہ کہ اندھوں اور بہروں کی طرح کا سلوک اس سے ہو۔ پس جیسا کہ میں نے کہا، ایک احمدی کی یہی سوچ ہونی چاہئے کہ مَیں نے ان باتوں کی طرف توجہ دینی ہے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتائی ہیں اور یہی ایک مومن کی نشانی اور ایک مومن کی شان ہے۔ آپ جو عہد کرتی ہیں، ہمیشہ اس عہد کو اپنے سامنے رکھیں۔

معزز بہنو! حضور ایدہ اللہ نے فرمایا۔

دیکھیں! جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے عہدِ بیعت لیا تو اس میں مردوں کے عہدِ بیعت سے زائد باتیں رکھیں، جن کا قرآنِ کریم میں ذکر ملتا ہے۔ جس میں شرک سے بچنے کی طرف توجہ ہے، برائیوں سے بچنے کی طرف توجہ ہے، اولاد کی صحیح تربیت کرنے کی طرف توجہ ہے اور فرمایا

وَلَا يَعۡصِيۡنَكَ فِيۡ مَعۡرُوۡفٍ (الممتحنہ:13)

کہ نیک باتوں میں تیری نافرمانی نہیں کریں گی۔ تو اللہ تعالیٰ کوئی زبردستی نہیں کر رہا کہ ہر ایک سے زبردستی یہ (عہد) لو۔ ہاں اگر مسلمان ہونے کے لئے آئی ہیں تو پھر ان شرائط کی پابندی کرنی بھی ضروری ہے جو اسلام میں شامل ہونے کیلئے ضروری ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی جب عورتوں سے بیعت لیتے تھے تو یہی نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ پس بعض دماغوں میں خاص طور پر اس ماحول میں آکے، آج کل کے معاشرے میں ہر جگہ ہی جو یہ خیال آجاتا ہے کہ ہم آزاد ہیں تو یاد رکھیں کہ ایک حد تک آزاد ہیں۔ لیکن جہاں آپ کے دین کے، شریعت کے احکامات کا تعلق ہے وہاں آزاد نہیں ہیں۔ اگر جماعت میں شامل ہوئے ہیں تو ان شرائط کی بہرحال پابند ہیں جو ایک احمدی کیلئے ضروری ہیں۔ دیکھیں! ابتداء میں آنحضرت ﷺ کے زمانے میں جب ان عورتوں نے بیعت کی تھی تو وہ معاشرہ بالکل آزاد تھا، اس میں کوئی قانون نہیں تھا، آج کی برائیوں سے زیادہ ان میں برائیاں موجود تھیں، تعلیم کی کمی تھی، چند ایک مگر وہ بھی معمولی سا پڑھی لکھی تھیں۔ خدا کے وجود کا کوئی تصور نہ تھا، وہ صرف بتوں کو جانتی تھیں، یہ پتہ ہی نہیں تھا کہ علیم وخبیر اور بصیر خدا کیا ہے؟

لیکن جب بیعت کی تو اپنی زندگیوں میں ایک انقلاب پیدا کر لیا۔ جہالت کے اندھیروں سے نکل کر جب اسلام کی روشنی حاصل کی تو علم کی روشنی پھیلانے کا منبع ایک عورت بن گئی، پردے وغیرہ کی تمام رعایت کے ساتھ بڑوں بڑوں کو دین کے مسائل سکھائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سرٹیفکیٹ حاصل کیا کہ دین کا آدھا علم اگر حاصل کرنا ہے تو عائشہ سے حاصل کرو۔

میدانِ جنگ میں اگر مثال قائم کی تو اپنے پردے کے تقدس کو قائم رکھتے ہوئے، اپنی جرأت و بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے رومیوں کی فوج سے اکیلی اپنے قیدی بھائی کو آزاد کروا کے لے آئی اور تاریخ میں اس

عورت کا ذکر حضرت خولہ کے نام سے آتا ہے۔ پھر مدینہ پر جب کفار کا حملہ ہوا تو مرد اگر خندق کھود کر شہر کی اس طرف سے حفاظت کر رہے تھے تو گھروں کی حفاظت عورتوں نے اپنے ذمّہ لے لی اور جب یہودیوں نے جاسوسی کرنے کیلئے اپنا ایک آدمی بھیجا کہ پتہ کرو تاکہ ہم اس طرف سے حملہ کریں اور مدینہ پر قبضہ کرلیں تو مرد تو اس جاسوس کے مقابلے پر نہ آیا لیکن عورت نے اس کو زخمی کر کے، مار کے باندھ دیا اور اٹھا کر اس کو باہر پھینک دیا۔

جنگِ اُحد میں مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے تو اس وقت عورتیں ہی تھیں جنہوں نے دین کی غیرت میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ایک مثالی کردار ادا کیا اور وفا کی ایک مثال قائم کر دی۔ پس یہ طاقت، یہ جرأت، یہ وفا، یہ علم ان میں اسلام کی تعلیم پر عمل کرنے اور اسے اپنی زندگیوں کا حصہ بنانے کی وجہ سے آیا تھا۔ اس لئے ہمیشہ یاد رکھیں کہ اگر بے نفس ہو کر اپنے دین کی تعلیم کو اپنے اوپر لاگو کریں گی، اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات پر عمل کرنے کی کوشش کریں گی، خدا تعالیٰ کی عبادت کی طرف توجہ پیدا کریں گی تو آپ میں دین کی غیرت بھی پیدا ہو گی اور وفا بھی پیدا ہو گی اور آپ ہر قسم کے کامپلیکس (Complex) سے بھی آزاد ہو جائیں گی۔ ورنہ اس دنیا کی رنگینیوں میں ڈوب کر دنیاداروں کی طرح غائب ہو جائیں گی۔

پس جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی عورت نے اپنے اندر یہ انقلاب پیدا کیا کہ حقیقی مسلمات بنیں، مومنات بنیں، قانتات بنیں، تائبات بنیں، عابدات بنیں، آپ نے بھی اگر ان کے نقشِ قدم پر چلنا ہے تو پھر ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اسلام کی تعلیم کو اپنے اوپر لاگو کرنا ہو گا۔ اگر یہ لاگو نہ کیا تو پھر آپ مسلمان نہیں کہلا سکتیں، اگر آپ نے اپنے ایمانوں میں مضبوطی پیدا نہ کی اور معاشرے کی برائیوں سے اپنے آپ کو نہ بچایا تو مومنات نہیں کہلا سکتیں، اگر فرمانبرداری کے اعلیٰ معیار قائم نہ کئے تو قانتات نہیں کہلا سکتیں، اگر توبہ اور عبادتوں کی طرف ہر وقت توجہ نہ رکھی تو تائبات اور عابدات نہیں کہلا سکتیں۔

پس اپنے جائزے لیں کہ دعوے کیا ہیں اور عمل کیا ہیں، اپنے آپ کو خود Assess کریں، اپنے خود جائزے لیں۔ ہمیشہ اس مقصد کو سامنے رکھیں جو انسان کی پیدائش کا مقصد ہے۔ اللہ کی رضا حاصل کرنا

آپ کا مطمح نظر ہو۔ اپنے لئے بڑے بڑے Targets بنائیں کہ Goal بنائیں جن کو حاصل کرنا ہے۔ اعلیٰ مقاصد کی نشاندہی کریں جن کی طرف بڑھنا ہے۔ جب آپ کے سامنے Targets بڑے ہوں گے تو پھر آپ ان کو حاصل کرنے کیلئے حقیقی کوشش کریں گی۔ لڑکیاں بھی اپنے جائزے لیں اور مائیں بھی اپنے جائزے لیں۔ اس سے آپ اپنی بھی اصلاح کر سکتی ہیں اور اپنی نسل کی بھی اصلاح کر سکتی ہیں، بچوں کی تربیت بھی اچھے رنگ میں کر سکتی ہیں۔ آج معاشرے میں اسلام کے خلاف ہر طرف حملے ہو رہے ہیں، آج اس کے دفاع کیلئے ہر احمدی بچی، ہر احمدی لڑکی اور ہر احمدی عورت کو اسی طرح میدانِ عمل میں آنے کی ضرورت ہے جس طرح پہلے زمانے کی عورت آئی یا قرونِ اولیٰ کی عورت آئی، ورنہ پھر آپ پوچھی جائیں گی کہ تمہارے سپرد کام کیا تھا اور تم نے کیا کیا؟ تمہارے دعوے کیا تھے اور تمہارے عمل کیا تھے؟

معزز بہنو! حضور ایدہ اللہ نے فرمایا۔

آج عورت کے حوالے سے اسلام پر حملے ہو رہے ہیں، بڑا Issue آجکل جو اٹھا ہوا ہے وہ حجاب یا اسکارف یا برقعہ کا مسئلہ ہے۔ مرد اس کی لاکھ وضاحتیں پیش کریں، جتنی مرضی اس کی توجیہیں پیش کریں کہ اسلام میں پردہ کیوں کیا جاتا ہے، جتنی مرضی اس کی Justification پیش کریں اس کا صحیح جواب اگر کوئی دے سکتی ہے تو وہ ایک باعمل اور نیک احمدی عورت دے سکتی ہے۔ پس بجائے کسی کامپلیکس (Complex) میں مبتلا ہونے کے، جرأتمند مسلمان احمدی عورت کی طرح اپنے عمل سے اور دلائل سے اس بات کو اپنے ماحول میں، اپنے معاشرے میں پہنچائیں کہ یہ قرآنی حکم ہماری عزتوں کیلئے ہے، ہمارا شرف بحال کرنے کیلئے ہے، یہ کوئی قید نہیں ہے۔

ان لوگوں کی حالت بھی دیکھ لیں۔ ایک طرف تو یہ لوگ اسلام پر اعتراض کرتے ہیں کہ اس میں جبر ہے، سختی ہے اور دوسری طرف خود بھی کسی کے ذاتی معاملات میں دخل اندازی کر رہے ہیں۔ اگر کوئی عورت اسکارف لینا چاہتی ہے، حجاب لینا چاہتی ہے تو ان سے کوئی پوچھے کہ تمہیں کیا تکلیف ہے؟ آجکل کیونکہ عمل تو رہا نہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نہیں مانا ان مسلمان عورتوں کی اکثریت پردہ نہیں کرتی تو اسلام انہیں کوئی سزا نہیں دیتا، کوئی قانون انہیں سزا نہیں دے رہا۔ لیکن جو دین کی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے پردہ کرتی ہے اس پر کسی دوسرے مذہب والے کا کیا حق ہے کہ کہے کہ سخت قانون بنانا

چاہئے تاکہ وہ پردہ نہ کرے، اسکارف نہ لے، سر نہ ڈھانپے۔ کل کو کہہ دیں گے کہ یہ تمہارا لباس ٹھیک نہیں ہے، شلوار نہیں پہننی، فراکیں پہنو یا جین پہنو یا میکسی یا کوئی ایسی چیز پہنو، ہمیں اعتراض ہے اور پھر اس پر بھی اعتراض شروع ہو جائے گا۔ پھر یہ کہہ دیں گے کہ چھوٹی فراکیں پہنو، اس طرح کی پہنو اور پھر منی اسکرٹ پہنو، پھر ننگے ہو جاؤ۔

تو ان لوگوں کا کسی عورت کی عزت سے کھیلنے کا کوئی حق نہیں بنتا۔ یہ آپ لوگ ہیں جنہوں نے جواب دینے ہیں کہ تم کسی کے ذاتی معاملات میں دخل دینے والے کون ہو؟ ان سے پوچھیں کہ یہ بھی تو آزادی سلب کرنے والی بات ہے۔ کسی کا لباس اس کا ذاتی معاملہ ہے۔ یہ کیوں اس کے لباس پہننے کی آزادی کو ختم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن کیونکہ ان کی حکومتیں ہیں، دنیا میں آجکل ان کا سکّہ چلتا ہے اس لئے ناجائز اور احمقانہ باتیں کر کے سمجھتے ہیں کہ ہم نے بڑی عقل کی بات کی ہے۔ تو احمدی عورت نے اپنی عزت بھی قائم کرنی ہے اور ہر ایسے اعتراض کا جواب بھی دینا ہے۔ اس کیلئے تیار ہو جائیں۔

بعض عورتیں احمدی کہلا کر بھی پتہ نہیں کیوں کسی کامپلیکس (Complex) کا شکار ہو جاتی ہیں۔ کسی نے بتایا کہ ایک عورت نے کہا کہ میری بیٹی اگر اسکارف نہیں پہنتی یا جین اور دوسرا لباس پہنتی ہے تو اسے کچھ نہ کہو، وہ بڑی ڈیسنٹ (Decent) ہے۔

ڈیسنٹ کیوں ہے؟ کہ اس کی لڑکوں سے دوستی نہیں ہے۔ وہ آزاد ہے، اپنا اچھا بُرا جانتی ہے۔ تو یہ تو بچوں کی تربیت خراب کرنے والی بات ہے۔ آج اگر دوستی نہیں ہے تو کل کو دوستی ہو بھی سکتی ہے، آج اگر کسی برائی میں مبتلا نہیں ہے تو اسی آزادی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کسی برائی میں مبتلا ہو بھی سکتی ہے۔ اگر وہ آزاد ہے، اپنا اچھا بُرا جانتی ہے اور اس بات پر آزاد ہے کہ اسلامی حکم یا قرآنی حکم پردے پر عمل نہ کرے تو پھر جماعت بھی آزاد ہے، نظامِ جماعت بھی آزاد ہے، خلیفۂ وقت سب سے زیادہ اس کا حق رکھتا ہے کہ ایسے لوگوں کو پھر جماعت سے باہر کر دے جنہوں نے قرآنِ کریم کے بنیادی حکم کی تعمیل نہیں کرنی۔

معزز بہنو! حضور ایدہ اللہ نے فرمایا۔

اگر آپ ایک دنیاوی کلب بھی جائن (Join) کرتے ہیں تو اس کی بھی ممبر شپ کے کوئی قواعد و ضوابط ہوتے ہیں۔ اگر ان کو پورا نہ کریں تو ممبر شپ ختم ہو جاتی ہے۔ تو دین کا معاملہ تو خدا کے ساتھ ایک بانڈ

(Bond) ہے ایک عہدِ بیعت ہے۔ اگر اس کی واضح تعلیم کے خلاف عمل کریں گی اور اس کی تعلیم پر عمل کرنے سے انکار کریں گی تو پھر اگر آپ کی لڑکی کو یا آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ پردہ نہ کریں تو پھر مجھے بھی یہ حق حاصل ہے، اسی حق کی وجہ سے جو آپ کو حاصل ہے کہ پھر ایسے نافرمانوں کو جماعت سے نکال کر باہر کردوں۔ مَیں تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے ایسا کروں گا، اس لئے کسی کو کوئی شکوہ بھی نہیں ہونا چاہئے۔ یہاں مَیں انتظامیہ کو بھی یہ بتادوں کہ پہلے Step میں یہ جائزہ لیں کہ کوئی لڑکی، کوئی ایسی عورت عہدیدار نہ ہو جو پردہ نہ کرتی ہو اور اگر باپردکام کرنے والی نہیں ملتی تو اس مجلس کو جس مجلس میں کام کرنے والی کوئی بھی ایسی نہیں ہے جو باپردہ ہو کسی ساتھ کی مجلس کے ساتھ Attach کردیں یا کوئی باپرد چاہے کم علم رکھنے والی ہو تو اس کو کام سپرد کردیں۔ اگر اس مجلس میں کوئی بھی نہیں ملتا جو اسلامی حکم کہ 'اپنے سر اور بال اور زینت کو ڈھانپو' پر عمل کررہی ہو اور قریب کوئی مجلس بھی نہ ہو تو پھر ایسی مجلس کو ہی بند کردیں۔ اوّل تو مجھے امید ہے کہ یہ جو مَیں نے انتہائی صورت پیش کی ہے ایسی خوفناک شکل کہیں نہیں ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اللہ کے فضل سے جماعت میں نیکیوں میں آگے بڑھنے والی بے شمار خواتین ہیں۔ اگر بڑی عمر کی عورتوں میں سے نہیں تو نوجوان بچیوں میں سے مَیں دیکھ رہا ہوں کہ ایسی ہیں جو منافقت سے پاک ہیں، جو کسی قسم کی منافقت نہیں کرتیں۔ بعض اپنے گھر کے ماحول کی وجہ سے ایسی ہوں گی لیکن بہت ساری ایسی ہیں جو اپنے بڑوں سے زیادہ نیکیوں پر قائم ہیں۔ کوشش کرتی ہیں کہ حجاب لیں، حیا رکھیں۔ ایم ٹی اے کیلئے ایک پروگرام انہوں نے بنایا ہے جو ابھی دکھایا نہیں لیکن مَیں ریکارڈنگ دیکھ رہا تھا اس میں ہماری ایک بچی نے جو ٹیچر بھی ہے، جب سکول میں حجاب کا مسئلہ آیا تو یہ کہا کہ مَیں سکول میں بھی سر ڈھانکوں گی کیونکہ مَیں بچوں کو سکول میں یہ نہیں سکھانا چاہتی کہ مَیں نے منافقانہ رویّہ یا دوہرا معیار رکھا ہوا ہے۔ بچے مجھے باہر اسکارف میں دیکھ لیں گے تو کہیں گے کہ سکول میں کیوں نہیں لیتی، سکول میں سر کیوں نہیں ڈھانکتی؟ وہاں ایک Discussion یہ بھی ہو رہی تھی کہ پرائمری سکول میں چھوٹے بچوں کو پڑھانے والی ہماری ایک ٹیچر ہے وہ سر نہیں ڈھانپتی۔ ٹھیک ہے جہاں چھوٹے بچے ہوں، عورتیں ہوں بے شک نہ ڈھانپیں،

کوئی حرج نہیں۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ جس بچی نے کہا کہ مَیں سکول میں بھی سر ڈھانکوں گی، اس کے سکول میں بڑے بچے ہوں۔

تو بہر حال پردہ ایک اسلامی حکم بھی ہے اور ایک احمدی عورت اور نوجوان لڑکی کی شان بھی ہے اور اس کا تقدّس بھی ہے کیونکہ احمدی عورت کا تقدّس بھی اسی سے قائم ہے، اس کو قائم رکھنا ضروری ہے۔ لیکن یاد رکھیں کہ اسکارف کے ساتھ نچلا لباس بھی ڈھیلا ہونا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ زینت نظر نہ آئے۔ بعض غیر از جماعت لڑکیاں نظر آجاتی ہیں، انہوں نے اسکارف تو شاید اس ری ایکشن (Reaction) میں لیا ہوتا ہے کہ ہمیں کیوں اسکارف لینے سے روکا جارہا ہے۔ لیکن ان کا جو لباس ہوتا ہے وہ Tight جین اور بلاؤز پہنے ہوتے ہیں۔ اس پردے کا کوئی فائدہ نہیں، وہ تو منافقت ہے۔ پردہ ایسا ہو جو پردہ بھی ہو اور وقار بھی ہو۔

پھر مجھے پتہ چلا ہے کہ ایک جگہ عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں تو ایک عہدیدار عورت نے دوسری کو کہا کہ حالات کی وجہ سے اب پردے میں ہمیں کچھ Relax ہونا چاہئے، اتنی سختی نہیں کرنی چاہئے۔ ٹھیک ہے Relax ہو جائیں تو جس طرح مَیں نے پہلے کہا ہے کہ پھر وہ اپنا حق استعمال کریں اور مَیں اپنا حق استعمال کروں گا۔ یہ تو نہیں ہے کہ آپ اپنے حق لیتی رہیں اور میرا حق کہیں کہ تم استعمال نہ کرو۔ میں نے تو بہر حال اس حکم کی پابندی کروانی ہے انشاء اللہ تعالیٰ، جو قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیا ہے۔ نہیں تو جیسا کہ مَیں نے کہا دروازہ کھلا ہے جو جانا چاہتا ہے چلا جائے۔

معزز بہنو! حضور ایدہ اللہ نے فرمایا۔

مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ یہ کامپلیکس (Complex) کس وجہ سے ہے، کیسا ہے، کیوں ہے؟ یہاں کی لوکل برٹش عورتیں بھی ہیں، یورپ میں اور جگہ بھی احمدی ہوتی ہیں، لڑکیاں بھی ہیں، جماعت میں داخل ہو رہی ہیں۔ انہوں نے تو اسکارف پہننا شروع کر دیا ہے، اپنے سر ڈھانکنے شروع کر دیئے ہیں اور آپ لوگوں میں سے بعض ایسی ہیں جو احساسِ کمتری کا شکار ہو رہی ہیں۔ ابھی کل ہی یہاں کی ایک انگریز لڑکی جو چند دن پہلے احمدی ہوئی ہے مجھے ملی ہے، اس کو تو اسکارف یا حجاب کی کوئی عادت نہیں تھی لیکن اس نے بڑا اچھا حجاب لیا

ہوا تھا۔ یہ لوگ تو اس خوبصورت تعلیم پر عمل کرنے کے لئے اسے قبول کر رہے ہیں اور ہماری بعض خواتین احساسِ کمتری کا شکار ہیں اس پر سوائے اِنَّالِلّٰہِ کے اور کیا کہا جاسکتا ہے۔

اگر کسی کے ذہن میں یہ خیال ہو کہ اس طرح سختی سے جماعت کم ہو گی، جماعت سے لوگ دوڑنا شروع ہو جائیں گے تو یاد رکھیں کہ جماعت کم نہیں ہو گی۔ ایسی تمام عورتیں بھی اگر چھوڑ دیں تو اللہ میاں کا وعدہ ہے اور اس کے مطابق وہ نئی قومیں عطا فرمائے گا۔ یہاں کے برٹش لوگوں میں سے بھی جو عورتیں آئی ہیں، احمدی ہوئی ہیں بڑی مخلص ہیں اور آئندہ بھی ان لوگوں میں سے ہی آپ دیکھیں گی کہ قطراتِ محبت ٹپکیں گے جو اسلام اور اسلام کی تعلیم سے محبت کرنے والے ہوں گے۔ ابھی جس کا میں نے ذکر کیا ہے کہ کل ہی مجھے ملی ہیں اور بہت ساری ایسی ہیں، اس وقت یہاں میرے سامنے بیٹھی ہوئی ہیں جو خود احمدی ہوئی ہیں اور پھر احمدیت میں ترقی کرتی چلی گئیں۔ یہاں آپ کی صدر صاحبہ ہیں یہ بھی تو پاکستانی نہیں، جرمن ہیں، پردہ کرتی ہیں، برقعہ پہنتی ہیں ان کو تو کوئی کامپلیکس نہیں۔ تو جیسا کہ مَیں نے ذکر کیا ہے وہ خاتون جو شاید عہدیدار بھی ہے، وہ پردے میں Relax ہونا چاہتی ہے۔ اصل بات جو مَیں سمجھتا ہوں یہ ہے کہ بنیادی طور پر وہ اعتراض مجھ پر کرنا چاہتی ہے کہ مَیں پردے کے معاملہ میں سختی کرتا ہوں۔ اس قسم کے لوگ جو گول مول باتیں کرتے ہیں یہ بھی منافقانہ حرکت ہے، پس اپنے آپ کو سنبھالیں اور ان نئی احمدیوں سے میں کہتا ہوں جو ان قوموں میں سے آرہی ہیں کہ اگر یہ پیدائشی احمدی اپنے پر اسلامی تعلیم لاگو نہیں کرنا چاہتیں تو ان کو نہ دیکھیں، آپ آگے بڑھیں اور ان لوگوں کیلئے نمونہ بن جائیں اور آگے بڑھ کر اسلام اور احمدیت کے حسن اور خوبیوں کو اس ماحول میں پھیلائیں۔

پردہ اور حیا ہر زمانے میں، ہر مذہب کی تعلیم رہی ہے۔ حضرت موسیٰ کے وقت میں بھی قرآن کریم میں جن دو عورتوں کا ذکر ہے کہ وہ ایک طرف کھڑی تھیں، اپنے جانوروں کو پانی نہیں پلا رہی تھیں تو وہ پردہ اور حیا کی وجہ سے ہی کھڑی تھیں کہ مرد جب فارغ ہو جائیں گے تب ہم آگے جائیں گی۔

پس حیا کو ایمان کا حصہ سمجھیں اور یہی ہمیں سکھایا گیا ہے۔ عیسائی عورتیں شروع زمانے میں پردہ کرتی تھیں، اپنے لباس ڈھانکے ہوئے پہنتی تھیں، بائبل میں پردے کی یہ تعلیم کئی جگہ درج ہے۔ اگر آج عیسائی پردہ نہیں کر رہے جن کو دیکھ کر آپ متاثر ہو رہی ہیں تو وہ اپنے دین کو بھول رہے ہیں۔ اگر اپنے دین کو یاد

رکھیں، اس پر عمل کریں تو بے شمار برائیاں جو ان لوگوں میں راہ پا گئی ہیں وہ ختم ہو جائیں۔ یہاں میں آپ کی تسلی کیلئے، جن لوگوں کو کامپلیکس ہے ان کے لئے بائبل میں سے چند حوالے پیش کر دیتا ہوں، ایک حوالہ ہے:

”عورت مرد کا لباس نہ پہنے اور نہ مرد عورت کی پوشاک پہنے کیونکہ جو ایسے کام کرتا ہے وہ خداوند تیرے خدا کے نزدیک مکروہ ہے۔“

(استثناء باب 22 آیت 5)

پھر بائبل میں لکھا ہے:

”حسن دھوکا اور جمال بے ثبات ہے۔ لیکن وہ عورت جو خداوند سے ڈرتی ہے ستودہ ہو گی۔“

(امثال باب 31 آیت 30)

پھر ایک جگہ لکھا ہے:

”اسی طرح عورتیں حیادار لباس سے شرم اور پرہیز گاری کے ساتھ اپنے آپ کو سنواریں نہ کہ بال گوندھنے اور سونے اور موتیوں اور قیمتی پوشاک سے۔ بلکہ نیک کاموں سے جیسا خدا پرستی کا اقرار کرنے والی عورتوں کو مناسب ہے۔“

(ا۔ تیمتھیس باب 2 آیت 10,9)

پھر ایک (جگہ) ہے:

”جو مرد سر ڈھنکے ہوئے دعا یا نبوت کرتا ہے وہ اپنے سر کو بے حرمت کرتا ہے اور جو عورت بے سر ڈھنکے دعا یا نبوت کرتی ہے وہ اپنے سر کو بے حرمت کرتی ہے کیونکہ وہ سر مُنڈی کے برابر ہے۔ اگر عورت اوڑھنی نہ اوڑھے تو بال بھی کٹائے۔ اگر عورت کا بال کٹانا یا سر منڈانا شرم کی بات ہے تو اوڑھنی اوڑھے۔ البتہ مرد کو اپنا سر ڈھانکنا نہ چاہئے کیونکہ وہ خدا کی صورت اور اس کا جلال ہے مگر عورت مرد کا جلال ہے۔“

(1۔ کرنتھیوں باب 11 آیت 4 تا 7)

تو اسلام پر تو یہ لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ ضمنی بات بھی آگئی کہ مرد کو عورت سے Superior تو یہ لوگ سمجھتے ہیں۔ کیونکہ مرد کا اپنا ایک مقام ہے عورت کا مقام نہیں....تو یہ سب دیکھنے کے بعد آپ لوگوں کو مضبوط ہونا چاہئے، مزید مضبوط ہونا چاہئے کہ آپ تو اپنی تعلیم پر عمل کرنے والی ہیں جو اسلام کی خوبصورت تعلیم ہے اور جو زندہ خدا کے ساتھ تعلق جوڑنے والی ہے۔ جبکہ یہ مغربی معاشرہ مذہبی دیوالیہ ہو چکا ہے، اپنے دین کی ہدایات کو بھلا بیٹھا ہے۔ پس ان کو کہیں کہ ہمارے خلاف باتیں کرنے کی بجائے، مضمون لکھنے کی بجائے، قانون بنانے کی بجائے، بیان دینے کی بجائے اپنی فکر کرو، ہمارے سر ننگے کرنے کی بجائے جو ہم اپنی خوشی سے ڈھانپتی ہیں، اپنی تعلیم کے مطابق اپنی عورتوں کے سر ڈھانپو۔ پس مَیں دوبارہ یہ کہتا ہوں کہ بجائے یہ کہنے کے کہ پردہ میں نرمی کرو یا مجھے ڈھکے چھپے الفاظ میں یہ کہنے کے کہ پردہ کے معاملہ میں سختی کرتا ہے، اپنے احساسِ کمتری کو ختم کریں جن میں بھی یہ احساسِ کمتری ہے اور اس تعلیم پر عمل کریں جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت دونوں کو برائیوں سے بچنے کی تلقین کی ہے۔ مرد کو عورت سے پہلے اس بات کی تلقین کی ہے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھو، اپنی نظریں نیچی رکھو۔ پھر عورت کو حکم دیا ہے کہ نظریں نیچی رکھو۔ اور مرد میں عورت کی نسبت کیونکہ بیباکی زیادہ ہوتی ہے اس لئے عورت کو حکم دیا کہ گو کہ نظر نیچی رکھنے اور شرم گاہوں کی حفاظت کرنے کا دونوں کو حکم ہے تاہم مرد کی فطرت کی وجہ سے تمہارے لئے بہتر یہ ہے کہ تم اپنی زینت کو ڈھانکو تا کہ مرد کی بے محابا اٹھی ہوئی نظر سے بچ سکو۔

معزز بہنو! حضورایدہ اللہ نے فرمایا۔

بعض لوگ یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ پہلے خلفاء نے پردہ کے بارہ میں اتنی سختی نہیں کی تھی تو چند حوالے وہ بھی مَیں آپ کے سامنے رکھ دیتا ہوں تا کہ تسلی ہو جائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

”یورپ کی طرح بے پردگی پر بھی لوگ زور دے رہے ہیں لیکن یہ ہرگز مناسب نہیں۔ یہی عورتوں کی آزادی فسق و فجور کی جڑ ہے۔ جن ممالک نے اس قسم کی آزادی کو روا رکھا ہے ذرا ان کی اخلاقی حالت کا اندازہ کرو۔ اگر اس کی آزادی اور بے پردگی سے ان کی عفت اور پاکدامنی بڑھ گئی ہے تو ہم مان لیں گے کہ

ہم غلطی پر ہیں ۔ لیکن یہ بات بہت ہی صاف ہے کہ جب مرد اور عورت جوان ہوں اور آزادی اور بے پردگی بھی ہو تو ان کے تعلقات کس قدر خطرناک ہوں گے۔ بد نظر ڈالنی اور نفس کے جذبات سے اکثر مغلوب ہو جانا انسان کا خاصہ ہے۔ پھر جس حالت میں کہ پردہ میں بے اعتدالیاں ہوتی ہیں اور فسق وفجور کے مرتکب ہو جاتے ہیں تو آزادی میں کیا کچھ نہ ہو گا۔''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 104، جدید ایڈیشن)

پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا بھی اس بارہ میں ایک بیان ہے، فرماتے ہیں:

''شرعی پردہ جو قرآن شریف سے ثابت ہے یہ ہے کہ عورت کے بال، گردن اور چہرہ کانوں کے آگے تک ڈھکا ہوا ہو۔ اس حکم کی تعمیل میں مختلف ممالک میں اپنے حالات اور لباس کے مطابق پردہ کیا جا سکتا ہے۔''

(الفضل موٴرخہ 3/ نومبر 1924ء)

پھر فرماتے ہیں کہ:

''ہاتھ کے جوڑ کے اوپر (ہاتھ کا اشارہ کرکے بتایا کہ ''یہاں سے'') سارے کا سارا حصہ پردہ میں شامل ہے۔''

(الازہار لذوات الخمار حصہ دوم صفحہ 150)

پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا بیان بھی بڑا سخت ہے، یہ بھی غور سے سن لیں۔ ناروے میں لجنہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

''میں ایسی خواتین سے جو یہاں پردہ کو ضروری نہیں سمجھتیں پوچھتا ہوں کہ انہوں نے پردہ کو ترک کر کے اسلام کی کیا خدمت کی ہے...... آج بعض یہ کہتی ہیں کہ ہمیں یہاں پردہ نہ کرنے کی اجازت دی جائے۔ پھر کہیں گی کہ ننگ دھڑنگ سمندر میں نہانے اور ریت پر لیٹنے کی اجازت دی جائے۔ پھر کہیں گی شادی سے پہلے بچہ جننے کی اجازت دی جائے۔ مَیں کہوں گا پھر تمہیں دوزخ میں جانے کیلئے بھی تیار رہنا چاہئے... وہ اپنے آپ کو ٹھیک کر لیں قبل اس کے کہ خدا کا قہر نازل ہو۔''

(دورہ مغرب اگست 1980ء صفحہ 238-239)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں کہ:

”... کیونکہ میں محسوس کر رہا تھا کہ دنیا میں اکثر جگہ پردہ اس طرح غائب ہو رہا ہے کہ گویا اس کا وجود ہی کوئی نہیں اور اس کے نتیجے میں جو انتہائی خوفناک ہلاکتیں سامنے کھڑی قوم کو آنکھیں پھاڑے دیکھ رہی ہیں، ان ہلاکتوں کا کوئی احساس نہیں ہے۔ ماں باپ اپنی بے عملی اور غفلتوں کے نتیجے میں اپنی نئی نسلوں کو ایک معاشرتی جہنم میں جھونک رہے ہیں اور کوئی نہیں جو اس کی پرواہ کرے۔ یہ صورتِ حال ساری دنیا میں اتنی سنگین ہوتی جارہی ہے کہ مجھے خیال آیا کہ اگر احمدیوں نے فوری طور پر اسلام کے دفاع کا جھنڈا اپنے ہاتھ میں نہ لیا تو معاملہ حد سے آگے بڑھ جائے گا......“۔

پھر آپ نے فرمایا:

”...... پھر ایسی خواتین ہیں جن کو باہر تو نکلنا پڑتا ہے لیکن وہ سنگھار پٹار کرکے نکلتی ہیں۔ اب کام کا سنگھار پٹار سے کیا تعلق ہے؟......“

پھر آپ فرماتے ہیں:

”...... عورتیں سمجھتی ہیں کہ اگر ہم اس دنیا میں جہاں سے پردے اٹھ رہے ہیں اپنی سہیلیوں کے سامنے برقع پہن کر جائیں گی تو وہ کہیں گی کہ یہ اگلے وقتوں کی ہیں، پگلی ہیں، پاگل ہو گئی ہیں، یہ کوئی برقعوں کا زمانہ ہے اور یہی بات مردوں کو بھی تکلیف دیتی ہے۔ حالانکہ وہ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ عزتِ نفس اور دوسرے کا کسی کی عزت کرنا انسان کے اپنے کردار سے پیدا ہوتا ہے۔ دنیا کی نظر میں لباس کی کوئی بھی حیثیت نہیں رہتی۔ اگر کوئی آدمی صاحبِ کردار ہو تو اس کی عزت پیدا ہوتی ہے اور یہ عزت سب سے پہلے اپنے نفس میں پیدا ہونی چاہئے۔“

(خطبات طاہر جلد اوّل صفحہ 361 تا 367)

پھر آپ نے فرمایا:

”یہاں پرورش پانے والی بچیاں اپنے سر کے بالوں کے بارے میں ایک ذہنی الجھن میں مبتلا ہیں۔ وہ سمجھتی ہیں کہ بالوں کو ڈھانک کر رکھنا ایک دقیانوسی بات ہے (بڑی Backwardness ہے)۔ اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف نیم دلی سے قدم اٹھاتی ہیں نہ کہ بشاشتِ قلبی سے۔ وہ دراصل یہ کہہ رہی ہوتی ہیں کہ

اے خدا تو ہمیں اسی طور سے قبول فرمالے کہ ہم دوپٹہ اوڑھے ہوئے ہیں مگر اس طور سے جس طور سے یہودی اپنے سر کی پشت پر ایک چھوٹی سی "چپنی نما" ٹوپی پہنے ہوئے ہوتا ہے۔ پس تو اپنی طرف اٹھا ہوا یہ ادھورا قدم بھی قبول فرمالے۔ لیکن اگر آپ سب کچھ خدا کی خاطر کرتی ہیں تو پھر یہ بالکل نامناسب ہے۔ یاد رکھیں کہ عورتوں کے خدوخال کا سب سے دلکش حصہ ان کے بال ہوتے ہیں، بالخصوص جب کہ وہ سامنے کی طرف لٹکے ہوئے ہوں۔ بعض لڑکیوں کو مَیں نے دیکھا کہ جب وہ دوپٹہ اپنے سر پر کھینچتی ہیں تو ایسے طریق سے کہ جس سے ان کے بال سامنے کی طرف جھک آئیں...۔ (آپ یہ دیکھیں کہ) کیا مَیں خدا تعالیٰ کی زیادہ پرواہ کرتی ہوں یا انسانوں کی؟"

(بچوں کی اردو کلاس مؤرخہ 06.06.98)

معزز بہنو! حضور ایدہ اللہ نے فرمایا۔

تو یہ تھے مختلف خلفاء کے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیان۔ بعض لوگوں میں جو یہ سوچ پیدا ہو گئی ہے کہ فلاں خلیفہ نے تو ایسا نہیں کہا تھا اور فلاں خلیفہ کہہ رہا ہے۔ تو پہلی بات یہ ہے کہ آپ لوگ بغیر علم کے خلفاء پر بدظنی کر رہی ہیں کہ نعوذ باللہ وہ اللہ تعالیٰ کے بنیادی حکم پر عمل نہیں کروانا چاہتے تھے۔ جتنے خلفاء پہلے گزرے ہیں میں نے سب کا بیان پڑھ دیا تاکہ آپ لوگوں میں سے جس کسی کے ذہن میں بھی یہ غلط فہمی یا خنّاس تھا تو وہ دور ہو جائے۔

دوسری بات یہ کہ بعض حالات میں کوئی خلیفہ کسی بات پر زیادہ زور دیتا ہے اور کوئی کسی بات پر۔ اس لئے یہ کہنا کہ پہلے خلیفہ نے اس بارہ میں یہ بات کی تھی، تم بھی اس بارے میں اسی طرح کرو یہ تو خلافت کو پابند کرنے والی بات ہے اور اس کی بے ادبی ہے اور یہ ظاہر کرتی ہے کہ آپ نے بیعت صرف معاشرے کے دباؤ، ماں باپ کے دباؤ، خاوند کے دباؤ یا بچوں کے دباؤ کی وجہ سے کی ہے، دل سے نہیں کی۔ اگر دل سے بیعت کی ہو تو تمام معروف فیصلوں پر عمل کرنے کا جو عہد آپ نے کیا ہے وہ آپ کے سامنے ہو اور کبھی ایسی بات نہ نکلے کہ یہ فیصلہ کیوں کیا اور یہ فیصلہ کیوں نہیں کیا؟ میں پھر واضح کر دوں کہ وہ چند ایک لوگ میرے زیادہ مخاطب ہیں جو ایسی باتیں کرتے ہیں، سارے نہیں کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت سے منسلک رہنا ہے تو قرآنِ کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح احکامات کی پابندی

کرنی ہو گی۔ پھر جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا تھا دو عملی نہیں چلے گی۔ یا خدا سے ڈریں یا بندے سے ڈریں۔

پس آج ہر احمدی عورت کی غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ بجائے لوگوں سے ڈرنے کے آج جبکہ اس معاشرے میں اسلام کے خلاف نفرتوں کے بیج بوئے جارہے ہیں، طوفانِ بد تمیزی پیدا کرنے کیلئے فضا ہموار کی جارہی ہے، اعلان کر کر کے ہر ایک کو بتائیں کہ تم چاہے جتنی مرضی پابندیاں لگالو ہمارے دلوں سے، ہمارے چہروں سے، ہمارے عملوں سے اس خوبصورت تعلیم کو نہیں چھین سکتے اور اگر تم لوگ مذہب سے دور جارہے ہو، دور ہٹ رہے ہو، تباہی کے گڑھے میں گر رہے ہو تو ہم تمہارے ساتھ اس جہنم میں گرنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ بلکہ ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ انسانیت کو اپنے برے کرتوتوں اور عملوں کے بھیانک انجام سے بچائے۔ آؤ اور ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ اور ہمارے ساتھ شامل ہو کر اللہ کے حکموں پر عمل کرتے ہوئے اس کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرو کہ اسی میں تمہارے دلوں کا سکون اور تمہاری نسلوں کی بقا ہے۔ مجھے امید ہے کہ ہر باغیرت احمدی عورت جس کے دل میں کبھی ہلکا سا بھی اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کے بارے میں کوئی شائبہ پیدا ہوتا ہے وہ اس کو اپنے دل سے نوچ کر باہر پھینک دے گی اور حقیقی مسلمات، مومنات، قانتات، تائبات اور عابدات میں شامل ہو جائے گی۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین۔

پردہ اعزاز ہے عورت کا تذلیل نہیں، تحقیر نہیں
جو رنگِ حیا سے عاری ہو وہ عورت کی تصویر نہیں
پردہ ہے علامت عصمت کی، پردہ ہے روایت عظمت کی
عورت کے تقدس کی خاطر کوئی اس سے حسیں تدبیر نہیں
عفت ہے، حیا ہے، نیکی ہے، جنت ہے، سکینت ہے عورت
عورت تو گھر کی زینت ہے بازاروں کی تشہیر نہیں



﴾62﴿ ﴾مشاہدات:130﴿

جماعتی و ذیلی عہدیداران کو اپنے سپرد امانتوں کا حق ادا کرنے کی ہدایات

(از خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ 18 /اگست 2023ء)

ہر عہدیدار کو اپنے شعبہ کی بہتری کے لئے کم از کم دو نفل بھی روزانہ پڑھنے کی ہدایت۔ اگر شعبہ تربیت فعال ہو جائے تو باقی شعبے خود بخود کم از کم ستّر فیصد بہتر رنگ میں کام کرنا شروع کر دیں گے

سامعات! آج میری تقریر کا عنوان حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کے خطبہ جمعہ فرمودہ 18 اگست 2023ء کا خلاصہ پیش کرنا ہے جس میں حضور انور ایدہ اللہ جماعتی و ذیلی عہدیداروں کو اُن کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ **اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُکُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَہۡلِہَا** (النساء:59) یعنی یقیناً اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ امانت اُن کے اہل کے سپرد کرو۔ پھر ایک حدیث میں آتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! کوئی عہدہ اور ایسا مقام جس میں لوگوں کے معاملات دیکھنے کا اختیار دیا گیا ہو یا لوگوں کو نگران مقرر کیا گیا ہو تو یہ بھی ایک امانت ہے، پس اِس لحاظ سے ہمارے جماعتی نظام میں بھی ہر عہدہ یا کوئی خدمت جس پر کسی کو مامور کیا جاتا ہے امانت ہے۔

اپنے میں سے بہترین لوگ دعا کر کے منتخب کریں

پس اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جب تم یہ عہدیدار منتخب کرو تو ایسے لوگوں کو منتخب کرو جو بظاہر تمہاری نظر میں اِس کام کے لئے بہترین ہیں اور اپنے کام کی امانت کا حق ادا کر سکتے ہیں۔ انتخاب کے وقت خویش پروری یا رشتہ داری کا خیال نہیں رکھنا چاہئے۔ بہر حال ہمیں یہ کوشش کرنی چاہئے کہ ہم اپنے میں سے بہترین لوگ منتخب کریں اور دعا کر کے منتخب کریں۔ عام طور پر یہ کوشش ہوتی ہے کہ جو شخص کسی کام کے لئے مقرر کیا

جا رہا ہے وہ ایسا نہ ہو جو آگے بڑھ بڑھ کر صرف اِس لئے آ رہا ہے کہ مَیں عہدیدار بن جاؤں۔ اگر بعض دفعہ ایسے شخص کا نام جماعت کے افراد کی طرف سے کسی عہدہ کے لئے تجویز ہو کر آ بھی جائے تو مرکز یا خلیفۂ وقت کو اگر اُس کے حالات کا پتا ہو تو اُسے کام نہیں دیا جاتا اور یہ بات عین آنحضرتؐ کے ارشاد کے مطابق ہے۔

کبھی عہدہ کی خواہش کر کے عہدہ لینے کی کوشش نہیں ہونی چاہئے

سامعات! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو دو شخص آئے اور کہا کہ ہمیں فلاں کام سپرد کر دیا جائے ہم اِس کے اہل ہیں۔ آپؐ نے فرمایا! جس کو مَیں کسی کام کے لئے مقرر کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اُس کی مدد فرماتا ہے اور جو خواہش کر کے خود کام اپنے سر پر لے اُس کی پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد نہیں ہوتی، اُس کے کام میں برکت نہیں پڑتی، اِس لئے کبھی عہدہ کی خواہش کر کے عہدہ لینے کی کوشش نہیں ہونی چاہئے۔ ہاں! خدمتِ دین کا شوق ضرور ہونا چاہئے، مجھے موقع ملے مَیں خدمتِ دین کروں اور یہ خدمت کسی بھی رنگ میں ملے اِسے بجا لانے کے لئے بھرپور کوشش کرنی چاہئے۔ پس عہدہ کی خواہش کرنا، کسی کام کا نگران بن کر اُسے کرنے کی خواہش کرنا پسندیدہ نہیں ہے۔ ہاں! خدمت کا جذبہ ہونا چاہئے۔ چاہے وہ کسی بھی رنگ میں ہو، یہ پسندیدہ امر ہے۔

پس یہ باتیں منتخب کرنے والوں کو بھی ہمیشہ سامنے رکھنی چاہئیں

قرآن کریم کے حکم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہئے کہ تمہاری نظر میں دعا کے بعد جو کسی خدمت کے لئے اہل ترین لوگ ہیں اُنہیں منتخب کرو اور دوسرا یہ کہ اگر کوئی کسی عہدہ کے لئے خواہش رکھتا ہو تو جماعتی نظام اور ہر انتخابی فورم میں اُس کی حوصلہ شکنی ہونی چاہئے اور منتخب کرنے والے کو انصاف سے اپنا انتخاب کرنے کا حق استعمال کرنا چاہئے۔

عہدیداران کے انتخاب کے نتائج، رائے کے ساتھ خلیفۂ وقت کو پیش کی جاتی ہے

خلیفۂ وقت کو اختیار ہے کہ وہ چاہے کثرتِ رائے سے پیش کئے ہوئے نام کو منتخب کرے یا کم ووٹ حاصل کرنے والے کو منتخب کرے۔ بعض دفعہ بعض ایسے حالات اور اُس شخص کے بارہ میں بعض معلومات کا مرکز اور خلیفۂ وقت کو علم ہوتا ہے اور عام آدمی کو نہیں ہوتا تو بہرحال یہ ضروری نہیں ہے کہ

کثرتِ رائے والے کو ضرور منتخب کیا جائے۔ اِسی طرح ملکی جماعتوں کے جو انتخاب ہیں اِن میں حسبِ قواعد بعض کی منظوری مقامی مرکزی انتظامیہ دے دیتی ہے اور اگر کوئی تبدیلی کرنی ہو تو خلیفہ ٔوقت سے پوچھ لیتے ہیں، کوشش تو بہر حال یہ کی جاتی ہے کہ جس حد تک ممکن ہو اچھے کام کرنے والے عہدیدار میسر آئیں۔ لیکن بعض جگہ جس قسم کے لوگ میسر ہیں اُن میں سے ہی منتخب کرنے پڑتے ہیں لیکن یہاں پھر چننے اور منتخب کرنے والوں کو خیال رکھنا چاہئے کہ امانت کا اپنی استعدادوں کے مطابق بہترین رنگ میں حق ادا کرنے والے لوگ منتخب ہوں اور کبھی کسی خواہش کرنے والے کو دوستی یا رشتہ داری کی وجہ سے یا یہ دیکھ کر کہ اکثر ہاتھ کسی شخص کے لئے کھڑے ہوئے ہیں تو مَیں بھی اپنا ہاتھ کھڑا کر دوں، رائے نہیں دینی چاہئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی نفی ہے۔

گو جماعتی مرکزی نظام کے انتخابات تو اِس سال نہیں ہونے، ہو چکے ہیں

لیکن ذیلی تنظیموں انصار، خدام، لجنہ کے انتخابات بعض جگہ ہونے ہیں تو اِن تنظیموں کے ممبران کو چاہئے کہ جو بھی مجلسِ انتخاب کے ممبر بنیں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنی رائے دہی کا حق استعمال کریں اور دعا کے بعد اور انصاف سے اپنی نظر میں بہترین شخص کی سفارش خلیفہ ٔوقت کو پیش کریں۔ اگر ہم انصاف کے ساتھ اپنے اِس فریضہ کو سرانجام دینے والے بن جائیں گے تو تبھی جماعتی ترقی میں ہمارا کردار مثبت ہو گا اور ہم اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے خدمت کا موقع دیا ہے تو زمین پر جھکیں

سامعات! حضور انور ایدہ اللہ نے بعد ازاں عہدیداران کو اُن کی ذمہ داریوں کی جانب توجہ مبذول کرواتے ہوئے ارشاد فرمایا! بے شک جماعتی عہدیدار منتخب ہو چکے ہیں لیکن اُنہیں ہمیشہ اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہونا چاہئے اور ہمیشہ یہ خیال رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں خدمت کا موقع دیا ہے کہ اُس فضلوں کو حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کے ذاتی مفاد سے بالا ہو کر اپنے کام کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے سرانجام دینا چاہئے۔ بعض عہدیداروں کے متعلق شکایات آتی ہیں کہ اُن کے رویوں میں عاجزی نہیں ہوتی اور ایسا اظہار ہوتا ہے جیسا اِس عہدہ کے بعد وہ کوئی غیر معمولی شخصیت بن گئے ہیں (مَیں یہ تو نہیں کہتا کہ فرعونیت پیدا ہو گئی) لیکن بہر حال اپنے آپ کو بڑا سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ خاص طور پر جن

عہدیداروں کو نامزد کیا جاتا ہے اور وہ واقفِ زندگی بھی ہیں، اُن میں اگر یہ بات پیدا ہو تو بالکل قابل برداشت نہیں، بعض واقفینِ زندگی کو جنرل سیکریٹری بنایا گیا تو اِن کے بارہ میں شکایت ہے کہ بڑا متکبرانہ رویہ ہے، سلام تک کا جواب نہیں دیتے، ایسے رویے دکھانے والے اپنی اصلاح کریں اور اللہ تعالیٰ نے جو خدمت کا موقع دیا ہے تو زمین پر جھکیں اور ہر بچے، بڑے سے پیار اور عاجزی سے ملیں۔ آپ کو مقرر کیا گیا ہے کہ افرادِ جماعت کی خدمت کریں نہ یہ کہ اُن پر کسی قسم کی افسر شاہی کا رعب ڈالیں۔

اِن لوگوں کو اپنی اصلاح کرنی چاہئے

پھر بعض ایسے ہیں جو اپنے کام صحیح طرح سرانجام نہیں دیتے، یہاں میری طرف سے کوئی بعض معاملات رپورٹ کے لئے جاتے ہیں تو اُن کی دراز میں پڑے رہتے ہیں جب تک یاددہانی نہ کراؤ، بار بار نہ پوچھو اور چھ مہینے، سال بعد پھر ایک معافی نامہ لکھ کر کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے سے غلطی ہو گئی ہم اِن پر بروقت کاروائی نہیں کر سکے۔ اگر مرکز، خلیفۂ وقت کے خطوط کے ساتھ اِن کا یہ سلوک، رویہ ہے تو پھر عام فردِ جماعت کے متعلق اِن سے کس طرح توقع کی جا سکتی ہے کہ نیک سلوک کرتے ہوں گے۔ اِن لوگوں کو اپنی اصلاح کرنی چاہئے ورنہ اِن کو خدمت سے فارغ کر دیا جائے گا۔

یہ سوچ ہو گی تو تبھی صحیح کام کرنے کی روح بھی پیدا ہو گی

عہدیداران کو بعض اور ذمہ داریوں کی جانب توجہ دلاتے ہوئے مزید ارشاد فرمایا! ایک تو یہی کہ اپنے اندر عاجزی پیدا کریں اور جو ذمہ داری دی گئی ہے تو اُسے اِس کا حق اداء کرتے ہوئے اداء کرنے کی کوشش کریں۔ ہر وقت یہ ذہن میں رہے کہ خدا تعالیٰ ہمارے اوپر نگران ہے، وہ ہماری ہر حرکت دیکھ رہا ہے، کوئی عہدہ ملنے کے بعد ہم ہر قسم کی بندشوں سے آزاد نہیں ہوئے بلکہ ہم خدا تعالیٰ کی پکڑ کے نیچے زیادہ آ گئے ہیں۔ لوگوں نے ہمیں منتخب کیا ہے، ہم پر اعتماد کر کے خلیفۂ وقت نے ہمیں اِس خدمت کے لئے منظور کیا ہے تو ہم نے اِس اعتماد کو قائم رکھنے کی کوشش کرنی ہے اور اپنی تمام تر صلاحیتیں اِس خدمت کو بہترین رنگ میں ادا کرنے کے لئے صَرف کرنی ہیں۔ یہ سوچ ہو گی تو تبھی صحیح کام کرنے کی روح بھی پیدا ہو گی اور افرادِ جماعت کا بھی تعاون رہے گا۔

اپنے ذاتی نمونے بہت ضروری ہیں

سامعات! حضور نے فرمایا۔ اکثر عہدیدار یہ شکایت کرتے ہیں کہ بعض شعبوں میں افرادِ جماعت تعاون نہیں کرتے، بے شک یہ افراد کی بھی ذمہ داری ہے کہ جن لوگوں کو اُنہوں نے خود خدمت کے لئے چنا ہے اُن سے تعاون بھی کریں، لیکن ساتھ ہی عہدیداران کا بھی کام ہے کہ اپنی بہترین مثالیں لوگوں کے سامنے قائم کریں۔ اب ایک عہدیدار کی رپورٹ ملی کہ وہ اپنی آمد پر صحیح چندہ نہیں دیتا اور نہ ہی کم شرح سے چندہ ادا کرنے کی اجازت لینا چاہتا ہے تو ایسا شخص پھر دوسروں کے لئے کیا نمونہ قائم کرے گا، دوسروں کو کس طرح کہے گا کہ مالی قربانی کرو، پس اپنے ذاتی نمونے بہت ضروری ہیں۔ بہت زیادہ استغفار، اللہ تعالیٰ کی تسبیح، اپنی حالتوں کے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔ اگر ایک سیکریٹری تربیت خود پانچ وقت نماز باجماعت ادا کرنے کی طرف توجہ نہیں دیتا تو دوسروں کو کیا تلقین کر سکتا ہے کہ نمازوں کی طرف توجہ دو۔

جب یہ ہو گا تبھی ہم اپنی امانتوں کا حق ادا کرنے والے ہیں

اِسی طرح ایک واقفِ زندگی اور مربّی خود نوافل ادا کرنے کی طرف توجہ نہیں دے رہا تو افرادِ جماعت کو کس طرح نصیحت کر سکتا ہے کہ عبادتوں کی طرف توجہ کرو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِسی طرف تو ہماری توجہ دلائی ہے کہ غیر احمدی مولوی نصیحت کرتا ہے لیکن اُس کے عمل اُس کی نصیحت کے مطابق نہیں ہیں، اِس لئے اُس کی باتوں کا اثر نہیں ہوتا۔ پس ہمارے لئے تو ہر لمحہ بڑی فکر سے گزارنے، ہر قدم بڑا بڑا پھونک پھونک کر اُٹھانے کی ضرورت ہے، جب یہ ہو گا تبھی ہم اپنی امانتوں کا حق ادا کرنے والے ہیں۔ سیکریٹریانِ تربیت اگر اپنے نمونے قائم کرتے ہوئے پیار اور محبت کے ساتھ جماعت کی تربیت کریں تو افرادِ جماعت میں ایک انقلابی تبدیلی پیدا کر سکتے ہیں۔ **ہر عہدیدار کو اپنے شعبہ کی بہتری کے لئے کم از کم دو نفل بھی روزانہ پڑھنے چاہئیں** کہ اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے۔ اگر تربیت کا شعبہ فعال ہو جائے تو میرے اندازہ کے مطابق باقی شعبے خود بخود کم از کم ستّر فیصد بہتر رنگ میں کام کرنا شروع کر دیں گے۔

عہدیداروں نے اپنے نمونے قائم کرنے ہیں

سامعات! پس ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ عہدیداروں نے اپنے نمونے قائم کرنے ہیں اور خاص طور پر اُمراءِ جماعت، صدرانِ جماعت، سیکریٹریانِ تربیت نے خصوصًا، باقی نے بھی کرنے ہیں، یہ نہیں کہ باقی نہ بھی کریں تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میرا اِن عہدیداروں کو خاص طور پر توجہ دلانے کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ باقی نہ بھی کریں تو فرق نہیں پڑتا، ہر ایک کرے گا تو تبھی جماعتی ترقی صحیح طرح ہوگی۔ اگر اپنے نمونے نہ دکھائیں تو یہ نہیں ہے کہ کوئی فرق نہیں پڑتا، بہت فرق پڑتا ہے۔ ہر عہدیدار کے عمل کا فرق پڑتا ہے۔ اگر سیکریٹری مال خود اپنے چندے احتیاط سے نہیں اداء کر رہا تو دوسروں کو کیا کہے گا اور پھر اُس کے کہنے میں کیا برکت ہوگی۔ اگر تبلیغ کا سیکریٹری تبلیغ کا حق اداء ہی نہیں کر رہا تو افرادِ جماعت کو کس طرح تبلیغ کے لئے متحرک کرے گا۔ پس ہر شعبہ اہم ہے۔

انتخابات کے وقت امانتوں کے اہل کو منتخب کریں تو شکایات ختم ہوں گی

اِسی طرح ذیلی تنظیموں کے صدران کے عہدے ہیں اور باقی عاملہ ممبران کے عہدے اہم ہیں، ذیلی تنظیموں میں بھی ہر سطح پر اپنے آپ کو فعّال کرنا ہوگا۔ بعض جگہ صدر لجنہ کے بارہ میں شکایت آتی ہے کہ اُن کے رویے ٹھیک نہیں ہیں، بعض کے نومبائعات کے ساتھ رویے ٹھیک نہیں ہیں، اُن کو کھینچنے کے بجائے اُن کو دوڑانے کا باعث بن رہی ہیں۔ نومبائعات کو بڑے غلط رنگ میں کہا جاتا ہے کہ ہم تمہاری اصلاح کریں گے جبکہ میرے نزدیک خود ایسی صدر لجنہ کی اصلاح ہونی چاہئے۔ اور یہ اِس لئے ہوتا ہے کہ چند لوگوں کے پاس عہدے مستقل چلتے رہتے ہیں، ممبرات لجنہ بھی اپنے انتخاب میں نہیں دیکھتیں کہ کون اہل ہے اور کون نہیں، جس کے نتیجہ میں خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور لوگوں کے ایمان کو ٹھوکر لگتی ہے۔ اگر منتخب کرنے والیاں خود اپنا حقِ رائے دہی انصاف سے اور اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے اداء نہیں کر رہیں تو پھر شکایت بھی نہیں ہونی چاہئے۔ پس انتخابات کے وقت امانتوں کے اہل کو منتخب کریں تو شکایات ختم ہوں گی ورنہ ہم اپنی اصلاح نہیں کرسکتے۔

یہی سوچ ہے جو نظامِ جماعت کو ایک خوبصورت نظام بنا سکتی ہے

حضورانور ایدہ اللہ نے ارشاد فرمایا! عہدیداروں سے مَیں یہ بھی کہوں گا کہ وہ اسٹیجوں پر بیٹھنے کے لئے نہیں ہیں، ہر عہدیدار کو اپنی ڈیوٹی ایک عام کارکن بن کے دینی چاہئے۔ جو اپنی امانت کا حق اداء کرنے

والے عہدیدار ہیں وہ دوسروں کی اصلاح کا بھی باعث بنتے اور لجنہ میں بنتی ہیں۔ پس یہ سوچ ہے جو ہمارے ہر عہدیدار میں ہونی چاہئے کہ بافرمانِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قوم کے سردار اُس کے خادم ہیں۔ اِسی طرح عام حالات میں بھی ہر عہدیدار کا یہ کام ہے کہ افرادِ جماعت سے ذاتی رابطہ رکھ کر اِن سے ذاتی تعلق بڑھائیں، اِن کی خوشی، غمی میں شامل ہوں۔ ہر فردِ جماعت کو یہ احساس پیدا کروائیں کہ نظامِ جماعت تو ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کے جذبات پیدا کرنے اور ایک دوسرے کا خیال رکھنے کے لئے بنایا گیا ہے نہ کہ کوئی افسر ہے یا کوئی ماتحت ہے، کوئی بڑا ہے یا کوئی چھوٹا ہے، ہم سب ایک ہیں، بھائی بھائی ہیں اور حضرت مسیح موعودؑ کے مشن کو پورا کرنے کے لئے اپنی اپنی استعدادوں کے مطابق کوشش کر رہے ہیں۔ یہی سوچ ہے جو نظامِ جماعت کو ایک خوبصورت نظام بنا سکتی ہے اور یہی سوچ ہے جو ہمیں اللہ تعالیٰ کے بھی قریب کر سکتی ہے اور یہ سوچ نہ رکھنے اور اِس کے خلاف عمل کرنے سے ہم اللہ تعالیٰ کی ناراضگی بھی مول لینے والے ہوں گے۔

بہت بڑا اِنذار، مقام خوف اور بڑی فکر والی بات

حضرت معقلؓ بن یسار بیان کرتے ہیں: مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کا نگران اور ذمہ دار بنایا ہے وہ اگر لوگوں کی نگرانی، اپنے فرض کی ادائیگی اور اِن کی خیر خواہی میں کوتاہی کرتا ہے تو اِس کے مرنے پر اللہ تعالیٰ اُس کے لئے جنت حرام کر دے گا اور اُسے بہشت نصیب نہیں کرے گا۔ پس یہ بہت بڑا اِنذار ہے، بڑے خوف کا مقام ہے، بڑی فکر والی بات ہے۔

تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور اپنی رعایا کے متعلق پوچھا جائے گا

سامعات! پھر ایک روایت میں آتا ہے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور اپنی رعایا کے متعلق پوچھا جائے گا۔ امیر بھی نگران ہے (یعنی اِس میں عہدیدار بھی شامل ہیں) اور ہر ایک سے اپنی رعایا کے بارہ میں پوچھا جائے گیا۔ رعایا سے مراد وہ لوگ نہیں جن پر حکومت کی جاتی ہے بلکہ وہ لوگ ہیں جن کی مدد کرنے، اُن کی اصلاح و بہتری کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔ اگر یہ ذمہ داری ادا نہیں کر رہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق بہشت حرام ہو جاتی ہے۔ پس وہ لوگ جو نگران، عہدیدار بنائے گئے ہیں اگر صحیح طرح کام سرانجام نہیں دے رہے اور اپنے علاقہ میں صرف

خلیفۂ وقت کے نام نہاد نمائندے بنے بیٹھے ہیں، وہ خلیفۂ وقت کو بھی بدنام کر رہے ہیں اور خلیفۂ وقت کو بھی گناہگار بنا رہے ہیں۔ جیسا کہ مَیں مثال دی تھی کہ رپورٹیں ہی مہینوں نہیں بھیجتے، اب ایسے لوگوں کے بارہ میں میرے پاس اِس کے علاوہ اور کوئی حل نہیں کہ اگر حقیقت میں وہ اپنی اصلاح نہیں کرتے تو اِن کو خدمت سے فارغ کر دیا جائے اور مَیں پھر اِن کے گناہوں میں شامل نہ ہوں۔ پس مَیں بھی اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں، یہ لوگ بھی استغفار کریں اور اپنی اصلاح کریں۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ خلافتِ احمدیہ کو ہمیشہ ایسے سلطانِ نصیر عطاء ہوں جو اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے اپنے کام سرانجام دیں نہ کہ صرف عہدہ لینے کے لئے عہدہ سنبھالیں۔

جہاں یہ ذمہ داری خلیفۂ وقت کی ہے وہاں تمام عہدیداروں کی بھی ہے

یہ بھی ایک بہت توجہ طلب بات ہے جس کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے اجتماعی معاملات کا ذمہ دار ہو، اللہ تعالیٰ اُس کی حاجات اور مقاصد پوری نہیں کرے گا جب تک وہ لوگوں کی ضروریات پوری نہ کرے۔ پس جہاں یہ ذمہ داری خلیفۂ وقت کی ہے وہاں اِن تمام عہدیداروں کی بھی ہے جو خلیفۂ وقت کے اپنی اپنی جماعتوں میں نمائندے ہیں اور یہ عہدیداروں پر بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ صرف عاملہ کے اجلاسوں میں اپنی رائے دے کر اور میٹنگز میں شامل ہو کر سمجھ لینا کہ ہم نے اپنا فرض اداء کر دیا ہے یہ کافی نہیں۔ لوگوں کی بہتری کے لئے منصوبہ بندی کرنا اور پھر اِس پر عمل درآمد کروانا انتہائی ضروری امر ہے اور جو وسائل ہمارے پاس ہیں اُس کے اندر رہتے ہوئے جو بہترین حل لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کا ہو سکتا ہے وہ ہمیں نکالنا چاہئے۔ اِس کے لئے دنیاوی ضروریات پوری کرنے کے لئے شعبہ امورِ عامہ بھی ہے اور شعبہ صنعت و تجارت ہے اور اِس طرح ذیلی تنظیموں کو اِس کے لئے اپنا فعّال کردار ادا کرنا چاہئے۔ بے شک ہمارے پاس وسائل کم ہیں لیکن جو ہیں اُن کا بہترین استعمال صحیح منصوبہ بندی سے بہت سوں کی مدد کر سکتا ہیں۔

شعبہ رشتہ وناطہ کے لئے بہت وسیع منصوبہ بندی کی ضرورت ہے

ایک شعبہ جو آجکل تقریباً تمام جماعتوں کے لئے ایک چیلنج بنا ہوا ہے وہ شعبہ رشتہ وناطہ ہے، اِس کے لئے بہت وسیع منصوبہ بندی کی ضرورت ہے، جماعتی نظام اور ذیلی تنظیموں کے نظاموں کو بھی ایک دوسرے

کے ساتھ مل کر یہ کام کرنا ہو گا۔ یہاں پھر جماعتی اور ذیلی تنظیموں کے بھی شعبہ تربیت کو بہت فعّال کرنے کی ضرورت ہے، پھر اِسی شعبہ کی طرف بات پلٹ جاتی ہے۔ اگر ہمارے نوجوانوں کی صحیح تربیت ہو تو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس ارشاد کو ہمیشہ سامنے رکھیں کہ رشتہ کے معاملہ میں دولت، خاندان اور خوبصورتی کی بجائے دین کو فوقیت دو، اگر یہ ہماری ترجیح ہو جائے گی تو پھر لڑکے بھی اور لڑکیاں بھی اپنی دینی حالتوں کو بہتر کرنے اور خدا تعالیٰ سے تعلق جوڑنے کو ترجیح دیں گے اور اِس طرح ہم اپنی اگلی نسل کو محفوظ کر سکیں گے ورنہ آجکل دجّال جو چالیں چل رہا ہے اِس سے معمولی کوششوں سے بچنا بہت مشکل ہے، اِس کے لئے تو بہت وسیع منصوبہ بندی کرنی ہو گی۔

پس ہر عہدیدار کو پہلے اپنے گھر کی اصلاح کی ضرورت ہے

پھر جماعت میں اِس بات کو بہت توجہ دلانے کی ضرورت ہے کہ ہمارا عہد دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا صرف عہد ہی نہ ہو بلکہ ہم میں سے ہر ایک اِس کی عملی شکل بن جائے۔ جب یہ ہو گا تو تبھی ہم دجّال کا مقابلہ کر سکیں گے، اپنی نسلوں کو بچا سکیں گے، اپنے عہدوں کی بھی حفاظت کر سکیں گے، اِن کا حق ادا کر سکیں گے اور اپنی امانتوں کا بھی حق ادا کر سکیں گے۔ پس دنیا کی تمام جماعتوں کی ملکی اور مقامی عاملہ اور اِسی طرح ذیلی تنظیموں کو اِس بارہ میں بہت سوچ بچار اور ایک لائحہ عمل کی ضرورت ہے تاکہ اپنی امانتوں کا حق اداء کر سکیں۔

ہمارے نظام میں امورِ عامہ کا بھی ایک شعبہ ہے

اور یہ شعبہ بھی بہت اہم سمجھا جاتا اور ہے بھی لیکن عموماً یہ تأثر پیدا ہو گیا ہے کہ اِس شعبہ کا کام لوگوں کو سزائیں دلوانا یا سختی سے لوگوں کو تنبیہ کرنا ہے۔ دنیا میں ہر جگہ امورِ عامہ کے شعبہ میں کام کرنے والوں کو پتا ہونا چاہئے کہ اِن کا صرف اتنا کام نہیں بلکہ یہ تو کام کا ایک حصہ ہے اور سختی سے تنبیہ کرنا تو بہر حال اِن کا کام نہیں ہے، یہ تو ایک انتہاء ہوتی ہے جہاں سزاء کے طور پر سفارش کی جاتی ہے جب کوئی حل نہ ہو۔ یہاں مَیں پھر یہی کہوں گا کہ اگر شعبہ تربیت فعّال ہے تو امورِ عامہ کے بہت سے مسائل حل ہو جاتے ہیں، پس شعبہ تربیت اور امورِ عامہ کو بعض معاملات میں مل کر کام کرنے کی بہت ضرورت ہے۔

امورِ عامہ کا کام تو بہت وسیع ہے

سامعات! جماعت میں معاشی استحکام پیدا کرنے کے لئے پروگرام بنانا، افرادِ جماعت کو ملازمت اور دیگر ذرائع روزگار کے لئے رہنمائی اور مدد فراہم کرنا، خدمتِ خلق کے کاموں کو سرانجام دینا، پیار اور محبت سے سمجھا کر تنازعات کو ختم کرانا وغیرہ وغیرہ اِن کا کام ہے۔ بہر حال قضائی معاملات میں امورِ عامہ کا دخل نہیں کہ فیصلہ کرنا شروع کریں لیکن ہاں! قضا کے فیصلوں کی تنفیذ کروانا اِن کا کام ہے۔ لیکن اِس میں اگر فیصلہ کے بعد کوئی فریق اِس کی تنفیذ کرنے میں لیت ولعل سے کام لے رہا ہے تو شعبہ امورِ عامہ کا کام ہے کہ اُسے آرام سے سمجھائیں کہ اِس پر عمل نہ کرکے کیوں اپنا دین برباد کرتے ہو، تھوڑے سے دنیاوی مفاد کی خاطر کیوں اپنا دین برباد کرتے ہو اور میرا وقت بھی برباد کرتے ہیں ایسے لوگ بار بار مجھے ہی لکھتے رہتے ہیں حالانکہ خود غلطی پر ہوتے ہیں۔ بہر حال امورِ عامہ کا کام لوگوں کو سزائیں دلوانا نہیں بلکہ اِن سزاؤں سے بچانا ہے اور اِس کے لئے اُنہیں ہر ممکنہ کوشش کرنی چاہئے۔

بعض دفعہ عہدیداروں کے رویے جماعتی نظام کے بارہ میں بدظنیاں پیدا کر دیتے ہیں

مثلاً یہ کہ کسی نے اپنی ضرورت کے لئے خلیفۂ وقت کو درخواست دی ہے تو صدر یا امیر جماعت یا امورِ عامہ یا کسی خاص متعلقہ شعبہ سے اگر متعلق ہے تو اُس کے کام کرنے والے اُس شخص سے سختی کرتے ہیں کہ ہمارے ذریعہ سے کیوں نہیں درخواست دی اور معاملہ لٹک جاتا ہے اور براہِ راست جو لوگ مجھے درخواستیں لکھتے ہیں اُن کو خاص طور بدظنی پیدا ہوتی ہے کہ ہماری درخواستیں نہیں پہنچتیں، لمبا عرصہ جب کاروائی نہیں ہوتی، لوگ سمجھتے ہیں کہ خلیفۂ وقت کو ہماری درخواست پہنچی ہی نہیں۔ پھر خلیفۂ وقت اور خلیفۂ وقت کے دفتر پر بدظنیاں پیدا ہوتی ہیں، حالانکہ یہ سب غلط ہے، ہر خط پہنچتا ہے یہاں اور جو یہاں آجائے وہ پڑھا اور کھولا بھی جاتا ہے اور یہ نہیں ہے کہ اُس کو روک لیا جائے اور ہر قسم کی درخواست متعلقہ جماعت کو رپورٹ کے لئے بجھوائی بھی جاتی ہے۔

یہ عمل فردِ جماعت اور خلیفۂ وقت میں دُوری پیدا کرنے والے ہوتے ہیں

تو بہر حال افرادِ جماعت کو مَیں یہ بتا دوں کہ جو بھی خط اُن کا یہاں آتا ہے، یہاں پہنچ جائے، وہ کھولا بھی جاتا ہے، پڑھا بھی جاتا ہے اور اُس پر کاروائی بھی کی جاتی ہے۔ متعلقہ جماعت کا شعبہ اِس کے بارہ میں دیر

لگاتا ہے تو ایسے عہدیداران کو خوف کرنا چاہئے کہ اُن کے یہ عمل فردِ جماعت اور خلیفۂ وقت میں دُوری پیدا کرنے والے ہوتے ہیں، نظام کے بارہ میں بدظنیاں پیدا کرنے والے ہوتے ہیں اور اِس طرح وہ متعلقہ عہدیدار گناہگار بن رہا ہوتا ہے۔ کسی کے ایمان سے کھیل کر وہ اپنے آپ کو گناہگار بنا رہا ہوتا ہے۔ پس ایسے لوگوں کو خوف کرنا چاہئے۔ ہر عہدیدار کو یہ سمجھنا چاہئے اور خاص طور پر جن کے سپرد افرادِ جماعت کی ضروریات کا خیال رکھنے کا کام ہے کہ اگر اُنہوں نے اپنے کام میں سستی دکھائی اور لوگوں کے حق ادا نہ کئے تو نہ صرف اپنی امانتوں میں خیانت کرنے والے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں بھی آنے والے ہیں۔

لوگوں کی حاجتیں پوری کرنے میں جلدی یا کم از کم جلد رپورٹ دیا کریں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ جو امام (اِس سے مراد ہر عہدیدار ہے) حاجت مندوں، ناداروں اور غریبوں کے لئے اپنا دروازہ بند رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس کی ضروریات کے لئے آسمان کا دروازہ بند کر دیتا ہے۔ پس اگر کوئی ایسا سوچ رکھنے والا عہدیدار یا اُن کے دفتر میں کام کرنے والا کارکن ہے تو اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے لوگوں کی حاجتیں پوری کرنے میں جلدی کیا کریں یا کم از کم جلد رپورٹ دیا کریں۔ پھر مرکز کا کام ہے کہ جائزہ لے کر دیکھے کہ کس حد تک یہ حاجت پوری کی جا سکتی ہے۔ لیکن جواب ہی نہ دینا اور درخواست کو ایک کونہ میں رکھ دینا یہ بہت بڑا جرم ہے۔ پس ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی حتی المقدور کوشش کریں۔ ہر نیک کام کرنے کی طرف توجہ رکھیں۔

وہ نصیحت جو ہر عہدیدار کو اپنے لئے رہنما اصول کے طور پر سامنے رکھنی چاہئے

آنحضرتؐ نے فرمایا! جہاں بھی تم ہو اللہ تعالیٰ تقویٰ اختیار کرو، اگر کوئی برا کام کرو تو اِس کے بعد نیک کام کرنے کی کوشش کرو، یہ نیکی بدی کو مٹا دے گی اور لوگوں سے خوش اخلاقی اور حسن سلوک سے پیش آؤ۔ اِسی طرح ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرتؐ ابو موسیٰ اور مُعاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو یمن کے دو علیحدٰہ حصوں کی طرف والی مقرر کر کے بھیجا تو یہ نصیحت فرمائی کہ آسانی پیدا کرنا، مشکلیں نہ پیدا کرنا، محبت و خوشی پھیلانا اور نفرت نہ پنپنے دینا۔ پس یہ وہ نصیحت ہے جو ہر عہدیدار کو جو لوگوں سے زیادہ واسطہ رکھتا ہے اپنے لئے رہنما اصول کے طور پر سامنے رکھنی چاہئے، یہی وہ طریق ہے جس سے عہدیدار جماعت کے افراد کی خدمت کا حق ادا کر سکتے ہیں اور اُن کے ایمان کی حفاظت میں بھی کردار ادا کر سکتے ہیں اور

جماعت کی اکائی کو قائم رکھنے میں بھی اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں اور اپنی امانتوں کے بھی حق ادا کر سکتے ہیں اور جب یہ ہو گا تو ایک ایسا حسین معاشرہ قائم ہو گا جو صحیح اسلامی معاشرہ ہے اور جس کے قائم کرنے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ آئے تھے اور ہم نے اُن کو مان کر عہدِ بیعت کیا ہے۔

اگر یہ نہیں تو ہم تقویٰ سے دُور ہٹنے والے ہوں گے

سامعات! پس ہمیشہ عہدیدار یہ بات یاد رکھیں کہ افرادِ جماعت نے اُنہیں منتخب کیا ہے یا آئندہ کریں گے کہ اِس لئے کہ وہ اپنی امانتوں کا حق اداء کریں، لیکن اگر منتخب کرنے والوں نے اِس سوچ کے ساتھ انتخاب نہیں بھی کیا تو اب عہدیداروں کا کام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے سپرد جو امانتیں کر دی ہیں اُن کا حق ادا کریں اور اپنے فرائض نیک نیتی، اللہ تعالیٰ کا خوف اپنے دل میں رکھتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے، خلیفہؑ وقت کا سلطانِ نصیر بنتے ہوئے ادا کریں۔ حتی الوسعیٰ لوگوں کے ایمانوں میں مضبوطی اور اُن کو فائدہ پہنچانے کے لئے ادا کریں۔ اور جب یہ سوچ رکھیں گے اور اِس سوچ کے ساتھ اپنے فرائض ادا کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے کاموں میں بھی برکت ڈالے گا اور ہر موقع پر معین و مددگار بھی ہو گا۔ اگر یہ نہیں تو ہم تقویٰ سے دُور ہٹنے والے ہوں گے، خدا تعالیٰ اور خلیفہؑ وقت سے بھی خیانت کر رہے ہوں گے اور جن لوگوں نے صحیح یا غلط اعتماد کیا تھا اُن کے ایمانوں کو بھی نقصان پہنچانے والے ہوں گے۔

ہم نے اپنے اندر روحانی خوبصورتی پیدا کرنی ہے

خطبہؑ کے آخر میں حضور انور ایدہ اللہ نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے اقتباسات بابت امانتوں کی ادائیگی اور ایفائے عہد نیز حقوق اللہ اور حقوق العباد میں تقویٰ سے کام لینے کی روشنی میں تلقین فرمائی! پس ہر عہدیدار کو یہ بات یاد رکھنی ہے کہ ہم نے اپنے اندر روحانی خوبصورتی پیدا کرنی ہے، ہم سب سے زیادہ آپؑ کی اِن باتوں کے مخاطب ہیں (عہدیدار خاص طور پر)، ہر احمدی تقویٰ پر چلنے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کرتا ہے لیکن عہدیداروں اور وہ جن کے سپرد جماعتی خدمات ہیں، وہ سب سے زیادہ اِس بات

کے مخاطب اور ذمہ دار ہیں کہ اپنے عہدوں اور امانتوں کی حفاظت کریں، جو ہمارے سپرد ذمہ داریاں ہیں اُنہیں تقویٰ سے کام لیتے ہوئے اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ ادا کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِس کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)



﴿63﴾ ﴿مشاہدات:102﴾

عہدِ بیعت اور ہماری ذمہ داریاں

ہے عہدِ بیعت اپنا، ہمیں جان سے پیارا
جو اِس سے پھرے، اُس کے مقدّر میں خسارہ
ہم عہد نبھائیں گے جو اللہ سے باندھا
حاضر ہے ہر اِک بوجھ اُٹھانے کو یہ کاندھا

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا (الفتح:11)

ترجمہ: یقیناً وہ لوگ جو تیری بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی کی بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ہے جو اُن کے ہاتھ پر ہے۔ پس جو کوئی عہد توڑے تو وہ اپنے ہی مفاد کے خلاف عہد توڑتا ہے اور جو اُس عہد کو پورا کرے جو اُس نے اللہ سے باندھا تو یقیناً وہ اسے بہت بڑا اجر عطا کرے گا۔

کیوں جُرم نقضِ عہد کے ہوں مرتکب جناب
جب آپ عہد کرنے پر مجبور ہی نہیں
مومن تو جانتے ہی نہیں بزدلی ہے کیا
اس قوم میں فرار کا دستور ہی نہیں
دل دے چکے تو ختم ہوا قصّہ حِساب
معشوق سے حساب کا دستور ہی نہیں

میری بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے **"عہدِ بیعت اور ہماری ذمہ داریاں"**

اللہ تعالیٰ نے اپنی پیاری کتاب قرآن کریم میں درج ذیل تین مقامات سورۃ الفتح آیت 11 اور آیت 19 نیز سورۃ الممتحنہ آیت 13 پر عہدِ بیعت کا ذکر فرما کر اِس کے کچھ اصول اور شرائط وضع فرمائی ہیں۔

اس مضمون میں داخل ہونے سے قبل عنوان میں الفاظ عہد اور بیعت کے لغوی و اصطلاحی معنی جاننے کے علاوہ ان کی اسلامی ضرورت و اہمیت کو بیان کرنا ضروری ہے۔ عہد دو یا اِس سے زیادہ فریقوں کے درمیان ایک معاہدہ کو کہتے ہیں جس کی اہمیت و ضرورت قرآن و احادیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات میں خوب بیان ہوئی ہے۔

کسی بھی افراد اور قوموں کی زندگیوں میں طے پانے والے عہد وپیمان کے بارہ میں اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا (بنی اسرائیل:35) کے الفاظ میں پورا کرنے کی مومنوں کو تلقین فرمائی ہے کہ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اپنے عہد پورے کیا کرو ہر عہد کے بارہ میں تم سے پوچھا جائے گا۔ سورۃ الفتح آیت 11 میں فرمایا کہ جس نے اللہ کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو پورا کیا تو اُس کو بہت بڑا اجر دیں گے۔ ان دو جگہوں پر عہد وپیمان کو پورا کرنے پر بشارت دی گئی ہے مگر اپنے عہدوں کو توڑنے والوں کو یہ تنبیہ بھی کی گئی کہ عہد شکنی کرنے والے الخاسرون یعنی سخت گھاٹا پانے والے ہوں گے۔ قوموں سے عہد وپیمان کی ایک نمایاں مثال بنی اسرائیل کے معاہدے کی قرآن کریم میں سورۃ البقرہ آیت 41 میں یوں بیان ہوئی ہے۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ (البقرہ:41)

ترجمہ: اے بنی اسرائیل! اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر کی اور میرے عہد کو پورا کرو، میں بھی تمہارے عہد کو پورا کروں گا اور بس مجھ ہی سے ڈرو۔

اس عہد کی بدولت بنی اسرائیل کی قوم نبوت اور خلافت جیسی عظیم نعمت کی وارث ٹھہری۔ مگر جب انہوں نے اپنے اِسی عہد کو فراموش کیا تو پھر خدا نے اُن سے یہ تمام انعامات واپس لے لیے اور غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ ٹھہری۔

سامعات! جہاں تک لفظ بیعت کا تعلق ہے یہ ''بَيَعَ'' سے مشتق ہے جس کے لفظی معنی فروخت کرنے کے ہیں اور بیعت کے اصطلاحی معنی اپنے آپ کو فروخت کرنے اور بیچنے کے ہیں۔ ایک انسان جب کسی کی بیعت کرتا ہے تو وہ اپنے آپ کو اُس روحانی بندے کے ہاتھ فروخت کر کے اپنے نفس کو بھسم کر دیتا ہے۔

لُغات میں بھی اس کے معنی کے نیچے Sold لکھا آتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک جگہ گائے کی مثال دے کر سمجھایا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی گائے کسی کے آگے فروخت کر دے تو پھر بیچنے والے کے حقوق اُس گائے پر ختم ہو جاتے ہیں۔ بعینہٖ بیعت کر کے انسان کا حق اپنے نفس پر نہیں رہتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیعت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"بیعت سے مراد خدا تعالیٰ کو جان سپرد کرنا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ہم نے اپنی جان آج خدا تعالیٰ کے ہاتھ بیچ دی۔ یہ بالکل غلط ہے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں چل کر انجام کار کوئی شخص نقصان اٹھاوے۔ صادق کبھی نقصان نہیں اُٹھا سکتا۔ نقصان اسی کا ہے جو کاذب ہے۔ جو دنیا کے لیے بیعت کو اور عہد کو جو اللہ تعالیٰ سے اس نے کیا ہے توڑ رہا ہے۔ وہ شخص جو محض دنیا کے خوف سے ایسے امور کا مرتکب ہو رہا ہے۔ وہ یاد رکھے بوقت موت کوئی حاکم یا بادشاہ اُسے چھڑا نہ سکے گا۔ اُس نے احکم الحاکمین کے پاس جانا ہے جو اُس سے دریافت کرے گا کہ تو نے میرا پاس کیوں نہیں کیا؟ اِس لیے ہر مومن کے لیے ضروری ہے کہ خدا جو مٰلک السمٰوات و الارض ہے اس پر ایمان لاوے اور سچی توبہ کرے۔"

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 29-30 ایڈیشن 1984ء)

معزز بہنو! اب ہم عہد بیعت کے الفاظ پر آتے ہیں۔ اِس کے دو حصے ہیں۔ ایک وہ دس شرائط ہیں جن پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام دوستوں سے بیعت لیا کرتے تھے اور بعد میں خلفاء بھی ان شرائط پر بیعت لیتے رہے یہ شرائطِ بیعت کہلاتی ہیں جو 12 جنوری 1889ء کو منظر عام پر لائی گئیں جن میں آج تک کوئی ردّوبدل نہیں ہوا اور وہ یہ ہیں۔

اوّل:۔ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم:۔ یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بد نظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہو گا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم:۔ یہ کہ بلاناغہ پنج وقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا۔ اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا۔ اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائے گا۔

چہارم:۔ یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم:۔ یہ کہ ہر حال رنج اور راحت اور عُسر اور یُسر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہر حالت راضی بقضاء ہو گا اور ہر ایک ذِلّت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیرے گا بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

ششم:۔ یہ کہ اتباعِ رسم اور متابعتِ ہواوہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلّی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قَالَ اللّٰہ اور قَالَ الرَّسُوْل کو اپنے ہر یک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

ہفتم:۔ یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلّی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم:۔ یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردئ اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم:۔ یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض لِلّٰہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

دہم:۔ یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض للہ اقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تاوقت مرگ قائم رہے گا اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہو گا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

(اشتہار تکمیل تبلیغ 12، جنوری 1889ء)

اس عہد بیعت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”درحقیقت وہی بیعت کرتا ہے جس کی پہلی زندگی پر موت وارد ہو جاتی ہے اور ایک نئی زندگی شروع ہو جاتی ہے۔ ہر ایک امر میں تبدیلی کرنی پڑتی ہے۔“

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 257 ایڈیشن 2003ء)

پھر نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

”بیعت کی حقیقت یہی ہے کہ بیعت کنندہ اپنے اندر سچی تبدیلی اور خوفِ خدا اپنے دل میں پیدا کرے...... اور اصل مقصود کو پہچان کر اپنی زندگی میں ایک پاک نمونہ کر کے دکھاوے۔ اگر یہ نہیں تو پھر بیعت سے کچھ فائدہ نہیں بلکہ یہ بیعت پھر اس کے واسطے اور بھی باعثِ عذاب ہوگی کیونکہ معاہدہ کر کے جان بوجھ کر اور سوچ سمجھ کر نافرمانی کرنا سخت خطرناک ہے۔“

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 604-605 ایڈیشن 2003ء)

سامعات! عہدِ بیعت کا دوسرا حصہ اُن الفاظ پر مشتمل ہے جو ہر دَور کی مناسبت سے خلفاء اپنے دَور میں الفاظ میں قدرے معمولی تبدیلی کے ساتھ لیتے رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے مبارک دور میں عہد بیعت کے الفاظ یہ ہیں۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

میں شہادت دیتا ہوں / دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں شہادت دیتا / دیتی ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

آج میں مسرور کے ہاتھ پر بیعت کر کے جماعت احمدیہ مسلمہ میں داخل ہوتا / ہوتی ہوں۔ میرا پختہ اور کامل ایمان ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوۃ السلام کو وہی امام مہدی اور مسیح موعود تسلیم کرتا / کرتی ہوں جس کی خوشخبری حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے عطا فرمائی تھی۔ میں وعدہ کرتا / کرتی ہوں کہ:

- مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی مقرر کردہ دس شرائط بیعت کا پابند رہنے کی کوشش کروں گا / گی۔

-دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا/گی۔

-خلافت احمدیہ کے ساتھ ہمیشہ وفا کا تعلق رکھوں گا/گی۔

-ہمیشہ بطور خلیفۃ المسیح آپ کی تمام معروف ہدایات پر عمل کرنے کی کوشش کروں گی۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کل ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کل ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کل ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہ

- میں اللہ تعالیٰ سے ہر گناہ کی بخشش مانگتا/مانگتی ہوں جو میرا رب ہے اور میں اسی کی طرف جھکتی ہوں۔

رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ

- اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور میں اپنے گناہوں کا اقرار کرتی ہوں۔ تو میرے گناہ بخش کہ تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں۔

ہے بیعت کنندہ پہ سدا ہاتھ خدا کا
چھوڑے نہ وہ دامان اگر صبر و رضا کا

بہنو! ایک تقریر میں اُن تمام امور پر الگ سے روشنی ڈالنی مشکل ہے جن کا ذکر شرائطِ بیعت اور عہدِ بیعت میں ہے۔ دس شرائط بیعت کا اگر تفصیل سے احاطہ کریں تو قریباً 15 برائیوں سے رُکنے اور قریباً 38 نیکیوں کو اپنا کر جماعت احمدیہ میں شامل ہونے کا اقرار موجود ہے۔ جن کی اہمیت، افادیت اور ضرورت نیز اِن کو اپنانے کے فوائد پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ گاہے بگاہے اپنے خطبات جمعہ اور خطابات میں ہمیں توجہ دلاتے رہتے ہیں۔ آپ نے اپنے دورِ خلافت کے آغاز پر ہی جولائی 2003ء سے ستمبر 2003ء تک اپنے خطابات و خطبات میں اِن 10 شرائط بیعت پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ جن کو بعد ازاں **"شرائطِ بیعت اور ہماری ذمہ داریاں"** کے عنوان سے جماعت احمدیہ نے شائع کروایا جس کو اپنے زیرِ مطالعہ رکھنا چاہیئے۔

جہاں تک عہدِ بیعت کا تعلق ہے اِس میں اپنے خالقِ حقیقی اللہ تعالیٰ پر کامل یقین رکھنے کے بعد اُس پاک نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ماننا، حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو مسیح

موعود اور امام مہدی گردانناضروری ہے۔ ان تین باتوں پر ایمان لانے کے بعد دس شرائط بیعت کا پابند رہے، دین کو دنیا پر مقدم رکھنے، خلافتِ احمدیہ سے وفا کا تعلق رکھنے اور خلیفۃ المسیح کی تمام معروف ہدایات پر عمل کرنے کا عہد باندھا جاتا ہے۔ وقت کی مناسبت سے طاعت در معروف پر روشنی ڈالنی ضروری ہے جس پر بعض کم عقل اعتراض کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الممتحنہ آیت 13 میں جہاں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مسلمان عورتوں سے عہدِ بیعت لینے کا ذکر ہے۔ وہاں لَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ یعنی نہ ہی معروف امور میں تیری نافرمانی کریں گی کے الفاظ میں معروف احکامات کا ذکر فرما کر مومنوں کو یہ تعلیم دی کہ آپ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معروف احکام ماننے ہیں۔ ایک دفعہ قافلہ کے امیر نے اپنے ماتحتوں کو آگ جلا کر اِن کو اِس آگ میں کود جانے کا حکم دیا۔ جسے صحابہ نے ماننے سے انکار کر دیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے اِس فعل کو پسند فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ امیر کی ہدایت معروف حکم میں ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ اس بارہ میں فرماتے ہیں:

"''ایک اور غلطی ہے وہ طاعت در معروف کے سمجھنے میں ہے کہ جن کاموں کو ہم معروف نہیں سمجھتے اُس میں طاعت نہ کریں گے۔ یہ لفظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی آیا ہے وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ (الممتحنہ:13) اب کیا ایسے لوگوں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عیوب کی بھی کوئی فہرست بنالی ہے۔''

(حقائق الفرقان جلد 4 صفحہ 75-76)

عہد بیعت میں ایک لازمی جز اطاعت ہے۔ اطاعت کی حقیقت بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

''اطاعت صرف اپنے ذوق کے مطابق احکام پر عمل کرنے کا نام نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے ہر حکم پر عمل کرنے کا نام ہے خواہ وہ کسی کی عادت یا مزاج کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔''

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 15)

عہد بیعت میں ایک ضروری امر ادب کا خیال رکھنا بھی ہے۔ اس کے متعلق نصیحت کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

''خلافت کے خلاف بے ادبی کرنے والوں کا کبھی بھی مَیں نے نیک انجام ہوتے نہیں دیکھا۔ وہ بھی تباہ ہوئے اور ان کی اولاد بھی تباہ ہوئی۔ اس لیے ہمیشہ کامل غلامی کے ساتھ خلافت کی اطاعت کا عہد کریں اور اس پر قائم رہیں۔''

(الفضل انٹرنیشنل 21 تا 31 مئی 2021 صفحہ 92)

اطاعت در معروف کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''نبی نے تمہیں کوئی خلافِ شریعت اور خلافِ عقل حکم تو نہیں دینا۔ مثلاً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ مجھے مان لیا ہے تو پنج وقتہ نماز کے عادی بنو، جھوٹ چھوڑ دو، کبر چھوڑ دو، لوگوں کے حق مارنا چھوڑ دو، آپس میں پیار و محبت سے رہو، تو یہ سب طاعت در معروف کے حکم میں ہی آتا ہے۔ تو یہ کام تو کرو نہ اور کہتے پھرو کہ ہم قسم کھاتے ہیں کہ آپ جو حکم ہمیں دیں گے کریں گے۔ اسی طرح خلفاء کی طرف سے بھی مختلف وقتوں میں روحانی ترقی کے لیے مختلف تحریکات ہیں۔ جیسے مساجد کو آباد کرنے کے بارے میں، اولاد کی تربیت کے بارے میں، اپنے اندر وسعتِ حوصلہ پیدا کرنے کے بارے میں، دعوت الی اللہ کے بارے میں یا متفرق مالی تحریکات ہیں۔ تو یہی باتیں ہیں جن کی اطاعت کرنا ضروری ہے یا دوسرے لفظوں میں طاعت در معروف کے زُمرے میں آتی ہیں۔ تو نبی نے یا کسی خلیفہ نے تمہارے سے خلافِ احکامِ الٰہی اور خلافِ عقل تو کام نہیں کروانے۔ یہ تو نہیں کہنا کہ تم آگ میں کود جاؤ اور سمند میں چھلانگ لگا دو۔ انہوں نے تو تمہیں ہمیشہ شریعت کے مطابق ہی چلانا ہے۔''

(شرائط بیعت اور ہماری ذمہ داریاں صفحہ 177)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ عہدِ بیعت کو امانت قرار دیتے ہوئے اس کی اہمیت کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

”اب اللہ تعالیٰ کی امانتوں میں سے، عہدوں میں سے ایک عہد، عہدِ بیعت بھی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے ہم نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے۔“

(خطاب جلسہ سالانہ قادیان 2022ء بر موقع ایوان مسرور اسلام آباد)

معزز بہنو! اللہ تعالیٰ نے ہم کو آج کے مبارک دَور میں پیدا کیا اور ہم خوش نصیب ہیں کہ عالمی بیعت کے ذریعہ سال میں ایک بار یا دو بار تجدید عہدِ بیعت ہو جاتی ہے۔ شرائطِ بیعت کی دہرائی ہو جاتی ہے اور عہدِ بیعت میں درج ذیل امور ذہن میں تازہ ہونے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح سے عہدِ وفا کی نہ صرف تجدید ہوتی ہے بلکہ ایک روحانی تعلق قائم ہونے سے حضرت خلیفۃ المسیح سے نور اور تقویٰ سرایت کرتا ہوا ہمارے اندر داخل ہوتا ہے اور ایک دفعہ پھر نومولود بچے کی طرح ہماری پیدائش ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عہد بیعت سمجھتے ہوئے تا قیامت اس پر عمل کرنے والا بنائے اور ہمیں ان اُمور اور شرائط کو اپنی اولاد در اولاد میں سرایت کرنے کی توفیق دیتا رہے۔ آمین

اللہ کرے تابندہ ہو ہر نسل ہماری
اللہ کرے اخلاص کے بہتے رہیں دھارے
باندھا ہے اطاعت سے ہی اک عہد ہمیشہ
کتنے ہی زمانے یوں دیا ہم نے سنوارے



﴿64﴾ ﴿مشاہدات:103﴾

تجدیدِ عہد وفائے خلافت اور ہماری ذمہ داریاں

لِیَجۡزِیَ اللّٰہُ الصّٰدِقِیۡنَ بِصِدۡقِہِمۡ وَیُعَذِّبَ الۡمُنٰفِقِیۡنَ اِنۡ شَآءَ اَوۡ یَتُوۡبَ عَلَیۡہِمۡ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا (الاحزاب: 25)

ترجمہ: (یہ اس لئے ہے) تاکہ اللہ سچوں کو ان کی سچائی کی جزا دے اور منافقوں کو اگر چاہے تو عذاب دے یا توبہ قبول کرتے ہوئے اُن پر جھکے۔ یقیناً اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

گزرے ہوئے سو سال کی تاریخ گواہ ہے
سائے کی طرح سایہ فگن ہم پہ خدا ہے
اور رات جو آئے بھی تو پروانوں کو غم کیا ہے
جلتا ہوا پُرنور خلافت کا دِیا ہے

میری پیاری معزز بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے **"تجدید عہد وفائے خلافت اور ہماری ذمہ داریاں"**
جب سے دُنیا معرضِ وجود میں آئی ہے تب سے دُنیاوی پارٹیوں اور روحانی جماعتوں اور فرقوں میں اُن کے اہم دن بڑے تابناک طریق پر منائے جاتے ہیں۔ دینی جماعتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ وَذَکِّرۡہُمۡ بِاَیّٰىمِ اللّٰہِ (ابراہیم:6) کا فرما کر اللہ کے دنوں کو یادگار بنا کر منانے کا حکم دیا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اِس قرآنی حکم کا ترجمہ یوں فرمایا ہے کہ اِنہیں (یعنی اپنی قوم کو) اللہ کے انعام اور اُس کے عذاب یاد دلا۔

اِس قرآنی حکم کے مطابق جماعت احمدیہ کو بھی اپنے تاریخی دن بڑی شان اور آن بان کے ساتھ منانے کی توفیق ملتی ہے اور یہ محض اللہ تعالیٰ کا خاص فضل اور احسان ہے کہ ہمیں جماعتِ احمدیہ کی تاریخ میں صد سالہ جشن تشکّر اور بعد ازاں خلافتِ احمدیہ کی تابناک تاریخ میں سو سالہ خوبصورت اور تاریخی دَور دیکھنے کی

توفیق ملی اور ہر دو اہم تاریخی دنوں پر ہم نے اللہ اور اُس کے نمائندوں یعنی خلفاء کے ساتھ عہد و پیمان کی تجدید کی۔ مجھے اِس وقت خلافت احمدیہ کے سو سال پر اپنے عہد وپیمان کے حوالہ سے بات کرنی ہے۔

سامعات! مؤرخہ 27 مئی 2008ء کو جماعت احمدیہ میں قائم خلافت کے فیوض و برکات سے فائدہ اٹھاتے 100 سال پورے ہوئے۔ جماعتوں نے اپنے اپنے ہاں اللہ تبارک اللہ و تعالیٰ کے تشکر کے طور پر اجلاس کئے اور جشن منائے۔ اِس سلسلہ میں صد سالہ جشنِ تشکر کا مرکزی پروگرام ایکسیل سنٹر لندن میں ایک تاریخی جلسہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی زیر صدارات منعقد ہوا۔ جس میں حضور انور نے ایک طویل ولولہ انگیز خطاب ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں دیا۔ جس کو دنیا بھر کی جماعتوں نے اپنے ہاں بہت بڑے بڑے اجلاسات منعقد کر کے براہ راست حضور انور کے خطاب کو سُنا۔ اِس خطاب کے آخر پر حضور انور نے تمام حاضرین کو کھڑے کروا کر اُن سے ایک عہد ان الفاظ میں لیا جو **"تجدید عہدِ وفا"** کہلایا۔

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

آج خلافت احمدیہ کے سو سال پورے ہونے پر ہم اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اِس بات کا عہد کرتے ہیں کہ ہم اسلام اور احمدیت کی اشاعت اور محمد رسول اللہ ﷺ کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لئے اپنی زندگیوں کے آخری لمحات تک کوشش کرتے چلے جائیں گے اور اِس مقدس فریضہ کی تکمیل کے لئے ہمیشہ اپنی زندگیاں خدا اور اُس کے رسول ﷺ کے لئے وقف رکھیں گے اور ہر بڑی سے بڑی قربانی پیش کر کے قیامت تک اسلام کے جھنڈے کو دنیا کے ہر ملک میں اونچا رکھیں گے۔ ہم اِس بات کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ ہم نظامِ خلافت کی حفاظت اور اُس کے استحکام کے لئے آخری دَم تک جدوجہد کرتے رہیں گے اور اپنی اولاد دَر اولاد کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے اور اس کی برکات سے مستفیض ہونے کی تلقین کرتے رہیں گے تاکہ قیامت تک خلافتِ احمدیہ محفوظ چلی جائے اور قیامت تک سلسلہ احمدیہ کے ذریعے اسلام کی اشاعت ہوتی رہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا دنیا کے تمام جھنڈوں سے اونچا لہرانے لگے۔

اے خدا! تُو ہمیں اِس عہد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اللّٰھم آمین اللّٰھم آمین اللّٰھم آمین

فضائے غم میں سکینت کے ابر لاتا ہے
دلوں کی کھیتیوں میں تمکنت اُگاتا ہے
وہ اپنے نُور سے اِک شکل سی بناتا ہے
دلوں پہ مہر اطاعت وہی لگاتا ہے
وہ اپنا فیصلہ دنیا کو پھر سناتا ہے
قسم خدا کی خلیفہ خدا بناتا ہے

سامعات! حضورانور کی اقتداء میں تمام دنیامیں احمدی مردوخواتین اور بچوں، نوجوانوں اور بوڑھوں نے یہ عہد دُہرایا۔ پاکستان میں یہ تقریب ایوانِ محمود میں منعقد ہوئی۔ جن میں ایک بزرگ نے ویل چیئر میں شمولیت اختیار کی۔ حضور نے جب یہ فرمایا کہ **آپ سے میری درخواست ہے آپ بھی جو یہاں موجود ہیں احباب بھی کھڑے ہو جائیں اور خواتین بھی کھڑی ہو جائیں، دنیا میں موجود لوگ جو جمع ہیں وہ سب بھی کھڑے ہو کر یہ عہد دہرائیں۔** تو یہ بزرگ بھی کھڑے ہونے کو تڑپنے لگے۔ اِن کے عزیز اور اِرد گرد کے دیگر دوستوں نے اِس بزرگ سے کہا کہ آپ بیٹھ کر ہی عہد دہرالیں مگر یہ بزرگ بار بار یہ کہہ رہے تھے کہ میرے حضور نے فرمایا کہ اب تمام کھڑے ہو کر میرے پیچھے عہد دہرائیں تو مَیں بھی اِن تمام میں مخاطب ہوں۔ انہوں نے بہت تکلیف میں کھڑے ہو کر عہد کو دہرایا۔

حضور نے اِس عہد کے ساتھ یہ فرمایا کہ

"پس اے مسیحِ محمدی کے غلامو! آپؑ کے درختِ وجود کی سر سبز شاخو! مَیں امید کرتا ہوں کہ اِس عہد نے آپ کے اندر ایک نیا جوش اور ایک نیا ولولہ پیدا کیا ہو گا۔ شکر گزاری کے پہلے سے بڑھ کر جذبات اُبھرے ہوں گے۔ پس اِس جوش اور ولولہ اور شکر گزاری کے جذبات کے ساتھ خلافتِ احمدیہ کی نئی صدی میں داخل ہو جائیں۔ یہ 27 مئی کا دن ہمارے اندر ایک نئی روح پھونک دے، ایک ایسا انقلاب برپا کر دے جو تا قیامت ہماری نسلوں میں یہی انقلاب پیدا کرتا چلا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا اِس دور میں ہمیں داخل کرنا یہ ظاہر

کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے درختِ وجود کی سرسبز شاخیں بننے کی ہم کوشش کرتے ہیں اور کر رہے ہیں"

(خطاب 27 مئی 2008ء بر موقع ایکسیل سنٹر لندن)

شجر سے جو رہے وابستہ وہ پھلدار ہو جائے
جو کٹ کر گر گیا بے دست و پا بیکار ہو جائے
خلافت سے عقیدت کی جو رسم و راہ رکھتا ہے
نہیں ممکن وہ خالی ہاتھ یا نادار ہو جائے

میری معزز بہنو! خلافت سے پیار کرنے والی اس وفادار قوم کی 2008ء میں "عہدِ وفا" کی تجدید کے بعد 15 سالوں کی تابندہ تاریخ گواہ ہے کہ دنیا کے کونے کونے میں بسنے والے احمدیوں نے اپنے خون سے، اپنی اسیری سے، اپنے وقت، اپنے مال، اپنی عزت، اپنی اولادوں کی قربانی الغرض ہر قسم کی قربانی سے روزِروشن کی طرح خلافت کی حفاظت کے لئے قدم بڑھائے۔ خلافتِ رابعہ تک ہم دُنیا کے بڑے بڑے ممالک کے ساتھ چند ایک نئے جزیروں اور ممالک کے نام سُنا کرتے تھے جہاں خلافت کی برکت سے جماعت احمدیہ قائم ہوئی مگر اِن 15 سالوں میں تو ایسے ایسے جزیروں اور ملکوں کے نام سُننے کو ملے جو ہمارے کانوں نے اس سے قبل نہیں سنے تھے۔ جیسے مایوٹ، کریباتی، لینتھوانیا، ساوتھومے، ایکوڈور، لیسوتھو، سمووا اور بہت سی ایسی جگہیں جہاں احمدیت کا پودا پہلی دفعہ لگا ہمیں سننے کا ملا۔ جہاں اب اللہ کے گھر یعنی خوبصورت مساجد تعمیر ہو چکی ہیں۔ اِن میں سے بعض دنیا کے کونے کہلاتے ہیں وہاں اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا پرچار، احمدیت کے مبلغین کے ذریعہ ہو رہا ہے۔ اب افریقہ کے صحراؤں کی زمین برکینا فاسو بھی اعلائے کلمہ اسلام کی خاطر خون سے رنگی گئی اور اللہ اور اُس کے رسولؐ اور احمدیت کی خاطر ایک ایک کرکے نو احمدیوں نے اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ اِن کے سینوں میں خلافت سے محبت اور ایمان کی روشنی آج بھی سورج کو شرمندہ کرتی ہے۔ دوسرے براعظم آسٹریلیا کو دیکھیں تو اِس کو آباد کرنے میں احمدیوں کا بہت عمل دخل ہے۔ احمدیوں کی قربانیاں آج آسٹریلیا کی روحانی اور مادی زندگی میں واضح نظر آتی ہیں۔ الغرض آج اسی عہد کا پھل یورپ کیا، امریکہ کیا، ایشیا کیا، آسٹریلیا

کیا اور افریقہ کے سنگلاخ جنگلوں، پہاڑوں اور سر سبز شاداب آبادیوں میں غیروں کو بھی نظر آنے لگا ہے۔
اب تو ہمارے دشمن بھی اپنی محفلوں میں برملا اِس امر کا اظہار کرنے دکھائی دیتے ہیں کہ فجی کو دیکھ لیں، آسٹریلیا کو دیکھ لیں ناروے دُنیا کے کونے کو دیکھ لیں آپ کو احمدی ہی احمدی نظر آئیں گے۔

سامعات! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو جماعت تیار کی اُن میں اخلاص، قربانی اور خدا سے تعلق کا کیا بلند معیار ہے؟ اِس حوالہ سے ایک مثال آپ کے ساتھ پیش ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ کے دور میں ایک احمدی بزرگ تھے جو اپنی روزانہ کی آمدن سے اپنی ضرورتوں کے لیے آٹھ آنے رکھ لیا کرتے اور باقی ساری رقم چندے میں بھجوا دیتے تھے۔ ایک دن اُنہیں تین سو روپے موصول ہوئے۔ انہوں نے 6 ماہ کی ضرورتوں کے لیے 90 روپے رکھ لئے تاکہ آسانی رہے۔ اِس پر آسمان سے آپ کو آواز آئی کہ "ہُن مَیں 6 مہینے لئی تیرا رب نہیں رہنا"

اِس پر اِس بزرگ نے فوراً گھر جا کر تمام رقم اللہ کی راہ میں دے دی۔ اِس طرح کے بے شمار واقعات تاریخِ احمدیت کی تابناک حصہ میں موجود ہیں۔ ایسی قوم کو، بے لَوث قربانی کرنے والی ایسی جماعت کو کیا کوئی شکست دے سکتا ہے۔ ہر گز نہیں۔ ہر گز نہیں۔

وہ نورالدینؓ، وہ محمودؓ و ناصرؒ
صفاتِ موسوی کا عکس طاہرؒ
تھے انہی ذات میں سارے ہی یکتا
اور اب مسرور جیسے خواب شاعر
اُلوہی موتیوں کی اک لڑی ہے
خلافت جو ہماری زندگی ہے

پیاری بہنو! مورخہ 27 مئی 2008ء کے عہدِ وفا میں جن امور پر عہد کی تجدید ہوئی یہ کوئی نئی باتیں نہیں تھیں بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دور سے لے کر آج تک جماعت کے الٰہی دیوانوں اور جانثار

عشاق نے قربانیاں کر کے ایسی تاریخ رقم کی ہے جو تا ابد سنہری حروف سے چمکتی و دمکتی اور لوگوں کی آنکھوں کو خیرہ کرتی رہے گی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے انہی جیسے جانثاروں کے حوالے سے فرمایا تھا کہ

”خدا نے مجھے وہ تلواریں بخشی ہیں جو کفر کو ایک لمحہ میں کاٹ کر رکھ دیتی ہیں۔ خدا نے مجھے وہ دل بخشے ہیں جو میری آواز پر ہر قربانی کرنے کے لئے تیار ہیں۔ مَیں انہیں سمندر کی گہرائیوں میں چھلانگ لگانے کے لئے کہوں تو وہ سمندر میں چھلانگ لگانے کے لئے تیار رہیں۔ مَیں انہیں پہاڑوں کی چوٹیوں سے اپنے آپ کو گرانے کے لئے کہوں تو وہ پہاڑوں کی چوٹیوں سے اپنے آپ کو گرادیں۔ مَیں انہیں جلتے تندوروں میں کود جانے کا حکم دوں تو وہ تندوروں میں کود کر دکھادیں۔ اگر خودکشی حرام نہ ہوتی اگر خودکشی اسلام میں ناجائز نہ ہوتی تو مَیں تمہیں اِس وقت دکھا سکتا تھا کہ جماعت کے سو آدمیوں کو مَیں اپنے پیٹ میں خنجر مار کر ہلاک ہو جانے کا حکم دیتا اور وہ سو آدمی اُسی وقت اپنے پیٹ میں خنجر مار کر مر جاتا۔“

(الفضل 18 فروری 1958ء)

پس اے میری عزیز ترین سننے والیو! عہدِ خلافت کو نباہتے ہوئے ہماری بزرگ اسلاف کی تاریخ بہت خوبصورت اور قابلِ رشک ہے۔ یہ سچ مُچ وہ لوگ تھے کہ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللهَ عَلَيْهِ، جس بات کا اپنے خدا سے عہد کیا پھر اس کو سچ کر دکھایا۔

ہم نے 2008ء کی 27 مئی کو ایک مقدس عہد کیا ہے۔ اب ہمارا فرض ہے کہ ہم پہلوں سے کہیں بڑھ کر محبت و عقیدت کے ساتھ ہر قسم کی قربانی کے ساتھ اِس عہد میں ایسے رنگ بھریں کہ گزشتہ تاریخ کے دوستوں کے رنگوں میں مزید نکھار اور چمک پیدا ہونے لگے۔ یہ عہد ہمیں اپنے وہی فرائض اور ذمہ داریوں کی یاد دلاتا ہے کہ جن کو ہمارے پہلوں نے بڑے احسن رنگ میں پورا کیا تھا۔ اگر ہم خلافت کی نعمت سے کماحقہ فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہم اِس عہد سے سرخرو ہوں اور ہماری نسلیں بھی ایک بابرگ و بار شجر سایہ دار کے شیریں پھل کھانے والی ہوں تو ہمارا فرض ہے کہ ہم خلیفۃ وقت کی ہر آواز پر لبیک کہنے کے لئے آگے بڑھیں۔ آپ نے وہ آواز خطبہ میں دی ہو، یا خطاب میں وہ غانا میں فرمائی ہو یا کینیڈا میں، ہم میں سے ہر ایک احمدی پہلا مخاطب اپنے آپ کو سمجھے۔ ہر احمدی کا دل و فرمانبرداری میں اُس صحابیِ رسولؐ کی طرح ہو کہ جس نے گلی میں چلتے ہوئے رسول پاک ﷺ کی آواز سنی کہ بیٹھ جائیں۔ تو

وہ وہیں بیٹھ گیا۔ کسی نے کہا کہ آنحضورؐ نے تو مسجد میں موجود لوگوں سے فرمایا ہے۔ اس نے کہا۔ میرے کانوں میں آواز پڑی ہے مَیں نے نہیں چاہا کہ اس پیارے کی آواز میرے کانوں میں پڑے اور اس پر عمل نہ کروں۔

خدا کے فضل سے آج ہر احمدی کا دل خلافت سے ایسی ہی محبت و اطاعت کے ساتھ دھڑکتا ہے۔ ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنی پیاری جماعت کے اِسی اخلاص و وفا کا ذکر کرتے ہوتے ایک بار فرمایا تھا:

”حیرت ہے کہ ابھی تک دنیا کو، اِن لوگوں کو خاص طور پر یہ نہیں پتہ چلا کہ احمدی کیا چیز ہیں؟ گزشتہ ایک سو بیس سالہ احمدیت کی زندگی کے ہر ہر سیکنڈ کے عمل نے بھی اِن کی آنکھیں نہیں کھولیں۔ یہ ایک امام کی آواز پر اٹھنے اور بیٹھنے والے لوگ ہیں۔ یہ اُس مسیح موعود کے ماننے والے لوگ ہیں جو اپنے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفی ﷺ کی تعلیم کو دنیا میں رائج کرنے آیا تھا۔ جنہوں نے جانور طبع لوگوں کو انسان اور انسانوں کو باخدا انسان بنایا تھا۔ پس یہ وہ لوگ ہیں، یہ وہ مائیں ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جماعت میں پیدا کی ہیں۔ قربانیوں کی عظیم مثال ہیں...... پس اے احمدی ماؤں! اِس جذبے کو اور اِن نیک اور پاک جذبات کو اور اِن خیالات کو کبھی مرنے نہ دینا۔ جب تک یہ جذبات رہیں گے، جب تک یہ پُرعزم سوچیں رہیں گی۔ کوئی دشمن کبھی جماعت کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔“

(خطبات مسرور جلد 8 صفحہ 255-256 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 04 جون 2010ء)

پس میری بہنو! ہمارا سب سے پہلا اور سب سے آخری فرض یہی ہے کہ خلافت کی طرف سے اٹھنے والی آواز کی طرف کان دھریں اور جان لیں کہ اِس آواز کے ساتھ خدا کی آواز ہے۔ اِس آواز کو معمولی آواز نہ سمجھیں کہ ہماری تمام تر فلاح اور کامیابی اِسی آواز کی اطاعت میں ہے۔ ہمارا دین ہو یا دنیا، یہ جہان ہو یا اگلا جہان اِسی آواز پر لبیک کہنے سے سنورے گا۔ یہ جو عہد ہم نے دہرایا ہے یہ عہد جو فرائض اور ذمہ داریاں ہماری بتا رہا ہے وہ فرائض بھی آج ہمیں اِسی پیارے امام کے ارشادات سے معلوم ہوں گے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”پس یہ حیرت انگیز اخلاص و وفا کا سلسلہ جو تقریباً سوا سو سال پر پھیلا ہوا ہے، آج بھی اپنی خوبصورتی دکھا رہا ہے۔ پس اس اخلاص و وفا کو کبھی مرنے نہ دیں۔ اپنی نسلوں میں بھی جاری رکھنے کی کوشش کریں۔ یہ اخلاص و وفا جہاں مجھے خدا تعالیٰ کا شکر گزار بناتے ہوئے اُس کی حمد کی طرف توجہ دلاتا ہے اور آئندہ آنے والے خلفاء کو بھی ان شاء اللہ دلاتا رہے گا، وہاں افراد جماعت کو بھی شکر گزاری کی طرف متوجہ کرنے والا ہونا چاہئے تا کہ خلافت سے تعلق کا مضبوط اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے والا رشتہ نسلاً بعد نسل قائم ہوتا چلا جائے۔“

(خطبات مسرور خطبہ جمعہ فرمودہ 13 جولائی 2012ء)

پس اے احمدی مردو اور عورتو! بوڑھوں اور جوانو! خوش ہو اور خوشی سے اچھلو کہ تمہارا امام تم سے راضی ہے۔ اسی نوید مسرت کے نشہ میں مسرور ہو کر اپنے فرائض کو ادا کرتے ہوئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار رہو اور بھول جاؤ کہ دنیا تمہیں کیا کہتی ہے۔ جانے دو کہ اس وقت ہماری حیثیت کیا ہے اور ہمارا مخالف کون ہے۔ اپنی نگاہیں اوپر اٹھا کر دیکھو کہ عرش کا خدا اپنے پیار اور رحمت کی نظر سے تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اس کی تائید و نصرت کا زبردست ہاتھ آج تمہارے اوپر ہے۔ اس خدائے ذوالجلال کا ساتھ تمہارے ساتھ ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور موقع پر فرمایا:

”جماعت کے افراد اس بات کا کئی مرتبہ مشاہدہ کر چکے ہیں اور اس دور میں تو غیروں نے بھی دیکھا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ احمدیوں کی سکینت کے سامان فرماتا ہے اور یہ بات غیروں کو بھی نظر آتی ہے۔ پہلے بھی مَیں کئی مرتبہ بیان کر چکا ہوں کہ خلافت خامسہ کے انتخاب سے پہلے احمدیوں کی جو حالت تھی اس کو غیر بھی محسوس کر رہے تھے اور بعض اس امید پر بیٹھے تھے کہ اب دیکھیں جماعت کا کیا حشر ہوتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو وعدہ فرمایا تھا اس کو اس شان سے پورا فرمایا کہ دنیا دنگ رہ گئی اور...... آج کل پاکستان میں جو ظلم کی لہر چل رہی ہے یہ اس بات کا اظہار ہے کہ یہ احمدی تو ترقی پر ترقی کرتے چلے جارہے ہیں، ان کے میدان تو وسیع سے وسیع تر ہوتے چلے جارہے رہیں اور ان کو

ختم کرنے کی ہم جتنی کوشش کرتے ہیں یہ تو ختم نہیں ہوتے، کس طرح ان کو ختم کریں۔ لیکن ان لوگوں سے مَیں کہتا ہوں کہ اے دشمنانِ احمدیت! یاد رکھو کہ ہمارا مولیٰ ہمارا ولی وہ خدا ہے جو سب طاقتوں کا مالک ہے۔ وہ کبھی تمہیں کامیاب نہیں ہونے دے گا اور اسلام کی ترقی اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ وابستہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کا جھنڈا اب دنیا میں مسیح موعود کے غلاموں نے لہرانا ہے۔ ان لوگوں نے لہرانا ہے جو خلافت علی منہاج نبوت پر یقین رکھتے ہیں، جو خلافت کے ساتھ منسلک ہیں، جو جماعت کی لڑی میں پروئے ہوئے ہیں، جو حبل اللہ کو پکڑے ہوئے ہیں۔ پس تمہاری کوئی کوشش، کوئی شرارت، کوئی حملہ، کسی حکومت کی مدد خلافت احمدیہ کو اس کے مقاصد سے روک نہیں سکتی، نہ جماعت احمدیہ کی ترقی کو روک سکتی ہے۔ افرادِ جماعت کو بھی یاد رکھنا چاہئے جیسا کہ مَیں نے کہا، تقویٰ پر چلنا، نمازوں کو قیام اور مالی قربانیوں میں بڑھنا اُنہیں خلافت کے فیض سے فیضیاب کرتا چلا جائے گا۔ پس اس کے لئے ہر فرد کا فرض ہے کہ وہ بھرپور کوشش کرے۔ تا کہ اللہ تعالیٰ کے رحم سے وافر حصہ لینے والا ہو۔“

(خطبات مسرور خطبہ جمعہ فرمودہ 24 مئی 2013ء)

خدا کا ہے وعدہ خلافت رہے گی
یہ نعمت تمہیں تا قیامت ملے گی
مگر شرط اس کی اطاعت گزاری
رہے گا خلافت کا فیضان جاری



﴿65﴾ ﴿مشاہدات:94﴾

لباس التقویٰ

عجب گوہر ہے جس کا نام تقویٰ
مبارک وہ ہے جس کا کام تقویٰ
سنو! ہے حاصلِ اسلام تقویٰ
خدا کا عِشق مَے اور جام تقویٰ

میری بہنو! میری گزارشات کا عنوان ہے "لباس التقویٰ"

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ قَدۡ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکُمۡ لِبَاسًا یُّوَارِیۡ سَوۡاٰتِکُمۡ وَرِیۡشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقۡوٰی ۙ ذٰلِکَ خَیۡرٌ ؕ

(الاعراف:27)

ترجمہ: اے بنی آدم! یقیناً ہم نے تم پر لباس اُتارا ہے جو تمہاری کمزوریوں کو ڈھانپتا ہے اور زینت کے طور پر ہے اور رہا تقویٰ کا لباس! تو وہ سب سے بہتر ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے "لباس التقویٰ" یعنی تقویٰ کا لباس پہننے کی تلقین فرمائی ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے مادی اور روحانی نظام کو ساتھ ساتھ بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے آدم کی اولاد! ہم نے یقیناً تمہارے لئے لباس اُتارا ہے تا تم اپنے جسم کے عیوب چھپاؤ یعنی ننگ چھپاؤ جو تمہاری زینت کا باعث ہو۔ ساتھ ہی فرمایا کہ "لباسُ التقویٰ" اختیار کرو جو تمہارے لئے بہتر ہے۔ یعنی اپنی بُرائیوں اور گناہوں کو چھپانے کے لئے تقویٰ کا لباس اختیار کرو اور یہ تمہارے لئے روحانی طور پر بہتر بھی ہے اور زینت کا باعث بھی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے اِس آیت کے ترجمہ کے فُٹ نوٹ میں تحریر فرمایا ہے۔

لباسُ التقویٰ۔ اَلتَّعۡظِیۡمُ لِاَمۡرِ اللّٰہِ وَالشَّفۡقَةُ عَلٰی خَلۡقِ اللّٰہِ

یعنی لباس التقویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کو عزت کی نگاہ سے دیکھنا اور اُس کی مخلوق سے شفقت سے پیش آنا۔

(ترجمہ قرآن از درس القرآن حضرت خلیفۃ المسیح الاول زیر آیت 27 سورۃ الاعراف صفحہ 319)

سامعات! آیئے! سب سے پہلے دیکھتے ہیں کہ لباس کس کام آتا ہے؟ لباس انسان کے عیب اور ننگ اور کمزوریوں کو چھپاتا ہے۔ زینت کا باعث بنتا ہے۔ بدن کی حفاظت کرتا ہے۔ کمزوریوں کے ڈھانکنے میں جسمانی نقائص اور کمزوریاں بھی ہیں، بعض لوگوں کے ایسے لباس ہوتے ہیں جس سے ان کے بعض نقص چھپ جاتے ہیں۔ موسموں کی شدت کی وجہ سے جو انسان پر اثرات مرتب ہوتے ہیں اُن سے بچاؤ بھی ہے اور پھر خوبصورت لباس اور اچھا لباس انسان کی شخصیت بھی اجاگر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تقویٰ کو بھی لباس سے تشبیہ دی ہے جیسا کہ مندرجہ بالا آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے۔

تقویٰ ایک وسیع المعانی لفظ ہے۔ تقویٰ کے لفظ میں بنیادی حروف و،ق اور ی ہیں جس کے معنے بچنے کے ہیں۔ چنانچہ عربی میں اسی مادہ سے ایک لفظ ''وقایۃ'' ہے جس کے معنی ڈھال کے ہیں جو دشمن کے حملہ سے بچاؤ اور حفاظت کا ایک ذریعہ ہے۔

تقویٰ کا مطلب ہے بچاؤ کے لئے ڈھال کے پیچھے آنا، گناہوں سے بچاؤ کے سامان کرنا، مشکلات سے بچنے کے سامان کرنا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تقویٰ کے بارہ میں فرماتے ہیں:

''تقویٰ کے معنی ہیں ہر ایک باریک در باریک رگِ گناہ سے بچنا۔ تقویٰ اُس کو کہتے ہیں جس امر میں بدی کا شُبہ بھی ہو اُس سے بھی کنارہ کرے۔''

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 321 ایڈیشن 1984ء)

جہاں تک اوامر و نواہی کو قدر کی نگاہ سے دیکھنے کا تعلق ہے۔ اُس کا ذکر اور اُس کی اہمیت و برکات قرآن کریم، احادیث، ارشادات حضرت مسیح موعودؑ و خلفاء عظام میں کثرت سے بیان ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّ اذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرہ:64)

ترجمہ: اُسے مضبوطی سے پکڑ لو جو ہم نے تمہیں دیا ہے اور اُسے یاد رکھو جو اِس میں ہے تاکہ تم (ہلاکت سے) بچ سکو۔

اِس آیت میں احکام الٰہی پر عمل کرنے کا نتیجہ یہ قرار دیا ہے کہ تا تم تقویٰ اختیار کرو۔ یہی وہ ''لباسُ تقویٰ'' ہے جس کا ذکر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ سورۃ الاعراف کی آیت 27 میں بیان فرمارہے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری عبادت اگر اُس کا حق ادا کرتے ہوئے کروگے تو یہی تقویٰ ہے جو تمہاری ہر طرح سے حفاظت کرے گا، تمہیں گناہوں سے بچائے گا، تمہیں مشکلات سے نکالے گا۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت جب اُس کے حق کے ساتھ کی جائے تو یہ وہ مقام ہے جہاں انسان کے دل میں خدا تعالیٰ کی محبت کے ساتھ ساتھ اس کا خوف بھی پیدا ہوتا ہے لیکن یہ خوف اُس پیار کی وجہ سے ہے اور اِس کو دوسرے لفظوں میں تقویٰ کہتے ہیں۔ اِسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَّهٗ مِنۡ اَمۡرِهٖ يُسۡرًا (الطلاق:5)

ترجمہ: اور جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرے اللہ اپنے حکم سے اُس کے لئے آسانی پیدا کردے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں تقویٰ کو لباس کے نام سے موسوم کیا ہے، چنانچہ لِبَاسُ التَّقْوٰی قرآن شریف کا لفظ ہے یہ اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ روحانی خوبصورتی اور روحانی زینت تقویٰ سے ہی پیدا ہوتی ہے اور تقویٰ یہ ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کی تمام امانتوں اور ایمانی عہد اور ایسا ہی مخلوق کی تمام امانتوں اور عہد کی حتی الوسع رعایت رکھے۔ یعنی اُن کے دقیق در دقیق پہلوؤں پر تابمقدور کاربند ہو جائے۔''

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 210)

میری بہنو! اصل زینت تقویٰ کے لباس میں ہی ہے۔ یعنی اِس کا ہر فعل خدا تعالیٰ کے خوف اور اِس کے احکامات پر عمل کرنے کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہو۔ لباسُ تقویٰ آپ کی چھوٹی موٹی روحانی اور اخلاقی بُرائیوں کو چھپانے والا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی نظر آپ پر ہوگی۔ خدا تعالیٰ کمزوریوں کو دُور کرنے کی بھی توفیق دیتا ہے اور دے گا اور ایمان میں ترقی کرنے کی بھی توفیق دے گا۔ اگر آپ اپنے آپ کو لِبَاسُ التَّقْوٰی میں سمیٹنے کے لئے کوشش کریں گے تو آپ کو خدا تعالیٰ کے آگے جھکنے کے بھی مواقع ملیں گے اور

اللہ تعالیٰ اپنے آگے نیک نیتی سے جھکنے والوں کی دعاؤں کو قبول بھی کرتا ہے، ان کو ضائع نہیں کرتا۔ پھر اس سے مزید نیکیوں کی توفیق ملتی چلی جائے گی۔

آنحضور ﷺ نے فرمایا:

”میں تم میں دو چیزیں ایسی چھوڑے جاتا ہوں کہ جب تک تم اِن پر عمل پیرا ہو گے کبھی ناکام و نامراد نہ رہو گے اور وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسولؐ کی سنت ہے۔“

(مؤطا امام مالك، كتاب القدر)

ایک اور روایت کے مطابق صحابہ نے آنحضور ﷺ سے دریافت کیا: یارسول اللہ ! لوگوں میں سب سے معزز کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جو سب سے زیادہ متقی ہو۔

(صحیح بخاری کتاب الانبیاء)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سی چیز سب سے زیادہ جنت میں لے جانے والی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! تقویٰ اور اچھے اخلاق

(ابن ماجہ)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”ایسا آدمی کبھی دوزخ میں نہیں جا سکتا، جو اللہ کے خوف سے روتا ہے۔“

(ترمذی، بَاب مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الْغُبَارِ)

بلکہ آنحضرت ﷺ نے تو حصول تقویٰ کی دعا بھی سکھلائی جو آپؐ اکثر پڑھا کرتے تھے جیسا کہ حضرت عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بالعموم یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى

”اے اللہ میں تجھ سے ہدایت و تقویٰ کا طالب ہوں اور عفت اور غنا چاہتا ہوں۔“

(مسلم کتاب الذکر باب الورع والتقویٰ)

سامعات! حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”قرآن شریف میں اول سے آخر تک اوامر اور نواہی اور احکام الٰہی کی تفصیل موجود ہے اور کئی سو شاخیں مختلف قسم کے احکام کی بیان کی ہیں۔“

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 655)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”جو شخص قرآن کے سات سو حکموں میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔“

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 26)

یعنی قرآن کریم میں موجود سات سو احکامات انسان کو تقویٰ کی راہ پر ڈالتے ہیں، اُس کے دل میں خدا کا خوف پیدا کرتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستوں پر چلنے کی کوشش کرتا ہے اور اُن میں سے اگر وہ ایک حکم کو بھی ٹالتا ہے تو وہ نجات نہیں پائے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”یادرکھو کہ قرآن کریم میں پانسو کے قریب حکم ہیں اور اُس نے تمہارے ہر یک عضو اور ہر یک قوت اور ہر یک وضع اور ہر یک حالت اور ہر ایک عمر اور ہر یک مرتبہ فہم اور مرتبہ فطرت اور مرتبہ سلوک اور مرتبہ انفراد اور اجتماع کے لحاظ سے ایک نورانی دعوت تمہاری کی ہے سو تم اِس دعوت کو شکر کے ساتھ قبول کرو اور جس قدر کھانے تمہارے لئے تیار کئے گئے ہیں وہ سارے کھاؤ اور سب سے فائدہ حاصل کرو۔ جو شخص اِن سب حکموں میں سے ایک کو بھی ٹالتا ہے مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ عدالت کے دن مواخذہ کے لائق ہو گا۔

اگر نجات چاہتے ہو تو دین العجائز اختیار کرو اور مسکینی سے قرآن کریم کا جؤا اپنی گردنوں پر اٹھاؤ کہ شریر ہلاک ہو گا اور سرکش جہنم میں گرایا جائے گا۔ پر جو غریبی سے گردن جھکاتا ہے وہ موت سے بچ جائے گا۔“

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 548)

میری بہنو! صحابہ رسولؐ کے لباسُ التقوٰی کی ایک مثال پیش کرتا / کرتی ہوں۔ صحابہ کرام اِس حد تک احکام قرآن پر عمل پیرا ہونے کے شائق تھے کہ لکھا ہے۔

ایک مہاجر صحابیؓ نے قرآنی احکام کی فہرست تیار کر رکھی تھی اور اُن کی کوشش رہتی کہ کوئی ایسا حکم قرآن کا نہ رہ جائے جس پر وہ عمل پیرا نہ ہوں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ قرآنی حکم "اگر تمہیں کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ آیا کرو" پر تعمیل کی غرض سے مَیں ساری عمر کوشاں رہا۔ مدینہ کے ہر گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا کہ کوئی کہہ دے کہ مَیں اِس وقت ملاقات نہیں کرنا چاہتا تم واپس لوٹ جاؤ تو مَیں واپس لوٹ آؤں۔ مگر مجھے ایسی آواز سنائی نہ دی اور یوں یہ حکم بغیر عمل کے رہ گیا۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن از ابو جعفر محمد بن حریر الطبری جلد 17، زیر آیت سورۃ النور 29)

سامعات! حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

کلام اللہ میں سب کچھ بھرا ہے
یہ سب بیماریوں کی اِک دوا ہے
جو ہے اس سے الگ، حق سے الگ ہے
جو ہے اس سے جُدا، حق سے جُدا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ متقی کو پیار کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی عظمت کو یاد کرکے سب ترساں رہو" (اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھو۔ اُس کا پیار اور اُس کی خشیت دل میں پیدا کرو) فرمایا کہ "اور یاد رکھو کہ سب اللہ کے بندے ہیں۔ کسی پر ظلم نہ کرو۔ نہ تیزی کرو۔ نہ کسی کو حقارت سے دیکھو۔ جماعت میں اگر ایک آدمی گندہ ہے تو وہ سب کو گندہ کر دیتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 6 ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں

"اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا (النحل: 129) خدا اُن کے ساتھ ہوتا ہے جو متقی ہوتے ہیں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن شریف میں تقویٰ کا لفظ بہت مرتبہ آیا ہے۔ اس کے معنے پہلے لفظ سے کیے جاتے ہیں۔ یہاں مَعَ کا

لفظ آیا ہے۔ یعنی جو خدا کو مقدم سمجھتا ہے خدا اس کو مقدم رکھتا ہے اور دنیا میں ہر قسم کی ذلتوں سے بچاتا ہے۔ میرا ایمان یہی ہے کہ اگر انسان دنیا میں ہر قسم کی ذلت اور سختی سے بچنا چاہے تو اس کے لیے ایک ہی راہ ہے کہ مُتّقی بن جائے۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 136 ایڈیشن 2022ء)

میری بہنو! لباسُ التقویٰ کے معانی کیا ہیں؟ اس سلسلے میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

"انسان روزمرّہ کے عام لباس میں بھی تقویٰ کے بارے میں آزمایا جاتا ہے اور مختلف حالتوں میں تقویٰ کا مضمون بھی بدلتا رہتا ہے۔ کبھی یہ دین کی طرف لے جاتا ہے، کبھی اہم کاموں کی طرف لے جاتا ہے، کبھی اعلیٰ مقاصد کی طرف لے جاتا ہے......اگر تقویٰ کا لباس دُنیاوی لباس کے ساتھ ہم آہنگ ہو جائے تو پھر وہ الٰہی رنگ پکڑتا ہے ورنہ نہیں پکڑتا۔ ادنیٰ لباس بھی تکبّر کا موجب بن جاتا ہے اگر اس خوف سے پہنے کہ اگر میں نے اعلیٰ پہنا تو لوگ کیا کہیں گے کہ اچھا یہ دُنیادار ہے۔ چیتھڑے پہنے ہوئے لوگ ذلیل ہو جاتے ہیں۔ حقیقت میں انسان کو ہلاکت کی طرف لے جاتا ہے۔ اگر یہ جذبہ پیدا ہو جائے کہ میں چیتھڑوں میں بڑا بزرگ لگوں گا، میں کم کھاؤں گا تو بڑا اچھا لگوں گا، لوگ کہیں گے یہ بڑا صوفی ہے، یہ بڑا نیک ہے، تو اس کو چیتھڑوں نے ہلاک کر دیا اور اگر کوئی اچھا لباس پہن کر فخر سے دُنیا میں پھر رہا ہے فقر کے مقابلے پر تو وہ اس آزمائش میں مبتلا ہو گیا اور غریب بھائیوں پر صرف اس لئے تکبّر کی نگاہ ڈال رہا ہے کہ اُن کے پاس تھوڑا لباس ہے یعنی چھوٹے درجے کا لباس ہے، میرے پاس اچھے درجے کا لباس ہے وہ بھی مارا گیا۔ تو لباسِ تقویٰ رنگ بدلتا رہتا ہے۔ کہیں یہ آپ کے پاس غربت میں آزمائش کے لئے آجاتا ہے، کہیں امارت میں آزمائش کے لئے آجاتا ہے اور ہر رنگ میں مومن کے لئے امتحان ہی امتحان ہے"

(خطبات طاہر، جلد اول صفحہ 75-79)

پھر آپؒ فرماتے ہیں:

"تقویٰ کا لباس انسان کی ہر خامی کو ڈھانپ لیتا ہے اور تقویٰ کے مطابق ہی انسان کو زینت ملتی ہے۔ تقویٰ کا لباس نہ ہو تو جہاں جہاں سے یہ لباس نہیں ہو گا وہاں وہاں سے بدن ننگا ہو جائے گا۔ وہ روحانی لحاظ سے

دھوپ کا بھی شکار ہو گا اور سردی کا بھی شکار ہو گا اور خدا اور خدا والوں کی نظر میں وہ چیتھڑوں میں ملبوس شخص جیسا ہو گا۔ جتنا یہ لباس کامل ہوتا چلا جائے، روحانی بدن ڈھکتا چلا جاتا ہے اور زینت عطا ہوتی چلی جاتی ہے۔"

(خطبات طاہر جلد اوّل صفحہ 83-84)

ہمیں اُس یار سے تقوٰی عطا ہے
نہ یہ ہم سے کہ احسانِ خدا ہے
کرو کوشش اگر صدق و صفا ہے
کہ یہ حاصل ہو جو شرطِ لقا ہے
ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتّقا ہے
اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

سامعات! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"ایک مومن اور وہ جسے اللہ تعالیٰ کا خوف ہے چاہے مرد ہو یا عورت وہ یہی چاہیں گے کہ خدا کی رضا حاصل کرنے کے لئے وہ لباس پہنیں جو خدا کی رضا کے حصول کا ذریعہ بھی بنے اور وہ لباس اس وقت ہو گا جب تقویٰ کے لباس کی تلاش ہو گی۔ جب ایک خاص احتیاط کے ساتھ اپنے ظاہری لباسوں کا بھی خیال رکھا جا رہا ہو گا...... پس ہر احمدی عورت اور مرد سے مَیں یہ کہتا ہوں کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **بہترین لباس وہ ہے جو تقویٰ کا لباس ہے۔ اُسے پہننے کی کوشش کریں** تا کہ اللہ تعالیٰ کی ستّاری ہمیشہ ہمیش ڈھانکے رکھے اور شیطان جو پردے اُتارنے کی کوشش کر رہا ہے جو انسان کو ننگا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو مومن نہیں ہے شیطان ان کا دوست ہے۔ اگر تو ایمان ہے اور زمانہ کے امام کو بھی مانا ہے تو پھر ہمیں ایک خاص کوشش سے شیطان سے بچنے کی کوشش کرنی ہو گی اور اپنے آپ کو ہمیشہ اس لباس سے ڈھانکنا ہو گا جو تقویٰ کا لباس ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 3؍اپریل 2009ء)

پھر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ رمضان میں ایک خطبہ جمعہ میں تقویٰ کے بارہ میں فرماتے ہیں:

"**تقویٰ کیا ہے؟** پھر اس کا جواب یہ ہے کہ ہر قسم کی بدی سے اپنے آپ کو بچانا۔ اب اگر ہم جائزہ لیں تو یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ ہمیں اپنے جائزہ سے ہی پتہ چل جائے گا کہ کیا ہم تقویٰ کا حق ادا کرتے ہوئے حقوق اللہ کی ادائیگی کر رہے ہیں۔ کیا ہم تقویٰ پر چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے حق ادا کر رہے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ یہ بات کہ تقویٰ کیا ہے اس وقت تک پتہ نہیں چل سکتی جب تک ان باتوں کا مکمل علم نہ ہو۔ علم حاصل کرنا ضروری ہے کیونکہ بغیر علم کے کوئی چیز حاصل ہی نہیں ہو سکتی، اس کو آدمی پا ہی نہیں سکتا۔ آپؑ نے فرمایا کہ یہ علم حاصل کرنے کے لیے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے حق ہیں؟ کیا بندوں کے حق ہیں؟ کن باتوں سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے؟ کن باتوں کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس کے لیے بار بار قرآن شریف کو پڑھو۔ فرمایا اور تمہیں چاہیے کہ جب قرآن شریف پڑھ رہے ہو تو بُرے کاموں کی تفصیل لکھتے جاؤ اور پھر خدا تعالیٰ کے فضل اور تائید سے کوشش کرو کہ ان بدیوں سے بچتے رہو۔ آپؑ نے فرمایا کہ یہ تقویٰ کا پہلا مرحلہ ہو گا۔

پس اس رمضان میں ہم قرآن شریف بھی پڑھ رہے ہیں اور عموماً قرآن کریم پڑھنے کی طرف زیادہ توجہ ہوتی ہے تو اس سوچ سے پڑھنا چاہیے کہ اس کے اوامر و نواہی پر ہم نے غور کرنا ہے اور بُرے کاموں سے رکنا ہے اور اچھے کاموں کو ادا کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ ان پر عمل کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ آپؑ نے فرمایا قرآن شریف میں اوّل سے آخر تک اوامر و نواہی اور احکام الٰہی کی تفصیل موجود ہے۔ پس ہمیں ان چیزوں کو دیکھنا ہو گا، ان پر غور کرنا اور ان پر عمل کرنا ہو گا اور یہی ایک مومن کی نشانی ہے۔"

(خطبہ جمعہ 22 اپریل 2022ء)

لہٰذا ایک حقیقی مومن کو چاہیے کہ وہ تقویٰ کی راہوں کو تلاش کرے اور اپنے ہر عمل کو خالصتاً اللہ کرے۔ اپنے دل میں سے خواہشات کے دنیاوی بتوں کو نکال دے اسی صورت میں ایک مومن حقیقی مومن بن سکتا ہے۔ نہ صرف بڑی بُرائیوں کو اپنے اندر سے ختم کرنا ہے بلکہ چھوٹی چھوٹی بُرائیوں کو بھی دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے کیونکہ یہ چھوٹی بُرائیاں ہی بعض دفعہ تقویٰ سے دور کر دیتی ہیں۔

میری بہنو! اس سلسلہ میں ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”ذکرِ الٰہی سے اپنی زبانوں کو تر رکھیں، استغفار اور درود سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں۔ اپنے دلوں کو غیر اللہ کی محبت سے پاک کریں۔ اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے بنیں کہ یہ شکر گزاری پھر خدا تعالیٰ کی محبت کو جذب کرنے کا ذریعہ بنتی ہے۔ اس ملک میں آ کر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے دنیاوی لحاظ سے جو دروازے کھلے ہیں اُنہیں اللہ تعالیٰ کے انعامات کے حصول کا ذریعہ بنائیں نہ کہ خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا۔ اللہ تعالیٰ نے تو یہ فرمایا ہے کہ تمہارا تقویٰ تمہارے لئے عزت کا مقام ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ تمہارا پیسہ، تمہاری دولت تمہارے لئے عزت کا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَاللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ (الحجرات:14) کہ اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ ہم اکثر سنتے ہیں، اکثر ہماری تقریروں میں ذکر کیا جاتا ہے، مقررین اس کا ذکر کرتے ہیں لیکن جس طرح اُس پر عمل ہونا چاہئے وہ عمل نہیں ہوتا۔ اگر صحیح طرح عمل ہو تو بہت سارے مسائل، بہت ساری جھگڑے جو جماعت کے اندر پیدا ہو جاتے ہیں وہ خود بخود حل ہو جائیں۔“

(خطبہ جمعہ 6 جولائی 2012)

ذکر خدا پہ زور دے ظلمتِ دل مٹائے جا
گوہرِ شب چراغ بن دنیا میں جگمگائے جا
دوستوں دشمنوں میں فرق دابِ سلوک یہ نہیں
آپ بھی جامِ مے اڑا غیر کو بھی پلائے جا
خالی امید ہے فضول سعیٔ عمل بھی چاہیے
ہاتھ بھی تو ہلائے جا، آس کو بھی بڑھائے جا



﴿48﴾ ﴿مشاہدات:63﴾

صبر و تحمل اور وسعتِ حوصلہ

گالیاں سن کے دعا دو پا کے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

میری آج کی تقریر کا عنوان ہے **"صبر و تحمل اور وسعتِ حوصلہ"**

سامعات! اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (آل عمران:135)

اور غصہ دبا جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے احباب جماعت کو رشتہ داریوں میں برداشت، صبر سے کام لینے کی تلقین فرمائی۔ آپ فرماتے ہیں:

"آج کل مادیت کا زیادہ زور ہے یا کیا وجہ ہے؟ بے صبری کا اظہار زیادہ ہے صبر کم ہو چکا ہے لوگوں میں برداشت کم ہو چکی ہے کہ ذرہ ذرہ سی بات پر لڑائیاں بھی ہوتی ہیں۔ رنجشیں بھی پیدا ہوتی ہیں اور پھر ان کی نوبت یہاں تک آتی ہے کہ رشتے ٹوٹ جاتے ہیں"

(روزنامہ الفضل 7 جولائی 2011ء)

ایک موقع پر واقفین نو کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

"پھر برداشت ہے۔ برداشت آج کل بہت کم ہوتی چلی جارہی ہے دنیا میں اور صبر ہے یہ بھی آپ میں پیدا ہونا چاہئے تبھی آپ حقیقت میں فیلڈ میں جا کر اپنی خدمات کا صحیح استعمال کر سکتے ہیں۔"

(روزنامہ الفضل 8 جولائی 2011ء)

حضور انور ایدہ اللہ نے جہاں بہت سے تربیتی امور بیان فرمائے وہاں میاں بیوی کے حقوق اور رشتہ داریوں کو احسن طریق سے نبھانے کی طرف ممبرات کو توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

”عائلی معاملات میں مثلاً بہت فکر مندی پیدا کرنے والی صورت پیدا ہو رہی ہے، صورتحال آج کل یہ ہر جگہ ہے ..... صبر نہیں رہا آج کل حوصلہ نہیں رہا، برداشت نہیں رہی۔ اگر ایک فریق زیادتی کرتا ہے تو دوسرا فریق پھر نہلے پر دہلا ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ خلع اور طلاقوں کی تعداد بڑھتی چلی جارہی ہے۔“

(الفضل 16 جولائی 2011ء)

حضور انور ایدہ اللہ نے عدم قوت برداشت کے اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے جھگڑوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے ایک موقع پر فرمایا:

i۔ بے صبری اور گندی زبان سے امن برباد ہو رہا ہے۔

ii۔ ایک دوسرے کے رحمی رشتوں کو احترام دیں۔ صبر اور برداشت سے کام لیں۔

iii۔ بے صبری نہ ہو گی برداشت ہو گی تو تقویٰ سے رشتے قائم ہوں گے اور آخر میں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔ بے صبری سے بچنا ہو گا۔ برداشت کرنے کی عادت ڈالنی ہو گی اور دخل اندازی بھی بند کرنی ہو گی۔ سچائی کا استعمال زیادہ کرنا ہو گا۔

(روزنامہ الفضل 29 جولائی 2011ء)

بہنو! پیارے حضور کے ان ارشادات کو آج اگر عالمی حالات کے تناظر میں دیکھیں تو زندگی کے ہر شعبہ میں بے صبری دکھائی دیتی ہے۔ برداشت کم ہو گئی ہے۔ چھوٹی چھوٹی بات پر انسان فوراً غصہ میں آجاتا ہے اور آپے سے باہر ہونے لگتا ہے۔ اس میں اب انسان ہی نہیں بلکہ سوسائٹیاں، جماعتیں، کمیونٹیاں اور حکومتیں بھی Involve ہو رہی ہیں۔ ایک سوسائٹی کا دوسری سوسائٹی کے خلاف غیظ وغضب، ایک جماعت کی دوسری جماعت کے خلاف منصوبہ بندی، ایک کمیونٹی کی دوسری کمیونٹی کے خلاف ہرزہ سرائی اور دوسری حکومت کی مخالفت اور اُسے دباؤ میں رکھنا، روز کا معمول بنتا جارہا ہے۔ دوسری طرف انسان نے اپنی ترجیحات خود بنالی ہیں۔ اگر اس کو اپنے موافق ماحول میسر نہ ہو تو بڑبڑانا شروع کرتا ہے اور دوسروں کے خلاف بولنے لگتا ہے۔ طبیعت کے خلاف اگر کوئی بات ہو جائے تو خاوند بیوی کو ڈانٹنا شروع کر دیتا ہے۔

بیوی طبیعت کے مخالف بات سننے پر سر پھوڑنا شروع کر دیتی ہے۔ حالانکہ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ اپنی بیوی کی خامیوں کا ہی ذکر نہ کرتے رہا کرو آخر اُس کے اندر اچھائیاں بھی ہوں گی۔

اگر معاشرہ کو دیکھیں تو وہ بد امنی کا شکار نظر آتا ہے۔ لڑائی جھگڑے، قتل و غارت، اغواء برائے تاوان، ڈکیتی کے واقعات اور ٹارگٹ کلنگ عام ہوتی جا رہی ہے۔ کرائم ریٹ بہت بڑھ گیا ہے۔ اقتصادی بدحالی اور کساد بازاری جگہ جگہ نظر آ رہی ہے۔ بے روزگاری نے انسان کو پریشان کر رکھا ہے ساری دُنیا کریڈٹ کرنچ کا شکار ہے ہر انسان Depression اور Frustration کا شکار نظر آتا ہے۔ گویا کہ انسان نفسیاتی مریض ہوتا جا رہا ہے۔ گھر میں معمولات زندگی بُری طرح Disturb ہیں۔ جب انسان نے اپنے رہن سہن کا معیار بلند کر لیا ہے۔ ترجیحات زندگی تبدیل کر لی ہیں اور اس کریڈٹ کرنچ میں وہ اپنے خود ساختہ معیار زندگی کو برقرار نہیں رکھ پا رہا تو لازماً بے صبری پیدا ہوگی اور برداشت کا مادہ کم ہوگا۔ بیماریاں پہلے سے بہت بڑھ گئی ہیں۔ ہر چوتھا شخص شوگر، بلڈ پریشر اور دل کا مریض دکھائی دیتا ہے۔ پھر بے صبری کیوں نہ بڑھے، برداشت کے مادے میں کمی کیوں نہ ہو۔ گھروں میں تُو تکرار کیوں نہ ہو۔ طبیعت میں بے چینی ہوگی تو آخر کار بات لڑائی پر منتج ہوتی ہے۔

Frustration اور Depression بڑھنے کی وجہ انسان کی اپنی بنائی ہوئی بعض ترجیحات بھی ہیں جیسے فیشن ہے۔ عید اور شادی بیاہ جیسے خوشی کے مواقع میں بھی فیشن کے مطابق اشیاء نہ ملنے پر طبیعت میں غصہ کی علامات ظاہر ہو رہی ہوتی ہیں جو لڑائی جھگڑے کا باعث بنتی ہیں۔

سامعات! ان تمام کا علاج تو قرآنی تعلیم میں خدا تعالیٰ پر توکل ہی ہے۔ اس کے حضور جھک کر دُعا کرنے میں ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بارہا اس مضمون کو بیان فرمایا کہ تکلیف میں انسان خدا تعالیٰ کی طرف جھکتا ہے اور جب اس کی وہ تکلیف دُور ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی دُعاؤں کو سُن کر اس پر کوئی انعام نازل کرتا ہے تو بے صبری دکھلاتا اور خدا تعالیٰ سے دُور ہو جاتا ہے۔

عُسر و یُسر ہر دو حالتوں میں اپنے رب کریم کا شاکر و صابر عبد بن کر رہنے ہی میں کامیابیاں ہیں۔ فلاح کے راستے کھلتے ہیں۔ قوت برداشت، صبر اور وسعتِ حوصلہ کا مضمون بہت وسیع ہے اور اخلاقِ حسنہ اِس کی اساس ہے تمام اخلاق انہی کے ارد گھومتے نظر آتے ہیں اور بہت سی بد اخلاقیاں، بے صبری،

وسعتِ حوصلہ نہ ہونے اور برداشت کی کمی کی وجہ سے جنم لیتی ہیں۔ جبکہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا ہی اس لئے کیا کہ وہ برداشت کا مادہ رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحزاب آیت 73 میں جہاں امانت کے اُٹھانے کا ذکر فرمایا ہے کہ یہ امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی گئی انہوں نے معذرت کرلی مگر انسان نے اِسے اُٹھالیا۔ دراصل اُس جگہ اس برداشت کا ذکر ہے جو انسان میں موجود ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنی کتاب ''محبتِ الٰہی'' میں اس امانت کو محبت کا نام دیا ہے جو ایک انسان اپنے خدا اور اس کی مخلوق سے کرتا ہے اور اس محبت کی وجہ سے مخلوق کی خاطر بہت سی تکالیف، مصائب اور مشکلات کو برداشت کرتا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں:

''میں نے اپنی امانت یعنی محبت کو آسمانوں کے رہنے والوں یعنی فرشتوں اور زمین کے حیوانات اور پہاڑوں کے جانداروں پر پیش کیا مگر وہ اس کے اٹھانے سے ڈرے اور انکار کر دیا مگر انسان نے جو کہ ظالم اور جاہل ہے اس کو اٹھالیا اور محی الدین ابن عربی صاحبؒ جو کہ ائمہ اسلام میں سے گزرے ہیں فرماتے ہیں کہ اس جگہ پر انسان کی تعریف ہے مذمت نہیں اور ظالم اور جاہل کے الفاظ جو کہ بظاہر بُرے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں اس جگہ پر تعریف کے طور پر استعمال ہوئے ہیں اور وہ اس طرح ہے کہ ظالم سے مراد ہے کہ انسان اپنی جان پر ظلم کر سکتا ہے اور ان مصیبتوں اور تکلیفوں کو برداشت کر سکتا ہے جو کہ خدا کی محبت میں اس کو پیش آویں اور جاہل اس لئے کہ اس نے ان تکالیف اور شدائد کی بابت سوچا بھی نہیں جو اس کو اس راہ میں پیش آسکتی تھیں اور دوسرے حیوانات نے دور اندیشی سے اس سے انکار کر دیا اور گو کہ اس جگہ انسان نے دور اندیشی سے کام نہیں لیا لیکن یہ اس کی تعریف ہے کہ اس نے خدا تعالیٰ کی محبت کو ایک پیاری اور عمدہ چیز دیکھ کر کسی اور بات کا خیال بھی نہیں کیا۔ اور وہ بوجھ جس کا اٹھانا دوسروں نے ناپسند کیا تھا اس کو برضا ورغبت اٹھالیا اور اسی لئے ہے کہ جب انسان اپنے عہد اور اقرار کو پورا کرتا اور خدا کی محبت میں اپنے آپ کو باوجود سخت سخت مصیبتوں اور تکلیفوں کے ثابت قدم رکھتا ہے تو اس پر اس قدر انعام اور اکرام ہوتے ہیں جو کہ کسی اور مخلوق پر نہیں ہوتے۔''

حضرت مسیح موعودؑ قوت برداشت کے حوالہ سے احباب جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"جوش کے وقت اپنے آپ کو سنبھالنا چاہئے۔ دکھ تو ہوتا ہے مگر انسان ثواب پاتا ہے۔ اگر کوئی ہمیں بُرا کہتا ہے تو وہاں سے اٹھ گئے یا الگ ہو گئے۔ نہ سنا کہ جس سے جوش آوے اور فساد ہووے"

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ ایک متقی کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"متقی کی یہ صفت ہے کہ اس میں برداشت، تحمل ہوتا ہے اور یہ صبر کوئی ایسی چیز نہیں جو انسانی قدرت سے باہر ہو۔ اسی لئے لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (البقرہ:287) فرما چکا ہے۔ ایک رئیس تھا اس کے حضور میں ایک شخص نے عرضی دی کہ حضور کی قوم کے ایک آدمی نے مجھے گالی دی ہے۔ اُسے بُلایا گیا۔ رئیس نے اس آدمی کو سخت گالیاں دیں جو اس کی شان سے بعید تھیں۔ اخیر اس حاکم نے اس سے پوچھا تم نے اس افسر کی کیوں بے عزتی کی؟ تو وہ کہنے لگا کہ اس نے مجھے گالی دی تھی پھر مجھ میں تابِ حوصلہ نہ رہی۔ رئیس نے کہا کہ صبر کی طاقت تو تجھ میں ہے۔ دیکھو! میں نے بھی تجھے گالیاں دیں اور تم چپکے سے ہنسا کئے۔ اگر لوگ صبر کریں تو بہت سی لڑائیوں کا خاتمہ ہو جاوے۔

میری بہنو! صبر کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے اپنے تئیں روکنا۔ غیظ و غضب سے، شہوت سے، حرص و آزو سے"

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے غلطی پر تنبیہ کی صورت میں برداشت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا۔

"اگر کسی غلطی پر تنبیہ ہو تو اسے برداشت کیا جائے۔ بہت لوگ اس لئے اپنی اصلاح نہیں کر سکتے کہ جب انہیں ان کی کوئی غلطی بتائی جائے تو اس پر چِڑتے ہیں اور اس کی اصلاح نہیں کرتے۔ لیکن ایسا نہیں چاہئے جب غلطی پر تنبیہ ہو تو اس کو برداشت کرنا چاہئے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ (البقرہ:207) کہ کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کو اگر کہا جائے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ تو ان کو نصیحت کے سننے سے غیرت آجاتی ہے اور اپنی ہتک عزت کے خیال سے دیوانہ ہو کر بجائے نصیحت سے فائدہ اٹھانے کے ناصح کا مقابلہ کرنے لگ جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے۔ کیونکہ وہ بجائے اس کے کہ غلطی بتانے والے کے ممنون ہوں۔ الٹے اس سے لڑتے ہیں۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ جس کسی میں غلطی یا نقص دیکھے بازار میں کھڑا ہو کر اسے تنبیہ کرنا شروع کر دے۔ سمجھانا ہمیشہ علیحدگی میں چاہئے اور سمجھانے والے کو اپنی حیثیت اور قابلیت بھی

دیکھنی چاہئے کہ وہ جس شخص کو سمجھانا چاہتا ہے اسے سمجھانے کی قابلیت بھی رکھتا ہے یا نہیں تا کہ اس کا نتیجہ الٹا نہ نکلے۔ غرض جہاں یہ ضروری ہے کہ غلطی کرنے والوں کو برداشت کی طاقت پیدا کرنی چاہئے اور سمجھانے والے کی بات کو ٹھنڈے دل سے سننا چاہئے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ سمجھانے والا بھی بہت احتیاط سے کام لے۔ یہ نہ ہو کہ جس کو چاہے لوگوں میں ذلیل کرنا شروع کر دے"

(عرفان الٰہی)

حضرت مسیح موعودؑ جو اپنے پیارے امام و مطاع حضرت محمد مصطفی ﷺ کی اطاعت میں ہر وقت کوشاں رہتے تھے۔ آپ نے اس میدان میں ایک نمونہ اپنے متبعین کیلئے چھوڑا ہے۔ آپؑ اپنے متعلق خود فرماتے ہیں۔

"میں اپنے نفس پر اتنا قابو رکھتا ہوں اور خدا تعالیٰ نے میرے نفس کو ایسا بنایا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک سال بھر میرے سامنے میرے نفس کو گندی سے گندی گالیاں دیتا رہے۔ آخر وہی شرمندہ ہوگا اور اسے اقرار کرنا پڑے گا کہ وہ میرے پاؤں جگہ سے اکھاڑ نہ سکا"

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

آجکل... ہر جگہ میاں بیوی کے جھگڑوں کے معاملات میرے سامنے آتے رہتے ہیں۔ جن میں مرد کا قصور بھی ہوتا ہے عورت کا قصور بھی ہوتا ہے۔ نہ مرد میں برداشت کا وہ مادہ رہا ہے جو ایک مومن میں ہونا چاہئے نہ عورت برداشت کرتی ہے... قصور دونوں کی طرف سے ہوتا ہے جس کی وجہ سے رنجشیں پیدا ہوتی ہیں گھر اجڑتے ہیں پس دونوں طرف کے لوگ اگر اپنے جذبات پر کنٹرول رکھیں اور تقویٰ دل میں قائم کرنے والے ہوں تو یہ مسائل کبھی پیدا نہ ہوں۔

پھر فرمایا۔

جب شادی ہوگئی تو اب شرافت کا تقاضا یہی ہے کہ ایک دوسرے کو برداشت کریں۔ نیک سلوک کریں۔ ایک دوسرے کو سمجھیں۔ اللہ کا تقویٰ اختیار کریں۔

مشترکہ خاندانی نظام میں بوڑھے والدین کی خدمت کرنا اور ان کی حرکات کو برداشت کرنا بھی ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔

”جب انسان بوڑھا ہو جاتا ہے تو بوجہ بے دست و پا ہونے کے اور مختلف قسم کی بیماریوں اور ضعفوں کے پیدا ہو جانے کے اس کا مزاج چڑچڑا ہو جاتا ہے ۔ پس فرمایا کہ اس حالت میں بھی کہ جب وہ نہایت چڑچڑے اور تُرش رَ ہو جائیں اور ان کی حرکات برداشت سے باہر ہوتی جائیں تم کو چاہئے کہ ان کی کسی حرکت پر اظہارِ ناراضگی نہ کرو بلکہ (ان کی خواہش) اگر پوری کر سکتے ہو تو کر دو اور اگر پوری نہیں کر سکتے تو بڑی نرمی سے عرض کر دو کہ یہ بات ہماری طاقت سے باہر ہے اور جب ان سے کلام کرو تو نہایت ادب کے ساتھ کرو اور ان کے سامنے ایسے نرم ہو جاؤ کہ گویا رحمت کے مارے تم ان کے سامنے بچھے جاتے ہو اور پھر اسی پر بس نہ کرو بلکہ ان کے لئے دعائیں کرتے رہو کہ ان کی خدمت میں جو کچھ کوتاہی ہم سے ہوتی ہے اس کا بدلہ خدائے تعالیٰ اپنے پاس سے ان کو دے“

بہنو! صبر کے بعد حوصلہ کے معنوں کو جاننا ضروری ہے۔ حوصلے سے مراد ہر گز یہ نہیں کہ نقصان کی پرواہ نہ کرنے کی عادت ڈالی جائے۔ یہ دو باتیں پہلو بہ پہلو چلنی چاہئیں۔ حوصلہ سے مراد یہ ہے کہ اگر اتفاقاً کسی سے کوئی نقصان پہنچتا ہے تو اس پر برداشت کیا جائے اور اس سے کہا جائے کہ اس قسم کی باتیں ہوتی رہتی ہیں اور جن کے حوصلے بلند ہوں وہ پھر بڑے ہو کر بڑے نقصان برداشت کرنے کے بھی زیادہ اہل ہو جاتے ہیں۔ بعض دفعہ آفات سماوی پڑتی ہیں اور دیکھتے دیکھتے انسان کی فصلیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ جن کو چھوٹی چھوٹی باتوں کا حوصلہ نہ ہو وہ ایسے موقعوں کے اوپر پھر خدا سے بھی بدتمیز ہو جاتے ہیں اور بے حوصلگی کے ساتھ خود غرضی کا ایک ایسا گہرا رشتہ ہے کہ اس خود غرضی کے نتیجے میں ہر دوسری چیز اپنی تابع دکھائی دینے لگتی ہے۔ اگر وہ فائدہ پہنچا رہی ہے تو ٹھیک ہے ذرا سا بھی نقصان کسی سے پہنچے تو انسان حوصلہ چھوڑ بیٹھتا ہے اور جب بندوں سے بے حوصلگی شروع ہو تو بالآخر انسان خدا سے بھی بے حوصلہ ہو جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

"اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے بھی تمہاری تعریف کریں تو تم ماریں کھاؤ اور خوش رہو اور گالیاں سنو اور شکر کرو اور ناکامیاں دیکھو اور پیوند مت توڑو۔ تم خدا کی آخری جماعت ہو۔ سو وہ عمل نیک دکھلاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجہ پر ہو"

ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ جماعت کو صبر و برداشت کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"ایک نیکی صبر و تحمل ہے صبر کے نتیجہ میں بہت سی بُرائیوں سے بچا جا سکتا ہے۔ صبر کی کمی کے باعث غلط فہمیاں اور جھگڑے پیدا ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے ہر احمدی کو صبر اختیار کرنا چاہئے۔ دل خراش باتوں کو برداشت کریں۔ اس پالیسی کے نتیجہ میں بہت سے جھگڑوں کا حل ہو سکتا ہے۔ فیملی تنازعات، خواہ وہ خاوند و بیوی کے درمیان ہوں یا بھائیوں کے درمیان ہوں۔ یہ سب بچگانہ تنازعات ہوتے ہیں...

دنیا بھر میں ایک طوفان بے تمیزی ہے۔ قتل عام ہو رہا ہے اور قومیں دوسری قوموں پر حملہ آور ہو رہی ہیں۔ یہ سب بے صبری کا ہی نتیجہ ہے۔ دنیا تباہی کے دہانے پر ہے۔ احمدیوں کو دنیا کو بچانا ہو گا۔ اس لحاظ سے صبر و برداشت کی عادت کو اس انداز میں اختیار کرنا ہو گا کہ احمدی ہر میدان میں صبر و برداشت کا نمونہ بن جائیں"

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اندر صبر و تحمل اور برداشت پیدا کرنے کی توفیق دے تا کہ ہمارا معاشرہ جنت نظیر بن سکے۔ آمین



﴿67﴾ ﴿مشاہدات:66﴾

استغفار، ایک تعویذ اور دوا ہے

معاف کر سزا مِری، گناہ مِرے جفا مِری
قبول کر دُعا مِری، صدا و اِلتجا مِری
کہ بخشتا نہیں کوئی، سِوا ترے خطا مِری
خدائے من خدائے من، قبول کُن دُعائے من

آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **استغفار، ایک تعویذ اور دوا ہے**

معزز بہنو!

اسلامی اصطلاحات میں سے ایک اصطلاح اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ ہے جس کو استغفار اور توبہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد بار مومنوں کو اپنی سابقہ غلطیوں پر توبہ واستغفار کرنے اور آئندہ ایسی غلطیوں کو نہ دہرانے کا حکم دیا ہے۔ جیسے وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰہَ (البقرہ:200)

یعنی: اور اللہ سے بخشش مانگو۔

وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (الذّاریات:19)

یعنی: اور صبحوں کے وقت بھی وہ استغفار میں لگے رہتے تھے۔

بلکہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف اپنی لغزشوں کی بخشش کے لئے استغفار کرنے کی تلقین فرمائی بلکہ مومنوں کے لئے مغفرت طلب کرنے اور ان کے لئے بخشش کی دُعا کرنے کی نصیحت بھی فرمائی۔ جیسے فرمایا:

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ (محمد:20)

ترجمہ: اور اپنی لغزش کی بخشش طلب کر۔

پھر فرمایا:

فَاعۡفُ عَنۡهُمۡ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ (آل عمران:160)

ترجمہ: پس ان سے دَرگزر کر اور ان کے لئے بخشش کی دعا کر۔

کتب احادیث میں بھی استغفار کی بہت زیادہ فضیلت اور تاکید بیان ہوئی ہے۔ بلکہ اس توبہ و استغفار کو اللہ تعالیٰ کے بارہ میں حسنِ ظن کے ساتھ باندھ دیا ہے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ پر اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جتنا کوئی آدمی جنگل بیابان میں (کھانے پینے سے لدا) گمشدہ اونٹ کے مل جانے پر خوش ہوتا ہے۔

(بخاری کتاب الدعوات)

معزز بہنو!

آنحضور ﷺ سابقہ امتوں میں سے مغفرت کا یہ واقعہ بڑے ذوق و شوق سے صحابہؓ کو سُنا کر استغفار کی جہاں تلقین فرمایا کرتے تھے وہاں اپنے خدا کے رحم اور انسانیت سے پیار کے ذکر پر بھی محظوظ ہوتے تھے۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک آدمی نے 99 قتل کئے۔ آخر اس کے دل میں ندامت پیدا ہوئی۔ اس نے ایک بزرگ عالم سے رابطہ کر کے اس گناہ سے توبہ کے بارے میں پوچھا۔ جس نے اسے ایک تارک الدنیا زاہد کے بارہ میں بتایا۔ وہ شخص اس کے پاس آیا اور توبہ کے بارے میں پوچھا۔ اس نے جواباً کہا کہ اُس شخص کی توبہ کیسے قبول ہو سکتی ہے جس نے 99 قتل کئے ہوں۔ اس پر اس شخص نے اس عابد و زاہد کو بھی قتل کر کے اپنی سنچری مکمل کی۔ پھر اسے ندامت ہوئی۔ اسے ایک اور عالم کا پتہ بتایا گیا جس سے اس نے اپنی توبہ بارے سوال کیا۔ اس عالم نے کہا کہ توبہ کیوں نہیں قبول ہو سکتی ہے۔ تم فلاں بزرگ کے پاس جاؤ۔ وہ عبادت اور خدمتِ دین میں مصروف ہوں گے۔ وہ انسانیت کا قاتل اس بزرگ کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ آدھے راستے میں اسے موت نے آلیا۔ تب اس کے بارہ میں رحمت اور عذاب کے فرشتے جھگڑنے لگے۔ رحمت کے فرشتوں نے اسے جنت لے جانے کی کوشش کی کہ اس نے توبہ کر لی تھی اور عذاب کے فرشتے یہ کہتے رہے کہ اس نے نیکی کا کوئی کام نہیں کیا۔ یہ کیسے بخشا جا سکتا

ہے؟ اس پر ایک فرشتہ انسانی صورت میں نمودار ہوا جسے ان دونوں قسم کے فرشتوں نے اپنا ثالث مقرر کر لیا۔

اس نے دونوں کی باتیں سن کر کہا کہ جدھر سے یہ شخص آرہا تھا اور جدھر جارہا تھا دونوں فاصلے ناپ لیں۔ اگر طے شدہ فاصلہ لمبا ہے تو جنت کو فرشتے لے جائیں۔ جب ناپا گیا تو منزل مقصود والا فاصلہ چھوٹا پایا گیا اور رحمت کے فرشتے اسے جنت میں لے گئے۔

(صحیح مسلم، کتاب التوبۃ باب قبول توبۃ)

بلکہ ایک روایت میں ہے کہ طے شدہ فاصلہ کم تھا۔ فرشتوں نے اسے کھینچ کر لمبا کر دیا کیونکہ یہ شخص توبہ کر چکا تھا اور خدا کو صدقِ دل سے کی گئی توبہ بہت پسند ہے۔

معزز بہنو! انسان غلطیوں کا پُتلا ہے اور روزانہ انجانے میں بیسیوں غلطیاں کر جاتا ہے۔ وہ ان پر توبہ بھی کرتا ہے، استغفار بھی کرتا ہے مگر وہ غلطیاں نہ چاہتے ہوئے بھی دوبارہ سرزد ہو جاتی ہیں۔ مگر خدا غفور و رحیم ہے۔ وہ اس کی توبہ قبول کرتا ہے اور بار بار کرتا ہے۔ اس لئے ہمیں اپنی روٹین میں استغفار کو حرزِ جان بنانا چاہئے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”استغفار کے اصل معانی تو یہ ہیں کہ یہ خواہش کرنا کہ مجھ سے کوئی گناہ نہ ہو یعنی میں معصوم رہوں اور دوسرے معانی جو اس کے نیچے درجے پر ہیں کہ میرے گناہ کے بدنتائج جو مجھے ملنے ہیں ان سے محفوظ رہوں“

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد اوّل صفحہ 685)

پھر فرمایا:

”روحانی سرسبزی کے محفوظ اور سلامت رہنے کے لئے یا اس سرسبزی کی ترقیات کی غرض سے حقیقی زندگی کے چشمہ سے سلامتی کا پانی مانگنا۔ یہی وہ امر ہے جس کو قرآن کریم دوسرے لفظوں میں استغفار کے نام سے موسوم کرتا ہے۔“

(نورالحق نمبر 1، روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 357)

استغفار کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے حضورؑ فرماتے ہیں:

میرے نزدیک تو استغفار سے بڑھ کر کوئی تعویذ اور کوئی احتیاط و دوا نہیں۔ استغفار بہت پڑھا کرو۔ انسان کے واسطے غموں سے سُبک ہونے کے واسطے یہ طریق ہے۔ استغفار بہت کرو۔ اس سے گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اولاد بھی دے دیتا ہے۔

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد اوّل صفحہ 688)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے خط بنام حضرت چوہدری رستم علی صاحبؓ فروری 1988ء میں مندرجہ ذیل دعا ارسال فرمائی۔

یَا مَنْ هُوَ اَحَبُّ مِنْ كُلِّ مَحْبُوْبٍ۔ اِغْفِرْلِيْ وَتُبْ عَلَيَّ وَاَدْخِلْنِيْ فِيْ عِبَادِكَ الْمُخْلَصِيْنَ ترجمہ: اے وہ جو ہر محبوب سے زیادہ محبت کرنے کے قابل ہے! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحمت نازل فرما اور مجھے اپنے مخلص بندوں میں داخل فرما۔ آمین

معزز بہنو! تمام خلفاء، استغفار کی طرف احبابِ جماعت کو توجہ دلاتے رہے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:

"ہر عبادت کے بعد استغفار کا حکم ہے۔ دیکھو! بڑی عبادت سجدہ ہے اور سجدہ کے بعد پڑھا جاتا ہے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَعَافِنِيْ۔ ایسا ہی جب نماز سے فارغ ہو جائیں تو استغفار پڑھتے ہیں۔ اسی طرح بیان فرمایا کہ جب حج کی عبادت ختم ہونے کے قریب آئے تو استغفار پڑھو۔ نبی کریم ﷺ کسی مجلس سے جب اٹھتے تو (70 سے 100 بار) تک استغفار پڑھتے۔"

(حقائق الفرقان جلد اوّل صفحہ 337-338)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں:

"تقویٰ اختیار کرو اور کل کی فکر کرو۔ توبہ کرو۔ توبہ کرو۔ کیونکہ خدا گناہوں کے بخشنے والا مہربان ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی کے گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر بھی ہوں اور وہ خدا کے حضور میں جھک جائے۔ تو بھی اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ پس اپنے گناہوں کی

معافی کے لئے خدا کے حضور عرض کرو۔ اس کی جناب میں پشیمان ہو اور اس سے معافی چاہو تا کہ تم پر اللہ کا فضل ہو۔“

(خطبات محمود جلد 6 صفحہ 130)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

”تم خدا سے قوت حاصل کرو اور کثرت سے استغفار کرو کیونکہ خدا تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضلوں کا وارث بننے کے لئے اپنے اوپر اس کی محبت میں گم ہو کر ایک موت وارد کرو گے تو پھر تمہیں ایک ایسی زندگی ملے گی کہ تمہارے لئے بھی نہایت برکت، خوشی اور مسرت کا موجب ہوگی اور دنیا کے لئے بھی رحمت اور برکت کا موجب بنے گی۔“

(خطبات ناصر جلد 3 صفحہ 546)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

” قرآن کریم سے تو یہ پتا چلتا ہے کہ ہر وقت استغفار کرنی چاہیے صبح بھی شام کو بھی دن کو بھی، رات کو بھی اور خصوصیت کے ساتھ راتوں کو اٹھ کر استغفار کرنے کا تو بہت ذکر احادیث میں ملتا ہے ..... روحانی ترقیات کے لئے استغفار کے مضمون کو خصوصیت کے ساتھ سمجھنا بڑا ضروری ہے۔“

(خطبات طاہر جلد 7 صفحہ 284،298)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”استغفار کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل اور قُرب کی چادر میں لپٹنے کی دُعا مانگی جائے۔ جب انسان اس طرح دعا مانگ رہا ہو تو کس طرح ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ دُعا نہ سنے اور انسان کی دنیا و آخرت نہ سنورے۔“

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 303)

اسلامی تعلیمات اور کتب میں استغفار اور توبہ کے فضائل اور برکات اور اہمیت سے متعلق بہت کچھ لکھا اور کہا گیا ہے۔ ایک مختصر سی تقریر میں ان سب کا بیان ہونا تو بہت مشکل ہے۔ یہاں صرف یہ اشارۃً بتانا ضروری ہے کہ اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ ایک اسلامی اصطلاح ہے جسے زندگی کا حصّہ بنانا ضروری ہے۔ بلاشبہ استغفار

گناہوں کے مٹانے کا باعث بنتا ہے اور جب گناہ بھسم ہو جائیں تو پھر انسان بے شمار برکات وفیوض کا وارث ٹھہرتا ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن واحادیث میں مختلف اذکار کا ذکر ملتا ہے۔ اگر استغفار پڑھا جائے تو کیا دیگر اذکار کو نہ پڑھا جائے؟ یا کم پڑھا جائے؟ اس پر تو کوئی بحث نہیں۔ اسلامی تعلیمات میں بیان تمام اذکار کی اہمیت اپنی اپنی جگہ پر ہے اور اس کی برکات بھی انسان کو ملنے والی ہیں، ان اذکار کو ایسے ہی کہا جاسکتا ہے کہ انسان مختلف خوشبوؤں والے صابن یا لوشن سے نہاتا ہے۔ صاف ستھرے کپڑے پہنتا ہے، پھر ان پر پرفیوم بھی لگا دیتا ہے تو روحانی غسل کے لئے یہ تمام اذکار انسان کو صاف ستھرا بنانے کے لئے ہیں۔

حضرت مولانا غلام رسول صاحبؓ راجیکی بیان کرتے ہیں کہ حضرت اقدس مسیح موعود الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں کثرت سے درود شریف اور استغفار پڑھنے کا ارشاد فرمایا۔

”مجھے ایک عرصہ تک درود واستغفار کی کثرت کے متعلق خلجان رہا کہ کثرت سے نہ معلوم کتنی تعداد مراد ہے۔ تب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھے بحالت کشف ملے اور میری بیعت لی اور فرمایا کہو استغفر اللّٰہ ربّی من کل ذنب و اتوب الیہ مائۃ مرّۃ یعنی سو مرتبہ استغفار پڑھو۔ اس سے مجھے معلوم ہو گیا کہ کثرت سے مراد عام حالات میں کم از کم سو مرتبہ استغفار کا وِرد ہے۔ واللّٰہ اعلم بالصواب۔“

(حیات قدسی حصہ دوم صفحہ 3 شائع 1951ء)

معزز بہنو! احادیث اور کتب سلفیہ میں استغفار کے لئے مختلف الفاظ مذکور ہیں۔ آج ایک ایسا استغفار بتا رہا ہوں جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اگر ترازو کے ایک پلڑے میں تمام دنیا اور دوسرے میں یہ الفاظ رکھ دیئے جائیں تو یہ پلڑا بھاری ہو گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کثرت سے یہ فرمایا کرتے تھے:

"سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ۔ میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں آپ ﷺ کو دیکھتی ہوں کہ آپ ﷺ بکثرت کہتے ہیں: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے رب نے مجھے خبر دی ہے کہ میں جلدی ہی اپنی امت میں ایک نشانی دیکھوں گا اور جب میں اس کو دیکھ لوں تو بکثرت کہوں: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ تو (وہ نشانی) میں دیکھ چکا ہوں۔ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ۙ وَ رَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ اسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا۔

جب اللہ کی نصرت اور فتح آ پہنچے (یعنی فتح مکہ) اور آپ لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہوتے دیکھ لیں تو اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اس کی پاکیزگی بیان کریں اور اس سے بخشش طلب کریں بلاشبہ وہ توبہ قبول فرمانے والا ہے۔

(صحیح مسلم)

جون 2012ء میں دورہ امریکہ کے دوران ایک طالبہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے پریشانیوں کے ازالہ کے حوالہ سے سوال کیا تو آپ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا:

"سوسائٹی میں، اپنے گھر میں، اپنے سسرال والوں کے ساتھ اور اپنے ماحول میں جو بھی بے چینیاں اور پریشانیاں پیدا ہوں وہ استغفار کرنے اور لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پڑھنے سے دور کی جاسکتی ہیں۔"

آج دنیا جس تکلیف دہ، مہلک و متعدی بیماری (وائرس) سے گزری ہے، لاکھوں کی تعداد میں ہلاکتیں ہو چکی ہیں۔ ان حالات میں ہم مومنوں کا فرض ہے کہ ہم خود اپنے لئے بھی استغفار کریں، امّت مسلمہ کے لئے

بھی استغفار کریں اور دنیا میں بسنے والے دیگر انسانوں کی حفاظت، صحت کے لئے دُعا گو رہیں کیونکہ یہ خدا کا کنبہ ہے اور ہم اس کا حصّہ ہیں۔ ہمیں اللہ کے کنبہ (خاندان) کے ہر فرد کے لئے دعا کرنا اپنے اوپر فرض کر لینا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ دنیا بھر کی انسانیت کو ہر تکلیف اور مصیبت سے محفوظ فرمائے۔ آمین

الٰہی عَفو و مَغفرت، خدا یا قُرب و مَعرِفت
مناسِبَت، مشابِہَت، مکالِمَت، مخاطِبَت
مطابِقَت، موانِسَت، ملیں ہمیں بعافیت
خدائے من خدائے من، قبول کُن دُعائے من



﴿68﴾ ﴿مشاہدات:67﴾

غیبت، ایک زہر قاتل

کوئی اُس پاک سے جو دل لگاوے
کرے پاک آپ کو تب اُس کو پاوے
پسند آتی ہے اس کو خاکساری
تذلل ہی رہِ درگاہ باری
بدی پر غیر کی ہر دم نظر ہے
مگر اپنی بدی سے بے خبر ہے

میری بہنو! میری آج کی گزارشات کا عنوان ہے **"غیبت، ایک زہر قاتل"**

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ٘ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ۔

(الحجرات:13)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ظن سے بکثرت اجتناب کیا کرو۔ یقیناً بعض ظن گناہ ہوتے ہیں۔ اور تجسس نہ کیا کرو۔ اور تم میں سے کوئی کسی دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ پس تم اس سے سخت کراہت کرتے ہو۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

سامعات! غیبت ایک گناہ ہے جس سے اصلاح کی بجائے معاشرے میں بدامنی کے سامان ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس گندے فعل سے کراہت دلاتے ہوئے مومنین کو اس سے بچنے اور اپنے آپ کو اس آلودگی سے پاک رکھنے کی تلقین فرماتا ہے۔

غیبت ایک متعدی بیماری کی طرح معاشرے میں پھیلی نظر آتی ہے اور اس کے نتیجہ میں نہ صرف اخلاقی اور روحانی بلکہ معاشرتی انحطاط نظر آتا ہے اور اور یہ بیماری فساد کا باعث بنتی ہے۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مجھے معراج ہوا تو حالت کشف میں میں ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ ان سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے۔ میں نے پوچھا۔ اے جبرائیل! یہ کون ہیں تو انہوں نے بتایا کہ یہ لوگوں کا گوشت نوچ نوچ کر کھایا کرتے تھے اور ان کی عزت وآبرو سے کھیلتے تھے یعنی ان کی غیبت کرتے اور ان کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔

(ابوداؤد کتاب الادب باب فی الغیبۃ)

میری بہنو! حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفائے عظام نے جماعت کو اس بیماری سے محفوظ رکھنے کے لئے متعدد دفعہ توجہ دلائی ہے۔ وقت کی مناسبت سے صرف چند ارشادات اختصار سے پیش ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”آنحضرتؐ سے غیبت کا حال پوچھا تو فرمایا کہ کسی کی سچی بات کا اس کی عدم موجودگی میں اس طرح بیان کرنا کہ اگر وہ موجود ہو تو اسے برا لگے غیبت ہے۔ اور اگر وہ بات اس میں نہیں ہے اور تو بیان کرتا ہے تو اس کا نام بہتان ہے۔“

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 60)

ایک اور جگہ فرمایا:

”تم کو چاہیئے کہ کسی کا عیب دیکھ کر سر دست جوش نہ دکھلایا جاوے۔ ممکن ہے کہ وہ درست ہو جاوے قطب اور ابدال سے بھی بعض وقت کوئی عیب سرزد ہو جاتا ہے.... جلدی اور عجلت سے کسی کو ترک کر دینا ہمارا طریق نہیں ہے...وہ شخص بہت ہی قابل افسوس ہے کہ ایک کے عیب کو بیان تو سو مرتبہ کرتا ہے لیکن دعا ایک مرتبہ بھی نہیں کرتا۔“

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 60-61)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:

"اب جو غیبت کرتا ہے وہ روزہ کیا رکھتا ہے۔ وہ تو گوشت کے کباب کھاتا ہے اور کباب بھی اپنے مردہ بھائی کے گوشت کے اور یہ بالکل سچی بات ہے کہ غیبت کرنے والا حقیقت میں ہی ایسا بد آدمی ہوتا ہے. جو اپنے مردہ بھائی کے کباب کھاتا ہے۔ مگر یہ کباب ہر ایک آدمی نہیں دیکھ سکتا۔ ایک صوفی نے کشفی طور پر یہ دیکھا کہ ایک شخص نے کسی کی غیبت کی. تب اس سے قے کرائی گئی تو اس کے اندر سے بوٹیاں نکلیں جن سے بو بھی آتی تھی۔"

(حقائق الفرقان جلد چہارم صفحہ 7)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

"رسول کریمؐ نے نہ صرف غیبت سننے کو گناہ بتایا بلکہ اس کے رد کرنے کو نیکی ٹھہرایا ہے... تین باتیں مومن کا فرض ہیں۔ اول یہ کہ اگر کوئی اس کے سامنے کسی بھائی کا عیب بیان کرے تو اسے کہے جو نتیجہ تم نکالتے ہو یہ صحیح نہیں، اصل بات یہ ہے۔ دوم اسے سمجھائے کہ ایسا نہ کرو اور سوم یہ کہ اگر وہ نہ مانے تو وہاں سے اٹھ کر چلا جائے۔"

(خطبات محمود جلد 6 صفحہ 644)

ایک اور موقع پر فرمایا:

"پھر غیبت کرنا ہی برا نہیں... بلکہ غیبت سننا بھی برا ہے۔ کیونکہ جو غیبت سنتے ہیں۔ وہ غیبت کراتے ہیں ... پس مومن کو چاہیئے کہ اگر کوئی اس کے سامنے کسی بھائی کی غیبت کرے تو وہ اس کا رد کرے۔ یعنی جو بات بیان کی جائے۔ اس کے رد کرنے کی اس کے پاس وجوہات ہوں. تو ان کو پیش کرے اور اگر اسے رد کرنیکی کوئی بات معلوم نہ ہو اور سمجھ میں نہ آئے تو غیبت کرنے والے کو روکے اور اگر وہ نہ رکے. تو اس کے پاس سے اٹھ کر چلا آئے۔"

(خطبات محمود جلد ششم صفحہ 530)

سامعات! حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے معاشرے کو ہر قسم کے فساد سے بچانے کے متعلق فرمایا:
”اسی کی طرف اشارہ ہے وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ کہ لباس تقویٰ کی پاکیزگی کو بچانا تمہارا فرض ہے۔ یعنی تربیت کے جس مقام پر تم کھڑے ہو اس مقام سے کبھی نہ گرنا بلکہ کوشش کرنا کہ اس سے بھی بلند تر مقام پر پہنچو۔ اور ہمیشہ بلند سے بلند تر ہوتے چلے جاؤ۔ اس آیت میں ہمیں یہ گُر بھی بتایا گیا ہے کہ ضروری ہے کہ تم اپنے ماحول کا جائزہ لیتے رہو۔ وہ ماحول جو کپڑے کی طرح تمہارے ساتھ چمٹا ہوا ہے۔ تم اس کے اندر کسی گندگی کے گھسنے کو کبھی برداشت نہ کرو۔ بلکہ جب کبھی تمہیں کوئی رخنہ نظر آئے تو فوراً اسے بند کر دو۔ یا کہیں تمہیں کوئی جسمانی، اخلاقی، روحانی نجاست نظر آئے تو اسے دور کرنے کی کوشش میں فوراً لگ جاؤ۔ اگر تم چوکس ہو کر اپنے ماحول کو پاک رکھو گے تو اللہ تعالیٰ بھی تمہیں اپنی برکتوں سے نوازے گا۔“

(خطباتِ ناصر جلد اول صفحہ 40، 41)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:
”عہد بیعت میں بھی یہ بات داخل ہے کہ میں غیبت نہیں کرونگا، میں بدظنی نہیں کرونگا لیکن کچھ ایسا چسکا ہے، ایسی مصیبت ہے اور یہ بیماری ہر گھر گھر میں، سینے سینے میں داخل ہوئی ہوئی ہے اور اتنی عادت ہے خصوصاً عورتوں میں کہ وہ برداشت نہیں ہوتا ان سے کہ کسی کی برائی دیکھیں یا سنیں اور وہ آگے نہ پہنچائیں . دیکھ کر پہنچانا بھی بہت بری بات ہے لیکن سنکر پہنچانا افک بھی بن جاتا ہے اور غیبت بھی بن جاتی ہے اور پھر چسکے پورے کرنے کے لئے وہ ظن بھی کرتی ہیں اور من گھڑت باتیں بنا کر بہتان میں بھی داخل ہو جاتی ہیں اور یہ بیماری مردوں میں بھی آتی ہے اور اس کے نتیجہ میں ہمارے معاشرے کا برا حال ہے۔“

(خطبات طاہر جلد 3 صفحہ 61)

پس تم بچاؤ اپنی زباں کو فساد سے
ڈرتے رہو عقوبت ربّ العباد سے

میری بہنو! وہ لوگ جو یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ ہم نے خود غیبت نہیں کی صرف سنی ہے۔ اس کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

"بعض لوگ کہتے ہیں جی ہم نے تو صرف سنی ہے غیبت، ہم نے تو حصہ نہیں لیا خود کسی کے خلاف برائی نہیں کی۔ ان کے متعلق آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ انہوں نے بھی گناہ سے حصہ پالیا۔ اگر تم سنتے ہو اور منع نہیں کرتے اور برا نہیں مناتے یا اپنے بھائی کا دفاع نہیں کرتے تو ایسی صورت میں غیبت کے گناہ میں تم بھی حصہ دار ہو گئے۔"

(خطبات طاہر جلد 3 صفحہ 54)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ایک حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن آدمی کے پاس اس کا کھلا ہوا اعمال نامہ لایا جائے گا وہ اس کو پڑھے گا پھر کہے گا اے میرے رب میں نے دنیا میں فلاں فلاں نیک کام کئے تھے وہ تو اس میں نہیں ہیں تو اللہ تعالیٰ جواب دے گا کہ لوگوں کی غیبت کرنے کی وجہ سے وہ نیکیاں تمہارے اعمال نامہ سے مٹادی گئی ہیں دیکھیں غیبت کی وجہ سے وہ تمام نیک کام نماز، روزے، صدقے، کسی غریب کی خدمت کرنا سب نیکیاں نامہ اعمال سے مٹادی گئیں صرف اس لئے کہ وہ لوگوں کی غیبت کرتا تھا، اس بارہ میں جتنی احادیث پڑھیں، خوف بڑھتا چلا جاتا ہے اس کا ایک ہی علاج ہے کہ آدمی ہر وقت استغفار کرتا رہے۔"

(خطبات مسرور جلد 1 صفحہ 574)

پھر فرمایا:

"شکوہ کرنا بھی غیبت والی بات ہی ہے۔ کیونکہ ایک دفعہ جب مشترکہ دوستوں میں بیٹھ کے شکایتیں شروع ہو گئیں تو پھر آہستہ آہستہ یہی شکوے شکایتیں جو ہیں بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ اور پھر غیبت کی عادت پڑ جاتی ہے۔ اس لئے ہلکی سے ہلکی بھی جس میں شائبہ بھی ہو غیبت کا، وہ بات نہیں کرنی چاہئے۔"

(خطبہ جمعہ 26 دسمبر 2003ء)

سامعات! حضور انور ایدہ اللہ نے ایک اور موقع پر فرمایا:

"پھر غیبت ایک گناہ ہے جس سے اصلاح کی بجائے معاشرے میں بدامنی کے سامان ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس گندے فعل سے کراہت دلاتے ہوئے فرمایا کہ تم تو آرام سے غیبت کر لیتے ہو۔ یہ سمجھتے ہو کہ کوئی بات نہیں، بات کرنی ہے کر لی۔ زبان کا مزا لینا ہے لے لیا۔ یا کسی کے خلاف زہر اگلنا ہے اگل دیا۔ لیکن یاد رکھو یہ ایسا مکروہ فعل ہے ایسی مکروہ چیز ہے جیسے تم نے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھالیا۔ اور کون ہے جو اپنے مردہ بھائی کے گوشت کھانے سے کراہت نہ کرے۔ غیبت یہی ہے کہ کسی کی برائی اس کے پیچھے بیان کی جائے۔ پس اگر اس شخص کی اصلاح چاہتے ہو جس کے بارہ میں تمہیں کوئی شکایت ہے تو علیحدگی میں اسے سمجھاؤ تاکہ وہ اپنی اصلاح کر لے اور پھر بھی اگر نہ سمجھے تو پھر اصلاح کے لئے متعلقہ عہدیدار ہیں، نظام جماعت ہے، امیر جماعت ہے اور اگر کسی وجہ سے کوئی مصلحت آڑے آرہی ہے یا تسلی نہیں ہے تو مجھ تک پیغام پہنچایا جاسکتا ہے۔"

(خطبہ جمعہ 5 فروری 2010ء)

میری بہنو! آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس نصیحت پر اپنی تقریر کو ختم کرتی ہوں۔

آپؑ فرماتے ہیں:

"چاہیے کہ جسے کمزور پاوے اسے خفیہ نصیحت کرے۔ اگر نہ مانے تو اس کے لیے دعا کرے اور اگر دونوں باتوں سے فائدہ نہ ہو تو قضاء وقدر کا معاملہ سمجھے۔ جب خدا تعالیٰ نے ان کو قبول کیا ہوا ہے تو تم کو چاہئے کہ کسی کا عیب دیکھ کر سرِ دست جوش نہ دکھلایا جاوے۔ ممکن ہے کہ وہ درست ہو جاوے۔ قطب اور ابدال سے بھی بعض وقت کوئی عیب سرزد ہو جاتا ہے... ایسے ہی اپنے کسی بھائی کو ترک نہ کرنا چاہئے بلکہ اس کی اصلاح کی پوری کوشش چاہئے۔ قرآن کریم کی یہ تعلیم ہرگز نہیں ہے کہ عیب دیکھ کر اسے پھیلاؤ اور دوسروں سے تذکرہ کرتے پھرو بلکہ وہ فرماتا ہے وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ (البلد:18) کہ صبر اور رحم سے نصیحت کرتے ہیں۔ مرحمہ یہی ہے کہ دوسرے کے عیب دیکھ کر اسے نصیحت کی جاوے اور اس کے لیے دعا کی جاوے۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 60)

دو عضو اپنے جو کوئی ڈر کر بچائے گا
سیدھا خدا کے فضل سے جنت میں جائے گا
وہ اک زبان ہے عضوِ نہانی ہے دوسرا
یہ ہے حدیث سیّدنا سید الوریٰ

اللہ تعالیٰ ہمیں غیبت سے بچائے اور ہمیشہ اپنے ان بندوں میں شامل رکھے جن پر اللہ تعالیٰ کی پیار کی نظریں پڑتی ہیں۔ آمین



﴿69﴾ ﴿مشاہدات:59﴾

اللہ کا رنگ پکڑیں

پیاری بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے **"اللہ کا رنگ پکڑیں"**

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً

کہ اللہ کا رنگ پکڑو اور رنگ میں اللہ سے بہتر اور کون ہو سکتا ہے؟

قرآن کریم کی تلاوت کے دوران جب بار بار صفات باری تعالیٰ سے گزر ہوتا ہے تو ہر صفت پر سورت البقرہ کی آیت 139 ذہن میں آتی ہے اور اللہ کے رنگ اپنانے کے حوالہ سے اُس اللہ کی ہر صفت پکار پکار کر یہ دعوت دیتی ہے کہ میرے اندر بیان مضمون یا مفہوم کا لبادہ اوڑھیں تا نَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ میں بیان عبادت گزاروں کی صفات کو اپنا کر اللہ تعالیٰ کے حقیقی عبد بن جائیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے یعنی انسان جو اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اور اس میں یہ استعداد ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو ظلی طور پر اپنا سکے۔

(مسند احمد از حدیقۃ الصالحین صفحہ 40)

پھر فرمایا کہ

اللہ (ذاتی نام) کے علاوہ اس کے ننانوے صفاتی نام ہیں جو شخص زندگی میں ان کو مد نظر رکھے گا اور ان کا مظہر بننے کی کوشش کرے گا وہ جنت میں داخل ہو گا۔

(ترمذی از حدیقۃ الصالحین صفحہ 33-34)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

”خدا تعالیٰ تو ہر ایک انسان کو اپنی معرفت کے رنگ میں رنگین کرنا چاہتا ہے کیونکہ انسان کو خدا تعالیٰ نے اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔“

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 23 جدید ایڈیشن ربوہ)

سامعات! اللہ اور اس کے بندے کا تعلق کا مضمون بہت گہرا ہے۔ جسے چند منٹ کی ایک تقریر میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم یہاں اللہ تعالیٰ کی چند ایسی صفات کا ذکر کروں گا، جن کو ایک مؤمن یا مؤمنہ اپنے اندر حلول کرے تو حقیقی معنوں میں اللہ کے رنگ میں رنگین ہو سکتا ہے۔ جیسے رمضان میں ایک مومن کم کھا کر، کم سو کر اور کم بول کر اللہ تعالیٰ سے مشابہت یا مماثلت اختیار کر تا لیتا ہے۔ آنحضور ﷺ نے جن صفات کا نام لیا ہے۔ اس میں سب سے پہلے ”الرب“ کی صفت ہے۔ جس کے معنی ہیں پالنے والا۔ اس صفت کی مناسبت سے والدین بالخصوص ماں اپنے بچوں کو پالتی پوستی ہے۔

اس صفت کے تحت ہم میں سے ہر ایک مربی ہے۔ ہمیں اپنے خاندان اور پھر معاشرہ میں پلنے والے تمام بچوں کی تعلیم و تربیت کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

پھر ایک صفت الرحمٰن بمعنیٰ بن مانگے دینے والا ہے۔ اللہ سے مماثلت کرتے ہوئے ماں باپ اپنی اولاد کی ایسی ضروریات کا خود خیال کرتے ہیں۔ ہمیں معاشرہ میں بھی رحمٰن صفت کے تحت مستحق لوگوں کی ضروریات کا خود خیال رکھنا چاہیے۔

- الرحیم صفت کے معانی ہیں نہایت رحم کرنے والا۔ جو کوئی بھی اپنی ضروریات ہمارے سامنے رکھے ہمیں اللہ کی اس صفت کے تحت حسب توفیق مستحق و غرباء کی ضروریات کو پورا کرنا چاہیے۔
- السّلام بمعنیٰ سلامتی والا۔ ہمیں بھی اس صفت کو اپنے اندر اتار کر اپنے ارد گرد بسنے والے تمام لوگوں کے لیے سلامتی کا موجب بننا چاہیے۔
- المؤمن بمعنیٰ امن دینے والا۔ جس طرح ہم سلامتی کا موجب ہوں۔ اسی طرح ہمارے پلیٹ فارم سے امن شانتی کا ہی پیغام سب کو جانا چاہیے۔
- المھیمن بمعنیٰ پناہ دینے والا۔ مخلوق کو ہماری کوکھ میں سکون ملنا چاہیے اور پناہ کا موجب بنیں۔

•الجبار بمعنیٰ جوڑنے والا۔ ٹوٹے کام بنانے والا۔ یہ صفت تقاضا کرتی ہے کہ ہم میں سے ہر ایک خاندان کو جوڑنے والا ہو۔ بگڑے کاموں کو سنوارنے والا ہو۔

•الغفّار بمعنیٰ بخشنے والا۔ ہمیں غفور خدا کا رنگ اپنے اوپر چڑھاتے ہوئے لوگوں کے لیے معافی کا پیغمبر بن کر جانا چاہیے۔

•الوھاب بمعنیٰ بہت دینے والا۔ جب خدا دیتا ہے تو اس کی اقتداء میں ہمیں بھی مخلوق کو دینے والا ہونا چاہیے۔ اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیر مِّنَ الْیَدُ السُّفْلیٰ۔

•الرزاق بمعنیٰ رزق دینے والا۔ اللہ تو بغیر حساب کے دیتا ہے۔ انسان کو اللہ کی مخلوق جو اس کی عیال ہے، کا خیال رکھنا چاہیے اور اپنے سے کم تر لوگوں کے لیے رزق فراہم کرنے والا بننا چاہئے۔

•الباسط بمعنیٰ کشادہ کرنے والا۔ اپنے ہاتھ کو دوسروں کے لیے ہمیشہ کشادہ رکھنے والا ہو۔

•الرافع بمعنیٰ بلند کرنے والا۔ کبھی انسان کے ساتھ تحقیر آمیز رویہ نہ رکھیں بلکہ اس کے مقام و مرتبہ کو بلند کرنا چاہیے۔

سامعات! پھر ایک صفت المعزّ بمعنیٰ بہت عزت دینے والا ہے

•السمیع بمعنیٰ بہت سننے والا۔

سامعات! انسان کے اندر یہ ایک خامی پائی جاتی ہے کہ وہ دوسروں کی باتوں کو ذرا کم سنتا اور اپنی ہانکتا چلا جاتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ السمیع ہے جو اپنی مخلوق کی دادرسی کرتا ہے۔ مخلوق اپنے اللہ سے باتیں کرنا پسند کرتی ہے چونکہ وہ سنتا ہے۔ ایک مشہور مصنفہ ہیلن کیلر جو خود سماعت، گویائی اور نظر سے محروم تھیں کہتی ہیں کہ سننے کی صلاحیت تو اکثر لوگ رکھتے ہیں مگر سماعت کسی کسی کو نصیب ہوتی ہے۔

•البصیر بمعنیٰ دیکھنے والا۔ انسان عموماً دیکھی ان دیکھی کر جاتا ہے اور آنکھوں سے دیکھ کر بھی نہ سبق حاصل کرتا ہے اور نہ دوسروں کے لیے رہنما بنتا ہے جبکہ کہا جاتا ہے کہ خوبصورتی منظر میں نہیں ہماری آنکھ میں ہوتی ہے۔ اس کو بصارت بولتے ہیں۔ اگر بصارت حاصل ہو تو پھر اللہ تعالیٰ بصیرت بھی عطا کر دیتا ہے۔

•العدل بمعنیٰ انصاف کرنے والا۔ ایک مومن کو اپنے خالق اللہ کے تابع رہتے ہوئے اپنے آپ اور معاشرے میں بسنے والوں سے عدل و انصاف سے پیش آنا چاہیے۔ اور میانہ روی و متوازن زندگی گزارنی چاہیے۔

•الحلیم بمعنیٰ بُردبار، نرمی حلم والا۔ اپنے خالق سے پیار رکھنے والے ایک مؤمن اور مؤمنہ کو حلیم و ودود بن کر خاندان اور معاشرہ میں لوگوں سے حلم نرمی پیار، رافت اور بردباری سے پیش آنا ضروری ہے۔

•الغفور بمعنیٰ بار بار مغفرت کا عادی۔ یعنی بار بار معاف کرنے والا۔ ہم انسانوں کو بھی اپنے ماحول میں بسنے والوں کی غلطیوں کو بار بار معاف کرنا چاہیے۔

•الشکور بمعنیٰ قدردان۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ایک اہم صفت ہے۔ جس کے تحت اللہ، اپنے بندوں کی اداؤں اور اپنے ساتھ بندوں کی محبت کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اس لئے بندوں کو بھی معاشرہ میں اس صفت کو رواج دینا چاہیے اور معاشرہ میں بسنے والے اپنے ساتھی بھائیوں اور بہنوں کی قدر کرنی چاہیے۔

•الحفیظ بمعنیٰ حفاظت کرنے والا ہے۔ اس صفت کے تحت ہم اللہ سے اپنی حفاظت کے طلب گار ہوتے ہیں۔ اس دنیا میں ہمیں بھی ایک دوسرے کی حفاظت کے ضامن بن کر سامنے آنا چاہیے۔ دوسرے کی ذات پر کیچڑ اچھالنا اور اسے ذلیل کرنے کی اسلام ہرگز اجازت نہیں دیتا۔

•المقیت بمعنیٰ نگران غذا بہم پہنچانے والا۔ اصل میں مقیت اس کو کہتے ہیں جو مخلوقات کو خوردونوش کی اشیاء پہنچائے۔ اپنی حکمت اور مرضی سے جس کو جس قدر چاہے رزق پہنچائے۔ جو انسان کو چاہے وہ دے۔

•الکریم بمعنیٰ عزت دینے والا۔ اس صفت کے تحت احترام آدمیت و انسانیت لازم ہے۔ بڑوں کو تو ہم عزت و احترام کا درجہ دیتے ہی ہیں۔ اپنے چھوٹوں اور اپنے سے کم مرتبہ، کمزوروں، خادموں اور مزدوروں سے بھی عزت سے پیش آنا اور ان کا احترام کرنا لازم ہے۔

•المجیب بمعنیٰ قبول کرنے والا۔ جواب دینے والا۔ گو ان خوبیوں کے حوالہ سے کچھ گفتگو اوپر ہو چکی ہے لیکن خصوصی طور پر اس صفت کو اپنا کر ہر بندے کی بات کو سننا اور جواب دینا نیز اس کی خدمات و جذبات کو قبول کرنا بھی ضروری ہے۔ ورنہ تو بعض متکبرانہ رنگ میں سوالی یا مخاطب کی بات سن تو لیتے ہیں مگر حقارت سے جواب دینے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔

•الودود بمعنیٰ محبت کرنے والا۔ خدائے عزوجل کی جو بنیادی صفات ہیں۔ ان میں یہ ایک صفت ہے جس کے نظارے ہم روزانہ اپنی زندگیوں میں بھلائی و خیر کی صورت میں دیکھتے ہیں۔ ہمیں آپس میں محبت وشفقت، اخوت و الفت کو اپنانا چاہیے اور ہمیں ایک دوسرے سے محبت پیار سے پیش آنا چاہیے۔ آنحضور ﷺ نے ایک مسلمان کو ہدایت فرمائی کہ ''الودود الولود'' سے شادی کرو یعنی ایسی خاتون سے جو بچے جننے والی اور محبت کرنے والی ہو۔

•الوکیل بمعنیٰ کام سنبھالنے والا۔ ہم اِس لفظ کو اپنے معاشرے میں کثرت سے استعمال کرتے ہیں اور ہم جائز وناجائز معاملات میں ایک دوسرے کی وکالت کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ جبکہ ان معنوں میں معاشرہ کے بے بس و مجبور لوگوں کے کام کرنے اور سنبھالنے کا ذکر ہے۔

بہنو! الولیُّ بمعنیٰ حمایت کرنے والا دوست۔ یہ لفظ ولایت سے نکلا ہے۔ معاشرہ میں انسان کو خود سری سے پیش نہیں آنا چاہیے بلکہ جائز کاموں کی حمایت کرنا اور ایک دوسرے کو دوست بنا کر گزر بسر کرنی چاہیے۔ انسان کو زندگی گزارنے کے لیے کئی ایسے پیشہ رکھنے والے لوگوں کی ضروریات رہتی ہے جس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس ناطے خیر خواہی کے جذبات رکھ کر دوستی کو اپنانا اور ولی بنانا ضروری ہے۔

•الحیُّ القیوم بمعنیٰ زندہ اور سب کو تھامنے والا۔ بظاہر دیکھنے سے یہ صفات صرف اور صرف خدا کے لئے مختص نظر آتی ہیں۔ لیکن گہرائی سے سوچنے پر اس کے ایسے معانی سامنے آتے ہیں جو ہر انسان اپنے خالق حقیقی کا مظہر بن کر اپنے اوپر لاگو کر سکتا ہے۔ انسان بظاہر تو زندہ ہے اور اپنے آپ کو زندہ رکھنے کے لیے کئی جتن بھی کرتا ہے۔ لیکن اخلاقی و روحانی اعتبار سے اپنے آپ کو زندہ رکھنے اور دوسرے گرتے پڑتے لوگوں کو تھامنے اور ان کو اخلاقیات سے آراستہ کرنے کا مفہوم اس میں موجود ہے گویا کہ داعی الی اللہ بننے کے لیے ان صفات کو اپنے وجود میں اتارنا چاہیے۔

•الماجد بمعنی عزت دینے والا۔ اس حوالہ سے بھی اوپر گفتگو گزر چکی ہے۔ معاشرے میں ہر انسان کو عزت کے ساتھ رہنے کا حق ہے اور دوسروں کی عزت کرنا بھی اتنا ہی فرض ہے جتنا اپنی عزت کے ساتھ دنیا میں رہنے کا حق ہے۔

•المقدّم بمعنی آگے کرنے والا۔ انسان کو اس صفت سے اپنے آپ کو رنگین کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں، کولیگز کو معاشرے میں اچھے معنوں میں پیش کرنے، انہیں ترقیات کے لئے آگے کرتے رہنا چاہیے۔

•الاوّل بمعنیٰ سب سے پہلے۔

سامعات! مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مکرم سید میر محمود احمد عفی عنہ نے مسجد مبارک ربوہ میں حدیث کے درس میں یہ اہم نکتہ اپنے شاگردوں کو سمجھایا تھا کہ اللہ تعالیٰ ''الاوّل'' ہے۔ آپ کو بھی دنیا کے ہر میدان میں اول رہنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

•اَلْبَرُّ بمعنی احسان کرنے والا۔ اسلامی تعلیمات میں احسان سے پیش آنے کی بہت تلقین ملتی ہے۔ والدین، عزیزو اقارب، کمزوروں، یتیموں، بے کسوں، خادموں، مزدوروں اور پسے ہوئے طبقہ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آکر ''اَلْبَرُّ''صفت کا لبادہ انسان پہن سکتا ہے۔

•الستار بمعنیٰ ستر یعنی پردہ پوشی کرنے والا۔ معاشرے میں بالعموم غیروں کی برائیوں کو اچھالنے، تجسس و عیب جوئی کرنے کی عادت عام ہوتی ہے۔ جبکہ خدائے کریم و برتر نے آپ کے بے شمار عیوب کو ڈھانپ رکھا ہے۔ اس کے پیش نظر ہم پر لازم ہے کہ ہم دوسروں کے عیوب کو عیاں کرنے کی بجائے ستر، پردہ پوشی، چشم پوشی سے کام لیں۔

بہنو! باقی صفات میں سے التوّاب بمعنیٰ رجوع کرنے والا ہے۔ گھروں میں برتن رکھے ہوں وہ آپس میں ٹکرا کر آواز پیدا کر ہی دیتے ہیں۔ اسی طرح معاشرہ میں لڑائی جھگڑا اور تو تکرار ہونا بھی حقیقت ہے۔ مگر اس کے بعد اکڑ میں رہنا اور میل ملاقات بند کر دینا انسانیت کے دائرہ سے باہر جانے کی بات ہے۔ رجوع کر کے اللہ کی صفت کو اپنے اوپر چڑھانا ضروری ہے۔

•العفو بمعنیٰ معاف کرنے والا۔ یہ صفت تو بہت واضح ہے۔ ہم ہر روز گناہ کرتے ہیں اور پھر اللہ سے معافی کے طلبگار ہوتے ہیں اور وہ ہمیں معاف بھی کر دیتا ہے۔ ہم بار بار غلطی کرتے ہیں اور وہ بار بار رجوع برحمت ہو کر ہمیں معاف کرتا چلا جاتا ہے۔ جبکہ ہم اپنے ہی کسی ساتھی کی ایک ہی غلطی کو دل میں بٹھا کر سالوں سال انتقام کی آگ میں جلتے بھڑکتے اور معاف کرنے کا نام ہی نہیں لیتے اور خدا سے توقع رکھتے ہیں

کہ وہ ہماری غلطیوں کو معاف کرتا رہے۔ اللہ کی صفت ''العفو'' کو اپنا کے اسے معاشرہ میں عام کرنے کی ضرورت ہے۔

•الرؤوف بمعنیٰ مہربانی کرنے والا۔ معاشرہ کو حسین اور اسلامی بنانے کے لیے یہ صفت بھی ہر فرد کو اپنانا ضروری ہے۔ اگر ہم معاشرے میں ایک دوسرے سے مہربانی، رافت و نرمی سے پیش آئیں تو ہر جگہ اللہ ہی اللہ ہو اور معاشرہ جنت نظیر بن جائے۔

•اَلْمُقْسِطُ بمعنیٰ انصاف کرنے والا۔ اوپر ''العدل''صفت کے تحت انصاف کا ذکر ہو آیا ہے عدل اور قسط میں معمولی فرق ہے لیکن مفہوم وہی ہے جو پہلے بیان ہو چکا ہے۔

•النافع بمعنیٰ نفع پہنچانے والا۔ ہمارے معاشرہ میں بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن سے کسی کو نفع کی امید نہیں کی جاتی۔ جبکہ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ''النافع ''کو سامنے رکھ کر انسان کو دوسروں کے لیے نفع رساں وجود بننا چاہیے۔

•النور بمعنیٰ روشن کرنے والا۔ اللہ کی اس صفت کو مد نظر رکھ کر انسان کو دوسروں کے لیے روشنی کا مینار بن کر علمی، اخلاقی، معاشرتی روشنی سے متمتع کرتے رہنا چاہیے۔

•الھادی بمعنیٰ ہدایت دینے والا۔ ویسے تو ہدایت اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہے لیکن ہدایت بمعنی راہنمائی لیے جائیں تو ایک مومن دوسرے مومن کے لیے راہنمائی کے اصول وضع کرتا ہے۔

•الرشید بمعنیٰ نیک راہ چلنے والا۔ یہ لفظ بھی رشد یعنی ہدایت ورہنمائی سے نکلا ہے۔ ایک مومن کو خود بھی نیکی کی راہیں اختیار کرنی چاہیں اور دوسروں کو بھی نیکی کی راہوں پر چلانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ الغرض اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کی دعا کو ہر وقت مشعل راہ بنائے رکھنا چاہیے۔

پیاری بہنو! ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صِبْغَۃَ اللّٰہِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَۃً۔ وَنَحْنُ لَہٗ عٰبِدُوْنَ (البقرۃ:139) کہ اللہ کا رنگ پکڑو اور رنگ میں اللہ سے بہتر اور کون ہو سکتا ہے اور ہم اُسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔ پس مقصدِ پیدائش کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ کا رنگ پکڑنے، اُس کی صفات اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش

کرنا بھی ضروری ہے تبھی انسان حقیقی عبد بن سکتا ہے۔ دنیاوی رشتوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ پیار کا یہ رشتہ تو ایک طرف رہا، خونی رشتے تو ایک طرف رہے، آقا اور غلام کے رشتوں میں بھی غلام اپنے آقا کی پسند اور ناپسند کو اپنے اوپر طاری کر لیتا ہے یا اس کی کوشش کرتا ہے۔ ان رشتوں میں تو بعض دفعہ دکھاوا اور جھوٹ بھی شامل ہو جاتا ہے اور فائدہ بھی یقینی نہیں ہوتا۔ جیسا کہ مختلف قصے آتے ہیں ایک قصہ مشہور ہے کہ ایک بادشاہ کا درباری تھا، بادشاہ کو کہیں سے بینگن تحفہ آئے اور اُس کی بڑی تعریف ہوئی تو اس نے روزانہ وہی کھانے شروع کر دیئے۔ درباری نے بے تحاشہ اُس کی تعریفیں کیں، اتنی زیادہ مبالغہ آمیز تعریفیں کہ حد کر دی۔ آخر بادشاہ نے ہر کھانے پر جب اُسے کھانا شروع کیا تو بیمار ہو گیا۔ اُس بادشاہ نے جب اس کی بد تعریفی کی تو اُسی درباری نے اُس کی بد تعریفیں شروع کر دیں۔ تو بادشاہ نے پوچھا پہلے تم تعریف کر رہے تھے اب تم بد تعریفیں کر رہے ہو۔ اس نے کہا جی حضور میں تو آپ کا غلام ہوں، ان بینگنوں کا غلام تو نہیں۔ تو یہ رنگ نہیں چڑھتا۔ اُس نے تو اپنے پر وہ رنگ چڑھانے کی کوشش کی تھی کہ جو مالک کہہ رہا ہے مَیں بھی وہ کہتا جاؤں لیکن اللہ تعالیٰ کا رنگ ایسا ہے جو انسان جب چڑھاتا ہے تو اپنی دنیا و عاقبت سنوار لیتا ہے۔ خدا تعالیٰ جو زمین و آسمان کا مالک ہے، اُس کے رنگ میں رنگین ہونے والا تو اپنی دنیا و عاقبت سنوار رہا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کو اپنا کر ایک بندہ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے۔ یہی رنگ ہے جو مومن اپنے اوپر چڑھاتا ہے تو اپنی پیدائش کے حقیقی مقصد کو حاصل کر لیتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کا عبد بننے کے لئے اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بننے کی بھی ایک مؤمن کو کوشش کرنی چاہئے۔ اُن چیزوں کو کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، وہ اعمال بجالانے کی کوشش کرنی چاہئے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔ اُن باتوں سے رُکنا چاہئے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔ تبھی صحیح رنگ میں انسان اللہ تعالیٰ کا عبد بن سکتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کا رنگ اختیار کرنے کی کوشش کرو، اُس کی صفات کا مظہر بننے کی کوشش کرو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت انسان کو عطا فرمائی ہے کہ وہ یہ صفات اپنا سکے۔ اور پھر اپنے دائرہ کے اندر اُن صفات کا اظہار بھی کر سکے۔ انسان اپنے دائرہ میں مالکیت کا رنگ بھی اختیار کر سکتا ہے، رحمانیت کا رنگ بھی اختیار کر سکتا ہے، رحیمیت کا رنگ بھی اختیار کر سکتا ہے، ربوبیت کا رنگ بھی اختیار کر سکتا ہے، ستار ہونے کا رنگ بھی اختیار کر سکتا ہے، وہاب ہونے کا رنگ بھی اختیار کر سکتا

ہے بلکہ ایک عام انسان کی زندگی میں بسا اوقات ان باتوں کے اظہار ہو بھی رہے ہوتے ہیں۔ بہت سے لوگ ہیں جو ان صفات کا اظہار کر رہے ہوتے ہیں لیکن اس نیت سے نہیں کہ خدا کے رنگ میں رنگین ہوں۔ لیکن ایک حقیقی مؤمن جو ہے، وہ مومن جو خدا تعالیٰ کی رضا اور اُس کے پیار کو چاہتا ہے، اُس کی نشانی یہ ہے کہ ان صفات کا اظہار اس لئے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے پیار کو جذب کرنے کے لئے ان صفات کا اظہار ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کے لئے ان صفات کا اظہار ضروری ہے۔ انسانیت کو برائیوں سے بچانے کے لئے ان صفات کا اظہار ضروری ہے۔ اپنے مقصدِ پیدائش کے حصول کے لئے ان صفات کا اظہار ضروری ہے۔ تو یہ رنگ اپنانا اور ان کا اظہار کرنا پھر ثواب بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیار کو جذب کرنے والا بن جاتا ہے۔''

(خطبہ جمعہ 10 اگست 2012ء)

پیاری بہنو! یہاں خاکسار نے وقت کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ کی 40 صفات کا اختصار سے ذکر کیا ہے۔ جو صرف ایک نوالہ کے طور پر ہے تا ان کی روشنی میں ہم اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی ہر صفت سے رنگیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بن کر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



﴾70﴿ ﴾مشاہدات:60﴿

انفاق فی سبیل اللہ

پاس ہو مال تو دو اس سے زکوٰۃ و صدقہ
فکرِ مسکیں رہے تم کو غمِ ایام نہ ہو

میری بہنو! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے "**انفاق فی سبیل اللہ**"

اللہ تعالیٰ نے انفاق فی سبیل اللہ کے مضمون کو قرآن کریم میں متعدد جگہ بیان فرمایا ہے تاہم میں نے وقت کی مناسبت سے صرف ایک آیت کا انتخاب کیا ہے جہاں اس مضمون کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے آغاز میں سورۃ البقرہ کے ابتدائی حصہ میں آنے والی آیت مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (البقرہ:4) میں بیان فرمایا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے متقیوں کی علامات اور مراتب کے طور پر تیسرے نمبر پر رکھا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں۔

"مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ کے یہ معنی ہیں کہ جو کچھ ہم نے اُن کو عقل، فکر، فہم، فراست اور رزق اور مال وغیرہ عطا کیا ہے اس میں سے خدا کی راہ میں اس کے لیے صَرف کرتے ہیں یعنی فعل کے ساتھ بھی کوشش کرتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 347 کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن)

فرمایا:

"علم، مال اور دوسرے قویٰ ظاہری اور باطنی جو کچھ دیا ہے سب کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں صَرف کرتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد ہفتم صفحہ 118 ایڈیشن 1984ء)

ایک اور موقع پر فرماتے ہیں:

”رزق سے مراد صرف مال نہیں بلکہ جو کچھ ان کو عطا ہوا۔ علم، حکمت، طبابت یہ سب کچھ رزق میں ہی شامل ہے اس کو اسی میں سے خدا کی راہ میں بھی خرچ کرنا ہے۔“

(ملفوظات جلد اول صفحہ 27 کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن)

سامعات! گویا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا، اس کو مختلف قویٰ، استعدادوں اور قوتوں سے نواز کر اس کو ہدایت فرمائی کہ وہ ان کو درست استعمال میں لا کر اللہ تعالیٰ کے لیے اور اس کی مخلوق کے لیے خرچ کرے۔ کیونکہ انسان اپنے ساتھ تو کچھ نہ لایا، پیدائش کے وقت اس کے تن پر کپڑے بھی نہ تھے۔ جب وہ پنگھوڑے میں تھا تو فیڈر تک نہیں پکڑ سکتا تھا۔ وہ تو آغاز میں روٹی کا نوالہ لینے کے قابل تک نہ تھا۔ جو کچھ ملا وہ محض اس خدائے واحد و یگانہ نے بِن مانگے اپنے فضل سے دیا، جس نے اسے پیدا کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس مضمون کو اپنے منظوم کلام کے ایک مصرعہ میں نہایت خوبصورتی کے ساتھ یوں بیان فرمایا ہے۔

؎ سب کچھ تیری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے

ایک معروف فارسی محاورہ ہے **”ہر چہ داری خرچ کن دَر راہِ او“**

جس کے معانی ہیں کہ جو کچھ تیرے پاس ہے اُس کی راہ میں خرچ کر دے۔

بعض لوگ اپنی خوبیوں، استعدادوں اور قویٰ کی غیر معمولی خاصیتوں کو چھپا کر رکھنے کے عادی ہوتے ہیں۔ اُن کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ کوئی اور اس کی استعدادوں سے مستفید نہ ہو جائے۔ اس لیے وہ اپنے قویٰ کو بروئے کار نہیں لاتے اور یوں کسی کو فائدہ نہ پہنچاتے ہوئے خود اپنی صلاحیتوں کے نفع سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اپنے دماغ کی مفید سوچوں اور قویٰ کے مثبت استعمال کو لاک لگا لیتے ہیں۔

معزز سامعات! یہاں ان تمام عنایات، استعدادوں اور قویٰ کو گننا اور ان کی تفصیل قرطاس ابیض پر لانا مشکل ہو جائے گا۔ لیکن چند چیدہ چیدہ مفید مطلب باتوں کا ذکر کرتے ہیں جن کا انفاق فی سبیل اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں تزکیہ کے لئے خرچ کرنا ضروی ہے۔

اول۔ صحت ہے۔ جس کے متعلق سرکارِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دو نعمتیں ایسی ہیں کہ جن کی قدر نہ کرکے بہت سے لوگ نقصان اٹھاتے ہیں۔ ایک ان میں سے صحت ہے اور دوسری فارغ البالی۔

(صحیح بخاری کتاب الرقاق)

میری بہنو! ہم روزانہ دیکھتے ہیں کہ آج کل کھادی بیماریوں (ایسی بیماریاں جو مشینی کھادوں کی کثرت سے استعمال میں لانے اور پھر ایسی فصلوں کے استعمال کے بعد پیدا ہو رہی ہیں) کی وجہ سے انسان جلد لاغری اور خرابیٔ صحت کی طرف جا رہا ہے۔ کسی کو ہڈیوں کے کمزور ہو جانے کے باعث گھٹنوں اور جوڑوں میں درد (arthritis) کی تکلیف ہے اور کسی کو کمر اور پٹھوں میں تکلیف اور کھچاؤ (muscle cramps) کی۔ جس کی وجہ سے یہ مریض عبادت کا وہ حق ادا نہیں کر پاتے اور اللہ کے آگے سجدہ میں جھکنے کا لُطف نہیں اٹھا سکتے جو وہ جوانی میں کر لیتے تھے۔ دو زانو بیٹھنے میں مشکل کی وجہ سے صرف کرسی پر ہی نماز پڑھ سکتے ہیں۔

اس لیے صحت کو غنیمت جانتے ہوئے اگر مسجد یا نماز سینٹر قریب ہے تو پیدل چل کر باجماعت نماز پڑھنا، بھرپور صحت عطا ہونے کا اللہ تعالیٰ سے شکرانہ کا بہترین طریق ہے۔ گھر میں بھی پوری شرائط کو مدِ نظر رکھتے ہوئے عبادت بجالانا لازمی ہے۔ جس میں نوافل بھی شامل ہیں۔ باہر جماعتی کاموں کے لیے صحت میں سے حصہ دینا اور اپنے بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنا نیز بازار سے سودا سلف و دیگر ضروریات کا خیال بھی اسی زمرہ میں آتا ہے۔

آنکھ کا حصہ دینا

انسانی جسم کے اعضاء میں آنکھ کا درست استعمال بھی انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ آنکھیں اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہیں۔ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے نظاروں سے لطف اندوز ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب قرآن کریم کی تلاوت، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ، ایم ٹی اے پر خلیفۃ المسیح کا خطبہ سننا و دیگر پروگرام دیکھنا انفاق فی سبیل اللہ میں آتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

”قرآن شریف کی تلاوت کی اصل غرض تو یہ ہے کہ اُس کے حقائق اور معارف پر اطلاع ملے اور انسان ایک تبدیلی اپنے اندر کرے۔“

(ملفوظات جلد اول صفحہ 387)

اللہ تعالیٰ نے اسلام میں جو عبادت یعنی نماز رکھی ہے اس میں انسان کے تقریباً سبھی اعضاء حصہ دار ہوتے ہیں جو ان کی طرف سے انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ دیگر مذاہب کی عبادتوں میں اللہ تعالیٰ کا مطیع اور فرمانبردار یعنی submissive ہونے کے جو طریق ہیں اللہ تعالیٰ نے ان تمام کو اسلامی عبادت میں جمع کر دیا ہے۔ یوں تمام اعضاء کی طرف سے اللہ کی خاطر خرچ کرنا شامل ہو جاتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ، سورۃ البقرہ کی آیت کے اس حصہ کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔ جو حضورؑ کے بیان شدہ موقف کی تائید کر رہا ہے کہ

”وہ ہمارے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں۔“ یعنی کوئی رزق اور نان ونفقہ کی قید نہیں۔ خدا کی تمام عنایات اور دین (dain) میں سے خرچ کرتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اس حصہ کا ترجمہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔“

(ترجمہ از: تفسیر صغیر)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے ترجمہ قرآن میں اس کا ترجمہ اس طرح فرمایا ہے کہ

”جو کچھ ہم انہیں رزق دیتے ہیں اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔“

حضرت مسیح موعود علیہ السلام رزق کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”جو کچھ دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ عام لوگ رزق سے مراد اشیاءِ خوردنی لیتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ جو کچھ قویٰ کو دیا جاوے وہ بھی رزق ہے۔ علوم وفنون وغیرہ معارف حقائق عطا ہوتے ہیں یا جسمانی طور پر معاش مال میں فراخی ہو۔ رزق میں حکومت بھی شامل ہے اور اخلاق فاضلہ بھی رزق ہی میں داخل

ہیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کچھ ہم نے دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں یعنی روٹی میں سے روٹی دیتے ہیں۔ علم میں سے علم اور اخلاق میں سے اخلاق۔ علم کا دینا تو ظاہر ہی ہے۔“

(ملفوظات جلد اول صفحہ 393 کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن)

اپنے ہنر میں سے انفاق فی سبیل اللہ کرنا

عزیز سامعات! اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو اس کی استعدادوں کے مطابق مختلف ہنر سے نواز رکھا ہے۔ کوئی ہومیو پیتھی یا ایلو پیتھی ڈاکٹر ہے تو کوئی یونانی طبیب اور حکیم، کوئی انجینئر ہے تو کوئی پروفیسر یا ٹیچر، کوئی مکینک ہے یا کوئی اور ہنر جانتا ہے۔ علوم وفنون کا ماہر ہے۔ کوئی مربی ہے یا مبلغ سلسلہ ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کو اپنا فن، اپنا علم اور اپنا ہنر آگے لوگوں کو بانٹنا چاہیے۔ یہ سب انفاق فی سبیل اللہ ہے جو نسل در نسل بلکہ خاندان سے باہر لوگوں کی نسلوں میں جاری رہتا ہے۔ جسے صدقہ جاریہ کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ لیکن ہم نے بالعموم دیکھا ہے کہ ہم میں سے ہنر جاننے والے بعض لوگ کنجوس واقع ہوتے ہیں اور وہ اپنے خداداد علم اور ملکہ سے دوسروں کو مستفید نہیں کرنا چاہتے۔ حتیٰ کہ ان میں سے بعض پرانے زمانے کے حکیموں کی طرح قیمتی نسخہ جات اور ٹونے ٹوٹکے اپنی وفات پر اپنے ساتھ لے جاتے ہیں اور یہ علم زمین کی تہہ در تہہ اور نہاں درنہاں گہرائیوں میں دفن ہو کر رہ جاتا ہے۔

معارف وحقائق کی تقسیم

سامعات! اللہ تعالیٰ کی خداداد نعمتوں میں سے انسان کو عطا ہونے والے معارف و حقائق بھی ہیں۔ جو روحانی رموز واسرار آگے پہنچانے کے لیے کھول کر بیان کر دینے چاہئیں۔ ایک وقت تھا کہ یہ صفحہ قرطاس پر ہاتھ سے رقم ہوتے تھے اور آج ہم ان قلمی نسخہ جات کو تبرکات کا نام دے کر انہیں اپنے سینے سے لگاتے ہیں، اپنے عزیزوں میں اس کا ذکر کرتے اور اسے بانٹتے ہیں۔

اس طرح علم بانٹنے والے لوگوں کا نام تا قیامت زندہ رہتا ہے۔ ایک انسان کے الفاظ، تقریر یا گفتگو کی صورت میں چند ایک نسلوں تک جاری رہتے ہیں پھر بھول جاتے ہیں جبکہ تحریر تا دیر موجود رہتی ہے اور رہے گی۔ آج کل تو سوشل میڈیا کی وجہ سے تحریر تو ویسے ہی محفوظ رہنے لگ گئی ہے اور شیئر ہونے والی تحریروں سے زیادہ لوگ استفادہ کرتے ہیں۔

رزق میں حکومت بھی ہے

میری بہنو! یہاں حکومت سے مراد کسی نہ کسی دائرہ میں بھی سربراہی اور انچارج شپ ہے۔ ورنہ ملکوں کی حکومت تو لاکھوں، اربوں میں سے کسی ایک کو ملتی ہے۔ اس لیے اگر ہماری جماعت میں ذیلی تنظیموں میں چھوٹے سے چھوٹے عہدہ سائق پر فائز ہے تو وہ حکومت کے زمرہ میں آتا ہے اور وہ خداوند کریم ورحیم کی طرف سے ایک رزق ہے جو اسے دیا گیا ہے۔ اس کے حقوق ادا کرنا اور اپنے ماتحتوں سے شفقت اور پیار سے پیش آنا بھی ضروری ہے۔

عہدیداروں کے فرائض بیان کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"عہدیداروں کو تو ایک اصولی ہدایت قرآن نے دے دی ہے کہ انصاف کے تمام تقاضے پورے کرنے ہیں۔ اگر کوئی غور کرے اور سوچے کہ انصاف کے کیا کیا تقاضے ہیں تو اس کے بعد کچھ بات رہ نہیں جاتی۔ لیکن ہر کوئی اس طرح گہری نظر سے سوچتا نہیں۔ اس طرح سوچا جائے جس طرح ایک تقویٰ کی باریک راہوں پر چلنے والا سوچتا ہے تو پھر تو اس کی یہ سوچ کر ہی روح فنا ہو جاتی ہے کہ انصاف کے تقاضے پورے کرنے ہیں۔ لیکن نصیحت کیونکہ فائدہ دیتی ہے جیسا کہ میں نے کہا باتوں سے اور جگالی کرتے رہنے سے یاددہانی ہوتی رہتی ہے۔ بعض باتوں کی وضاحت ہو جاتی ہے اس لیے ضروری ہوتا ہے کہ مزید ذرا وضاحت کھول کر کر دی جائے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ عہدیدار اس بات کو یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو یہ حکم فرمایا ہے کہ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ (آل عمران:135) یعنی غصہ دبا جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہوں۔ تو اس کے سب سے زیادہ مخاطب عہدیداروں کو اپنے آپ کو سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ ان کی جماعت میں جو پوزیشن ہے جو ان کا نمونہ جماعت کے سامنے ہونا چاہئے وہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ مکمل طور پر اپنے آپ کو عاجز بنائیں۔ اگر اصلاح کی خاطر کبھی غصے کا اظہار کرنے کی ضرورت پیش بھی آجائے تو علیحدگی میں جس کی اصلاح کرنی مقصود ہو، جس کا سمجھانا مقصود ہو اس کو سمجھا دینا چاہئے۔ تمام لوگوں کے سامنے کسی کی عزت نفس کو مجروح نہیں کرنا چاہئے اور ہر وقت چڑچڑے پن کا مظاہرہ نہیں ہونا

چاہئے۔ یا کسی بھی قسم کے تکبر کا مظاہرہ نہیں ہونا چاہئے۔ اصلاح کبھی چڑنے سے نہیں ہوتی بلکہ مستقل مزاجی سے درد رکھتے ہوئے اور دعا کے ساتھ نصیحت کرتے چلے جانے سے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہے اور ایک آدھ دفعہ کی جو غلطی ہے، اگر کوئی عادی نہیں ہے تو اصلاح کا بہترین ذریعہ یہی ہے کہ عفو سے کام لیا جائے۔ معاف کر دیا جائے، درگزر کر دیا جائے۔

اس لئے یہاں بھی (مراد فرانس) اور دنیا میں ہر جگہ جہاں جہاں بھی جماعتیں قائم ہیں، جماعتی عہدیدار بھی اور ذیلی تنظیموں کے عہدیدار بھی اپنے رویوں میں ایک تبدیلی پیدا کریں۔ لوگوں سے پیار اور محبت کا سلوک کیا کریں۔ خاص طور پر بعض جگہ لجنہ کی طرف سے شکایات زیادہ ہوتی ہیں اور ان میں بھی خاص طور پر بچیوں یا نوجوان بچیوں اور نئے آنے والیوں جنہوں نے نظام کو پوری طرح سمجھا نہیں ہوتا، ان کے لیے تربیت کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ اس لیے ان کے لئے بہت خیال رکھنا چاہئے۔ کیونکہ تربیت کرنے کی جیسی آپ چھاپ لگا دیں گے بچوں پر بھی اور نئے آنے والوں پر بھی۔ آئندہ نمونہ بھی ویسے ہی نکلیں گے، آئندہ عہدیدار بھی ویسے ہی بنیں گے۔ تو خلاصہ یہ کہ غصے کو دبانا ہے اور عفو سے کام لینا ہے درگزر سے کام لینا ہے۔ لیکن یہ نرمی بھی اس حد تک نہ ہو کہ جماعت میں بگاڑ پیدا ہو جائے۔ ایسی صورت میں بہر حال اصلاح کی کوشش بھی کرنی ہے۔"

حضور مزید فرماتے ہیں:

"عہدیداروں میں جیسا کہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ اگر اپنے خلاف ہی شکایت ہو تو سننے کا حوصلہ ہونا چاہیے۔ ہمیشہ سچی بات کہنے سننے کرنے کی عادت ڈالیں۔ چاہے جتنا بھی کوئی عزیز یا قریبی دوست ہو اگر اس کی صحیح شکایت پہنچتی ہے تو اس کے خلاف کارروائی ہونی چاہیے۔ اگر یہ انصاف کے تقاضے پورے نہیں کر سکتے تو بہتر ہے کہ معذرت کر دیں کہ فلاں وجہ سے مَیں اس کام سے معذرت چاہتا ہوں۔ کیونکہ کسی ایک شخص کا کسی خدمت سے محروم ہونا اس سے زیادہ بہتر ہے کہ پوری جماعت میں یا جماعت کے ایک حصے میں بے چینی پیدا کی جائے۔ یاد رکھیں جو عہدہ بھی ملا ہے چاہے وہ جماعتی عہدہ ہو یا ذیلی تنظیموں کا عہدہ ہو اس کو ایک فضل الٰہی سمجھیں۔ پہلے بھی بتا آیا ہوں اس کو اپنا حق نہ سمجھیں۔ یہ خدمت کا موقع ملا ہے تو حکم یہی ہے کہ جو لیڈر بنایا گیا ہے وہ قوم کا خادم بن کر خدمت کرے۔ صرف منہ سے کہنے کی حد تک نہیں۔ چار

آدمی کھڑے ہوں تو کہہ دیا جی میں تو خادم ہوں بلکہ عملاً ہر بات سے ہر فعل سے یہ اظہار ہوتا ہو کہ یہ واقعی خدمت کرنے والے ہیں اور اگر اس نظریے سے بات نہیں کہہ رہے تو یقیناپوچھے جائیں گے۔ جو ذمہ داری ڈالی گئی ہے اس کو پوری طرح ادانہ کرنے کی وجہ سے یقیناً جواب طلبی ہو گی۔"

(خطبہ جمعہ 31دسمبر2004ء۔ خطبات مسرور جلد2 صفحہ 947تا949)

فرمایا:

"اسی طرح عہدیداروں کا بھی کام ہے کہ لوگوں کے لئے ابتلاء کا سامان نہ بنیں۔ لوگوں کو ابتلاء میں نہ ڈالیں اور سچی خیر خواہی سے ہر ایک سے سلوک کریں۔"

(خطبہ جمعہ 23اپریل2010ء۔ خطبات مسرور جلد8 صفحہ 194)

میری بہنو! سربراہی کے زمرے میں خاندان کی سربراہی بھی آتی ہے۔ خاوند اور والد کا اہل خانہ کے نان ونفقہ کا خیال رکھنا بھی انفاق فی سبیل اللہ ہے۔

اخلاق فاضلہ بھی رزق میں سے ہے

حاضرات! آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر بچے کو فطرت صحیحہ پر پیدا کرتا ہے پھر والدین اسے یہودی، نصرانی اور مسلمان بناتے ہیں۔ اس ناطے اگر کوئی انسان اخلاق فاضلہ سے مزین ہے تو اللہ تعالیٰ کا ایک بہت بڑا انعام، اس کی دین اور فضل الٰہی ہے۔ نیک اخلاق کا چونکہ معاشرہ پر اچھا اثر پڑتا ہے اس لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اِسے رزق الٰہی قرار دیتے ہوئے معاشرہ میں مقیم باسیوں کو اپنے اخلاق سے آراستہ کرنا اور دوسرے وجودوں میں منتقل کرنے کو رزق قرار دے کر انفاق فی سبیل اللہ کہا ہے۔

ویسے تو اس حکم کا ایک مسلمان بدرجہ اَولیٰ مخاطب ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان اخلاق حسنہ کے حوالہ سے روبہ زوال ہیں۔ اور مغربی قوموں نے اسلامی اخلاق اپنا لیے ہیں۔ اسی لیے کسی نے کہا ہے کہ اگر اسلام دیکھنا ہے تو مسلمان ممالک میں دیکھ لو لیکن اگر مسلمان دیکھنے ہیں تو مغربی ممالک کو دیکھ لیں۔

انسان کی خداداد استعدادوں اور قویٰ کا تو کوئی حد حساب ہی نہیں۔ مضمون کی طوالت سے بچتے ہوئے صرف مال کا ذکر کرتے ہیں۔ بعض امیر زادے تو مالی قربانی میں زیادہ حصہ لے سکتے ہیں لیکن جن کو

اللہ تعالیٰ نے قوت لا یموت سے نواز رکھا ہے وہ بھی اللہ کی راہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ آنحضور ﷺ کے پاس کچھ غریب صحابہ تشریف لائے اور عرض کی کہ حضور یہ صحابہ ہم جیسی عبادات بھی ادا کرتے ہیں مگر مالی فراخی ہونے کی وجہ سے وہ ہم سے زیادہ قربانی کر جاتے ہیں تو حضور ﷺ نے ان غریب صحابہ کو یہ نسخہ بتایا کہ ہر نماز کے بعد 33 دفعہ سبحان اللّٰہ 33، دفعہ الحمدللّٰہ اور 34 دفعہ اللّٰہ اکبر با قاعدگی سے پڑھ لیا کریں۔ چند دنوں کے بعد یہ نسخہ کیمیائی دوسرے صحابہ کو بھی پتہ چل گیا اور انہوں نے بھی اس کو استعمال کرنا شروع کر دیا مالی لحاظ سے غریب مگر دلوں کے لحاظ سے فیاض صحابہ نے پھر دربار رسول ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ! اس نسخہ پر تو اور صحابہ نے بھی عمل کرنا شروع کر دیا ہے تو فرمایا "ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ"

(مسلم،کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ)

آج جماعت احمدیہ کے جاں نثار اور وفادار، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی اس مبارک روش پر چلتے ہوئے مالی قربانی کرتے ہیں۔ موصی حضرات و خواتین انکم اور جائیداد کا 10 / 1 جبکہ ایک احمدی 16 / 1 انکم پر چندہ ادا کرتا ہے۔ تحریک جدید، وقف جدید، ذیلی تنظیموں کے چندہ جات و دیگر اس کے علاوہ ہیں۔ یہ خدا کی عنایت ہے۔ جس میں انفاق فی سبیل اللہ کرتے ہیں۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

یورپ میں بعض اہم اور وسیع پیمانے پر بنائے گئے ڈیپارٹمنٹل اسٹورز کے باہر بڑے سائز کے بکس پڑے نظر آتے ہیں جن پر لکھا ہوتا ہے کہ محتاج افراد کے لئے اور لوگ خریداری کے بعد چیزیں اس میں ڈال کر چلے جاتے ہیں۔ یہی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے رزق کا انفاق فی سبیل اللّٰہ ہے۔

بزرگوں کی پنجابی کی ایک کہاوت ہے کہ آپ نے بھی تو "دِتّے وچوں دینا اے، پلیوں تے نئیں دینا" یعنی اللہ کی طرف سے ملنے والے رزق میں سے دینا ہے کون سا اپنی طرف سے بنائے گئے میں سے دینا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ "جو کچھ خدا نے اس کو دیا اس میں سے کچھ خدا کے نام کا دیا۔ حق یہ ہے کہ اگر وہ آنکھ رکھتا تو دیکھ لیتا کہ اس کا کچھ بھی نہیں سب خدا تعالیٰ کا ہی ہے۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ 26)

پھر ان استعدادوں کو مخلوق کے لیے خرچ کرنے کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

"یہاں مال کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے کسی کو دیا ہے، وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔ مقصود اس سے یہ ہے کہ انسان اپنے بنی نوع کا ہمدرد اور معاون بنے۔ اللہ تعالیٰ کی شریعت کا انحصار دو ہی باتوں پر ہے۔ تعظیم لامر اللہ اور شفقت علیٰ خلق اللہ۔ پس مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ شفقت علیٰ خلق اللہ کی تعلیم ہے۔ دینی خدمات کے لیے متمول لوگوں کو بڑے بڑے موقعے مل جاتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ 497-498)

پیاری عزیزو! آج پاکستان میں عید الاضحیہ پر حکومتی فیصلوں پر احمدیوں کا قربانی نہ کر کے جذبات کی قربانی بھی انفاق فی سبیلِ اللہ کے زُمرے میں آتی ہے۔ اپنے جذبات کو مذہب کی خاطر قربان کرنا بھی تو خدا کی عنایات میں ایک عنایت اور دین ہے۔

سامعات! اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے تمام خداداد قویٰ، عنایات اور استعدادوں کو حقیقی معنوں میں خرچ کرنے کی توفیق دے اور اس انفاق فی سبیل اللہ کو قبولیت کا درجہ دے کر ہمیں مزید انفاق فی سبیل اللہ کی توفیق دیتا رہے۔ آمین



﴿71﴾ ﴿مشاہدات:70﴾

اسلام میں مالی قربانیوں کی اہمیت اور اِس کی برکات

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اُسے دے چکے مال و جان بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار

آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **اسلام میں مالی قربانی کی اہمیت اور اِس کی برکات**

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ ۬ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ شَیۡءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیۡمٌ

(آل عمران:93)

دنیا میں کوئی سوسائٹی، گروہ، مذہب اور جماعت کو چلانے کے لئے رقم کی ضرورت ہوتی ہے جو اِن میں شامل افراد قربانی کر کے مہیا کرتے ہیں۔ دینِ اسلام کی ترقی اور اِس کے فلاح و بہبود کے لئے وفاداروں کی طرف سے مالی قربانی ایک مسلّمہ بات ہے۔ اسی لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے دینِ اسلام کی الہامی کتاب قرآن کریم کے آغاز میں ہی متقیوں کی علامات اور نشانیوں کے ذکر میں قیامِ نماز کے بعد مِمَّا رَزَقۡنٰھُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ کے الفاظ میں یہ بیان فرمایا ہے کہ متقی وہ ہیں جو خدائے تعالیٰ کے دئے رزق میں سے اللہ کی خاطر خرچ کرتے ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ نے اپنی الہامی کتاب قرآن کریم میں عبادت کے حکم کے ساتھ اپنے اموال کو اُس کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا ہے۔ انفاق فی سبیل اللہ سے مراد ہے مخلص ہو کر خدا تعالیٰ کی رضا کے لیے راہِ خدا میں اپنے اموال خرچ کرنا۔ انفاق فی سبیلِ اللہ کے الفاظ میں ہمیں سب سے پہلے ”انفاق“ کے لفظ کے

لغوی معانی جانچنے ضروری ہیں۔ عربی لغات میں "نَفَقَ" کے معانی نقب لگانے کے ہیں۔ چونکہ ایک مؤمن اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے اموال میں ایسا سوراخ کرتا ہے جس کے ذریعہ مال اللہ تعالیٰ کی طرف جانے لگتا ہے۔ اسی لیے اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کو انفاق فی سبیل اللہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اُس کی راہ میں خرچ کرنے کی اہمیت اور برکات کا ذکر فرمایا ہے۔

سامعات! خاکسار نے اپنی تقریر کے آغاز پر سورۃ آلِ عمران کی جس آیت کی تلاوت کی ہے۔ اُس کا ترجمہ یوں ہے۔ کہ

تم ہرگز نیکی کو پا نہیں سکو گے یہاں تک کہ تم اُن چیزوں میں سے خرچ کرو جن سے تم محبت کرتے ہو اور تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو تو یقیناً اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔

اس آیت کی عملی تصویر میں ہم آقا و مولی حضرت محمد ﷺ کے ایک مخلص اور وفا شعار صحابی حضرت ابو طلحہ انصاریؓ کی قربانی کا واقعہ پیش کرتے ہیں۔ حضرت ابو طلحہ انصاریؓ مدینہ کے انصار میں سے زیادہ مالدار تھے اور آپؓ کے کھجوروں کے باغات تھے۔ جن میں سب سے زیادہ عمدہ باغ بیر حاء نامی تھا جو آپؓ کو بہت پسند تھا اور مسجد نبوی کے سامنے بالکل قریب تھا۔ آنحضور ﷺ بالعموم اس باغ میں جاتے، اِس کا میٹھا اور صحت افزاء پانی پیتے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی۔

تو آپؓ نے آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی اِس پیاری جائیداد کو اِسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کر دیا اور عرض کی کہ حضور ﷺ اپنی مرضی کے مطابق اس کو اپنے مصرف میں لائیں۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 699-700، ایڈیشن 2015ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اِس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"بیکار اور نکمّی چیزوں کے خرچ سے کوئی آدمی نیکی کرنے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ نیکی کا دروازہ تنگ ہے پس یہ امر ذہن نشین کر لو کہ نکمی چیزوں کے خرچ کرنے سے کوئی اس میں داخل نہیں ہو سکتا کیونکہ نصّ صریح ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ

جب تک عزیز سے عزیز اور پیاری سے پیاری چیزوں کو خرچ نہ کرو گے اس وقت تک محبوب اور عزیز ہونے کا درجہ نہیں مل سکتا۔ اگر تکلیف اٹھانا نہیں چاہتے تو کیونکر کامیاب اور بامراد ہو سکتے ہو؟ کیا صحابہؓ کرام مفت میں اس درجہ تک پہنچ گئے جو ان کو حاصل ہوا۔ دنیاوی خطابوں کے حاصل کرنے کے لئے کس قدر اخراجات اور تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں تو پھر خیال کرو کہ رضی اللہ عنہم کا خطاب جو دل کو تسلّی اور قلب کو اطمینان اور مولا کریم کی رضامندی کا نشان ہے کیا یونہی آسانی سے مل گیا؟"

(رپوٹ جلسہ سالانہ 1897ء صفحہ 79۔ بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد 3 صفحہ 178)

مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جدا
مجھ کو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوان یار

بہنو! وقت کی رعایت سے مَیں صرف دو مزید آیات کا حوالہ دے کر آگے گزرتا / گزرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرۃ آیت 246 میں انفاق فی سبیل اللہ کو، اللہ کو قرضہ حسنہ دینے کے مترادف قرار دیا ہے کہ وہ اس کے لئے اسے کئی گنا بڑھائے۔

ایک اور جگہ سورۃ البقرۃ آیت 275 میں اللہ کی راہ میں اپنے اموال خرچ کرنے کے حوالے سے بیان فرمایا کہ وہ لوگ رات کو بھی اور دن کو بھی، چھپ کر بھی اور کھلے عام بھی خرچ کرتے ہیں اُن کا اجر اُن کے ربّ کے پاس ہے۔

سامعات! اب آپ کے سامنے مالی قربانیوں کی اہمیت اور برکات احادیث کی روشنی میں پیش ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا:

"ہر صبح دو فرشتے اترتے ہیں۔ ان میں سے ایک کہتا ہے۔ اے اللہ! خرچ کرنے والے سخی کو اَور دے اور اس کے نقش قدم پر چلنے والے اَور پیدا کر۔ دوسرا کہتا ہے اے اللہ! روک رکھنے والے کنجوس کو ہلاکت دے اور اس کا مال و متاع برباد کر دے۔"

(صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے یہ قصہ بیان فرمایا کہ ایک آدمی بے آب وگیاہ جنگل میں جارہا تھا، بادل گھرے ہوئے تھے۔ اس نے بادل سے آواز سنی کہ اے بادل! فلاں انسان کے باغ کو سیراب کر۔ وہ بادل اُس طرف کو چل دیا، پتھریلی سطح مرتفع پر بارش برسی۔ پانی ایک چھوٹے سے نالے میں بہنے لگا۔ وہ شخص بھی اُس نالے کے ساتھ ساتھ ہولیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ یہ نالہ ایک باغ میں جاداخل ہوا ہے اور باغ کا مالک کدال سے پانی اِدھر اُدھر مختلف کیاریوں میں لگارہا ہے۔ اس آدمی نے باغ کے مالک سے پوچھا۔ اے اللہ کے بندے! تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے وہی نام بتایا جو اس مسافر نے اس بادل میں سے سنا تھا۔ پھر باغ کے مالک نے اس مسافر سے پوچھا۔ اے اللہ کے بندے! تم مجھ سے میرا نام کیوں پوچھتے ہو؟ اس نے کہا میں نے اس بادل میں سے جس کی بارش کا تم پانی لگارہے ہو یہ آواز سنی تھی کہ اے بادل! فلاں آدمی کے باغ کو سیراب کر۔ تم نے کون سا ایسا نیک عمل کیا ہے جس کا یہ بدلہ تجھ کو ملا ہے؟ باغ کے مالک نے کہا۔ اگر آپ پوچھتے ہیں تو سنیں۔ میرا طریق کار یہ ہے کہ اس باغ سے جو پیداوار ہوتی ہے اس کا ایک تہائی خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہوں، ایک تہائی اپنے اور اپنے اہل وعیال کے گزارہ کے لیے رکھتا ہوں اور باقی ایک تہائی دوبارہ ان کھیتوں میں بیج کے طور پر استعمال کرتا ہوں۔

(صحیح مسلم، کتاب الزھد)

بہنو! احادیث کے ذکر میں صحابہ رسولؐ کی مالی قربانیوں کا تذکرہ نہ ہو تو میری تقریر کا مضمون ادھورہ رہ جائے گا۔ قربانی کی اِن داستانوں میں سے ایک داستان حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی قربانی کی پیش ہے۔

ایک دفعہ آنحضور ﷺ نے صحابہؓ سے صدقہ کرنے کی درخواست کی۔ حضرت عمرؓ اپنا نصف مال لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے پوچھا گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو۔ آپ نے کہا نصف مال۔ لیکن کچھ دیر کے بعد ہی حضرت ابو بکرؓ اپنے گھر کا سارا مال لے کر آگئے۔ آنحضرت ﷺ نے ان سے دریافت کیا۔ اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو؟ آپؓ نے کہا میں ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا نام باقی چھوڑ آیا ہوں۔

(جامع ترمذی کتاب المناقب ابی بکر و عمر حدیث 3608)

یہ جاں اولاد مال و آبرو سب
عطا تیری ہے تیرے ہی حوالے

بہنو! حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”یہ ظاہر ہے کہ تم دو چیزوں سے محبت نہیں کر سکتے اور تمہارے لئے ممکن نہیں کہ مال سے بھی محبت کرو اور خدا سے بھی، صرف ایک سے ہی محبت کر سکتے ہو۔ پس خوش قسمت وہ شخص ہے کہ خدا سے محبت کرے اور اگر تم میں سے کوئی خدا سے محبت کر کے اس کی راہ میں مال خرچ کرے گا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی۔ کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادے سے آتا ہے۔

(مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 749)

نیم شب بھیگی دُعاؤں کے عوض ملتا ہے
سوز میں ڈوبی کراہوں کے عوض ملتا ہے
سب جہانوں کے زر و مال کا جو مالک ہے
صدقے خیرات کے سکوں کے عوض ملتا ہے

سامعات! خاکسار اب خلفائے احمدیت کے ارشادات میں سے ایک ایک ارشاد مالی قربانیوں کی اہمیت پر آپ کے سامنے رکھتی ہوں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:

”خوب یاد رکھو کہ انبیاء جو چندے مانگتے ہیں تو اپنے لئے نہیں بلکہ انہی چندہ دینے والوں کو کچھ دلانے کے لئے۔ اللہ کے حضور دلانے کی بہت سی راہیں ہیں ان میں سے یہ بھی ایک راہ ہے۔“

(حقائق الفرقان جلد 1 صفحہ 420)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

”روحانی طور پر اس انفاق کا ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کے لئے اپنا مال خرچ کرتا ہے وہ آہستہ آہستہ دین میں مضبوط ہوتا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے میں نے اپنی جماعت کے لوگوں کو بارہا کہا ہے کہ

جو شخص دینی لحاظ سے کمزور ہو وہ اگر اَور نیکیوں میں حصہ نہ لے سکے اس سے چندہ ضرور لیا جائے کیونکہ جب وہ مال خرچ کرے گا تو اس سے اس کو ایمانی طاقت حاصل ہو گی اور اس کی جرأت اور دلیری بڑھے گی اور وہ دوسری نیکیوں میں بھی حصہ لینے لگ جائے گا۔"

(تفسیر کبیر جلد2 صفحہ 612)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ؒ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سنو! تمہیں اس خرچ کے لئے اس لئے بلایا جا رہا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی محبت کو دنیا میں قائم کرو اور انفاق فی سبیل اللہ کرو تمہیں صرف "انفاق" کے لئے نہیں بلایا جاتا تم سے یہ بھی نہیں کہا جا رہا کہ اپنے اموال لاؤ اور جماعت کے سامنے پیش کرو بلکہ تمہیں کہا جا رہا ہے کہ اپنے اموال اس لئے لاؤ اور پیش کرو تا انسان اللہ کے راستہ پر کامیابی کے ساتھ اور بشاشت کے ساتھ اور فراخی کے ساتھ چلنا شروع کر دے اور یہ راہیں اُسے اُس کے محبوب ربّ تک پہنچا دیں۔"

(خطبات ناصر جلد2 صفحہ 357)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ؒ فرماتے ہیں:

"ہمیشہ خدمت دین کی خاطر دل کھولنے والوں کے ساتھ ویسے ہی لوگ اور پیدا ہوتے رہتے ہیں جو نہ صرف اموال خرچ کرنے میں تردّد نہیں کرتے بلکہ وقت خرچ کرنے میں بھی تردّد نہیں کرتے۔ انہی کی طرح نیک بنتے چلے جاتے ہیں اور یہ سلسلے کی اہم ضرورت ہے جسے ہمیں پورا کرنا چاہئے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 26ء جون 1998ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"یہ مالی قربانیاں کوئی معمولی چیز نہیں ہیں ان کی بڑی اہمیت ہے۔ ایمان مضبوط کرنے اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا وارث ہونے کے لئے انتہائی ضروری چیز ہے۔ صحابہ کی قربانیوں کو اللہ تعالیٰ نے کس طرح پھل لگائے جس کا روایات میں کثرت سے ذکر آتا ہے۔ شروع میں یہی صحابہ جو تھے بڑے غریب اور کمزور تھے، مزدوریاں کیا کرتے تھے۔ لیکن جب بھی آنحضرت ﷺ کی طرف سے کسی بھی قسم کی کوئی مالی تحریک ہوتی تھی تو مزدوریاں کر کے اس میں چندہ ادا کیا کرتے تھے۔ حسب توفیق بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی

کوشش کیا کرتے تھے تا کہ اللہ اور اس کے رسول کا قرب پانے والے بنیں، ان برکات سے فیضاب ہونے والے ہوں جو مالی قربانیاں کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے مقدر کی ہیں، جن کے وعدے کئے ہیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 6، جنوری 2006ء)

پھر آپ ایدہ اللہ تعالیٰ چندوں کے مصارف اور اِن کی برکتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"یہ زمانہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ ہے اس میں ایک جہاد مالی قربانیوں کا جہاد بھی ہے کیونکہ اس کے بغیر نہ اسلام کے دفاع میں لٹریچر شائع ہو سکتا ہے، نہ قرآن کریم کے مختلف زبانوں میں ترجمے ہو سکتے ہیں، نہ یہ ترجمے دنیا کے کونے کونے میں پہنچ سکتے ہیں۔ نہ مشن کھولے جاسکتے ہیں، نہ مربیان، مبلغین تیار ہو سکتے ہیں اور نہ مربیان، مبلغین جماعتوں میں بھجوائے جاسکتے ہیں۔ نہ ہی مساجد تعمیر ہو سکتی ہیں۔ نہ ہی سکولوں، کالجوں کے ذریعہ سے غریب لوگوں تک تعلیم کی سہولتیں پہنچائی جاسکتی ہیں۔ نہ ہی ہسپتالوں کے ذریعہ سے دکھی انسانیت کی خدمت کی جاسکتی ہے۔ پس جب تک دنیا کے تمام کناروں تک اور ہر کنارے کے ہر شخص تک اسلام کا پیغام نہیں پہنچ جاتا اور جب تک غریب کی ضرورتوں کو مکمل طور پر پورا نہیں کیا جاتا اس وقت تک یہ مالی جہاد جاری رہنا ہے۔ اور اپنی اپنی گنجائش اور کشائش کے لحاظ سے ہر احمدی کا اس میں شامل ہونا فرض ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 31، مارچ 2006ء)

سامعات! صحابہ حضرت مسیح موعودؑ نے بھی مالی قربانیوں کے وہ دلکش نظارے رقم فرمائے جن کو دیکھ کر آنحضور ﷺ کے صحابہ کی قربانیاں یاد آ جاتی ہیں اور "صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا" کی تصدیق ہوتی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے ایک صحابی حضرت سائیں دیوان شاہ صاحبؓ غریب تھے۔ چندہ نہیں دے سکتے تھے۔ آپ قادیان آکر مہمان خانہ کی چارپائیاں بُنا کرتے تھے۔

(اصحاب احمد جلد 13 صفحہ 9)

حضرت چوہدری رستم علی خاںؓ انسپکٹر ریلوے کو ایک سو پچاس روپیہ ماہوار تنخواہ ملتی تھی۔ وہ بیس روپیہ ماہوار اپنے گھر کے اخراجات کے لئے اپنے پاس رکھ کر باقی کل تنخواہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیج دیتے تھے اور ہمیشہ اُن کا یہ طریق تھا۔

(رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 13 صفحہ نمبر 360)

معزز بہنو! میں اپنی تقریر کو مالی قربانی کی برکت کے حوالے سے ایک واقعہ سنا کر ختم کرتی ہوں۔

حضرت رابعہ بصریؒ ایک مشہور صوفیہ گزری ہیں۔ آپ کے گھر ایک روز 20 مہمان آگئے اور آپ کے پاس صِرف دو روٹیاں تھیں۔ آپ نے اپنی ملازمہ کے ہاتھ یہ دو روٹیاں کسی غریب کو بھجوا دیں۔ ملازمہ نے منع بھی کیا کہ مہمان بیس ہیں اور روٹیاں صِرف دو اور وہ بھی آپ کسی غریب کو بھجوا رہی ہیں۔ ایسا نہ کریں مگر آپ کے اصرار پر ملازمہ دے آئی۔ اتنے میں دروازہ کھٹکا اور کسی کی طرف سے اٹھارہ روٹیاں آگئیں۔ ملازمہ نے بہت خوشی کا اظہار کیا مگر حضرت رابعہ بصریؒ نے ملازمہ سے کہا اِنہیں واپس کر دو۔ یہ غلطی سے ہمیں دے گیا ہے یہ کسی اور کی ہیں۔ رابعہ بصری کو ایک تو اپنے خدا پر پورا توکّل اور بھروسہ تھا اور دوم وہ اپنے اللہ سے مہمانوں کی تعداد کے برابر روٹیوں کا انتظار کر رہی تھی۔ آپ ابھی اسی انتظار میں تھیں کہ پڑوس سے آواز آئی کہ وہ اٹھارہ روٹیاں غلطی سے اِن کو چلی گئی ہیں وہ فلاں کو دے آؤ اور رابعہ بصری کو یہ بیس روٹیوں کا پیکٹ دے دو۔

یہ ہے انعامِ خداوندی، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا۔ انفاق فی سبیلِ اللہ کے مختلف طریق ہیں۔ آنحضور ﷺ کے دور میں جنگوں کا بوجھ اٹھانا بھی انفاق فی سبیلِ اللہ میں آتا تھا۔ امیر صحابہ نے اپنے غریب ساتھیوں کے لئے جنگ کا سازوسامان خرید کر مہیا فرمایا۔

پس یہ مالی قربانی ایک قرضہ حسنہ ہے جو بڑھا چڑھا کر اُخروی زندگی میں اِقربانیوں کے صلہ میں واپس ملے گا۔ یہی وہ تجارت ہے جس سے انسان کبھی نقصان نہیں اٹھاتا بلکہ فائدہ ہی ہوتا ہے۔ اس کے مقابل پر ہماری ذمہ داری ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم صدقِ نیت اور اخلاص سے جماعت کی ترقی اور فلاح و بہبود کے

لئے اللہ کے دئے میں سے دیتے چلے جائیں اور خدا تعالیٰ کے فضلوں کو سمیٹنے والے بنیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔



﴿72﴾ ﴿مشاہدات:68﴾

اَلْمُسْلِمُ مِرْاٰۃُ الْمُسْلِمِ

آئینہ یہ تو بتاتا ہے کہ مَیں کیا ہوں مگر
آئینہ اِس پہ ہے خاموش کہ کیا ہے مجھ میں

میری بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **اَلْمُسْلِمُ مِرْاٰۃُ الْمُسْلِمِ**

یعنی کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا آئینہ ہے۔

سامعات! آئینہ جس کو انگلش میں Mirror ، عربی میں مِرْاٰۃٌ اور اردو میں ہم اسے شیشہ کہتے ہیں جس کے ایک طرف خاص قسم کا مصالحہ لگا ہوتا ہے اور اُس میں اپنی شبیہ دیکھی جا سکتی ہے۔ اس کو Looking Glass بھی کہا جاتا ہے۔ قریباً ہر زبان میں اس لفظ کو بہت اہمیت حاصل ہے اور مختلف محاوروں میں اسے استعمال کرتے ہیں جیسے انگلش میں Mirror Image کے الفاظ، جو ہو بہو کے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ شبیہ، ہم آہنگی اور ایسی چیز جو کسی شے کو منعکس کرنے کیلئے استعمال ہو۔

آج کے دور میں آئینہ نما شیشوں سے بڑے بڑے مقررین، اینکرز، سنگرز اور اداکاروں نے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ انہوں نے اپنے گھر کے کسی ایک کمرہ کو ریہرسل روم بنایا ہوتا ہے جس کے چاروں طرف بڑے بڑے شیشے لگا رکھے ہوتے ہیں اور وہ پروگرامز ریکارڈ کروانے سے قبل ان شیشوں کے سامنے بیٹھ کر ایکٹنگ کرتے اور اپنے نقوش سنوارتے ہیں۔ سابق صدر امریکہ اوباما نے ایک دفعہ اپنے ایک انٹرویو میں یہ بتایا تھا کہ میں نے تقریر کرنی شیشے کے سامنے کھڑے ہو کر سیکھی ہے۔

آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے عربی کے لفظ مِرْاٰۃٌ کو محاورۃً نہایت خوبصورت انداز میں استعمال فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰۃُ أَخِیْہِ (ابوداؤد) کہ ایک مومن دوسرے مومن بھائی کے لئے آئینہ کی طرح ہے۔ ایک اور حدیث میں ''اَلْمُسْلِمُ مِرْاٰۃُ الْمُسْلِمِ'' کے الفاظ بھی آتے ہیں۔ اس کے معانی یہ ہیں کہ جس

طرح آپ Looking Glass میں ایک شبیہ کو ہو بہو دیکھ سکتے ہیں ویسی ہی آپ کو اپنی شبیہ دوسرے مومن کے وجود میں نظر آنی چاہئے۔ اگر ہم تمام لوگ اس اصول کو سامنے رکھ کر اپنی زندگیاں گزاریں تو ہمارا معاشرہ جنت نظیر بن سکتا ہے۔

سامعات! آئیں دیکھیں! آئینہ کی کیا خوبیاں ہوتی ہیں۔

1. بغیر کسی سجاوٹ یا تبدیلی کے شیشہ آپ کا اصل چہرہ دکھلا دیتا ہے۔ اسی لئے کسی کو اُس کی اوقات دکھانے کے لئے کہتے ہیں کہ اپنا چہرہ تو شیشے میں دیکھ لو۔
2. اگر شیشہ میں بال یعنی کریک آجائے تو شبیہ درست نظر نہیں آتی۔
3. شیشے کی پُشت (Back) پر اگر مصالہ صحیح نہ لگا ہو تو سامنے سے شبیہ بے ڈھنگی اور ٹیڑھی میڑھی دکھائی دیتی ہے۔
4. شیشے کے سامنے کے حصہ پر اگر پانی یا کسی اور چیز کے داغ لگ جائیں یا پُشت پر مصالحہ خراب ہو جائے یا اس پر لکیریں آجائیں تو پھر بھی شبیہ صحیح نظر نہیں آتی۔
5. شیشے میں اپنی تصویر دیکھنے کے لئے شیشے کا درست زاویہ پر ہونا بھی ضروری ہے۔ جن شیشوں کا زاویہ (Angle) ٹھیک نہ ہو تو تصویر بھی درست نظر نہیں آرہی ہوتی۔
6. شیشہ آپ کے عیوب صرف آپ کو دکھلاتا ہے کسی اور کو نہیں۔
7. آج کل ایسے Looking Glass بھی آئے ہیں جو چہرے کو بڑا (Enlarge) کر کے دکھلا دیتے ہیں تا کہ چہرے کی خوبصورتی اور بدنمائی واضح طور پر نظر آئے۔ گویا وہ چہرہ کے ایسے دھبوں پر بھی Focus کر کے دکھلا دیتا ہے جو بہت چھوٹے اور باریک ہوتے ہیں۔
8. شیشہ جھوٹ نہیں بولتا۔ جو انسان بھی شیشے میں اپنا عکس دیکھ رہا ہوتا ہے وہ اُس انسان کے نقش ونگار کھول کر بتا دیتا ہے۔

ایک مشہور شاعر جناب کرشن بہاری نور نے کیا خوب کہا ہے۔

چاہے سونے کے فریم میں جڑ دو
آئینہ جھوٹ بولتا ہی نہیں

آئینہ میں موجود ان خوبیوں کو اگر آنحضور ﷺ کے بیان شدہ ارشاد مبارک **اَلْمُسْلِمُ مِرْاٰۃُ الْمُسْلِمِ** کی روشنی میں دیکھیں تو ایک بہت ہی لطیف مضمون اُبھر کر سامنے آتا ہے۔

جس طرح انسان عیب بینی اور تزئین و آرائش کے لئے آئینہ دیکھتا ہے۔ آئینہ میں اسے اپنا عکس نظر آتا ہے۔ اسی طرح ایک مومن کی پہلی ذمہ داری یہ بنتی ہے کہ وہ آئینہ کی طرح اتنا صاف شفاف ہو کہ لوگ اسے بآسانی اپنا سکیں۔ اس کو دیکھ کر اپنی اصلاح کر سکیں۔ اس کے اندر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی صحیح تصویر بن رہی ہو جو سامنے کھڑے دوسرے مسلمان کو نظر آئے۔

دوسروں پر اگر تبصرہ کیجئے
سامنے آئینہ رکھ لیا کیجئے

بہنو! اس حدیث کے مطابق ایک مومن پر دوہری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ نمبر 1 وہ دوسروں کے لئے خود آئینہ ہے اور نمبر 2 یہ کہ دوسروں کو اپنے لئے آئینہ سمجھے۔ اگر کسی مومن میں کسی کو برائی یا کمی نظر آئے تو چشم پوشی کرے اور صرف خاموشی کے ساتھ ادب کے دائرہ کے اندر رہتے ہوئے نشاندہی کر دینی چاہیئے جس طرح شیشہ خاموشی سے نشاندہی کر رہا ہوتا ہے۔ ہم نے اپنے معاشرے اور سوسائٹی میں دیکھا ہے کہ اگر کسی میں کوئی برائی نظر آجائے تو ہم اس کا معاشرے میں ڈھنڈورا پیٹتے اور اسے بدنام کرتے ہیں۔ جو ''مِرْاٰۃٌ'' کے مفہوم کے برعکس ہے۔ احادیث میں اس حوالہ سے بہت سے اسباق ہمیں ملتے ہیں۔ فرمایا کہ زبان سے سمجھاؤ اگر نہیں تو خاموش رہ کر اس کے حق میں بُرائی کے دور ہونے کے لئے دعا ہی کر دو۔ آج کل معاشرہ میں غیبت، چغلی اور کسی کو بدنام کرنے کی عادت ناسور بنتی جا رہی ہے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اس حدیث میں بیان سبق کو سمجھا ہی نہیں ورنہ حقیقی بھائی چارہ قائم ہو چکا ہوتا۔

معزز بہنو! اس مضمون کا ایک اور پہلو بھی ہے کہ آج کل اس حدیث میں بیان سبق کے برعکس ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ کسی میں بُرائی ہونے کے باوجود اس کی تعریفوں کے پُل باندھے جاتے ہیں۔ اس کی اتنی

تعریف کی جاتی ہے کہ اسے اپنی بُرائی اپنی نظر سے اوجھل ہو جاتی ہے، وہ اُس بُرائی کو ایسے بُھلا دیتا ہے اور مزید گناہ کرنے پر دلیر ہو جاتا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

”بہت آدمی جب میرے سامنے آتے ہیں تو ان کے اندر سے مجھے ایسی شعاعیں نکلتی معلوم ہوتی ہیں جن سے مجھے پتا لگ جاتا ہے کہ ان کے اندر یہ یہ عیب ہے یا یہ یہ خوبی ہے مگر یہ اجازت نہیں ہوتی کہ انہیں اس عیب سے مطلع کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی یہی سنت ہے کہ جب تک انسان اپنی فطرت کو آپ ظاہر نہیں کر دیتا وہ اسے مجرم قرار نہیں دیتا۔ اس لئے اس سنت کے ماتحت انبیاء اور ان کے اظلال کا بھی یہی طریق ہے کہ وہ اس وقت تک کسی شخص کے اندرونی عیب کا کسی سے ذکر نہیں کرتے جب تک وہ اپنے عیب کو آپ ظاہر نہ کر دے۔“

(الفضل 9 مارچ 1938ء)

اس حدیث میں ایک بڑا سبق یہ بھی ہے کہ ہمیں اپنی زندگیوں کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے۔ اپنی زندگیوں کو پاک و صاف بنائے رکھیں۔ قرآن، احادیث و سنت کو اپنے وجودوں میں اُتاریں۔ جس طرح شیشے پر معمولی سی میل کچیل یا دھبہ لگنے پر چہرہ بد نما نظر آنے لگتا ہے اسی طرح اپنے وجود کو پاک و شفاف رکھیں۔ میل کچیل اور بُرائی کے جو دھبے لگ جاتے ہیں۔ ان کو دھونا ضروری ہے۔ اس کا بہترین طریق محاسبہ اور خود احتسابی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ رات کو بستر پر جانے سے قبل خود احتسابی کے عمل سے اپنے وجود کو گزارتے تھے۔ اپنا محاسبہ فرماتے تھے۔

اسی طرح شیشے کی پُشت پر اگر قیمتی سے قیمتی مصالحہ لگا ہو اور اس کو بال آنے سے بچائے رکھیں تو شبیہ بھی اچھی نظر آتی ہے لیکن اگر گھروں میں بچے پنسل سے یا کسی اور چیز جیسے پرکار سے شیشے کی پُشت پر کوئی لکیر لگا دیں تو تصویر صحیح نظر نہیں آتی۔ اسی طرح دینی تعلیم کے مصالحہ کو بھی ہر جہت سے دیکھ کر اس کو خوبیوں اور آداب سے مرصع کر کے اگر اپنی پُشت پر لگائیں تو دوسروں کو اپنی شبیہ بھی عمدہ اور دینی نظر آئے گی اور جس طرح آج کل ایسے شیشے آ گئے ہیں جو چہرہ کو بڑا کر کے دکھاتے ہیں۔ اسی طرح ہم بھی ان تمام دینی تعلیمات کو اکٹھا کر کے اپنے اوپر ایسے رنگ میں لاگو کریں کہ ہمارے نقوش اتنے واضح اور نمایاں

ہوں کہ ہر ایک چلتا پھرتا مومن نظر آئے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ قرآنی تعلیم کو بغور پڑھیں، احادیث و سنتِ رسولؐ کا مطالعہ کریں۔ حکم وعدل کی تعلیمات کو سامنے رکھیں اور بالخصوص آج کے دور کے روحانی رہبر و پیشوا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبات وارشادات کو حرزِ جان بنائیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”حقوق العباد کے لئے ہر قسم کے بغضوں اور کینوں سے اپنے آپ کو نکالنا ہو گا۔ یا ہر قسم کے بغض اور کینے اپنے دلوں سے نکالنے ہوں گے۔ اپنے دلوں کو آئینے کی طرح صاف کرنا ہو گا اور اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی کے لئے ہر قسم کے شرکوں سے اپنے آپ کو پاک کرنا ہو گا۔ دنیا کا خوف یا دنیاداروں کا خوف، یا دنیاداری کی طرف رجحان، جس سے انسان خدا تعالیٰ کو بھول جاتا ہے، جس سے اُس کی عبادت کے معیار میں کمی آتی ہے، ان سب سے بچو گے تو تبھی بیعت کے حقدار کہلاؤ گے اور یہ بجز تقویٰ کے ممکن نہیں۔ اگر بیعت کا حق ادا کرنا ہے تو یہ پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کر کے اپنی اصلاح کرو۔ یہ پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کرو، اس کا نتیجہ کیا ہو گا کہ تم بہت سی آفات سے نجات پا جاؤ گے۔“

(خطبہ جمعہ 28 جون 2013ء)

سامعات! تقریر کے آخر پر مَیں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا ارشاد پیش کرنے جا رہی ہوں جس میں آپ نے اس مضمون کو بیان فرمایا ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔

”دنیا میں آجکل کسی نہ کسی رنگ میں تقریباً ہر جگہ ہی فساد برپا ہے اور یہ انسان کا اپنی پیدائش کے اصل مقصد یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف توجہ اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کو بھولنے کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرب عبادت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا اور عبادت کیا ہے؟ صرف پانچ فرض پورا کرنے کے لئے پانچ وقت نمازیں ادا کرنا یا پڑھ لینا ہی کافی نہیں ہے۔ ان نمازوں کو بھی سنوار کر پڑھنے کی ضرورت ہے اور پھر صرف نمازوں کے ظاہری سنوار سے ہی عبادت کا حق ادا نہیں ہو جاتا بلکہ اپنے ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کے وجود کو سامنے رکھنا بھی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگین ہونے کی کوشش کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ حسنہ کی ہر معاملے میں پیروی

کرنے کی کوشش کرنا بھی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کو اپنے سامنے رکھتے ہوئے ان صفات کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالنے کی کوشش کرنے کی ضرورت بھی ہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا حق ادا کرنے کے لئے اپنی طرف سے بھرپور کوشش کرنا بھی ضروری ہے۔ جب یہ حالت ہوگی تو ایک انسان عبادت کا حق ادا کرنے کی کوشش کرنے والا بن سکتا ہے، ایک مومن بن سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارے میں فرماتے ہیں کہ:

"ایک عجیب بات سوال مقدر کے جواب کے طور پر بیان کی گئی ہے یعنی اس قدر تفاصیل جو بیان کی جاتی ہیں۔ ان کا خُلاصہ اور مغز کیا ہے؟" (بے انتہا تفاسیر بیان کی گئی ہیں، تفصیلیں بیان کی گئی ہیں، قرآن شریف میں احکامات ہیں، اُن کا خلاصہ اور مغز کیا ہے؟ فرمایا کہ " أَلَّا تَعْبُدُوْا إِلَّا اللّٰهَ (ہود:3) خدا تعالیٰ کے سوا ہرگز ہرگز کسی کی پرستش نہ کرو۔ اصل بات یہ ہے کہ انسان کی پیدائش کی علّت غائی یہی عبادت ہے"۔ (یہی اُس کی پیدائش کا بنیادی مقصد ہے۔) "جیسے دوسری جگہ فرمایا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذّاریات:57) عبادت اصل میں اس کو کہتے ہیں کہ انسان ہر قسم کی قساوت، کجی کو دُور کرکے دل کی زمین کو ایسا صاف بنادے، جیسے زمیندار زمین کو صاف کرتا ہے"۔ (فصل لگانے سے پہلے) "عرب کہتے ہیں مَوْرٌ مُعَبَّدٌ۔ جیسے سُرمہ کو باریک کرکے آنکھوں میں ڈالنے کے قابل بنالیتے ہیں۔ اسی طرح جب دل کی زمین میں کوئی کنکر، پتھر، ناہمواری نہ رہے اور ایسی صاف ہو کہ گویا رُوح ہی رُوح ہو اس کا نام عبادت ہے۔ چنانچہ اگر یہ درستی اور صفائی آئینہ کی کی جاوے" (فرمایا کہ اگر یہ درستی اور صفائی شیشے کی کی جاوے) "تو اس میں شکل نظر آجاتی ہے۔ اور اگر زمین کی کی جاوے تو اس میں انواع واقسام کے پھل پیدا ہوجاتے ہیں۔ پس انسان جو عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اگر دل صاف کرے اور اس میں کسی قسم کی کجی اور ناہمواری، کنکر، پتھر نہ رہنے دے تو اس میں خدا نظر آئے گا"

(ملفوظات جلد اول صفحہ 346-347۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پس یہ ہے عبادت کہ اپنی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی خاطر کرلو۔ اس طرح زمین ہموار کرو جس طرح ایک زمیندار فصل لگانے سے پہلے کرتا ہے۔ اس طرح اپنے دل کو چمکاؤ جس طرح ایک صاف شفاف شیشہ چمک رہا ہوتا ہے جس میں اپنا چہرہ نظر آتا ہے۔ جب ایسی صورت ہوگی تو جس طرح زمیندار کی اچھی طرح تیار کی گئی

زمین میں پھل لگتے ہیں اور اچھے پھل لگتے ہیں، اُسی طرح دل میں بھی، انسان کی روح میں بھی اچھے پھل لگیں گے۔"

(خطبہ جمعہ 13 جنوری 2012ء)

سامعات! اوپر بیان شیشے کی آٹھ خوبیوں بالخصوص آخری تین کو اگر ہم اپنی روحانی دنیا میں آزمالیں، اِن کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنالیں تو یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ معاشرے کا حصہ بن جانے والے اخلاقِ سیئہ اور افعالِ شنیئہ سے ہم نجات پاسکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اسلامی تعلیمات پر کماحقّہ عمل کرنے کی توفیق دیتا رہے تاہم اُس کے مقرّب اور چنیدہ بندے بن جائیں۔ آمین



﴿73﴾ ﴿مشاہدات:69﴾

اَلْاِمَامُ جُنَّةٌ

امام ڈھال ہے

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف مَیں عافیت کا ہوں حصار

میری بہنو! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے **"اَلْاِمَامُ جُنَّةٌ"**

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ

(الانفال:25)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور اس کے رسول کی آواز پر لبیک کہا کرو جب وہ تمہیں بلائے تا کہ وہ تمہیں زندہ کرے اور جان لو کہ اللہ انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہوتا ہے اور یہ بھی (جان لو) کہ تم اسی کی طرف اکٹھے کئے جاؤ گے۔

سامعات! "امام ڈھال ہے" کے مضمون میں جانے سے قبل ڈھال کے معانی جاننے ضروری ہیں۔ آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس کے لئے "جیم" پر پیش کے ساتھ جُنَّةٌ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ عربی لغات میں اس کے لئے پہلے اور بنیادی معانی پردہ کے ہیں۔ ہم بخوبی جانتے ہیں کہ پردہ حفاظت کا کام کرتا ہے۔ اس کے دوسرے معانی ڈھال کے ہیں یعنی اپنے بچاؤ کے لئے لوہے کی شیلڈ۔ پُرانے وقتوں میں جب تلواروں کے ساتھ دشمنوں سے جنگیں لڑی جاتی تھیں تب سپاہی اپنے جسموں کی حفاظت کے لئے لوہے کی شیلڈز پہنا کرتے تھے جو ڈھال کہلاتی تھی۔ (سروں کی حفاظت کے لئے خود پہنا جاتا تھا)۔ جیسے آج کل

پولیس والے ہنگامہ کرنے والوں کی طرف سے پتھراؤ کے ڈر سے پلاسٹک کی شیلڈز اپنے سینوں پر لگا لیتے ہیں۔ اسی طرح لوہے کی شیلڈ کو جُنَّۃٌ یعنی ڈھال بولا جاتا تھا۔ انہی معنوں میں سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفٰی ﷺ نے امام کو جُنَّۃٌ یعنی ڈھال قرار دیتے ہوئے فرمایا یُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِہٖ۔ جس کے پیچھے رہ کر جنگ لڑی جاتی ہے۔ جماعت بھی چونکہ جسم کی طرح ہے۔ بُرائیوں سے بچنے کی روحانی جنگ میں اس جسم کو بھی شیلڈ کی، ڈھال کی ضرورت ہے جو امام یعنی خلیفہ ہے۔

جہاں تک روحانی جنگ کا تعلق ہے۔ اس کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصہ میں وہ تمام اخلاق سیئہ اور افعال شنیئہ آجاتے ہیں جن کی نشان دہی قرآن کریم اور احادیث میں مختلف مقامات پر بیان ہوئی ہے اور ان سے دور رہنے کی تلقین ملتی ہے۔ خلیفۃ المسیح ڈھال بن کر ان بُرائیوں اور بدیوں سے احباب جماعت کو دُور رکھتے ہیں۔ اپنے خطبات، خطابات، دروس، ورچوئل ملاقاتوں میں احباب جماعت کو بروقت تنبیہ فرما کر دُور رہنے کی نصیحت کرتے رہتے ہیں اور دوسرے معنوں میں آج دُنیا ہنگامہ آرائی، ہڑتالوں میں توڑ پھوڑ، قتل وغارت اور دنگا فساد میں ملوث پائی جاتی ہے۔ خلیفۃ المسیح ڈھال بن کر احباب جماعت کو ان تلخ آمیز حقائق سے دُور رہنے کی نصیحت کرتے رہتے ہیں اور فرماتے ہیں اپنی تمام تر طاقت اور انرجی کو دعاؤں اور نیکیوں کو اپنانے میں صَرف کریں۔

سامعات! خلیفہ نبی کا جانشین ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی شخص کو مقامِ خلافت سے نوازتا ہے تو وہی انسان جو کل تک لوگوں کی نظروں میں ایک عام انسان تھا، خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک ایسا روشن وجود بن جاتا ہے جس سے ساری دنیا میں خدا تعالیٰ کا نور پھیلنے لگتا ہے۔ اس بلند مقام کے عطا ہونے کے باعث خلیفہ کو اللہ تعالیٰ کا ایک خاص قُرب حاصل ہوتا ہے۔ اُسے خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت عطا ہوتی ہے اور قبولیتِ دعا کا اعجاز ملتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”قدرت ثانیہ خدا کی طرف سے ایک بڑا انعام ہے جس کا مقصد قوم کو متحد کرنا اور تفرقہ سے محفوظ رکھنا ہے۔ یہ وہ لڑی ہے جس میں جماعت موتیوں کی مانند پروئی ہوئی ہے۔ اگر موتی بکھرے ہوں تو نہ تو محفوظ ہوتے ہیں اور نہ ہی خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ ایک لڑی میں پروئے ہوئے موتی ہی خوبصورت

اور محفوظ ہوتے ہیں۔ اگر قدرتِ ثانیہ نہ ہو تو دین حق کبھی ترقی نہیں کر سکتا۔ پس اس قدرت کے ساتھ کامل اخلاص اور محبت اور وفا اور عقیدت کا تعلق رکھیں اور خلافت کی اطاعت کے جذبہ کو دائمی بنائیں اور اس کے ساتھ محبت کے جذبہ کو اس قدر بڑھائیں کہ اس محبت کے بالمقابل دوسرے تمام رشتے کمتر نظر آئیں۔ امام سے وابستگی میں ہی سب برکتیں ہیں اور وہی آپ کے لئے ہر قسم کے فتنوں اور ابتلاؤں کے مقابلہ کے لئے ایک ڈھال ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جس طرح وہی شاخ پھل لا سکتی ہے جو درخت کے ساتھ ہو۔ وہ کٹی ہوئی شاخ پھل پیدا نہیں کر سکتی جو درخت سے جدا ہو۔ اس طرح وہی شخص سلسلہ کا مفید کام کر سکتا ہے جو اپنے آپ کو امام سے وابستہ رکھتا ہے۔ اگر کوئی شخص امام کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ نہ رکھے تو خواہ وہ دنیا بھر کے علوم جانتا ہو وہ اتنا بھی کام نہیں کر سکے گا جتنا بکری کا بکروٹا۔''

''پس اگر آپ نے ترقی کرنی ہے اور دنیا پر غالب آنا ہے تو میری آپ کو یہی نصیحت ہے اور میرا یہی پیغام ہے کہ آپ خلافت سے وابستہ ہو جائیں۔ اس حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامے رکھیں۔ ہماری ساری ترقیات کا دارومدار خلافت سے وابستگی میں ہی پنہاں ہے۔''

(مورخہ 11 مئی 2003ء کو احباب جماعت کے نام محبت بھرا خصوصی پیغام)

میری بہنو! خلافت سے صحیح معنوں میں وابستگی تبھی ہو سکتی ہے جب خلیفہ وقت کی کامل پیروی اور اطاعت کی جائے اور اس کی ہر آواز پر لبیک کہے۔ ایمان نام ہے بعض خلافِ طبیعت باتیں ماننے اور بعض خلاف طبیعت باتیں چھوڑنے کا۔ ایمان کی اسی تعریف کے تناظر میں حضرت مصلح موعودؓ نے اطاعت کی تعریف میں لکھا ہے کہ

''اطاعت صرف ذوق کے مطابق احکام پر عمل کرنے کا نام نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے ہر حکم پر عمل کرنے کا نام ہے خواہ وہ کسی کی عادت یا مزاج کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔''

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 15)

حدیث شریف میں آیا ہے کہ

اِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّۃٌ یُقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِہٖ (بخاری کتاب الجہاد)(مسلم)

امام ڈھال ہے جس کے پیچھے قتال کیا جاتا ہے۔

سامعات! الحمد للہ جماعت احمدیہ کو مسلمانانِ عالم میں یہ منفرد خصوصیت حاصل ہے کہ وہ خلیفہ وقت کے زیر قیادت اشاعت دینِ اسلام کے عالمی جہاد میں نہایت کامیابی سے سرگرم عمل ہے۔ جماعت احمدیہ کا ایک ہاتھ پر یکجا ہونا اور ایک امام کی اطاعت کرنا ایسا وصف ہے جس کے غیر بھی معترف ہیں۔

چنانچہ ایک شیعہ اخبار جماعت احمدیہ کے متعلق کچھ یوں رقمطراز ہے:

"ان کا دینی سربراہ ایک ہے جس کی وجہ سے ان کی مرکزیت قائم ہے اور پورے طور پر منظم ہیں۔"

پھر مزید لکھا:

"آج کل اسلام اور ملک و وطن کی سب سے بڑی خدمت اتفاق و اتحاد، اپنے اختلافات مٹانے اور ایک اور صرف ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے میں مضمر ہے۔ آیئے آج ہم آپ کو احمدی فرقہ کے ان کارناموں سے روشناس کرائیں جو انہوں نے آٹے میں نمک ہونے کے باوجود...... سرانجام دیئے ہیں۔ سب سے پہلا اور نمایاں وصف ان میں اتحاد و تنظیم کا ہے"

(ہفت روزہ اخبار رضاکار (لاہور) 24 مئی 1973ء جلد 37 شمارہ 20)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ:

"اگر ایک امام اور خلیفہ کی موجودگی میں انسان یہ سمجھے کہ ہمارے لیے کسی آزاد تدبیر اور مظاہرہ کی ضرورت ہے تو پھر خلیفہ کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ امام اور خلیفہ کی ضرورت یہی ہے کہ ہر قدم جو مومن اٹھاتا ہے

اس کے پیچھے اٹھاتا ہے اپنی مرضی اور خواہشات کو اس کی مرضی اور خواہشات کے تابع کرتا ہے اپنی تدبیروں کو اس کی تدبیروں کے تابع کرتا ہے اپنے ارادوں کو اس کے ارادوں کے تابع کرتا ہے اپنی آرزوؤں کو اُس کی آرزوؤں کے تابع کرتا ہے اور اپنے سامانوں کو اس کے سامانوں کے تابع کرتا ہے۔ اگر اس مقام پر مومن کھڑے ہو جائیں تو ان کے لیے کامیابی اور فتح یقینی ہے۔"

(الفضل 4 / ستمبر 1937ء)

میری بہنو! امام کو ڈھال قرار دیا ہے دراصل یہی ڈھال زمانے کے گرم سرد سے اپنے متبعین کو محفوظ رکھتی ہے اور ہر دم ان کے فکر میں مشغول ہوتی ہے۔ جو لوگ ڈھال کے پیچھے ہیں اور جن کے پاس کوئی ڈھال نہیں ان میں کیا فرق ہے؟ اس فرق کو بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

’’تمہارے لیے ایک شخص تمہارا درد رکھنے والا، تمہاری محبت رکھنے والا، تمہارے دکھ کو اپنا دکھ سمجھنے والا، تمہاری تکلیف کو اپنی تکلیف جاننے والا، تمہارے لیے خدا کے حضور دعائیں کرنے والا۔ مگر ان کے لیے نہیں ہے۔ تمہارا اسے فکر ہے، درد ہے اور وہ تمہارے لیے اپنے مولیٰ کے حضور تڑپتا رہتا ہے لیکن ان کے لیے ایسا کوئی نہیں ہے۔ کسی کا اگر ایک بیمار ہو تو اس کو چین نہیں آتا۔ لیکن کیا تم ایسے انسان کی حالت کا اندازہ کر سکتے ہو جس کے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں بیمار ہوں۔‘‘

(برکات خلافت، انوار العلوم جلد 2 صفحہ 156)

سامعات! تاریخ اسلام کا وہ مشہور واقعہ آپ سب کے علم میں ہے جب مدینہ سے سینکڑوں میل دور لڑی جانے والی جنگ کا حال اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عین خطبہ جمعہ میں مدینہ میں دکھا دیا۔ پھر صرف اسی پر ہی اکتفاء نہیں بلکہ سپہ سالار کو جو ہدایت حضرت عمرؓ نے دی اسے بھی لشکر میں نشر کروا دیا اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ یہی وہ ڈھال ہے جو امام کی صورت میں اسلام نے اپنے پیروؤں کو عطا کی۔

میری بہنو! پھر یہ ایک اہم سوال ہے کہ امام کی اطاعت کیسی ہونی چاہیے اور اطاعت کے کیا تقاضے ہیں ان کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

’’تم سب امام کے اشارے پر چلو اور اس کی ہدایات سے ذرہ بھر بھی ادھر اُدھر نہ ہو۔ جب وہ حکم دے بڑھو اور جب وہ حکم دے بیٹھ جاؤ۔ اور جدھر بڑھنے کا وہ حکم دے اُدھر بڑھو اور جدھر سے ہٹنے کا وہ حکم دے ادھر سے ہٹ جاؤ۔‘‘

(انوار العلوم جلد 14 صفحہ 515-516)

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

"تُبَوِّءُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ۔ تو بٹھاتا تھا مومنوں کو جگہ بہ جگہ جہاں انہیں کھڑے ہو کر لڑنا چاہیئے۔ اس سے ایک سبق تمہارے لئے نکلتا ہے کہ دشمن کا مقابلہ، مناظرہ، مباحثہ بے شک کرو مگر اپنے امام کی منشاء کے ماتحت۔ کیونکہ یہ ترتیب جس کا انجام فتح و ظفر ہو اللہ کے بندے ہی جانتے ہیں"

(حقائق الفرقان جلد اول صفحہ 526)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

"اے دوستو! بیدار ہو اور اپنے مقام کو سمجھو اور اُس اطاعت کا نمونہ دکھاؤ جس کی مثال دنیا کے پردہ پر کسی اور جگہ پر نہ ملتی ہو اور کم سے کم آئندہ کے لئے کوشش کرو کہ سَو(100) میں سے سَو ہی کامل فرمانبرداری کا نمونہ دکھائیں اور اُس ڈھال سے باہر کسی کا جسم نہ ہو جسے خدا تعالیٰ نے تمہاری حفاظت کے لئے مقرر کیا ہے اور اَلْاِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِهٖ پر ایسا عمل کرو کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی روح تم سے خوش ہو جائے۔"

(انوار العلوم جلد 14 صفحہ 525)

میری بہنو! وقت کی مناسبت سے صرف ایک مثال پیش کرتا/کرتی ہوں کہ کس طرح جماعت احمدیہ اپنے امام کی اطاعت کرتی ہے اور ہمیشہ اس کے ہر حکم پر من و عن عمل کرتی ہے اور جب امن اور جنگ ہر حال میں مکمل اطاعت کے ساتھ جماعت امامِ وقت کی ڈھال کے پیچھے ہو گی تو ترقی کیوں نہ ہو گی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

"الور یا بھرت پور کی ریاست میں ایک عورت تھی جس کے سارے بیٹے آریہ ہو گئے مگر وہ اسلام پر قائم رہی۔ مائی جمیا اس کا نام تھا.... جب فصل کٹنے کا وقت آیا تو چونکہ سب گاؤں جو بڑا بھاری تھا آریہ ہو چکا تھا اور اس کے اپنے بیٹے بھی اسلام چھوڑ چکے تھے اور وہ عورت اکیلی اسلام پر قائم تھی۔ اس لئے کوئی شخص اس کی کھیتی کاٹنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ انہوں نے اسے طعنہ دیا اور کہا مائی تیری کھیتی تو اب مولوی ہی کاٹیں گے۔ احمدیوں کو دیہات میں مولوی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ قرآن اور حدیث کی باتیں کرتے ہیں.... جب یہ خط مجھے ملا تو میں نے کہا کہ اب اسلام کی عزت تقاضا کرتی ہے کہ مولوی ہی اس کی کھیتی کاٹیں چنانچہ جتنے

گریجوایٹ اور بیرسٹر اور وکیل اور ڈاکٹر وہاں تھے میں نے ان سے کہا کہ وہ سب کے سب جمع ہوں اور اس عورت کی کھیتی اپنے ہاتھ سے جاکر کاٹیں چنانچہ درجن یا دو درجن کے قریب آدمی جمع ہوئے جن میں وکلاء بھی تھے، ڈاکٹر بھی تھے، گریجوایٹس بھی تھے، علماء بھی تھے اور انہوں نے کھیتی کاٹنی شروع کر دی۔ لوگ ان کو دیکھنے کے لئے اکٹھے ہوگئے اور تمام علاقہ میں ایک شور مچ گیا کہ یہ ڈاکٹر صاحب ہیں جو کھیتی کاٹ رہے ہیں، یہ جج صاحب ہیں جو کھیتی کاٹ رہے ہیں، یہ وکیل صاحب ہیں جو کھیتی کاٹ رہے ہیں۔ اُنہوں نے چونکہ یہ کام کبھی نہیں کیا تھا اس لئے ان کے ہاتھوں میں خون بہنے لگا مگر وہ اس وقت تک نہیں ہٹے جب تک اس کی تمام کھیتی انہوں نے کاٹ نہ لی۔ یوپی کے اضلاع میں یہ بات خوب پھیلی اور کئی رئیس مجھے متواتر دلی میں ملے اور انہوں نے کہا کہ ہم تو اس دن سے احمدیت کی قدر کرتے ہیں جب ہم نے یہ نظارہ دیکھا تھا کہ ایک مسلمان عورت کے لئے آپ کی جماعت نے یہ غیرت دکھائی کہ جب لوگوں نے اسے کہا کہ اب مولوی ہی آکر تیری کھیتی کاٹیں گے تو آپ نے کہا کہ اب دکھاوے کا مولوی نہیں سچ مچ کا مولوی جائے گا اور اس کی کھیتی کاٹے گا۔"

(انوارالعلوم جلد 24 صفحہ 427-428)

سامعات! آخر پر میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی نصیحت پر اپنی تقریر ختم کرتی ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:

"میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ خواہ تم کتنے ہی عقلمند اور مدبر ہو۔ اپنی تدابیر اور عقلوں پر چل کر دین کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ جب تک تمہاری عقلیں اور تدبیریں خلافت کے ماتحت نہ ہوں۔ اور تم امام کے پیچھے پیچھے نہ چلو۔ ہرگز اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت تم حاصل نہیں کرسکتے۔ پس اگر تم خدا تعالیٰ کی نصرت چاہتے ہو تو یاد رکھو اس کا کوئی ذریعہ نہیں سوائے اس کے کہ تمہارا اٹھنا بیٹھنا، کھڑا ہونا اور چلنا اور تمہارا بولنا اور خاموش ہونا میرے ماتحت ہو۔ بیشک میں نبی نہیں ہوں لیکن میں نبوت کے قدموں پر کھڑا ہوں۔ ہر وہ شخص جو میری اطاعت سے باہر ہوتا ہے۔ وہ یقیناً نبی کی اطاعت سے باہر جاتا ہے۔ جو میرا جوا اپنی گردن سے اتارتا ہے، وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جوا اتارتا ہے اور جو ان کا جوا اتارتا ہے۔ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جوا اتارتا ہے اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جوا اتارتا ہے، وہ

خدا تعالیٰ کا جوا اتار تا ہے میں بے شک انسان ہوں، خدا نہیں ہوں۔ مگر میں یہ کہنے سے نہیں رہ سکتا کہ میری اطاعت اور فرمانبرداری میں خدا تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 27/اگست 1937ء مطبوعہ روزنامہ الفضل قادیان 4/ستمبر 1937ء صفحہ 8)

نہ کیوں جان و دل سے ہوں اس پر فدا
اسی کے ہے دَم سے ہماری بقا

اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہماری اولادوں کو ہمیشہ خلافت حقہ سے وابستہ رکھے اور ہمارا ہر قدم امام وقت کے اشارے سے اٹھے اور ٹھہرے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

آج جس ظلمت میں ہے غرقاب سب خلقِ خدا
سب مسائل کا یہ حل، سب کے لیے روشن نشاں
اس کے پیچھے چل کے ملتی ہے مرادِ زندگی
ہے ضمانت کامرانی کی وہ میرِ کارواں



﴿74﴾ ﴿مشاہدات:74﴾

پانچ بنیادی اخلاق

پیاری بہنو! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے "**پانچ بنیادی اخلاق**"
حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مذہبی قوموں کی تعمیر و ترقی میں سب سے اہم بات ان کے اخلاق کی تعمیر کو قرار دیتے ہوئے پانچ بنیادی اخلاق کو اپنانے کی تلقین جماعت کی دوسری صدی کے آغاز پر احبابِ جماعت کو فرمائی۔ یہ پانچ بنیادی اخلاق ہیں۔ سچائی، نرم اور پاک زبان کا استعمال، وسعت حوصلہ، غریبوں کی ہمدردی، مضبوط عزم و ہمت۔
قبل اس کے کہ اس اہم موضوع پر آگے بڑھیں ۔ اخلاق کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اخلاق کہتے کس کو ہیں۔
حضرت مصلح موعودؓ خُلق کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
"خلق اُس حالت کا نام ہے جبکہ طبعی تقاضے قوتِ فکر کے ساتھ ملا دیے جائیں اور اُن سے کام لینے والی ہستی مقتدر رہو۔ یعنی وہ اخلاق جو شریعت اور عقل کے ماتحت کیے جائیں"

(منہاج الطالبین صفحہ 178)

ایک اور موقع پر حضورؓ فرماتے ہیں۔
"اخلاق کے معنی کیا ہیں؟ اخلاق در حقیقت صفاتِ الٰہیہ کے ظہور کا نام ہے جو بندے کی طرف سے ہو۔ پس ہم جب اللہ تعالیٰ کی صفات کی نقل کرتے ہیں تو با اخلاق کہلاتے ہیں۔ گویا ایک ہی چیز خدا تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہو تو اُس کی صفَت کہلاتی ہے اور بندوں کی طرف سے ظاہر ہو تو خُلق کہلاتی ہے۔ پھر خدا تعالیٰ کے اندر تو صفات ازلی ابدی طور پر پائی جاتی ہیں اور ہمارے اندر کسبی طور پر پائی جاتی ہیں۔ بہر حال جب یہ

صفات ہمارے اندر آ جاتی ہیں تو اَخلاق کہلانے لگ جاتی ہیں اور جب خدا تعالیٰ کی طرف انہیں منسوب کیا جاتا ہے تو وہ اسماء یا صفات کہلاتی ہیں"

(انوار العلوم جلد 17 صفحہ 67-68)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا کہ

"اخلاق کا لفظی معنی عرفِ عام میں انسان کی میل جول کی اُس صلاحیت کو کہتے ہیں جس سے وہ دشمن کم اور دوست زیادہ بناتا ہے"

(کتاب نمبر 3 خطبات برائے واقفینِ نو)

سامعات! پہلا بنیادی خُلق سچائی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

یَا أَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُولُوا قَوْلاً سَدِیداً (الاحزاب: 71)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صاف بات کیا کرو۔

ساتھ ہی بتایا کہ اگر تم سچائی کو اختیار کرو گے تو نتیجہ کیا ہوگا۔ فرمایا:

یُصْلِحْ لَکُمْ أَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوبَکُمْ وَمَنْ یُطِعِ اللّٰہَ وَرَسُولَہُ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِیماً (الاحزاب: 72)

کہ وہ تمہارے لئے تمہارے اعمال کی اصلاح کر دے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو یقیناً ان نے بڑی کامیابی کو پالیا۔

ایک اور موقع پر نصیحت فرمائی کہ اِجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّوْرِ (الحج: 31) کہ جھوٹ کہنے سے بچو۔

حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچائی نیکی کی طرف اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور جو انسان ہمیشہ سچ بولے اللہ کے نزدیک وہ صدیق لکھا جاتا ہے اور جھوٹ گناہ کی طرف اور گناہ جہنم کی طرف لے جاتا ہے اور جو آدمی ہمیشہ جھوٹ بولے ہو اللہ کے ہاں کذّاب لکھا جاتا ہے۔ (مسلم)

حضرت عائشہؓ کی ایک اور روایت ہے کہ رسول کریمؐ کو جھوٹ سے زیادہ ناپسند اور قابل نفرین اور کوئی بات نہیں تھی اور جب آپؐ کو کسی شخص کی اس کمزوری کا علم ہوتا تو آپؐ اس وقت تک اس سے کھچے کھچے رہتے۔ جب تک کہ آپؐ کو معلوم نہ ہو جائے کہ اس شخص نے اس عادت سے توبہ کر لی ہے۔ (ابن سعد)

راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے بھلا
قدر کیا پتھر کی لعل بے بہا کے سامنے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سچائی اختیار کرنے کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

”یقیناً یاد رکھو جھوٹ جیسی کوئی منحوس چیز نہیں عام طور پر دنیادار کہتے ہیں کہ سچ بولنے والے گرفتار ہو جاتے ہیں۔ مگر میں کیوں کر اس کو باور کروں؟ مجھ پر سات مقدمے ہوئے ہیں اور خدا کے فضل سے کسی ایک میں بھی ایک لفظ بھی مجھے جھوٹ کہنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ کوئی بتائے کسی ایک میں بھی خدا تعالیٰ نے مجھے شکست دی ہو۔ اللہ تعالیٰ تو آپ کی سچائی کا حامی اور مددگار ہے۔ جو شخص سچائی کو اختیار کریگا کبھی نہیں ہو سکتا کہ غریب ہو اور خدا تعالی جیسا کوئی اور مضبوط قلعہ اور حصار نہیں۔“

(ملفوظات جلد4 صفحہ 238-239)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اس بنیادی خُلق کے متعلق فرماتے ہیں:

”یہ یقین رکھیے کہ سچ کے بغیر کسی اعلی منصوبے کی تعمیر ممکن نہیں اسلئے جماعت احمدیہ میں بچپن سے ہی سچ کی عادت ڈالنا اور مضبوطی سے اپنی اولادوں کو سچ پر قائم کرنا نہایت ضروری ہے اور جو بڑے ہو چکے ہیں ان پر اس پہلو سے نظر رکھنا اور ایسے پروگرام بنانا چاہئیں کہ بار بار خدام اور انصار اور لجنات اس طرف متوجہ ہوتے رہیں کہ سچائی کی کتنی بڑی قیمت ہے اور اس وقت جماعت کو اور دنیا کو جماعت کی وساطت سے کتنی بڑی ضرورت ہے۔“

(خطبہ جمعہ 24 نومبر 1989ء)

ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ جماعت کو توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ہم احمدی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق کی جماعت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، ہم نے یہ سچائی کا پیغام دنیا کو پہنچانا ہے، لیکن کس طرح؟ پہلے تو ہمیں اپنے آپ کو سچا ثابت کرنا ہو گا...یہی کام ہے جو انبیاء کے ماننے والوں کا ہے کہ جس طرح انبیاء اپنی مثال دیتے ہیں اُن کے حقیقی ماننے والے بھی اپنی

سچائی کو اس طرح خوبصورت کر کے پیش کریں کہ دنیا کو نظر آئے۔ ہمیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر عمل کرنے کا حکم ہے۔ پس اس اسوہ پر چلتے ہوئے سچائی کے خُلق کو سب سے زیادہ ہمیں اپنانا ہو گا... سچائی کے یہ معیار تبھی حاصل ہوں گے جب ہم ہر سطح پر خود اپنی زندگی کے ہر لمحے کو سچائی میں ڈھالیں گے۔ ہماری گھریلو زندگی سے لے کر ہماری باہر کی زندگی اور جو بھی ہمارا حلقہ اور ماحول ہے اُس میں ہماری سچائی ایک مثال ہو گی۔"

(خطبہ جمعہ 09/ستمبر 2011ء)

پیاری بہنو! دوسرا بنیادی خُلق نرم اور پاک زبان کا استعمال ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ:

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (البقرة:84)

اور تم لوگوں سے نرمی کے ساتھ بات کیا کرو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک سے محبت اور خوش خُلقی سے پیش آتے اور بعض دفعہ مخالفین کے سخت بدکلامی کرنے کے باوجود انہیں معاف فرما دیتے اور ان کے لئے ہدایت کی دعا کرتے۔ آپؐ نے فرمایا: "خوش نصیب ہے وہ شخص، جس کی زبان اس کے قابو میں ہو۔ اس کا مکان (مہمانوں کے لئے) کشادہ ہو اور وہ اپنے گناہوں پر روئے۔"

عربی زبان کا ایک مشہور محاورہ ہے۔ "اَلْلِسَانُ مَرْکُوبٌ ذَلُول "کہ زبان سدھائی ہوئی سواری ہے یعنی زبان انسان کے اپنے اختیار میں ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے چوتھی شرط بیعت میں فرمایا:

"یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے"

(اشتہار تکمیلِ تبلیغ 12 جنوری 1889ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سخت گوئی کے جواب میں کیا طریق اختیار کرنا چاہیے۔ اس کے متعلق فرماتے ہیں:

”اگر کوئی میرا دینی بھائی اپنی نفسانیت سے مجھ سے کچھ سخت گوئی کرے تو میری حالت پر حَیف ہے اگر مَیں بھی دیدہ و دانستہ اس سے سختی سے پیش آؤں۔ بلکہ مجھے چاہئے کہ مَیں اس کی باتوں پر صبر کروں اور اپنی نمازوں میں اس کے لیے رورو کر دعا کروں کیونکہ وہ میرا بھائی ہے اور روحانی طور پر بیمار ہے۔“

(شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 395-396)

حضرت مصلح موعودؓ اس دوسرے بنیادی خُلق کے متعلق فرماتے ہیں:

”نرمی کی عادت ڈالو تا کہ خدا تعالیٰ بھی تمہارے سے نرمی سے پیش آئے۔ ورنہ اگر تم خدا تعالیٰ کی مخلوق پر درشتی کرتے ہو تو تم بھی اپنے آپ کو اس بات کا حق دار بناتے ہو کہ خدا تعالیٰ تم پر درشتی کرے۔“

(انوار العلوم جلد 5 صفحہ 436)

گالیاں سُن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے دوسرے بنیادی خُلق ”نرم اور پاک زبان کا استعمال“ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

”تربیت کا دوسرا پہلو نرم اور پاک زبان کا استعمال کرنا اور ایک دوسرے کا ادب کرنا ہے یہ بھی بظاہر چھوٹی سی بات ہے ابتدائی چیز ہے لیکن جہاں تک میں نے جائزہ لیا ہے وہ سارے جھگڑے جو جماعت کے اندر نجی طور پر پیدا ہوتے ہیں یا ایک دوسرے سے تعلقات میں پیدا ہوتے ہیں ان میں جھوٹ کے بعد سب سے بڑا دخل اس بات کا ہے کہ بعض لوگوں کو نرم خوئی کے ساتھ کلام کرنا نہیں آتا۔“

(خطبہ جمعہ 24 نومبر 1989ء)

سامعات! تیسرا بنیادی خُلق وسعت حوصلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ

(آل عمران:135)

غصہ دبا جانے والے اور لوگوں سے در گزر کرنے والے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ تو قطع تعلق رکھنے والے کے ساتھ تعلق قائم رکھے اور جو تجھے نہیں دیتا اُسے بھی دے اور جو تجھے بُرا بھلا کہتا ہے اس سے بھی در گزر کرے۔"

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 776)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"غصہ کو کھا لینا اور تلخ بات کو پی جانا نہایت درجہ کی جوانمردی ہے۔"

(شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 395-396)

آپؑ ایک اور موقع پر فرماتے ہیں:

"خدا تعالیٰ کی طرف سفر کرنا بھی ایک نہایت دقیق در دقیق راہ ہے اُسکے ساتھ طرح طرح کے مصائب اور دُکھ لگے ہیں لیکن اُنکی وسعتِ حوصلہ ہی ہے جو کمر ہمّت بندھاتی ہے اور کامیابیوں سے ہمکنار کرتی ہے۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعود جلد دوم صفحہ 27)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اس تیسرے خُلق کے متعلق فرماتے ہیں:

"تیسری چیز ہے وسعت حوصلہ۔ بچپن سے ہی سکھائیں کہ اگر تمہارا نقصان ہو گیا ہے تو گھبرانے کی ضرورت نہیں اپنا حوصلہ بلند رکھو اور حوصلے کی یہ تعلیم زبان سے نہیں اپنے عمل سے دیں... بعض دفعہ معمولی نقصان پر ماں باپ بچوں یا نوکروں پر برس پڑتے ہیں، گالیاں دیتے ہیں اور چپیڑیں مارتے ہیں ایسے ماں باپ بچوں میں حوصلے پیدا نہیں کر سکتے... وسیع حوصلگی جماعت کے لئے آئندہ بہت ہی کام آنے والی چیز ہے۔"

(خطبہ جمعہ 24 نومبر 1989ء)

گالیاں سُن کے دُعا دو پا کے دُکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

وسعتِ حوصلہ کا سب سے ارفع نظارہ چشم فلک نے تب دیکھا جب باوجود ہر قسم کے اختیار کے ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد ﷺ نے ان تمام کو جو آپؐ اور آپ کے اصحاب کے خون کے پیاسے تھے اور ہر قسم کے ایذاء دینے میں پیش پیش تھے لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُم کہہ کر معاف فرمادیا۔

پیاری بہنو! چوتھا بنیادی خُلق غریبوں کی ہمدردی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

قرآنِ شریف میں آیا ہے تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى (المائدہ:2) کمزور بھائیوں کا بار اٹھاؤ۔ عملی ایمانی اور مالی کمزوریوں میں بھی شریک ہو جاؤ۔ کوئی جماعت، جماعت نہیں ہو سکتی جب تک کمزوروں کو طاقت والے سہارا نہیں دیتے اور یہی صورت ہے کہ ان کی پردہ پوشی کی جاوے...... امیروں کا فرض ہے کہ وہ غریبوں کی مدد کریں ان کو فقیر اور ذلیل نہ سمجھیں، کیونکہ وہ بھی بھائی ہیں گو باپ جُدا جُدا ہوں مگر آخر تم سب کا روحانی باپ ایک ہی ہے اور وہ ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 263-265، ایڈیشن 1988ء)

حضرت مسیح موعودؑ نے ایک اور موقع پر فرمایا:

"غریبوں سے نرم ہو کر اور جُھک کر بات کرنا مقبولِ الٰہی ہونے کی علامت ہے۔"

(شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 395-396)

حضرت مسیح موعودؑ بیعت کی شرط نہم میں فرماتے ہیں:

"یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔"

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "ہمارے بڑے اصول دو ہیں۔ اوّل خدا کے ساتھ تعلق صاف رکھنا اور دوسرے اس کے بندوں کے ساتھ ہمدردی اور اخلاق سے پیش آنا۔"

(ذکر حبیب صفحہ 180)

نیز ایک دوسرے موقع پر فرمایا:

”نوعِ انسان پر شفقت اور اس سے ہمدردی کرنا بہت بڑی عبادت ہے اور للہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے یہ ایک زبردست ذریعہ ہے۔“

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 438)

بھلائی کر بدی سے باز آ پرہیز گاری کر
جو تجھ سے ہو سکے تو خلق کی خدمت گزاری کر

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اس چوتھے بنیادی خُلق کے متعلق فرماتے ہیں:

”جس کسی کی جتنی حاجت بھی آپ دور کر سکتے ہیں خود بھی کریں اور بچوں سے بھی کروائیں اور بچپن میں اگر اس کی عادت پڑ جائے تو اس کے نتیجے میں بچہ جو لذت محسوس کرتا ہے وہ اس کی نیکی کو دوام بخش دیتی ہے اور پھر بڑے ہو کر خدام الاحمدیہ میں جا کر یا لجنہ کی بڑی عمر کو پہنچ کر پھر ان تنظیموں کو ان میں محنت نہیں کرنی پڑے گی اور بنے بنائے با اخلاق افراد قوم کو میسر آئیں گے۔“

(خطبہ جمعہ 24 نومبر 1989ء)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

”دنیا میں دوسرے مسلمان بھی قربانیاں کرتے ہیں یا یہ کہنا چاہئے کہ دوسروں کے لئے اپنا مال خرچ کرتے ہیں، غریبوں کی مدد کرتے ہیں۔ لوگوں کی ہمدردی اور ان کی مدد کے لئے انہوں نے ادارے بھی کھولے ہوئے ہیں۔ عیسائیوں نے، یہودیوں نے اور دوسرے مذہب والوں نے بڑی بڑی تنظیمیں بنائی ہوئی ہیں جہاں وہ غریبوں کی مدد کرتے ہیں اور بہت کرتے ہیں۔ لیکن اس سب خدمت اور ہمدردی کے پیچھے وہ جذبہ نہیں ہے کہ خدا کی رضا حاصل کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اس لئے یہ سب خدمت کرنی ہے۔ عارضی طور پر متاثر ہو کر کسی چیریٹی میں مدد تو کر دیں گے۔ لیکن یہ جذبہ نہیں کہ اللہ کا حکم ہے اس لئے مدد کرنی ہے یا اللہ کے نام کو دنیا میں پھیلانے کے لئے خرچ کرنا ہے۔ اللہ کی مخلوق کی خدمت اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کرنی ہے۔“

(خطبہ جمعہ 3 نومبر 2006ء)

مرا مطلوب و مقصود و تمنّا خدمتِ خلق است
ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسمم ہمیں راہم

سامعات! پانچواں بنیادی خُلق مضبوط عزم وہمت ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:

فَاِذَا عَزَمۡتَ فَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُتَوَكِّلِيۡنَ (آل عمران:160)

پس جب تو (کوئی) فیصلہ کرلے تو پھر اللہ ہی پر توکل کر۔ یقیناً اللہ توکل کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد ﷺ عزم وہمت کے پیکر تھے۔ تبلیغ کا میدان ہو یا جنگ کا میدان کبھی آپ ﷺ کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی اور ہر ایک مشکل اور ہر ایک ظلم نہایت جانفشانی سے آپ نے برداشت کئے اور یہی اسوہ اپنی امت کے لئے آپؐ نے چھوڑا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اس پانچویں بنیادی خُلق کے متعلق فرماتے ہیں:

”آخر پر پانچویں بات...... جو میں نے چُنی ہے وہ مضبوط عزم وہمت ہے۔ مضبوط عزم اور ہمت اور نرم دلی اکٹھے رہ سکتے ہیں۔ اگر یہ اکٹھے نہ ہوں تو ایسا انسان کمزور تو ہوگا بااخلاق نہیں ہوگا۔ نرم دلی جب آپ پیدا کرتے ہیں تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ایسا نرم دل انسان اور ایسا نرم خُو انسان مشکلات کے وقت گھبرا جائے اور مصائب کا سامنا کرنے کی طاقت نہ پائے...... بچپن سے یہ خُلق پیدا کرنا چاہیے کہ ہم نے شکست نہیں کھانی۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ جو فقرہ ہے جو آپؑ کے اِس عظیم خُلق پر روشنی ڈالتا ہے کہ:

”میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں“

....پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وابستہ ہونے والوں میں ہرگز ناکامی کا خمیر نہیں ہونا چاہیے۔“

(خطبہ جمعہ 24نومبر 1989ء)

تری محبت میں میرے پیارے ہر اک مصیبت اُٹھائیں گے ہم
مگر نہ چھوڑیں گے تجھ کو ہرگز، نہ تیرے در سے جائیں گے ہم

پیاری بہنو! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وصیت اور آخری نصیحت آپ تک پہنچا کر مَیں اپنی گزارشات ختم کرتی ہوں۔

آپؑ فرماتے ہیں:

"میری تمام جماعت جو اس جگہ حاضر ہے یا اپنے مقامات پر بودوباش رکھتے ہیں۔ اس وصیت کو توجہ سے سنیں کہ وہ جو اس سلسلہ میں داخل ہو کر میرے ساتھ تعلق ارادت اور مریدی کا رکھتے ہیں اس سے غرض یہ ہے کہ تا وہ نیک چلنی اور نیک نیتی اور تقویٰ کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ جائیں اور کوئی فساد اور شرارت اور بد چلنی ان کے نزدیک نہ آسکے۔ وہ پنج وقتہ نماز باجماعت کے پابند ہوں۔ وہ جھوٹ نہ بولیں اور کسی کو زبان سے ایذا نہ دیں وہ کسی قسم کی بدکاری کے مرتکب نہ ہوں اور کسی شرارت اور ظلم اور فساد اور فتنہ کا خیال بھی دل میں نہ لائیں..... اور خدا تعالیٰ کے پاک دل اور بے شر اور غریب مزاج بندے ہو جائیں اور کوئی زہریلا خمیر ان کے وجود میں نہ رہے..... اور تمام انسانوں کی ہمدردی ان کا اصول ہو اور خدا تعالیٰ سے ڈریں اور اپنی زبانوں اور اپنے ہاتھوں اور اپنے دل کے خیالات کو ہر ایک ناپاک اور فساد انگیز طریقوں اور خیانتوں سے بچاویں۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 45-46)

حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خانؓ فرماتے ہیں:

"ایک روز غالباً وفات سے دو دن پہلے حضور علیہ السلام، خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کے ہاں کمرہ میں نماز ظہر و عصر ادا فرما کر تشریف فرما ہوئے۔ اُس وقت حضور علیہ السلام کے سامنے پندرہ بیس احباب تھے اور مَیں بھی حاضر تھا۔ اُس وقت حضور علیہ السلام نے کچھ باتیں اور نصیحتیں فرمائیں۔ اُن میں سے حضور علیہ السلام کے یہ الفاظ مجھے آج تک خود یاد ہیں کہ:

"جماعت احمدیہ کے لئے بہت فکر کا مقام ہے کیونکہ ایک طرف تو لاکھوں آدمی انہیں کافر کافر کہتے ہیں۔ دوسری طرف اگر یہ بھی خدا تعالیٰ کی نظر میں مومن نہ بنے تو ان کے لئے دوہرا گھاٹا ہے۔"

حضرت ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں:

''جہاں تک مجھے یاد ہے یہ حضور کی آخری نصیحت تھی جس کو میں نے اپنے کانوں سے سنا۔''

(الفضل 12/ نومبر 1959ء)

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ان بنیادی اخلاق کو نہ صرف اپنے اندر بلکہ اپنی اولاد میں بھی منتقل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



﴿75﴾ ﴿مشاہدات:86﴾

حصولِ علم اور اُس کی ترغیب و ذرائع

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۝ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ۝ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ (طٰہٰ:26-29)

اے میرے ربّ! میرا سینہ میرے لئے کشادہ کر دے۔ اور میرا معاملہ مجھ پر آسان کر دے۔ اور میری زبان کی گرہ کھول دے۔ تا کہ وہ میری بات سمجھ سکیں۔

سمجھے گا زمانہ تیری آنکھوں کے اشارے
دیکھیں گے تجھے دور سے گردوں کے ستارے

میری بہنو! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے۔ **"حصولِ علم اور اُس کی ترغیب و ذرائع"**

اسلام نے تحصیلِ علم کی طرف نہ صرف مسلمانوں کو بار بار تاکید کی ہے بلکہ اس کے گُر، طریق اور ذرائع بھی جا بجا بیان فرمائے ہیں بلکہ قرآن کریم نے علم کی بڑھوتری کے لئے رَبِّ زِدْنِی عِلْماً کی دُعا بھی سکھلائی ہے جس کے معنی ہیں: اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ کرتا رہ۔

آنحضور ﷺ کے روحانی فرزند حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے درج ذیل دو الہامی دعائیں بھی سکھلائی ہیں۔

1۔ رَبِّ اَرِنِي حَقَائِقَ الْاَشْيَاءِ (تذکرہ) کہ اے میرے رب! مجھے تمام قسم کے اشیاء کے حقائق عطا فرما۔

2۔ رَبِّ اَرِنِي اَنْوَارَكَ الْكُلِّيَّةَ (تذکرہ) کہ اے میرے رب! مجھے اپنے تمام انوار سکھلا دے۔

علم اور اُس کے حصول کی ترغیب کو اگر آنحضور ﷺ کی احادیث اور صحابہ رضوان اللہ علیہم کے اعمال اور سیرت کی روشنی میں دیکھیں تو وہ ایک بہت دلچسپ، ایمان افروز اور قابل تقلید نمونہ کی دعوت ہم سب کو دیتا ہوا دکھلائی دیتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنا سب گھر بار چھوڑ کر اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے درِ مبارک پر دُھونی رَما بیٹھے تھے اور آستانہ رسولؐ کے باہر بیٹھے رہتے اس خیال سے کہ

آنحضور ﷺ کے زبانِ مبارک سے کوئی فرمان اور حدیث بیان ہو اور وہ سننے سے رہ نہ جائے۔ جہاں آنحضور ﷺ جاتے آپ ابو ہریرہؓ آپؐ کے پیچھے ہو لیتے اور حضورؐ کے سنے ہوئے فرمان کو آگے صحابہ تک فوری پہنچاتے تا ہر شخص جس نے اپنے رسول ﷺ سے ایک روحانی تعلق قائم کیا ہے وہ سنتِ رسول ﷺ کا تابع ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؓ نے بہت تھوڑا عرصہ آنحضور ﷺ کی معیت میں گزارا جو کچھ سال کا تھا۔ مگر سب سے زیادہ روایتیں آپ سے ہی مروی ہیں اور یوں آپؓ اپنے آقا و مولیٰ حضرت رسول مقبول ﷺ کے اِس فرمان پر اوّلین عمل کرنے والوں اور دُعاؤں کے مستحق ٹھہرے۔

آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

سامعات! اللہ تعالیٰ اُس شخص کو ترو تازہ اور خوشحال رکھے جس نے ہم سے کوئی بات سُنی اور آگے اُسی طرح اُسے پہنچایا جس طرح اُس نے سنا تھا۔ کیونکہ بہت سے ایسے لوگ جن کو بات پہنچائی گئی ہے سُننے والوں سے زیادہ یاد رکھنے والے، سمجھ سے کام لینے والے ہوتے ہیں۔

(ترمذی کتاب العلم)

آنحضور ﷺ کے دور میں جب مدینہ آبادی کی وجہ سے پھیلنے لگا اور بعض صحابہؓ نے مدینہ کے گرد و نواح میں زمینیں خرید کر آباد کاری کی تو اِن سب کا مسجد نبوی میں نماز پر آنا مشکل ہو گیا تو اِن فدائی صحابہؓ نے ہر نماز پر اپنے نمائندوں کو مسجد میں آنحضور ﷺ کی اقتداء میں نمازیں پڑھنے اور فرمان رسولؐ سننے کے لئے مقرر فرمایا تھا تا وہ واپس آکر آنحضور ﷺ کے تازہ بتازہ فرمانوں کو سُن کر خود بھی عمل کر سکیں اور اپنے ساتھیوں کو بتا کر عمل کروا سکیں۔

آنحضور ﷺ کی وفات کے بعد جب مسلمان اور صحابہؓ دنیا بھر میں پھیلنے لگے تو وہ اپنے کانوں سے سماعت کی گئی احادیث کو بھی ساتھ لے گئے۔ اسلام کے چاروں اماموں اور فقہاء نے اصل روٹ تک پہنچنے اور جاننے کے لئے سینکڑوں میل کا سفر اونٹوں اور گھوڑوں پر کیا اور احادیث کو ہمارے لئے جمع فرمایا جو قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے ایک حقیقی علمی اور روحانی خزانہ ہے۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء فی الدنیا و الآخرہ۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ بہترین صدقہ یہ ہے کہ ایک مسلمان علم حاصل کرے پھر اپنے دوسرے مسلمان بھائی کو سکھائے (ابن ماجہ ثواب معلم الناس الخیر) ویسے بھی اپنے اُس

علم کو جو انسان اپنے پیچھے چھوڑ جائے اور لوگ اس پر عمل کریں صدقہ جاریہ قرار دیا جاتا ہے۔

(ابن ماجہ ثواب معلم الناس)

اپنی اس عمر کو اک نعمتِ عظمیٰ سمجھو
بعد میں تاکہ تمہیں شکوہ ایام نہ ہو
کام مشکل ہے بہت منزل مقصود ہے دُور
اے مِرے اہلِ وفا سست کبھی گام نہ ہو
گامزن ہو گے رہِ صدق وصَفا پر گر تم
کوئی مشکل نہ رہے گی جو سر انجام نہ ہو

ہمارے رسولِ مقبول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا کہ جب تمہارا ریاضُ الجنّہ (جنت کے باغوں) سے گزر ہو تو وہاں خوب چَرو۔ صحابہؓ نے عرض کی یارسول اللہ! ریاضُ الجنّہ سے کیا مراد ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ مجالسِ علمی، جن سے بھرپور استفادہ کیا کرو۔

سامعات! آج کے دور میں جماعتِ احمدیہ میں علمی مجالس کا احاطہ کیا جائے تو ایم ٹی اے کے ذریعہ خلیفہ وقت کے خطبات جمعہ سے علمی وروحانی فیوض وبرکات سے حصّہ لیناہے اور یہ دربار ہر ہفتہ ہم اہل ایمان کے لئے دنیا بھر میں سجایا جاتا ہے۔ پھر ورچوئل ملاقاتیں خواتین واحباب اور عہدیداران کی حضور اقدس سے ہوتی ہیں وہ ایم ٹی اے ہم تک پہنچاتا ہے اور ہم ان سے محظوظ ہوتے اور پھر اِن میں بیان ارشادات پر عمل کرنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ ایک بچی نے اِسی طرح کی ایک محفل میں حضور سے رمضان المبارک کی مناسبت سے یہ سوال کیا کہ حضور! افطاری وسحری میں کیا تناول فرماتے ہیں؟ تو حضور نے فرمایا کہ جو میں صبح ناشتہ میں روز کھاتا ہوں وہ مَیں سحری میں کھالیتا ہوں اور جو مَیں شام کو کھانا کھاتا ہوں وہ افطاری کے وقت کھالیتا ہوں ہاں سنت رسولؐ پر عمل کرتے ہوئے ایک کھجور سے روزہ کھول لیتا ہوں۔ مَیں دیگر لوازمات جو لوگ عموماً رمضان میں کرتے ہیں اُن سے مَیں پرہیز کرتا ہوں۔ جس سے انسان

سست بھی ہوتا اور عبادت میں بھی خلل آتا ہے۔ اس لئے ہم سب کو حصول علم کے لئے ایم ٹی اے جیسی عظیم نعمت سے بھرپور فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔

جماعتوں میں میٹنگز، اجلاسات اور اجتماعات بھی حصولِ علوم کا ذریعہ ہوتے ہیں کیونکہ یہ بھی ایک قسم کی علمی مجالس ہیں اِن سے بھی بھرپور استفادہ کرنا چاہیئے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ایک موقع پر دینی علوم کی تحصیل، انسانِ صادق کی صحبت کو بھی قرار دیا ہے۔

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 401)

پھر ایک موقع پر آنحضور ﷺ فرماتے ہیں کہ:۔ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ اور ایک اور روایت مُسْلِمَۃٌ کے الفاظ کے اضافہ کے ساتھ بھی آتی ہے کہ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ علم حاصل کرے۔

(ابن ماجہ باب فضل العلماء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام علومِ دینیہ کے حصول کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"مانا کہ طلب علم ہر مرد و عورت پر فرض ہے جیسا کہ حدیث طَلَبُ الْعِلمِ فَرِیضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسلِمٍ وَ مُسْلِمَۃٍ سے ظاہر ہے مگر اول علومِ دینیہ کا حصول فرض ہے جب بچے علومِ دینی سے پورے واقف ہو جاویں اور اِن کو اسلام کی حقیقت اور نور سے پوری اطلاع ہو جاوے تب اِن مروّجہ علوم کے پڑھانے کا کوئی ہرج نہیں"

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 393۔394 مطبوعہ لندن)

سامعات! ایک اور حدیث ہے جسے علماء و محدثین گو ضعیف حدیث سمجھتے ہیں مگر یہ حدیث معروف و مشہور ہے جس سے علم کے حاصل کرنے کی اہمیت اُجاگر ہوتی ہے کہ اُطْلُبُوا العِلْمَ وَلَوْبِالصِّیْن کہ علم حاصل کرو خواہ تمہیں چین تک جانے کے لئے مشکل ترین راستوں میں سے گزرنا پڑے۔ سرکارِ دوعالمؐ کے دَور میں بھی چین اپنی مختلف حدود کے ساتھ نہ صرف موجود تھا بلکہ اُس وقت بھی علم کی آماجگاہ تھا۔ اِس روایت میں حصولِ علم کی ترغیب اور اِس کی افادیت بتلانی مقصود ہے۔ کیونکہ عرب سے چین جانا ایک جان

جوکھوں کا کام تھا۔ راستے میں طویل و عریض صحرا کو عبور کرنا پڑتا تھا۔ جو سخت دُشوار ترین ہوتا تھا۔ پھر تعلیم حاصل کرنے کے لئے کوئی عمر کی بندش بھی نہیں۔ فرمایا کہ مَہد سے لے کر لَحَد تک علم حاصل کرو۔ اِس کے لئے سب سے عظیم، بڑی اور بابرکت درس گاہ تو قرآن کریم ہے۔ جس سے ہم تمام بڑوں، چھوٹوں، نوجوانوں، بچوں اور عورتوں، بچیوں کو یکساں طور پر بھرپور فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔ ہماری جماعت میں مختلف تراجم اور تفاسیر موجود ہیں۔ اِن میں سے جو بھی میسر ہو اُسے روزانہ کی بنیاد پر زیر مطالعہ رکھنا چاہیئے۔ یہ بھی علمی مجالس ہیں جن کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے۔ اب تو اللہ تعالیٰ نے یہ علمی اور روحانی فیوض ہمیں نیٹ کے ذریعہ بھی میسر کروا رکھے ہیں۔ انہیں download کر کے استفادہ کرنا چاہیئے۔ نوبل انعام یافتہ ڈاکٹر مکرم عبد السلام نے اپنی شہرہ آفاق Grand theory of Unification قرآن کریم سے ہی اخذ کی تھی۔ آج کل مادیت کے دور میں ہم میں سے بعض دنیوی علوم کو دینی علوم پر زیادہ ترجیح دیتے ہیں اور بچوں کو اعلیٰ تعلیم کے حصول کی ترغیب دلاتے ہیں اور اِس کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دیتے ہیں۔ جبکہ دُنیوی تعلیم کو اُس وقت زیادہ چمک مل جاتی ہے جب وہ دینی تعلیم کو ساتھ ملا لیتے ہیں۔ جس سے دنیا بھی سنور جاتی ہے اور دین بھی حتٰی کہ آنحضور ﷺ کی معیت بھی نصیب ہو جاتی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"سچا علم قرآنِ شریف سے ملتا ہے یہ نہ یونانیوں کے فلسفہ سے ملتا ہے نہ حال کے انگلستانی فلسفہ سے"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 348)

ایک دفعہ آنحضور ﷺ کے دربار میں دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا۔ جن میں ایک عابِد اور دوسرا عالم تھا۔ اِس پر حضورؐ نے فرمایا کہ عالم کی فضیلت عابِد پر ایسی ہی ہے جیسی چاند کی دوسرے ستاروں پر، علماء انبیاء کے وارث ہیں جن کا ورثہ علم و عرفان ہے جو شخص علم حاصل کرتا ہے وہ بہت بڑا نصیبہ اور خیرِ کثیر حاصل کرتا ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ، اس کے فرشتے، آسمانوں اور زمین پر رہنے والے حتیٰ کہ بِل میں چونٹیاں اور پانی میں مچھلیاں بھی اُس شخص کے لئے دعائیں کرتی ہیں جو لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دیتے ہیں۔

(ترمذی کتاب العلم)

سامعات ! علم اور صدقہ کے تعلق میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اچھا صدقہ یہ ہے کہ ایک مسلمان علم حاصل کرے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھائے۔ ایک اَور روایت میں ہے کہ انسان اپنی وفات کے بعد چھوڑا ہوا علم وہ صدقہ ہے جس پر اُس کے بعد والے عمل کرتے ہیں۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 208۔ 209)

اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا (فاطر:29) کہ بندوں میں سے علماء ہی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے مسجد میں دو قسم کے لوگوں کے حلقے دیکھے۔ ایک تلاوت اور دعاؤں میں مصروف تھے۔ دوسرے لوگ پڑھنے پڑھانے میں مشغول تھے۔ اِس منظر کو دیکھ کر آپؐ نے فرمایا۔ دونوں نیک کام کر رہے ہیں اور یہ فرماتے ہوئے آپؐ پڑھانے والوں میں جا بیٹھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مُعَلِّم اور اُستاد بنایا ہے۔

(ابن ماجہ باب فضل العلماء)

پھر ایک موقع پر فرمایا کہ یاد رکھو! علم کے بغیر عبادت میں کوئی بھلائی نہیں اور سمجھ کے بغیر علم کا دعویٰ درست نہیں اور تدبُّر و غور و فکر کے بغیر محض قرآت کا کچھ فائدہ نہیں۔

(سنن الدارمی)

جماعت احمدیہ کے پاس تو مسیح دوران حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کی کتب اور فرمودات (ملفوظات) اور خلفائے جماعت کی کتب اور خطبات و خطابات کا ایک عظیم نادر خزانہ موجود ہے۔ جو قرآنِ کریم اور احادیث کی لاجواب تشریح و تفسیر پر مشتمل ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرمودات اور ارشادات جو 10 جلدوں میں ملفوظات کے نام سے طبع شدہ ہیں اُن کا احاطہ کریں اور بغور مطالعہ کریں تو اِس سے جہاں علم میں اضافہ ہوتا ہے وہاں یہ مطالعہ ایمان و ایقان اور تقویٰ و طہارت میں بھی اضافہ کا موجب ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا علم تو خدائی اور الہامی تھا۔ اللہ تعالیٰ رہنمائی بھی کرتا رہا۔ آپ کے علم اور وُسعت مطالعہ کی داد دینے کو تو ہر وقت اور مسلسل دل کرتا رہتا ہے۔ مگر جس وقت آپ حافظ شِیرازی، مثنوی رومی، شیخ سعدی کے فارسی اشعار و مقولے بروقت، برمحل اور

برجستہ استعمال فرماتے ہیں۔ تذکرۃ الاولیاء کے واقعات اور مختلف مثالیں دے دے کر جب بات کو سمجھاتے ہیں تو آپؑ کے حق میں دعائیں نکلتی ہیں جس نے جماعت کو روحانی علم سے مالا مال کیا ہے۔

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے

اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

آپؑ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ

"اصل میں جو لوگ خدا کی طرف سے آتے ہیں ان کی خدمت میں دین سیکھنے کے واسطے جانا بھی اک طرح کا حج ہی ہے۔ حج بھی خدا تعالیٰ کے حکم کی پابندی ہی ہے اور ہم بھی تو اُس کے دین اور اُس کے گھر یعنی خانہ کعبہ کی حفاظت کے واسطے آئے ہیں۔"

(ملفوظات جلد4 چہارم صفحہ 258)

پس ہمیں روزانہ اِن کتب کی صحبت سے فائدہ اٹھانا چاہیئے اور چند صفحات مطالعہ کر کے اور اِس علم کو آگے پہنچا کر اُس مقام تک رسائی کی کوشش کرنی چاہیئے جہاں ہمیں بیان فرمودہ احادیث کی روشنی میں آنحضور ﷺ کی صحبت نصیب ہو۔

اور آنحضور ﷺ کی یہ دُعا حرز جان بنانی چاہیئے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا یَنْفَعُ

(مسلم کتاب الذکر والدعاء)

کہ اے اللہ! مَیں اُس علم سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو مجھے فائدہ نہ دے۔ آمین

ہر علم سے حاصل کرو عرفان الٰہی

بڑھتا رہے ایمان خدا حافظ و ناصر

سامعات! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

" آج یہ ذمہ داری ہم احمدیوں پر سب سے زیادہ ہے کہ علم کے حصول کی خاطر زیادہ سے زیادہ محنت کریں، زیادہ سے زیادہ کوشش کریں۔ کیونکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی قرآن کریم کے علوم و معارف دیئے گئے ہیں اور آپؑ کے ماننے والوں کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ مَیں انہیں علم و معرفت اور دلائل عطا کروں گا۔ تو اس کے لئے کوشش اور علم حاصل کرنے کا شوق اور دعا کہ

اے میرے اللہ! اے میرے رب! میرے علم کو بڑھا، بہت ضروری ہے۔ گھر بیٹھے یہ سب علوم و معارف نہیں مل جائیں گے اور پھر اس کے لئے کوئی عمر کی شرط بھی نہیں ہے۔ تو سب سے پہلے تو قرآن کریم کا علم حاصل کرنے کے لئے، دینی علم حاصل کرنے کے لئے ہمیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو بے بہا خزانے مہیا فرمائے ہیں ان کو دیکھنا ہو گا۔ ان کی طرف رجوع کریں، ان کو پڑھیں کیونکہ آپؑ نے ہمیں ہماری سوچوں کے لئے راستے دکھا دیئے ہیں۔ اِن پر چل کر ہم دینی علم میں اور قرآن کے علم میں ترقی کر سکتے ہیں اور پھر اسی قرآنی علم سے دنیاوی علم اور تحقیق کے بھی راستے کھل جاتے ہیں۔ اس لئے جماعت کے اندر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب پڑھنے کا شوق اور اس سے فائدہ اٹھانے کا شوق نوجوانوں میں بھی اپنی دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ ہونا چاہئے۔ بلکہ جو تحقیق کرنے والے ہیں، بہت سارے طالب علم مختلف موضوعات پر ریسرچ کر رہے ہوتے ہیں، وہ جب اپنے دنیاوی علم کو اس دینی علم اور قرآن کریم کے علم کے ساتھ ملائیں گے تو نئے راستے بھی متعین ہوں گے، ان کو مختلف نہج پر کام کرنے کے مواقع بھی میسر آئیں گے جو اُن کے دنیادار پروفیسر ان کو شاید نہ سکھا سکیں۔ اسی طرح جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ بڑی عمر کے لوگوں کو بھی یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ عمر بڑی ہو گئی اب ہم علم حاصل نہیں کر سکتے۔ ان کو بھی اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔“

(خطبہ جمعہ 18 جون 2004ء)

ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جو شخص اپنے اندر تَفَقُّہ فِی الدِّین پیدا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس تمام کاموں کا خود مُتکفّل ہو جاتا ہے اور اُس کے لئے ایسی ایسی جگہوں سے رزق کے سامان مہیّا کرتا ہے کہ جس کا اُسے وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 206)

میری پیاری بہنو! حصول علم کا ایک لازمی جز علم کو یاد رکھنا بھی ہے۔ اب مَیں اپنی تقریر حضرت امام شافعیؒ کے چند اشعار پر ختم کرتی ہوں۔ ان اشعار میں ذکر ہے کہ آپؒ نے اپنے استاد امام وکیعؒ سے عرض کی مجھے یاد کی ہوئی چیزیں بھول جاتی ہیں۔ آپ کے استاد نے آپ کو نہایت پیاری نصیحت کی کہ تم گناہ چھوڑ دو۔ علم اللہ کا نور ہے اور اللہ اپنا نور گناہ گار کو عطا نہیں کرتا۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

شَكَوْتُ إِلٰى وَكِيْعٍ سُوْءَ حِفْظِيْ
فَأَوْصَانِيْ إِلٰى تَرْكِ الْمَعَاصِيْ
فَإِنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ مِنْ إِلٰهٍ
وَ نُوْرَ اللّٰهِ لَا يُعْطٰى لِعَاصٍ



﴿76﴾ ﴿مشاہدات:87﴾

خدا داری چہ غم داری

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (البقرہ:116)

اور اللہ ہی کا ہے مشرق بھی اور مغرب بھی۔ پس جس طرف بھی تم منہ پھیرو وہیں خدا کا جلوہ پاؤ گے۔ یقیناً اللہ بہت وُسعتیں عطا کرنے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

دیکھتا ہوں اپنے دِل کو عرشِ ربُّ العالمیں
قرب اتنا بڑھ گیا جس سے ہے اُترا مجھ میں یار
لوگ کچھ باتیں کریں میری تو باتیں اَور ہیں
مَیں فدائے یار ہوں گو تیغ کھینچے صد ہزار
سر سے میرے پاؤں تک وہ یار مجھ میں ہے نہاں
اے مرے بدخواہ! کرنا ہوش کر کے مجھ پہ وار

معزز بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **خدا داری چہ غم داری**

میری پیاری بہنو! یہ ایک فارسی زبان کی مشہور ضرب المثل ہے۔ جس کے معانی ہیں جب خدا تیرا ہے تو تجھے کیا غم ہے؟ اس مصرعہ کو ایک مشہور شاعر ابو المعالی میرزا عبد القادر المعروف بیدل دہلوی نے اپنی درج ذیل ایک رباعی کے آخری حصہ میں بیان کیا ہے جو آہستہ آہستہ ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گیا۔

چِرَا خُوْد رَا اَسِیْرِ غَمْ زِ فِکْرِ بِیْشْ کَمْ دَارِیْ
کِہْ نَگُذَارَدْ تُرَا مُحْتَاجْ اِیْزَدْ تَا کِہْ دَمْ دَارِیْ

مَشَوْ بِیْ دَسْت پَا اَزْ مُفْلِسِیْ و بِیْ کَسِی هَرْ گِزْ
مَگَرْ نَشَنِیْدِهْ اِیْ بیدل خُدْا دَارِیْ چِیْ غَمْ دَارِیْ

ترجمہ:

جب تک تیرے دم میں دم ہے خدا تعالیٰ تجھے محتاج نہیں کرے گا۔ پھر کیوں تو نے غم اور پریشانی کی وجہ سے اپنی جان کو گھٹالیا ہے۔

مفلسی اور بے کسی کی وجہ سے اپنے آپ کو بے دست وپا نہ بنا۔ اے بیدل! کیا تو نے نہیں سنا کہ جب خدا تیرا ہے تو تجھے کیا غم ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اِس ضرب المثل کو مختلف جگہوں میں استعمال فرمایا ہے۔ آپ ایک جگہ فرماتے ہیں:

”قرآن کو چھوڑ کر کامیابی ایک ناممکن اور محال امر ہے اور ایسی کامیابی ایک خیالی امر ہے۔ جس کی تلاش میں یہ لوگ لگے ہوئے ہیں۔ صحابہ کے نمونوں کو اپنے سامنے رکھو۔ دیکھو! انہوں نے جب پیغمبر خدا ﷺ کی پیروی کی اور دین کو دنیا پر مقدم کیا۔ تو وہ سب وعدے جو اللہ تعالیٰ نے اُن سے کئے تھے۔ پورے ہو گئے۔ ابتدا میں مخالف ہنسی کرتے تھے کہ باہر آزادی سے نکل نہیں سکتے اور بادشاہی کے دعوے کرتے ہیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں گم ہو کر وہ پایا جو صدیوں سے ان کے حصے میں نہ آیا تھا۔ وہ قرآن کریم اور رسول کریم ﷺ سے محبت کرتے اور اُن ہی کی اطاعت اور پیروی میں دن رات کوشاں تھے۔ اِن لوگوں کی پیروی کسی رسم و رواج تک میں بھی نہ کرتے تھے، جن کو کفار کہتے تھے۔ جب تک اسلام اِس حالت میں رہا وہ زمانہ اقبال اور عروج کا رہا۔ اس میں سِرّ یہ تھا۔

خدا داری چہ غم داری

مسلمانوں کی فتوحات اور کامیابیوں کی کلید بھی ایمان تھا۔ صلاح الدین کے مقابلہ پر کس قدر ہجوم ہوا تھا۔ لیکن آخر اِس پر کوئی قابو نہ پا سکا۔ اِس کی نیت اسلام کی خدمت تھی۔ غرض ایک مدت تک ایسا ہی رہا۔ جب بادشاہوں نے فسق وفجور اختیار کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کا غضب ٹوٹ پڑا اور رفتہ رفتہ ایسا زوال آیا۔ جس کو اب تم دیکھ رہے ہو۔ اب اِس مرض کی جو تشخیص کی جاتی ہے۔ ہم اِس کے مخالف ہیں۔ ہمارے نزدیک اِس تشخیص پر جو علاج کیا جاوے گا۔ وہ زیادہ خطرناک اور مضر ثابت ہو گا۔ جب تک مسلمانوں کا

رجوع قرآن شریف کی طرف نہ ہوگا۔ اِن میں وہ ایمان پیدا نہ ہوگا۔ یہ تندرست نہ ہوں گے۔ عزت اور عروج اُسی راہ سے آئے گا۔ جس راہ سے پہلے آیا۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 157-158 ایڈیشن 1984ء)

معزز بہنو! حضرت ابو طالب کی وفات کے بعد آنحضور ﷺ اہل طائف کو دعوتِ اسلام دینے کے لئے طائف تشریف لے گئے، اُن کے انکار پر آپؐ نے ایک درخت تلے دو نفل ادا کئے اور عربی زبان میں ایک لمبی دُعا کی جو کتب احادیث میں سفر طائف کے دوران اللہ تعالیٰ سے آہ وزاری کے نام سے درج ہے۔ اِس دُعا میں حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حضور التجا کی کہ

"اے اللہ! مَیں اپنی کمزوری اور ناتوانی، قِلّتِ حیلہ اور لوگوں میں رسوا ہونے کی تجھ سے شکایت کرتا ہوں۔ اے رحیم خدا! کیا تو مجھے ایسے دشمن کے سپرد کر دے گا جو مجھے تباہ کر دے یا کسی ایسے قریبی کے سپرد کرے گا جو میرے معاملہ میں کلی اختیار دے دے۔" اس کے بعد آنحضور ﷺ نے یہ دعا کی۔

اِنْ لَمْ تَكُنْ غَضْبَانَ عَلَيَّ فَلَا أُبَالِيْ، غَيْرَ اَنَّ عَافِيَتَكَ اَوْسَعُ لِيْ

(کتاب الدعا للطبرانی باب الدعا عند الکرب والشدائد نمبر 1036)

کہ خیر! اگر تو مجھ سے ناراض نہیں تو مجھے بھی کسی کی کوئی پرواہ نہیں۔ ہاں تیری وسیع تر عافیت کا مَیں ضرور طلبگار ہوں۔

ایک مومن کا یہی عروج ہے کہ اگر خدا راضی ہے تو مومن کو کسی کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔

اُلُوهِيَّتْ، رَبُوبِيَّتْ، رَحِيْمِيَّتْ یہ کہتی ہیں

"خدا داری چہ غم داری خدا داری چہ غم داری"

آنحضور ﷺ نے ہجرت کے سفر کے دوران جب غارِ ثور میں پناہ لی اور دشمنوں کی ایماء پر کھوجی آپؐ کا سراغ لگاتے غارِ ثور کے دھانے پر آن پہنچے تو آپؐ کے ساتھی حضرت ابو بکرؓ گھبرا گئے تب آنحضور ﷺ نے فرمایا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا کہ اے ابو بکرؓ! غمگین نہ ہو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

معزز بہنو! آنحضور ﷺ کی تمام زندگی اِس طرح کے واقعات سے بھری پڑی ہے آپؐ صرف اور صرف اللہ سے محبت کرتے تھے۔ آپؐ گھر میں اپنی بیگمات کے ساتھ محو گفتگو ہوتے جونہی اذان ہو جاتی تو آپ یوں اپنے اہل سے الگ ہو جاتے جیسے اُنہیں جانتے ہی نہ ہوں۔ یہ حضورؐ کی بیگمات کی گواہی ہے۔

آپؐ حضرت داؤد علیہ السلام کی ایک دُعا کو بہت پسند فرمایا کرتے تھے اور اکثر دہراتے تھے، جو یوں ہے:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَالْعَمَلَ الَّذِي يُبَلِّغُنِي حُبَّكَ اللَّهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي وَأَهْلِي وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ

(ترمذی ابواب الدعوات عن رسول اللہ۔ باب دعا اللھم انی اسئلك۔ حدیث نمبر 3490)

ترجمہ:

اے میرے اللہ! مَیں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں اور اُن لوگوں کی محبت جو تجھ سے پیار کرتے ہیں اور اُس کام کی محبت جو مجھے تیری محبت تک پہنچادے۔ اے میرے اللہ! تیری محبت مجھے اپنی جان، میرے اہل وعیال اور ٹھنڈے شیریں پانی سے بھی زیادہ پیاری اور اچھی لگے۔

یہ دعا اتنی جامع دُعا ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ یہ دُعا باقی تمام دعاؤں پر حاوی ہے تو بے جانہ ہوگا کیونکہ جس کو اپنے پروردگار کی محبت مل جائے تو اس کی تمام حاجتوں اور ضرورتوں کا وہ خود کفیل ہو جاتا ہے۔ اور حُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ میں ہر وہ بزرگ، نبی، ولی، خلیفہ اور خاندان میں ہر وہ پیار اوجود آجاتا ہے جو اللہ سے پیار و محبت کرتا ہے۔ اِس دُعا سے آنحضور ﷺ کی محبت نصیب ہوتی ہے۔ جس کے متعلق کہا گیا کہ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران:32) کہ اگر تم اللہ سے محبت کے دعویدار ہو تو میری (محمدؐ) کی پیروی کرو تب اللہ بھی تم سے پیار کرے گا۔

اگر ہر بال ہو جائے سخن ور
تو پھر بھی شکر ہے امکاں سے باہر

ایک بدّو نے آنحضور ﷺ کے پاس آکر قیامت کے متعلق دریافت فرمایا۔ آنحضور ﷺ نے اُس سے پوچھا کہ تم نے اس کے متعلق تیاری کیا کی ہے؟ بدّو نے کہا کہ اُحِبُّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ کہ صرف اللہ اور اس

کے رسولؐ کے ساتھ محبت کرتا ہوں۔ فرمایا اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ اور ایک روایت میں اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ کے الفاظ آتے ہیں کہ تجھے اُن کا ساتھ نصیب ہو گا جن سے تجھے محبت ہے۔

(بخاری کتاب الادب باب علامۃ حب اللہ عزّوجلّ حدیث نمبر 6171)

تجھے دنیا میں ہے کس نے پکارا
کہ پھر خالی گیا قسمت کا مارا
کہ جس کا تُو ہی ہے سب سے پیارا
تو پھر ہے کس قدر اس کا سہارا

معزز بہنو! حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اُس قادر اور سچے اور کامل خدا کو ہماری روح اور ہمارا ذرّہ ذرّہ وجود کا سجدہ کرتا ہے جس کے ہاتھ سے ہر ایک روح اور ہر ایک ذرّہ مخلوقات کا مع اپنی تمام قویٰ کے ظہور پذیر ہوا اور جس کے وجود سے ہر ایک وجود قائم ہے اور کوئی چیز نہ اُس کے علم سے باہر ہے اور نہ اُس کے تصرف سے نہ اُس کی خَلق سے اور ہزاروں درود اور سلام اور رحمتیں اور برکتیں اُس پاک نبی محمد مصطفی ﷺ پر نازل ہوں جس کے ذریعہ سے ہم نے وہ زندہ خدا پایا جو آپ کلام کر کے اپنی ہستی کا آپ ہمیں نشان دیتا ہے اور آپ فوق العادت نشان دکھلا کر اپنی قدیم اور کامل طاقتوں اور قوتوں کا ہم کو چمکنے والا چہرہ دکھاتا ہے سو ہم نے ایسے رسول کو پایا جس نے خدا کو ہمیں دکھلایا اور ایسے خدا کو پایا جس نے اپنی کامل طاقت سے ہر ایک چیز کو بنایا اس کی قدرت کیا ہی عظمت اپنے اندر رکھتی ہے جس کے بغیر کسی چیز نے نقش وجود نہیں پکڑا اور جس کے سہارے کے بغیر کوئی چیز قائم نہیں رہ سکتی۔ وہ ہمارا سچا خدا بیشمار برکتوں والا ہے اور بیشمار قدرتوں والا اور بیشمار حسن والا اور بے شمار احسان والا اُس کے سوا کوئی اور خدا نہیں۔"

(نسیم دعوت، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 363)

میری بہنو! اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں مومنوں کی علامت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (البقرہ:166) یعنی مومنوں کے دلوں میں خدا کی محبت دوسری محبتوں پر غالب ہوتی ہے۔

اب اِس معیار پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پرکھتے ہیں۔ مولوی کرم دین صاحب کے مقدمہ میں ہندو مجسٹریٹ کے متعلق حضورؑ کو اطلاع ملی کہ وہ آپؑ کو قید کرنے کا ارداہ رکھتا ہے تو آپؑ ناسازئ طبع کی وجہ سے لیٹے ہوئے تھے یہ الفاظ سُن کر جوش کے ساتھ اُٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ

"وہ خدا کے شیر پر ہاتھ ڈال کر تو دیکھے۔"

آپؑ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

جو خدا کا ہے اُسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اَے روبۂ زار و نزار
سر سے میرے پاؤں تک وہ یار مجھ میں ہے نہاں
اے مرے بدخواہ! کرنا ہوش کر کے مجھ پہ وار

نثر میں آپؑ نے اس مضمون کو یوں ادا کیا ہے:

"یادرکھو! جو مجھ سے مقابلہ کرتا ہے وہ مجھ سے نہیں بلکہ اُس سے مقابلہ کرتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔"

(ملفوظات جلد دہم صفحہ 425 ایڈیشن 1984ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً یہ مضمون سمجھایا کہ "پر خدا کا رحم ہے کوئی بھی اس سے ڈر نہیں"

(بدر 11 مئی 1905ء، بحوالہ تذکرہ 1905ء)

آنحضور ﷺ کے روحانی فرزند حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام بھی سنتِ رسولؐ کی پیروی میں اپنے پروردگار اللہ تعالیٰ سے لازوال اور مثالی محبت اور پیار رکھتے تھے۔ اسی محبت اور پیار کے عوض اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر غم سے الگ رکھا۔

آپؑ کو والد محترم کی وفات کی خبر سے جب معاملاتِ زندگی کے متعلق فکر لاحق ہوئی تو اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ کے پیغام کے ساتھ نہ صرف آپؑ کو تسلی دی بلکہ آپ کے توسط سے تمام جماعت کو غم و ہم سے نجات کی خوشخبری دی۔

اللہ تعالیٰ نے طاعون کے دوران آپؑ کو الہاماً تسلی دی۔ اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ (کشتی نوح)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اِس الہام پر اِس حد تک یقین تھا کہ مورخہ 4 مئی 1904ء کو مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے مینیجر و ایڈیٹر رسالہ ریویو آف ریلیجنز کی طبیعت علیل ہوگئی اور دردِ سر اور بخار کے عوارض دیکھ کر مولوی صاحب کو شبہ گزرا کہ شاید طاعون کے آثار ہیں۔ جب اِس بات کی خبر حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہوئی تو آپ فوراً مولوی صاحب کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے دار میں ہو کر اگر آپ کو طاعون ہو تو پھر اِنِّیْٓ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ الہام اور یہ سب کاروبار گویا عبث ٹھہرا۔ آپ نے نبض دیکھ کر اُن کو یقین دلایا کہ ہرگز بخار نہیں ہے۔ پھر تھرمامیٹر لگا کر دکھایا کہ پارہ اِس حد تک نہیں ہے جس سے بخار کا شبہ ہو اور فرمایا کہ میرا تو خدا کی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ اس کی کتابوں پر ہے۔

(البدر جلد 3 نمبر 18۔19۔ مؤرخہ 8۔16 مئی 1904ء)

نیز فرمایا:

”اِن (طاعون کے) دنوں ایک دفعہ میری بغل میں ایک گلٹی نکل آئی۔ مَیں نے اِسے مخاطب ہو کر کہا کہ تو کون ہے؟ جو مجھے ضرر دے سکے اور خدا کے وعدہ کو ٹال سکے؟ تھوڑے عرصہ میں وہ خود بخود ہی بیٹھ گئی۔“

سامعات! حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”تمہارے لیے ممکن نہیں کہ مال سے بھی محبت کرو اور خدا سے بھی۔ صرف ایک سے محبت کر سکتے ہو۔ پس خوش قسمت وہ شخص ہے کہ خدا سے محبت کرے اور اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبت کر کے اِس کی راہ میں مال خرچ کرے گا تو مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اِس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی۔ کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے۔ پس جو شخص خدا کے لیے بعض حصہ مال کا چھوڑتا ہے وہ ضرور اِسے پائے گا لیکن جو شخص مال سے محبت کر کے خدا کی راہ میں وہ خدمت بجا نہیں لاتا جو بجالانی چاہیے تو وہ ضرور اِس مال کو کھوئے گا۔“

(مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 497)

پس ہم میں سے ہر ایک کا اپنے اللہ سے ایسا تعلق ہونا چاہیے کہ ہمیں یقین کامل ہو جائے کہ خدا ہمارا ہے پھر ہمیں کسی کا کیا غم ہے۔ جماعتِ احمدیہ کی مخالفتوں کے دنوں میں بھی ہمیں اپنے خالق پروردگار سے عشق

کی حد تک پیار و محبت کی پینگیں بڑھانی چاہئیں جیسا کہ ہمارے پیارے امام اپنے خطبات میں ہمیں اِس طرف توجہ دلا رہے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اس حد تک پیار کرنے والے ہوں کہ خدا ہمارا ہی ہو کر رہ جائے۔

سامعات! آپؑ اِس مضمون کو اپنے اللہ کی طرف پرواز کے حوالے سے یوں بیان کرتے ہیں فرمایا:

”مَیں اِن نشانوں کو شمار نہیں کر سکتا جو مجھے معلوم ہیں۔ میں تجھے پہچانتا ہوں کہ تُو ہی میرا خدا ہے اس لیے میری روح تیرے نام سے ایسی اچھلتی ہے جیسا کہ شِیر خوار بچہ ماں کے دیکھنے سے لیکن اکثر لوگوں نے مجھے نہیں پہچانا اور نہ قبول کیا۔“

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 511)

پھر فرماتے ہیں:

”دیکھ! میری روح نہایت توکّل کے ساتھ تیری طرف ایسے پرواز کر رہی ہے جیسا کہ پرندہ اپنے آشیانہ کی طرف آتا ہے سو مَیں تیری قدرت کے نشان کا خواہشمند ہوں لیکن نہ اپنے لیے اور نہ اپنی عزت کے لیے بلکہ اِس لیے کہ لوگ تجھے پہچانیں اور تیری پاک راہوں کو اختیار کریں۔“

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 511)

بہنو! میں آج کی گزارشات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس اقتباس پر ختم کرتی ہوں۔

آپؑ فرماتے ہیں:

”کیا ہی بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک یہ نہیں پتہ کہ اُس کا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اُس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اُس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل کریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ **اے محرومو! اِس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔** مَیں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو

دلوں میں بٹھادوں۔ کس دَف سے مَیں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کے لیے لوگوں کے کان کھلیں۔"

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 21-22)

واحِد ہے لاشریک ہے اور لازوال ہے
سب موت کا شکار ہیں اُس کو فنا نہیں
سب خیر ہے اسی میں کہ اس سے لگاؤ دِل
ڈھونڈو اسی کو یارو! بتوں میں وفا نہیں



﴾77﴿ ﴾مشاہدات:88﴿

اے میرے درختِ وجود کی سر سبز شاخو!

اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ۔ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا (ابراہیم:25-26)

ترجمہ: اس کی جڑ مضبوطی سے پیوستہ ہے اور اس کی چوٹی آسمان میں ہے۔ وہ ہر گھڑی اپنے ربّ کے حکم سے اپنا پھل دیتا ہے۔

آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **اے میرے درختِ وجود کی سر سبز شاخو!**

بہنو! ہر نبی اور رسول اپنی آمد پر اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت سے ایک روحانی باغ لگاتا ہے۔ جس میں نبی کی قوت قدسیہ سے سر سبز، لہلہاتے، خوشبودار پھول اور پھل دار پودے لگتے ہیں۔ نبی اِن درختوں کی آبیاری اور دیکھ بھال کرتا ہے اور اِن پودوں سے آگے مزید بچے (پودے) پیدا ہوتے جاتے ہیں اور وہ باغ صرف گھنا ہی نہیں ہوتا بلکہ ان ننھے مُنے درختوں اور پودوں سے آگے نئی سے نئی نرسریاں اور باغیچے بنتے چلے جاتے ہیں۔ اسلام کا باغ جو آنحضور ﷺ نے لگایا۔ آج ساری دنیا کی فضا اُس کی مہک اور خوشبو سے نہ صرف معطر ہو رہی ہے بلکہ اُس کے پھلوں سے مستفیض بھی ہو رہی ہے۔

باغِ اسلام کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت سے لگایا اور آج اِس کے پانچویں خلیفہ اِسے روحانی پانی سے سینچ رہے ہیں اور آج کروڑوں لوگ اِس درخت کے سایہ تلے آرام حاصل کر رہے ہیں۔ سُکھ کا سانس لے رہے ہیں۔ اِسی درخت کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے احباب جماعت کو مخاطب ہو کر فرمایا تھا:

اے میرے درختِ وجود کی سر سبز شاخو!

اِس میں احباب کو مخاطب ہو کر حضورؑ نے جو الفاظ استعمال فرمائے ہیں اُن میں دو الفاظ قابل غور اور قابل توجہ ہیں اور وہ ہیں "درختِ وجود" اور "سر سبز شاخیں۔" حضور علیہ السلام نے اپنے وجود کو "درخت" اور ماننے والوں کو "سر سبز شاخیں" کہا ہے۔ اس میں بنیادی سبق یہ ہے کہ درخت اگر زندہ ہو تو شاخیں بھی

سرسبز رہتی ہیں اور سرسبز شاخیں ہوں تو درخت بھی اپنی زندگی کا خود ثبوت دیتا ہے۔ یہ درخت وہی ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ ابراہیم آیت اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۝ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا میں فرمایا ہے۔ جس کی جڑیں زمین میں پیوست ہیں۔ شاخیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں اور وہ لذیذ و شیریں پھل سارا سال مہیا کرتا رہتا ہے۔

بہنو! ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھوں لگایا گیا درخت الموسوم جماعت احمدیہ 134 سالوں کے قلیل ترین عرصہ میں جو قوموں کی زندگی میں آنکھ جھپکنے کے برابر بھی نہیں ہوتا ایک تناور درخت بن گیا ہے۔ جڑیں زمین پر اِس قدر مضبوط ہو چکی ہیں کہ دشمن اور معاندین کی سر توڑ کوششوں اور مخالفتوں کے باوجود یہ درخت نہیں ہلایا جا سکا۔ اِس کی شاخیں جہاں 220 سے زائد ممالک میں پھیل چکی ہیں وہاں اِس کے پھل کبھی 80 سے زائد زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کی صورت میں نظر آتا ہے۔ کبھی ایم ٹی اے کے ذریعہ دنیا بھر میں تبلیغِ اسلام کی صورت میں ملتا ہے اور کبھی 75 سے زائد ممالک میں جلسہ ہائے سالانہ میں نعرہ ہائے تکبیر بلند ہونے کی صورت میں ملتا نظر آتا ہے۔ کبھی ہر گاؤں میں مسجد تعمیر کرنے کے عزم لئے فدائیان احمدیت کے دلوں میں قربانیوں کے جذبہ میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ کہیں مبلغین سلسلہ کی قربانیوں کی صورت میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ الغرض اِس درختِ وجود کی سرسبز شاخیں پھلتی پھولتی، نئی نئی کونپلیں نکالتی، پھل پھول دیتی اور اپنی خوشبو اور مہک سے ساری دنیا کو معطر کرتی نظر آتی ہیں اور یہ نہ رکنے والا سلسلہ بڑی تیزی سے اپنے سفر کو جاری و ساری رکھے ہوئے ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ سرسبز شاخو میں بہت حکمت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس جگہ ''ٹہنی'' کے الفاظ استعمال نہیں فرمائے کیونکہ ٹہنی خشک ہوتی ہے۔ اس کے اندر زندگی نہیں ہوتی۔ نہ وہ درخت سے غذا لے سکتی ہے اور نہ آگے دوسروں کو غذا دے سکتی ہے۔ ذرا اُسے موڑنے لگیں تو ٹوٹ جاتی ہے جبکہ شاخ کی خصوصیات یہ ہیں۔ جس کو ایک شاعر نے اِن الفاظ میں بیان کیا ہے۔

ملّت کے ساتھ رابطہ اُستوار رکھ
پیوستہ رہ شجر سے اُمیدِ بہار رکھ

بہنو! آپ کی سہولت کے لئے ایک مومن کو شاخ اور درخت سے نسبت دینے کی حکمت کے حوالے سے درج ذیل معلومات پیش ہیں:

1۔ شاخ اپنے درخت سے غذا لیتی ہے۔ اسی طرح ایک احمدی خلافت کے پلیٹ فارم سے زندہ تعلق رکھ کر اُس سے روحانی غذا لیتا رہتا ہے۔

2۔ شاخ Flexible ہوتی ہے۔ جب چاہیں اس کو مولڈ (Mold) کر لیں۔ موڑ لیں۔ اِس کے اندر اکڑاؤ نہیں ہوتا۔ اِسی طرح ایک احمدی مومن اپنے آپ کو ہمیشہ دربار خلافت سے آنے والی آواز پر لبیک کہتے ہوئے موڑ لیتا ہے۔ اِس کی طبیعت بھی Flexible ہوتی ہے۔

3۔ شاخ پر پھل یا پھول لگتے ہیں جو معاشرے میں بسنے والے لوگوں کے لئے خوشی کے مواقع فراہم کرتی ہے اور لوگ اِس پھل سے حظ اُٹھاتے ہیں۔ بعینہٖ ایک مومن کو پھل لگتے رہتے ہیں اور اِس پھل سے ماحول اور معاشرہ میں بسنے والے دوسرے مومن محظوظ ہوتے ہیں۔

4۔ پھل پھول تازہ شاخ کو ہی لگتے ہیں خشک ٹہنی کو نہیں لگا کرتے۔ ایک مومن بھی تازہ بتازہ پھلوں سے لدا رہتا ہے۔

5۔ شاخ پر جب پھل لگتا ہے تو وہ شاخ جُھک جاتی ہے۔ اِسی طرح مومن جب پھلدار یعنی اخلاق حسنہ سے متصف ہوتا ہے تو اُسے جُھک جانا چاہئے۔ یہی شکر خداوندی کا ایک درست انداز ہے۔

6۔ شاخ میں بڑھنے کی خاصیت ہے اس کی ترقی ایک جگہ رکی نہیں رہتی۔ اِسی طرح ایک مومن کا قدم نیکی اور تقویٰ میں آگے بڑھتا رہتا ہے۔

7۔ شاخ جب ہری بھری اور پھلدار ہوتی ہے تو وہ خوبصورت نظر آتی ہے اور دوسروں کو بھی بھلی لگتی ہے۔ بعینہٖ ایک مومن جب پھلدار ہوتا ہے تو وہ خود بھی خوبصورت نظر آتا ہے اور دوسروں کو بھی اپنے اعمالِ حسنہ سے خوشی کا پیغام دے رہا ہوتا ہے۔

پس ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم میں سے ہر ایک مومن اپنے آپ کو خلافت کے درخت کی سرسبز شاخ سمجھے اور خلافت سے فیض اور برکات حاصل کرتا رہے۔

صد رنگ ہیں پھول اس میں چشمے ہیں گھنا سایہ
جنت کے مشابہ ہے گلزار خلافت کا

میری بہنو! جیسا کہ میں بیان کر آیا/ آئی ہوں کہ اسلام ایک سرسبز و شاداب اور پھولوں پھلوں سے لدا ہوا خوبصورت اور حسین و جمیل باغ ہے، جس کے باغبان سیّدنا وامامنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ اِس باغ کو اللہ تعالیٰ کی رہنمائی میں آنحضور ﷺ نے اپنے وفادار و مخلص صحابہ کی مدد و تعاون سے سینچا اور بعد میں اصفیاء، صلحاء اور اتقیاء نے اِس کی آبیاری کی اور آخری دور میں اللہ تعالیٰ نے اِس باغ کو مہدی آخر الزمانؑ کے سپرد فرمایا۔ جس کے پانچویں خلیفہ حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد نَصَّرَھُمُ اللّٰہُ تَعَالیٰ بِرُوْحِ الْقُدُسِ نہایت مستعدی، محنت، لگن اور شب و روز کی دُعاؤں سے نہ صرف اِس باغ کی نگرانی فرما رہے ہیں بلکہ موجودہ حالات کے مطابق مناسب اور جدید دور کے مطابق آبیاری بھی فرما رہے ہیں کہ اب اِس روحانی باغ کے 220 سے زائد باغیچے دنیا بھر میں جماعت احمدیہ کی صورت میں پھل پھول رہے ہیں اور کروڑوں لوگ اِس باغ اور باغیچوں سے استفادہ کرتے اور اِن کے پھلوں سے مستفید ہو رہے ہیں۔ اِن باغیچوں میں جو فصلیں پھل لا رہی ہیں۔ سرسبز و شاداب پودوں پر جو کونپلیں اور شگوفے پھوٹ رہے ہیں اور خوشبودار اور ذائقے دار پھلوں سے یہ باغیچے آراستہ اور خوبصورتی میں رنگ بھر رہے ہیں۔ اِن میں احمدی بھائیوں، خواتین، نوجوانوں، بچوں اور بچیوں کی خضوع و خشوع اور الحاح سے پڑھی ہوئی نمازیں، نوافل اور ذکر الٰہی کے پھل نظر آتے ہیں۔ قرآن کریم کی روزانہ سنوار کر اور لحنِ داؤدی سے تلاوت اور درسُ القرآن کی کلاسز بالخصوص ایم ٹی اے کے ذریعہ قرآن و تفاسیر کی محفلوں کے پھل نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید، ذکر الٰہی اور آنحضور ﷺ پر درود کے سرسبز و شاداب پھلدار درخت بھی باغیچوں میں اپنی خوشبو بکھیر رہے ہیں اور جن پودوں اور درختوں کے پتوں، پھولوں اور پھلوں کی مہک ہمارے احمدیوں کے جسم و روح میں رَچ بَس جاتی ہے وہ ایم ٹی اے کے صدا بہار پودے ہیں جن کے ذریعہ ہم اپنے بہت ہی پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبات، درس اور ورچوئل ملاقاتوں میں پُر اثر ہدایات و نصائح سے محظوظ ہوتے ہیں۔

یہ وہ سدا بہار درخت ہیں جن کا اشارہ ہمیں قرآن کریم کی سورۃ ابراہیم آیت 25-26 میں ملتا ہے جس کا ذکر مَیں اوپر اپنی تقریر میں کر آیا/ آئی ہوں۔

کہ یہ درخت، اِس کی بر وقت دیکھ بھال اور محنت و پرداخت سے اِس قدر مضبوط ہو گیا ہے اور جڑیں مضبوطی سے زمین میں پیوست ہو چکی ہیں کہ مخالفت کی آندھیاں بھی اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتیں اور اِس کی شاخیں آسمانوں سے باتیں کر رہی ہیں۔ جس سے سیٹلائٹ کے ذریعہ فضاؤں سے ہوتا ہوا ہمارے گھروں میں روحانیت بکھیرنے والا ایم ٹی اے بھی مراد لیا جا سکتا ہے۔ مخالفین نے اِس درخت کو اکھیڑنے کی کوشش کی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے ساتھ اِس کی جڑیں زمین میں مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی گئیں اور یہ روحانی مائدہ فراہم کرنے والا چینل اتنا پھیلا، پھولا اور بڑھتا چلا گیا کہ اِس کی شاخیں آسمانوں سے باتیں کرنے لگیں۔ جہاں دشمنانِ احمدیت کی پہنچ تو دُور کی بات نقصان پہنچانے کی سوچ بھی نہیں جا سکتی۔

عبث ہیں باغِ احمد کی تباہی کی یہ تدبیریں
چھُپی بیٹھی ہیں تیری راہ میں مولا کی تقدیریں

پس ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم میں سے ہر ایک بطور ادنیٰ مالی اِس درخت کی، اِس باغیچے کی حفاظت کرے۔ ایک کھیت کی بہتری کے لئے جو جو طریقے ایک کسان اپناتا ہے وہی طریقے اور حربے ہم میں سے ہر ایک کو اپنانے ہوں گے۔ ایک کسان زمین پر کلبہ رانی کرتا، ہل چلاتا اور گوڈتا، بیج پھینکتا، اُس کی حفاظت کرتا، اُسے پانی دیتا، اُس کھیت سے غیر ضروری جڑی بوٹیاں نکالتا، چھوٹے چھوٹے پودوں کی نشوونما کے لئے مناسب کھاد ڈالتا ہے تب وہ ایک عمدہ فصل سے مستفید ہوتا ہے۔ بعینہٖ ایک احمدی کو اپنے دل کی کھیتی پر ایک کسان کی طرح کلبہ رانی اور مندرجہ بالا طریقے استعمال کرنے ہوں گے اور جماعت کے باغیچے کو بھی اپنے نیک اعمال سے سنوارنا ہو گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"بیعت ایک بیج ہے جو آج بویا گیا اب اگر کوئی کسان صرف زمین میں تخم ریزی پر ہی قناعت کرے" بیج بو دے اور کہہ دے کہ ٹھیک ہو گیا سب کچھ "اور پھل حاصل کرنے کے جو جو فرائض ہیں ان میں سے کوئی

ادا نہ کرے۔ نہ زمین کو درست کرے، اور نہ آبپاشی کرے اور نہ موقعہ بہ موقعہ مناسب کھاد زمین میں ڈالے۔ نہ کافی حفاظت کرے تو کیا وہ کسان کسی پھل کی امید کر سکتا ہے۔" کہ جو اپنے باغ کی یا فصل کی صحیح نگہداشت نہیں کرے گا "اُس کا کھیت بالضرور تباہ اور خراب ہو گا۔ کھیت اُسی کا رہے گا جو پورا میندار بنے گا۔ سو ایک طرح کی تخم ریزی آپ نے بھی آج کی ہے"۔ اِن لوگوں کو سمجھا رہے ہیں جو آپؑ کے سامنے موجود تھے اور آج ہم اس کے مخاطب ہیں کہ ہم نے بیج بویا ہے۔ احمدیت کو قبول کیا ہے "خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ کس کے مقدر میں کیا ہے لیکن خوش قسمت وہ ہے جو اس تخم کو محفوظ رکھے اور اپنے طور پر ترقی کے لئے دعا کرتا رہے۔ مثلاً نمازوں میں ایک قسم کی تبدیلی ہونی چاہئے۔"

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 38 ایڈیشن 1985ء)

آپؑ جماعت کو ایک درخت قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"مَیں جانتا ہوں کہ ہماری جماعت ایک درخت کی طرح ہے .... پس تم استقامت اور اپنے نمونے سے اِس درخت کی حفاظت کرو۔ کیونکہ تم میں سے ہر ایک اِس درخت کی شاخ ہے اور وہ درخت اسلام کا شجر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مَیں جانتا ہوں کہ اِس شجر کی حفاظت کی جائے گی"

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 322۔323۔ ایڈیشن 1984ء)

ایسے میں مومن احمدیوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بہت ہی مان سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا۔

"اے میرے درخت وجود کی سرسبز شاخو!"

ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درخت کی سرسبز شاخیں بناتے ہوئے سرسبز شاخ کے تمام عوامل کو اپنے اُوپر لاگو کر لیں ورنہ اِس کے مقابل پر ٹہنی کے حوالہ سے آپؑ فرماتے ہیں۔

"ایسا شخص جو میری جماعت میں ہو کر میرے منشاء کے موافق نہ ہو، وہ خشک ٹہنی ہے۔ اس کو اگر باغبان کاٹے نہیں تو کیا کرے۔ خشک ٹہنی دوسری سبز شاخ کے ساتھ رہ کر پانی تو چوستی ہے مگر وہ اس کو سرسبز

نہیں کر سکتا۔ بلکہ وہ شاخ دوسری کو بھی لے بیٹھتی ہے۔ پس ڈرو۔ میرے ساتھ وہ نہ رہے گا جو اپنا علاج نہ کرے گا"

(ملفوظات جلد اول صفحہ 458 کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"یہ جماعت احمدیہ ہی ہے جس کی جڑیں بھی مضبوط ہیں اور شاخیں بھی سرسبز و خوبصورت ہیں اور پھلدار ہیں جو دنیا کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے۔ یہ وہ درخت ہے جس کو دیکھ کر دنیا کے ہر خطے میں بسنے والے لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ کون سا اسلام ہے جو تم پیش کرتے ہو۔ بے شمار واقعات اب ایسے سامنے آتے ہیں کہ حقیقی اسلام کی خوبصورتی دیکھ کر لوگ حیرت زدہ رہ جاتے ہیں..... زمانے کے امام کو ماننے کی وجہ سے ہر احمدی کا فرض ہے کہ ایمان کی مضبوطی کے ساتھ سرسبز شاخیں بن جائے۔ سرسبز شاخوں کے خوبصورت پتے بن جائے۔ اُن پر لگنے والے خوبصورت پھول اور پھل بن جائے۔ جو دنیا کو نہ صرف خوبصورت نظر آئے بلکہ فیض رساں بھی ہو۔ فیض پہنچانے والا بھی ہو۔ ورنہ ایمان و یقین میں کامل ہونا بغیر عمل کے بے فائدہ ہے۔ جیسا کہ مَیں نے بتایا کہ بظاہر ایمان و یقین میں کامل دنیا کے جو لوگ ہمیں نظر آتے ہیں وہ کہنے کو تو اپنے آپ کو ایمان و یقین میں کامل سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں لیکن دنیا کے لئے ٹھوکر کا باعث بن رہے ہیں۔ ہم احمدی ہونے کا حق اس وقت ادا کر سکتے ہیں جب ہم اپنے اعمال صالحہ کی وجہ سے ہر طرف اعلیٰ اخلاق دکھانے کا مظاہرہ کرنے والے ہوں۔ جب ہم اپنے محلے اور شہر اور اپنے ملک میں اعمال صالحہ کی وجہ سے اسلام کی خوبصورتی دکھانے والے بنیں۔ ہر قسم کے فسادوں، جھگڑوں، چغلی کرنے کی عادتوں، دوسروں کی تحقیر کرنے، رحم سے عاری ہونے، احسان کر کے پھر جتانے والے لوگوں میں شامل نہ ہوں بلکہ ان چیزوں سے بچنے والے ہوں اور اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرنے والے ہوں۔"

(خطبہ جمعہ 19 ستمبر 2014ء)

ہم شاخیں درخت وجود کی ہیں، سر پر ہے خلافت کا سایہ
افسوس ہے اُن کی حالت پر جو تپتی دھوپ میں جلتے ہیں
ہم بندھ گئے ایسے رشتے میں جو سب رشتوں سے پیارا ہے
دنیا میں جہاں بھی احمدی ہیں سب اپنے اپنے لگتے ہیں



﴾78﴿ ﴾مشاہدات:89﴿

ہر چہ داری خرچ کن دَر راہِ او

اللہ کو قرضۂ حسنہ

پاس ہو مال تو دو اس سے زکوٰۃ و صدقہ
فکر مسکیں رہے تم کو غمِ ایام نہ ہو

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (البقرہ:4)

جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم انہیں رزق دیتے ہیں اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

آج میری تقریر کا عنوان ایک معروف فارسی محاورہ ''**ہر چہ داری خرچ کن دَر راہِ او**'' ہے۔ جس کے معانی ہیں کہ جو کچھ تیرے پاس ہے اُس کی راہ میں خرچ کر دے۔

سامعات! اللہ تعالیٰ نے اِس مضمون کو قرآن کریم کے آغاز میں سورۃ البقرہ کے ابتدائی حصہ میں آنے والی آیت مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (البقرہ:4) میں بیان فرمایا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے متقیوں کی علامات اور مراتب کے طور پر تیسرے نمبر پر رکھا ہے۔ اس آیت کے حوالے سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنا نقطہ نظر یوں بیان فرماتے ہیں۔

''مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ کے یہ معنی ہیں کہ جو کچھ ہم نے اُن کو عقل، فکر، فہم، فراست اور رزق اور مال وغیرہ عطا کیا ہے اُس میں سے خدا کی راہ میں اُس کے لیے صَرف کرتے ہیں یعنی فعل کے ساتھ بھی کوشش کرتے ہیں۔''

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 347)

فرمایا: ”علم، مال اور دوسرے قویٰ ظاہری اور باطنی جو کچھ دیا ہے سب کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں صَرف کرتے ہیں۔“

(ملفوظات جلد ہفتم صفحہ 118 ایڈیشن 1984ء)

فرماتے ہیں:

”رزق سے مراد صِرف مال نہیں بلکہ جو کچھ اُن کو عطا ہوا۔ علم، حکمت، طبابت یہ سب کچھ رزق میں ہی شامل ہے اِس کو اِسی میں سے خدا کی راہ میں بھی خرچ کرنا ہے۔“

(ملفوظات جلد اول صفحہ 27 کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن)

گویا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا، اس کو مختلف قویٰ، استعدادوں اور قوتوں سے نواز کر اس کو ہدایت فرمائی کہ وہ اِن کو درست استعمال میں لا کر اللہ تعالیٰ کے لیے اور اِس کی مخلوق کے لیے خرچ کرے۔ کیونکہ انسان اپنے ساتھ تو کچھ نہ لایا، پیدائش کے وقت اُس کے تَن پر کپڑے بھی نہ تھے۔ جب وہ پنگھوڑے میں تھا تو فیڈر تک نہیں پکڑ سکتا تھا۔ وہ تو آغاز میں روٹی کا نوالہ لینے کے قابل بھی نہ تھا۔ جو کچھ ملاوہ محض اس خدائے واحد و یگانہ نے بِن مانگے اپنے فضل سے دیا، جس نے اُسے پیدا کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اِس مضمون کو اپنے منظوم کلام کے ایک مصرعہ میں خوبصورتی کے ساتھ یوں بیان فرمایا ہے۔

سب کچھ تیری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے

بعض لوگ اپنی خوبیوں، استعدادوں اور قویٰ کی غیر معمولی خاصیتوں کو چھپا کر رکھنے کے عادی ہوتے ہیں۔ اُن کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ کوئی اَور اُس کی استعدادوں سے مستفید نہ ہو جائے۔ اِس لیے وہ اپنے قویٰ کو بروئے کار نہیں لاتے اور یوں کسی کو فائدہ نہ پہنچاتے ہوئے خود اپنی صلاحیتوں کے نفع سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اپنے دماغ کی مفید سوچوں اور قویٰ کے مثبت استعمال کو لاک لگا لیتے ہیں۔

سامعات! یہاں اُن تمام عنایات، استعدادوں اور قویٰ کو گننا اور اُن کی تفصیل قرطاس ابیض پر لانا مشکل ہو جائے گا۔ لیکن چند چیدہ چیدہ مفیدِ مطلب باتوں کا ذکر کرتے ہیں جن کا انفاق فی سبیل اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں تزکیہ کے لئے خرچ کرنا ضروی ہے۔

اول۔ صحت ہے۔ جس کے متعلق سرکارِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دو نعمتیں ایسی ہیں کہ جن کی قدر نہ کرکے بہت سے لوگ نقصان اٹھاتے ہیں۔ ایک ان میں سے صحت ہے اور دوسری فارغ البالی۔

(صحیح بخاری کتاب الرقاق)

ہم روزانہ دیکھتے ہیں کہ آج کل کھادی بیماریوں (ایسی بیماریاں جو مشینی کھادوں کی کثرت سے استعمال میں لانے اور پھر ایسی فصلوں کے استعمال کے بعد پیدا ہو رہی ہیں) کی وجہ سے انسان جلد لاغری اور خرابی صحت کی طرف جا رہا ہے۔ کسی کو ہڈیوں کے کمزور ہو جانے کے باعث گھٹنوں اور جوڑوں میں درد (arthritis) کی تکلیف ہے اور کسی کو کمر اور پٹھوں میں تکلیف اور کھچاؤ (muscle cramps) کی۔ جس کی وجہ سے یہ مریض عبادت کا وہ حق ادا نہیں کر پاتے اور اللہ کے آگے سجدہ میں جھکنے کا لُطف نہیں اٹھا سکتے جو وہ جوانی میں کر لیتے تھے۔ دو زانو بیٹھنے میں مشکل کی وجہ سے صرف کرسی پر ہی نماز پڑھ سکتے ہیں۔

اس لیے صحت کو غنیمت جانتے ہوئے اگر مسجد یا نماز سینٹر قریب ہے تو پیدل چل کر باجماعت نماز پڑھنا، بھرپور صحت عطا ہونے کا اللہ تعالیٰ سے شکرانہ کا بہترین طریق ہے۔ گھر میں بھی پوری شرائط کو مدِ نظر رکھتے ہوئے عبادت بجا لانا لازمی ہے۔ جس میں نوافل بھی شامل ہیں۔ باہر جماعتی کاموں کے لیے صحت میں سے حصہ دینا اور اپنے بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنا نیز بازار سے سودا سلف و دیگر ضروریات کا خیال بھی اِسی زمرہ میں آتا ہے۔

آنکھ کا حصہ دینا

سامعات! انسانی جسم کے اعضاء میں آنکھ کا درست استعمال بھی انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ آنکھیں اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہیں۔ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے نظاروں سے لطف اندوز ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ کی مقدس کتاب قرآن کریم کی تلاوت، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ، ایم ٹی اے پر خلیفۃ المسیح کا خطبہ سننا و دیگر پروگرام دیکھنا انفاق فی سبیل اللہ میں آتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

”قرآن شریف کی تلاوت کی اصل غرض تو یہ ہے کہ اُس کے حقائق اور معارف پر اطلاع ملے اور انسان ایک تبدیلی اپنے اندر کرے۔“

(ملفوظات جلد اول صفحہ 387)

اللہ تعالیٰ نے اسلام میں جو عبادت یعنی نماز رکھی ہے اُس میں انسان کے تقریباً سبھی اعضاء حصہ دار ہوتے ہیں جو اُن کی طرف سے انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ دیگر مذاہب کی عبادتوں میں اللہ تعالیٰ کا مطیع اور فرمانبردار یعنی submissive ہونے کے جو طریق ہیں اللہ تعالیٰ نے اِن تمام کو اسلامی عبادت میں جمع کر دیا ہے۔ یوں تمام اعضاء کی طرف سے اللہ کی خاطر خرچ کرنا شامل ہو جاتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ، سورۃ البقرہ کی آیت کے اس حصہ کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔ جو حضورؑ کے بیان شدہ موقف کی تائید کر رہا ہے کہ ”وہ ہمارے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں۔“ یعنی کوئی رزق اور نان ونفقہ کی قید نہیں۔ خدا کی تمام عنایات اور دین میں سے خرچ کرتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اس حصہ کا ترجمہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ جو کچھ ہم نے اُنہیں دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

(ترجمہ از تفسیر صغیر)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے ترجمہ قرآن میں اس کا ترجمہ اس طرح فرمایا ہے کہ۔ جو کچھ ہم انہیں رزق دیتے ہیں اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام رزق کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”جو کچھ دے رکھا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ عام لوگ رزق سے مراد اشیاءِ خوردنی لیتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ جو کچھ قویٰ کو دیا جاوے وہ بھی رزق ہے۔ علوم وفنون وغیرہ معارف حقائق عطا ہوتے ہیں یا جسمانی طور پر معاشِ مال میں فراخی ہو۔ رزق میں حکومت بھی شامل ہے اور اخلاقِ فاضلہ بھی رزق ہی میں داخل ہیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کچھ ہم نے دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں یعنی روٹی میں سے روٹی

دیتے ہیں۔ علم میں سے علم اور اخلاق میں سے اخلاق۔ علم کا دینا تو ظاہر ہی ہے۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ 393)

اپنے ہنر میں سے انفاق فی سبیل اللہ کرنا

سامعات! اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو اُس کی استعدادوں کے مطابق مختلف ہنر سے نوازا ہے۔ کوئی ہومیو پیتھی یا ایلو پیتھی ڈاکٹر ہے تو کوئی یونانی طبیب اور حکیم۔ کوئی انجینئر ہے تو کوئی پروفیسر یا ٹیچر، کوئی مکینک ہے یا کوئی اور ہنر جانتا ہے۔ علوم وفنون کا ماہر ہے۔ کوئی مربی یا مبلغ سلسلہ ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کو اپنا فن، اپنا علم اور اپنا ہنر آگے لوگوں کو بانٹنا چاہیے۔ یہ سب انفاق فی سبیل اللہ ہے جو نسل در نسل بلکہ خاندان سے باہر لوگوں کی نسلوں میں جاری رہتا ہے۔ جسے صدقہ جاریہ کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ لیکن ہم نے بالعموم دیکھا ہے کہ ہم میں سے ہنر جاننے والے بعض لوگ کنجوس واقع ہوتے ہیں اور وہ اپنے خداداد علم اور ملکہ سے دوسروں کو مستفید نہیں کرنا چاہتے۔ حتی کہ ان میں سے بعض پرانے زمانے کے حکیموں کی طرح قیمتی نسخہ جات اور ٹونے ٹوٹکے اپنی وفات پر اپنے ساتھ لے جاتے ہیں اور یہ علم زمین کی تہہ در تہہ اور نہاں در نہاں گہرائیوں میں دفن ہو کر رہ جاتا ہے۔

معارف وحقائق کی تقسیم

سامعات! اللہ تعالیٰ کی خداداد نعمتوں میں سے انسان کو عطا ہونے والے معارف و حقائق بھی ہیں۔ جو روحانی رموز واسرار آگے پہنچانے کے لیے کھول کر بیان کر دینے چاہئیں۔ ایک وقت تھا کہ یہ صفحہ قرطاس پر ہاتھ سے رقم ہوتے تھے اور آج ہم اِن قلمی نسخہ جات کو تبرکات کا نام دے کر اِنہیں اپنے سینے سے لگاتے ہیں، اپنے عزیزوں میں اِس کا ذکر کرتے اور اِسے بانٹتے ہیں۔

اِس طرح علم بانٹنے والے لوگوں کا نام تا قیامت زندہ رہتا ہے۔ ایک انسان کے الفاظ، تقریر یا گفتگو کی صورت میں چند ایک نسلوں تک جاری رہتے ہیں پھر بھول جاتے ہیں جبکہ تحریر تادیر موجود رہتی ہے اور رہے گی۔ آج کل تو سوشل میڈیا کی وجہ سے تحریر تو ویسے ہی محفوظ رہنے لگ گئی ہے اور شیئر ہونے والی تحریروں سے زیادہ لوگ استفادہ کرتے ہیں۔ اور تا قیامت جماعتی لٹریچر کی صورت میں گھروں اور لائبریریوں میں موجود رہتی ہیں۔

عہدہ اور نگرانی بھی رزقِ الٰہی ہی ہے

سامعات! ہماری جماعت میں ذیلی تنظیموں میں چھوٹے سے چھوٹے عہدہ سائق بھی حکومت کے زمرہ میں آتا ہے اور وہ خداوند کریم ورحیم کی طرف سے ایک رزق ہے جو اُسے دیا گیا ہے۔ اس کے حقوق ادا کرنا اور اپنے ماتحتوں سے شفقت اور پیار سے پیش آنا بھی ضروری ہے۔

عہدیداروں کے فرائض بیان کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"عہدیداروں کو تو ایک اصولی ہدایت قرآن نے دے دی ہے کہ انصاف کے تمام تقاضے پورے کرنے ہیں۔ اگر کوئی غور کرے اور سوچے کہ انصاف کے کیا کیا تقاضے ہیں تو اس کے بعد کچھ بات رہ نہیں جاتی۔ لیکن ہر کوئی اس طرح گہری نظر سے سوچتا نہیں۔ اس طرح سوچا جائے جس طرح ایک تقویٰ کی باریک راہوں پر چلنے والا سوچتا ہے تو پھر تو اس کی یہ سوچ کر ہی روح فنا ہو جاتی ہے کہ انصاف کے تقاضے پورے کرنے ہیں۔ لیکن نصیحت کیونکہ فائدہ دیتی ہے جیسا کہ میں نے کہا باتوں سے اور جگالی کرتے رہنے سے یا ددہانی ہوتی رہتی ہے۔ بعض باتوں کی وضاحت ہو جاتی ہے اس لیے ضروری ہوتا ہے کہ مزید ذرا وضاحت کھول کر کر دی جائے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ عہدیدار اس بات کو یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو یہ حکم فرمایا ہے کہ وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَ الْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ (آل عمران:135) یعنی غصہ دبا جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہوں۔ تو اس کے سب سے زیادہ مخاطب عہدیداروں کو اپنے آپ کو سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ ان کی جماعت میں جو پوزیشن ہے جو ان کا نمونہ جماعت کے سامنے ہونا چاہئے وہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ مکمل طور پر اپنے آپ کو عاجز بنائیں۔ اگر اصلاح کی خاطر کبھی غصے کا اظہار کرنے کی ضرورت پیش بھی آجائے تو علیحدگی میں جس کی اصلاح کرنی مقصود ہو، جس کا سمجھانا مقصود ہو اس کو سمجھا دینا چاہئے۔ تمام لوگوں کے سامنے کسی کی عزت نفس کو مجروح نہیں کرنا چاہئے اور ہر وقت چڑ چڑے پن کا مظاہرہ نہیں ہونا چاہئے یا کسی بھی قسم کے تکبر کا مظاہرہ نہیں ہونا چاہئے۔ اصلاح کبھی چڑنے سے نہیں ہوتی بلکہ مستقل مزاجی سے درد رکھتے ہوئے اور دعا کے ساتھ نصیحت کرتے چلے جانے سے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہی حکم

ہے اور ایک آدھ دفعہ کی جو غلطی ہے، اگر کوئی عادی نہیں ہے تو اصلاح کا بہترین ذریعہ یہی ہے کہ عفو سے کام لیا جائے۔ معاف کر دیا جائے، در گزر کر دیا جائے۔

اس لئے یہاں بھی (مراد فرانس۔ ناقل) اور دنیا میں ہر جگہ جہاں جہاں بھی جماعتیں قائم ہیں، جماعتی عہدیدار بھی اور ذیلی تنظیموں کے عہدیدار بھی اپنے رویوں میں ایک تبدیلی پیدا کریں۔ لوگوں سے پیار اور محبت کا سلوک کیا کریں۔ خاص طور پر بعض جگہ لجنہ کی طرف سے شکایات زیادہ ہوتی ہیں اور ان میں بھی خاص طور پر بچیوں یا نوجوان بچیوں اور نئے آنے والیوں جنہوں نے نظام کو پوری طرح سمجھا نہیں ہوتا، ان کے لیے تربیت کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ اس لیے ان کے لئے بہت خیال رکھنا چاہئے۔ کیونکہ تربیت کرنے کی جیسی آپ چھاپ لگا دیں گے بچوں پر بھی اور نئے آنے والوں پر بھی۔ آئندہ نمونہ بھی ویسے ہی نکلیں گے، آئندہ عہدیدار بھی ویسے ہی بنیں گے۔ تو خلاصہ یہ کہ غصے کو دبانا ہے اور عفو سے کام لینا ہے در گزر سے کام لینا ہے۔ لیکن یہ نرمی بھی اس حد تک نہ ہو کہ جماعت میں بگاڑ پیدا ہو جائے۔ ایسی صورت میں بہر حال اصلاح کی کوشش بھی کرنی ہے...

حضور مزید فرماتے ہیں: پھر عہدیداروں میں جیسا کہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ اگر اپنے خلاف ہی شکایت ہو تو سننے کا حوصلہ ہونا چاہیے۔ ہمیشہ سچی بات کہنے سننے کرنے کی عادت ڈالیں۔ چاہے جتنا بھی کوئی عزیز یا قریبی دوست ہو اگر اس کی صحیح شکایت پہنچتی ہے تو اس کے خلاف کارروائی ہونی چاہیے۔ اگر یہ انصاف کے تقاضے پورے نہیں کر سکتے تو بہتر ہے کہ معذرت کر دیں کہ فلاں وجہ سے مَیں اس کام سے معذرت چاہتا ہوں۔ کیونکہ کسی ایک شخص کا کسی خدمت سے محروم ہونا اس سے زیادہ بہتر ہے کہ پوری جماعت میں یا جماعت کے ایک حصے میں بے چینی پیدا کی جائے۔ یاد رکھیں جو عہدہ بھی ملا ہے چاہے وہ جماعتی عہدہ ہو یا ذیلی تنظیموں کا عہدہ ہو اس کو ایک فضل الٰہی سمجھیں۔ پہلے بھی بتا آیا ہوں اس کو اپنا حق نہ سمجھیں۔ یہ خدمت کا موقع ملا ہے تو حکم یہی ہے کہ جو لیڈر بنایا گیا ہے وہ قوم کا خادم بن کر خدمت کرے۔ صرف منہ سے کہنے کی حد تک نہیں۔ چار آدمی کھڑے ہوں تو کہہ دیا جی میں تو خادم ہوں بلکہ عملاً ہر بات سے ہر فعل سے یہ اظہار ہوتا ہو کہ یہ واقعی خدمت کرنے والے ہیں اور اگر اس نظریے سے بات نہیں

کہہ رہے تو یقیناً پوچھے جائیں گے۔ جو ذمہ داری ڈالی گئی ہے اس کو پوری طرح ادا نہ کرنے کی وجہ سے یقیناً جواب طلبی ہو گی۔"

(خطبہ جمعہ 31 دسمبر 2004ء۔ خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 947 تا 949)

فرمایا:

"اسی طرح عہدیداروں کا بھی کام ہے کہ لوگوں کے لئے ابتلاء کا سامان نہ بنیں۔ لوگوں کو ابتلاء میں نہ ڈالیں اور سچی خیر خواہی سے ہر ایک سے سلوک کریں۔"

(خطبہ جمعہ 23 اپریل 2010ء۔ خطبات مسرور جلد 8 صفحہ 194)

اخلاق فاضلہ بھی رزق میں سے ہے

سامعات! آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر بچے کو فطرت صحیحہ پر پیدا کرتا ہے پھر والدین اُسے یہودی، نصرانی اور مسلمان بناتے ہیں۔ اِس ناطے اگر کوئی انسان اخلاق فاضلہ سے مزین ہے تو اللہ تعالیٰ کا ایک بہت بڑا انعام، اس کی دین اور فضل الٰہی ہے۔ نیک اخلاق کا چونکہ معاشرہ پر اچھا اثر پڑتا ہے اس لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اِسے رزق الٰہی قرار دیتے ہوئے معاشرہ میں مقیم باسیوں کو اپنے اخلاق سے آراستہ کرنا اور دوسرے وجودوں میں منتقل کرنے کو رزق قرار دے کر انفاق فی سبیل اللہ کہا ہے۔

ویسے تو اِس حکم کا ایک مسلمان بدرجہ اولیٰ مخاطب ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان اخلاق حسنہ کے حوالہ سے روبہ زوال ہیں اور مغربی قوموں نے اسلامی اخلاق اپنا لیے ہیں۔ اِسی لیے کسی نے کہا ہے کہ اگر اسلام دیکھنا ہے تو مسلمان ممالک میں دیکھ لو لیکن اگر مسلمان دیکھنے ہیں تو مغربی ممالک کو دیکھ لیں۔

انسان کی خداداد استعدادوں اور قویٰ کا تو کوئی حد حساب ہی نہیں۔ تقریر کی طوالت سے بچتے ہوئے صرف مال کا ذکر کرتے ہیں۔ بعض امیر زادے تو مالی قربانی میں زیادہ حصہ لے سکتے ہیں لیکن جن کو اللہ تعالیٰ نے قُوت لایَمُوت سے نوازر کھا ہے وہ بھی اللہ کی راہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ آنحضور ﷺ کے پاس کچھ غریب صحابہ تشریف لائے اور عرض کی کہ حضور یہ صحابہ ہم جیسی عبادات بھی ادا کرتے ہیں مگر مالی فراخی ہونے کی وجہ سے وہ ہم سے زیادہ قربانی کر جاتے ہیں تو حضور ﷺ نے ان غریب صحابہ کو یہ نسخہ

بتایا کہ ہر نماز کے بعد 33 دفعہ سبحان اللہ 33، دفعہ الحمد للہ اور 34 دفعہ اللہ اکبر باقاعدگی سے پڑھ لیا کریں۔ چند دنوں کے بعد یہ نسخہ کیمیائی دوسرے صحابہ کو بھی پتہ چل گیا اور انہوں نے بھی اِس کو استعمال کرنا شروع کر دیا مالی لحاظ سے غریب مگر دلوں کے لحاظ سے فیاض صحابہ نے پھر دربار رسول ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ! اس نسخہ پر تو اور صحابہ نے بھی عمل کرنا شروع کر دیا ہے تو آپؐ نے فرمایا ''ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ''

(مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ)

آج جماعت احمدیہ کے جاں نثار اور وفادار، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی اس مبارک روش پر چلتے ہوئے مالی قربانی کرتے ہیں۔ موصی حضرات و خواتین انکم اور جائیداد کا 10 / 1 جبکہ ایک احمدی 16 / 1 انکم پر چندہ ادا کرتا ہے۔ تحریک جدید، وقف جدید، ذیلی تنظیموں کے چندہ جات و دیگر اس کے علاوہ ہیں۔ یہ خدا کی عنایت ہے۔ جس میں انفاق فی سبیل اللہ کرتے ہیں۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

یورپ میں ڈیپارٹمنٹل اسٹورز کے باہر بڑے سائز کے بکس پڑے ہیں جن پر لکھا ہوتا ہے کہ محتاج افراد کے لئے اور لوگ خریداری کے بعد چیزیں اس میں ڈال کر چلے جاتے ہیں۔ یہی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے رزق کا انفاق فی سبیل اللہ ہے۔

بزرگوں کی پنجابی کی ایک کہاوت ہے کہ آپ نے بھی تو ''دِتّے وچوں دینا اے، پلیوں تے نئیں دینا'' یعنی اللہ کی طرف سے ملنے والے رزق میں سے دینا ہے کون سا اپنی طرف سے بنائے گئے میں سے دینا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ''جو کچھ خدا نے اُس کو دیا اُس میں سے کچھ خدا کے نام کا دیا۔ حق یہ ہے کہ اگر وہ آنکھ رکھتا تو دیکھ لیتا کہ اس کا کچھ بھی نہیں سب خدا تعالیٰ کا ہی ہے۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 26)

پھر ان استعدادوں کو مخلوق کے لیے خرچ کرنے کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

یہاں مال کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے کسی کو دیا ہے، وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔ مقصود اس سے یہ ہے کہ انسان اپنے بنی نوع کا ہمدرد اور معاون بنے۔ اللہ تعالیٰ کی شریعت کا انحصار دو ہی

باتوں پر ہے۔ تعظیم لامر اللہ اور شفقت علیٰ خلق اللہ۔ پس مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ شفقت علیٰ خلق اللہ کی تعلیم ہے۔ دینی خدمات کے لیے متمول لوگوں کو بڑے بڑے موقعے مل جاتے ہیں۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 497۔498)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے تمام خداداد قویٰ، عنایات اور استعدادوں کو حقیقی معنوں میں خرچ کرنے کی توفیق دے اور اس انفاق فی سبیل اللہ کو قبولیت کا درجہ دے کر ہمیں مزید انفاق فی سبیل اللہ کی توفیق دیتا رہے۔ آمین

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اُس پر نثار
اِسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب؟
اُسے دے چکے مال و جاں بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اُس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اِس خاک سے



﴿79﴾ ﴿مشاہدات:91﴾

خود احتسابی، ترقی کا ایک زینہ ہے

معزز بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ "**خود احتسابی، ترقی کا ایک زینہ ہے**"
ہمارے ایشیائی معاشرے کی ستم ظریفی اور بد قسمتی ہے کہ ہم اپنے اعمال اور فکر پر دھیان دینے کی بجائے اپنے ماحول میں بسنے والے عزیز و اقارب، دوستوں کے اعمال اور ان کی سوچ پر دھیان دینے لگ جاتے ہیں، اِن پر نقطہ چینی کرتے اور غیبت اور چغلی کرتے ہیں اور بعض اوقات دن کا اکثر حصہ اِسی پر گزر جاتا ہے۔ اس کے کئی ایک نقصان ہوتے ہیں۔

1. غیبت اور چغلی کا گناہ تو ملتا ہی ہے یہ ایک نقصان ہے۔
2. ایک نقصان یہ ہے کہ معاشرے کی اصلاحِ احوال کی بجائے لوگوں میں ایک دوسرے کے خلاف بدگمانی پیدا ہوتی ہے۔ جو بھائی چارہ اور اخوّت پر حملہ آور ہوتی ہے۔
3. اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنے آپ کو متقی نہ کہو یا نہ سمجھو اور یوں اپنی اصلاح کے دروازے بھی بند ہو جاتے ہیں۔

خود احتسابی (Self Accountability) کی مذہبی دنیا میں بہت اہمیت ہے۔ قرآن کریم میں مختلف اچھوتے انداز میں احتساب کی اہمیت اور خود احتسابی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ احادیث میں بھی آنحضور ﷺ نے نہ صرف اس اہم موضوع کی طرف توجہ دلائی بلکہ آپ ﷺ رات کو بستر پر جانے سے پہلے سارے دن کے کردنی اور ناکردنی کا جائزہ لیا کرتے تھے اور نیکی کے کام رہ جاتے ان کا عزم صمیم کیا کرتے تھے۔ ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے خطبات، خطابات اور تقاریر میں جائزہ لیتے رہنے کا اکثر ذکر فرما کر دوستوں کو محاسبہ اور خود احتسابی کی طرف توجہ دلاتے رہتے ہیں۔ محاسبہ دراصل کہتے ہیں اپنے آپ سے سوال کرنے، اپنے آپ سے پوچھ گچھ کرنے، اپنی پرسش کرنے کو۔ بلکہ لغات میں اس کے معنی اپنے آپ کو آزمائش میں ڈالنے کے بھی ہیں۔ جو لوگ اپنے آپ کو

حقوق اللہ اور حقوق العباد کے لئے سختی میں ڈالتے، مشکلات برداشت کرتے ہیں وہی کامیاب و کامران ٹھہرتے ہیں۔ لغت میں ”محاسبہ“ لفظ کے تحت حساب طلب کرنا اور حساب لینے کے معنی بھی ہیں اور ان معنوں کا سب سے پہلے اطلاق انسان کے اپنے نفس پر ہوتا ہے۔ نفس کو کنٹرول کرکے رکھنا ہی خود احتسابی کا دوسرا نام ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

نفس کو مارو کہ اس جیسا کوئی دشمن نہیں
چپکے چپکے کرتا ہے پیدا وہ سامانِ دیمار

سامعات! خود احتسابی کو مختلف زاویوں سے بیان کیا جا سکتا ہے۔ قرآن اِس حوالے سے کیا کہتا ہے، احادیث ہمیں کیا سبق دیتی ہیں، مامورِ زمانہ حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء نے اِس حوالے سے کی نصائح فرمائیں اور تجربات کیا سبق دیتے ہیں لیکن آج مَیں خود احتسابی کو قرآن کریم کے حوالے سے اپنی بہنوں کے سامنے بیان کروں گی۔

سب سے پہلے اپنی تقریر میں بیان مضمون کے تسلسل کو جاری رکھتے ہوئے نفس کے حوالے سے سورۃ البقرہ کی آیت 285 پیش ہے:

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

یہی آیت احتساب کے حوالے سے بنیادی آیت ہے اور ہم اپنی نمازوں اور عبادات میں اِس آیت کو اگلی دو دعائیہ آیات کے ساتھ ملا کر پڑھتے ہیں اور اِن تینوں آیتوں میں احتساب کا مضمون بیان ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ آیت نمبر 285 میں فرماتا ہے:

اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور خواہ تم اسے ظاہر کرو جو تمہارے دلوں میں ہے یا اسے چھپاؤ اللہ اس کے بارہ میں تمہارا محاسبہ کرے گا۔ پس جسے وہ چاہے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا اور اللہ ہر چیز پر جسے وہ چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے۔

اور آیت نمبر 287 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اللہ کسی جان پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا۔ اس کے لئے ہے جو اس نے کمایا اور اس کا وبال بھی اسی پر ہے جو اس نے (بدی کا) اکتساب کیا۔ اے ہمارے ربّ! ہمارا مؤاخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے کوئی خطا ہو جائے۔

اور آخر پر یہ دعا مانگی گئی ہے ہم پر کوئی ایسا بوجھ نہ ڈال جو ہماری طاقت سے بڑھ کر ہو۔

معزز بہنو! یہ تمام مفہوم اپنے جائزہ لینے، محاسبہ کرنے کا ہی ہے یا اِس مضمون کی وضاحت ہے۔ یہ مضمون اُس وقت زیادہ اُجاگر ہوتا ہے جب ہم سورۃ البقرہ کی اِن دو آخری آیات کو سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ارشادات کے سانچے میں ڈال کر دیکھیں اور اِن آیات کو اِس کی اہمیت و افادیت کے مدّ نظر رکھ کر پڑھیں تو احتساب کا مضمون دوبالا ہو جاتا ہے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا:

”ان آیات کو یاد کرو اور اپنے اہل و عیال کو یاد کراؤ کیونکہ یہ صلوٰۃ، قرآن اور دعا پر مشتمل ہیں۔“

(الدّر منثور لسیوطی جلد 1 صفحہ 378)

حضرت ابو مسعودؓ بیان کرتے ہیں:

”سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات رات کو پڑھ کر سونے والے کے لئے بہت کافی ہیں۔ نیز عرش کے اُس خزانہ میں سے ہیں جو آج تک آنحضرت ﷺ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیا گیا۔“

(تفسیر طبری جزو 3 صفحہ 434)

پھر اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے:

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ؕ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا

(بنی اسرائیل:14)

ترجمہ: اور ہر انسان کا اعمال نامہ ہم نے اُس کی گردن سے چمٹا دیا ہے اور ہم قیامت کے دن اس کے لئے اُسے ایک ایسی کتاب کی صورت میں نکالیں گے جسے وہ کھلی ہوئی پائے گا۔

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بہت واضح الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ ہر انسان کی گردن میں اُس کے اعمال نامہ کا رجسٹر لٹک رہا ہے۔ جس پر روزانہ کی بنیاد پر اس کے اعمال کا اضافہ ہوتا رہتا ہے اور اس کو نظر نہیں آتا مگر آخری روز کھول کر اُس کے سامنے رکھ دیا جائے گا اور اُس کی جزا و سزا کا فیصلہ ہوگا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس آیت کے تحت تحریر فرمایا ہے:

"گردن میں عمل باندھنے کے یہ معنٰی ہیں کہ وہ اِس کی جزاء سے بچ نہیں سکتا...... طائر کے معنٰی عمل کے بھی ہوتے ہیں۔"

(تفسیر کبیر سورۃ بنی اسرائیل آیت 14)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے تحت نوٹ میں تحریر فرمایا:

"یہاں طَآئِر سے ......اُس کا اعمال نامہ مراد ہے جو ظاہری شکل میں لٹکا ہوا نہیں ہوتا مگر قیامت کے دن اُسے ظاہر کر دیا جائے گا۔ یہ ایسا ہی محاورہ ہے جیسے اردو میں کہا جاتا ہے کہ گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو کہ تم کیسے ہو۔"

پھر اِسی آیت کے معاً بعد آیت 15 میں اللہ تعالیٰ نے بہت واضح الفاظ میں احتساب کے مضمون کو یوں بیان کیا ہے:

"اپنی کتاب پڑھ! آج کے دن تیرا نفس تیرا حساب لینے کے لئے کافی ہے۔"

اِسی سورت کی آیت 72 میں بھی احتساب کا مضمون بیان ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وہ دن یاد کرو جب ہم ہر قوم کو اُس کے امام کے حوالے سے بلائیں گے اور جن کا اعمال نامہ اُن کے بِيَمِيْنِهٖ یعنی دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ تو یہی وہ لوگ ہوں گے جو اپنا اعمال نامہ پڑھیں گے۔"

سورۃ الحاقہ آیت 20 اور سورۃ الانشقاق میں بھی ایسی کتاب یعنی اعمال نامہ کا ذکر ہے۔ جو دائیں ہاتھ سے دیا جائے گا تو وہ کامیاب ہوں گے جبکہ اس کے بالمقابل سورۃ الحاقہ آیت 26 میں بِشِمَالِهٖ یعنی بائیں ہاتھ اور سورۃ الانشقاق آیت 11 میں وَرَآءَ ظَهْرِهٖ یعنی پیچھے سے اعمال نامہ دیا جائے گا تو وہ سزا کے لئے تیار رہے۔

معزز بہنو! اس اہم مضمون کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے مومنوں کو اِس زندگی میں بار بار سیدھے راستہ پر رکھنے کے لئے مخاطب فرمایا ہے اور تین مقامات پر اعمال نامہ کو مَوَازِيْنُهٗ کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ جیسے

المؤمنون آیت 103 میں ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ کہہ کر فرمایا جس کے اعمال کے پلڑے بھاری ہوں گے وہ کامیاب ہوں گے اور آیت 104 میں خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فرما کر لوگوں کو متنبہ فرمایا کہ جن کے اعمال کے پلڑے ہلکے ہوئے تو یہی لوگ اپنے آپ کو نقصان پہنچائیں گے اور جہنم رسید ہوں گے۔

اور یہ مضمون بیان کرنے سے قبل اللہ تعالیٰ نے آیت 102 میں فرمایا کہ جب بِگل میں پھونکا جائے گا تو اُس دن اِن کے درمیان کوئی رشتے اور قرابتیں (اَنْسَابَ) نہیں رہیں گی وہ ایک دوسرے سے کوئی سوال نہیں کریں گے۔

یہی مضمون مَوَازِيْنُه کے الفاظ کے ساتھ سورۃ القاریہ آیت 7 اور 9 میں بیان ہوا ہے۔

معزز بہنو!

آئیں! اب سورۃ الکہف کے آخری رکوع میں بیان مضمون کو دیکھتے ہیں جس کے متعلق احادیث میں آتا ہے کہ دجال کے شر سے بچنے کے لئے اِن آیات کو پڑھنا چاہئے۔ اِن میں کفار کے بد اعمال کا ذکر کر کے بیان فرمایا گیا ہے:

فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا (الکہف:106)

کہ ان کے اعمال ضائع ہوں گے اور قیامت کے دن ان کا کوئی وزن نہ ہو گا اور مومنوں کو اعمال صالحہ بجالانے کی تلقین کی گئی ہے گویا اب کِتَاب، مَوَازِيْنُهٗ لکھنے کی جگہ اَعْمَال کا لفظ براہ راست استعمال فرمایا ہے۔

اب آخر پر سورۃ المؤمنون میں بیان مضمون کی طرف واپس آتے ہوئے یہ بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مضمون کو ایک بار پھر کِتَاب اور ذِکْر کے الفاظ سے باندھتے ہوئے اپنی زندگیوں کو سنوارنے اور جہنم کی آگ سے دور رہنے کی تلقین فرماتا ہے۔ آیت 63 میں فرمایا ہم کسی جان کے ذمہ کوئی کام نہیں لگاتے مگر اُس کی طاقت کے مطابق اور ہمارے پاس ایک اعمال نامہ (کِتَاب) ہے جو سچی سچی بات کہتا ہے اور اِن پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔"

(ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ)

اور آیت 72 میں بیان فرمایا ”حقیقت یہ ہے کہ ہم اِنہیں کا ذِکْر (اعمال نامہ) اُن کے پاس لائے ہیں اور وہ اپنے ہی ذِکْر سے منہ پھیر رہے ہیں۔“

انسان زندگی میں اچھے اعمال بجالائے تو مرنے کے بعد ذکر خیر ہوتا ہے اور بُرے اعمال کئے ہوں تو اس کا کوئی ذکر نہیں ہوتا۔ اس لئے ہم میں سے ہر ایک کو اپنے پر لازم کر لینا چاہئے کہ ہم زندگی میں اچھے اور نیک اعمال کا ایسا مائدہ تیار کریں گے۔ جو اُخروی زندگی میں کام آئے گا۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح ہم اپنی اولاد کے لئے بنک بیلنس جمع کرتے ہیں۔ ہمارے صحابہ رسولؐ نے احکام خداوندی کی فہرستیں تیار کر رکھی تھیں تا قرآن میں بیان ہر حکم پر عمل ہو سکے۔ ایک صحابی جو سوائے ایک حکم کے تمام احکام خداوندی پر عمل کر چکے تھے۔ اس اکیلے حکم کہ ”جب تمہیں کہا جائے کہ چلے جاؤ تم چلے جایا کرو“ پر عمل کرنے کے لیے مدینہ کی گلی محلوں میں نکلے اور ایک ایک گھر کا دروازہ صرف اور صرف اِس غرض سے کھٹکھٹایا کہ اندر سے آواز آئے کہ چلے جاؤ۔ (مَیں اِس وقت ملنا نہیں چاہتا) تو میں چلا آؤں گا تو رسولِ خدا کی تربیت کی وجہ سے یہ صحابی ایک حکم پر عمل کرنے سے محروم رہے کیونکہ مدینہ کے تمام صحابہ کی تربیت ایسے رنگ میں ہو چکی تھی کہ آپ کے پاس کوئی آئے تو اُسے پیار و محبت سے ملتے تھے۔

یہی روش اور کیفیت آج کے مامور حضرت مرزا غلام احمد مسیح و مہدیؑ کے ماننے والوں کی ہے۔ آپؑ کے صحابہؓ نے بھی اصحابِ رسولؐ کی اقتداء میں ایسی فہرستیں بنا رکھی تھیں۔ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے اِن جیسے نیکی کے کاموں کو ”کر نہ کر“ کی صورت میں کتابی شکل دے رکھی ہے۔ ”سات سو احکام خداوندی“ کے نام سے جامع کتاب بھی ”الاسلام“ پر موجود ہے جن کے متعلق حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

”مَیں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے، وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔“

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 26)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"ہمیں اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ ہماری ایمانی حالت کیا ہے؟ کیا ہم میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور خشیت ہے؟ کیا ہم تقویٰ کی باریک راہوں پر چلنے والے ہیں؟ کیا ہم اللہ تعالیٰ سے ہر چیز سے زیادہ محبت کرنے والے ہیں؟ کیا ہم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی کامل فرمانبرداری کرنے والے ہیں؟ اور پھر ساتھ ہی ہماری نظر اپنے عمل کی طرف پھرنے والی ہونی چاہیے کہ کیا ہمارا ہر عمل اسلام کی حقیقی تعلیم کے مطابق ہے؟ ہمارے عمل کہیں دکھاوے کے عمل تو نہیں؟ ہماری نمازیں کہیں دکھاوے کی نمازیں تو نہیں؟ ہمارا مال خرچ کرنا، زکوٰۃ دینا کہیں دکھاوا تو نہیں؟ ہمارے روزے کہیں دکھاوے کے روزے تو نہیں؟ ہمارے حج صرف حاجی کہلانے کے لیے تو نہیں؟ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی کامل فرمانبرداری تو تب ہو گی، دلی سکون اور امن تو تب ملے گا جب ہمارا ہر عمل صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کے لیے ہو گا اور تبھی وہ معاشرہ خلافت کے زیرِ سایہ قائم ہو گا جب ہمارا ہر عمل حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا حق ادا کرنے والا ہو گا۔ پس صرف زبانی باتیں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو ہمیشہ سامنے رکھنا ہو گا کہ وہ ایمان لانے والے اس سے فیض اٹھائیں گے جن کے عمل صالح ہوں گے۔"

(خطبہ جمعہ 28 مئی 2021ء)

پھر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"ہر ایک کو اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ وہ اس معیار پر پورا اتر رہا ہے۔ جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم سے امید رکھ رہے ہیں۔ نہ یہ کہ ہم ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہیں، ایک دوسرے سے یہ توقع رکھیں کہ وہ اپنی اصلاح کرے۔ اور اپنی طرف نظر ہی نہ ہو۔"

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 681)

ایک اور موقع پر فرمایا:

"ہر احمدی کو جو نیکیوں کی تلقین دوسروں کو کرتا ہے خود بھی ان نیکیوں پر عمل کرنا چاہئے۔ اور خاص طور پر جن کے سپرد جماعت کی طرف سے یہ کام ہوتا ہے ان کو تو بہت زیادہ محتاط ہونا چاہئے اور اپنی اصلاح کی طرف توجہ کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہوئے، اس کا فضل مانگنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس

کی توفیق دے۔ اگر یہ انذار سن کر کسی کو یہ خیال آئے کہ پھر تو بہتر ہے کہ مَیں خاموش رہوں اور کبھی نیکیوں کی تعلیم نہ دوں اور نہ بری باتوں سے روکوں جب تک کہ مَیں خود اس قابل نہیں ہو جاتا۔ اگر یہ خیال آئے گا تو انسان اپنی اصلاح سے بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہ تعلیم دینا بھی ضروری ہے کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے۔ پس ہر ایک کے لئے ضروری ہے کہ وہ نیکیوں کی تعلیم بھی دے اور ساتھ ساتھ اپنا محاسبہ بھی کرتا رہے، اپنا جائزہ بھی لیتا رہے کہ میری اصلاح ہو رہی ہے کہ نہیں۔ یہ انتہائی ضروری امر ہے۔"

(خطبات مسرور جلد 3 صفحہ 284)

مَیں اپنی تقریر کا آخری اقتباس پیش کرتا / کرتی ہوں آپ فرماتے ہیں:

"ایک مومن رات کو جائزہ لے گا کہ کون کون سی نیکیاں مَیں نے کی ہیں اور کون کون سی برائیاں کی ہیں۔ پھر اگر نیکیوں کی زیادہ توفیق ملی ہو گی، اگر شام نے یہ گواہی دی ہو گی کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا تو شکر گزاری کے جذبے کے تحت ایک مومن پھر اللہ تعالیٰ کے حضور مزید جھکے گا اور ایک مومن کو کیونکہ نفس کے دھوکے کا بھی خیال رہتا ہے اس لئے وہ پھر خدا تعالیٰ سے یہ عرض کرتا ہے کہ اگر میرا جائزہ جو مَیں نے شام کو لیا ہے نفس کا دھوکہ ہے تو پھر بھی مجھ پر رحم کر اور بخش دے اور مجھے نیکیوں کی توفیق دے اور اگر کھلی برائیاں سارے دن کے اعمال میں نظر آ رہی ہیں تو پھر بھی اللہ تعالیٰ کے حضور بخشش اور رحم کے لئے ایک مومن جھکتا ہے۔"

(خطبات مسرور جلد 7 صفحہ 29)

کسی بے کس کو اے بیداد، گر مارا، تو کیا مارا
جو آپ ہی مر رہا ہو، اس کو گر مارا، تو کیا مارا
بڑے موذی کو مارا، نفسِ امّارہ، کو گر مارا
نہنگ و اژدھا و شیر نر مارا، تو کیا مارا



﴿80﴾ ﴿مشاہدات:93﴾

عمل، ایمان کا زیور ہے

ہے عمل میں کامیابی موت میں ہے زندگی
جا لپٹ جا لہر سے دریا کی کچھ پروا نہ کر

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے یہی ہیں جو اہلِ جنت ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

میری بہنو! آج میری تقریر کا عنوان حضرت مسیح موعودؑ کا ایک ارشاد "**عمل، ایمان کا زیور ہے**" ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں بارہا لفظ اٰمَنُوْا کے ساتھ عَمِلُوا الصَّالِحَات کے الفاظ لا کر ایمان کا تعلق اعمالِ صالحہ کے ساتھ ملا کر بیان فرمایا ہے۔ جیسا کہ اُس آیت میں بیان ہوا ہے جس کی مَیں نے تقریر کے آغاز میں تلاوت کی ہے۔ اِس مضمون کے حوالے سے پچاس کے قریب آیات میں اللہ تعالیٰ نے جہاں مومنوں اور اعمالِ صالحہ بجالانے والوں کو انعامات، افضال، مغفرت، بخشش، اجر اور جنت کی بشارت دی وہاں جہنم سے دوری اور آگ سے نجات کی خوشخبری بھی دی ہے۔ اِسی لئے حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ عمل ایمان کا زیور ہے۔ زیور خوبصورتی کا باعث ہوتا ہے اور حُسن میں اضافہ ہو جاتا ہے اِسی طرح عمل، ایمان کو چار چاند لگا دیتا ہے۔

حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اپنے ایمان کا وزن کرو۔ عمل ایمان کا زیور ہے۔ اگر عملی حالت درست نہیں ہے تو حقیقت میں ایمان بھی نہیں ہے۔ مومن حسین ہوتا ہے جیسے ایک خوبصورت کو معمولی اور ہلکا سا کپڑا بھی پہنا دیا جاوے تو وہ اُسے زیادہ خوبصورت بنا دیتا ہے۔ اِسی طرح پر ایماندار کو عمل اور بھی خوبصورت دکھاتا ہے اور اگر بد عمل ہے تو کچھ بھی نہیں"

(ملفوظات جلد اول صفحہ 340 ایڈیشن 2016ء)

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

میری بہنو! حضرت مسیح موعودؑ نے عمل اور ایمان کے رشتے کو بہت اچھوتے اور اچھے انداز میں مختلف جگہوں پر بیان فرمایا ہے جیسے ایمان، اعمالِ صالحہ کے بغیر ادھورا ہے۔ بغیر ایمان کے عمل مِثل مُردہ کے ہے۔

فرمایا:

"ایمان کے ساتھ عمل کی ضرورت ہے ورنہ ایمان بدُوں عمل مُردہ ہے اور جب تک عمل نہ ہو وہ ثمرات اور نتائج پیدا نہیں ہوتے جو اعمال کے ساتھ وابستہ ہیں۔ مگر اعمال کی قوت اور توفیق معرفت اور یقین سے پیدا ہوتی ہے۔ جس قدر یہ قوت بڑھتی ہے اُسی قدر اعمالِ صالحہ کی توفیق ملتی ہے اور وہ برکات حاصل ہوتی ہیں جن سے انسان آسمان کی طرف اٹھایا جاتا ہے۔"

(الحکم 10 اگست 1903ء صفحہ 20)

ایمان اور عمل کے درمیان رشتے کو آپؑ نے ایک اور جگہ یوں بیان فرمایا ہے:

"ایمان اور اعمال کی مثال قرآن شریف میں درختوں سے دی گئی ہے۔ ایمان کو درخت بتایا ہے اور اعمال اس کی آبپاشی کے لئے بطور نہروں کے ہیں۔ جب تک اعمال سے ایمان کے پودہ کی آبپاشی نہ ہو اس وقت تک وہ شیریں پھل حاصل نہیں ہوتے۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 225-226 ایڈیشن 2016ء)

الغرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایمان اور عمل، قول و فعل میں مطابقت کو نہایت پیارے انداز میں مختلف جگہوں پر بیان فرمایا ہے۔ جن میں سے چند ایک ارشادات کو اپنی اِس تقریر میں بیان کر رہی ہوں۔ اوپر بیان فرمودہ دو ارشادات میں آپؑ نے ایمان کو عمل کے بِنَا ایک مُردار اور ایسا درخت قرار دیا ہے جس کو نیک اور صالح اعمال کا پانی سیر اب نہ کر رہا ہو اور اُس کے سڑنے اور گَلنے کے امکانات موجود ہوں۔ گویا اعمال ایسا پانی ہے جو ایمان کو ہرا بھرا رکھتا ہے۔ اِس لئے ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنے ایمان کو اپنے

اعمال سے سجائیں۔ اللہ کی طرف جھکیں، نمازیں پڑھیں، تلاوتِ قرآن کیا کریں۔ اللہ کی مخلوق سے پیار اور محبت سے پیش آئیں۔ بالخصوص اپنے اہل خانہ اور عزیز و اقارب سے شفقت اور محبت کا سلوک کریں۔ ایسا نہ ہو کہ ہم آج کے دور میں غیروں کے نزدیک تو غیر مسلم ٹھہرے ہی ہیں اپنے اعمال نہ ہونے کی وجہ سے خدا کے دربار میں بھی اسلام کو اپنی طرف منسوب نہ کر سکیں۔

قول و عمل مثل دانہ

میری بہنو! حضورؑ اِس اہم مضمون کو ایک اور مثال سے سمجھاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”قول اور عمل کی مثال دانہ کی ہے۔ اگر کسی کو ایک دانہ دیا جاوے اور وہ اسے لے جا کر رکھ چھوڑے اور استعمال نہ کرے تو آخر اُسے پڑے پڑے گھُن لگ جاوے گا۔ ایسے ہی اگر قول ہو اور اس پر عمل نہ ہو تو آہستہ آہستہ وہ قول بھی نہ رہے گا۔ اسی لیے اعمال کی طرف سبقت کرنی چاہیے۔“

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 117 ایڈیشن 1984ء)

فعل کی مثال سورج سے

پھر قول اور فعل کی اہمیت کو مثالوں سے سمجھانے کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

”فیصلہ کی جو آسان ترین راہ ہے وہ یہ ہے کہ ایک قول ہوتا ہے اور ایک فعل۔ اگر قول میں اختلاف ہے تو اب فعل کی انتظار چاہیے۔ قول پر اگر فیصلہ کا مدار رکھا جاوے تو اس کی نظیر دوسری جگہ نکل آتی ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ مجھے یہ الہام ہوا ہے کہ تم کذّاب ہو۔ لیکن فعل کو کہاں چھپائیں گے۔ اس کی مثال تو ایک سُورج کی ہے جس کی رویت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا ہے۔ قول سے مراد ہماری وحی الٰہی ہے اور فعل سے نصرت اور تائیدات الٰہیہ۔“

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 303-304 ایڈیشن 1984ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام زُبان سے ایمان کے اظہار کو اپنے اعمال سے سجانے کے حوالے سے فرماتے ہیں:

”انسان سمجھتا ہے کہ نِرا زبان سے کلمہ پڑھ لینا ہی کافی ہے یا نِرا اَستغفراللہ کہہ دینا ہی کافی ہے مگر یاد رکھو! زبانی لاف و گزاف کافی نہیں۔ خواہ انسان زبان سے ہزار مرتبہ اَستغفراللہ کہے یا سو مرتبہ تسبیح پڑھے اس

کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا کیونکہ خدا نے انسان کو انسان بنایا ہے، طوطا نہیں بنایا۔ یہ طوطا کا کام ہے کہ وہ زبان سے تکرار کرتا رہے اور سمجھے خاک بھی نہیں۔ انسان کا کام تو یہ ہے کہ جو کچھ منہ سے کہتا ہے اُس کو سوچ کر کہے اور پھر اُس کے موافق عمل درآمد بھی کرے۔ لیکن اگر طوطا کی طرح بولتا جاتا ہے تو یاد رکھو! نِری زبان سے کوئی برکت نہیں ہے۔ جب تک دل سے اُس کے ساتھ نہ ہو اور اُس کے موافق اعمال نہ ہوں۔ وہ نِری باتیں سمجھی جائیں گی جن میں کوئی خوبی اور برکت نہیں کیونکہ وہ نِرا قول ہے خواہ قرآن شریف اور استغفار ہی کیوں نہ پڑھتا ہو۔ خدا تعالیٰ اعمال چاہتا ہے اس لئے بار بار یہی حکم دیا کہ اعمال صالحہ کرو۔ جب تک یہ نہ ہو خدا کے نزدیک نہیں جاسکتے۔ بعض نادان کہتے ہیں کہ آج ہم نے دن بھر میں قرآن ختم کر لیا ہے۔ لیکن کوئی اُن سے پوچھے کہ اس سے کیا فائدہ ہوا؟ نری زبان سے تم نے کام لیا مگر باقی اعضاء کو بالکل چھوڑ دیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمام اعضاء اس لئے بنائے ہیں کہ اُن سے کام لیا جاوے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ بعض لوگ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور قرآن اُن پر لعنت کرتا ہے کیونکہ اُن کی تلاوت نرا قول ہی قول ہوتا ہے اور اِس پر عمل نہیں ہوتا۔‘‘

(ملفوظات، جلد6 صفحہ 398-399 ایڈیشن 1984ء)

پھر آپ علیہ السلام ’’جماعت کو عمل کی ضرورت ہے‘‘ کے تحت فرماتے ہیں:

’’یاد رکھو کہ ہماری جماعت اس بات کے لئے نہیں ہے جیسے عام دنیادار زندگی بسر کرتے ہیں۔ نرا زبان سے کہہ دیا کہ ہم اسلام میں داخل ہیں اور عمل کی ضرورت نہ سمجھی جیسے بد قسمتی سے مسلمانوں کا حال ہے کہ پوچھو! تم مسلمان ہو؟ تو کہتے ہیں شکر الحمد للہ۔ مگر نماز نہیں پڑھتے اور شعائرُ اللہ کی حرمت نہیں کرتے۔ پس مَیں تم سے یہ نہیں چاہتا کہ صرف زبان سے ہی اقرار کرو اور عمل سے کچھ نہ دکھاؤ یہ نِکمّی حالت ہے خدا تعالیٰ اِس کو پسند نہیں کرتا...... پس اب اگر کوئی میرے ساتھ تعلق رکھ کر اپنی حالت کی اصلاح نہیں کرتا اور عملی قوتوں کو ترقی نہیں دیتا بلکہ زبانی اقرار ہی کو کافی سمجھتا ہے۔ وہ گویا اپنے عمل میں میری عدم ضرورت پر زور دیتا ہے۔ پھر تم اگر اپنے عمل سے ثابت کرنا چاہتے ہو کہ میرا آنا بے سُود ہے تو پھر میرے ساتھ تعلق کرنے کے کیا معنے ہیں؟ میرے ساتھ تعلق پیدا کرتے ہو تو میری اغراض اور مقاصد کو پورا کرو اور وہ یہی ہیں کہ خدا تعالیٰ کے حضور اپنا اخلاص اور وفاداری دکھاؤ اور قرآن شریف کی تعلیم پر اُسی طرح

عمل کرو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کر کے دکھایا اور صحابہؓ نے کیا۔ قرآن شریف کے صحیح منشا کو معلوم کرو اور اِس پر عمل کرو۔ خدا تعالیٰ کے حضور اتنی ہی بات کافی نہیں ہو سکتی کہ زبان سے اقرار کر لیا اور عمل میں کوئی روشنی اور سرگرمی نہ پائی جاوے۔ یاد رکھو کہ وہ جماعت جو خدا تعالیٰ قائم کرنی چاہتا ہے وہ عمل کے بدُوں زندہ نہیں رہ سکتی۔ یہ وہ عظیم الشّان جماعت ہے جس کی تیاری حضرت آدمؑ کے وقت سے شروع ہوئی ہے کہ کوئی نبی دنیا میں نہیں آیا جس نے دعوت کی خبر نہ دی ہو۔ پس اِس کی قدر کرو اور اِس کی قدر یہی ہے کہ اپنے عمل سے ثابت کر کے دکھاؤ کہ اہلِ حق کا گروہ تم ہی ہو۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 163-164، ایڈیشن 1984ء)

اِس ارشاد سے واضح طور پر اِس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ صحابہ کے نیک اعمال دراصل اُن ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سانچے سے تیار ہوئے تھے جو صحابہؓ نے براہ راست آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے تھے جن پر عمل کر کے وہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کے مصداق ٹھہرے۔ انسان کے عمل یا اس کے فعل سے اس کی شخصیت کی ایک تصویر بنتی یا ابھرتی ہے۔ جس سے وہ جانا اور پہچانا جاتا ہے۔ اسی لئے تو کہتے ہیں کہ اگر انسان کی شخصیت کو پہچاننا ہو تو اس کے کردار کو دیکھو نہ کہ گفتار کو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس سلسلہ میں ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"ایک دفعہ ایک شخص نے ابو بکرؓ کو پیغمبر جان کر ان سے مصافحہ کیا اور تعظیم و تکریم کرنے لگا۔ آخر ابو بکرؓ اُٹھ کر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو پنکھا جھلنے لگ گئے اور اپنے قول سے نہیں بلکہ فعل سے بتلا دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہیں میں تو خادم ہوں"

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 411 ایڈیشن 1984ء)

میری بہنو! آپؑ نے ایک موقع پر بیعت لینے کے بعد نو مبائعین کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

"تم لوگوں نے اِس وقت جو بیعت کی ہے اِس کا زبان سے کہہ دینا اور اقرار کر لینا تو بہت ہی آسان ہے مگر اِس اقرارِ بیعت کا نبھانا اور اِس پر عمل کرنا بہت ہی مشکل ہے ......یاد رکھو! نِری بیعت سے کچھ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اِس رسم سے راضی نہیں ہوتا جب تک کہ حقیقی بیعت کے مفہوم کو ادا نہ کرے۔ اِس وقت تک یہ بیعت، بیعت نہیں نری رسم ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ بیعت کے حقیقی منشا کو پورا کرنے کی

کوشش کرو۔ یعنی تقویٰ اختیار کرو۔ قرآن شریف کو خوب غور سے پڑھو اور اِس پر تدبّر کرو اور پھر عمل کرو کیونکہ سنت اللہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نرے اقوال اور باتوں سے کبھی خوش نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حاصل کرنے کے واسطے ضروری ہے کہ اُس کے احکام کی پیروی کی جاوے اور اُس کے نواہی سے بچتے رہو اور یہ ایک ایسی صاف بات ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ انسان بھی نری باتوں سے خوش نہیں ہوتا بلکہ وہ بھی خدمت ہی سے خوش ہوتا ہے"

(ملفوظات جلد ششم صفحہ 392-405ایڈیشن1984ء)

بیعت اور توبہ آپس میں لازم ملزوم ہے اِس حوالے سے توبہ اور عمل کا تعلق بھی بیان ہونا ضروری ہے۔ آپؑ جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اگر توبہ کے ثمرات چاہتے ہو تو عمل کے ساتھ توبہ کی تکمیل کرو۔ دیکھو! جب مالی بوٹا لگاتا ہے پھر اس کو پانی دیتا ہے اور اس سے اس کی تکمیل کرتا ہے۔ اسی طرح ایمان ایک بوٹا ہے اور اس کی آبپاشی عمل سے ہوتی ہے اس لیے ایمان کی تکمیل کے لیے عمل کی از حد ضرورت ہے۔ اگر ایمان کے ساتھ عمل نہیں ہوں گے تو بوٹے خشک ہو جائیں گے اور وہ غائب وخاسر رہ جائیں گے۔"

(ملفوظات جلد4 صفحہ 296۔ حاشیہ ایڈیشن2022ء)

میری بہنو! حضرت مسیح موعود علیہ السلام قرآنی آیت فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا کی تشریح میں عملِ صالح کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا (النحل: 111) عمل صالح سے یہاں یہ مراد ہے کہ اس میں کسی قسم کی بدی کی آمیزش نہ ہو۔ صلاحیت ہی صلاحیت ہو۔ نہ عُجب ہو۔ نہ کبر ہو۔ نہ نخوت ہو۔ نہ تکبر ہو۔ نہ نفسانی اغراض کا حصّہ ہو۔ نہ روبخلق ہو۔ حتٰی کہ دوزخ اور بہشت کی خواہش بھی نہ ہو۔ صرف خدا تعالیٰ کی محبت سے وہ عمل صادر ہو جب تک دوسری قسم کی غرض کو دخل ہے تب تک ٹھوکر کھائے گا اور اس کا نام شرک ہے کیونکہ وہ دوستی اور محبت کس کام کی جس کی بنیاد صرف ایک پیالہ چائے یا دوسری خالی محبوبات تک ہی ہے۔ ایسا انسان جس دن اس میں فرق آتا دیکھے گا اسی دن قطع تعلق کر دے گا۔ جو لوگ خدا تعالیٰ سے اس لیے تعلق باندھتے

ہیں کہ ہمیں مال ملے یا اولاد حاصل ہو یا ہم فلاں فلاں امور میں کامیاب ہو جاویں اُن کے تعلقات عارضی ہوتے ہیں اور ایمان بھی خطرہ میں ہے۔ جس دن اُن کے اغراض کو کوئی صدمہ پہنچا، اُسی دن ایمان میں فرق آجاوے گا۔ اِس لیے پکا مومن وہ ہے جو کسی سہارے پر خدا تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتا۔"

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 132 ایڈیشن 1984ء)

میری بہنو!

پھر فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں یہ فرماتا ہے مَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ کوئی برا عمل کرے خواہ کتنا ہی کیوں نہ کرے اس کی پاداش اس کو ملے گی یہاں کوئی تخصیص ذات اور قوم کی نہیں اور پھر دوسری جگہ فرمایا اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرّم وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ پس ذاتوں پر گھمنڈ نہ کرو کہ یہ نیکی کے لیے روک کا باعث ہو جاتا ہے۔ ہاں ضروری یہ ہے کہ تقویٰ میں ترقی کرو۔ خدا تعالیٰ کے فضل اور برکات اسی راہ سے آتے ہیں۔ میں خوب جانتا ہوں کہ ہماری جماعت اور ہم جو کچھ ہیں اسی حال میں اللہ تعالیٰ کی تائید اور اُس کی نصرت ہمارے شاملِ حال ہو گی کہ ہم صراطِ مستقیم پر چلیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اور سچی اتباع کریں۔ قرآن شریف کی پاک تعلیم کو اپنا دستور عمل بناویں اور ان باتوں کو ہم اپنے عمل اور حال سے ثابت کریں نہ صرف قال سے۔ اگر ہم اس طریق کو اختیار کریں گے تو یقیناً یاد رکھو کہ ساری دنیا بھی مِل کر ہم کو ہلاک کرنا چاہے تو ہم ہلاک نہیں ہو سکتے اس لیے کہ خدا ہمارے ساتھ ہو گا۔

لیکن اگر ہم خدا تعالیٰ کے نافرمان اور اس قطع تعلق کر چکے ہیں تو ہماری ہلاکت کے لیے کسی کو منصوبہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ کسی مخالفت کی حاجت نہیں۔ وہ سب سے پہلے خود ہم کو ہلاک کر دے گا۔"

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 189 ایڈیشن 1984ء)

"ہماری جماعت میں عمدہ اور اعلیٰ درجہ کے نیک چال چلن کے لوگ ہیں اور وہ سب حسنہ صفات سے متصف ہیں اور ایسے ہی لوگوں کو ہم ساتھ رکھتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 163 ایڈیشن 2022ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”حقیقت میں اس امر کی بہت بڑی ضرورت ہے کہ انسان کا قول اور فعل باہم ایک مطابقت رکھتے ہوں۔ اگر ان میں مطابقت نہیں تو کچھ بھی نہیں اس لئے اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے اَتَأۡمُرُوۡنَ النَّاسَ بِالۡبِرِّ وَ تَنۡسَوۡنَ اَنۡفُسَکُمۡ (البقرہ:45) یعنی تم لوگوں کو تو نیکی کا امر کرتے ہو مگر اپنے آپ کو اس امر نیکی کا مخاطب نہیں بناتے، بلکہ بھول جاتے ہو اور پھر دوسری جگہ فرمایا لِمَ تَقُوۡلُوۡنَ مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَ (الصف:3) مومن کو دورنگی اختیار نہیں کرنی چاہیے۔ یہ بزدلی اور نفاق اس سے ہمیشہ دور ہوتا ہے۔ ہمیشہ اپنے قول اور فعل کو درست رکھو اور ان میں مطابقت دکھاؤ۔ جیسا کہ صحابہؓ نے اپنی زندگیوں میں دکھایا، ایسا ہی تم بھی ان کے نقش قدم پر چل کر اپنے صدق ووفا کے نمونے دکھاؤ“

(ملفوظات جلد اول صفحہ 338-339 ایڈیشن 2016ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”جب ہم اِس پہلو کی طرف دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ہم میں جو عملی تبدیلی پیدا کرنا چاہتے ہیں، اُس کی حالت کیا ہے؟ تو پھر فکر پیدا ہوتی ہے۔ سوال اُٹھتا ہے کہ کیا ہم میں سے ہر ایک معاشرے کی ہر برائی کا مقابلہ کر کے اُسے شکست دے رہا ہے؟ کیا ہم میں سے ہر ایک کے ہر عمل کو دیکھ کر اُس سے تعلق رکھنے والا اور اُس کے دائرے اور ماحول میں رہنے والا اُس سے متاثر ہو رہا ہے، یا پھر ہم ہی معاشرے کے اثر سے متاثر ہو کر اپنی تعلیم اور اپنی روایات کو بھولتے چلے جارہے ہیں۔ کیا ہم میں سے ہر ایک بھرپور کوشش کرتے ہوئے اپنی اِس طرح عملی اصلاح کر رہا ہے جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے ہمیں تعلیم دی ہے جو ہم سے یہ تقاضا کرتی ہے، یہ پوچھتی ہے کہ کیا ہم نے سچائی کے وہ معیار قائم کر لئے ہیں کہ جھوٹ اور فریب ہمارے قریب بھی نہ پھٹکے؟ کیا ہم نے اپنے دنیاوی معاملات سے واسطہ رکھتے ہوئے آخرت پر بھی نظر رکھی ہوئی ہے؟ کیا ہم حقیقت میں دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہیں؟ کیا ہم ہر ایک بدی سے اور بدعملی سے انتہائی محتاط ہو کر بچنے کی کوشش کرنے والے ہیں؟ کیا ہم کسی کا حق مارنے سے بچنے والے اور ناجائز تصرف سے بچنے والے ہیں؟ کیا ہم پنجگانہ نماز کا التزام کرنے والے ہیں؟ کیا ہم ہمیشہ دعا میں لگے رہنے والے اور خدا تعالیٰ کو انکسار سے یاد کرنے والے ہیں؟ کیا ہم ہر ایسے

بد رفیق اور ساتھی کو جو ہم پر بد اثر ڈالتا ہے، چھوڑنے والے ہیں؟ کیا ہم اپنے ماں باپ کی خدمت اور اُن کی عزت کرنے والے اور امورِ معروفہ میں اُن کی بات ماننے والے ہیں؟ کیا ہم اپنی بیوی اور اُس کے رشتہ داروں سے نرمی اور احسان کا سلوک کرنے والے ہیں؟ کیا ہم اپنے ہمسائے کو ادنیٰ ادنیٰ خیر سے محروم تو نہیں کر رہے؟ کیا ہم اپنے قصوروار کا گناہ بخشنے والے ہیں؟ کیا ہمارے دل دوسروں کے لئے ہر قسم کے کینے اور بُغض سے پاک ہیں؟ کیا ہر خاوند اور ہر بیوی ایک دوسرے کی امانت کا حق ادا کرنے والے ہیں؟ کیا ہم عہدِ بیعت کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی حالتوں کی طرف نظر رکھنے والے ہیں؟ کیا ہماری مجلسیں دوسروں پر تہمتیں لگانے اور چغلیاں کرنے سے پاک ہیں؟ کیا ہماری زیادہ تر مجالس اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کرنے والی ہیں؟

اگر ان کا جواب نفی میں ہے تو ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی تعلیم سے دُور ہیں اور ہمیں اپنی عملی حالتوں کی فکر کرنی چاہئے۔ اگر اس کا جواب ہاں میں ہے تو ہم میں سے وہ خوش قسمت ہیں جن کو یہ جواب ہاں میں ملتا ہے کہ ہم اپنی عملی حالتوں کی طرف توجہ دے کر بیعت کا حق ادا کرنے والے ہیں۔

(خطبہ جمعہ 6 دسمبر 2013ء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے ایمانوں کو اعمالِ حسنہ سے مزیّن کرنے کی توفیق دے۔ آمین



﴿81﴾ ﴿مشاہدات:95﴾

احسان کی مختلف اقسام و مدارج

میری بہنو! میری تقریر کا عنوان ہے **"احسان کی مختلف اقسام و مدارج"**

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اِنَّ رَحۡمَتَ اللّٰہِ قَرِیۡبٌ مِّنَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ (الاعراف:57)

کہ یقیناً اللہ کی رحمت احسان کرنے والوں کے قریب رہتی ہے۔

احسان کا ذکر ہمارے پیارے رسول حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی زندگی میں بار بار ملتا ہے۔ آپؐ اِس پر عمل پیرا بھی رہے اور اپنی تقاریر، خطبات و خطابات کے آغاز پر جو تشہد پڑھتے اُس میں عدل و احسان کی تعلیم پر عمل کرنے کی یاد دہانی بار بار کرواتے کہ اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُکُمۡ بِالۡعَدۡلِ وَ الۡاِحۡسَانِ کہ اللہ تم کو عدل اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو برابری کے سلوک کی تلقین تو فرمائی ہے لیکن اپنے ساتھ ہونے والے نیک اور عمدہ سلوک سے کہیں اچھا اور بڑھ کر سلوک کرنے کی تلقین "احسان" کے لفظ میں کر دی۔ جیسے ماں ہمیشہ اپنے ساتھ کئے گئے سلوک سے کہیں بڑھ کر بغیر کسی غرض اور لالچ کے اولاد کے ساتھ سلوک کرتی ہے۔ اِسے احسان کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے۔

سامعات! احسان کے مضمون کو مختلف پہلوؤں سے اللہ تعالیٰ نے الٰہی کتاب قرآن کریم میں 200 کے لگ بھگ بیان فرمایا ہے۔ احسان موٹے طور پر تین حصوں میں تقسیم ہو سکتا ہے۔

1. اللہ تعالیٰ کے احسانوں اور نعماء کا ذکر اور شکر الٰہی۔
2. انسان کا انسان پر احسان اور اس کے بدلہ میں بہترین عطا کرنا۔
3. نباتات، جمادات اور حیوانوں سے اچھا سلوک کرنا۔

جہاں تک اللہ کے احسانوں کا ذکر کر کے اس کا شکریہ ادا کرنے کا تعلق ہے تو اس ضمن میں سب سے پہلے انسان کی صورت میں اس کی تخلیق ہے۔ اللہ نے ہم سب کو اشرف المخلوقات پیدا کیا۔ پھر تمام اعضاء کے

ساتھ مکمل اور صحیح سالم انسان بنایا یعنی معذور نہیں بنایا۔ معاشرہ میں مقیم انسانوں کو بعض اوقات جو متعدی اور موذی بیماریاں لاحق ہیں اُن سے محفوظ رکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسلام اور جماعت احمدیہ میں پیدا کیا یا بعض کو احمدیت قبول کر کے اِس نعمت سے مالا مال کیا۔

اللہ تعالیٰ نے بھوک جیسے عذاب سے محفوظ رکھا، دوسری مخلوق سے بہتر بنایا، بُری عادات سے محفوظ رکھا۔ ہسپتال میں پڑے مریضوں کو دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کرنے کو دل کرتا ہے کہ اُس نے ایسی بیماریوں سے بچایا۔ بعضوں کو سانس کی تکلیف ہے اللہ نے اِس سے ہم کو بچایا۔ انسان بنایا، جانور اور چرند پرند نہیں بنایا۔ ایک آدمی کی دسیوں شوگر ملز ہونے کے باوجود وہ چینی کے ایک دو دانے نہیں چکھ سکتا۔ یورپ میں اللہ تعالیٰ نے ہم کو ہر ضرورت سے مستفیض فرمایا ہے۔ خلافت جیسی عظیم نعمت عطا فرمائی، نیک صالح ساتھی اور اولاد سے نوازا۔ علیٰ ھذا القیاس۔ ہر انسان کو اپنے اپنے دائرہ کے حساب سے اپنے اور اپنے اہل خانہ کے اوپر ہونے والی نعمائے الٰہی کا سوچ کر اپنے اللہ کے حضور جھکنا، اُس کی عبادت کرنا، اُس کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اصول اِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ کے تحت شکرِ الٰہی کرنے پر اللہ تعالیٰ ان نعماء کو لازوال بنائے گا اور مزید نعماء و افضال سے نوازے گا۔ اس پر مزید مہربان ہو گا اور مزید نیک کاموں کی توفیق ملتی رہے گی۔ یہ مضمون اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء آیت 79 میں ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

اِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ

اللہ کے احسانوں کے ذکر میں ایک حدیث بیان کرنی ضروری ہے جس میں احسان کی جامع تعریف بیان ہوئی ہے۔ ایک روز حضرت جبرائیل علیہ السلام، بارگاہ رسالتِ مآب حضرت محمد ﷺ میں انسانی شکل میں حاضر ہوئے اور ایمان، اسلام اور احسان کے حوالے سے آنحضرت ﷺ سے سوالات کئے۔ احسان کے سوال پر آنحضرت ﷺ نے جواباً فرمایا:

”احسان یہ ہے کہ تُو اللہ کی عبادت اِس طریق پر کرے گویا تو اُسے دیکھ رہا ہے۔ اگر تُو اللہ کو نہیں دیکھ رہا تو کم از کم تمہارا یہ یقین ہو کہ اللہ تجھے دیکھ رہا ہے۔“

(متفق علیہ)

میری بہنو! ایک مومن کی اپنے ربّ کی خاطر ہر حرکت، ہر ادا، ہر نیکی اور ہر عمل عبادت کا ہی ایک رنگ رکھتا ہے۔ اس ناطے ہر عمل، ہر حرکت اور اسلام کی خاطر ہر ادا کے وقت ایک مومن کی یہ کیفیت اور سوچ ہونی چاہئے کہ میں خدا کو دیکھ رہا ہوں یا کم از کم یہ سوچ ہو کہ خدا مجھے دیکھ رہا ہے۔ انسان کی اس اعلیٰ کیفیت کا نام احسان ہے اور یہی احسان کی جامع و مانع تعریف ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ تم اپنے اللہ کی ایسی بندگی کرو کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو۔

2۔ انسانوں کے ساتھ احسان مندی کا سلوک

i۔ یہ مضمون بہت وسعت لئے ہوئے ہے اور اِس کے آگے کئی مدارج ہیں۔ ہر انسان خود بھی انسانوں کے زُمرے سے ہے اس لئے احسان کا مضمون انسان کے اپنے آپ سے، اپنے نفس سے شروع ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا (بنی اسرائیل:8)

کہ اگر تم اچھے اعمال بجالاؤ تو اپنی خاطر ہی اچھے اعمال بجالاؤ گے اور اگر تم بُرا کرو تو خود اپنے لئے ہی بُرا کروگے۔

میری بہنو! انسان کی سوچ سے یہ چیز بسا اوقات باہر ہوتی ہے کہ انسان اپنے لئے بھی بُرا سوچ سکتا ہے۔ یہ مضمون اتنا گہرا ہے کہ انسان بالعموم غیروں کے شر سے بچنے کے لئے خود دعا بھی کرتا ہے اور دوسروں سے بھی کرواتا ہے لیکن اپنے نفس کے شر سے بچنے کی دعا تو کیا؟ اِس کا سوچتا بھی نہیں۔ جبکہ ہر انسان کے اندر ایک اور انسان موجود ہے جو ظاہری طور پر نظر آنے والے انسان سے نیکیاں کروا کر اُسے راہِ راست پر بھی رکھتا ہے اور بعض اوقات اُسے بُھسلا کر بُرے اور قبیح کام کروا کر دوزخ کی طرف بھی لے جاتا ہے۔ اس لئے ہم میں سے ہر انسان کو اَوَامر پر عمل کرنا اور اُن نواہی سے بچنا چاہئے جو "فَلَهَا" کے تحت آتے ہیں جیسے جھوٹ، چغلی، غیبت، تجسس وغیرہ وغیرہ۔

ii۔ والدین سے حسن سلوک

اشرف المخلوقات کے حوالے سے احسان کے دائرے یا مدراج میں دوسرا نمبر والدین کے ساتھ حسن سلوک کا ہے۔ جیسا کہ اللہ فرماتا ہے:

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ وَبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَاناً (بنی اسرائیل:24)

کہ تیرے ربّ نے صرف اپنی بندگی کرنے کا حکم دیا ہے اور اپنے والدین کے ساتھ احسان کرو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی توحید اور بندگی اختیار کرنے کے ساتھ والدین سے احترام کا تعلق روا رکھنے اور اُن کے ساتھ احسان سے پیش آنے کا ذکر فرمایا ہے۔

اس کی بڑی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ جب اللہ کسی نفس کو زمین میں لانے کا فیصلہ کرتا ہے تو والدین کو ذریعہ بناتا ہے جن کی اطاعت واحترام لازم ہے۔

iii۔ عزیز و اقارب اور رشتہ داروں کے ساتھ احسان کرنا

اللہ تعالیٰ انسان کے اس درجہ کا ذکر سورۃ البقرہ آیت 84 میں یوں فرماتا ہے۔

وَاِذۡ اَخَذۡنَا مِیۡثَاقَ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ لَا تَعۡبُدُوۡنَ اِلَّا اللّٰہ وَبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا وَّذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡیَتٰمٰی وَ الۡمَسٰکِیۡنِ وَقُوۡلُوۡا لِلنَّاسِ حُسۡنًا

اور جب ہم نے بنی اسرائیل کا میثاق (اُن سے) لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرو گے اور والدین سے احسان کا سلوک کرو گے اور قریبی رشتہ داروں سے اور یتیموں سے مسکینوں سے بھی اور لوگوں سے نیک بات کہا کرو۔

iv۔ معاشرہ میں غریب اور مستحق طبقہ کے ساتھ احسان کرنا

سامعات! اسلام، سلامتی کا مذہب ہے اور یہ سلامتی اپنوں سے نکل کر غیروں کی طرف جاتے اپنے دائرہ کو وسیع کرتی جاتی ہے اور معاشرہ میں بسنے والے کمزور، لاغر اور مستحق لوگوں کو اپنا حصہ بناتی ہے۔ اللہ تعالیٰ

نے اس دائرہ سے متعلقہ لوگوں کے ساتھ احسان سے پیش آنے کا ذکر سورۃ النساء آیت 37 میں کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَبِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا وَّبِذِى الۡقُرۡبٰى وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَالۡجَارِ ذِى الۡقُرۡبٰى وَالۡجَارِ الۡجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالۡجَنۡبِ وَابۡنِ السَّبِيۡلِ

کہ والدین کے ساتھ احسان کرو اور قریبی رشتہ داروں، یتیموں، مسکین لوگوں، رشتہ دار ہمسائیوں اور غیر رشتہ دار ہمسائیوں اور اپنے ہم جلیسوں سے بھی اور مسافروں سے بھی احسان کرو۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں کمال حکمت سے ہمسایہ میں قریب اور دور کے ہمسائے سے حسن سلوک کی تلقین فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں 40 گھروں تک ہمسایہ کا درجہ دیا ہے بلکہ ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے ہمسائے کے لئے سالن میں پانی ڈالنے کی بھی تلقین فرمائی اور فرمایا:

وَاَحۡسِنۡ جِوَارَ مَنۡ جَاوَرَكَ تَكُنۡ مُسۡلِمًا

ہمسایہ کے ساتھ عمدہ ہمسائیگی کرو تا تم کامل مسلم بنو۔ اس طبقہ کے ساتھ حسن سلوک اور اُن کے ساتھ احسان کرنا معاشرہ کے وقار کو بلند کرنا ہے اور اِس کو اسلامی معاشرہ کا نام دیا جا سکتا ہے۔ جماعت میں ایسے ایسے حسین اور نیک لوگ بھی ہیں جو اپنی شب و روز دعاؤں میں ایسے لوگوں کو بھی شامل رکھتے ہیں جو اُجرت پر گھروں میں کام کرتے ہیں۔ جو گھر میں دودھ مہیا کرنے والے (دودھی) کو، جمعدار اور گھر میں کام کاج کرنے والی ماسی کو اپنی تہجد کی دعاؤں میں شامل رکھتے ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے ہماری خدمت کے لئے مامور کیا ہے۔ خواہ رقم لے کر یہ خدمت کرتے ہیں اگر یہ نہ ہوں تو ہماری زندگی بہت مشکل ہو جائے۔

1947ء میں پارٹیشن کے وقت قادیان میں مقامات مقدسہ کی حفاظت کرنے والے درویشانوں میں حضرت مصلح موعودؓ نے موچی، قصائی، دودھی اور دوسرے کام کرنے والے لوگوں کو شامل فرمایا تھا تا اگر احمدی مسلمانوں کو حصار میں رہنا پڑے تو ایک ہی جگہ میں ہر انسانی ضرورت پوری کرنے والے لوگ میسر آ سکیں۔ تو ایسے لوگ ہماری دعاؤں کے جہاں مستحق ہوتے ہیں وہاں ہمارے پیار، محبت اور احسان و مروّت کے بھوکے بھی ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اِس دائرہ کو اِس حد تک بڑھایا ہے کہ طلاق یا خلع کے وقت عورتوں کو احسان کے ساتھ رخصت کرنے کی تعلیم تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ (البقرہ:230) کے الفاظ میں دی ہے۔ نیز غصہ پی جانے والوں ،لوگوں کو معاف کرنے والوں کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ نے وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ کے الفاظ کو استعمال فرما کر سبق دیا کہ غصہ پینا اور لوگوں سے نرمی کا سلوک بھی احسان کرنا ہی ہے۔ یہ تعلیم آج کے دور میں اس لئے بھی ضروری اور اہم ہے کہ عدمِ برداشت نام کی کوئی چیز دنیا کے معاشرہ میں نظر نہیں آتی۔

v۔ عقیدہ و مذہب سے بالا ہو کر احسان کرنا

میری بہنو! اللہ کی مخلوق جو اس کی ''عیال'' ہے سے احسان و مروّت سے پیش آنے کا ایک دائرہ بلا تمیز مذہب و عقیدہ کے پیار و محبت سے ملنا اور سلامتی کی فضا برقرار رکھنا ہے۔ جس کی آج دنیا بھر میں تمام مذاہب کو اپنانے کی بہت ضرورت ہے جبکہ ان مذاہب میں جنگ کی سی کیفیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ المائدہ آیت 14 میں اِن کے ساتھ جو مخالفت کرتے، دشمنی کرتے اور مذہب اور اس کے ماننے والوں کو نقصان پہنچاتے ہیں احسان کا سلوک روا رکھنے کی تلقین فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاعۡفُ عَنۡهُمۡ وَاصۡفَحۡ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ

پس اِن سے درگزر کر اور صرفِ نظر بھی۔ یقیناً اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

3۔ نباتات جمادات اور حیوانات کے ساتھ احسان کرنا

سامعات! اسلام ایک آفاقی مذہب ہے۔ اس کی تعلیمات بھی عالمگیر اور تا قیامت قابل عمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ، ہر جگہ اصلاح کی طرف توجہ دلائی ہے اور فساد سے نفرت کی تعلیم دی ہے۔ اشرف المخلوقات کے ساتھ حسنِ سلوک اور احسان و مروّت، محبت سے پیش آنے کی تعلیم اور اُن سے متعلق احکامات دینے کے بعد ضروری تھا کہ دنیا میں دوسری پائی جانے والی مخلوق اور دیگر مرئی اور غیر مرئی اشیاء کے ساتھ احسان کے سلوک کا ذکر ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جنگوں میں درختوں اور نباتات اور دیگر اشیاء کو تباہ نہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اونٹ اور گدھوں پر اُن کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادنے سے صحابہؓ کو منع فرمایا۔

ایک صحابی نے پرندے کے انڈے گھونسلے سے نکال لئے۔ آپؐ نے انہیں دوبارہ گھونسلے میں رکھنے کو فرمایا۔ آگ اور پانی کے عذاب یعنی اِن سے کسی کو تباہ وبرباد کرنے سے منع فرمایا۔ زمین میں اصلاح کرنے اور فساد سے باز رہنے کے بعد فرمایا:

اِنَّ رَحۡمَتَ اللّٰہِ قَرِیۡبٌ مِّنَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ (الاعراف:57)

کہ اللہ کی رحمت محسنوں کے قریب ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جا بجا لکھا ہے کہ ''میں احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہوں'' یہ ایک بہت بڑا اعزاز ہے جو احسان برتنے والوں کو دیا جاتا ہے۔ ہم سب پر لازم ہے کہ ہم اپنی زندگیوں میں احسان کے مضمون کو پھیلائیں۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے: اِنَّ اللّٰہَ کَتَبَ الۡاِحۡسَانَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ (مسلم) کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا بھر کی ہر چیز میں احسان کو ضروری قرار دیا ہے۔ لہٰذا ہمیں زندگی کے ہر موڑ پر احسان کو ملحوظ رکھنا چاہئے صرف اپنے نفس کے ساتھ ہی نہیں، اپنی صحت، اپنے علم، اپنی عقل، اپنی روح، اپنے کاروبار، اپنی عبادت، اپنے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں بالخصوص دفاتر میں اپنی مُفوضہ ذمہ داریوں اور ڈیوٹی کی ادائیگی میں احسان کو مد نظر رکھنا ہوگا۔ ہمارے ایشیائی معاشرے میں دفاتر کے حقوق کماحقہ ادا نہیں کئے جاتے۔ وقت کی پابندی کا خیال رکھا جائے کام بروقت کیا جائے۔ آج کا کام کل پر نہ ڈالا جائے، استاد بھی ٹیچنگ میں احسان کو مدّ نظر رکھیں۔ الغرض اپنے ذمہ ہر ڈیوٹی کو باحسن طریق سر انجام دیا جائے، اس ضمن میں احسان کا یہ اصول مدّ نظر رہے کہ خدا ہمیں دیکھ رہا ہے اور اردو زبان میں احسان کے معنی ایک دو یا تین لئے جاتے ہیں جبکہ یہ عربی کا لفظ ہے اور عربی زبان میں احسان کے بہت وسیع معانی ہیں۔ ان تمام معانی کو مدّ نظر رکھ کر احسان کے بارے میں مَیں نے اپنی تقریر میں تفصیل بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔

میری بہنو! ایک دفعہ ایک عورت اپنی دو بچیوں کے ہمراہ دربار رسالت مآبؐ میں حاضر ہوئیں۔ آنحضور ﷺ گھر پر نہ تھے۔ حضرت عائشہؓ کے پاس ایک ہی کھجور تھی جو آپ نے ماں کو دے دی۔ اِس ماں نے

اُسے دو بچیوں میں نصف نصف تقسیم کر دیا اور خود کچھ نہ کھایا۔ آنحضور ﷺ جب گھر تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے یہ قصہ آپؐ کو سنایا۔ آپؐ نے فرمایا کہ:

اللہ تعالیٰ نے کسی انسان کو بچیوں سے آزمایا اور اس باپ نے اُن کے ساتھ احسان کا سلوک کیا تو اس سے جہنم دور کر دی جائے گی۔

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہ صرف اپنے بھائیوں، عزیزوں، رشتہ داروں، اپنے جاننے والوں، ہمسایوں سے حسن سلوک کرو، ان سے ہمدردی کرو اور اگر ان کو تمہاری مدد کی ضرورت ہے تو اُن کی مدد کرو، ان کو جس حد تک فائدہ پہنچا سکتے ہو فائدہ پہنچاؤ بلکہ ایسے لوگ، ایسے ہمسائے جن کو تم نہیں بھی جانتے، تمہاری ان سے کوئی رشتہ داری یا تعلق داری بھی نہیں ہے جن کو تم عارضی طور پر ملے ہو ان کو بھی اگر تمہاری ہمدردی اور تمہاری مدد کی ضرورت ہے، اگر ان کو تمہارے سے کچھ فائدہ پہنچ سکتا ہے تو ان کو ضرور فائدہ پہنچاؤ۔ اس سے اسلام کا ایک حسین معاشرہ قائم ہو گا۔ ہمدردیٔ خلق اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو فائدہ پہنچانے کا وصف اور خوبی اپنے اندر پیدا کر لوگے اور اس خیال سے کر لوگے کہ یہ نیکی سے بڑھ کر احسان کے زمرے میں آتی ہے اور احسان تو اس نیت سے نہیں کیا جاتا کہ مجھے اس کا کوئی بدلہ ملے گا۔ احسان تو انسان خالصتاً اللہ تعالیٰ کی خاطر کرتا ہے۔ تو پھر ایسا حسین معاشرہ قائم ہو جائے گا جس میں نہ خاوند بیوی کا جھگڑا ہو گا، نہ ساس بہو کا جھگڑا ہو گا، نہ بھائی بھائی کا جھگڑا ہو گا، نہ ہمسائے کا ہمسائے سے کوئی جھگڑا ہو گا، ہر فریق دوسرے فریق کے ساتھ احسان کا سلوک کر رہا ہو گا اور اس کے حقوق اسی جذبہ سے ادا کرنے کی کوشش کر رہا ہو گا۔ اور خالصتاً اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کا پیار حاصل کرنے کے لئے، اس پر عمل کر رہا ہو گا۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 12/ستمبر 2003ء/ مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 7/نومبر 2003ء)

اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو احسان کے باریک معنوں کو سامنے رکھ کر اس کا لبادہ اوڑھنے کی توفیق عطا فرماتا رہے اور شکر الٰہی کے بہترین طریق پر عمل کرنے والا بنائے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کی تسبیح کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنائے اور اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنَ کے مطابق شکر الٰہی کرنے والا بنائے۔

آمین ثم آمین

ڈھونڈو وہ راہ جس سے دل و سینہ پاک ہو
نفسِ دَنی خدا کی اطاعت میں خاک ہو
ملتی نہیں عزیزو! فقط قِصّوں سے یہ راہ
وہ روشنی نشانوں سے آتی ہے گاہ گاہ



﴾82﴿ ﴾مشاہدات:97﴿

اللہ تعالیٰ سے کبھی بے وفائی نہ کرنا

رہِ خدا میں ہی جاں فدا ہو، دل عشقِ احمد میں مبتلا ہو
اس پہ ہی میرا خاتمہ ہو، یہی مرے دل کا مدعا ہے

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَنۡفُسَهُمۡ وَ اَمۡوَالَهُمۡ بِاَنَّ لَهُمُ الۡجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ فَيَقۡتُلُوۡنَ وَ يُقۡتَلُوۡنَ ۚ وَعۡدًا عَلَيۡهِ حَقًّا فِى التَّوۡرٰٮةِ وَ الۡاِنۡجِيۡلِ وَ الۡقُرۡاٰنِ ؕ وَ مَنۡ اَوۡفٰى بِعَهۡدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسۡتَبۡشِرُوۡا بِبَيۡعِكُمُ الَّذِىۡ بَايَعۡتُمۡ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ (التوبہ:111)

یقیناً اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لئے ہیں تا کہ اس کے بدلہ میں اُنہیں جنت ملے۔ وہ اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں پس وہ قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں۔ اس کے ذمہ یہ پختہ وعدہ ہے جو تورات اور انجیل اور قرآن میں (بیان ہے)۔ اور اللہ سے بڑھ کر کون اپنے عہد کو پورا کرنے والا ہے۔ پس تم اپنے اس سودے پر خوش ہو جاؤ جو تم نے اس کے ساتھ کیا ہے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

میری بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **"اللہ تعالیٰ سے کبھی بے وفائی نہ کرنا"**

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی متبرک تحریر میں لکھے الفاظ **" اللہ تعالیٰ سے کبھی بے وفائی نہ کرنا"** نظروں میں آئے۔

یہ مبارک الفاظ پیارے حضور خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو اپنے مبارک قلم سے تحریر فرما کر آٹو گراف کے طور پر دیئے ہیں۔ جو اَب حضور انور ہی کی تحریر میں سوشل میڈیا پر برکتیں بکھیرتے ہر جگہ دِکھنے کو ملتے ہیں۔ اِن متبرّک الفاظ میں آٹو گراف لینے والے خوش نصیب کے لئے تو پیغام ہے ہی لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ان الفاظ میں جماعت کا ادنیٰ اور اعلیٰ ہر شخص، چھوٹا ہو یا بڑا، مرد ہو یا خاتون، بوڑھا ہو یا

نوجوان، بچہ ہو یا بچی مخاطب ہے اور ہم میں سے ہر ایک کو اس تحریر کا مخاطب سمجھنا چاہئے۔ اسی لئے خاکسار نے آج اِس پاکیزہ اور پُر معارف مضمون پر مشتمل تقریر کو موضوعِ سُخن بنایا ہے۔

دو الفاظ کے لغوی معنی

تقریر میں جانے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس اہم عنوان میں موجود دو الفاظ اللہ تعالیٰ اور بے وفائی کے لغوی و اصطلاحی معانی آپ کے سامنے رکھے جائیں۔

اللہ

یہ خدا کا اسمِ ذات ہے۔ اس حوالے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اللہ، جو خدائے تعالیٰ کا ایک ذاتی اسم ہے اور جو تمام جمیع صفاتِ کاملہ کا مستجمع ہے۔"

(ملفوظات جلد اوّل ایڈیشن 2016ء صفحہ 86)

پھر فرماتے ہیں:

"اللہ اسم اعظم ہے اور جلالی نام ہے۔ اس کے ہمارے پاس دلائل ہیں۔ سارے قرآن شریف میں اللہ ہی کو موصوف ٹھہرایا گیا ہے۔ **لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى**۔ اس میں وہ سب نام داخل ہیں جو قرآن شریف میں ذکر کئے گئے۔ ان سب سے موصوف اللہ ہی ہے جو اسمِ اعظم ہے۔ پس اسمِ اعظم کا ظہور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ذریعہ ہونا چاہئے تھا۔"

(ملفوظات جلد دوم ایڈیشن 2016ء صفحہ 90)

پس اللہ (تعالیٰ) وہ بابرکت ذات ہے جو وحدہ لاشریک ہے، وہ بے نیاز ہے، نہ اُس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا اور اُس کا کبھی کوئی ہمسر نہیں ہوا۔ (سورۃ اخلاص) تمام نقائص سے منزہ اور تمام صفاتِ کاملہ جن کی تعداد یکصد سے زیادہ ہے سے متصف ہے۔ خالقِ کائنات و ربُّ العالمین ہے۔ اللہ لفظ کے ساتھ "تعالیٰ" لگا کر اللہ تعالیٰ لکھنے اور پڑھنے میں بہت برکات ہیں۔

وفاداری دو طرح سے ہے

میری بہنو! اب تقریر کے اصل موضوع کی طرف لوٹتے ہوئے یہ بتانا ضروری ہے کہ بے وفائی دو طرح سے ہے ایک مادی لحاظ سے شکر خداوندی کہ اللہ نے ہم سب کو اشرف المخلوقات بنایا اور دوم روحانی معنوں میں کہ اللہ نے اِس زمانے کے نبی اور امام مہدی کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی۔

اشرف المخلوقات کی تخلیق

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں لاکھوں، کروڑوں کی اقسام وانواع میں ذی روح پیدا کئے۔ جو زمین اور پہاڑوں کی تہہ در تہہ مہیب چٹانوں میں چُھپے ہیں اور سات سمندر کے پانیوں کی اتھا گہرائیوں میں موجود ہیں۔ جن تک آج کی دنیا سائنسی دنیا میں جدید ٹیکنالوجی کے ہر قسم کے ذرائع مہیا ہونے کے باوجود آج انسان کی رسائی ممکن نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے خالق اور مالک ہونے کا بیّن ثبوت ہے۔ کچھ عرصہ پہلے تک تو انسان ان کیڑے مکوڑوں، چرند پرند اور مختلف جانوروں میں سے اکثر اقسام سے بالکل ناواقف تھا، مگر آج جانوروں کی دنیا سے تعلق رکھنے والے زوآلوجی کے ماہرین اور سیاح حضرات اور ٹی وی چینلز نے اپنی دستاویزی پروگراموں اور فلموں کے ذریعہ کسی حد تک اللہ تعالیٰ کی نہاں در نہاں چھپی مخلوقات سے انسان کو آشکار کیا ہے۔ اِن میں بعض کیڑے مکوڑوں کو دیکھ کر ترس بھی آتا ہے، اِن میں بعض عجیب الخلقت ہیں۔ اِن کا کھانا پینا، چلنا پھرنا عجیب سا معلوم ہوتا ہے۔ جو شاید آپس میں باتیں اپنی زبان کے اشاروں کنائیوں سے کرتے ہوں گے۔ اپنا مافی الضمیر بھی بیان کرتے ہوں۔ لیکن دیگر جانوروں کی طرح شعور والی کوئی بات دِکھنے کو نہیں ملتی اور آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے زرخیز سوچوں، شعور کی نعمت سے مالامال اور احسنِ تقویم پر مبنی دماغ صرف انسانوں کو عطا ہوا ہے۔ سورۃ التین میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ۔ اِس آیت کی روشنی میں انسان اشرف المخلوقات کہلایا۔ لہٰذا اِس ناطے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی ضرورت ہے جس نے ہمیں کسی جانور یا چرند پرند اور کیڑے مکوڑے کی شکل نہیں دی۔ بلکہ ایک باشعور انسان بنایا، سوچنے کے لئے دماغ دیا۔ ظاہری بصارت کے ساتھ ساتھ بصیرت بھی عطا کی۔ اپنی زندگیوں کی اونچ نیچ اور اِسے آرام وسکون سے گزارنے کے لئے بامقصد اور قابل استعمال بنانے کے لئے ہاتھ دیئے اور اپنی منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے پاؤں دیئے۔ ہم اپنے

مناسب حال اعضاء کو زیر استعمال لا کر اور دماغ سے سوچ سمجھ کر اپنے لئے مقصدِ حیات طے کرتے، روزی کماتے، اپنی بہترین، خوبصورت، رہن سہن کے مطابق اور باسہولت رہائش اختیار کرتے ہیں۔

پھر اس سوچ، فکر اور شکر کا ایک اور انداز بھی ہے کیونکہ اشرف المخلوقات میں بعض نابینا ہیں، بعض سماعت سے محروم ہیں۔ بعض اولاد سے محروم ہیں۔ بعضوں کے ہاں نرینہ اولاد نہیں اور بعضوں کے گھروں میں معذور اولاد موجود ہے۔ کسی کے ہاتھ نہیں۔ کوئی ٹانگوں سے محروم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو صحیح سالم انسان بنایا۔ اِس لحاظ سے اپنے اللہ کا جس قدر شکر ادا کریں کم ہے۔ اِن حالات میں اپنے اللہ کی طرف جھکنا، اُس کی عبادات بجالانا اور اُس سے بے وفائی نہ کرنا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”یہ بات قریب بہ کفر ہو جاتی ہے۔ اگر یہ تسلیم کریں کہ کوئی حرکت یا سکون یا ظلمت یا نور بدوں خدا کے ارادے کے ہو جاتا ہے اس پر ثبوت اوّل قدرت ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے دو آنکھیں، دو کان، ایک ناک دیئے ہیں۔ اتنے ہی اعضاء لے کر بچہ پیدا ہوتا ہے۔ پھر اِسی طرح عمر ہے اور بہت سے امور ہیں جو ایک دائرہ کے اندر محدود ہیں۔ بعض کے اولاد نہیں ہوتی۔ بعض کے لڑکے یا لڑکیاں ہی ہوتی ہیں۔ غرض یہ تمام امور خدا تعالیٰ کے قدیر ہونے کو ثابت کرتے ہیں۔“

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 24-25)

میری بہنو! آئیں! اس کو ایک اور زاویے سے دیکھیں کہ ہم میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو مختلف تکلیف دہ موذی اور خطرناک بیماریوں میں مبتلا ہیں۔ جن کو دیکھ کر جسم پہ کپکپی اور خوف طاری ہو جاتا ہے۔ بعض بیماریاں تو ظاہری ہیں مگر بعض ایسی پُر اسرار بیماریاں ہیں جن کو ڈاکٹرز بھی سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں، اس لئے بھی اپنے اللہ سے کبھی بے وفائی نہ کرنے کے عہد و پیمان باندھنے کی ضرورت ہے۔

اسی مضمون کو اِس لحاظ سے بھی آگے بڑھایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں موت و حیات کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے۔ اللہ کوئی نعمت یا برکت دیتا بھی ہے تو لے بھی لیتا ہے جس کو انسان اپنی عقل کے مطابق جلد واپس لینا سمجھ کر اللہ تعالیٰ سے شکوہ و شکایت شروع کر دیتا ہے۔ حضرت ایوبؑ جن کے صبر کے بارے میں قرآن کریم رطب اللسان ہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ خداوند نے دیا، خداوند نے لے لیا۔ پس اس لحاظ

سے بھی اپنے پیارے اللہ کا باوفا دوست بننے کی ضرورت ہے۔ کبھی بھی شکوہ و شکایت زبان پر نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ کی انگنت نعمتیں اس جہان میں موجود ہیں جن سے انسان مالا مال ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ لَا تُحۡصُوۡھَا (ابراہیم:35) اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گنو تو کبھی ان کا شمار نہ کر سکو گے۔

اللہ تعالیٰ سے وفا نبھانے کے مضمون کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اور احادیث میں بھی مختلف انداز اور اچھوتے پیراؤں میں بیان فرمایا ہے۔ مثلاً سورۃ بنی اسرائیل آیت 84 میں (یہ مضمون اور جگہوں پر بھی بیان ہوا ہے) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں تو وہ اعراض کرتا ہے اور اپنا پہلو کتراتے ہوئے پَرے ہٹ جاتا ہے اور جب اُسے کوئی شر پہنچے تو سخت مایوس ہو جاتا ہے۔ (اللہ کو کوستا اور بُرا بھلا کہتا ہے) حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس حوالہ سے ایک رہنما اصول وضع کر رکھا ہے۔ فرماتا ہے۔

لَئِنۡ شَکَرۡتُمۡ لَاَزِیۡدَنَّکُمۡ وَلَئِنۡ کَفَرۡتُمۡ اِنَّ عَذَابِیۡ لَشَدِیۡدٌ (ابراہیم:8)

اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں ضرور تمہیں بڑھاؤں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یقیناً میرا عذاب بہت سخت ہے۔

میری بہنو! حضرت لقمانؑ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکمت کی باتیں عطا ہوئیں اُن میں مرکزی نقطہ شکر ہی تھا۔ کیونکہ قرآن کے حکم کے مطابق شُکر کا فائدہ شُکر کرنے والے کو ہی پہنچتا ہے۔ جیسے فرمایا: وَمَنۡ شَکَرَ فَاِنَّمَا یَشۡکُرُ لِنَفۡسِہٖ (النمل:41)

اللہ تعالیٰ سے تمام زندگی وفا سے کام لینا اور اُس کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا اِس قدر ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو مقامات (النمل:20 اور الاحقاف:16) پر حقیقی شکر ادا کرنے کی توفیق مانگنے کی دعا بھی سکھلا دی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

رَبِّ اَوۡزِعۡنِیۡۤ اَنۡ اَشۡکُرَ نِعۡمَتَکَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ وَ عَلٰی وَالِدَیَّ وَ اَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحًا تَرۡضٰہُ وَ اَدۡخِلۡنِیۡ بِرَحۡمَتِکَ فِیۡ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیۡنَ (النمل:20)

اے میرے ربّ! مجھے توفیق بخش کہ میں تیری نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر کی اور میرے ماں باپ پر کی اور ایسے نیک اعمال بجالاؤں جو تجھے پسند ہوں اور تُو مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیکو کار بندوں میں داخل کر۔

ہر دو مقام پر شکر کی دعا مانگنے کے ساتھ اِس دُعا کا جن الفاظ سے اللہ نے اختتام فرمایا ہے وہ دونوں مختلف ہیں۔ سورۃ النمل میں ذکر ہے کہ "تُو مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک کار بندوں میں داخل کر" جبکہ سورۃ الاحقاف آیت 16 میں اَصۡلِحۡ لِیۡ فِیۡ ذُرِّیَّتِیۡ کہ میرے لئے میری ذرّیّت کی بھی اصلاح کر دے کا ذکر ہے۔ اور ان دونوں معنوں کو اِس تقریر کے عنوان "اللہ تعالیٰ سے کبھی بے وفائی نہ کرنا" سے ملا کر دیکھیں تو اللہ تعالیٰ کا وفادار اور وفا پرست بن کر زندگی گزارنے اور اُس کا شکر ادا کرنے کے نتیجہ میں اول نیک لوگوں میں شمار رہے گا اور دوم اولاد بھی صالحین میں لکھی جائے گی۔

میری بہنو!

عنوانِ بالا کے ذکر میں اشرف المخلوق کے حوالے سے پیدائش اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں، فضلوں اور عنایات پر شکرِ خداوندی کے ذکر میں اللہ تعالی سے وفادار ہونے کا ذکر کر آیا ہوں۔ اِس دوسرے حصہ میں روحانی معنوں میں اللہ تعالیٰ کے انعامات کے ذکر میں اللہ تعالیٰ سے وفادار اور وفا شعار رہنے کا بیان ہو گا۔

یہ محض اور محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اُس نے ہم میں سے بہتوں کے والدین، بزرگان، آباء و اجداد اور اسلاف کو دَورِ حاضر کے مسیح و مہدی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو ماننے کی توفیق سے نوازا اور ہم اپنے بڑوں کے اِس دور کے نبی کی بیعت کرنے اور قربانیاں دینے کی وجہ سے جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے اور پیدائشی احمدی بنے اور بعض نیک فطرت افراد و خواتین کو اللہ تعالیٰ نے خود احمدیت قبول کرنے کے اعزاز سے نوازا۔

دوسری طرف ہم میں سے بعض خوش نصیب ہستیوں کو آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا مبارک سلام حضرت مسیح و مہدی علیہ السلام کو پہنچانے کی توفیق ملی اور صحابہ کہلائے اور یوں وہ عظیم پیشگوئی کے مصداق ٹھہرے کہ اگر برفیلے پہاڑوں پر گھٹنوں کے بل بھی چل کر جانا پڑے تو میرے مہدی کو میرا سلام کہنا۔ اِس سلام کو پہنچانے کے سلسلہ میں اِن کو اپنوں اور غیروں سے مخالفت کا سامنا کرنا پڑا، خاندان سے جدا کئے گئے،

معاشرے سے کاٹ دیئے گئے اور بائیکاٹ کا سامنا رہا اور سماجی اور معاشی طور پر الگ تھلگ کر دیئے گئے اور مجموعی طور پر دنیا کے بعض ایسے خطوں میں جیسے کہ پاکستان، الجزائر، انڈونیشیا، بنگلہ دیش، بُرکینا فاسو اور بعض عرب، مسلمان اسٹیٹس میں تمام احمدیوں کو ہی مخالفت کا سامنا رہتا ہے۔ ہم پر پتھر پھینکے جاتے ہیں۔ نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ جھوٹے مقدمات بنا کر ملک بدر، معاشرہ بدر ہونے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ کاروبار اور جائیدادیں جلائی جاتی ہیں۔ اذیتیں دے کر شہید کیا جاتا ہے۔ اِس دنیا کی بدترین مخلوق ملاں اور انتظامیہ کے ذریعہ مساجد گرائی جاتی ہیں، اُن کر مینار اور محرابیں شہید کی جارہی ہیں۔ حتیٰ کہ قبرستانوں میں احمدی وفات یافتگان بھی اُن کے ہاتھوں اور دست بُرد سے
محفوظ نہیں۔ قبروں کے کتبے توڑے جاتے ہیں اور نعشوں کی بے حرمتی کرتے ہوئے اُن کو قبر میں سے نکال کر باہر رکھ دیا جاتا ہے۔

جو سچے مومن بن جاتے ہیں موت بھی ان سے ڈرتی ہے
تم سچے مومن بن جاؤ اور خوف کو پاس نہ آنے دو
وہ تم کو حسین بناتے ہیں اور آپ یزیدی بنتے ہیں
یہ کیا ہی سستا سودا ہے دشمن کو تیر چلانے دو

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس نے ہمیں مسیح و مہدی اور اُس کی روحانی جماعت کو وٹّے اور سوٹے مارنے والوں میں شامل نہیں کیا اور احمدی گھرانوں میں پیدا فرمایا، الحمدللہ۔

بس اس خوش قسمتی کے ناطے بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ وفاداری نبھانے کی ضرورت ہے۔ ایک اور اعزاز بھی اللہ کے آگے شکرانے کے لئے سجدہ کرنے پر زور دیتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم احمدی اللہ تعالیٰ کے فضل ورحم اور احسان کی وجہ س سوا سو سال سے خلافت احمدیہ کے مبارک نظام سے لطف اندوز ہو رہے ہیں اور اس کی وجہ سے راہ راست پر رہتے ہوئے زندگیاں گزار رہے ہیں۔

میری بہنو! اس کی تفصیل خاکساریوں بیان کرکے اپنے اللہ سے وفاداری کا ثبوت مہیا کرنا چاہتی ہے۔

روحانی معنوں میں اللہ تعالیٰ سے وفاداری اور وفا پرستی کرنے کا ایک ذریعہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کو خلافت سے نواز رکھا ہے اور اِس وقت اِس کے پانچویں مظہر سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد، خلیفۃ المسیح کی صورت

میں ہمارے درمیان موجود ہیں۔ جن کے الفاظ ”اللہ تعالیٰ سے کبھی بے وفائی نہ کرنا“ پر یہ تقریر کرنے کی خاکسار کو توفیق مل رہی ہے ۔ آپ ایدہ اللہ کی اطاعت اور پیروی آنحضور ﷺ کے روحانی فرزند اور نمائندہ سمجھتے ہوئے کرنی اور اُن سے وفا کا تعلق مضبوطی سے باندھ کر رکھنا ہم میں سے ہر ایک کے لئے ضروری اور لازم ہے۔ آپ کے ہر لفظ پر کان دھرنا، خطبات، خطابات، نصائح اور ارشادات سن کر اپنی تربیت کے تشنہ پہلوؤں کو سیراب کرکے بہترین عملی شکل دینا ہم پر فرض ہے۔ کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس خلافت کو خلافتِ راشدہ کا تسلسل ہی قرار دیا ہے اور اِس کا نام خلافت علی منہاج نبوۃ رکھا ہے۔ اگر ہم خلیفۃ المسیح سے وفاداری کریں گے تو یہ وفاداری اللہ سے ہو گی کیونکہ آپ اِس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آنحضور ﷺ کے توسط سے اللہ تعالیٰ کے نمائندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ سے وفاداری یوں ہے کہ ہم احکام خداوندی پر کان دھریں۔ قال اللہ وقال الرسولؐ کو حرزِ جان بنائیں۔ عبادات کا حق ادا کرنے والے ہوں۔ نمازیں پڑھیں۔ نوافل پڑھیں۔ تسبیحات کریں۔ اُس کے بندوں کے حقوق ادا کریں جو اُس کی مخلوق ہیں اور اشرف المخلوقات داخل ہونے کے لحاظ سے احترام کے قابل ہیں۔

اِس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام اور احمدیت کی تاریخ صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور بزرگ اسلاف نیز مخلص احباب جماعت کی مالی، جانی، عزت اور وقت کی قربانیوں سے بھری پڑی ہے۔ جماعت احمدیہ میں حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہیدؓ اور حضرت عبدالرحمٰن شہیدؓ کی کابل میں شہادتوں، پاکستان میں آئے دن ہونے والی شہادتوں بالخصوص 28 مئی 2010ء کو لاہور میں 85 کے مخلصین احمدیت احباب کی شہادتوں اور پھر بیرون پاکستان میں شہادتوں کی ایک لمبی فہرست ہے جس میں حال ہی میں افریقی ملک بُرکینا فاسو نے بھی شامل ہو کر اللہ سے وفاداری کا ثبوت دیا ہے۔ جنہوں نے اپنی جانیں محض للہ جانِ آفرین کے سپرد کر دیں مگر اسلام احمدیت اور اپنے خاندان پر ذرہ بھر بھی حرف اور عزت پر آنچ نہیں آنے دی۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ شہادت سے قبل بعض جماعت احمدیہ کے بہادر سپوتوں کو لالچ دیا گیا مگر ان وفاداروں نے اس لالچ کو جوتے کی نوک پر رکھ کر رد کر دیا اور دشمنوں کو شکستِ فاش سے دوچار کر دیا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی قربانیوں کی بنیادوں پر جماعت احمدیہ کی ترقیات کی بلند و بالا عمارت ایستادہ ہے۔

قربانیوں کا یہ سلسلہ اور یہی وہ وفا تھی جو صحابہؓ رسول ﷺ کے توسط سے جماعت احمدیہ مسلمہ میں منتقل ہوئی اور مسلسل ہوتی جارہی ہے اور ان شاء اللہ آئندہ بھی ہوتی چلی جائے گی۔

تری محبت کے جرم میں ہاں جو پیس بھی ڈالے جائیں گے ہم
تو اس کو جانیں گے عین راحت، نہ دل میں کچھ خیال لائیں گے ہم
ہوا ہے سارا زمانہ دشمن، ہیں اپنے بیگانے خوں کے پیاسے
جو تو نے بھی ہم سے بے رُخی کی تو پھر تو بس مر ہی جائیں گے ہم

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ اس نے ہمیں اس سلسلہ میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ ہم میں سے بعض کو ان کے بزرگوں کی نیکیوں کی وجہ سے اس سلسلہ کو شناخت کرنے کی توفیق عطا ہوئی اور ہم احمدی خاندانوں میں پیدا ہوئے اور بعض کو خود اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی کہ وہ بیعت کر کے سلسلے میں داخل ہوئے اور یہ سلسلہ آج تک جاری و ساری ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ جاری رہے گا تا کہ ہم اس گروہ خاص میں شامل ہو جائیں جس نے شیطان کے خلاف اسلام کی آخری جنگ لڑ کر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والا بننا ہے۔ اس وجہ سے ہم میں سے بعض کو بعض ممالک میں سختیوں اور ابتلاؤں سے بھی گزرنا پڑ رہا ہے کہ ہم نے اس زمانہ کے امام کو مانا ہے۔ لیکن ایک عظیم مقصد اور غرض کے حصول کے لئے ہماری قربانیاں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو بے شمار تحریرات میں ہمیں ہمیشہ ان امتحانوں اور ابتلاؤں سے آگاہ فرماتے رہے جو آج بھی موجود ہیں کہ ابتلاء آئیں گے، تمہیں آزمایا جائے گا اور پھر اس کے نتیجہ میں خوشخبریاں بھی دیں۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ: ”اس وقت میرے قبول کرنے والے کو بظاہر ایک عظیم الشان جنگ اپنے نفس سے کرنی پڑتی ہے۔ وہ دیکھے گا کہ بعض اوقات اس کو برادری سے الگ ہونا پڑے گا۔ اس کے دنیاوی کاروبار میں روک ڈالنے کی کوشش کی جائے گی۔ اس کو گالیاں سننی پڑیں گی۔ لعنتیں سنے گا۔ مگر ان ساری باتوں کا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں ملے گا۔“

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 16 جدید ایڈیشن)

آج اس زمانہ میں بھی ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان الفاظ کو جو آپؑ نے فرمائے بعض ملکوں میں بعینہٖ اسی طرح پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں اور آج بھی جو احمدی قربانیاں کر رہے ہیں وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کا اجر پانے والے ہیں۔ ان دنوں میں پاکستان میں اور پاکستان کے بعد ہندوستان میں بھی خاص طور پر غیر احمدیوں نے نومبائعین کے ساتھ انتہائی ظلم کا سلوک روا رکھا ہوا ہے۔ پاکستان میں بھی نئی حکومت کے بعد احمدیوں پر ہر قسم کی ظلم و زیادتی کو کارِ ثواب سمجھا جاتا ہے۔ مولویوں کو حکومت نے کھلی چھٹی دے رکھی ہے اور ان لوگوں کے عزائم اور منصوبے انتہائی خوفناک اور خطرناک ہیں۔ ایک تو ملک میں ویسے بھی قانون نہیں ہے۔ آج کل لا قانونیت کا دَور دَورہ ہے اور پھر احمدیوں کے لئے تو رہا سہا قانون بھی کسی قسم کی مدد کرنے کے قابل نہیں ہے۔

یہ بھی اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ جب بھی یہ لوگ جماعت کے خلاف کوئی بڑا منصوبہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں تو خدا تعالیٰ ان کے مکر ان پر الٹا دیتا ہے اور ان کو اپنی پڑ جاتی ہے۔ گزشتہ چند سالوں سے ہم یہی دیکھ رہے ہیں اور ان دنوں میں بھی بظاہر یہی نظر آتا تھا کہ ایک منصوبہ جماعت کے خلاف بنانے کی کوشش کی جاری ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے خود ملک میں ایسی افراتفری پیدا کر دی کہ ان کو اپنی پڑ گئی۔

پس جہاں جہاں بھی احمدی ظلم کا نشانہ بن رہے ہیں وہ یاد رکھیں کہ یہ شیطان کے ساتھ آخری جنگ ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر آپ اس فوج میں داخل ہوئے ہیں جو اس زمانے کے امام نے بنائی۔ اس لئے اپنے ایمانوں کو مضبوط کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ سے ثباتِ قدم اور استقامت مانگتے ہوئے ہمیشہ اور ہر وقت صبر اور حوصلے کا مظاہرہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کے آگے مزید جھکیں۔ آخری فتح ان شاء اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کی ہی ہے۔ جیسا کہ آپؑ نے فرمایا ہے کہ ان شیطانی اور طاغوتی قوتوں کو شکست دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ سلسلہ قائم فرمایا ہے۔ لیکن ایک بات ہمیں ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ بیرونی شیطان کو شکست دینے کے لئے جو اندرونی شیطان ہے اس کو بھی زیر کرنا ہو گا۔ کیونکہ ہماری فتح

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جڑنے کی وجہ سے ظاہری اسباب سے نہیں ہونی بلکہ دعاؤں سے ہونی ہے اور دعاؤں کی قبولیت کے لئے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق چلنے والا بنانے کی ضرورت ہے اور اس کے لئے نفس کا جہاد بھی بہت ضروری ہے۔"

(خطبہ جمعہ 6/ مئی 2009ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اب مَیں اپنی تقریر کے اختتام پر حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت اقدس میں یہ عہد کرتی ہوں کہ

اے خلیفۃ المسیح ! آج ہم عہد کرتے ہیں کہ اپنے خالق حقیقی اللہ تعالیٰ سے ہم اور ہماری اولادیں اپنی زندگیوں میں کبھی بھی بے وفائی نہیں کریں گے۔ خلافت احمدیہ کے مرتے دم تک وفادار رہیں گے اور آپ نے خلافت جوبلی کے موقع پر جماعت احمدیہ کو جو خلافت سے وفا و اطاعت کا عہد عطا فرمایا ہے، اس کے ہر لفظ پر ایمان لائیں گے اور اس پر عمل یقینی بنائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

صادق ہے اگر تو صدق دکھا، قربانی کر ہر خواہش کی
ہیں جنسِ وفا کے ماپنے کے دنیا میں یہی پیمانے دو



﴿83﴾ ﴿مشاہدات:98﴾

راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے بھلا

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا O یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ؕ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا

(الاحزاب:71-72)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صاف سیدھی بات کیا کرو۔ وہ تمہارے لئے تمہارے اعمال کی اصلاح کر دے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو یقیناً اُس نے ایک بڑی کامیابی کو پالیا۔

آج میری تقریر کا عنوان حضرت مسیح موعودؑ کے ایک شعر کا ایک مصرعہ ہے۔ **"راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے بھلا"**

پیاری بہنو! عنوان کا پورا شعر یوں ہے۔

راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے بھلا
قدر کیا پتھر کی لعلِ بے بہا کے سامنے

مَیں اپنے اصل مضمون میں داخل ہونے سے قبل اِس شعر میں بیان مضمون کو بیان کر دوں۔ پہلے مصرعے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ سچائی کے سامنے جھوٹ کبھی نہیں پھلتا پھولتا۔ جھوٹ تو ایک پتھر کی طرح ہے اور اِس پتھر کی ایسے موتی کے سامنے کیا حیثیت ہو سکتی ہے جس کی قیمت بے بہا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مومنوں کو بارہا سچ بولنے اور جھوٹ سے نفرت کی تلقین فرمائی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحزاب آیت 71-72 میں ذکر فرمایا جن کی تلاوت تقریر کے آغاز پر کر آیا/آئی ہوں۔

پھر سورۃ البقرہ آیت 43 میں فرماتا ہے:

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ

ترجمہ: اور حق کو باطل سے غلط ملط نہ کرو اور حق کو چھپاؤ نہیں جبکہ تم جانتے ہو

اسی طرح قَولِ زُور اور جھوٹ سے بچنے کی تلقین الحج آیت 31 اور سورۃ الصف آیت 3-4 میں تو مومنوں کو یہ نصیحت کی گئی کہ تم کیوں وہ کہتے ہو جو کرتے تھے۔ اللہ کی نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ تم وہ کہو جو تم کرتے نہیں۔

جن کے کردار سے آتی ہو صداقت کی مہک
ان کی تدریس سے پتھر بھی پگھل سکتے ہیں

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سچائی کے پیکر تھے۔ آپؐ کا رُخِ انور سچوں کا چہرہ تھا۔ لوگ یہ کہتے تھے کہ آپؐ کی تعلیم پر دل نہیں ٹھہرتا مگر محمدؐ کا چہرہ جھوٹوں کا چہرہ نہیں۔ حضرت عبد اللہ بن سلامؓ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت محمدؐ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے تو مَیں بھی اُن لوگوں میں شامل تھا جو آپؐ کو دیکھنے کے لیے گلی سڑکوں پر نکل آئے تھے۔ مَیں نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کو بغور دیکھا تو مَیں اِس نتیجہ پر پہنچا کہ آپؐ کا چہرہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔

(ترمذی۔کتاب صفۃ القیامۃ والرقاق والورع)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سردارانِ مکہ کے سامنے یہ کہا کہ اِس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر چھپا بیٹھا ہے جو تم پر جلد حملہ کرنے والا ہے تو سردارانِ مکہ نے فوراً آپؐ کی بات کو قبول کر لیا کہ محمدؐ کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔

کسی نے درست کہا ہے کہ سچائی ایک زینہ ہے جس پر انسان ترقیات اور فتوحات کی منازل طے کرتا ہے اور مذہب کی تاریخ ہمیں یہ درس دیتی ہے کہ تمام انبیاء اور اُن کے پیروکاروں نے سچائی پر ہی چل کر ترقیات حاصل کی ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچ نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کی

طرف لے جاتی ہے انسان سچ بولتا ہے اور سچ بولنے کی کوشش کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے ہاں صدیق لکھا جاتا ہے۔

(مسلم کتاب البر والصلاۃ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنے آقا و مولیٰ کی اقتداء میں ہمیشہ سچ کو ترجیح دی اور جھوٹ سے نفرت کی۔ ایک دفعہ جب ایک ہندو نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف ڈاک کے پیکٹ میں خط رکھنے کا مقدمہ کر دیا اور آپؑ کے تمام وکلاء آپؑ سے کہتے رہے کہ آپؑ اس امر سے انکار کر دیں کہ مَیں نے اس پیکٹ میں خط رکھا ہے۔ لیکن آپؑ نے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ میں سچ بولوں گا۔ مَیں نے ڈاک کے قوانین سے واقف نہ ہونے کی بناء پر ایسا کیا ہے جس سے مجھے انکار نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو آپؑ کی یہ پیاری ادا پسند آگئی اور جج نے آپؑ کو باعزت بری کر دیا۔

صادق ہے اگر، صدق دکھا قربانی کر ہر خواہش کی
ہیں جنسِ وفا کو ماپنے کے ،دُنیا میں یہی پیمانے دو

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ ایک دفعہ بچپن کی عمر میں سفر پر جانے سے قبل آپؒ کی ماں نے آپؒ کے کُرتے میں چالیس اشرفیاں سی کر یہ نصیحت کی۔ بیٹا! جھوٹ نہ بولنا۔ راستہ میں ڈاکوؤں نے قافلہ کو لوٹنا شروع کر دیا۔ جب آپؒ کی باری آئی تو آپؒ نے صاف کہہ دیا کہ میری جیب میں کچھ رقم ہے جو میری والدہ نے اندر رکھ کر جیب میں سی ڈالی اور ساتھ ہی ڈاکو کو کہہ ڈالا کہ میری ماں نے مجھے نصیحت کی تھی کہ اگر کوئی رقم کے بارے پوچھے تو بتا دینا اور جھوٹ نہ بولنا۔ آپؒ کے اِس بول کے ڈاکو پر اس قدر اثر ہوا اور یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ بچہ اِس عمر میں ہی جھوٹ نہیں بول رہا اور ہم بڑی عمر کو پہنچ کر بھی مال و دولت لوٹنے اور جھوٹ بولنے میں مصروف ہیں۔

سچائی چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
کہ خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

بہنو! اِس طرح کے بے شمار واقعات تاریخ اسلام اور تاریخِ احمدیت میں ملتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک ایسا شخص آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا جس کے اندر بعض بُرائیاں تھیں۔ اُس نے آکر دربارِ رسالتؐ میں

عرض کی یا رسول اللہ ! میرے اندر فلاں فلاں بُرائی ہے۔ باوجود کوشش کے چُھٹ نہیں رہی۔ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس صاحب کو جھوٹ نہ بولنے کی نصیحت فرمائی۔ اُسی رات اُس نے اپنے اندر بُرائیوں کو عادتاً دُہرانے کی کوشش کی۔ شراب پینے لگا تو خیال گزرا کہ اول تو یہ بُرائی ہے اگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تم نے شراب پی ہے؟ تو اگر میں نے نہ میں جواب دیا تو یہ جھوٹ ہو گا۔ اُس نے شراب نہ پی۔ پھر ڈاکہ زنی کی کوشش کی تو پھر یہی سوچا اور ڈاکہ زنی سے رک گیا۔ یہی کیفیت اُس نے زنا کے وقت سوچی اور یہی سوچ کر کہ اگر آنحضورؐ نے پوچھا کہ زنا کیا ہے؟ اور اگر زنا کر کے مَیں نے انکار کر دیا اور جھوٹ بول کر کہا کہ نہیں کیا تو یوں حضورؐ کی نصیحت کی نفی ہو گی اور اُس نے اُس وقت زنا بھی نہیں کیا اور یُوں تینوں بیماریاں، بُرائیاں اور کمزوریاں اُس دوست سے الوداع ہو گئیں اور باقی عیبوں سے بھی وہ شخص محفوظ ہو گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص سچائی اختیار کرے گا کبھی نہیں ہو سکتا کہ ذلیل ہو اس لئے کہ وہ خدا تعالیٰ کی حفاظت میں ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کی حفاظت جیسا اور کوئی محفوظ قلعہ اور حِصار نہیں۔

(ملفوظات جلد4 صفحہ 639)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان الفاظ میں قلعہ اور حِصار قابلِ غور ہیں۔ دوسرے معنوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ سچ بولنے والا ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حِصار میں ہوتا ہے۔ اُس کے تعمیر کردہ قلعہ میں محفوظ ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”قرآن شریف نے جھوٹ کو بھی ایک نجاست اور رِجس قرار دیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے۔ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (الحج: 31)۔ دیکھو یہاں جھوٹ کو بُت کے مقابل رکھا ہے اور حقیقت میں جھوٹ بھی ایک بُت ہی ہے ورنہ کیوں سچائی کو چھوڑ کر دوسری طرف جاتا ہے۔ جیسے بُت کے نیچے کوئی حقیقت نہیں ہوتی اسی طرح جھوٹ کے نیچے بھی بجز ملمّع سازی کے اَور کچھ بھی نہیں ہوتا۔ جھوٹ بولنے والوں کا اعتبار یہاں تک کم ہو جاتا ہے کہ اگر وہ سچ کہیں تب بھی یہی خیال ہوتا ہے کہ اس میں بھی

کچھ جھوٹ کی ملاوٹ نہ ہو۔ اگر جھوٹ بولنے والے چاہیں کہ ہمارا جھوٹ کم ہو جائے تو جلدی سے دور نہیں ہوتا۔ مدّت تک ریاضت کریں تب جا کر سچ بولنے کی عادت ان کو ہو گی۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 350۔ ایڈیشن 1984ء مطبوعہ انگلستان)

ایک اور جگہ فرمایا:

"یقیناً یاد رکھو جھوٹ جیسی کوئی منحوس چیز نہیں۔ عام طور پر دنیا دار کہتے ہیں کہ سچ بولنے والے گرفتار ہو جاتے ہیں مگر مَیں کیونکر اس کو باور کروں؟ مجھ پر سات مقدمے ہوئے ہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے کسی ایک میں ایک لفظ بھی مجھے جھوٹ لکھنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ کوئی بتائے کہ کسی ایک میں بھی خدا تعالیٰ نے مجھے شکست دی ہو۔ اللہ تعالیٰ تو آپ سچائی کا حامی اور مددگار ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ راستباز کو سزا دے؟ اگر ایسا ہو تو دنیا میں پھر کوئی شخص سچ بولنے کی جرأت نہ کرے اور خدا تعالیٰ پر سے ہی اعتقاد اٹھ جاوے۔ راستباز تو زندہ ہی مر جاویں۔

اصل بات یہ ہے کہ سچ بولنے سے جو سزا پاتے ہیں وہ سچ کی وجہ سے نہیں ہوتی۔ وہ سزا ان کی بعض اَور مخفی در مخفی بدکاریوں کی ہوتی ہے۔ اور کسی اَور جھوٹ کی سزا ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ کے پاس تو ان بدیوں اور شرارتوں کا ایک سلسلہ ہوتا ہے۔ ان کی بہت سی خطائیں ہوتی ہیں اور کسی نہ کسی میں وہ سزا پا لیتے ہیں۔"

(احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے؟، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 479 تا 480۔ ایڈیشن 2009ء مطبوعہ انگلستان)

سامعات! اب آپ کے سامنے سچائی کے بارے خلفاء کے ارشادات پیش کئے جاتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"سچ بولنا بڑا وصف ہے۔ یہ بڑا ہی کٹھن راستہ ہے۔ آٹھ پہر میں اس بات پر بھی غور کرو کہ تم نے کہاں تک سچ بولا ہے۔ مَیں ایمان رکھتا ہوں کہ جس نے زبان پر قابو پایا اس نے بہت سے عیوب پر قابو پا لیا۔"

(ارشادات نور جلد دوم صفحہ 425)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''سچائی تمہارا ہتھیار ہونا چاہیے اور راستی پر تمہارے ہر کام کی بنیاد ہونی چاہیے وہ شخص جو چاہتا ہے کہ خدا کو خوش کرے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سچا پیروکار کہلائے وہ اقرار کرے کہ وہ جھوٹ نہیں بولے گا۔''

(خطبات محمود جلد 17 صفحہ 408)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''ہمیشہ سچ بولو اور سیدھی بات کرو جس میں کسی قسم کا کوئی پیچ اور کجی نہ ہو تا اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو درست کر دے اور تماہرے گناہوں کو معاف کر دے۔''

(مضامین ناصر صفحہ 120)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

''ہر وقف زندگی بچہ جو وقف نو میں شامل ہے بچپن سے ہی اس کو سچ سے محبت اور جھوٹ سے نفرت ہونی چاہئے اور یہ نفرت اس کو گویا ماں کے دودھ سے ملنی چاہئے۔ جس طرح ریڈی ایشن کسی چیز کے اندر سرایت کرتی ہے، اس طرح پرورش کرنے والے باپ کی بانہوں میں سچائی اس بچے کے دل میں ڈوبنی چاہئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ والدین کو پہلے سے بہت بڑھ کر سچا ہونا پڑے گا۔ واقفین نو بچوں کے والدین کو یہ نوٹ کرنے والی بات ہے کہ والدین کو پہلے سے بڑھ کر سچا ہونا پڑے گا۔ ضروری نہیں کہ سب واقفین زندگی کے والدین سچائی کے اس اعلیٰ معیار پر قائم ہوں جو اعلیٰ درجہ کے مومنوں کے لئے ضروری ہے۔ اس لئے اب ان بچوں کی خاطر ان کو اپنی تربیت کی طرف بھی توجہ کرنی ہوگی اور پہلے سے کہیں زیادہ احتیاط کے ساتھ گھر میں گفتگو کا انداز اپنانا ہوگا اور احتیاط کرنی ہوگی کہ لغو باتوں کے طور پر، مذاق کے طور پر بھی وہ آئندہ جھوٹ نہیں بولیں گے۔ کیونکہ یہ خدا کی مقدس امانت اب آپ کے گھر میں پل رہی ہے اور اس مقدس امانت کے کچھ تقاضے ہیں جن کو بہر حال آپ نے پورا کرنا ہے۔ اس لئے ایسے گھروں کے ماحول، سچائی کے لحاظ سے نہایت صاف ستھرے اور پاکیزہ ہو جانے چاہئیں۔''

(خطبہ جمعہ 27 جون 2003ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”پس یہ لمحہ فکریہ ہے، غور کرنے کا مقام ہے، اِس بات کو سوچنے کی ضرورت ہے کہ سچائی کو پاکر ہم کس طرح اپنے عملوں کو جھوٹ سے پاک کرنے والے بنیں۔ ہمیشہ ہمارے پیشِ نظر رہنا چاہئے کہ جھوٹ شرک ہے۔ جن احمدیوں نے سچائی کے اظہار اور اسے قائم رکھنے کے لئے قربانیاں دی ہیں یا دے رہے ہیں وہ اصل میں شرک کے خلاف قربانیاں دے رہے ہیں۔ وہ خدائے واحد کی حکومت دنیا میں قائم کرنے کے لئے قربانیاں دے رہے ہیں۔ وہ جابر انتظامیہ اور حکومت اور ظالم مُلّاں کی اس بات کے خلاف قربانیاں دے رہے ہیں کہ اگر تم زندگی چاہتے ہو، اگر تم اپنے مالوں کو محفوظ کرنا چاہتے ہو، اگر تم اپنے بچوں کا سکون چاہتے ہو تو پھر سچائی کو چھوڑ دو اور جھوٹ کو اختیار کر کے ہمارے پیچھے چلو۔ پس یہ قربانیاں کرنے والے جو مقصد ادا کر رہے ہیں ہم باہر رہنے والوں کا بھی فرض ہے کہ ہر وہ احمدی جو نسبتاً سکون سے زندگی گزار رہا ہے اُس کا یہ فرض ہے کہ سچائی کے معیار کو اتنا بلند کرے کہ جھوٹ اپنی موت آپ مر جائے اور جب ہم نیک نیتی سے اس مقصد کے حصول کے لئے کوشش کر رہے ہوں گے تو یقیناً جھوٹ کو فرار اور موت کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہو گا۔“

(خطبہ جمعہ 09 ستمبر 2011ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ سچ بولنے والا اور راستی کو اپنانے والا بنائے۔ آمین۔



﴿84﴾ ﴿مشاہدات:100﴾

جھوٹ سے اجتناب

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (الحج:31)

ترجمہ: پس بتوں کی پلیدی سے احتراز کرو اور جھوٹ کہنے سے بچو۔

(ترجمہ از حضرت خلیفہ المسیح الرابعؒ)

راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے بھلا
قدر کیا پتھر کی لعلِ بے بہا کے سامنے

آج میری تقریر کا عنوان ہے **"جھوٹ سے اجتناب"**

سامعات! اللہ تعالیٰ نے اپنی پیاری کتاب قرآن مجید میں 700 سے زائد جو احکام مومنوں کو دیے ہیں ان میں بعض کا تعلق اخلاقِ حسنہ سے ہے اور کچھ کا تعلق اخلاقِ سیئہ سے ہے۔ ہر دو قسم کے اخلاق کا باریک بینی سے مطالعہ کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ اخلاقِ حسنہ کا تعلق کسی نہ کسی طرح سچائی سے جاملتا ہے اور اخلاقِ سیئہ کا تعلق بالآخر جھوٹ، کِذب، زُور، دروغ گوئی اور بہتان وغیرہ سے جاجُڑتا ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچائی کو اختیار کرو کیونکہ سچ نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نیکی بالآخر جنت کی طرف لے جاتی ہے اور اللہ کے ہاں صدیق لکھا جاتا ہے اور جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ فسق و فجور کا باعث بن جاتا ہے جو سیدھا آگ کی طرف لے جاتا ہے اور اللہ کے ہاں کذّاب یعنی جھوٹا کہلاتا ہے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 816)

اِس کی تائید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے جھوٹے ہونے کے لیے یہی علامت کافی ہے کہ وہ ہر سُنی سُنائی بات لوگوں میں بیان کرتا پھرے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 817)

کب تلک جھوٹ سے کرو گے پیار
کچھ تو سچ کو بھی کام فرماؤ!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

قرآن کریم نے جھوٹ کو ایک نجاست اور رِجس قرار دیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ۔ (الحج:31) دیکھو! یہاں جھوٹ کو بُت کے مقابل رکھا ہے اور حقیقت میں جھوٹ بھی ایک بُت ہی ہے ورنہ کیوں سچائی کو چھوڑ کر دوسری طرف جاتا ہے۔ جیسا کہ بُت کے نیچے کوئی حقیقت نہیں ہوتی اسی طرح جھوٹ کے نیچے بجز مُلّمع سازی کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ جھوٹ بولنے والوں کا اعتبار یہاں تک کم ہو جاتا ہے کہ اگر وہ سچ کہیں تب بھی یہی خیال ہوتا ہے کہ اِس میں کچھ جھوٹ کی ملاوٹ نہ ہو۔ اگر جھوٹ بولنے والے چاہیں کہ ہمارا جھوٹ کم ہو جائے تو جلدی سے دُور نہیں ہوتا۔ مدت تک ریاضت کریں تب جاکر سچ بولنے کی عادت اُن کو ہوگی۔"

(ملفوظات جلد2 صفحہ 266 ایڈیشن 1988ء)

پھر جھوٹ کو ایک گھناؤنا فعل قرار دیتے ہوئے فرمایا تم جھوٹ نہ بولو کہ جھوٹ بھی ایک حصہ شرک ہے۔

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 28)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تو **كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنَ** کے مصداق تھے۔ آپؐ قرآنی احکام کے تابع ہمیشہ سچ بولتے اور جھوٹ کبھی نہ بولا۔ غیر بھی اِس کا اعتراف کرتے تھے کہ آپؐ کبھی جھوٹ نہ بولتے تھے بلکہ مذاق میں بھی جھوٹ کو ناپسند فرماتے تھے۔ اسلام کا دشمنِ اعظم ابوجہل بھی آپؐ کے متعلق کہہ اُٹھا کہ آپؐ نے کبھی جھوٹ نہ بولا۔ ابوسفیان جب ہرقل بادشاہ کے سامنے اسلام لانے سے قبل پیش ہوئے تو ہرقل بادشاہ کے سامنے اِس بات کا اظہار کیا کہ ماضی میں ہم نے کبھی بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جھوٹ بولتے نہیں دیکھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ سردارانِ مکہ کے سامنے اِس امر کا اعلان فرمایا کہ اگر مَیں یہ کہوں کہ سامنے پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر جرار ہے جو تم پر حملہ کرنے والا ہے۔ کیا تم مان لوگے؟ تمام نے بیک زبان کہا۔ ہاں! کیونکہ ہم نے آپ کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں دیکھا۔ حضرت

عبد اللہ بن سلامؓ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ آمد پر آپؐ کے چہرے کو دیکھ کر بے ساختہ بول اٹھے کہ یہ جھوٹوں کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فرزند حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی کٹھن اور مشکل حالات میں سچ سے کام لیا۔ آپؑ اپنے متعلق ایک واقعہ یوں تحریر فرماتے ہیں۔

"مجھے یاد ہے کہ مَیں نے ایک مرتبہ امرتسر ایک مضمون بھیجا۔ اُس کے ساتھ ہی ایک خط بھی تھا۔ رلیارام کے وکیل ہند اخبار کے متعلق تھا۔ میرے اِس خط کو خلافِ قانون ڈاکخانہ قرار دے کر مقدمہ بنایا گیا۔ وکلاء نے بھی کہا کہ اس میں بجز اس کے رہائی نہیں جو اس خط سے انکار کر دیا جاوے۔ گویا جھوٹ کے سوا بچاؤ نہیں مگر مَیں نے اس کو ہرگز پسند نہ کیا بلکہ یہ کہا کہ اگر سچ بولنے سے سزا ہوتی ہے تو ہونے دو۔ جھوٹ نہیں بولوں گا۔ آخر وہ مقدمہ عدالت میں پیش ہوا۔ ڈاک خانوں کا افسر بحیثیت مدعی حاضر ہوا۔ مجھ سے جس وقت اُس کے متعلق پوچھا گیا تو مَیں نے صاف طور پر کہا کہ یہ میرا خط ہے مگر مَیں نے اس کو جزوِ مضمون سمجھ کر اس میں رکھا ہے۔ مجسٹریٹ کی سمجھ میں یہ بات آ گئی اور اللہ تعالیٰ نے اُس کو بصیرت دی۔ ڈاکخانوں کے افسر نے بہت زور دیا مگر اُس نے ایک نہ سنی اور مجھے رخصت کر دیا۔ مَیں کیونکر کہوں کہ جھوٹ کے بغیر گزارہ نہیں۔ ایسی باتیں نری بیہودگیاں ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ سچ کے بغیر گزارہ نہیں۔ مَیں اب تک بھی جب اپنے اس واقعہ کو یاد کرتا ہوں تو ایک مزا آتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے پہلو کو اختیار کیا۔ اُس نے ہماری رعایت رکھی اور ایسی رعایت رکھی جو بطور نشان کے ہو گئی۔ مَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَحَسۡبُہٗ(الطلاق: 4)

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 636-637)

بہنو! اب دیکھیں! حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس بات کو جانتے ہوئے کہ یہ فعل ایسا تھا جس سے سزا ہو سکتی تھی آپؑ نے وکلا کے اصرار کے باوجود سچ سے کام لیا۔ اس بات کا جج کی طبیعت پر ایسا اثر ہوا کہ جج نے آپؑ کو رہا کر دیا۔ ہم ہیں کہ معمولی عارضی فائدہ کی خاطر جھوٹ بول جاتے ہیں۔ ہم میں سے بے شمار لوگوں نے مغربی دنیا میں اسائلم لے رکھا ہے۔ بعض ممالک میں اسائلم کے قوانین بہت سخت ہیں۔ ہمارے بعض احمدی دوست اسائلم کیسز میں نہ چاہتے ہوئے بھی معمولی فائدہ کی خاطر جھوٹ کی ملونی کر

دیتے ہیں۔ جس کو ہمارے خلفاء ہمیشہ ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے رہے ہیں اور ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بھی متعدد بار احمدیوں کو اپنے کیسز میں سچ بولنے کی تاکید کر چکے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک خاتون اپنے بچے کے ہمراہ دربار رسالت ﷺ میں حاضر ہوئی۔ غالباً وہ اپنے بچے کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے فیض یاب کروانے کے لیے اپنے ساتھ لائی تھی۔ مگر وہ بچہ اپنے بچپن کی وجہ سے اِدھر اُدھر کھیل رہا تھا اور ماں کے بار بار بلانے کے باوجود متوجہ نہیں ہو رہا تھا تو ماں نے لالچ دیتے ہوئے کہا کہ بیٹا! آؤ! میں تمہیں کھجور دوں گی۔ جس پر بچہ ماں کے پاس آکر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توجہ کرنے لگا تو ماں نے بچے کو کھجور دے دی۔ اِس پر سرکار دو عالم محسنِ انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بی بی! اگر تم یہ کھجور بچے کو نہ دیتی تو تمہارا شمار جھوٹوں میں ہوتا۔ ہم میں سے بعض لوگ عدالتوں میں جھوٹ کا سہارا لیتے ہیں۔ وکلاء جھوٹ کی بنیاد پر اپنے کیسز عدالتوں میں لڑتے ہیں۔ جھوٹی شہادتیں دی جاتی ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کی گواہی لینے کی ممانعت فرمائی ہے جس کی جھوٹی شہادت کا تجربہ ہو چکا ہو (ترمذی کتاب الشہادۃ) اور جھوٹی قسم اٹھانے کو بڑے گناہوں میں شمار کیا ہے۔ ایک موقع پر جھوٹی قسم کی وضاحت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جھوٹی قسم وہ ہے جس کے ذریعہ انسان کسی مسلمان کا حق مارے۔

(صحیح بخاری کتاب الایمان)

بانی پاکستان قائدِ اعظم محمد علی جناح پیشہ کے لحاظ سے وکیل تھے۔ آپ کے متعلق لکھا ہے کہ آپ ایسے کیسز نہ لیتے جن میں جھوٹ کی ایک رمق بھی آپ محسوس کرتے۔ ہماری جماعت میں ایک بزرگ وکیل حضرت مرزا عبد الحق مرحوم کے متعلق بھی مشہور تھا اور وہ خود بھی اس امر کا اظہار کیا کرتے تھے کہ مَیں ایسے کیسز لینے سے پرہیز کرتا ہوں جن میں جھوٹ کی بو آرہی ہو خواہ فریق مجھے بڑی سے بڑی رقم بطور فیس دینے کی آفر بھی کرے۔

سامعات! جھوٹ اس قدر بڑا گناہ ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اِس سے اِس حد تک متنفر تھے کہ ایک دفعہ آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا:

"کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہ نہ بتاؤں۔ صحابہ نے عرض کیا جی حضور! ضرور بتائیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ کا شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا۔ آپؐ تکیے کا سہارا لیے ہوئے تھے، جوش میں آکر بیٹھ گئے اور بڑے زور سے فرمایا دیکھو! تیسرا بڑا گناہ جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا ہے۔ آپؐ نے اِس بات کو اتنی دفعہ دہرایا کہ ہم نے چاہا کہ حضور خاموش ہو جائیں۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 817 حدیث 865)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"یقیناً یاد رکھو جھوٹ جیسی کوئی منحوس چیز نہیں عام طور پر دنیادار کہتے ہیں کہ سچ بولنے والے گرفتار ہو جاتے ہیں۔ مگر مَیں کیوں کر اس کو باور کروں؟ مجھ پر سات مقدمے ہوئے ہیں اور خدا کے فضل سے کسی ایک میں بھی ایک لفظ بھی مجھے جھوٹ کہنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ کوئی بتائے کسی ایک میں بھی خدا تعالیٰ نے مجھے شکست دی ہو۔ اللہ تعالیٰ تو آپ کی سچائی کا حامی اور مددگار ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ راستباز کو سزا دے؟ اگر ایسا ہو تو دنیا میں پھر کوئی شخص سچ بولنے کی جرأت نہ کرے اور خدا تعالیٰ پر سے ہی اعتقاد اٹھ جاوے۔ راستباز تو زندہ ہی مر جاویں۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 638 ایڈیشن 1988ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:

"انسان کو جھوٹ سے بہت ہی بچنا چاہئے۔ دیکھو کہ نفاق جیسے گندے گناہ اور مرض کا سبب یہی جھوٹ ہے پھر نفاق بھی ایسا کہ جس کی نسبت فرمایا ہے فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْن (پس وہ رجوع نہ کریں گے) اور جہاں پر آنحضرت ﷺ نے نفاق کے علامات بیان فرمائے ہیں وہاں پر فرمایا ہے کہ منافق کے پاس جب امانت رکھو تو خیانت کرے گا اور جب جھگڑتا ہے تو گالی گلوچ دیتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو خلاف کرتا ہے اور جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور قرآن مجید میں جھوٹ بولنے والوں پر لعنت آئی ہے اور آنحضرت ﷺ سے جب دریافت کیا گیا کہ مومن سے فلاں فلاں گناہ ہو سکتے ہیں۔ فرمایا ہاں۔ لیکن جب جھوٹ کی

نسبت دریافت کیا گیا تو فرمایا۔ نہیں۔ الغرض کہ جھوٹ بہت بُرا مرض ہے مومن کو اس سے ہمیشہ بہت ہی بچنا چاہئے۔"

(حقائق الفرقان جلد اول صفحہ 91-92)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

"جھوٹ بولنے والوں کے بچے بھی جھوٹے ہوتے ہیں۔ یہ مت خیال کرو کہ بچہ سمجھ نہیں سکتا کہ اُس کے سامنے جھوٹ بولا جا رہا ہے......... بچہ کو دھوکہ دینا بہت مشکل ہے......... بہت نگرانی کرنی چاہئے کہ بچہ جھوٹ نہ بولے۔ اُسے دلیر بنانا چاہئے اور اُسے اچھی طرح سمجھا دینا چاہئے کہ اگر وہ صحیح صحیح اپنے قصور کا اعتراف کر لے گا تو اُسے کوئی سزا نہیں دی جائے گی۔ جب بچہ کو سچ بولنے کی عادت ہو جائے تو اُس کا کیریکٹر ایسا مضبوط ہو جاتا ہے کہ وہ دُنیا میں کبھی ذلیل نہیں ہو سکتا....... کوشش کرو کہ بچے بڑوں کے ساتھ بھی تعلقات میں جھوٹ سے پرہیز کریں اور خدا تعالیٰ سے تعلق کے سلسلہ میں نماز کے عادی ہو جائیں۔ اگر ان دونوں اُمور کی نگرانی کی جائے تو بہت حد تک اصلاح ہوتی ہے۔"

(خطبات محمود جلد 13 صفحہ 645)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

"کسی پر جھوٹ نہیں باندھنا خواہ وہ دہریہ ہو، عیسائی ہو، یہودی ہو، ہندو ہو، پارسی ہو، بدھ مذہب کا ہو، کوئی ہو، لامذہب ہو یا بد مذہب ہو، غرض کوئی ہو تم نے اُس پر جھوٹ نہیں باندھنا، افتراء نہیں کرنا، تہمت نہیں لگانی یہ ساری چیزیں علاوہ اور خرابیوں کے جذبات کو ٹھیس لگانے والی ہیں کوئی بھی ہو اُس کے جذبات کا احترام کرنا ہے۔"

(خطبات ناصر جلد سوم صفحہ 74)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

"یہ سچائی ہی ہے جو انسانی زندگی کے کام آتی ہے۔ سچائی سے ہی دُنیا بنتی ہے اور سچائی سے ہی دین بنتا ہے سچائی سے ہی مادی ترقیات نصیب ہوتی ہیں اور سچائی ہی کے ساتھ روحانی ترقیات نصیب ہوتی ہیں۔ جھوٹ

کے تو نہ یہاں قدم ٹکتے ہیں۔ نہ وہاں قدم ٹکتے ہیں.... آپ کی دینی ترقی کا راز بھی اِس بات میں ہے کہ آپ سچے احمدی بن جائیں اور سچ کو مضبوطی کے ساتھ اختیار کریں اور جھوٹی بات کو سننا بھی برداشت نہ کریں۔"

(مشعل راہ جلد 3 صفحہ 200)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" پھر ایک بُرائی ہے جھوٹ، کوئی شخص اگر ذراسی مشکل میں بھی ہو تو اس سے بچنے کے لئے جھوٹ کا سہارا لے لیتا ہے اور حیرت کی بات یہ ہے کہ جھوٹ کو برائی نہیں سمجھا جاتا۔ حالانکہ جھوٹ ایسی بُرائی ہے جو سب بُرائیوں کی جڑ ہے۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے کسی ایک بُرائی سے چھٹکارہ پانے کی درخواست کرنے والے کو یہی فرمایا تھا کہ اگر ساری برائیاں نہیں چھوڑ سکتے تو ایک برائی چھوڑ دو اور وہ ہے جھوٹ اور یہ عہد کرو کہ ہمیشہ سچ بولو گے۔ اب بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جھوٹ صرف اتنا ہے کہ عدالت میں غلط بیان دے دیا۔ اگر چوری کرتے ہوئے پکڑے گئے تو جھوٹ بول کر اپنی جان بچانے کی کوشش کی۔ اگر کوئی غیر اخلاقی حرکت کی تو جھوٹ بول دیا۔ یا کسی کے خلاف جھوٹی گواہی دے دی اور بلاوجہ کسی کو مشکل میں مبتلا کر دیا۔ یقیناً یہ سب باتیں جھوٹے ہیں لیکن چھوٹی چھوٹی غلط بیانیاں کرنا بھی جھوٹ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک مثال دی ہے۔ جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ جھوٹ کی تعریف کیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی چھوٹے بچے کو کہا آؤ میں تمہیں کچھ دیتا ہوں اور اسے دیتا کچھ نہیں تو جھوٹ میں شمار ہوگا۔ یہ جھوٹ کی تعریف ہے۔ اب اگر ہم میں سے ہر ایک اپنا جائزہ لے تو پتہ چلے گا کہ ہم روزانہ کتنی دفعہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھوٹ بول جاتے ہیں۔ مذاق مذاق میں ہم کتنی ایسی باتیں کر جاتے ہیں جو جھوٹ ہوتی ہیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اگر ہم اس بارے میں گہرائی میں جا کر توجہ کریں گے۔ تب ہم اپنے اندر سے اور اپنے بچوں کے اندر سے جھوٹ کی لعنت کو ختم کر سکتے ہیں۔"

(خطبات مسرور جلد سوم صفحہ 286-287)

پھر آپ ایدہ اللہ تعالیٰ جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”آج کل کے معاشرے میں تو قدم قدم پر ہمیں جھوٹ نظر آتا ہے اور اسے دیکھ کر ہم سمجھتے ہیں کہ تھوڑی بہت غلط بیانی کر لینا کوئی گناہ نہیں ہے، کوئی ایسی بڑی بات نہیں ہے لیکن یہی باتیں پھر بڑے بڑے جھوٹ بلواتی ہیں۔ سچائی کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے۔ پس ہر احمدی کو اپنی سچائی کے معیار بہت اونچے کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر یہ سچائی کے معیار ہم حاصل کر لیں تو بہت سے جھگڑے اور مسائل ختم ہو جائیں۔ سب سے اہم بات ہمیں یہ یاد رکھنی چاہیے کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت خدا کی بادشاہت دنیا میں قائم کرنے کے لیے کی ہے۔ اگر ہم نے جھوٹ کا سہارا لینا شروع کر دیا تو ہم خدا کی بادشاہت قائم کرنے کی بجائے شیطان کی بادشاہت قائم کرنے والے بن رہے ہوں گے۔ پس بہت فکر اور سوچنے کا مقام ہے۔“

(خطاب جلسہ سالانہ قادیان 25 دسمبر 2022ء بمقام ایوانِ مسرور اسلام آباد۔ یوکے)

بہنو! میں اپنی تقریر کا اختتام آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض فرمانوں پر کرنا چاہتی ہوں جو سچ اور جھوٹ پر ایک جامع فرمان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

کسی بندے کے دل میں ایمان اور کفر جمع نہیں ہو سکتے اور نہ سچائی اور کذب بیانی اکٹھے ہو سکتے ہیں اور نہ ہی دیانت داری اور خیانت اکٹھے ہو سکتے ہیں۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 2 صفحہ 349)

پھر فرمایا:

لوگوں میں افضل وہ ہے جو مَخمُومُ الْقَلْب یعنی پاک وصاف دل والا اور صَدُوقُ لِلِّسَان یعنی زبان کا سچا ہو۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الزہد)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی جو تین علامتیں بیان فرمائیں اُن میں سے پہلی تو براہ راست جھوٹ سے تعلق رکھتی ہے کہ جب بولتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ باقی دو علامات کا نتیجہ بھی جھوٹ پر ہی منتج ہوتا ہے کہ وعدہ خلافی کرتا ہے اور امانت میں خیانت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو صدوقُ اللسان بنائے تا ہم ایک دوسرے سے افضل بننے کی دوڑ میں شامل رہیں۔

جھوٹ اور سچ میں جو ہے فرق وہ پیدا ہو گا
کوئی پا جائے گا عزت کوئی رُسوا ہو گا!



﴿85﴾ ﴿مشاہدات:99﴾

خدمت دین کو اک فضل الٰہی جانو

یٰۤاَیُّهَا الۡاِنۡسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدۡحًا فَمُلٰقِيۡهِ

(الانشقاق:7)

ترجمہ: اے انسان! تجھے ضرور اپنے ربّ کی طرف سخت مشقّت کرنے والا بننا ہو گا۔ پس (بہر حال) تُو اُسے رُوبرو ملنے والا ہے۔

لَا يَسۡتَوِى الۡقٰعِدُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ غَيۡرُ اُولِى الضَّرَرِ وَالۡمُجٰهِدُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ‌ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الۡمُجٰهِدِيۡنَ بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ عَلَى الۡقٰعِدِيۡنَ دَرَجَةً‌ ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الۡحُسۡنٰى‌ ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الۡمُجٰهِدِيۡنَ عَلَى الۡقٰعِدِيۡنَ اَجۡرًا عَظِيۡمًا ۙ‏ دَرَجٰتٍ مِّنۡهُ وَمَغۡفِرَةً وَّرَحۡمَةً‌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا

(النساء:96-97)

ترجمہ: مومنوں میں سے بغیر کسی بیماری کے گھر بیٹھ رہنے والے اور (دوسرے) اللہ کی راہ میں اپنے اموال اور جانوں کے ذریعہ جہاد کرنے والے برابر نہیں ہوسکتے۔ اللہ نے اپنے اموال اور اپنی جانوں کے ذریعہ جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر ایک نمایاں مرتبہ عطا کیا ہے۔ جبکہ ہر ایک سے اللہ نے بھلائی کا ہی وعدہ کیا ہے۔ اور اللہ نے مجاہدین کو بیٹھ رہنے والوں پر ایک اجرِ عظیم کی فضیلت عطا کی ہے۔

(یہ) اس کی طرف سے درجات اور بخشش اور رحمت کے طور پر (ہے)۔ اور اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

مجھ کو دے اک فوق عادت اے خدا! جوش و تپش
جس سے ہو جاؤں مَیں دین کے اک دیوانہ وار

وہ لگا دے آگ میرے دل میں ملّت کے لیے
شعلے پہنچیں جس کے ہر دم آسمان تک بے شمار

پیاری بہنو! آج میری تقریر کا عنوان اس زمانہ کے موعود مصلح کے منظوم کلام میں سے یہ مصرعہ ہے

"خدمتِ دین کو اِک فضلِ الٰہی جانو"

خاکسار نے اپنی گفتگو کے آغاز پر جو دو اشعار پڑھے ہیں اُن میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اپنے متعلق خدمتِ دین کی توفیق پانے کے لیے اپنے اللہ تبارک و تعالیٰ سے نہایت عاجزی و انکساری سے دعا کرتے ہیں۔ جس سے آپؓ کا جذبہ اور خدمتِ دین کی تڑپ بھی عیاں ہوتی ہے۔ خدمتِ دین کی یہ تڑپ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ورثہ میں ملی تھی۔ حضورؑ اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ

" اگر قضائے حاجت انسانی ضروریات میں سے نہ ہوتی تو اِس وقت کو بھی مَیں خدمتِ دین میں صرف کرتا۔"

آئیں! دیکھیں! خدمتِ دین کیا ہے۔ مذہبی دنیا میں انبیاء اپنے پیروکاروں کو اپنا وقت، مال، عزت و دولتاور اولاد کو دین کی خاطر وقف کرنے کی تلقین کرتے رہے ہیں۔ خدمتِ دین کے میدان میں ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء پر دیگر میدانوں میں بازی لے جانے کی طرح بازی لے گئے۔ آپؐ نے اپنے صحابہؓ کی ایسے رنگ میں تربیت کی کہ وہ اپنے تمام عزیز و اقارب اور اپنا مال و متاع چھوڑ کر اپنے آقا کے ارد گرد دھونی رما بیٹھے۔ اِن صحابہ نے اعلائے کلمہ اسلام کے لیے خدمتِ دین کو ایک ایسا فریضہ تصور کیے رکھا کہ وہ اِسے ایک سعادت کے طور پر بجالاتے رہے۔ اِن صحابہ نے اپنی عزتیں اسلام اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر قربان کیں۔ اپنے خون کے نذرانے پیش کیے۔ اپنے اموال حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نچھاور کر دیے۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کے مصداق صحابہ نے اپنے گھر، اہل و عیال اور اپنے نفس کی قربانی کی ذرہ بھر بھی پرواہ نہ کی اور اپنا تَن مَن دھَن سب قربان کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہے۔ الغرض اِن صحابہ نے اپنی ضرورتوں پر اسلام کی ضرورتوں کو فوقیت دے رکھی۔ آپ نے جان، مال، وقت، عزت، اولاد اور نفس کی قربانی کر کے ایک طرف اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کیا اور دوسری طرف اسلام کی فتح کو یقینی بنایا۔

بہنو! خدمتِ دین کا مضمون اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن کریم کے ابتداء میں سورۃ البقرہ آیت4 میں مِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ يُنۡفِقُوۡنَ کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی تمام نعمتوں، تمام استعدادوں، تمام قوتوں، تمام صلاحیتوں، علم، وقت، مال اور اولاد کو اللہ اور اُس کے دین اسلام کی خاطر وقف کرنا اور اُس کی خاطر خدمت دین میں صرف کرنا ہی اللہ کے دیے ہوئے رزق میں سے خرچ کرنا ہے اور یہی دوسرے معنوں میں خدمتِ دین ہے۔

خدمتِ دین میں جن امور کو ایک مومن کو ہمیشہ مد نظر رکھنا چاہیے وہ ہیں ایک مومن کے اخلاق اور اعمالِ حسنہ جو دوسروں پر اثر کرتے ہوں اور اُس کو بھی خدمتِ دین کی ترغیب ہو۔ دوسری بات اس حوالہ سے یہ ہے کہ خدمتِ دین کے لیے اپنے اللہ سے استدعا کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ فضلِ الٰہی ہے اور فضلِ الٰہی خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت ہے جو ہر ایک کو حاصل نہیں ہوتی اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ (المائدہ:55) کہ یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”میں سچ سچ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک قدر و منزلت اُسی شخص کی ہے جو دین کا خادم اور نافع الناس ہو۔ ورنہ وہ کچھ پرواہ نہیں کرتا کہ لوگ کتوں اور بھیڑوں کی موت مر جاویں“

(الحکم 7 فروری 1936ء)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

”مَیں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اپنی جماعت کو وصیت کروں اور یہ بات پہنچا دوں آئندہ ہر ایک کا اختیار ہے کہ وہ اِسے سُنے یا نہ سُنے کہ اگر کوئی نجات چاہتا ہے اور حیات طیبہ یا اصلی زندگی کا طلبگار ہے تو وہ اللہ کے لیے اپنی زندگی وقف کرے اور ہر ایک اس کوشش اور فکر میں لگ جاوے کہ وہ اِس درجہ اور مرتبہ کو حاصل کرے کہ کہہ سکے کہ میری زندگی، میری موت، میری قربانیاں، میری نمازیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔“

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 100۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

اے دوستو پیارو! عقبیٰ کو مت بسارو
کچھ زاد راہ لے لو کچھ کام میں گزارو
دنیا ہے جائے فانی دل سے اِسے اُتارو
یہ روزکر مبارک سُبۡحَانَ مَنۡ یَّرَانِیۡ

بہنو! مَیں اِس وقت آپ کے سامنے صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دو ایسے واقعات رکھنا چاہوں گی جس سے یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہو گا کہ صحابہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم اور نمونہ پر عمل کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا کے مستوجب ٹھہرے۔ لکھا ہے کہ حضرت چوہدری رستم علی خاںؓ انسپکٹر ریلوے ایک سو پچاس روپیہ ماہوار تنخواہ سے بیس روپیہ ماہوار اپنے گھر کے اخراجات کے لئے اپنے پاس رکھ کر باقی کُل رقم ہمیشہ حضرت مسیح موعود علیہ والسلام کو بھیج دیتے تھے۔

(رجسٹر روایات صحابہؓ نمبر 13 غیر مطبوعہ صفحہ نمبر 360)

اسی طرح ایک سائیں دیوان شاہ صاحب نارووال سے کئی میل کا فاصلہ طے کر کے قادیان پیدل جایا کرتے تھے۔ آپ غریب تھے اور باوجود شدید خواہش کے اپنا چندہ نہ دے سکتے تھے۔ کسی نے آپ سے بار بار اتنی مشقت اٹھا کر قادیان جانے کی وجہ پوچھی تو آپ نے بتایا کہ ”مَیں چونکہ غریب ہوں، چندہ تو دے نہیں سکتا اس لئے جا رہا ہوں کہ مہمان خانے کی چارپائیاں بُن آؤں تا کہ میرے سر سے چندہ اُتر جائے“۔

(رجسٹر روایات صحابہؓ نمبر 2 غیر مطبوعہ صفحہ نمبر 96 روایت حضرت قاضی قمر الدینؓ)

جماعت احمدیہ میں صحابہ اور احباب جماعت نے قربانی اور خدمت دین کا یہ سلیقہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ سے سیکھا اور حضرت مسیح موعودؑ کے اِن اشعار کے مصداق ٹھہرے۔

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مَے اُن کو ساقی نے پلا دی
فَسُبۡحَانَ الَّذِیۡ اَخۡزَی الۡاَعَادِیۡ

سامعات! آئیں آپ کو خدمتِ دین کے حوالہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں لے جا کر ایک ایمان افروز واقعہ سناؤں۔ غزوہ حنین کے موقع پر جب مسلمانوں کا لشکر کفار کے مقابل پر تعداد میں زیادہ تھا اور مسلمانوں کو اپنی واضح فتح پر یقین تھا۔ اس دوران جب جنگ اپنے زوروں پر تھی تو کفار کے ایک زوردار حملے سے جب اسلامی لشکر میں انتشار پیدا ہو گیا تو رسول کریم ﷺ نے حضرت عباسؓ سے کہا۔ عباس! آواز دو کہ اے انصار! اے بیعت رضوان میں شامل ہونے والے لوگو! خدا کا رسول تُم کو بلاتا ہے۔ صحابہ کہتے ہیں جب یہ آواز ہمارے کانوں میں پہنچی تو ہماری حالت یہ تھی کہ ہمارے گھوڑے میدانِ جنگ سے بھاگے چلے جا رہے تھے۔ ہم اُنہیں روکتے تھے مگر وہ رُکتے نہ تھے ہم اُونٹوں کو موڑتے تھے مگر وہ مُڑتے نہ تھے۔ جب ہمارے کانوں میں یہ آواز آئی کہ اے انصار! خدا کا رسول تُم کو بلاتا ہے تو جن کی سواریاں مُڑ سکیں اُنہوں نے اپنے پورے زور سے سواریاں موڑ لیں اور جن کی سواریاں نہ مُڑیں اُنہوں نے تلواریں نکال کر اپنے اُونٹوں اور گھوڑوں کی گردنیں کاٹ دیں اور لَبَّیْكَ یَا رَسُولَ اللّٰہِ لَبَّیْكَ! کہتے ہوئے پیدل ہی رسول کریم ﷺ کی طرف دوڑ پڑے۔

(سیرت ابن ہشام جلد 3 صفحہ 10)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے جذبۂ خدمت دین کا اظہار یوں کرتے ہیں:

”مجھے اُس کی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز بھی پیاری نہیں کہ اُس کے دین کی عظمت ظاہر ہو، اُس کا جلال چمکے اور اُس کا بول بالا ہو۔ کسی ابتلا سے اُس کے فضل کے ساتھ مجھے خوف نہیں۔ اگرچہ ایک ابتلا نہیں کروڑ ہا ابتلا ہو۔ ابتلاؤں کے میدان میں اور دکھوں کے جنگل میں مجھے طاقت دی گئی ہے۔“

(انوار الاِسلام، روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 23)

پھر فرماتے ہیں:

”میں خود اِس راہ کا پورا تجربہ کار ہوں اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور فیض سے مَیں نے اِس راحت اور لذّت سے حظّ اٹھایا ہے۔ یہی آرزو رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کرنے کے لئے اگر مر کر پھر زندہ ہوں اور پھر مروں اور زندہ ہوں تو ہر بار میرا شوق ایک لذّت کے ساتھ بڑھتا ہی جاوے

.... اس وقف کے لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ جوش عطا فرمایا ہے کہ اگر مجھے کہہ دیا جاوے کہ اِس وقف میں کوئی ثواب اور فائدہ نہیں ہے بلکہ تکلیف اور دُکھ ہو گا تب بھی مَیں اسلام کی خدمت سے رک نہیں سکتا۔"

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 99-100)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے پیروکاروں کو خدمتِ دین کا شوق دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

"تمہیں خوش خبری ہو کہ قرب پانے کا میدان خالی ہے۔ ہر ایک قوم دنیا سے پیار کر رہی ہے اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو اس کی طرف دنیا کی توجہ نہیں۔ وہ لوگ جو پورے زور سے اس دروازے میں داخل ہونا چاہتے ہیں ان کے لئے موقع ہے کہ اپنے جوہر دکھلائیں اور خدا سے خاص انعام پاویں۔"

(الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 309-308)

سامعات! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو جماعت تیار کی ان میں اخلاص، قربانی اور خدا سے تعلق کا کیا معیار تھا۔ ایک مثال آپ کے سامنے پیش کرتی ہوں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک احمدی بزرگ تھے جو اپنی روزانہ کی آمدن سے اپنی ضرورتوں کے لئے ایک اٹھنی رکھ لیا کرتے تھے اور باقی کی ساری رقم چندے میں بھجوا دیتے تھے۔ ایک دن انہیں تین سو روپے موصول ہوئے۔ انہوں نے سوچا رقم کچھ زیادہ ہے کیوں نہ چھ مہینے کی ضرورتوں کے لئے نوے روپے آج ہی رکھ لوں تا کہ آسانی رہے گی۔

اس دن لوگ کہتے ہیں کہ جب وہ مسجد سے ظہر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو فوراً گھر چل دیئے جو اُن کا معمول نہیں تھا۔ کسی نے پوچھا ایسی کیا جلدی ہے؟ وہ کہتے ہیں مجھے ابھی نماز میں آواز آئی "**ہن میں چھ مہینے لئی تیرا رب نئی رئیا**" اور کہتے ہیں میں اسی وقت گھر جا کر اپنی ایک اٹھنی رکھوں گا اور باقی کے سارے پیسے چندے میں بھیج دوں گا۔

(تقریر ڈاکٹر فہیم یونس قریشی صاحب۔ جلسہ سالانہ انگلستان 2023ء)

بہنو! آخر پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پیش کرتی ہوں۔

"بعض لوگ اس بات پر خوش ہو جاتے ہیں کہ ہمیں جماعت میں اتنے عہدوں پر کام کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ بے شک یہ فقرہ اُن کے منہ سے نکلتا ہے کہ کام کرنے کی توفیق مل رہی ہے لیکن اس کام کی توفیق

کا حق تب ادا ہو گا جب ذہن کے کسی گوشے میں بھی عہدہ کا تصور پیدا نہ ہو بلکہ خدمتِ دین کا تصور پیدا ہو۔ خدمتِ دین کو اک فضلِ الٰہی سمجھیں۔ یہ خیال دل میں رہے۔ اپنی اَنا، فخر اور رعونت اور اپنے آپ کو دوسرے سے بہتر سمجھنے کا خیال بھی دل میں پیدا نہ ہو۔ جو لوگ اس سوچ کے ساتھ کام کرتے ہیں اور عاجزی کو ہر وقت اپنے سامنے رکھتے ہیں، اُن کے کاموں میں اللہ تعالیٰ پھر بے انتہا برکت بھی ڈالتا ہے۔ اُن کے ساتھ کام کرنے والے بھی بھرپور طریق سے اُن کے مددگار بن کر جماعتی خدمات سرانجام دے رہے ہوتے ہیں اور افرادِ جماعت بھی اُن کی ہر بات کو دل کی خوشی سے قبول کر رہے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ہمارے تمام عہدیدار یا خدمت سرانجام دینے والے بھی اپنے آپ میں یہ عاجزی، انکساری، اخلاص، محنت اور دعا کی حالت پیدا کرنے والے ہوں اور پہلے سے بڑھ کر پیدا کرنے والے ہوں اور جب یہ ہو گا تو تبھی وہ یقیناً خلیفۂ وقت کے بھی سلطانِ نصیر بننے والے ہوں گے اور افرادِ جماعت بھی وفا کے ساتھ سلسلہ کے کاموں کو ہر دوسرے کام پر مقدم کرنے والے ہوں تا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے نظارے ہمیشہ دیکھتے چلے جانے والے ہوں۔ جیسا کہ ہر احمدی جانتا ہے کہ ہمارا کام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کو آگے بڑھانا ہے۔ اُس کام کو آگے بڑھانا ہے جو اسلام کا پیغام دنیا میں پھیلانے کا آپ کے سپرد ہوا ہے۔ بکھرے ہوئے مسلمانوں کو اکٹھا کرنا ہے۔ دنیا کو خدائے واحد کے آگے جھکنے والا بنانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ کام جماعت سرانجام دے رہی ہے۔ مشنز کی تعمیر، مساجد کی تعمیر، تبلیغ کا کام، لٹریچر کی تیاری اور اشاعت، مبلغین اور مربیان کو تیار کرنا اور میدانِ عمل میں بھیجنا، یہ سب کام اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کر رہی ہے۔"

(خطبہ جمعہ 3 جنوری 2014ء)

پس ہم سب کو چاہئے کہ اپنے عہد بیعت کو نبھاتے ہوئے جب کبھی بھی جماعت کو خدمتِ دین کے لئے ہماری ضرورت پیش آئے تو ہم تمام اپنی دنیاوی خواہشات کا سر قلم کر کے لبیک کہتے ہوئے اپنے آپ کو خدمتِ دین کے لئے پیش کریں۔ اسی طرح ہم صحابہ کا نمونہ دکھانے والے بنیں گے اور خلافت احمدیہ کا سلطانِ نصیر وجود بننے کی ہمیں توفیق حاصل ہو گی۔ ان شاء اللہ



﴿86﴾ ﴿مشاہدات:143﴾

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيعًا إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (البقرہ:149)

اس آیت میں انسان کی نجی اور جماعتی و قومی زندگی میں ترقی کا رہنما اصول بیان ہوا ہے اور وہ ہر نیکی اور اچھائی کے میدان میں دوسروں سے آگے بڑھنے کی نصیحت و تلقین اور عمل ہے۔

معزز سامعات! میری آج تقریر کا عنوان ہے۔ **فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ** یعنی نیکیوں کے میدان میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا جذبہ۔

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اسے دے چکے مال و جاں بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار

سامعات! اِس آیت میں مسلمانوں کو بالخصوص نیکی اور بھلائی میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا درس دیا گیا ہے۔ ایک مسلمان کی سارا سال ہی اس رہنما اصول کو اپنانے کی طرف توجہ رہنی چاہئے۔

آج سے 14 سو سال قبل صحابہؓ کی نجی و مذہبی زندگی کو اگر ہم تاریخ کے آئینہ میں دیکھیں تو صحابہ میں نیکیوں کے میدان میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی دوڑ لگی ہوئی نظر آتی ہے۔ کہیں مسجد میں پہلی

صف میں بیٹھنے کے ثواب کے حصول کی خاطر اتنے صحابہؓ جمع ہو جاتے ہیں کہ قرعہ اندازی کروانے کا اظہار ہوتا ہے۔ کہیں اذان دینے کے شوق میں صحابہؓ میں قرعہ اندازی کروانی پڑتی ہے اور جب غریب اور مفلس صحابہؓ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ صاحبِ ثروت صحابہؓ مالی قربانی کرتے ہیں ہم نہیں کر سکتے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نماز کے بعد 33، 33 دفعہ سبحان اللہ، الحمدللہ اور 34 مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو تو تمہیں بھی امیر صحابہؓ کے برابر مالی قربانی کا ثواب مل جایا کرے گا۔ جب یہ ارشاد امیر صحابہؓ کے کانوں میں پڑتا ہے تو صاحبِ ثروت صحابہ بھی مسابقت الی الخیر کرتے ہوئے ان تسبیحات کا ورد شروع کر دیتے ہیں۔ اس پر غریب صحابہؓ نے دوبارہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اِس کیفیت سے آنحضورؐ کو آگاہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے (میں اس فضل کو کیسے روک سکتا ہوں)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"تمہاری زندگی کا مقصد اور مطمح نظر جس کو سامنے رکھ کر ایک انسان اپنے راستوں کا تعین کرتا ہے، وہ یہ ہونا چاہئے کہ تم نے نیکیوں میں ترقی کرنی ہے اور جب ہر مومن، ہر احمدی ایک لگن کے ساتھ، ایک تڑپ کے ساتھ اس دوڑ میں شامل ہو گا کہ اس نے نیکیوں میں ترقی کرنی ہے تو تصور کریں کہ ایسی صورت میں کس قدر حسین معاشرہ قائم ہو گا۔ جہاں عبادتوں کے بھی اعلیٰ معیار قائم ہو رہے ہوں گے اور دوسری نیکیوں کے اعلیٰ معیار حاصل کرنے کی بھی کوشش کر رہے ہوں گے۔ کچھ تو ایک دوسرے کو دیکھ کر اس رنگ میں رنگین ہو رہے ہوں گے کہ ہم نے بھی وہ معیار حاصل کرنے ہیں جو دوسرے حاصل کر رہے ہیں۔ ان کو بھی یہ فکر ہو گی کہ ہم نے بھی خدا تعالیٰ کا قرب پانے کے وہ اعلیٰ معیار حاصل کرنے ہیں جو ہمارے بھائی حاصل کر رہے ہیں۔ دوسروں کی عبادتوں اور نیکیوں کو دیکھ کر حسد کے جذبے پیدا نہیں ہوں گے بلکہ ان پر رشک آئے گا اور پھر خود بھی ان نیکیوں میں بڑھنے کی کوشش ہو گی۔ صحابہ کرام اس طرف بہت توجہ دیا کرتے تھے اور بڑی فکر کے ساتھ توجہ دیا کرتے تھے۔"

(خطبہ جمعہ 29 اپریل 2005ء)

گویا نیکیوں میں آگے بڑھنا بھی اللہ کا فضل ہے جس کے حصول کے لئے اس میدان میں کوشاں رہنا چاہئے۔

سامعات! صحابہؓ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سُننے کو ہر وقت مشّاق نظر آتے تھے۔ وہ تو دیوانوں کی طرح اپنے ساتھیوں سے پوچھا کرتے تھے کہ کوئی تازہ ارشاد ہو تو بتاؤ تا اس پر عمل کر کے دوسروں پر سبقت لی جاسکے۔ مدینہ کے نواح میں بسنے والے صحابہؓ نے ڈیوٹیاں لگا رکھی تھیں کہ فلاں شخص فجر کی نماز اور فلاں شخص ظہر کی نماز اور فلاں فلاں باقی نمازوں پر مسجدِ نبوی میں حاضر ہو گا اور جو بھی حضرت نبیِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہو اس کو مدینہ کے نواح میں بسنے والے صحابہ تک پہنچائے گا تا وہ مدینہ کے صحابہ سے پیچھے نہ رہ جائیں۔

سامعات! حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ میں مسابقت فی الخیرات کی دوڑ ہر میدان میں نظر آتی ہے۔ اشاعت اسلام کے لئے حضرت عمرؓ گھر کا نصف اثاثہ لے آتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ آج مَیں اپنے بھائی حضرت ابو بکرؓ کو مات دے دوں گا مگر تھوڑی دیر بعد حضرت ابو بکرؓ گھر کا سارا مال اُٹھا لاتے ہیں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ پوچھنے پر کہ گھر میں کیا چھوڑ آئے ہو جواب میں فرماتے ہیں ”مَیں اللہ اور اس کا رسولؐ گھر چھوڑ آیا ہوں“

ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر عبادت کا ایک دروازہ ہوتا ہے، نمازی کے لئے الگ دروازہ ہے۔ روزے دار کے لئے الگ، جہاد کرنے والوں کے لئے الگ اور ہر مومن اپنی نمایاں عبادات کی وجہ سے متعلقہ دروازہ سے داخل ہو گا۔ حضرت ابو بکرؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ کوئی ایسا بھی شخص ہے جو ان تمام دروازوں سے گزرے؟ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَیں اُمید کرتا ہوں آپ اُن میں ایک ہوں گے۔ (بخاری کتاب الصوم)

سامعات! ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی الصبح اپنے صحابہؓ کا مسابقت فی الخیرات کے لئے جائزہ لیا۔ تو حضرت ابو بکرؓ ہی اول ٹھہرے اور جنت کی بشارت حاصل کی۔

مجمع الزوائد میں یہ واقعہ یوں لکھا کہ ایک صبح فجر کی نماز کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے پوچھا۔ آج روزہ کس نے رکھا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کی۔ مَیں نے رات ہی نفلی روزہ کی نیت کر لی

تھی۔ پھر پوچھا مریض کی عیادت کس نے کی ہے؟ حضرت عمرؓ کہنے لگے صبح کی نماز کے بعد ابھی تو ہم یہیں ہی بیٹھے ہیں۔ وقت ہی نہیں ملا۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کی صلی اللہ علیہ وسلم مَیں راستے میں آتا ہوا حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ سے ان کی بیماری کا حال احوال پوچھ آیا ہوں۔ پھر پوچھا کسی نے مسکین کو کھانا کھلایا ہے۔ حضرت عمرؓ نے پھر وہی بات دہرائی جبکہ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ مَیں جب مسجد میں داخل ہوا تو ایک سوالی کو کھڑا دیکھا تو اپنے بیٹے عبد الرحمٰن کے ہاتھ سے روٹی کا ٹکڑا لے کر اُس سائل کو دے آیا ہوں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا اے ابو بکر! تمہیں جنت کی بشارت ہو۔ اس پر حضرت عمرؓ نے لمبی سانس لی اور کہا وائے جنت! تو مجھ سے دُور ہے۔ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا دی۔ اللہ عمر پر رحم کرے۔ اللہ عمر پر رحم کرے جب بھی وہ نیکی کا ارادہ کرتا ہے۔ ابو بکر اُس سے سبقت لے جاتا ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے لمبی سانس لی اور کہا یہ بڈھا (پیار سے) کسی میدان میں آگے نہیں بڑھنے دیتا۔

معزز سامعات! صحابہؓ میں بالخصوص ابو بکرؓ و عمرؓ میں مسابقت فی الخیرات کے بے شمار ایمان افروز واقعات ملتے ہیں۔ صرف ایک واقعہ اور بیان کر کے اپنی تقریر کو آگے بڑھاتا ہوں۔

ایک دفعہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رات گئے گشت پر نکلے۔ راستے میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کو نماز میں قرآن پڑھتے سنا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم رُک گئے جب وہ رکوع میں گئے تو آپؐ نے فرمایا مانگو۔ جو مانگو گے عطا کیا جائے گا۔ حضرت عمرؓ صبح سویرے یہ بشارت دینے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے گھر گئے۔ وہاں جا کر علم ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ تو رات ہی کو یہ بشارت سنا گئے تھے اور حضرت ابو بکرؓ نے مجھ سے پوچھا تھا کہ مَیں اس وقت کون سی دُعا کر رہا تھا۔ مَیں نے کہا ”رسول اللہؐ کی رفاقت اور معیت کی دُعا تھی جو مَیں مانگ رہا تھا“۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَی مُحَمَّدٍ، وَعَلَی آلِ مُحَمَّدٍ

یہی وہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ تھے جو کہا کرتے تھے کہ جنگِ بدر میں مشورہ کے وقت حضرت مقداد بن الاسودؓ کے الفاظ کاش! میرے منہ سے نکلے ہوتے اور یہ سعادت مجھے نصیب ہوتی کہ میں یہ کہتا کہ یا رسول اللہ! ہم موسیٰ کی قوم کی طرح یہ نہیں کہیں گے کہ جاؤ! آپؐ اور آپؐ کا رب جا کر لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ ہم

تو آپؐ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی، آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی اور دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک ہماری لاشوں کو روندتا ہوا نہ آئے۔

بعض ہمارے بزرگوں نے صحابہؓ کی اقتداء میں نیکیوں کی فہرستیں بنا رکھی تھیں اور اپنے ساتھی دوستوں کے ساتھ موازنہ کر کے دیکھا کرتے اور چپکے چپکے اُن سے آگے بڑھنے کی ٹوہ میں رہتے تھے اور یہ دلچسپ مقابلہ دیکھنے کو ملتا تھا۔ مقابلہ کرتے ہوئے ہر نیکی کے میدان میں اوّل رہنا خدائی صفت ”الاوّل“ سے بھی مشابہت اختیار کرنا ہے۔

سامعات! حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک آدمی بے آب و گیاہ جنگل میں جا رہا تھا بادل گھرے ہوئے تھے اس نے بادل میں سے آواز سنی کہ اے بادل فلاں نیک انسان کے باغ کو سیراب کر۔ وہ بادل اس طرف کو ہٹ گیا پتھریلی سطح مرتفع پر بارش برسی۔ پانی ایک چھوٹے سے نالے میں بہنے لگا۔ وہ شخص بھی اِس نالے کے کنارے کنارے چل پڑا کیا دیکھتا ہے کہ یہ نالہ ایک باغ میں جا داخل ہوا اور باغ کا مالک کُدّال سے پانی اِدھر اُدھر مختلف کیاریوں میں لگا رہا ہے اور اس آدمی نے باغ کے مالک سے پوچھا اے اللہ کے بندے تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے وہی نام بتایا جو اس مسافر نے اس بادل سے سنا تھا۔ پھر باغ کے مالک نے اُس مسافر سے پوچھا اے اللہ کے بندے تم مجھ سے میرا نام کیوں پوچھتے ہو؟ اس نے کہا مَیں نے اس بادل میں سے جس کی بارش کا پانی تم لگا رہے ہو یہ آواز سُنی تھی کہ اے بادل! فلاں آدمی کے باغ کو سیراب کر۔ تم نے ایسا کون سا عمل کیا ہے جس کا یہ بدلہ تجھ کو ملا ہے۔ باغ کے مالک نے کہا اگر آپ پوچھتے ہیں تو سنیں میرا طریق کار یہ ہے کہ اس باغ سے جو پیداوار ہوتی ہے اس کا ایک تہائی خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہوں۔ ایک تہائی اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لیے رکھتا ہوں اور باقی ایک تہائی دوبارہ ان کھیتوں میں بیج کے طور پر استعمال کرتا ہوں۔

(مسلم کتاب الزھد باب الصدقۃ فی المساکین)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی نیکیوں میں ترقی کرنے کے بارہ میں فرماتے ہیں:

”سابق بالخیرات بننا چاہئیے ایک ہی مقام پر ٹھہر جانا کوئی اچھی صفت نہیں ہے۔ دیکھو ٹھہرا ہوا پانی آخر گندا ہو جاتا ہے۔ کیچڑ کی صحبت کی وجہ سے بدبودار اور بدمزہ ہو جاتا ہے۔ چلتا پانی ہمیشہ عمدہ، ستھرا اور مزیدار ہوتا ہے۔ اگرچہ اس میں بھی نیچے کیچڑ ہو۔ مگر کیچڑ اس پر کچھ اثر نہیں کر سکتا۔ یہی حال انسان کا ہے کہ ایک ہی مقام پر ٹھہر نہیں جانا چاہئے۔ یہ حالت خطرناک ہے۔ ہر وقت قدم آگے ہی رکھنا چاہئیے۔ نیکی میں ترقی کرنی چاہئے۔ ورنہ خدا تعالیٰ انسان کی مدد نہیں کرتا۔ اور اس طرح سے انسان بے نور ہو جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ آخر کار بعض اوقات ارتداد (دین سے پھر جانا) ہو جاتا ہے۔ اس طرح سے انسان دل کا اندھا ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی نصرت انہی کے شامل حال ہوتی ہے جو ہمیشہ نیکی میں آگے ہی آگے قدم رکھتے ہیں ایک جگہ نہیں ٹھہر جاتے اور وہی ہیں جن کا انجام بخیر ہوتا ہے۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 456)

سامعات! اسی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہؓ بھی کبھی کسی نیکی میں پیچھے نہیں رہتے تھے۔

قادیان میں ایک نابینا حافظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پُرانے صحابہ میں سے تھے۔ ایک روز حکیم صاحب کے پاس گئے اور یہ شکایت کی کہ میرے کانوں میں شائیں شائیں کی آواز سنائی دیتی ہے اور سنائی بھی کم دیتا ہے کوئی علاج بتائیں۔ حکیم صاحب نے بتایا کہ آپ کے کانوں میں خشکی ہے دودھ پیا کریں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ روٹی تو مجھے حضورؑ کے لنگر سے مل جاتی ہے دودھ کہاں سے پیوں۔ اسی دوران حضرت مولوی شیر علیؓ وہاں سے گزر رہے تھے انہوں نے یہ ساری گفتگو سُن لی اور خاموشی سے چلے گئے۔ اسی روز رات کے وقت ایک شخص حافظ صاحب کے پاس آیا اور قریباً ڈیڑھ سیر دودھ دے کر چلا گیا اور پھر یہ سلسلہ جاری رہا وہ شخص خاموشی سے آتا اور دودھ دے کر چلا جاتا۔ حضرت حافظ صاحب نے یہ قصہ شیخ عبدالعزیز صاحب کو سنایا۔

شیخ عبد العزیز فرماتے ہیں میرے دل میں خیال آیا کہ دیکھوں کہ یہ کون شخص ہے جو مسلسل ڈیڑھ سال سے دودھ لے کر آتا ہے اور کبھی ناغہ نہیں کرتا نہ ہی رقم کا مطالبہ کرتا ہے۔ چنانچہ اس خیال کے تحت میں روز اس شخص کے آنے سے پہلے ہی حافظ صاحب کے دروازے کے آس پاس گھومنے لگا اتنے میں ایک شخص ہاتھ میں برتن لیے ان کے گھر کے اندر چلا گیا۔ چونکہ سردیوں کے دن تھے حافظ صاحب اندر چارپائی پر بیٹھے تھے۔ اس شخص نے حسبِ معمول دودھ دیا۔ میں اُسے دیکھنے کے لیے جب اندر داخل ہوا وہ آہٹ سُن کر کونے میں جا کر کھڑا ہو گیا۔ اندھیرے کی وجہ سے مَیں اُسے پہچان نہ سکا۔ مَیں نے پاس جا کر پوچھا کہ بھائی! تم کون ہو؟ مجھے دھیمی آواز آئی۔ شیر علی! میں سخت شرمندہ ہوا کہ جس کام کو حضرت مولوی صاحب راز رکھنا چاہتے تھے مَیں نے اُسے افشاء کر دیا۔ مجھے دیر تک آپ کے سامنے جاتے ہوئے شرم محسوس ہوتی تھی۔

(الفضل 28 جون 2003ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”نیکی ایک زینہ ہے اسلام اور خدا کی طرف چڑھنے کا۔ لیکن یاد رکھو کہ نیکی کیا چیز ہے۔ شیطان ہر ایک راہ میں لوگوں کی راہ زنی کرتا ہے اور ان کو راہ حق سے بہکاتا ہے۔ مثلاً رات کو روٹی زیادہ پک گئی۔ صبح کو باسی بچ رہی۔ عین کھانے کے وقت کہ اس کے سامنے اچھے اچھے کھانے رکھے ہیں ابھی ایک لقمہ نہیں لیا کہ دروازے پر آکر فقیر نے صدا کی اور روٹی مانگی۔ کہا کہ باسی روٹی سائل کو دے دو۔ کیا یہ نیکی ہو گی؟ باسی روٹی تو پڑی ہی رہنی تھی۔ تنعّم پسند اسے کیوں کھانے لگے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا (الدھر: 9) یہ بھی معلوم رہے کہ طعام کہتے ہی پسندیدہ طعام کو ہیں۔ سڑا ہوا باسی طعام نہیں کہلاتا۔ الغرض اس رکابی میں سے جس میں ابھی تازہ کھانا اور لذیذ اور پسندیدہ رکھا ہوا ہے۔ کھانا شروع نہیں کیا۔ فقیر کی صدا پر نکال دے تو یہ تو نیکی ہے۔“

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 75۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

سامعات! پھر ایک اور جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اسلام میں انسان کے تین طبقے رکھے ہیں۔ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ، مُقْتَصِدٌ، سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ۔ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ تو وہ ہوتے ہیں جو نفسِ امّارہ کے پنجے میں گرفتار ہوں اور ابتدائی درجہ پر ہوتے ہیں۔ جہاں تک ان سے ممکن ہوتا ہے وہ سعی کرتے ہیں کہ اس حالت سے نجات پائیں۔ مُقْتَصِدٌ وہ ہوتے ہیں جن کو میانہ رَو کہتے ہیں۔ ایک درجہ تک وہ نفس امّارہ سے نجات پا جاتے ہیں۔ لیکن پھر بھی کبھی کبھی اس کا حملہ اُن پر ہوتا ہے اور وہ اس حملہ کے ساتھ ہی نادم بھی ہوتے ہیں، پورے طور پر ابھی نجات نہیں پائی ہوتی۔

مگر سَابِقٌ بِالْخَيْرَات وہ ہوتے ہیں کہ اُن سے نیکیاں ہی سرزد ہوتی ہیں اور وہ سب سے بڑھ جاتے ہیں۔ ان کے حرکات و سکنات طبعی طور پر اس قسم کے ہو جاتے ہیں کہ اُن سے افعالِ حسنہ ہی کا صدور ہوتا ہے۔ گویا ان کے نفس امّارہ پر بالکل موت آ جاتی ہے اور وہ مطمئنہ حالت میں ہوتے ہیں۔ ان سے اس طرح پر نیکیاں عمل میں آتی ہیں گویا وہ ایک معمولی امر ہے۔ اس لئے ان کی نظر میں بعض اوقات وہ امر بھی گناہ ہوتا ہے جو اس حد تک دوسرے اس کو نیکی ہی سمجھتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی معرفت اور بصیرت بہت بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے جو صوفی کہتے ہیں حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْن"

(الحکم جلد 9 نمبر 39 مورخہ 10 نومبر 1905ء صفحہ 5-6)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جن میں چار باتیں پائی جاتی ہیں وہ ہیں اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ جن کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے ہمارے اس حکم کی تعمیل کی کہ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اور یہی لوگ ہیں جن کے اندر مسابقت کی روح پیدا ہو سکتی ہے وہ جو اپنے ربّ کی خشیت کا احساس نہیں رکھتے وہ جو اپنے ربّ کی آیات عظیمہ (قرآن کریم) پر ایمان نہیں لاتے وہ جن کے دلوں میں شرک کی باریک معصیت پائی جاتی ہے اور وہ جب نیکی کرتے ہیں تکبر سے کام لیتے ہیں سمجھتے ہیں کہ ہم

نے ایسے کام کیے ہیں کہ اب ہمارا ربّ مجبور ہے کہ ہماری ان باتوں کو قبول کرے اور ہمیں بہتر جزا دے وہ لوگ مُسَابَقَتْ فِیْ الْخَیْرَات اور یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ کے مصداق نہیں ہوا کرتے نہ ان میں مُسَابَقَتْ فِیْ الْخَیْرَات پائی جاتی ہے نہ وہ جلدی جلدی نیکیوں کی طرف متوجہ ہونے والے اور حرکت کرنے والے ہوتے ہیں۔"

(انوار القرآن جلد 1 صفحہ 489)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان پر یہ فرض قرار دیا ہے کہ وہ نیکیوں پر قائم ہو اور نہ صرف نیکیوں پر قائم ہو بلکہ ان میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش بھی کرے۔ تو جب آپس میں ایمان لانے والوں کو نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا حکم ہے تو پھر یہ کس طرح برداشت ہو سکتا ہے کہ غیروں کے مقابلے میں کسی بھی قسم کی کوئی بھی نیکی ان کی کم ہو اور وہ دوسروں سے آگے نکلنے کی کوشش نہ کریں۔ کیونکہ نیکی کرنا اور نیک اعمال بجا لانا تو صرف مومن کا ہی خاصہ ہے اور ہونا بھی چاہئے کیونکہ وہ اللہ کے نزدیک بہترین مخلوق ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ۔ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ (البینۃ:8) یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے یہی ہیں وہ جو بہترین مخلوق ہیں۔ کیونکہ اب اسلام قبول کر کے اور ان لوگوں میں شامل ہو کر جن میں شامل ہونے کی ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت فرمائی تھی، حکم دیا تھا، مسیح و مہدی کو مان کر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زیادہ مضبوط بندھن اور تعلق کا اگر دعویٰ کرتے ہیں تو آپ کے لئے اگر کامیابی کی کوئی راہ ہے اور آپ اگر اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس کی رضا کو حاصل کرنا چاہتے ہیں تو پھر صرف اور صرف یہی راستہ ہے کہ نیکیوں میں آگے بڑھیں۔ یہی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اگر تم مسلمان ہو اور پکے مسلمان ہو تو

تمہیں خوشی سے اچھلنا چاہئے، خوش ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک راستہ دکھا دیا جو اس کی طرف لے جانے والا ہے۔"

(خطبہ جمعہ 10 ستمبر 2004ء)

پڑ جائے ایسی نیکی کی عادت خدا کرے
سرزد نہ ہو کوئی بھی شرارت خدا کرے



﴿87﴾ ﴿مشاہدات:147﴾

صحبت صالحین ایک کیمیا ہے

اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبہ:119)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

بہنو! میری تقریر کا عنوان ہے **"صحبت صالحین ایک کیمیا ہے"**

سامعات! آئیں آج ہم دیکھتے ہیں کہ نیک لوگوں کی صحبت انسان پر کیا اثر کرتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک دفعہ ایک بزرگ کا یہ فارسی شعر پڑھا۔

ہر کہ روشن شُد دل وجان ودرُوں از حضرتش
کیمیا باشد بسر برون دمے در صحبتش

یعنی جس کے جان و دل اور باطن خدا کے حضور سے روشن کئے گئے ہیں **اُن کی صحبت میں ایک لمحہ گزارنا بھی کیمیا ہے۔**

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 485 ایڈیشن 2016ء)

نیز فرمایا۔ پنجابی کے معروف صوفی شاعر میاں محمد بخش (مصنف منظوم مجموعہ کلام: سیف الملوک) نے کیا خوب کہا ہے۔

چنگے بندے دی صحبت یارو جیویں دکان عطاراں
سودا پاویں مول نہ لیئے حُلے آن ہزاراں
بُرے بندے دی صحبت یارو جیویں دکان لوہاراں
کپڑے پاویں کُنج کُنج بیٹھیے چنگاں آن ہزاراں

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مضمون کو کیا ہی نفیس اور پُر حکمت انداز میں بیان فرمایا ہے کہ ”ایک شخص کستوری اٹھائے ہوئے ہو اور دوسرا بھٹی جھونکنے والا ہو۔ کستوری والا مفت میں خوشبو دے جائے گا۔ اس کی مہک سے تو فائدہ اٹھا جائے گا اور بھٹی والے کے قریب بیٹھنے سے کپڑے جل جائیں گے اور اس کا بدبودار دھواں تنگ کرے گا۔“

(مسلم کتاب البّر و الصلۃ)

اس حدیث کی تشریح میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ ہم سب کو کستوری کی خوشبو بانٹنے والا بنائے اور ہمارے اندر وہ پاک تبدیلیاں پیدا ہوں جو نہ صرف ہمیں فائدہ پہنچا رہی ہوں بلکہ لوگ بھی ہم سے فائدہ اٹھا رہے ہوں۔“

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 398)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک اور موقع پر فرماتے ہیں کہ انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے (یعنی دوست کے اخلاق کا اثر انسان پر ہوتا ہے) اِس لئے اِسے غور کرنا چاہیئے کہ وہ کسے دوست بنا رہا ہے۔

(ابوداؤد کتاب الادب)

بہنو! اِسی لئے کہا جاتا ہے کہ اگر کسی انسان کے کیریکٹر کی جانچ پڑتال کرنی ہو تو اُس کے دوستوں کو پرکھیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دوست نے ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ سے اپنے بیٹے کے لئے یہ کہتے ہوئے دعا کی درخواست کی کہ بیٹے کے اندر دہریت کے خیالات پیدا ہو رہے ہیں۔ اِس پر حضورؓ نے فرمایا۔ اسکول میں اِس بچے کے سیٹ فیلو کا پتہ کروائیں وہ دہریہ خیال رکھتا ہے اِس کی جگہ بدلیں۔ مامور زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک جگہ اچھی اور بُری صحبت کی بہت عمدہ مثال یوں دی ہے کہ ایک مکھی گندگی پر بیٹھتی ہے اور گندگی اور بیماری پھیلاتی ہے جبکہ ایک دوسری مکھی جو شہد کی مکھی کہلاتی ہے وہ پھولوں پر بیٹھتی ہے اور ایک ایسی خوراک تیار کرتی ہے جو شہد کہلاتا ہے اور شِفَاءٌ لِلنَّاسِ ہے۔ دونوں کہلاتی مکھیاں ہیں مگر اپنی اپنی صحبت سے وہ کیا مہیا کرتی ہیں۔؟

انگریزی زبان کا ایک مشہور محاورہ ہے۔

“A man is known by the company he keeps”

یعنی انسان اپنی صحبت سے پہچانا جاتا ہے۔

کسی نے صحبت کے مضمون کو گلاب اور دیگر پھولوں سے تشبیہ دی ہے کہ جہاں پھولوں کی کیاریاں ہوں وہاں سے آنے والی ہوائیں بھی خوشبو دار ہو کر گزرتی ہیں اور فضا مہک جاتی ہے۔ یہاں تک کہ گلاب کی پتیاں جس زمین پر گرتی ہیں وہ زمین بھی گلاب کی خوشبو سے معطر ہو جاتی ہے۔

عادتوں کے کیڑے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے:

''عادتوں کے کیڑے مِثل برتن کی مَیل کی طرح انسان کے اندر چمٹے ہوئے ہیں۔ اس کا علاج یہی ہے کہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبہ:119)۔ پس اگر آپ چند روز یہاں ٹھہر جاویں تو اس میں آپ کا کیا حرج ہے؟ اس طرح ہر ایک بات کا موقع آپ کو مل جائے گا دنیا کے کام تو یونہی چلے چلتے ہیں اور کبھی ختم نہیں ہوتے۔

کارِ دنیا کسے تمام نہ کرد
ہر چہ گیرید مختصر گیرید

بہت لوگ ہمارے پاس آئے اور جلد رخصت ہونے لگے۔ ہم نے ان کو منع کیا مگر وہ چلے گئے۔ آخر کار پیچھے سے انہوں نے خط روانہ کیے کہ ہم نے گھر پہنچ کر بنایا تو کچھ نہیں اگر ٹھہر جاتے تو اچھا ہوتا اور انہوں نے یہ بھی لکھا کہ ہمارا جلدی آنا ایک شیطانی وسوسہ تھا۔''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 263 ایڈیشن 2016ء)

سامعات! آپؑ صحابہؓ کی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''صحابہ کرامؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے اور بڑے بڑے نقصان برداشت کئے۔ اُن کو اس بات کا علم تھا کہ صحبت سے جو بات حاصل ہونی ہے وہ اور طرح ہرگز حاصل نہ ہو گی۔''

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 351)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

”دنیا میں دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں۔ ایک جسمانی تعلقات۔ جیسے ماں، باپ، بھائی، بہن وغیرہ کے تعلقات۔ دوسرے روحانی اور دینی تعلقات۔ یہ دوسری قسم کے تعلقات اگر کامل ہو جائیں تو سب قسم کے تعلقات سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔ اور یہ اپنے کمال کو تب پہنچتے ہیں جب ایک عرصہ تک صحبت میں رہے۔ دیکھو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو صحابہؓ کی جماعت تھی، اس کے یہ تعلقات ہی کمال کو پہنچے ہوئے تھے جو انہوں نے نہ وطن کی پرواہ کی اور نہ اپنے مال و املاک کی اور نہ عزیز و اقارب کی۔ یہاں تک کہ اگر ضرورت پڑی تو انہوں نے بھیڑ بکری کی طرح اپنے سر خدا کی راہ میں رکھ دیئے۔ وہ شدائد و مصائب جو ان کو پہنچ رہے تھے، ان کے برداشت کرنے کی قوت اور طاقت ان کو کیونکر ملی۔ اس میں یہی سِرّ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلقات بہت گہرے ہو گئے تھے۔ انہوں نے اس حقیقت کو سمجھ لیا تھا، جو آپؐ لے کر آئے تھے اور پھر دنیا اور اس کی ہر چیز ان کی نگاہ میں خدا تعالیٰ کے لقاء کے مقابلہ میں کچھ ہستی رکھتی ہی نہیں تھی۔“

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 140 ایڈیشن 2016ء)

درخت سے تعلق رکھنے والی شاخ ہی زندہ رہتی ہے

آپؑ فرماتے ہیں:

”آپ نے جو آج مجھ سے بیعت کی ہے یہ تخمریزی کی طرح ہے۔ چاہیئے کہ آپ اکثر مجھ سے ملاقات کریں اور اس تعلق کو مضبوط کریں جو آج قائم ہوا ہے جس شاخ کا تعلق درخت سے نہیں رہتا وہ آخر خشک ہو کر گر جاتی ہے۔“

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 37-38 ایڈیشن 1984ء)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

”صحبت میں بڑا اشرف ہے۔ اس کی تاثیر کچھ نہ کچھ فائدہ پہنچا ہی دیتی ہے۔ کسی کے پاس اگر خوشبو ہو تو پاس والے کو بھی پہنچ ہی جاتی ہے۔ اسی طرح پر صادقوں کی صحبت ایک روح صدق کی نفخ کر دیتی ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ گہری صحبت نبی اور صاحب نبی کو ایک کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے جو قرآن شریف میں كُوْنُوْا مَعَ

الصّٰدِقِیْنَ (التوبہ:119) فرمایا ہے۔ اور اسلام کی خوبیوں میں سے یہ ایک بے نظیر خوبی ہے کہ ہر زمانے میں ایسے صادق موجود رہتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 609 ایڈیشن 1988ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام مقربین کی صحبت میں بیٹھنے سے متعلق فرماتے ہیں۔

"یہ مسلّمہ امر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے مقرب کے پاس رہنا گویا ایک طرح سے خود خدا تعالیٰ کے پاس رہنا ہوتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 316 ایڈیشن 2016ء)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"جب انسان ایک راستباز اور صادق کے پاس بیٹھتا ہے تو صدق اس میں کام کرتا ہے لیکن جو راستبازوں کی صحبت کو چھوڑ کر بدوں اور شریروں کی صحبت کو اختیار کرتا ہے تو ان میں بدی اثر کر جاتی ہے۔ اسی لئے احادیث اور قرآن شریف میں صحبت بد سے پرہیز کرنے کی تاکید اور تہدید پائی جاتی ہے۔ اور لکھا ہے کہ جہاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اہانت ہوتی ہو اس مجلس سے فی الفور اٹھ جاؤ۔ ورنہ جو اہانت سن کر نہیں اٹھتا اس کا شمار ان میں ہی ہو گا۔ صادقوں اور راستبازوں کے پاس رہنے والا بھی ان میں ہی شریک ہوتا ہے اس لئے کس قدر ضرورت ہے اس امر کی کہ انسان کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ کے پاک ارشاد پر عمل کرے۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 507)

صحبت صالحین کے لئے مرکز آنا

زیارت صالحین کے لیے سفر کرنا قدیم سے سنت سلف صالح چلی آئی ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ جب قیامت کے دن ایک شخص اپنی بد اعمالی کی وجہ سے سخت مواخذہ میں ہو گا تو اللہ جلّ شانہ اس سے پوچھے گا کہ فلاں صالح آدمی کی ملاقات کے لیے کبھی تو گیا تھا۔ تو وہ کہے گا بالارادہ تو کبھی نہیں گیا مگر ایک دفعہ ایک

راہ میں اس کی ملاقات ہوگئی تھی تب خدا تعالیٰ کہے گا کہ جا بہشت میں داخل ہو۔ میں نے اسی ملاقات کی وجہ سے تجھے بخش دیا۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 608)

فرمایا:

''ہمیں بہت افسوس ہے کہ بعض لوگ کچے ہی آتے ہیں اور کچے ہی چلے جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ اُن کا فرض ہے کہ یہاں آکر چند روز رہیں اور اپنے شبہات پیش کر کے پختگی حاصل کریں تو پھر ان سے دوسرے مخالف اور عیسائی ایسے بھاگیں گے جیسے لاحول سے شیطان بھاگتا ہے۔''

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 283-284 ایڈیشن 2016ء)

ایک انگریز نے ایک دفعہ حضورؑ سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ کشمیر میں ایک بڑا ہوٹل بناؤں اور وہاں ہر ملک و دیار کے لوگ جو سیر و سیاحت کے لئے آتے ہیں ان کو تبلیغ کروں۔ حضورؑ نے فرمایا کہ ''ہمیں اس سے دنیا داری کی بو آتی ہے۔ اگر اسے سچا اخلاص خدا کے ساتھ ہے اور اس کی غرض تحصیل دین ہے تو اول یہاں (قادیان) آکر رہے۔''

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 316 ایڈیشن 2016ء)

سفید کپڑا اور صحبت

فرمایا:

''کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبہ:119) بھی اسی واسطے فرمایا گیا ہے۔ سادھ سنگت بھی ایک ضرب المثل ہے۔ پس یہ ضروری بات ہے کہ انسان باوجود علم کے اور باوجود قوت و شوکت کے امام کے پاس ایک سادہ لوح کی طرح پڑا رہے تا اس پر عمدہ رنگت آوے۔ سفید کپڑا اچھا رنگا جاتا ہے اور جس میں اپنی خودی اور علم کا پہلے سے کوئی میل کچیل ہوتا ہے اس پر عمدہ رنگ نہیں چڑھتا۔ صادق کی معیت میں انسان کی عقدہ کشائی ہوتی ہے اور اسے نشانات دئے جاتے ہیں جن سے اس کا جسم منور اور روح تازہ ہوتی ہے۔''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 262۔263 ایڈیشن 2016ء)

آپؑ فرماتے ہیں:

”صادقوں کی صحبت میں رہنا بہت ضروری ہے خواہ انسان کیسا علم رکھتا ہو۔ طاقت رکھتا ہو، لیکن صحبت میں رہنے سے جو اس کے شبہات دور ہوتے ہیں اور اسے علم حاصل ہوتا ہے وہ دوسرے طور سے حاصل نہیں ہوتا۔“

(البدر جلد 2 نمبر 8 مورخہ 13 مارچ 1903ء صفحہ 59)

اصلاحِ نفس اور صحبت صالحین

آپؑ فرماتے ہیں:

”وہ عظیم الشان ذریعہ جس سے ایک چمکتا ہوا یقین حاصل ہو اور خدا تعالیٰ پر بصیرت کے ساتھ ایمان قائم ہو ایک ہی ہے کہ انسان ان لوگوں کی صحبت اختیار کرے جو خدا تعالیٰ کے وجود پر زندہ شہادت دینے والے ہوں خود جنہوں نے اس سے سن لیا ہے کہ وہ ایک قادر مطلق اور عالم الغیب تمام صفات کاملہ سے موصوف خدا ہے...... پس مَیں اس نور کو لے کر آیا ہوں اور دنیا میں قوتِ یقین کو پیدا کرنا چاہتا ہوں اور اس قوت کا پیدا ہونا صرف الفاظ اور باتوں سے نہیں ہو سکتا، بلکہ یہ ان نشانات سے نشو نما پاتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مقتدرانہ طاقت سے صادقوں کے ہاتھ پر ظہور پاتے ہیں۔“

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 365-366 ایڈیشن 2016ء)

بہنو! حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ سے کسی نے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ ”سنا ہے کہ آپ کو کیمیا گری آتی ہے؟ آپؓ نے فرمایا کہ ہاں آتی ہے۔ اس نے عرض کیا کہ ہم غریب ہیں اور مقروض رہتے ہیں۔ آپ ہمیں بھی بتائیں۔

چنانچہ حضور نے ایک مرتبہ تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

لوگ اکسیر اور سنگ پارس تلاش کرتے پھرتے تھے۔ میرے لیے تو حضرت مرزا صاحب پارس تھے۔ میں نے انکو چھوا تو بادشاہ بن گیا“

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 565)

سامعات! حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحبت صالحین کے متعلق میں فرماتے ہیں کہ

"انسان ہمیشہ اپنے گندے جلیسوں کی وجہ سے تباہی کے گڑھے میں گرا کرتا ہے۔ وہ پہلے تو اپنے دوستوں کی مصاحبت پر فخر کرتا ہے۔ مگر جب اسے کسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو وہ بے اختیار کہہ اٹھتا ہے کہ لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا کہ اے کاش میں فلاں کو اپنا دوست نہ بناتا اس نے تو مجھے گمراہ کر دیا۔ اسی وجہ سے قرآن کریم نے مومنوں کو خاص طور پر نصیحت فرمائی ہے کہ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (التوبہ:119) یعنی اے مومنو! تم ہمیشہ صادقوں کی معیت اختیار کیا کرو۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنے گردوپیش کی اشیاء سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا مگر وہ اپنی دوستی اور ہم نشینی کے لئے ان لوگوں کا انتخاب کرے گا جو اعلیٰ اخلاق کے مالک ہوں گے اور جن کا مطمح نظر بلند ہو گا تو لازماً وہ بھی اپنی کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش کرے گا۔ اور رفتہ رفتہ اس کی یہ کوشش اس کے قدم کو اخلاقی بلندیوں کی طرف بڑھانے والی ثابت ہو گی۔ لیکن اگر وہ برے ساتھیوں کا انتخاب کرے گا تو وہ اسے کبھی راہ راست کی طرف نہیں لے جائیں گے۔ بلکہ اسے اخلاقی پستی میں دھکیلنے والے ثابت ہوں گے۔"

(تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ 481)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صحبت صالحین سے متعلق فرماتے ہیں:

"میں نے جماعت کو نصیحت کی تھی کہ بدوں سے پرہیز کرو اور جتنا حصہ بھاگ سکتے ہو بدوں سے دور بھاگو اور نیکوں کی مجلس میں بیٹھو کیونکہ بدوں سے خالی بھاگنا کافی نہیں۔ سوال یہ ہے کہ کس طرف بھاگو۔ اگر بدوں سے بھاگو گے تو اس سے بہتر مجلس پیش نظر ہونی چاہیئے۔"

ہمارے پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ جماعت کو صحبت صالحین کی تلقین و نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"یہ بھی نظر رکھنی چاہئے کہ بچوں کے دوست کون ہیں بچوں کے دوستوں کا بھی پتہ ہونا چاہئے۔ یہ مثال تو ابھی آپ نے سن ہی لی۔ اس سیٹ پر بیٹھنے کی وجہ سے ہی صرف اس طالبعلم پر دہریت کا اثر ہو رہا تھا۔ لیکن یہ مثالیں کئی دفعہ پیش کرنے کے باوجود، کئی دفعہ سمجھانے کے باوجود، ابھی بھی والدین کی یہ شکایات ملتی

رہتی ہیں کہ انہوں نے سختی کر کے یا پھر بالکل دوسری طرف جا کر غلط حمایت کر کے بچوں کو بگاڑ دیا۔ ایک بچہ جو پندرہ سولہ سال کی عمر تک بڑا اچھا ہوتا ہے جماعت سے بھی تعلق ہوتا ہے، نظام سے بھی تعلق ہوتا ہے، اطفال الاحمدیہ کی تنظیم میں بھی حصہ لے رہا ہوتا ہے۔ جب وہ پندرہ سولہ سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو پھر ایک دم پیچھے ہٹنا شروع ہو جاتا ہے اور پھر ہٹتا چلا جاتا ہے، یہاں تک کہ ایسی بھی شکایات آئیں کہ ایسے بچے ماں باپ سے بھی علیحدہ ہو گئے۔ اور پھر بعض بچیاں بھی اس طرح ضائع ہو جاتی ہیں۔ جن کا بہر حال افسوس ہوتا ہے۔ تو اگر والدین شروع سے ہی اس بات کا خیال رکھیں تو یہ مسائل پیدا نہ ہوں۔

پھر بچوں کو بھی میں کہتا ہوں کہ اپنے دوست سوچ سمجھ کر بناؤ۔ یہ نہ سمجھو کہ والدین تمہارے دشمن ہیں یا کسی سے روک رہے ہیں بلکہ سولہ سترہ سال کی عمر ایسی ہوتی ہے کہ خود ہوش کرنی چاہیئے، دیکھنا چاہیئے کہ ہمارے جو دوست ہیں بگاڑنے والے تو نہیں، اللہ تعالیٰ سے دور لے جانے والے تو نہیں۔ کیونکہ جو اللہ تعالیٰ سے دور لے جانے والے ہیں وہ تمہارے خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔ تمہارے ہمدرد نہیں ہو سکتے، تمہارے سچے دوست نہیں ہو سکتے۔ اور ایک احمدی بچے کو تو کیونکہ صادقوں کی صحبت سے فائدہ اٹھانا ہے اس لئے یاد رکھیں کہ یہ گروہ شیطان کا گروہ ہے صادقوں کا گروہ نہیں اس لئے ایسے لوگوں میں بیٹھ کے اپنی بدنامی کا باعث نہ بنیں، ایسے بچوں یا نوجوانوں سے دوستی لگا کے اپنے خاندان کی بدنامی کا باعث نہ بنیں اور ہمیشہ نظام سے تعلق رکھیں۔ نظام جو بھی آپ کو سمجھاتا ہے آپ کی بہتری اور بھلائی کے لئے سمجھاتا ہے۔ نمازوں کی طرف توجہ دیں۔ قرآن پڑھنے کی طرف توجہ دیں اللہ تعالیٰ ہمارے ہر بچے کو ہر شیطانی حملے سے بچائے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 11ء جون 2004ء)

رہیں ہم دُور ہر بدکیش و بد سے
رہے صحبت ہمیں اہلِ وفا کی

بنائیں دل کو گلزارِ حقیقت
لگائیں شاخ زہد و اتّقا کی
رسول اللہ ہمارے پیشوا ہوں
ملے توفیق اُن کی اقتدا کی

اللہ تعالیٰ ہمیں صلحاء اور نیک بزرگوں کی صحبت بالخصوص خلیفۃ المسیح کی پاکیزہ صحبت یعنی ارشادات و نصائح کو سننے اور ان پر بھرپور عمل کرنے کی توفیق سے نوازتا رہے۔ آمین



﴿88﴾ ﴿مشاہدات:169﴾

تُو ایک ہو ساری دنیا میں
کوئی ساجھی اور شریک نہ ہو

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَیَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ

(آل عمران:32)

ترجمہ: اے محمدؐ! تُو کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

چھوڑ دو حرِص، کرو زہد و قناعَت پیدا
زر نہ محبوب بنے سیمِ دل آرام نہ ہو

پیارے نوجوانو! آج مجھے حضرت مصلح موعودؓ کی معروف و مشہور نظم بعنوان **"مَیں اپنے پیاروں کی نِسبت"** کے آخری اشعار میں سے اِس شعر پر اظہار خیال کرنا ہے۔

تُو ایک ہو ساری دنیا میں
کوئی ساجھی اور شریک نہ ہو

پیارے خدام و اطفال اور ناصرات! گو یہ شعر اپنی ذات میں خود اپنی وضاحت ہے لیکن اِس شعر کو اگر اِس کے سیاق و سباق کے ساتھ مِلا کر پڑھا جائے تو مضمون زیادہ واضح ہو جاتا ہے۔ اِس معرکہ آراء نظم کے آخری چار اشعار یہ ہیں۔

میں واحد کا ہوں دل دادہ
اور واحد میرا پیارا ہے

گر تُو بھی واحد بن جائے
تو میری آنکھ کا تارا ہے
تُو ایک ہو ساری دنیا میں
کوئی ساجھی اور شریک نہ ہو
تُو سب دنیا کو دے لیکن
خود تیرے ہاتھ میں بھیک نہ ہو

اس معرفت کے مضمون میں ڈوب کر بات کو آگے بڑھانے سے قبل خدام اور اَطفال و ناصرات کو عنوان میں لفظ "ساجھی" کے معانی بتانے ضروری معلوم ہوتے ہیں۔ لفظ ساجھی، کے معانی لفظِ شریک میں بیان ہوگئے ہیں۔ یہ ساتھی، مقابل پر دوسرا انسان کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہ پوری نظم پہلی بار 10 جنوری 1930ء کے الفضل میں شائع ہوئی۔ اِس نظم کا آغاز جماعتی تنظیموں کے بانی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد مصلح موعودؓ نے نہایت ہی پیارے اور منفرد و دلکش انداز میں **"میں اپنے پیاروں کی نسبت"** سے کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ مَیں اِن پیاروں کی نسبت نظم میں ذیل میں بیان کمزوریوں، کمیوں اور بُرائیوں کو ہرگز پسند نہیں کروں گا۔ حضورؓ نے اِس نظم میں 16 کے لگ بھگ انسانی کمزوریوں، کمیوں اور کوتاہیوں کا ذکر کرکے نہایت درد بھرے انداز میں فرمایا ہے کہ یہ بُرائیاں اپنا کر "کیا مَیں خود بھی کمینہ بن جاؤں"

پیارے نوجوانو اور بچو! اور اِس نظم میں 9 انسانی خوبیوں اور اچھائیوں کا ذکر کرکے توجہ دلائی ہے کہ جن جن میں یہ خوبیاں ہوں گی وہ میری آنکھ کا تارا ہے اور اپنے دِل کے نقشہ کا یوں اظہار فرمایا ہے۔

اے میری اُلفت کے طالب
یہ میرے دل کا نقشہ ہے

مجھے آج اِس عظیم نظم میں مُندَرجَات پر بات کرنا مقصود نہیں اور نہ ہی میری تقریر کا یہ عنوان ہے۔ لیکن اپنے عنوان کی طرف آتے ہوئے یہ بتانا ضروری ہے کہ گو اِس نظم میں جماعت کا ہر فرد بوڑھا، نوجوان، مستورات اور بچے بچیاں مُراد ہیں لیکن جن کمزوریوں کا ذکر حضرت مصلح موعودؓ نے اِس نظم میں کیا ہے وہ

زیادہ تر نوجوان طبقے میں موجود ہوتی ہیں اور سلسلہ کی ترقی کے لئے اِس نظم میں بیان بُرائیوں سے دُور رہنا اور اچھائیوں کو اپنانا ضروری ہے۔ حضورؓ نے اختصار کے ساتھ 22 اشعار میں اسلام کی قرآنی تعلیم کو بیان فرما دیا ہے اور یہ بات مُسلّمہ ہے کہ نثر کی نسبت منظوم کلام دِلوں پر جلد اثر کرتا ہے اور دیر پار ہتا ہے۔ قوموں کی ترقی میں یہ بات بھی ضروری ہے کہ نظامِ جماعت ایک نسل سے دوسری نسل تک اِن خوبیوں کو منتقل کرتا رہے تا خدا تعالیٰ کا یہ فیض ہمیشہ کے لئے تاحیات جاری رہے۔ حضورؓ 1920ء میں "نونہالانِ جماعت مجھے کچھ کہنا ہے" میں انہی باتوں کو بیان کر چکے ہیں اور خاکسار کی آج کی تقریر کے عنوان سے ملتا جلتا ایک شعر اِس نظم کا حصہ ہے جو مَیں تقریر کے آغاز پر پڑھ آیا / آئی ہوں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے خدام کا ماٹو "قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی" رکھ کر نوجوانوں کو اپنی زندگیاں اسلامی تعلیمات کے مطابق اپنانے کی طرف توجہ دلائی ہے اور ایک موقع پر نوجوانوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ آپ میں سے ہر ایک چھوٹا محمد بن جائے یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ فاضلہ اور حسین شمائل اپنائے اور حضرت مصلح موعودؓ کے اوصاف اپنے اندر پیدا کر کے دنیا کا مصلح بنے۔ اس نظم کو اپنے سامنے رکھنے، پڑھنے، گھروں میں نمایاں جگہ پر آویزاں کرنے یا ایسی جگہ پر رکھنے سے جہاں اکثر نظر پڑتی ہو ہمیں بار بار ان خوبیوں کو اپنے اندر پیدا کرنے کی تحریک ملے گی جن خوبیوں کا ذکر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اس نظم میں کیا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں کہ

"آج ہمارا بھی کام ہے کہ اپنے اپنے دائرہ میں مصلح بننے کی کوشش کریں۔ اپنے علم سے، اپنے قول سے، اپنے عمل سے اسلام کے خوبصورت پیغام کو ہر طرف پھیلا دیں۔ اصلاحِ نفس کی طرف توجہ دیں، اصلاحِ اُولاد کی طرف توجہ دیں اور اصلاحِ معاشرہ کی طرف توجہ دیں اور اُس اصلاح اور پیغام کو دُنیا میں قائم کرنے کے لئے بھر کوشش کریں جس کا منبع، اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا تھا۔"

(خطبہ جمعہ 18 فروری 2011ء)

سامعات! اپنے موضوع کی طرف آتے ہوئے اپنے سابقہ مضمون کو ساتھ ملا کر مجھے یہ بیان کرنا ہے حضرت مصلح موعودؓ اپنی جماعت سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ قرآن و احادیث میں جتنے اخلاقِ فاضلہ اور

شمائلِ حسنہ بیان ہوئے ہیں وہ جماعت کے چھوٹے بڑے ہر فرد میں موجود ہونے چاہیں اور ہر احمدی کو دیکھ کر خود احمدی بھی یہ کہہ رہے ہوں اور غیر بھی اِس امر کا اعتراف کر رہے ہوں کہ یہ احمدی تو ساری دنیا میں اکیلا ہی نیکیوں کا منبع ہے اور اِس کا کوئی ساجھی اور شریک نہیں۔ جیسے کے پاکستان میں غیر اِس امر کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ احمدی سرکاری ملازم اپنے اپنے دفاتر میں نمازیں پڑھتے ہیں، رشوت نہیں لیتے، سود نہیں لیتے اور باخلاق ہیں۔ کسی نے تو جماعتی افراد اور معاشرہ کو جزیرہ سے تشبیہ دے کر اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ جس طرح جزیرہ الگ تھلگ دنیا کی آلودگیوں اور بیماریوں سے پاک ہوتا ہے اِسی طرح ایک احمدی روحانی بیماریوں سے آزاد ہوتا ہے۔ ایک احمدی کا نیکیوں میں یکتا اور اکیلا ہونے سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی صفاتِ حسنہ میں مشابہت ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت "الاوّل" کے ساتھ بھی مشابہت اختیار کر کے وہ معاشرہ میں بسنے والے احمدیوں میں سے اوّل ٹھہرے گا۔ اگر ہم میں سے ہر ایک اوّل آنے کی کوشش کرے تو معاشرہ دینی اور روحانی لحاظ سے جنت نظیر بن سکتا ہے۔ اور اِس سے اگلے شعر میں کیا ہی عمدہ انداز میں حضورؑ نے یہ سمجھایا ہے کہ آپ میں سے ہر ایک روحانی نیکیوں کا بینک ہو جس سے لوگ فائدہ اُٹھائیں تُو فیض باٹنے والا ہو۔ تُو کسی سے قرضہ یا بھیک مانگنے والا نہ ہو۔ تُو دیالو ہو اور تجھ پر یہ کہاوت پوری اُتر رہی ہو کہ لیپے کا نہ ہو دیپے کا بن۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس مضمون کو یوں بیان فرمایا ہے۔ اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِنَ الْیَدِ السُّفْلٰی کہ اوپر والا ہاتھ یعنی دینے والا ہاتھ نیچے والے یعنی مانگنے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ مانگنے والا ہاتھ تو ہمیشہ نیچے ہوتا ہے وہ اپنی ہتھیلی سے لے رہا ہوتا ہے جبکہ دینے والے کی ہتھیلی نیچے کی طرف ہوتی ہے۔

وہ دیکھتا ہے غیروں سے کیوں دل لگاتے ہو
جو کچھ بتوں میں پاتے ہو اُس میں وہ کیا نہیں

سامعات! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے 2023ء کے مجلس خدام الاحمدیہ اور مجلس اطفال الاحمدیہ کے مشترکہ سالانہ اجتماع سے انگریزی زبان میں جو بصیرت افروز اور تاریخ ساز اختتامی خطاب فرمایا اور اشاعتِ اسلام نیز نظامِ خلافت کی حفاظت اور اس کے استحکام کے لیے خدام سے جو عہد لیا وہ

دراصل اِسی مضمون کو اُجاگر کر رہا ہے جو آج کی تقریر کے مضمون میں بیان ہوا ہے۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا:

بانی مجلس خدام الاحمدیہ سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو جو خدام الاحمدیہ سے امیدیں تھیں، ان کے حوالے سے مَیں آج آپ رضی اللہ عنہ کے ایک خطاب سے کچھ باتیں آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں انسان اس دنیا میں آتے ہیں اور زندگی گزار کر چلے جاتے ہیں مگر قوموں کو خدا نے یہ صلاحیت اور موقع دیا ہے کہ وہ اگر چاہیں تو اپنی زندگیوں کو ابدی اور دائمی بنا سکتی ہیں۔ اقوام کی زندگیاں کئی دہائیوں بلکہ صدیوں پر بھی محیط ہو سکتی ہیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے نوجوانانِ احمدیت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اپنے عمل اس رنگ میں ڈھالیں کہ جس کے طفیل جماعت کی ابدی اور دائمی ترقی ممکن ہو سکے۔ اسی طرح جماعت کی آئندہ نسلیں احمدیت کی حقیقی تعلیم پر عمل کرنے والی بن سکیں گی اور اسی طرح اسلام، احمدیت کا پیغام دنیا کے کناروں تک پہنچ سکے گا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر مسیح موسوی کے ماننے والے اپنا پیغام دنیا بھر میں پھیلا سکتے ہیں تو مسیح محمدی کے ماننے والوں میں کیا کمی ہے کہ وہ ایسا نہ کر سکیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے احمدیت کا پیغام دنیا بھر میں پھیلانے اور تبلیغِ اسلام کے کام کے لیے بڑی دردمندانہ دعائیں کی ہیں۔ پس آج ہر احمدی خادم کی زندگی کا یہ اہم ترین مقصد ہونا چاہیے کہ وہ احمدیت اور اسلام کا پیغام دنیا بھر میں پھیلانے کے لیے کوشاں رہے۔ آج جب دنیا خدا سے دور ہوتی جا رہی ہے اور دہریت بڑے زور سے حملہ آور ہے یہ احمدی خدام کا فرض ہے کہ اسلام کی خوبصورت تعلیم دنیا کے سامنے پیش کریں۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ایک کشف کے مطابق جب دنیا کے بڑے بڑے بادشاہ احمدیت قبول کریں گے تو اُس دن کے لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم اس دن کے لیے تیاری کریں۔ دین کی خاطر ہر قربانی دینے کے لیے تیار رہیں۔ اسلام کا پیغام دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لیے انتھک محنت کرتے چلے جائیں۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ ہر احمدی کو اپنے آپ سے یہ سوال کرنا چاہیے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی ان پیشگوئیوں کے پورا کرنے کے لیے مَیں کس قدر کوشش کر رہا ہوں۔ میں اس حوالے سے اپنا پورا حصّہ ڈال بھی رہا ہوں یا نہیں۔ اگر آپ پورے اخلاص کے ساتھ خدا تعالیٰ سے تعلق جوڑنے کی کوشش کر رہے ہیں اور خدا سے تعلق جوڑنے کا ذریعہ اس کی عبادت ہے، اگر آپ عبادات کے ذریعے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس مشن کی تکمیل کے لیے کوشاں ہیں تو ان شاءاللہ ایک روز ہم اسلام کی فتح کا دن ضرور دیکھیں گے۔

حضور انور نے فرمایا کہ ایک حدیث میں ہے کہ جب ایک مومن رات کو تہجد ادا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی دعائیں سننے کے لیے آسمان سے نیچے آجاتا ہے۔ ہمارے نوجوانوں کے لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ایک مضبوط تعلق قائم کریں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کی دعائیں سنے اور جب ہر ایک خادم یہ کوشش کرے گا تو پھر ہم پر اللہ تعالیٰ کی روحانی بارش کے قطرے نازل ہوں گے۔ چاہے کیسے ہی حالات کیوں نہ ہو جائیں دنیا کا کوئی شخص اس تعلق میں رکاوٹ نہیں بن سکتا اور نہ ہی دنیا میں ایسی کوئی جگہ باقی رہے گی جہاں اللہ تعالیٰ احمدیوں کی دعائیں نہیں سنے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کا مقام بہت بلند ہے اس لیے ممکن نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کو حضرت عیسیٰ کی تعلیم کے مقابلے میں کامیابی حاصل نہ ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ تمام زمانے کی برائیاں اور بدامنیاں خدا کے مسیح (یعنی آپؑ) کے ذریعے سے دُور ہوں گی۔ پس آپ سب اپنے فرائض ادا کرنے کے لیے تندہی سے کوشش کریں۔

رسالہ الوصیت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی قدرت ظاہر کرنے والا ہوں۔ جب میں چلا جاؤں گا تو میرے بعد بعض اور لوگ اس کے مظہر ہوں گے۔ آپؑ نے فرمایا کہ میری وفات کے بعد ایک بار پھر خلافت کا نظام قائم ہو گا جو قیامت تک قائم رہے گا۔ پس ہر احمدی نوجوان کو چاہیے کہ اپنے آپ کو خلافت کے ساتھ جوڑ کر رکھے۔ احمدی والدین یہ عہد کریں کہ وہ اپنے بچوں میں اور آنے والی نسلوں میں خلافت کے اس تعلق کو مضبوطی سے قائم کرنے کی کوشش کریں اور یہ کوشش کریں کہ وہ خلافت کے لیے ہر قربانی کے لیے تیار رہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ

مسیحیوں میں اُن کا پوپ قابل احترام سمجھا جاتا ہے۔ اُس کے ماننے والے اس کی عزت اور اُس کے احترام کو اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اگر مسیحی ایک لمبے عرصے سے اپنے پوپ کا مقام ظاہری طور پر قائم رکھے ہوئے ہیں تو ہمیں اس سے بڑھ کر ایسا کرنا چاہیے۔ ہر احمدی نوجوان کو اپنے عہد پر پورا اترنے کے لیے تیار رہنا ہو گا اور اس کا تمام تر دارومدار خلافت سے تعلق پر ہے۔ پس خلافت سے اپنا تعلق مضبوط کرنے کی کوشش کریں۔ جب وہ دن آئے گا کہ اللہ تعالیٰ اس دنیا کو ختم کرے تو احمدی لوگ ہی سیدھے راستے پر چلنے والے ہوں گے اور احمدی لوگ ہی اللہ تعالیٰ کے انعامات کے وارث ہوں گے۔ انشاء اللہ لیکن ایسے انعامات اللہ تعالیٰ کے احکام پر چلنے سے مشروط ہوتے ہیں۔ اللہ کرے کہ ایسا دن نہ آئے کہ صرف چند لوگ ہی اس پر عمل کرنے والے ہوں۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ احمدی نوجوانوں کو اپنی حالت کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ اُن کے اعمال ایسے ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے انعامات کے وارث ہوں اور اُن کا شمار صادقین میں ہو۔ حضور انور نے فرمایا کہ حضرت مصلح موعودؓ نے خدام الاحمدیہ سے جو عہد لیا تھا آج میں بھی آپ سے وہ عہد لوں گا۔

سامعات! اس کے بعد حضور انور نے یہ عہد خدام سے لیا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

ہم اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ہم اسلام اور احمدیت کی اشاعت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لیے اپنی زندگیوں کے آخری لمحات تک کوشش کرتے چلے جائیں گے اور اس مقدس فریضے کی تکمیل کے لیے ہمیشہ اپنی زندگیاں خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وقف رکھیں گے اور ہر بڑی سے بڑی قربانی پیش کر کے قیامت تک اسلام کے جھنڈے کو دنیا کے ہر ملک میں اونچا رکھیں گے۔

ہم اس بات کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ ہم نظامِ خلافت کی حفاظت اور اس کے استحکام کے لیے آخر دم تک جدوجہد کرتے رہیں گے اور اپنی اولاد در اولاد کو ہمیشہ

خلافت سے وابستہ رہنے اور اس کی برکات سے مستفیض ہونے کی تلقین کرتے رہیں گے تاکہ قیامت تک خلافتِ احمدیہ محفوظ چلی جائے اور قیامت تک سلسلۂ احمدیہ کے ذریعہ اسلام کی اشاعت ہوتی رہے۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا کے تمام جھنڈوں سے اونچا لہرانے لگے۔

اے خدا! تُو ہمیں اس عہد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اللّٰھُمَّ آمِیْن! اللّٰھُمَّ آمِیْن! اللّٰھُمَّ آمِیْن!

آپ نے اپنے وقت کو دین کے لیے پیش کرنا ہے۔ یہ پیغام دنیا تک پہنچانا ہے۔ اسلام کے اعلیٰ معیار کے مطابق زندگی گزارنی ہے اور اس کے لیے اخلاص دکھانا ہے اور ہر قسم کے لالچ طمع اور دنیاداری سے بچا کے رکھنا ہے۔ اللہ کرے کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا کے ہر کونے میں لہرانے والے ہوں کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کا پیغام ساری دنیا میں پہنچ جائے گا تو آپ ﷺ کا جھنڈا ہی دنیا میں قائم ہو گا اور لہرایا جائے گا اور ہم ان لوگوں میں شامل ہونے والے ہوں گے جنہوں نے اس عظیم الشان مقصد کے لیے قربانیاں دیں۔

سامعات! یہی توحید کا مضمون ہے جو عنوان کے سیاق کے دو اشعار میں حضرت مصلح موعودؓ نے بیان فرمایا ہے اور انہی پر مَیں اپنی تقریر ختم کرتا/کرتی ہوں۔

مَیں واحِد کا ہوں دلدادہ
اور واحِد میرا پیارا ہے
گر تُو بھی واحِد بن جائے
تُو میری آنکھ کا تارا ہے

(نوٹ: اِس تقریر میں خلاصہ خطاب حضور انور بر موقع اجتماع خدام احمدیہ برطانیہ، الفضل انٹرنیشنل سے اخذ شدہ ہے)



﴿89﴾ ﴿مشاہدات:170﴾

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (آل عمران:103)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا ایسا تقویٰ اختیار کرو جیسا اس کے تقویٰ کا حق ہے اور ہر گز نہ مرو مگر اس حالت میں کہ تم پورے فرمانبردار ہو۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ۔ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (الحشر:19-20)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور ہر جان یہ نظر رکھے کہ وہ کل کے لئے کیا آگے بھیج رہی ہے۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ اس سے جو تم کرتے ہو ہمیشہ باخبر رہتا ہے۔ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے انہیں خود اپنے آپ سے غافل کر دیا۔ یہی بدکردار لوگ ہیں۔

میری پیاری بہنو! میری تقریر کا عنوان ہے۔ **ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے**

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں مومنوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (آل عمران:131) اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کیا جائے۔

آج کی تقریر کا عنوان حضرت مسیح موعودؑ کے شعر کا ایک مصرعہ ہے جس کا دوسرا مصرعہ "اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے" الہامی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ جونہی مَیں نے پہلا مصرعہ کہا تو اللہ۔ تبارک و تعالیٰ نے دوسرا مصرعہ القاء کیا اور یہ مکمل شعر یوں ترتیب پایا۔

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے
اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

اِس شعر میں لفظِ "جڑ" پر اگر ہم غور کریں تو لفظِ "تقوٰی" کے معانی کُھل کر سامنے آجاتے ہیں۔ جڑ کہتے ہیں root کو، بنیاد کو۔ اگر جڑ کا لفظ درخت یا پودے کے لئے استعمال ہو تو اِس کے معانی درخت یا پودے کے تنے کا وہ حصہ ہو گا جو زیرِ زمین ہوتا ہے اور انسان کو نظر نہیں آتا اور درخت یا پودے کے لئے غذا زمین سے لے کر درخت یا پودے کے تنے، شاخوں، پتوں اور پھلوں، پھولوں تک پہنچاتا ہے اور درخت یا پودے کی پرداخت کرنے والے جیسے مالی یا کسان پانی اور کھاد کے ذریعہ جڑوں کو مزید مضبوط کرتے رہتے ہیں اور جڑوں کے ذریعہ یہ پانی اور کھاد درخت اور پودے کی تقویت کا باعث بنتے ہیں۔

اِس مضمون کو مندرجہ بالا شعر کے مضمون کی مناسبت سے آگے بڑھائیں تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ نیکی ایک پودا ہے جس کی جڑ تقوٰی ہے جس طرح عام پودا جڑ کے بغیر پھلتا پھولتا نہیں اِسی طرح تقوٰی کے بغیر نیکیاں پھیلتی، پھلتی اور پھولتی نہیں اور انسان کے عمل اِس روحانی درخت کے لئے پانی اور کھاد کا کام کرتے ہیں۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی، جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

سامعات! انسان کے لئے سب سے اہم اور ضروری چیز تقوٰی ہی ہے اُسے اپنی نیکیوں کو بڑا کرنے اور پھیلانے کے لئے اپنے اتّقا کی نہ صرف حفاظت کرنی ہے بلکہ اُس کو بڑا کرنے کے لئے ہمیشہ کوشش کرنی ہے اور اِس کے ذرائع بھی اپنانے ہیں۔

تقوٰی یہ ہے کہ انسان ایک ایسے راستے کی طرف گامزن ہو جو سیدھا خدا کی طرف جاتا ہو۔ لیکن یہ راستہ ایسا ہے کہ اگر اس سے دائیں بائیں ہوئے تو اس کے ارد گرد خاردار جھاڑیاں ہیں۔ اگر انسان نے سیدھی سمت چھوڑی تو وہ دونوں طرف جھاڑیوں میں پھنس کر اپنے آپ کو راستے سے دور لے جائے گا۔ پس خدا کے قرب پانے کے راستے کا نام تقوٰی ہے۔ خدا تعالیٰ کے خوف کا نام تقوٰی ہے۔ خدا تعالیٰ کی رضا کا نام تقوٰی ہے۔

سامعات! حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے تقوٰی کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

”ایک بزرگ نے تقویٰ کی یہ تعریف بیان کی ہے کہ ایک شخص نے کھلے کھلے کپڑے پہنے ہوئے ہوں جو اِدھر اُدھر لٹکتے جارہے ہوں اور اس نے ایک ایسے تنگ راستہ سے گزرنا ہو جس سے صرف ایک ہی شخص گزر سکتا ہے اور اس راستہ کے دونوں طرف خار دار جھاڑیاں ہوں جن کے کانٹے قدم قدم پر اس کے کپڑوں کو کھینچتے ہوں ایسی جگہ سے جس طرح یہ شخص اپنے کپڑے سمیٹ کر صحیح سلامت گزر جاتا ہے اور اپنے کپڑوں کو پھٹنے نہیں دیتا۔ اسی طرح وہ شخص جو اپنی زندگی میں دنیا کی تمام آلائشوں اور تمام گندیوں اور تمام ناپاکیوں سے گزر جائے اور اپنے کپڑوں کو ناپاک نہ ہونے دے اس کا نام تقویٰ ہے۔“

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق آتا ہے کہ ایک دفعہ کسی شخص نے آپ سے سوال کیا کہ اگر راستے میں آتے ہوئے گندی گیلی مٹی کے کچھ چھینٹے کپڑوں پر لگ جائیں تو اس سے نماز ہو جاتی ہے؟۔ آپ نے فرمایا۔ ہو جاتی ہے۔ ایک دن اتفاقاً راستہ گزرتے ہوئے آپ پر گندی مٹی کے چھینٹے پڑ گئے۔ تو آپ مسجد میں بیٹھ کر پانی کے ساتھ اس کپڑے کی جگہ کو دھونے لگ گئے۔ اس شخص نے دیکھا تو پوچھا امام صاحب آپ نے تو نماز پڑھنی جائز قرار دی تھی اس حالت میں اور خود صاف کر رہے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ **وہ میرا فتویٰ تھا اور یہ میرا تقویٰ ہے۔**

پس اس سے مزید ہمیں تقوٰی کے راستے کا تعین ہوتا ہے کہ خدا کی خوشنودگی کے لئے کتنی باریک راہیں تلاش کرنی چاہیے۔ پس ہمیں حقیقی تقویٰ کی پہچان کرنے کی ضرورت ہے جس سے نیکیاں بڑھتی ہیں اور خدا کی رضا حاصل ہوتی ہے۔

ہمارے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”اپنی حالتوں کو ٹھیک رکھو اور تقویٰ کے قریب رہو۔ تقویٰ پر چلو۔ جو اسلام کی تعلیم ہے اس کے مطابق چلو۔ سنت پر عمل کرو۔ قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرو۔ حضرت مسیح موعودؑ نے جو ارشادات فرمائے ہیں ان کے مطابق چلو تو تبھی ہم قریب رہ سکتے ہیں۔“

(وقف نو کلاس۔ تشحیذ الاذہان فروری 2015ء)

پیارے بچو اور بچیو! حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”ضروری امر یہ ہے کہ پہلے یہ سمجھ لے کہ تقویٰ کیا چیز ہے اور کیونکر حاصل ہوتا ہے۔ تقویٰ تو یہ ہے کہ باریک در باریک پلیدگی سے بچے اور اس کے حصول کا یہ طریق ہے کہ انسان ایسی کامل تدبیر کرے کہ گناہ کے کنارہ تک نہ پہنچے اور پھر نری تدبیر ہی کو کافی نہ سمجھے بلکہ ایسی دعا کرے جو اس کا حق ہے کہ گداز ہو جاوے۔ بیٹھ کر، سجدہ میں، رکوع میں، قیام میں اور تہجد میں غرض ہر حالت اور ہر وقت اسی فکر و دعا میں لگا رہے کہ اللہ تعالیٰ گناہ اور معصیت کی خباثت سے نجات بخشے۔ اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہے کہ انسان گناہ اور معصیت سے محفوظ اور معصوم ہو جاوے اور خدا تعالیٰ کی نظر میں راست باز اور صادق ٹھہر جاوے۔ لیکن یہ نعمت نہ تو نری تدبیر سے حاصل ہوتی ہے اور نہ نری دعا سے۔ بلکہ یہ دعا اور تدبیر دونوں کے کامل اتحاد سے حاصل ہو سکتی ہے۔ جو شخص نری دعا ہی کرتا ہے اور تدبیر نہیں کرتا وہ شخص گناہ کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کو آزماتا ہے۔ ایسا ہی جو نری تدبیر کرتا ہے اور دعا نہیں کرتا وہ بھی شوخی کرتا اور خدا تعالیٰ سے استغنا ظاہر کر کے اپنی تجویز اور تدبیر اور زورِ بازو سے نیکی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ لیکن مومن اور اور سچے مسلمان کا یہ شیوہ نہیں۔ وہ تدبیر اور دعا دونوں سے کام لیتا ہے۔ پوری تدبیر کرتا ہے اور پھر معاملہ خدا تعالیٰ پر چھوڑ کر دعا کرتا ہے اور یہی تعلیم قرآن شریف کی پہلی ہی سورت میں دی گئی ہے چنانچہ فرمایا ہے۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ جو شخص اپنے قویٰ سے کام نہیں لیتا وہ نہ صرف اپنے قویٰ کو ضائع کرتا اور ان کی بے حرمتی کرتا ہے بلکہ وہ گناہ کرتا ہے۔“

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 337-338 ایڈیشن 1984ء)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

”تقویٰ کے معنی ہیں بدی کی باریک راہوں سے پرہیز کرنا۔ مگر یاد رکھو نیکی اتنی نہیں ہے کہ ایک شخص کہے کہ مَیں نیک ہوں اس لیے کہ مَیں نے کسی کا مال نہیں لیا، نقب زنی نہیں کی، چوری نہیں کرتا، بد نظری اور زنا نہیں کرتا۔ ایسی نیکی عارف کے نزدیک ہنسی کے قابل ہے کیونکہ اگر وہ ان بدیوں کا ارتکاب کرے اور چوری یا ڈاکہ زنی کرے تو وہ سزا پائے گا۔ پس یہ کوئی نیکی نہیں کہ جو عارف کی نگاہ میں قابل قدر ہو بلکہ اصلی اور حقیقی نیکی یہ ہے کہ نوع انسان کی خدمت کرے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں کامل صدق اور وفاداری

دکھلائے اور اس کی راہ میں جان تک دے دینے کو تیار ہو۔ اسی لیے یہاں فرمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ (النحل: 129) یعنی اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے جو بدی سے پرہیز کرتے ہیں اور ساتھ ہی نیکیاں بھی کرتے ہیں۔ یہ خوب یاد رکھو کہ نرا بدی سے پرہیز کرنا کوئی خوبی کی بات نہیں جب تک اس کے ساتھ نیکیاں نہ کرے۔"

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 241-242 ایڈیشن 1984ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"تقویٰ کا اثر اسی دنیا میں متقی پر شروع ہو جاتا ہے۔ یہ صرف ادھار نہیں نقد ہے بلکہ جس طرح زہر کا اثر اور تریاق کا اثر فوراً بدن پر ہوتا ہے اسی طرح تقویٰ کا اثر بھی ہوتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 324 ایڈیشن 1984ء)

سامعات! حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں۔

"متقی کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ خیال اور لحاظ رکھتا ہے کہ خدا سے بگاڑ نہ ہو۔ دوست پر بھروسہ ہو۔ ممکن ہے وہ دوست مصیبت سے پیشتر دنیا سے اٹھ جائے اور یا مشکلات میں پھنس کر اس قابل نہ رہے۔ حاکم پر بھروسہ ہو تو ممکن ہے کہ حاکم کی تبدیلی ہو جاوے اور وہ فائدہ اس سے نہ پہنچ سکے اور ان احباب اور رشتہ داروں کو جن سے امید اور کامل بھروسہ ہو کہ وہ رنج اور تکلیف میں امداد دیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس ضرورت کے وقت ان کو اس قدر دور ڈال دے کہ وہ کام نہ آسکیں۔ پس ہر آن خدا سے تعلق نہ چھوڑنا چاہیے۔ جو زندگی موت کسی حالت میں ہم سے جدا نہیں ہوتا۔"

(حقائق الفرقان۔ جلد 4 صفحہ 68)

پھر آپؓ فرماتے ہیں۔

"انسان کو چاہیے کہ جو کام کرے اس کے انجام کو پہلے سوچ لے کہ اس کا کیا نتیجہ ہو گا۔؟ انسان غضب کے وقت قتل کر دیتا ہے۔ گالی نکالتا ہے مگر سوچے اس کا انجام کیا ہو گا۔؟ اس اصل کو مد نظر رکھے تو تقویٰ کے طریق پر قدم مارنے کی توفیق ملے گی۔ نتائج کا خیال کیونکر پیدا ہو۔ اس لئے اس بات پر ایمان رکھے کہ وَاللّٰہُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ جو کام تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو اس کی خبر ہے۔ انسان اگر یہ یقین کرے کہ کوئی خبیر

وعلیم بادشاہ ہے جو ہر قسم کی بدکاری، دغا، فریب، سستی، اور کاہلی کو دیکھتا ہے اور اس کا بدلہ دے گا تو وہ بچ سکتا ہے۔ ایسا ایمان پیدا کرو۔ بہت سے لوگ ہیں جو اپنے فرائض، نوکری، حرفہ، مزدوری وغیرہ میں سستی کرتے ہیں۔ ایسا کرنے سے رزق حلال نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ سب کو تقویٰ کی توفیق دے۔"

(حقائق الفرقان جلد 4 صفحہ 67)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"مذہب کی غرض وغایت انسانی دل اور انسانی دماغ، انسانی جذبات اور انسانی افکار میں وہ مادہ پیدا کرنا ہوتا ہے جسے عربی زبان میں تقویٰ کہا جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا تعلق، ایسی محبت، ایسا عشق اور ایسا لگاؤ پیدا ہو جائے اور اس پر اتنا اعتماد، اتنا توکل اور اتنا یقین حاصل ہو کہ جس کے بعد خدا تعالیٰ کے لیے انسان اس کی توحید اور تفرید کی طرح ہو جائے۔ اس انسان پر حملہ خدا تعالیٰ کی توحید اور تفرید پر حملہ سمجھا جائے اور اپس انسان کی مخالفت خدا تعالیٰ کی توحید اور اس کی تفرید کی مخالفت سمجھی جائے، اسی طرح انسان کا نقصان وزیاں خدا تعالیٰ تعالیٰ کی توحید و تفرید کا نقصان وزیاں قرار پائے حتٰی کہ اس کی اعانت کے تمام سامانوں کے موقع پر خدا درمیان میں آجائے اور اس کی اعانت کے تمام موقعوں پر خدا اس کا مددگار ہو جائے۔"

(خطبات محمود جلد 15 صفحہ 150 سال 1934)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں۔

"اسلام کی اصطلاح میں تقویٰ کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنے نفس کی اس رنگ میں اور اس طور سے حفاظت کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول نہ لینے والا ہو بلکہ خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والا ہو۔ اس کا "کرنا" اور اس کا "ترک کرنا" ہر دو اس بات پر منحصر ہوں کہ آیا اس چیز کے کرنے سے میرا رب راضی ہو گا۔ آیا اس چیز کو ترک کر دینے کے نتیجہ میں مَیں اپنے مولا اور اپنے اندر پیدا کرنے والے کی محبت حاصل کر لوں گا۔ اگر اس کا علم اس کی فراست اس کو یہ کہے کہ اگر تم نے یہ چیز چھوڑی تو تمہارا پیدا کرنے والا تم سے خوش ہو جائے گا۔ اگر تم نے ان باتوں کو اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا تو وہ اسے کرنے لگ جائے گا یا اسے ترک کر دے گا.... پھر تقویٰ ہی یہ بتاتا ہے کہ نیکی اور بدی کا فیصلہ میرے اختیار

میں نہیں بلکہ جو چیز میرا ربّ کہے، مجھے کرنی چاہیے اور جب اور جس چیز کے متعلق وہ کہے نہ کرو مجھے نہیں کرنی چاہیے اسلام کی روح اور حقیقت یہ ہے۔"

(خطبات ناصر جلد اوّل صفحہ 519 خطبہ جمعہ 16 دسمبر 1966ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں۔

"تقویٰ محض خدا کے فرضی خوف کا نام نہیں، تقویٰ محض نیکی کی اونچی اونچی باتیں کرنے کا نام نہیں۔ تقویٰ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو دل میں چھپا رہتا ہے اور ظاہر نہیں ہوتا۔ تقویٰ ایسا ہے جو نظر بھی آتا ہے غیروں کو اپنوں کو بھی نظر آتا ہے اور غیروں کو بھی نظر آتا ہے۔ لیکن غیروں کو نظر آنے سے پہلے اپنوں کو تو دکھنا چاہیے، اپنوں کو تو دکھائی دے۔ وہ تقویٰ جو تمہارے دلوں میں پوشیدہ ہے اور ظاہر نہیں ہو رہا وہ تقویٰ تقویٰ نہیں ہے۔"

(خطبات طاہر جلد 5 صفحہ 232 خطبہ جمعہ 21 مارچ 1986ء)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"ہر احمدی عورت اور مرد سے مَیں یہ کہتا ہوں کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے بہترین لباس وہ ہے جو تقویٰ کا لباس ہے۔ اسے پہننے کی کوشش کریں تاکہ اللہ تعالیٰ کی ستاری ہمیشہ ہمیش ڈھانکے رکھے اور شیطان جو پردے اتارنے کی کوشش کر رہا ہے جو انسان کو ننگا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو مومن نہیں ہے شیطان ان کا دوست ہے۔ اگر تو ایمان ہے اور زمانہ کے امام کو بھی مانا ہے تو پھر ہمیں ایک خاص کوشش سے شیطان سے بچنے کی کوشش کرنی ہوگی اور اپنے آپ کو ہمیشہ اس لباس سے ڈھانکنا ہوگا۔ جو تقویٰ کا لباس ہے۔"

پھر حضور انور ایدہ اللہ مزید فرماتے ہیں۔

ایک متقی مومن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ان کو نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ غم .... بے شک نیک لوگوں کو خوف کی حالت بھی آتی ہے۔ غم کی حالت بھی آتی ہے لیکن وہ دنیا کے غم نہیں ہوتے۔ وہ خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے غم ہوتے ہیں۔ وہ خدا تعالیٰ کی ناراضگی سے بچنے کا خوف ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے ایک شعر میں فرمایا ہے

اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب

پس یہ دلدار کو راضی کرنے کی فکر اور خوف ہوتا ہے اور یہ خوف جو ہے ان کی توجہ اور دعاؤں اور ذکر الٰہی کی طرف مبذول کراتا ہے۔

(الفضل انٹرنیشنل 24 فروری 2012ء)

پس ہمیں اپنے اندر ایک تبدیلی پیدا کرنی ہے جس سے ہم خدا کے راستے کو پالیں اور تقویٰ کے تمام راستے ہمارے لئے آسان ہوتے چلے جائیں۔ کیونکہ ہر ایک نیکی کی جڑ اتقا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ یہ جڑ مضبوط رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سنو ہے حاصل اسلام تقویٰ
خدا کا عشق مے اور جام تقویٰ



﴾91﴿ ﴾مشاہدات:71﴿

وقف زندگی کی اہمیت اور برکات

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ۗ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (التوبہ:122)

وقف کرنا جاں کا ہے کسب کمال
جو ہو صادق وقف میں ہے بے مثال
چمکیں گے واقف کبھی مانندِ بدر
آج دنیا کی نظر میں ہیں ہلال

سامعات! میری تقریر کا عنوان ہے۔ **وقف زندگی کی اہمیت اور برکات**

جس آیت کی میں نے ابھی تلاوت کی ہے اُس کا ترجمہ ہے کہ

مومنین کے لیے ممکن نہیں کہ وہ تمام کے تمام اکٹھے نکل کھڑے ہوں۔ پس ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ ان کے ہر فرقہ میں سے ایک گروہ نکل کھڑا ہوتا وہ دین کا فہم حاصل کریں اور وہ اپنی قوم کو خبردار کریں جب وہ ان کی طرف واپس لوٹیں تاکہ شاید وہ (ہلاکت سے) بچ جائیں۔

وقف زندگی کے لغوی معنی یہ ہیں کہ اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا۔ عربی زبان میں کہتے ہیں وَقَفَ الدَّارَ اَیْ جَعَلَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یعنی اس نے گھر کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دیا۔

میری بہنو! وقف کی زندگی ایسی مبارک زندگی ہے جو انبیاء علیہم السلام اور آپ کے مقرّبین نے گزاری۔ ویسے تو ہر مومن واقف زندگی ہوتا ہے۔ ہر آن وہ اپنے دین کے لئے اپنا تَن مَن دَھن قربان کرنے کو تیار رہتا ہے۔ اسی لئے خدا تعالیٰ کی بھی خاص محبت کی نظریں اس پر پڑتی ہیں۔ خدا کی راہ میں مصائب بھی اس

کو عزیز ہوتے ہیں کیونکہ یہ مصائب کی راہیں بھی محبوب کے گھر کو جاتیں ہیں۔ اسی لئے وہ پکار پکار کے کہتا ہے کہ

وقف راہ کنم گر جان دھندم صد ہزار

کہ اگر ایک لاکھ دفعہ بھی مجھے جان دی جائے تو اسی راہ میں وقف کر دوں۔

ہمارے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ جو سب سے بڑے واقف زندگی تھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے سکھایا کہ کامل وقف کیسے ہوتا ہے اور یہی وقف ہمیں ہمارے آقا و مطاع ﷺ کی زندگی میں نظر آتا ہے۔ فرمایا: قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

(الانعام:163)

تو کہہ دے کہ میری عبادت اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

(آل عمران:105)

اور چاہیے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو۔ وہ بھلائی کی طرف بلاتے رہیں اور اچھی باتوں کی تعلیم دیں اور بُری باتوں سے روکیں اور یہی ہیں وہ جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

امام اعظم حضرت ابو حنیفہؒ نے صحابی رسول حضرت عبد اللہؓ بن الحارث سے آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان سنا آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ تَفَقَّہَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ کَفَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی مُھِمَّہٗ وَیَرْزُقُہٗ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ

(مُسند الامام الاعظم کتاب العلم روایت نمبر 33 صفحہ 59-60)

یعنی جو شخص بھی اپنے اندر تفقّہ فی الدین پیدا کرتا تو اللہ تعالیٰ اُس کے تمام کاموں اور مقاصد کا خود متکفل ہو جاتا ہے اور اُس کے لیے ایسی جگہوں سے رزق کے سامان مہیا کرتا ہے جہاں سے وہ گمان بھی نہیں کرتا۔

سامعات! پھر ایک انعام اور اعزاز اللہ تعالیٰ واقف زندگی کو یہ عطا کرتا ہے کہ لوگ اُسے دیکھ کر اپنے لئے قابلِ اقتدا سمجھتے ہیں اور اس طرح وہ لوگوں کو راہ راست پر لانے کا موجب بنتا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ خدا کی قسم! تیرے ذریعے سے ایک آدمی کا بھی ہدایت پا جانا اعلیٰ درجے کے سرخ اونٹوں کے مل جانے سے بہتر ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الجہاد باب من اختار الغزو بعد البناء حدیث 2942)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں

جانم فدا شود برہ دین مصطفیٰ
این است کام دل اگر آید میسرم

سامعات! جماعت احمدیہ میں رضاکارانہ اور والینٹری خدمات بھی وقف کے زمرہ میں آتی ہیں اور اِن پر بھی اللہ کے فضل اور برکتیں واقفینِ زندگی کی طرح نازل ہوتی ہیں۔

میری بہنو! موضوع اور وقت کی مناسبت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کے صرف اقتباسات پیش ہیں جن سے اس موضوع کی اہمیت کی وضاحت ہوتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں:

”غرض یہ ہے کہ انسان کو ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی زندگی کو وقف کرے۔ میں نے بعض اخبارات میں پڑھا ہے کہ فلاں آریہ نے اپنی زندگی آریہ سماج کیلئے وقف کر دی اور فلاں پادری نے اپنی عمر مشن کو دے دی۔ مجھے حیرت آتی ہے کہ کیوں مسلمان اسلام کی خدمت کے لئے اور خدا کی راہ میں اپنی زندگی کو وقف نہیں کر دیتے۔ رسول اللہ ﷺ کے مبارک زمانہ پر نظر کر کے دیکھیں تو اُن کو معلوم ہو کہ کس طرح اسلام کی زندگی کے لئے اپنی زندگیاں وقف کی جاتی تھیں۔ یاد رکھو! یہ خسارہ کا سودا نہیں ہے بلکہ بے قیاس نفع کا سودا ہے۔“

(ملفوظات جلد 1 ایڈیشن 1988ء صفحہ 369)

فرمایا:

”اے عزیزو! یہ دین کے لئے اور دین کی اغراض کے لئے خدمت کا وقت ہے۔ اِس وقت کو غنیمت سمجھو کہ پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا۔“

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 7)

ایک موقع پر حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

”میں خود جو اس راہ کا پورا تجربہ کار ہوں اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور فیض سے میں نے اس راحت اور لذّت سے حظّ اٹھایا ہے۔ یہی آرزو رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں زندگی وقف کرنے کے لئے اگر مر کر پھر زندہ ہوں اور پھر مروں اور زندہ ہوں تو ہر بار میرا شوق ایک لذّت کے ساتھ بڑھتا ہی جاوے۔ پس مَیں چونکہ خود تجربہ کار ہوں اور تجربہ کر چکا ہوں اور اس وقف کے لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ جوش عطا فرمایا ہے کہ اگر مجھے یہ بھی کہہ دیا جاوے کہ وقف میں کوئی ثواب اور فائدہ نہیں ہے بلکہ تکلیف اور دُکھ ہو گا تب بھی مَیں اسلام کی خدمت سے رک نہیں سکتا۔“

(ملفوظات جلد 1 ایڈیشن 1988ء صفحہ 370)

عسر ہو یسر ہو تنگی ہو کہ آسائش ہو
کچھ بھی ہو بند مگر دعوتِ اسلام نہ ہو

وقفِ زندگی کی پہلی منظم تحریک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد مبارک میں 25ر ستمبر 1907ء کو جاری ہوئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ واقفین کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اس وقت خدا تعالیٰ پھر ایک قوم کو معزز بنانا چاہتا ہے اور اس پر فضل کرنا چاہتا ہے لیکن اس کے لئے بھی وہی شرط اور امتحان ہے جو ابراہیم علیہ السلام کے لئے تھا۔ وہ کیا؟ سچی اطاعت اور پوری فرمانبرداری۔ اس کو اپنا شعار بناؤ اور خدا تعالیٰ کی رضا کو اپنی رضا پر مقدم کر لو۔ دین کو دنیا پر اپنے عمل اور چلن سے مقدم کر کے دکھاؤ۔ پھر خدا تعالیٰ کی نصرتیں تمہارے ساتھ ہونگی.... ہم سب ایک عظیم الشان وعدہ کر چکے ہیں کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے اور جہاں تک طاقت اور سمجھ ہے گناہوں سے بچتے رہیں گے۔ اس وعدہ کو

ایفاء کرنے کی پوری کوشش کرو اور پھر خدا تعالیٰ ہی سے توفیق اور مدد چاہو کیونکہ وہ مانگنے والوں کو ضائع نہیں کرتا بلکہ ان کی دعائیں سنتا اور قبول کرتا ہے۔"

(خطبات نور صفحہ 189)

سامعات! مثیل مسیح حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے زمانہ مبارک میں وقف زندگی کی تحریک زمانے کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک نئے جذبے سے پروان چڑھی۔ آپؓ نے جماعت کو وقف کی راہوں کو کھول کھول کے سمجھایا تا کہ ہر ایک شخص جو وقف کرے وہ پیش آمدہ مصائب کا ادارک رکھے۔ حضورؓ فرماتے ہیں:

"جہاں میں یہ کہتا ہوں کہ زندگیاں وقف کرو وہاں یہ بھی کہتا ہوں کہ خوب سوچ سمجھ کر اس راہ میں قدم رکھو۔ کیونکہ یہ اقرار کرنا پڑے گا کہ ہم اپنی زندگیوں سے دستبردار ہو گئے۔ بعض عزیزوں رشتہ داروں کی طرف سے مشکلات پیدا کی جائیں گی یا اپنا نفس ہی پیچھے ہٹنے کے لئے کہے گا۔ پس خوب سمجھ کر دعاؤں کے بعد اس راہ میں قدم رکھو۔ پھر یہ بھی اقرار کرنا پڑے گا کہ جہاں اور جس جگہ چاہو بھیج دو ہمیں انکار نہیں ہو گا۔ اگر ایک منٹ کے نوٹس پر بھی ان کو بھیجا جائے گا تو ان کو جانا پڑے گا۔ اگرچہ یہ بہت بڑا کام اور بہت بڑا ارادہ ہے مگر اس کے انعامات بھی بہت بڑے ہیں۔ اگر کسی کو ایک ہزار روپیہ بھی آمدنی ہو گی تو اس کو چھوڑنا پڑے گا اور ایسی جگہ جانا ہو گا جہاں صرف دس روپے ملنے کی امید ہو گی اور آباد علاقوں کو چھوڑ کر جنگلوں کے سفر پر جانا پڑے گا۔ شہروں کو چھوڑ کر گاؤں میں رہنا پڑے گا۔ خطرناک موسم ان کو اس ارادہ سے روک نہ سکیں۔ جنگیں ان کے لئے رکاوٹ کا موجب نہ ہوں۔ دشوار گزار راستہ ان کو بد دل نہ کرے۔ بیوی بچوں کے تعلقات ان کے عزم کو ڈھیلا نہ کر سکیں۔ وہ چاہیں تو بیوی بچوں کو لے جائیں یا کہیں رکھیں مگر یہ نہیں ہو گا کہ کہیں کہ ہم ان سے علیحدہ نہیں ہو سکتے۔ پس جو ان تکالیف کو برداشت کریں گے خدا اُن کی مدد کرے گا اور ان کو بڑے بڑے انعامات کا وارث بنائے گا۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ مؤرخہ 27/ستمبر 1917ء)

اسلام چیز کیا ہے خدا کے لئے فنا
ترک رضائے خویش پئے مرضی خدا

میری بہنو! ایک وقف زندگی کے کیا اوصاف ہونے چاہیں اور کس نہج پر اس کو کام کرنا چاہیے اس کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

"ہمیں ایسے نوجوان نہیں چاہئیں جو حکومت کے طالب ہوں بلکہ ہمیں وہ نوجوان چاہئیں جو سچے طور پر غرباء کی خدمت اور سلسلہ کی خدمت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ میں ان واقفین کے ذریعے وہ جماعت تیار نہیں کرنا چاہتا جو افسروں کی جماعت ہو بلکہ وہ جماعت تیار کرنا چاہتا ہوں جس کے ہر فرد کو یہ احساس ہو کہ میں نے جماعت احمدیہ کی خصوصاً اور بنی نوع انسان کی عموماً خدمت کرنی ہے۔ جب تک اس رنگ میں ہمیں کام کرنے والے نہیں ملیں گے اس وقت تک وہ تمدن قائم نہیں ہو سکتا جو رسول کریم ﷺ نے اپنے زمانے میں قائم کیا تھا اور جس کے قائم کرنے کی آپ ﷺ نے تعلیم دی ہے۔"

(خطبہ جمعہ 2/ دسمبر 1938ء)

ایک احمدی واقف زندگی کا کیا نمونہ ہونا چاہیے اس کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

"جماعت احمدیہ کے قیام اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی بعثت کے ذریعہ اسلام کے لئے ترقی کے سامان پیدا ہو گئے ہیں۔ اس لئے ہر احمدی کو وقف کا وہی نمونہ دکھانا چاہئے جو آج سے چودہ سو سال پہلے صحابہ کرامؓ نے دکھایا تھا۔ اِس وقت بھی اسلام کے مخالفوں اور دشمنوں کی چُھری ہماری گردنوں کی تلاش میں ہے اس لئے میں پوچھتا ہوں کہ کہاں ہیں وہ واقف گردنیں جو برضاء ورغبت اپنے آپ کو اس چُھری کے نیچے رکھ دیں؟ اور خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو حاصل کریں؟...... میں پھر پوچھتا ہوں کہ کہاں ہیں حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی بہنیں جو اپنے بچوں کو خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کریں اور کہاں ہیں حضرت اسمٰعیلؑ کے وہ بھائی جو دنیا کو چھوڑ کر اور دنیا کی لذّت، آرام اور عیش سے منہ موڑ کر خدا تعالیٰ کی طرف آئیں اور اس کی خاطر بیابانوں میں اپنی زندگیاں گزارنے کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں؟"

(روزنامہ الفضل ربوہ مورخہ 4/ مئی 1966ء صفحہ 3)

سامعات! وقف کی راہ میں ابتلاء بھی پیش آتے ہیں ایسے میں ایک وقف زندگی کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمونہ اختیار کرنا چاہیے۔ اس کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

"بسا اوقات ایک واقف زندگی ابتلاؤں سے گزارا جاتا ہے۔ بسا اوقات ایک واقف زندگی کا بظاہر مقام بلند ہونا چاہئے اپنے منصب کے لحاظ سے لیکن اس سے ادنیٰ کام لئے جاتے ہیں، بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک واقف زندگی سمجھتا ہے کہ میں دنیا میں باہر تبلیغ کے لئے مفید ہوں، میرا وجود زیادہ انسب ہے اس بات کا کہ باہر مقرر کیا جائے، اسے دفتر میں کلرک مقرر کر دیا جاتا ہے..... اس آیت پر غور ضروری ہے۔ ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام یہ عرض کرتے ہیں وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا جب ہم پیش کر چکے ہیں تو ہمیں یہ بھی حق حاصل نہیں ہے کہ ہم فیصلہ کریں کہ ہم نے کیا قربانیاں دینی ہیں؟ جس کے سپرد کر دیا ہے اپنے آپ کو اس کا کام ہے کہ وہ فیصلہ کرے کہ کیا قربانیاں لینی ہیں؟ کیسی کامل دعا ہے! حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی سپردگی کا کمال اور آپؑ کی کمال ذہانت کا بھی کمال ہے۔ کتنا باریک نکتہ ہے جسے خدا کے حضور پیش کر رہے ہیں کہ خدا! مَیں تو پیش کر چکا ہوں اب یہ نہیں کہوں گا کہ میں نے یہ قربانی دینی ہے۔ اب تیرا کام ہے تُو جانتا ہے، جہاں لگائے گا وہاں لگ جائیں گے جس قسم کا کام تُو ہم سے لے گا اُسی قسم کا کام ہم کریں گے۔"

(خطبہ عید الاضحیہ 5/ اگست 1987ء)

تو مرے دل کی شش جہات بنے
اِک نئی میری کائنات بنے
سب جو تیرا ہے لاکھ ہو میرا
تُو جو میرا بنے تو بات بنے
ہیچ ہے تجھ سے منقطع ہر ذات
جس کا تُو ہو اُسی کی ذات بنے

واقفین زندگی کو نصائح کرتے ہوئے ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”ایک واقفِ زندگی کو اپنی خواہشات کی قربانی بھی دینی پڑتی ہے۔ شدائد سے بھی گزرنا پڑتا ہے۔ مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے...... آج بھی بعض جگہ یہ نمونے ہمیں نظر آتے ہیں اور دیکھے ہیں...... اس سوچ کے ساتھ اپنے آپ کو تیار کرنا چاہئے کہ یہ جذبہ ہے جو ہم نے لے کر میدانِ عمل میں جانا ہے...... ابھی سے اپنے آپ کو تیار کریں کہ ہمیں یہ سب قسم کی سختیاں برداشت کرنی ہیں...... ہمیشہ پہلے اپنے والدین کے عہد کو، پھر اپنے عہد کو اور اپنے بزرگوں کی قربانیوں کو اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توقعات کو سامنے رکھنا چاہئے اور ان باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کرنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہئے۔ یہ وفا کا مظاہرہ ہے جو ہر واقفِ زندگی کو اپنے سامنے رکھنا چاہئے۔“

(خطبہ جمعہ 22/ اکتوبر 2010ء)

سامعات! ایک واقف زندگی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے خلفاء کے احکامات اسی روح سے کرنے چاہیں جو روح ہمیں حضرت حکیم مولوی نورالدین رضی اللہ عنہ میں نظر آتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپؓ کے متعلق فرماتے ہیں:

”ہر ایک امر میں میری اس طرح پیروی کرتے ہیں جیسے نبض کی حرکت تنفس کی حرکت کی پیروی کرتی ہے۔“

(آئینہ کمالات اسلام)

نیز فرمایا:

”دل میں ازبس آرزو ہے کہ اَور لوگ بھی مولوی صاحب کے نمونہ پر چلیں۔ مولوی صاحب پہلے راست بازوں کا ایک نمونہ ہیں۔“

(ازالہ اوہام)

میری بہنو! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وصیت آپ تک پہنچا کر میں اپنی گزارشات ختم کرتی ہوں۔

آپؑ فرماتے ہیں:

”میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اپنی جماعت کو وصیت کروں اور یہ بات پہنچا دوں آئندہ ہر ایک کا اختیار ہے کہ وہ اُسے سُنے یا نہ سُنے کہ اگر کوئی نجات چاہتا ہے اور حیات طیّبہ یا ابدی زندگی کا طلبگار ہے تو وہ اللہ کے لئے اپنی زندگی وقف کرے۔ اور ہر ایک اس کوشش اور فکر میں لگ جاوے کہ وہ اس درجہ اور مرتبہ کو حاصل کرے کہ کہہ سکے کہ میری زندگی، میری موت، میری قربانیاں، میری نمازیں اللہ ہی کے لئے ہیں اور حضرت ابراہیمؑ کی طرح اُس کی رُوح بول اٹھے اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ (البقرہ:132) جب تک انسان خدا میں کھویا نہیں جاتا، خدا میں ہو کر نہیں مرتا وہ نئی زندگی پا نہیں سکتا۔

پس تُم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو، تم دیکھتے ہو کہ خدا کے لئے زندگی کا وقف مَیں اپنی زندگی کی اصل غرض سمجھتا ہوں۔ پھر تم اپنے اندر دیکھو کہ تم میں سے کتنے ہیں جو میرے اِس فعل کو اپنے لئے پسند کرتے اور خدا کے لئے زندگی وقف کرنے کو عزیز رکھتے ہیں۔“

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 100 ایڈیشن 1984ء)

احمدی اٹھ کہ وقت خدمت ہے
یاد کرتا ہے تجھ کو رب عباد
خدمت دیں ہوئی ہے تیرے سپرد
دور کرنا ہے تو نے شر و فساد
تجھ پہ ہے فرض، نصرت اسلام
تجھ پہ واجب ہے دعوت و ارشاد
فتح تیرے لئے مقدر ہے
تیری تائید میں ہے رب عباد

قصر کفر و ضلالت و بدعت
تیرے ہاتھوں سے ہو گا برباد



﴿91﴾ ﴿مشاہدات:64﴾

ریاکاری، عُجب پسندی اور دکھاوا ایک گناہ ہے

پسند آتی ہے اس کو خاکساری
تذلل ہی رہِ درگاہِ باری
عجب ناداں ہے وہ مغرور و گمراہ
کہ اپنے نفس کو چھوڑا ہے بے راہ
بدی پر غیر کی ہر دم نظر ہے
مگر اپنی بدی سے بے خبر ہے

میری بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **ریاکاری، عُجب پسندی اور دکھاوا ایک گناہ ہے**

ریاکاری کے لفظی معنی دکھاوے، تصنّع، دھوکے، مکاری اور فریب کے ہیں۔ یعنی جو کچھ آپ ظاہری طور پر نظر آتے ہیں وہ اصل میں ہیں نہیں۔ بظاہر نظر آنے والے اعمال خود کو لوگوں میں اچھا دکھانے کے لیے ہیں۔ بعض لوگوں میں یہ تصنّع اور بناوٹ ان کی عادت بن جاتی ہے جو انہیں آہستہ آہستہ مشکلات کا شکار کر دیتی ہے۔ لوگوں کو دکھانے کی خاطر بڑے بڑے صدقات دینا پھر ان کا ذکر کرنا، نمازوں میں لمبے لمبے سجدے کرنا کہ لوگ انہیں دیکھیں۔ اپنی دعاؤں کا بڑھ چڑھ کر ذکر کرنا، کئی حج اور عمرے کرنا، لوگوں کی مدد کر کے پھر ان پر احسان جتانا لوگوں کے سامنے اس مدد کا ذکر کرنا وغیرہ یہ سب تصنّع اور ریاکاری کے زمرہ میں آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا

(النساء:39)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو اپنے اموال لوگوں کے سامنے دکھاوے کی خاطر خرچ کرتے ہیں اور نہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور نہ یومِ آخر پر۔ اور وہ جس کا شیطان ساتھی ہو تو وہ بہت ہی برا ساتھی ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُبۡطِلُوۡا صَدَقٰتِکُمۡ بِالۡمَنِّ وَالۡاَذٰی ۙ کَالَّذِیۡ یُنۡفِقُ مَالَہٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤۡمِنُ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُہٗ کَمَثَلِ صَفۡوَانٍ عَلَیۡہِ تُرَابٌ فَاَصَابَہٗ وَابِلٌ فَتَرَکَہٗ صَلۡدًا ؕ لَا یَقۡدِرُوۡنَ عَلٰی شَیۡءٍ مِّمَّا کَسَبُوۡا ؕ وَاللّٰہُ لَا یَھۡدِی الۡقَوۡمَ الۡکٰفِرِیۡنَ

(البقرہ:265)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے صدقات کو احسان جتا کر یا اذیت دے کر ضائع نہ کیا کرو۔ اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھانے کی خاطر خرچ کرتا ہے اور نہ تو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور نہ یومِ آخر پر۔ پس اس کی مثال ایک ایسی چٹان کی طرح ہے جس پر مٹی (کی تہ) ہو۔ پھر اس پر موسلادھار بارش برسے تو اُسے چٹیل چھوڑ جائے۔ جو کچھ وہ کماتے ہیں اس میں سے کسی چیز پر وہ کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ اور اللہ کافر قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَثَلُ الَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَھُمُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰہِ وَتَثۡبِیۡتًا مِّنۡ اَنۡفُسِھِمۡ کَمَثَلِ جَنَّۃٍۭ بِرَبۡوَۃٍ اَصَابَھَا وَابِلٌ فَاٰتَتۡ اُکُلَھَا ضِعۡفَیۡنِ ۚ فَاِنۡ لَّمۡ یُصِبۡھَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ

(البقرہ:266)

ترجمہ: اور ان لوگوں کی مثال جو اپنے اموال اللہ کی رضا چاہتے ہوئے اور اپنے نفوس میں سے بعض کو ثبات دینے کے لئے خرچ کرتے ہیں، ایسے باغ کی سی ہے جو اونچی جگہ پر واقع ہو اور اُسے تیز بارش پہنچے تو وہ بڑھ چڑھ کر اپنا پھل لائے، اور اگر اسے تیز بارش نہ پہنچے تو شبنم ہی بہت ہو۔ اور اللہ اس پر جو تم کرتے ہو گہری نظر رکھنے والا ہے۔

عزیز بہنو! مندرجہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایک طرف احسان کر کے جتانے والے کی مثال ایک ایسی چٹان سے دی ہے جو بارش کے بعد بھی چٹیل رہ جاتی ہے اور دوسری آیت میں کسی کی مدد کرنے والے کی

مثال ایک ایسے باغ سے دی ہے جو بارش کے بعد بڑھ چڑھ کر اپنا پھل دیتا ہے۔ ریاکار ہمیشہ اپنے عمل سے ثابت کرتا ہے کہ وہ نیک عمل خدا کی خاطر انجام نہیں دے رہا بلکہ اسے دوسروں سے اس بات کی توقع ہے کہ وہ اس کے کام دیکھ کر اس کی تعریف کریں گے دوسرے اس کا اجر اسے دیں گے۔ خدا تعالیٰ کی ذات پر اس کا یقین نہیں کہ وہی ہے جو تمام اعمال کی جزا و سزا کا مالک ہے۔

تصنّع اور ریاکاری ایک طرح کا جھوٹ ہے اور شرک خفی یعنی چھپا ہوا شرک ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ریاکاری کے حوالہ سے بہت جگہ پر مسلمانوں کے لئے تعلیم بیان فرمائی ہے۔ بلکہ اسے شرک اصغر، شرک السرائر یعنی مخفی شرک قرار دیا ہے۔

• آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! شرک خفی سے بچو۔ صحابہؓ نے شرک خفی کی تشریح چاہی تو آپؐ نے فرمایا ایک شخص سنوار کر نماز پڑھتا ہے اور اس کی خواہش و کوشش یہ ہوتی ہے کہ لوگ مجھے اس طرح نماز پڑھتے دیکھیں اور بزرگ سمجھیں۔ یہی دکھاوے کی خواہش شرک خفی ہے۔

(حدیقۃ الصالحین از ملک سیف الرحمٰن مرحوم صفحہ 833)

• ایک موقع پر آپؐ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں تمہارے بارے میں سب سے زیادہ شرک اصغر سے ڈرتا ہوں۔ صحابہؓ کے شرک اصغر کے بارے پوچھنے پر فرمایا: ”ریاکاری“

(مسند احمد الرسالہ روایت 23630)

• ایک اور روایت میں ہے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے بارے میں شرک کا خوف ظاہر فرمایا۔ صحابہؓ نے آپؐ سے پوچھا کہ کیا آپؐ کے بعد آپؐ کی امت شرک میں مبتلا ہو جائے گی؟ تو آپؐ نے فرمایا وہ لوگ چاند و سورج اور بتوں کی پرستش نہیں کریں گے مگر ریاکاری کریں گے یعنی لوگوں کو دکھانے کے لئے کام کریں گے۔

(ابن ماجہ کتاب الزھد باب الریا و السمعہ)

سامعات! گویا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ریاکاری کو آخری زمانہ کی علامات میں سے ایک علامت قرار دیا ہے جس کی اصلاح کے لئے مہدی و مسیح نے آنا تھا۔ آج ہم سر عام اس بیماری کو مسلمانوں کے بعض طبقات میں دیکھتے ہیں۔ اس ضمن میں سب سے پہلے ایسے لوگوں کے حج کے فعل کو پیش کر سکتے ہیں جو

صرف دکھاوے کے لئے اس لئے حج کرتے ہیں کہ حاجی یا الحاج کہلوا کر ان کا کاروبار چمکے۔ لوگ ارد گرد کی دوسری دکانیں چھوڑ کر حاجی صاحب کی دکان پر اس لئے آئیں کہ یہ دیانت دار ہوں گے۔ خواہ یہ حاجی کے لیبل تلے بے ایمانی ہی کرتے ہوں۔

آج کل عمرہ پر گئے بعض لوگ واٹس ایپ پر میسجز کر کے دکھاوا کر رہے ہوتے ہیں حالانکہ یہ موقع دعاؤں کا موقع ہوتا ہے۔ عمرہ یا حج کر کے لوگوں کو بتاتے پھرتے ہیں کہ یہ میرا ساتواں عمرہ یا حج ہے۔ یہی کیفیت عید کے روز قربانی کے جانوروں کے دکھاوے میں ہوتی ہے حالانکہ اللہ نے واضح فرما دیا ہے کہ خدا تک خون نہیں پہنچتا صرف تقوی پہنچتا ہے۔

بعض لوگ اپنے ماتھے پر گرم دھات کے آلہ سے محراب بنواتے ہیں تا لوگ انہیں نمازی، پرہیز گار کہیں۔ بعض لوگ آستانے بنا لیتے ہیں، صوفی پن کا اظہار کرتے ہیں۔ اپنے بیڈ رومز میں جائے نماز یا مصلّہ بچھائے رکھ کر اپنی پرہیز گاری کا تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ نمازوں کو لوگوں کی موجودگی میں لمبا کرنا، سجدے لمبے کرنا یہ عُجب، ریاکاری کے زمرے میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے نمازیوں پر لعنت بھیجی ہے۔ سورۃ الماعون میں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَوَيۡلٌ لِّلۡمُصَلِّيۡنَ ۝۵ الَّذِيۡنَ هُمۡ عَنۡ صَلَاتِهِمۡ سَاهُوۡنَ ۝۶ الَّذِيۡنَ هُمۡ يُرَآءُوۡنَ ۝۷

(الماعون:5-7)

ترجمہ: پس اُن نماز پڑھنے والوں پر ہلاکت ہو۔ جو اپنی نماز سے غافل رہتے ہیں۔ وہ لوگ جو دکھاوا کرتے ہیں۔

بعض لوگ باقاعدگی سے نماز کا اہتمام نہیں کرتے لیکن جب کہیں لوگ اکٹھے ہوں تو وہاں سب کو دکھانے کے لیے نماز پڑھ لیتے ہیں تو یہ بھی دکھاوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ایسی نماز پڑھنے والوں کو بُرا کہا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”اس سلسلہ میں خدا تعالیٰ نے یہی چاہا ہے اور اس نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ تقویٰ کم ہو گیا ہے بعض تو کھلے طور پر بے حیائیوں میں گرفتار ہیں اور فسق و فجور کی زندگی بسر کرتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو ایک قسم کی

ناپاکی کی ملونی اپنے اعمال کے ساتھ رکھتے ہیں مگر انہیں نہیں معلوم کہ اگر اچھے کھانے میں تھوڑا سا زہر پڑ جاوے تو وہ سارا زہریلا ہو جاتا ہے اور بعض ایسے ہیں جو چھوٹے چھوٹے (گناہ) ریاکاری وغیرہ جن کی شاخیں باریک ہوتی ہیں اُن میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا ہے کہ دنیا کو تقویٰ اور طہارت کی زندگی کا نمونہ دکھائے۔ اسی غرض کے لئے اس نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے۔ وہ تطہیر چاہتا ہے اور ایک پاک جماعت بنانا اس کا منشاء ہے۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 83 ایڈیشن 1988ء)

پھر آپؑ نے فرمایا: "جس کے اعمال میں کچھ بھی ریاکاری ہو۔ خدا اس کے عمل کو واپس الٹا کر اس کے منہ پر مارتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 301)

پھر ایک اور موقع پر آپ علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ عملِ صالح بھی رکھا ہے۔ عملِ صالح اسے کہتے ہیں کہ جب ایک ذرّہ بھی فساد نہ ہو۔ یاد رکھو! انسان کے عمل پر ہمیشہ چور پڑا کرتے ہیں۔ وہ کیا ہیں۔ ریاکاری (کہ جب انسان دکھاوے کے لیے ایک عمل کرتا ہے)، عُجب، (ایک عمل کر کے اپنے نفس میں خوش ہوتا ہے) اور قسم قسم کی بدکاریاں اور گناہ جو اس سے صادر ہوتے ہیں۔ ان سے اعمال باطل ہو جاتے ہیں۔ عمل صالح وہ ہے جس میں ظلم، عُجب، ریا، تکبر اور حقوق انسانی کے تلف کرنے کا خیال تک نہ ہو۔ جیسے آخرت میں عمل صالح سے بچتا ہے ویسے ہی دنیا میں بھی بچتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 274-275 ایڈیشن 1984ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

مولویوں کی طرف دیکھو کہ دوسروں کو وعظ کرتے اور آپ کچھ عمل نہیں کرتے۔ اسی لئے اب اُن کا کسی قسم کا اعتبار نہیں رہا ہے۔ ایک مولوی کا ذکر ہے کہ وہ وعظ کر رہا تھا۔ سامعین میں اس کی بیوی بھی موجود تھی۔ صدقہ و خیرات اور مغفرت کا وعظ اس نے کیا۔ اس سے متاثر ہو کر ایک عورت نے پاؤں سے ایک پازیب اُتار کر واعظ صاحب کو دے دی جس پر واعظ صاحب نے کہا تو چاہتی ہے کہ تیرا دوسرا پاؤں دوزخ

میں جلے؟ یہ سن کر اس نے دوسری بھی دے دی۔ جب گھر میں آئے تو بیوی نے بھی اس وعظ پر عملدرآمد چاہا کہ محتاج کو کچھ دے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ یہ باتیں سنانے کی ہوتی ہیں کرنے کی نہیں ہوتیں اور کہا کہ اگر ایسا کام ہم نہ کریں تو گزارہ نہیں ہوتا انہی کے متعلق یہ ضرب المثل ہے۔

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر مے کنند
چوں بخلوت مے روند آں کارِ دیگر مے کنند

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 230۔ ایڈیشن 2003ء)

یعنی وعظ کرنے والے جو کچھ محراب و منبر پر بتاتے ہیں جب تنہائی میں جاتے ہیں تو اس کام کے برخلاف کرتے ہیں۔

بہنو! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”خود انسان کو اگر وہ حقیقت پسند بن کے اپنا جائزہ لے تو پتہ لگ جاتا ہے کہ یہ کام جو وہ کر رہا ہے یہ دنیا دکھاوے کے لئے ہے یا خدا تعالیٰ کی خاطر؟ اگر انسان کو یہ پتہ ہو کہ میرا ہر عمل خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ہونا چاہئے اور ہو گا تو تبھی مجھے ثواب بھی ملے گا تو تبھی وہ نیک اعمال کی طرف کوشش کرتا ہے۔ تبھی وہ اس جستجو میں رہے گا کہ میں زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کی تلاش کروں اور اُن پر عمل کروں اور جب یہ ہو گا تو پھر نہ ریا پیدا ہو گی نہ دوسری برائیاں پیدا ہوں گی۔“

(خطبات مسرور جلد 10 صفحہ 205)

شرک کی جب بات ہو تو یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے تمام گناہ اور بدیاں معاف کر دیتا ہے ماسوائے شرک کے۔ شرک خفی ایک ایسا شرک ہے کہ جو انسان اس مخفی شرک میں مبتلاء ہوتا ہے وہ متکبّر بن جاتا ہے اور اپنے آپ کو خدا سمجھنے لگتا ہے۔ جب انسان اپنے آپ کو خدا کے مقابل پر لا کھڑا کرے تو یہ شرک ناقابل معافی ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص محض شہرت کی خاطر کوئی کام کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اس رنگ میں شہرت دے گا کہ آخر کار اس کے عیب لوگوں پر ظاہر ہو جائیں گے۔ ان میں وہ رسوا اور بدنام ہو جائے گا اور جو شخص ریاکاری سے کام لے گا اللہ تعالیٰ اس کی ریاکاری سب پر ظاہر کر دے گا۔

(بخاری کتاب الرقاق باب الریاء والسمعہ)

اس ریاکاری میں تعریف، ستائش، عُجب پسندی، دکھاوا بھی آجاتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑ چھوڑ کر تہبند باندھ کر دکھاوے کو ناپسند فرمایا ہے لیکن ساتھ ہی فرمایا **اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ** کہ اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور وہ جمال یعنی خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے۔ اس ضمن میں صاف ستھرے کپڑے پہننا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو ظاہر کرنا عُجب پسندی میں نہیں آتا۔ اس کو شکر خداوندی کے زمرے میں بیان کیا گیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے دل میں ذرہ بھر بھی تکبر ہو گا اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل نہیں ہونے دے گا۔ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! انسان چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو، جوتی اچھی ہو اور خوبصورت لگے۔ آپؐ نے فرمایا: یہ تکبر نہیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جمیل ہے، جمال کو پسند کرتا ہے، یعنی خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔ تکبر دراصل یہ ہے کہ انسان حق کا انکار کرنے لگے، لوگوں کو ذلیل سمجھے، ان کو حقارت کی نظر سے دیکھے اور ان سے بری طرح پیش آئے۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب تحریم الکبر وبیانہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اصل میں تو نیّت مراد ہے۔ اب دیکھیں کہ آج کل بھی شادی بیاہوں میں صرف ایک دو دفعہ پہننے کے لئے دلہن کے لئے یا دولہا کے لئے بھی اور رشتہ داروں کے لئے بھی کتنے مہنگے جوڑے بنوائے جاتے ہیں جو ہزاروں میں بلکہ لاکھوں میں چلے جاتے ہیں، صرف دکھانے کے لئے کہ ہمارے جہیز میں اتنے مہنگے مہنگے جوڑے ہیں یا اتنے قیمتی جوڑے ہیں یا ہم نے اتنا قیمتی جوڑا پہنا ہوا ہے۔ صرف فخر اور دکھاوا ہوتا ہے ...... پھر فیشن کے پیچھے چل کر دکھاوے اور فخر کے اظہار کی رو میں بہہ کر قرآن کریم کے اس حکم کی بھی

خلاف ورزی کر رہے ہوتے ہیں کہ اپنی زینتوں کو چھپاؤ......اسی طرح مرد بھی اگر دکھاوے کے طور پر کپڑے پہنتے ہیں، لباس پہن رہے ہیں تو وہ بھی اسی زمرے میں آتے ہیں۔ صاف ستھرا اچھا لباس پہننا منع نہیں۔ اس سوچ کے ساتھ یہ لباس پہننا منع ہے کہ اس میں فخر کا اظہار ہوتا ہو، دکھاوا ہوتا ہو۔"

(خطبہ جمعہ 2/ جنوری2004ء)

پھر آپ ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"ہمیں اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ ہماری ایمانی حالت کیا ہے؟ کیا ہم میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور خشیت ہے؟ کیا ہم تقویٰ کی باریک راہوں پر چلنے والے ہیں؟ کیا ہم اللہ تعالیٰ سے ہر چیز سے زیادہ محبت کرنے والے ہیں؟ کیا ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی کامل فرمانبرداری کرنے والے ہیں؟ اور پھر ساتھ ہی ہماری نظر اپنے عمل کی طرف پھرنے والی ہونی چاہیے کہ کیا ہمارا ہر عمل اسلام کی حقیقی تعلیم کے مطابق ہے؟ ہمارے عمل کہیں دکھاوے کے عمل تو نہیں؟ ہماری نمازیں کہیں دکھاوے کی نمازیں تو نہیں؟ ہمارا مال خرچ کرنا، زکوٰۃ دینا کہیں دکھاوا تو نہیں؟ ہمارے روزے کہیں دکھاوے کے روزے تو نہیں؟ ہمارے حج صرف حاجی کہلانے کے لیے تو نہیں؟ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی کامل فرمانبرداری تو تب ہوگی، دلی سکون اور امن تو تب ملے گا جب ہمارا ہر عمل صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کے لیے ہوگا اور تبھی وہ معاشرہ خلافت کے زیرِ سایہ قائم ہوگا جب ہمارا ہر عمل حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا حق ادا کرنے والا ہوگا۔ پس صرف زبانی باتیں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو ہمیشہ سامنے رکھنا ہوگا کہ وہ ایمان لانے والے اس سے فیض اٹھائیں گے جن کے عمل صالح ہوں گے۔"

(خطبہ جمعہ 28 مئی 2021ء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ریاکاری جیسی لعنت اور جنت سے دور کرنے والی بدی سے دور رہنے کی توفیق دیتا رہے۔ آمین



﴾92﴿ ﴾مشاہدات:32﴿

(انسانی) اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہوتا ہے

پیاری بہنو! میری تقریر کا عنوان ہے۔ **"اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہوتا ہے"**
یہ ترجمہ ہے ایک ایسی حدیث کا جو بنیاد ہے۔ جو اساس ہے انسان کے تمام اعمال کی۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو اپنی کتاب جامع بخاری جو اَصَحُّ الْکُتُبِ بَعْدَ کِتَابِ اللّٰہِ کہلاتی ہے میں سب سے پہلے لائے ہیں اور فرمایا کہ اس حدیث سے بڑھ کر پُر حکمت، پُر معانی اور کوئی حدیث نہیں۔
(فتح الباری جز واول صفحہ 4)
انسان جب اپنے کسی قول یا ذہنی سوچ کو عمل کے سانچے میں ڈالنے کا ارادہ کرتا ہے تو لازماً اس کے لیے نیت باندھتا ہے۔ اگر نیت کی بنیاد نیکی، اچھائی اور خلوص پر ہو گی تو عمل بھی اچھا ہو گا اور اگر نیت بُری ہو گی تو انسان کا عمل بھی بُرا ہو گا اور جزاء سزا بھی نیت کے مطابق ملے گی۔ یہ مختصر حدیث ایک ایسے جامع فلسفہ حیات پر مشتمل ہے کہ اگر کوئی شخص نیکی کے کام کے لیے چوری کرتا ہے جیسے چوری کر کے مسجد کی تعمیر کے لیے رقم دینے کا ارادہ رکھتا ہے تو یہ نیکی نہیں اس کو اس کی نیت کے مطابق اجر ملے گا۔ اسی طرح اگر کسی شخص کی نیکی کرتے وقت یہ نیت ہو کہ مجھے دنیا کی شہرت ملے جیسے بعض لوگ اپنا کاروبار چمکانے اور حاجی کہلوانے کے لیے حج کرتے ہیں تو ان کا یہ فعل ان کی نیت کے مطابق جانچا جائے گا۔
سامعات! احادیث سے ایسی کئی مثالیں ملتی ہیں۔ جن سے یہ مضمون روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو اپنے گھر کی تعمیر کرتے وقت روشن دان رکھتے دیکھ کر اس کی وجہ پوچھی تو صحابی نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! عرب کی گرمی سے آپ بخوبی واقف ہیں۔ گرمی کے موسم میں ٹھنڈی ہوا اس روشن دان کے ذریعہ آئے گی تو مجھے استراحت ملے گی۔ میں تھوڑا سا ستالیا کروں گا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ اگر نیت یہ کرتے کہ اذان کی آواز اس

روشن دان کے ذریعہ آئے گی اور میں نماز پڑھ لیا کروں گا تو تمہیں اس نیت کا ثواب مل جاتا تمہاری اس نیک نیت سے ٹھنڈی ہوا تو آنے سے نہ رکتی۔

اسی طرح ایک جنگ میں ایک صحابی اپنی تلوار کے ساتھ بہادری کے بہت جوہر دکھلا رہے تھے۔ صحابہؓ نے اس صحابی کی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بہت تعریف کی تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کا انجام بخیر نہیں لگتا۔ تھوڑی دیر کے بعد خبر آگئی کہ اس دوست نے زخموں کی تاب نہ لا کر اپنی ہی تلوار سے اپنا پیٹ کاٹ کر خودکشی کر لی ہے۔

سامعات! احادیث میں تیسری مثال مَیں بخاری سے دینا چاہوں گی کہ ایک شخص آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور جہاد کے متعلق سوال کیا کہ کچھ لوگ حمیت کی خاطر جنگ لڑتے ہیں، کچھ بہادری کی خاطر اور کچھ دکھاوے کی خاطر۔ ان میں سے کون سی لڑائی اللہ کی راہ میں ہے؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جس سے اللہ کا بول بالا ہو۔ پھر ایک موقع پر فرمایا کہ اگر کوئی انسان رات کو یہ نیت کر کے سوئے کہ صبح مَیں تہجد پر اٹھوں گا اور نہ اٹھ پائے تو اسے تہجد کا ثواب مل جائے گا۔ جرمنی میں مکرم ہدایت اللہ ہیوبش ہوا کرتے تھے۔ اخلاص اور وفا کے اعلیٰ مقام پر تھے۔ ان کے متعلق آتا ہے کہ ایک دن اپنے ایک ساتھی سے کہنے لگے کہ آؤ! عمرہ کر آئیں۔ وہ ساتھی بہت پریشان ہوئے کہ اس کے لیے تو تیاری کی ضرورت ہے، اس کے لیے تو زاد راہ ہونا چاہئے۔ جاب سے رخصت لینی پڑے گی۔ ہیوبش صاحب نے تو آؤ دیکھا نا تاؤ عمرہ پر جانے کے لیے مجھے کہہ دیا۔ چند لمحوں کے بعد ہیوبش صاحب اپنے دوست کو الگ کمرہ میں لے گئے اور کہنے لگے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس وقت سے اس وقت تک اگر کوئی شخص تنہائی میں بیٹھ کر ذکر الٰہی کرے تو اس کے حق میں عمرہ کا ثواب لکھا جائے گا۔ یہ ہے خلوص نیت اور اس کا انجام بھی بخیر۔

سامعات! صحیح بخاری میں امام بخاری جہاں یہ حدیث لائے ہیں وہاں ہجرت کی مثال دے کر مضمون کو مزید واضح کیا گیا ہے۔ اگر انسان دنیا کمانے کے لیے ہجرت کرے یا کسی عورت سے شادی کے لیے ہجرت کرے تو اس کو اس کا نتیجہ (اجر) اس کے مطابق ملے گا اور اگر کسی انسان نے دین کے لیے، اللہ اور اس کے رسولؐ کی خاطر، اسلام احمدیت کی اشاعت کے لئے اور اس کی ترقی و ترویج کے لئے ہجرت کی تو اس کو اس

کی نیت کے مطابق اجر ملے گا۔ ہمارے بعض بھائی اور بعض بہنیں اپنے ہاں بدامنی اور مشکلات کا ماحول چھوڑ کر دیارِ امن میں آ بستے ہیں۔ ان کے ساتھ ان کی نیک نیتوں کے مطابق اللہ تعالیٰ جزاء کا سلوک کرتا ہے۔ اسی مضمون کو ہمارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے کئی مرتبہ ایسے مہاجرین کو نصیحت کرتے ہوئے واضح فرمایا ہے کہ اگر امن کے حصول کے لئے ہجرت کی ہے تو پھر اس کا حق بھی ادا کریں اور اللہ کے حقوق ادا کرتے رہیں۔

سامعات! اگر نیت اور عمل کی بات ہو اور نماز، روزہ اور دیگر عبادات میں نیت کا ذکر نہ ہو تو مضمون ادھورہ رہ جائے گا۔ نیت کا تعلق دراصل دل سے ہے اسے زبان پر لانا ضروری نہیں۔ نماز خواہ باجماعت ہو یا انفرادی، نیت یعنی وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ پڑھنا ضروری ہے۔ جو تکبیر تحریمہ کے بعد پڑھی جاتی ہے گویا دل کی نیت کا زبان پر اظہار کر کے جبکہ روزے کی نیت کا زبان کے ذریعہ اظہار کرنا ضروری نہیں ہاں دل میں نیت کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ ایک روایت میں یہ حدیث یوں مروی ہے کہ اعمال نیت پر منحصر ہیں۔

فقہ احمدیہ میں نیتِ نماز کو پانچویں شرطِ نماز قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ

”صحتِ نماز کے لئے نیت بھی ضروری ہے۔ نیت کے معنی ارادہ کے ہیں......نیت میں خلوص کا مفہوم بھی موجود ہے۔ اگر انسان خدا کی خاطر نماز پڑھے گا تو اُس کی نماز خدا کے حضور مقبول ہو گی اور اگر وہ دکھاوے یا کسی اور کے ڈر سے یا خوش کرنے کے لئے نماز پڑھے گا تو خدا تعالی کے دربار سے اُسے کچھ نہیں ملے گا۔ الغرض تمام دینی اعمال کا دارومدار ظاہراً و باطناً نیت پر ہے اس لئے خدا تعالی کے حضور ہر ایک کے اعمال اُسی میزان کے مطابق تُلیں گے اور ہر ایک اسی کے مطابق بدلہ پائے گا“

(فقہ احمدیہ حصہ عبادات صفحہ 71)

حاضرات! بعض علماء نے نیت کو تہائی اسلام یا علوم کا تہائی حصہ قرار دیا ہے۔ نیت دراصل بیج کی طرح ہے جس پر عمل کی صورت میں درخت یا پودا بنتا ہے اور نتائج میں اس پر پھل یا پھول لگتے ہیں۔ جن کا انحصار بیج پر ہوتا ہے۔ اگر پھل کڑوا ہے تو بیج درست نہ ہو گا اور اگر پھل میٹھا ہے تو بیج درست ہو گا۔ اسی لئے کاشتکار اپنی فصل کے لئے عمدہ سے عمدہ بیج کی تلاش میں رہتا ہے۔ روحانی پھل کے حصول کے لئے نیت حسنہ کی

ضرورت رہتی ہے۔ اسی لئے امام یحیٰ بن ابی کثیر نے کہا ہے تُعَلِّمُوْا النِیَّۃَ فَاِنَّھَا اَبْلَغُ مِنَ الْعَمَلِ کہ نیت کو ٹٹولتے رہا کرو کیونکہ یہ عمل سے بڑھ کر ہے اور یہ بھی لکھا ہے نِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِنْ عَمَلِہٖ وَ عَمَلُ الْمُنَافِقِ خَیْرٌ مِنْ نِیَّتِہٖ (المعجم الکبیر) کہ ایک مومن کی نیت اس کے عمل سے اور ایک منافق کا عمل اس کی نیت سے بہتر ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ اس حدیث کے حوالہ سے فرماتے ہیں۔

”بخاری کی پہلی حدیث یہ ہے انّما الاعمال بالنّیات۔ اعمال نیت پر ہی منحصر ہیں۔ صحت نیت کے ساتھ کوئی جرم بھی جرم نہیں رہتا۔ قانون کو دیکھو اس میں بھی نیت کو ضروری سمجھا ہے۔ مثلاً ایک باپ اگر اپنے بچے کو تنبیہ کرتا ہو کہ تو مدرسہ جا کر پڑھ اور اتفاق سے کسی ایسی جگہ چوٹ لگ جاوے کہ وہ بچہ مر جاوے تو دیکھا جاوے گا کہ یہ قتل مستلزم سزا نہیں ٹھہر سکتا کیونکہ اس کی نیت بچے کو قتل کرنے کی نہ تھی۔ تو ہر ایک کام میں نیت پر بہت بڑا انحصار ہے۔ اسلام میں یہ مسئلہ بہت سے امور کو حل کر دیتا ہے۔ پس اگر نیک نیتی کے ساتھ محض خدا کے لئے کوئی کام کیا جاوے اور دنیا داروں کی نظر میں وہ کچھ ہی ہو تو اس کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے۔“

(ملفوظات جلد4 صفحہ 42-43 ایڈیشن1984ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اس حوالہ سے فرماتے ہیں۔

”کسی بھی عمل کو اس کی نیت کے مطابق پرکھا جائے گا جو کسی بھی عمل کرنے والے کے دل میں ہے۔ اب نیتوں کا حال تو صرف خدا ہی جان سکتا ہے اور جانتا ہے اس لئے مومنوں کو واضح کیا کہ جس خدا نے زمین و آسمان پیدا کیا ہے وہ اس میں موجود ہر چیز کی کنہ تک سے واقف ہے اور انسان بھی اس سے باہر نہیں ہے۔ پس جب اللہ تعالیٰ تمہارے ہر عمل سے جو تم چھپ کر کرتے ہو یا ظاہر کرتے ہو اس سے واقف ہے بلکہ ہر خیال جو تم دل میں لاتے ہو اس سے بھی واقف ہے تو اپنے نفسوں کا تزکیہ کرو۔ اپنے دلوں کو خالصتاً خدا تعالیٰ کے لئے پاک کرنے کی کوشش کرو۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہُ (البقرہ: 285) یعنی اللہ تعالیٰ اس کا حساب لے گا تو اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں فرماتا ہے تمہارے عمل تمہارے دل کی حالت اور نیت کے مطابق جزا پائیں گے۔“

(خطبہ جمعہ 19 مارچ 2010ء)

پیاری بہنو! پس ایک مومن کی نیت کا تعلق جہاں اس کے اُخروی اجر سے ہے وہاں اس کے دوبارہ اٹھائے جانے سے بھی ہے۔ حدیث میں ہے اِنَّمَا یُبْعَثُ النَّاسُ عَلیٰ نِیَّاتِھِمْ (ابن ماجہ) کہ لوگوں کو ان کی نیتوں کے مطابق اٹھایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اللہ کی خوشنودی اور رضا کی خاطر اپنی نیتیں درست کرنے کی توفیق دے۔ تاہم ایسے اعمال بجالائیں جن سے ہم جنت کی راہ دیکھیں اور اللہ ہم سے راضی ہوں۔



﴿93﴾ ﴿مشاہدات:34﴾

والدین سے حسن سلوک

میری پیاری بچیو اور بچو! مجھے آج آپ کے اپنے محسن والدین سے حسن سلوک پر کچھ کہنا ہے۔
خدا تعالیٰ نے انسانوں کو مختلف رشتوں میں پرَو دیا ہے، ان میں کسی کو باپ بنایا ہے تو کسی کو ماں کا درجہ دیا ہے اور کسی کو بیٹا بنایا ہے تو کسی کو بیٹی کی پاکیزہ نسبت عطا کی ہے. غرض رشتے بنا کر اللہ تعالیٰ نے ان کے حقوق مقرر فرما دیے ہیں، ان حقوق میں سے ہر ایک کا ادا کرنا ضروری ہے، لیکن والدین کے حق کو خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنی بندگی اور اطاعت کے فوراً بعد ذکر فرمایا، یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ رشتوں میں سب سے بڑا حق والدین کا ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَ قَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ وَ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا ؕ اِمَّا یَبۡلُغَنَّ عِنۡدَکَ الۡکِبَرَ اَحَدُہُمَاۤ اَوۡ کِلٰہُمَا فَلَا تَقُلۡ لَّہُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنۡہَرۡہُمَا وَ قُلۡ لَّہُمَا قَوۡلًا کَرِیۡمًا ○ وَ اخۡفِضۡ لَہُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَۃِ وَ قُلۡ رَّبِّ ارۡحَمۡہُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیۡ صَغِیۡرًا ○

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنی بندگی و اطاعت کا حکم ارشاد فرمایا ہے کہ میرے علاوہ کسی اور کی بندگی ہر گز مت کرنا، اس کے بعد فرمایا کہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ اولاد کو یہ سوچنا چاہیے کہ والدین نہ صرف میرے وجود کا سبب ہیں بلکہ آج میں جو کچھ بھی ہوں، انہیں کی برکت سے ہوں، والدین ہی ہیں جو اولاد کی خاطر نہ صرف ہر طرح کی تکلیف ، درد ، دکھ اور مشقت کو برداشت کرتے ہیں بلکہ بسا اوقات اپنا آرام و راحت اپنی خوشی و خواہش کو بھی اولاد کی خاطر قربان کر دیتے ہیں۔ سب سے زیادہ محنت و مشقت اور تکلیف ماں برداشت کرتی ہے۔

سورۃ احقاف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسٰنَ بِوٰلِدَيْهِ إِحْسٰنًا ۖ حَمَلَتْهُ أُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا

اس ماں نے تکلیف جھیل کر اسے پیٹ میں رکھا اور تکلیف برداشت کر کے اسے جنا۔ حمل کے نو ماہ کی تکلیف اور اس سے بڑھ کر وضع حمل کی تکلیف، یہ سب ماں برداشت کرتی ہے۔

احسان کا لفظ حسن سے مشتق ہے اور حسن سے مراد وہ امر ہے جس میں کامل خوبی پائی جائے۔ کمال کا درجہ ہو اور کوئی نقص یا سقم اور خرابی نہ پائی جائے۔ اس لئے والدین سے حسن سلوک میں احسان کا پہلو چمکتے سورج کی مانند ہے۔

جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اب اس کی پرورش کے لیے باپ محنت و مشقت برداشت کرتا ہے، سردی ہو یا گرمی، صحت ہو یا بیماری، وہ اپنی اولاد کی خاطر کسبِ معاش کی صعوبتوں کو برداشت کرتا ہے اور ان کے لیے کما کر لاتا ہے، ان کے اوپر خرچ کرتا ہے، ماں گھر کے اندر بچے کی پرورش کرتی ہے، اس کو دودھ پلاتی ہے، اس کو گرمی و سردی سے بچانے کی خاطر خود گرمی و سردی برداشت کرتی ہے۔ بچہ بیمار ہوتا ہے تو ماں باپ بے چین ہو جاتے ہیں، ان کی نیندیں حرام ہو جاتی ہیں، اس کے علاج و معالجہ کی خاطر ڈاکٹروں کے چکر لگتے ہیں۔ غرض والدین اپنی راحت و آرام کو بچوں کی خاطر قربان کرتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنا شکر ادا کرنے کا حکم دیا ہے وہیں والدین کی شکر گذاری کا بھی حکم ارشاد فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ لقمان میں فرماتا ہے۔

أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوٰلِدَيْكَ

کہ میرا شکریہ ادا کرو اور اپنے والدین کا شکریہ ادا کرو۔

میرے بچو! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس کے ساتھ ایک بوڑھا آدمی بھی تھا، نبی کریم ﷺ نے پوچھا کہ یہ بوڑھا کون ہے؟ اس شخص نے جواب میں کہا کہ یہ میرا باپ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

لا تَمْشِ وَلَا تَقْعُدْ قَبْلَه وَلَا تَدْعُهُ بِاسْمِهِ وَلَا تَسْتَبَّ لَه

یعنی ان کے آگے مت چلنا، مجلس میں ان سے پہلے مت بیٹھنا، ان کا نام لے کر مت پکارنا، ان کو گالی مت دینا۔

عزیزو! بڑھاپے میں جب والدین کی کوئی بات ناگوار گزرے تو ان سے کیسے گفتگو کی جائے، اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا

یعنی ان سے خوب ادب سے بات کرنا، اچھی بات کرنا، لب و لہجہ میں نرمی اور الفاظ میں توقیر و تکریم کا خیال رکھنا۔ خطاکار اور زر خرید غلام، سخت مزاج اور تُرش رو آقا سے جس طرح بات کرتا ہے، اس طرح بات کرنا قولِ کریم ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی رضامندی والدین کی رضامندی میں ہے اور اللہ کی ناراضگی ماں باپ کی ناراضگی میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے وہیں ان کے لیے دعا کرنے کا بھی حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا

کہ اے میرے رب! تو میرے والدین پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں (رحمت و شفقت کے ساتھ) میری پرورش کی ہے۔

ہر نماز کے بعد والدین کے لیے دعا کرنے کا معمول بنا لیں۔

پیارے بچو! یہاں میں ایک اور دعا بھی آپ بچو کو سکھلا جاؤں۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ

کہ اے میرے پروردگار! روز حساب تو میری، میرے والدین کی اور تمام ایمان والوں کی بخشش فرمانا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"والدین کی خدمت ایک بڑا بھاری عمل ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ دو آدمی بڑے بد قسمت ہیں۔ ایک وہ جس نے رمضان پایا اور رمضان گزر گیا اور اس کے گناہ نہ بخشے گئے اور دوسرا وہ جس نے والدین کو

پایا اور والدین گزر گئے اور اس کے گناہ نہ بخشے گئے۔ والدین کے سایہ میں جب بچہ ہوتا ہے تو اس کے تمام ہمّ و غم والدین اٹھاتے ہیں۔ جب انسان خود دنیوی امور میں پڑتا ہے تب انسان کو والدین کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں والدہ کو مقدم رکھا ہے کیونکہ والدہ بچہ کے واسطے بہت دکھ اٹھاتی ہے۔ کیسی ہی متعدی بیماری بچہ کو ہو، چیچک ہو، ہیضہ ہو، طاعون ہو، ماں اس کو چھوڑ نہیں سکتی۔ ماں سب تکالیف میں بچہ کی شریک ہوتی ہے۔ یہ طبعی محبت ہے جس کے ساتھ کوئی دوسری محبت مقابلہ نہیں کر سکتی۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"بڑے بدقسمت وہ لوگ ہیں جن کے ماں باپ دنیا سے خوش ہو کر نہیں گئے۔ باپ کی رضامندی کو میں نے دیکھا ہے اللہ کی رضامندی کے نیچے ہے اور اس سے زیادہ کوئی نہیں۔"

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

"جب ان کو تمہارے سہارے کی ضرورت ہے۔ تو تم یہ کہہ دو کہ نہیں، ہم تو اپنے بیوی بچوں میں مگن ہیں ہم خدمت نہیں کر سکتے۔ اگر وہ بڑھاپے کی وجہ سے کچھ ایسے الفاظ کہہ دیں جو تمہیں ناپسند ہوں تو تم انہیں ڈانٹنے لگ جاؤ، یا مارنے تک سے گریز نہ کرو۔ بعض لوگ اپنے ماں باپ پر ہاتھ بھی اٹھا لیتے ہیں۔ میں نے خود ایسے لوگوں کو دیکھا ہے، بہت ہی بھیانک نظارہ ہوتا ہے۔ اُف نہ کرنے کا مطلب یہی ہے کہ تمہاری مرضی کی بات نہ ہو بلکہ تمہارے مخالف بات ہو تب بھی تم نے اُف نہیں کرنا۔ اگر ماں باپ ہر وقت پیار کرتے رہیں، ہر بات مانیں، ہر وقت تمہاری بلائیں لیتے رہیں، لاڈ پیار کرتے رہیں پھر تو ظاہر ہے کوئی اُف نہیں کرتا۔ فرمایا کہ تمہاری مرضی کے خلاف باتیں ہوں تب بھی نرمی سے، عزت سے، احترام سے پیش آنا ہے اور نہ صرف نرمی اور عزت و احترام سے پیش آنا ہے بلکہ ان کی خدمت بھی کرنی ہے اور اتنی پیار، محبت اور عاجزی سے ان کی خدمت کرنی ہے جیسی کہ کوئی خدمت کرنے والا کر سکتا ہو۔"

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 4 جنوری 2004ء)

میرے عزیز بچو و بچیو! حسن سلوک کا یک اہم پہلو اطاعت و فرمانبرداری کا بھی ہے اطاعت کا حقیقی مفہوم "سمعنا و اطعنا" کے الفاظ میں پایا جاتا ہے۔ سادہ انداز میں اسے یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

سماجی اور تمدنی زندگی نے حقوق و فرائض کے کے دائرہ ہائے فکر و عمل متعین کر دئے ہیں۔

والدین کے جو حقوق و فرائض ہیں ان کے حقوق کی منصفانہ اور مساویانہ ادائیگی کا نام اطاعت و فرمانبرداری ہے جو اولاد کے فرائض کا دوسرا نام ہے۔

اطاعت والدین میں ''نہ کر''(ترک شر) اور ''کر''(ایصال خیر) کے دونوں پہلو موجود ہیں ان دونوں باتوں کا لحاظ رکھے بغیر اطاعت والدین کا فریضہ کماحقہ' ادا نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید نے پوری صراحت و وضاحت سے ان دونوں زاویوں کو اجاگر کیا ہے۔ اس لئے اولاً ''نہ کر'' کے کردار و عمل کا بحوالہ قرآن کریم ذکر کیا جاتا ہے۔

بڑھاپے میں انسان کا جسم و روح گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ کمزور سے کمزور تر ہوتے جاتے ہیں۔ عدم برداشت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ مختلف عوارض لاحق ہو جاتے ہیں۔ مزاج میں چڑچڑاپن پیدا ہو جاتا ہے۔ احساسِ تکلیف بڑھ جاتا ہے۔ اس کے مقابل پر اولاد کے قویٰ توانا اور مضبوط ہوتے ہیں۔ برداشت کا مادہ بڑھا ہوتا ہے ان حالات میں جب والدین کی جانب سے درشتی، سختی اور ناگواری کی بات کا اظہار ہو تو ارشاد خداوندی ہے کہ اولاد ''اُف''تک کا اظہار بھی نہ کرے یہ ناپسندیدہ کا کم سے کم اظہار ہے۔ یعنی چہرہ کے اتار چڑھاؤ سے اور لبوں کی حرکت و جنبش سے اپنی ناگواری ظاہر نہ کرے۔

''تنہر'' کی صورت کے سامنے بلند آواز، درشت انداز، جھڑکنا اور سختی سے روا رکھے جانے والے بدسلوک رویہ سے روکا گیا ہے۔ ''اُف'' اور ''تنہر'' جیسے الفاظ کے ذریعے والدین کے احساسات و جذبات کا تحفظ کیا گیا ہے۔

مشرکانہ امور میں والدین کی اطاعت کو لازم قرار نہیں دیا گیا ہے البتہ دنیوی معاملات میں ان کے ساتھ نیک تعلقات جن کو لفظ ''معروف'' سے تعبیر کیا گیا ہے وہ قائم اور برقرار رکھنے کا ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّ مَصِيْرًا

(الفرقان:16)

کہ اگر وہ دونوں تجھ سے بحث کریں کہ تو کسی کو میرا شریک مقرر کر جس کا تجھے کوئی علم نہیں ہے تو ان دونوں کی بات مت مانیو ہاں دنیوی معاملات میں ان کے ساتھ نیک تعلقات قائم رکھیو۔

پیارے بچو! اطاعت والدین کے سلسلہ میں عمل سے قبل اندازِ گفتگو آتا ہے۔ ان ضمن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ قول کریم سے کام لیں۔ یعنی اس انداز اور طریق پر والدین کو مخاطب کریں کہ ان کی بزرگی، وقار و عظمت اور جلالت کو زک اور ٹھیس نہ پہنچے۔ ان کی کسر شان نہ ہو۔ نہایت ادب و احترام سے گفتگو کریں تا کہ ان کی عزت و تکریم میں اضافہ ہو۔ کمی نہ آئے۔ ان کی وجاہت بر قرار رہے۔ اطاعت کی عملی صورت میں طرز عمل عاجزانہ رنگ رکھتا ہو اور اس میں رحم کا جذبہ کار فرما ہو۔

ایک انسان کے مالی وسائل کا فقدان، اثراتِ ماحول اور دیگر قضاء و قدر کے حالات بعض اوقات اطاعت کے معاملہ میں سدّ راہ بن کر اطاعت کی کمی کا باعث بن جاتے ہیں۔ انسان فرائض کی ادائیگی میں مجبور و معذور ہو جاتا ہے اور مقدور بھر خدمت بجالانے سے محروم اور قاصر رہتا ہے۔ ایسے پیش آمدہ حالات کے وارد ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے اولاد کو والدین کے لئے ہمیشہ دعا گو رہنا چاہئے تا کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی چادر انسان کی بشری کمزوریوں اور دیگر نامساعد حالات کو ڈھانپے رکھے۔ دعا کرتے وقت اپنی صغر سنی کو مد نظر رکھے کہ ان حالات میں میرے والدین میری پرورش میں ذاتی محبت سے ہمہ وقت لگے رہے۔ خود تکالیف اٹھائیں اور مجھے آرام دیا۔ میری کمزوری کے زمانہ میں سہارا بنے۔ میری پرورش ونگہداشت میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔

پیارے بچو! آنحضرت ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا کہ

”خاک آلودہ ہو گئی اس کی ناک جس نے والدین میں سے دونوں یا کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور پھر وہ جنت میں داخل نہ ہوا۔“

آپ ﷺ نے فرمایا کہ

”اللہ تمام گناہ جو وہ چاہے گا معاف کر دے گا سوائے والدین کی نافرمانی کے۔“ (مشکوۃ)

ایک صحابیؓ نے رسول کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! والدین کا اس کی اولاد پر کیا حق ہے؟

فرمایا: وہ تیرے لئے جنت ہیں یا دوزخ۔ یعنی اطاعت اور عدم اطاعت جنت اور جہنم کے مترادف ہے۔

(ابن ماجہ)

ایک صحابیؓ نے آنحضورؐ کے دربار میں حاضر ہو کر جہاد میں شریک ہونے کی خواہش اور ارادہ کا اظہار کیا تو حضرت سرور کائناتؐ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا آپ کے والدین زندہ ہیں؟ اس نے عرض کی یا رسول اللہ! زندہ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کی خدمت ہی جہاد ہے۔

ایک موقع پر حضرت خیر البشر ﷺ نے فرمایا کہ باپ جنت کا بہترین دروازہ ہے۔

والدہ کے بلند مقام و مرتبہ کے حوالہ سے حضرت نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔ غرض کہ اطاعت والدین اجر و ثواب کے اعتبار سے ایک بہت بڑا اُخروی خزانہ ہے جو خدمت والدین کا مرہون منت ہے۔

حضرت نوحؑ کے بیٹے نے اطاعتِ والد سے انحراف کیا۔ نافرمانی کی اور طوفان کا نشانہ بن کر غرق ہوا اور اس کا سبب عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ تھا جس سے عدم اطاعت وقوع پذیر ہوئی۔

دوسری جانب حضرت ابرہیمؑ کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کی تابعداری والد کا ذکر قرآن کریم میں ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے ان کے سامنے اپنی رویا کا ذکر کیا کہ جس میں وہ اسے ذبح کر رہے ہیں۔ تو بیٹے نے فی الفور عرض کی کہ جو آپ کو حکم خداوندی ملا ہے وہ پورا کریں۔ میں دل و جاں سے حاضر ہوں اور واقعتاً آپؑ قربان ہونے کے لئے عملی رنگ میں تیار بھی ہو گئے۔

خود آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ کی سیرت طیبہ میں اطاعت والدین کے زریں ابواب ہیں۔ گو حضرت رسول پاک ﷺ کا بچپن یتیمی میں گزرا۔ لیکن آپؐ نے اپنی رضاعی ماؤں کا ہر لحاظ سے واجبی اکرام کو ملحوظ رکھا۔ ثوبیہ جو ابو لہب کی لونڈی تھی اور جس نے محض چند روز ہی آپ ﷺ کو دودھ پلایا آپؐ نے ان کی پوری عمر ان کا خیال رکھا اور مکہ میں مدینہ سے ان کی امداد فرماتے رہے۔

اسی طرح حلیمہ سعدیہ کی عزت و تکریم ہر موقع پر فرماتے رہے اور اس طرح اطاعت والدین کا اسوہ حسنہ امت کے سامنے رکھا۔

حضرت اویس قرنی جن کی نسبت حضرت سید الانبیاء ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے یمن سے اللہ کی خوشبو آتی ہے۔ وہ اپنی بوڑھی ضعیفہ والدہ کی خدمت و تیمارداری میں لگے رہے اور ظاہری طور پر آستانہ نبوتؐ پر حاضری کا موقع میسر نہ آیا۔ لیکن اطاعت سے اور عشق رسولؐ سے صحابہؓ کے ہم رنگ ہوئے۔

پیارے اطفال اور پیاری ناصرات! آخر میں آپ سے یہی درخواست ہے کہ جن کے والدین دونوں یا ان میں سے کوئی ایک زندہ ہے تو ان کو اللہ کی بہت بڑی نعمت سمجھ کر ان کی فرمانبرداری کریں، ان کے ساتھ حسن سلوک کرے، جتنا ہو سکے ان کی خدمت کریں اور ان کے حقوق کو ادا کرنے کی بھرپور کوشش کریں اور جن کے والدین دونوں یا ان میں سے کوئی ایک اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہوں تو ان کے ساتھ حسن سلوک یہ ہے کہ ان کی وصیت کو نافذ کریں، ان کے ذمہ اگر کوئی قرض ہو تو اسے ادا کریں، ان کے لیے دعا کریں، اللہ سے ان کے لیے رحمت و مغفرت طلب کریں، ان کی طرف سے صدقہ کریں، والدین کے قریبی رشتہ داروں اور تعلق والوں کے ساتھ حسن سلوک کریں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی توفیق سے نوازے۔ آمین



﴿94﴾ ﴿مشاہدات:58﴾

درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے

ہم شاخیں درخت وجود کی ہیں، سر پر ہے خلافت کا سایہ
افسوس ہے اُن کی حالت پر جو تپتی دھوپ میں جلتے ہیں
ہم بندھ گئے ایسے رشتے میں جو سب رشتوں سے پیارا ہے
دنیا میں جہاں بھی احمدی ہیں سب اپنے اپنے لگتے ہیں

آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **"درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے"**

سامعات! ہم نے مذہبی کتب میں بارہا پڑھا ہے یا اپنے مقررین کی تقاریر اور مدرسین کے درسوں میں آئے روز سنتے ہیں کہ پودا، درخت اور شاخ کے الفاظ مذہبی دنیا میں کثرت سے استعمال ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن کریم کی سورۃ ابراہیم میں شجرہ طیبہ کی مثال اچھے، پاک کلمہ اور شجرہ خبیثہ کی مثال بُرے، ناپاک اور پلید کلمہ سے دی ہے۔

درخت اور شاخ کے حوالہ سے مختلف پہلوؤں کو سامنے رکھ کر تقاریر کی جاسکتی ہیں تاہم آج قرآن کریم کی سورۃ ابراہیم کی اسی آیت کا سہارا لے کر کلمہ طیبہ اور شجرہ طیبہ کے حوالے سے تقریر میں ذکر کروں گا۔

مفسرین اور علمائے کرام نے کلمہ طیبہ سے مراد سب سے پہلے قرآن کریم کو لیا ہے۔ جس کی مثال ایسے شجرہ طیبہ سے دی گئی ہے۔ جس کی تین خوبیاں بیان کی گئی ہیں۔ جن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یوں بیان فرمایا ہے۔

"پاک کلمات پاک درختوں سے مشابہت رکھتے ہیں۔ جن کی جڑھ مضبوط ہے اور شاخیں آسمان میں ہیں اور ہمیشہ اور ہر وقت تر و تازہ پھل دیتے ہیں۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد 2 صفحہ 753)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں۔

''اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کلمہ طیبہ کی حقیقت بیان کی ہے یعنی اس کلام الٰہی کی جو تازہ اور پاکیزہ ہو اور انسانی دستبرد سے پاک ہو۔''

(تفسیر کبیر جلد 3 صفحہ 465)

اور آج 1400 سال گزرنے کے بعد بھی اس عظیم مبارک کتاب کی زیر زبر محفوظ ہے اور کلیۃً غیر مبدّل ہے جس کی جڑ زمین میں مضبوطی سے پیوست ہے اور شاخیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں اور ہر روز، ہر گھڑی اور ہر لمحہ ہم اس عظیم الشان کتاب سے معارف و محاسن کے نت نئے نکتے حاصل کرتے رہتے ہیں جو ہماری روحانی زندگی کی علامت ہیں۔

سامعات! دوسرے نمبر پر مفسرین کلمہ طیبہ سے مراد ''دین اسلام'' کو لیتے ہیں۔

دنیا کے تمام مذاہب اور ادیان میں ''دین اسلام'' ہی ایک ایسا مذہب ہے جو اپنی متوازن اور ہر شعبہ زندگی میں مستعمل مکمل تعلیمات کی وجہ سے دوسرے ادیان سے اعلیٰ اور ممتاز ہے۔ اور اپنی اکمل واتم شریعت کی وجہ سے پُر امن مذہب کہلاتا ہے۔ باوجود دنیا بھر میں نام نہاد ملاؤں اور ان کے پیچھے اندھی تقلید کرنے والے مسلمانوں کی طرف سے اسلامی عقائد کے برخلاف نفرت، جھوٹ، توڑ پھوڑ، جلاؤ گھیراؤ، شہروں کو زبردستی بند کرنے اور دہشت گردی کے واقعات آئے روز ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن دنیائے عالم ان تکلیف دہ اور افسوسناک واقعات کے باوجود ''دین اسلام'' پر انگلی نہیں اٹھاتی وہ یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ اسلام امن اور شانتی کا مذہب ہے اور اس کے بانی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی امن کے علمبردار تھے اور اسی امن کو قائم کرنے کی نصیحت بھی کرنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس نبی محترمؐ کی بابرکت شخصیت کو اسی لیے تخلیق فرمایا تھا کہ اپنے اور غیر آپ کے نمونے کو اپنائیں اور ان کی تقلید کرتے ہوئے پُر امن ماحول قائم کریں۔ رحمۃ اللعالمینؐ نے وحشیوں کو انسان اور انسانوں کو باخدا اور پھر خدا نما بنادیا، یہ اس لئے ممکن ہوا کہ آپ خُلق عظیم کے پیکر اور اخلاق حسنہ کے اعلیٰ ترین معیار پر قائم تھے کیونکہ پھل اپنے درخت سے پہچانا جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''کیا تو نے نہیں دیکھا کیونکر بیان کی اللہ نے مثال یعنی مثال دین کامل کی کہ بات پاکیزہ، درخت پاکیزہ کی مانند ہے۔ جس کی جڑ ثابت ہو اور شاخیں اس کی آسمان میں ہوں اور وہ ہر ایک وقت اپنا پھل اپنے پروردگار کے حکم سے دیتا ہو اور یہ مثالیں اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے بیان کرتا ہے تا لوگ ان کو یاد کرلیں اور نصیحت پکڑ لیں۔''

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد 2 صفحہ 754)

یہ حقیقت ہے کہ اسلام ایک ایسا پاکیزہ مذہب ہے جس کی تعلیمات انصاف، عدل اور تقویٰ پر مبنی ہیں نہ افراط ہے نہ تفریط۔ امن پسند ہے اور امن پسندی کو پسند کرتا ہے۔ اس فیج اعوج کے دور میں جب بعض نام نہاد علماء اور صوفیاء کی طرف سے اسلام میں بعض رسومات اور خرافات کی ملونی ہونے لگی ہے تو اللہ تعالیٰ نے پیشگوئیوں کے مطابق آخری زمانے کے امام حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام کو پیدا کیا۔ جس نے مذہب اسلام پر پڑی گرد کو پاک صاف کیا اور آپ کی وفات کے بعد خلفاء احمدیت، اسلام کا حسین و پاک چہرہ صاف کر کے دنیا کے سامنے پیش کرتے رہے اور آج بھی حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی عظیم اور بابرکت رہنمائی میں اسلام کو رسومات اور دوسری غیر اسلامی تعلیمات سے دُور اور پاک رکھ کر دنیا کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور ایسی حسین تعلیم کے پیش نظر جبکہ اسلامی فوبیا عروج پر ہے۔ کیا عیسائی، کیا یہودی اور غیر مذہب والے دہریہ لوگ بھی اسلام کی ان تعلیمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو آنحضور ﷺ پر نازل ہوئیں اور آج دربار خلافت سے صاف دُھل کر چمک کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش ہو رہی ہیں۔ جس کی اصل یعنی جڑ مضبوط، شاخیں آسمان سے باتیں کرتی اور روزانہ نئے نئے پھل عطا کرتا رہتا ہے۔ تو گویا یہ ببانگ دُہل کہا جاسکتا ہے کہ آج اسلام احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے روپ میں دنیا بھر میں ایک بار پھر جلوہ گر ہے اور سالار اسلام واحمدیت حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی سرکردگی میں اپنا حقیقی اور اصل چہرہ دنیا کے سامنے پیش ہو رہا ہے۔

سامعات! کلمہ طیبہ سے ایک مراد وہ مومن بھی لئے جاتے ہیں جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر کامل ایمان لائے اور آج دنیا بھر میں پھیلے ہوئے احمدیت کے جال کے ذریعے کلمہ حق پڑھ کر اسلام میں داخل ہوتے

ہیں اور صحابہؓ کا روپ دھارتے ہیں۔ ان کی زبانیں پاک اور ان کے اعمال ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند آتے اور درجہ مقبولیت پاتے ہیں۔ یہ لوگ آج اس قرآنی آیت وَ مَنۡ اَحۡسَنُ قَوۡلًا مِّمَّنۡ دَعَاۤ اِلَی اللّٰہِ وَ عَمِلَ صَالِحًا کے حقیقی مصداق نظر آتے ہیں۔

یہی وہ خوش نصیب لوگ ہیں جن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اے میرے درخت وجود کی سرسبز شاخو! کے لقب سے پکارا ہے۔ یہاں یہ امر ذہن میں رہے کہ یہاں آپؑ نے ٹہنی کا لفظ استعمال نہیں فرمایا۔ شاخ کا لفظ استعمال فرمایا جو زندہ رہتی ہے اور اصل یعنی جڑ سے خوراک لیتی اور پھل دیتی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اَصۡلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرۡعُهَا فِی السَّمَآءِ ۝ تُؤۡتِیۡۤ اُکُلَهَا کُلَّ حِیۡنٍۭ بِاِذۡنِ رَبِّهَا

حضرت مصلح موعودؓ اس آیت کی تفسیر کے تحت ”فٹ نوٹ“ میں تحریر فرماتے ہیں۔

”اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اسلام کا جو شجرہ طیبہ ہے اس میں ہمیشہ خدا رسیدہ لوگ پیدا ہوتے رہیں گے۔“

میری بہنو! آج صحابہ رسول کی اقتداء میں حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لانے والے صحابہؓ کی بات کی جائے جنہوں نے مامور زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اقتداء میں اسلام کے عَلَم کو بلند رکھا اور ”صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا“ کا لقب حاصل کرنے والے بن گئے اور وہ آج بھی اپنے خوشبودار اور میٹھے پھلوں سے پہچانے جاتے ہیں۔

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مَے اُن کو ساقی نے پلا دی
فسبحان الذی اخزی الا عادی

درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے الفاظ ہیں جو لوقا انجیل باب 6، آیت 44 میں درج ہیں اور یہ حقیقت سب کو معلوم ہے کہ اللہ کی وسیع و عریض زمین پر ہزاروں اقسام کے درخت، پودے، فصلیں اور جڑی بوٹیاں اُگتی نظر آتی ہیں۔ ان پر جو بھی پتے، پھول اور پھل لگتے ہیں۔ ان

سے ان درختوں اور پودوں کی پہچان ہوتی ہے۔ ویسے تو علم نباتات سے آشنائی رکھنے والوں کو پودے کی ساخت، شکل و صورت اور اس کے پتوں سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ کون سا پودا ہے، اس کی کیا کیا خصوصیات ہیں اور یہ کتنی عمر کا ہے۔ مگر ہم اپنے گھروں میں اکثر یہ دیکھتے ہیں کہ پودا لا کر کوئی لگایا۔ مگر وہ نکلا کوئی اور۔ جب اس نے پھل دیا تو تب جا کر اس کے نام کا اندازہ ہوا۔ کسی شاعر نے اس مضمون کو یوں بیان کیا ہے۔

کسان کو اِک نظر دیکھو خدارا
جو بوتا ہے اس کو کاٹتا ہے
نہیں لگتے کبھی کیکر کو انگور
نہ حنظل میں کبھی خرما لگا ہے

بہنو! روحانی دنیا میں بھی ایک مومن کو پھلدار درخت قرار دیا گیا ہے اور مذہب و دین کو باغ کہا جاتا ہے۔ ایک مومن اس جستجو میں رہتا ہے کہ میرے عمل عین اسلامی تعلیم کے مطابق ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو آپؓ نے فرمایا

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن

(مسلم کتاب الصلوۃ)

کہ آپؐ کے اخلاق، آپؐ کا کردار، آپؐ کا اٹھنا بیٹھنا عین قرآنی تعلیم کے مطابق تھا۔ یعنی اگر قرآن کریم کی عملی تصویر کسی نے دیکھنی ہو تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات پاک کو دیکھ لے۔ آپؐ کے شمائل و کردار کو پڑھ لے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ:

”اچھے درخت کو کئی طرح پہچان لیتے ہیں۔ پتوں سے بھی شناخت کر لیتے ہیں۔ میں نے ایک بار الائچی کا درخت انبالہ میں دیکھا اور ایک پتا اس کا لے کر سونگھا تو اس میں الائچی کی خوشبو موجود تھی اگرچہ ابھی اس کے تین درجہ باقی تھے مگر خوشبو موجود تھی“

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 240 ایڈیشن 2016ء)

آمین! اس پیمانہ سے جماعت احمدیہ کے افراد کو ماپتے ہیں۔ تو دشمن، معاند، ملکوں کے سربراہ اس امر کا اعتراف کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ احمدی پُرامن قوم ہے۔ یہ لوگ ہم سے بہت بہتر ہیں۔ آج کل تو سوشل میڈیا پر مولوی بھی اس بات کے معترف نظر آتے ہیں کہ احمدی نمازوں میں، عبادات میں اور معاشی و دنیاوی زندگی میں ہم سے بہتر ہیں بلکہ بسا اوقات یہ بھی سننے کو ملتا ہے کہ وہ ہم سے بہتر مسلمان ہیں۔ پاکستان جہاں احمدیوں کی دنیا بھر سے زیادہ مخالفت ہے وہاں بھی یہ آوازیں سننے کو ملتی ہیں کہ احمدی رشوت نہیں لیتے، احمدی جھوٹ نہیں بولتے، احمدی ملکی اموال میں خرد بُرد نہیں کرتے، احمدی دفاتر میں بھی نمازیں پڑھتے ہیں، وقت پر آتے ہیں، بااخلاق ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ جب 1974ء کی قومی اسمبلی میں تشریف لے گئے تو آپ کے ٹھیٹھ اسلامی لباس اور انداز گفتگو کو دیکھ کر اکثر سیاستدان کہہ اٹھے تھے کہ یہ شخص غیر مسلم نہیں ہوسکتا۔ سرکاری دفاتر میں احمدیوں کی ایک اچھی Reputation ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مخالفین یہ اکثر کہا کرتے تھے کہ آپؐ جھوٹ نہیں بولتے۔ آپؐ ہیں تو سچے مگر آپؐ کی تعلیم پر دل نہیں ٹھہرتا۔ اسی طرح آج احمدیوں کے متعلق یہ کہا جاتا ہے۔ آدمی تو بہت اچھا ہے، پر ہے قادیانی (احمدی)۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسی اچھے انداز کی وجہ سے یہی پہچان ہر احمدی کی ہے دنیا بھر میں خواہ وہ افریقن ہو، خواہ وہ ایشین ہو، خواہ وہ عرب ہو، خواہ وہ یورپین یا مغربی دنیا کے کسی ملک سے احمدی ہوا ہو، نیز خواہ وہ آسٹریلین، جاپانی یا کسی قوم سے تعلق رکھتا ہو وہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے توسط سے سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا روحانی تعلق جوڑ لیتا ہے تو اس کے اندر نمایاں تبدیلیاں نمودار ہونے لگتی ہیں۔ اس کے چہرے کے نقوش سے اندازہ ہونے لگتا ہے کہ یہ احمدی ہے۔

سامعات! ہم کچھ لوگ 2003ء میں ایک دن جرمنی کے ایک پہاڑی سلسلہ میں سیر وسیاحت کے لئے گئے ہوئے تھے۔ وہاں ایک پگڈنڈی سے ایک مرد عورت کا جوڑا نمودار ہوا۔ میرے کزن نے انہیں دیکھ کر کہا کہ یہ احمدی لگتے ہیں۔ اتنے میں اس جوڑے نے چلتے چلتے قریب پہنچ کر ہمیں اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہا۔ گویا انہوں نے بھی ہمارے اسٹائل سے اندازہ لگا لیا کہ ہم احمدی ہیں۔ اور وہ جوڑا سری لنکن تھا۔ ان کے

چلے جانے کے بعد میں نے اپنے کزن سے پوچھا کہ آپ کو اتنی دور سے ان کے احمدی ہونے کا اندازہ کیسے ہوا۔ کزن نے جواباً کہا کہ ان کے لباس اور چلنے کے انداز سے، میں نے ان کے احمدی ہونے کا خیال کیا تھا۔

سامعات! پاکستان میں جب ایک مولوی گھرانے کے چشم وچراغ نوجوان نے بیعت کر لی تو کچھ عرصہ بعد احمدی ہونے کا اعلان کرنے پر اس کے سسرال والے اپنی بچی کو اپنے ساتھ واپس لے گئے۔ اس بچی نے اپنے والدین سے شکوہ کرتے ہوئے کہا کہ آپ کیوں مجھے واپس لائے ہیں۔ میرے خاوند نے گو اب بیعت کا اعلان کیا ہے۔ لیکن مجھے لگتا ہے کہ وہ قریباً تین سال قبل احمدی ہو چکا تھا۔ کیونکہ گزشتہ تین سالوں سے اس کے اندر نمایاں تبدیلیاں نظر آرہی تھیں۔ وہ اب مجھ پر سختی نہیں کرتا۔ میرے پر ہاتھ نہیں اٹھاتا۔ فجر کی نماز گھر میں باجماعت کروانے کے بعد قرآن کریم کا درس دیتا ہے جس سے میری اور میرے بچوں کی اچھی تربیت ہو رہی ہے۔

الغرض دنیا بھر میں پھیلے احمدی پرندوں کی بولیاں مختلف ہیں، چہرے اور حلیے مختلف ہیں۔ کالے، سفید اور گندمی رنگت کے ہیں۔ مگر ایک ایسے درخت پر بسیرا کر رہے ہیں جن کے پھل سے فائدہ اٹھا کر ان کے مزاج ایک جیسے ہو چکے ہیں۔ ان کی اقدار یکساں نظر آتی ہیں۔ ان کے اعمال سانجھے نظر آتے ہیں۔ کیونکہ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ

اچھا انسان وہ ہے جس کو ثابت نہ کرنا پڑے کہ میں ایسا ہوں بلکہ اس کا کردار اس کے اچھے ہونے کی گواہی دے۔ بالکل اسی طرح یہ بھی کہا گیا ہے کہ انسان ہمیشہ اپنے دوست سے پہچانا جاتا ہے اور بہترین انسان اپنے عمل سے پہچانا جاتا ہے۔، جس طرح درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہمیں ہماری ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

”پس اپنے گناہوں کو دیکھنے کے لئے، اپنی غلطیوں کو دیکھنے کے لئے، اپنی کمزوریوں کو دیکھنے کے لئے ہمیں وہ خوردبین استعمال کرنی پڑے گی جس سے ہم اپنے نفس کے جائزے لے سکیں۔ اسی سوچ کے ساتھ ہمیں اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔ پس ہمارا احمدی ہونے کا دعویٰ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قائم کردہ جماعت کوئی معمولی دعویٰ اور یہ معمولی جماعت نہیں ہے۔ نہ ہی ہمارا احمدی ہونے کا

دعویٰ معمولی دعویٰ ہے، نہ یہ جماعت ایک معمولی جماعت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس جماعت کے افراد کو پاک کر کے ایک پاک جماعت بنانا چاہتا ہے جس کے لئے اُس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا ہے۔ ہر احمدی کو یہ پیشِ نظر رکھنا چاہئے کہ یہ تقویٰ اور طہارت کی زندگی کے نمونے ہی ہیں جو وہ انقلابی تبدیلی پیدا کر سکتے ہیں، اور یہ انقلابی تبدیلی ہمارے اعتقاد کی اصلاح اور اعمال کی اصلاح کے ساتھ وابستہ ہے۔ صرف اعتقادی اصلاح فائدہ نہیں دے سکتی جب تک کہ اعمال کی اصلاح بھی ساتھ نہ ہو۔ جب تک ہم میں سے ہر ایک کو اپنے اعمال کی فکر نہ ہو۔ کیا عقیدہ ہمارا ہونا چاہئے اور کونسے اعمال ہیں جن کی طرف ہمیں توجہ رکھنی چاہئے۔

اگر افرادِ جماعت میں سے ہر ایک نے اپنی مکمل اصلاح کی کوشش نہ کی تو جماعت میں ہر وقت کسی نہ کسی قسم کی برائی کا بیج موجود رہے گا اور موقع ملتے ہی وہ پھلنے پھولنے لگ جائے گا، پھوٹنے لگ جائے گا۔ پس ہر قسم کی برائیوں کی جڑوں کو ہم میں سے ہر ایک کو اپنے اندر سے ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ تبھی ہم ہر قسم کی برائیوں کو جماعت میں سے ختم کر کے عملی اصلاح کی حقیقی تصویر بن سکتے ہیں اور تب پھر اللہ تعالیٰ ہمیں فتوحات کے نظارے دکھائے گا۔ تبھی ہماری دعائیں بھی قبول ہوں گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ پھر اللہ تعالیٰ کا قرب ہم پاسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔"

(خطبہ جمعہ 30 مارچ 2012ء)

ہر اِک نیکی کی جڑ یہ اِتّقا ہے
"اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے"

اللہ ہم میں سے ہر ایک کو اخلاق حسنہ اپناتے ہوئے اور اخلاق رذیلہ کو خیر آباد کہتے ہوئے اپنے آپ کو پاک و مصفّٰی بنا کر دنیا میں پیش کرنے کی توفیق دیتا رہے اور ہمیشہ ہمیں خلافت کے گھنے اور ٹھنڈے سایہ میں زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ آمین



﴿95﴾ ﴿مشاہدات:165﴾

خطبات امام، ہمارے لئے ایک چراغ ہیں

جب بھی وہ عہد کا حسیں بولے
عرش بولے، کبھی زمیں بولے
جب وہ بولے تو ساتھ ساتھ اس کے
ذرّہ ذرّہ بصد یقیں بولے

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں مومنوں پر رسول کے نزول کا ذکر بطور احسان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (آل عمران:165)

یقیناً اللہ نے مومنوں پر احسان کیا جب اس نے ان کے اندر انہی میں سے ایک رسول مبعوث کیا وہ ان پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔

اور پھر اللہ تعالیٰ، قرآن کریم میں اپنے اور رسول کے احکامات کی بابت نصیحت کرتا ہوا فرماتا ہے کہ

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ (الانفال:25)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور رسول کی آواز پر لبیک کہا کرو جب وہ تمہیں بلائے تاکہ وہ تمہیں زندہ کرے۔

میں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر
میں وہ ہوں نور خدا جس سے ہوا دن آشکار

آج میری تقریر کا عنوان ہے: **خطبات امام، ہمارے لئے ایک چراغ ہیں**

سامعات ! اللہ تعالیٰ نے انسان کی زندگی کو بچانے اور اِس کے نشو و نما کے لئے دو قسم کے پانی آسمان سے اُتارے ہیں اُن میں سے ایک مادی پانی ہے جو بادلوں سے بارش کے طور پر نازل ہوتا اور زمینی پانی کے ساتھ مل کر نسلِ انسانی کی بقا کا کام دیتا ہے اور یوں آبِ حیات کہلاتا ہے۔ انسان کی دینی اور روحانی زندگیوں کی بقا کے لئے ایک آبِ حیات انبیاء اور رسل کے طور پر آسمانوں سے اترتا ہے اور اِسی احسانِ عظیم کا ذکر اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورت آلِ عمران کی اُس آیت کریمہ میں کیا ہے جس کی تلاوت ابھی مَیں نے اپنی تقریر کے آغاز پر کی ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ کے رسول ان مومنوں پر اللہ کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔

اِس زمانے کے روحانی مُخبر حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ جو روحانی پانی اللہ تعالیٰ نے اُتارا ہے اُس کے متعلق آپؑ فرماتے ہیں:

”میرے ہاتھ میں ایک چراغ ہے۔ جو شخص میرے پاس آتا ہے ضرور وہ اُس روشنی سے حصّہ لے گا۔ مگر جو شخص وہم اور بدگمانی سے دور بھاگتا ہے وہ ظلمت میں ڈال دیا جائے گا۔ اس زمانہ کا حِصنِ حصین مَیں ہوں جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں اور قزّاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا مگر جو شخص میری دیواروں سے دور رہنا چاہتا ہے ہر طرف سے اس کو موت درپیش ہے اور اُس کی لاش بھی سلامت نہیں رہے گی۔“

(فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 34)

سامعات! پھر ایک مقام پر آپؑ اس پانی کی روحانی تاثیر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”جو شخص میرے ہاتھ سے جام پیئے گا جو مجھے دیا گیا وہ ہرگز نہیں مرے گا۔“

(ازالہ اوہام حصہ اول، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 104)

اِن روحانی کلمات اور حکمت کی باتوں کے فیضان کو امت میں لمبے عرصہ تک ممتد کرنے کے لئے ان ایمان داروں اور عمل صالح کرنے والے لوگوں میں خلافت کا سلسلہ جاری فرماتا ہے۔ ہمارے اس زمانہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام کے احیاء اور شریعت اسلامیہ کے قیام کی غرض سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کی وفات کے بعد جماعت میں اپنی قدرت ثانیہ کا ظہور فرماتے ہوئے سلسلہ خلافت کو قائم فرمایا۔ جس کی حکمت بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”خلیفہ درحقیقت رسول کا ظلّ ہوتا ہے اور چونکہ کسی انسان کے لئے دائمی طور پر بقا نہیں لہٰذا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دنیا کے وجودوں سے اشرف و اولیٰ ہیں ظلّی طور پر ہمیشہ کے لئے تاقیامت قائم رکھے سو اسی غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا تا دنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکات رسالت سے محروم نہ رہے۔“

(شہادت القرآن، روحانی خزائن جلد6 صفحہ 353)

حضرت مصلح موعودؓ روحانی پانی سے فیض یاب ہو کر مومنوں کو جو ترقیات نصیب ہوتی ہیں اُن کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ملائکہ سے فیوض حاصل کرنے کا ایک یہ بھی طریق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ خلفاء سے مخلصانہ تعلق قائم رکھا جائے اور ان کی اطاعت کی جائے...... تمہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے نئے دل ملیں گے جن میں سکینت کا نزول ہوگا اور خدا تعالیٰ کے ملائکہ ان دلوں کو اٹھائے ہوئے ہوں گے...... تعلق پیدا کرنے کے نتیجہ میں تم میں ایک تغیر عظیم واقع ہو جائے گا، تمہاری ہمتیں بلند ہو جائیں گی، تمہارے ایمان اور یقین میں اضافہ ہو جائے گا ملائکہ تمہاری تائید کے لئے کھڑے ہو جائیں گے اور تمہارے دلوں میں استقامت اور قربانی کی روح پھونکتے رہیں گے۔ پس سچے خلفاء سے تعلق رکھنا ملائکہ سے تعلق پیدا کر دیتا ہے اور انسان کو انوارِ الٰہیہ کا مَہبط بنا دیتا ہے۔“

(خلافت علی منہاج النبوۃ جلد 3 صفحہ 392)

سامعات! یہ حکمت کے موتی ہمارے آباؤاجداد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبانِ مبارک سے درس و تدریس، خطبات و تقاریر اور محافلِ عرفان کے ذریعہ براہِ راست سنتے رہے۔ پھر جب طباعت کے ذریعہ یہ کلمات و ملفوظات کاغذوں کی زینت بننے لگے تو ہم اِنہیں پڑھ کر اپنی روحانی آسودگی کے سامان کرتے رہے۔ پیشگوئیوں کے مطابق جب زمانے نے اور ترقی کی اور نت نئی ایجادات نے زمانے کی سائنسی لگام سنبھالی تو پہلے یہ خلفاء کے خطبات اور ملفوظات فونوگرام پھر آڈیو کیسٹس پھر ویڈیو کیسٹس اور اب سیٹ

لائٹس کے ذریعہ یہ روحانی دودھ ڈِش نما برتن میں آسمان سے اُترتا اور ہم اپنی صحت کی بقا کے لئے اِسے استعمال کرتے ہیں اِسی پر بس نہیں بلکہ برق رفتار دنیا میں اب تو موبائل فونز اور دیگر Gadget's کے ذریعہ آناً فاناً دنیا کے کونے کونے تک پہنچ کر ہماری روحانی آسودگی کے سامان پیدا کرنے لگا ہے اور یوں پرانے وقتوں کی بیان شدہ اِس زمانے کے متعلق علامات نہ صرف پوری ہوئیں بلکہ مامورِ زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ مبارک خواہش اور آرزو دو اور دو چار کی طرح پوری ہوتے دیکھ کر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن بکثرت پڑھتے اور اللہ ربُّ العالمین کا شکر ادا کرتے ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں۔

"میری بڑی آرزو ہے کہ ایسا مکان ہو کہ چاروں طرف ہمارے احباب کے گھر ہوں اور درمیان میں میرا گھر ہو اور ہر ایک گھر میں میری ایک کھڑکی ہو کہ ہر ایک سے ہر ایک وقت واسطہ ورابطہ رہے"

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت مولوی عبدالکریم سیالکوٹیؓ صفحہ 24)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے جب صدر خدام الاحمدیہ تھے، خلیفۂ وقت کے خطبات کے بارے میں فرمایا:

"تاریکی کی گھڑیوں میں ان خطبات نے میری ڈھارس باندھی تھی۔ اگر آپ کے دل میں کبھی مایوسی کے خیالات پیدا ہوں۔ تاریک بادل آپ کو آگھیریں یا کبھی آپ کے دل میں اگر یہ خیال پیدا ہو کہ اتنا عظیم الشان کام ہم کیسے سرانجام دے سکتے ہیں۔ اتنا بڑا بوجھ ہمارے کمزور کندھے کس طرح سہاریں گے تو آپ ان خطبات کی طرف رجوع کریں... آپ نئی ہمت اور پختہ عزم لے کر اپنے کام کے لیے کھڑے ہوں گے اور یہ یقین ہر وقت آپ کے ساتھ رہے گا کہ دور کا راستہ پُر خار ضرور ہے مگر راہبر اپنے فن کا ماہر ہے اور بے شک چاروں طرف سے شیطان تیروں کی بوچھاڑ کر رہا ہے مگر اَلْاِمَامُ جُنَّۃٌ یُقَاتَلُ مِنْ وَّرَاءِہٖ"

(مشعل راہ جلد اول صفحہ ب۔ج)

سامعات! ڈِش کے ذریعہ دودھ پینے کی تشبیہ کا ذکر تو مَیں اوپر کر آیا/ آئی ہوں۔ اب ٹی وی کی شکل وصورت کو دیکھ کر ذرا حضورؑ کی اِس آرزو کو ذہنوں میں لائیں تو کیا حضورؑ کے گھر کی کھڑکی بصورت ٹی وی (جو بظاہر ٹی وی شکل کی ہوتی ہے) ہر احمدی کے گھر میں نہیں کھلتی جس میں خلیفۃ المسیح ہر جمعہ کو نمودار ہو کر آسمانی کلمات ہمیں سُناتے ہیں جو ہمارے لئے روح افزا ہوتے ہیں۔

لہٰذا اپنی اور اپنی اولاد کی روحانی ترقی کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کی خواہش کے مطابق جب تک خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ مبارک وجود سے ایک ذاتی واسطہ اور رابطہ پیدا کرنا اور اِس چراغ سے ہر جمعہ روشنی لینا ضروری ہے اور اِس زندگی بخش جام کو پینا اور سلامتی کے پیغام کو سننا لازم ہے۔ کیا ہی خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو آغازِ خطبہ پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے منبر پر نمودار ہو کر السلام علیکم ورحمۃ اللہ کے الفاظ میں سلامتی کی دعا لیتے اور خلیفۃ المسیح کو سلامتی کی دعا دیتے ہیں۔ خلفائے احمدیت نے اس بات پر بار بار زور دیا کہ خلیفۂ وقت کی آواز کو براہ راست سنیں۔ روحانی ترقی کے لئے خلافت کی آواز کو ہر ایک کا براہ راست سننا ضروری ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

”میرا تجربہ ہے کہ خلیفۂ وقت کی طرف سے جو بات کوئی دوسرا پہنچاتا ہے اس کا اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا براہ راست خلیفۂ وقت سے کوئی بات سنی جائے۔ میرا اپنا زندگی کا لمبا عرصہ دوسرے خلفاء کے تابع ان کی ہدایت کے مطابق چلنے کی کوشش میں صرف ہوا ہے اور میں جانتا ہوں کہ کوئی پیغام پہنچائے فلاں خطبہ میں خلیفہ نے یہ بات کی تھی اور خطبہ میں خود حاضر ہو کر وہ بات سننا ان دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔“

(خطبہ جمعہ 8 جنوری 1993ء خطبات طاہر جلد 12 صفحہ 20)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

”اس طرف بہت توجہ کریں، اپنے گھروں کو اس انعام سے فائدہ اٹھانے والا بنائیں جو اللہ تعالیٰ نے ہماری تربیت کے لئے ہمارے علمی اور روحانی اضافے کے لئے ہمیں دیا ہے تاکہ ہماری نسلیں احمدیت پر قائم رہنے والی ہوں۔ پس ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ اپنے آپ کو ایم ٹی اے سے جوڑیں۔ اب خطبات کے علاوہ اور بھی بہت سے لائیو پروگرام آرہے ہیں جو جہاں دینی اور روحانی ترقی کا باعث ہیں وہاں علمی ترقی کا بھی باعث ہیں۔ جماعت اس پر لاکھوں ڈالر ہر سال خرچ کرتی ہے اس لئے کہ جماعت کے افراد کی تربیت ہو۔ اگر افراد جماعت اس سے بھرپور فائدہ نہیں اٹھائیں گے تو اپنے آپ کو محروم کریں

گے.....ایم ٹی اے کی ایک اور برکت بھی ہے کہ یہ جماعت کو خلافت کی برکات سے جوڑنے کا بھی بہت بڑا ذریعہ ہے۔ پس اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔"

(خطبہ جمعہ 18 اکتوبر 2013ء)

سامعات! ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اِس مضمون کو کیا ہی دلکش انداز میں ایک واقعہ سناتے ہوئے فرمایا ہے

"ایک دفعہ ایک بادشاہ محمود غزنوی کا ایک خاص جرنیل ایاز جو انتہائی وفادار تھا۔ ایک دفعہ ایک معرکے سے واپسی پر جب بادشاہ اپنے لشکر کے ساتھ جارہا تھا تو اس نے ایک جگہ پڑاؤ کے بعد دیکھا کہ ایاز اپنے دستے کے ساتھ غائب ہے۔ تو اس نے باقی جرنیلوں سے پوچھا کہ وہ کہاں گیا ہے تو اردگرد کے جو دوسرے لوگ خوشامد پسند تھے اور ہر وقت اس کوشش میں رہتے تھے کہ کسی طرح اس کو بادشاہ کی نظروں سے گرایا جائے اور ایاز کے عیب تلاش کرتے رہتے تھے تو انہوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا کہ بادشاہ کو اس سے بدظن کریں۔ کچھ دیر بعد وہ کمانڈر اپنے دستے کے ساتھ واپس آرہا ہے اور اس کے ساتھ ایک قیدی بھی ہے۔ تو بادشاہ نے پوچھا کہ تم کہاں گئے تھے۔ اس نے بتایا کہ بادشاہ سلامت! مَیں نے دیکھا کہ آپ کی نظر بار بار سامنے والے پہاڑ کی طرف اُٹھ رہی تھی تو مجھے خیال آیا ضرور کوئی بات ہوگی مجھے چیک کر لینا چاہئے، جائزہ لینا چاہئے، تو جب مَیں گیا تو مَیں نے دیکھا کہ یہ شخص جس کو مَیں قیدی بنا کر لایا ہوں ایک پتھر کی اوٹ میں چھپا بیٹھا تھا اور اس کے ہاتھ میں تیر کمان تھی تا کہ جب بادشاہ کا وہاں سے گزر ہو تو وہ تیر کا وار آپ پر چلائے۔

تو اس واقعہ سے ایک سبق بدظنی کے علاوہ بھی ملتا ہے کہ **ایاز ہر وقت بادشاہ پر نظر رکھتا تھا۔ ہر اشارے کو سمجھ کر اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ پس یہ بھی ضروری ہے کہ جس سے بیعت اور محبت کا دعویٰ ہے اس کے ہر حکم کی تعمیل کی جائے اور اس کے ہر اشارے اور حکم پر عمل کرنے کے لئے ہر احمدی کو ہر وقت تیار رہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہر حکم کو ماننے کے لئے بلکہ ہر اشارے کو سمجھنے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے۔**"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 26 مئی 2006ء)

پھر ہمارے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اِس مضمون کو جماعت کے سامنے یوں بیان فرمایا:

”ہر خطبہ کا مخاطب ہر احمدی ہوتا ہے چاہے وہ دنیا کے کسی بھی حصہ میں رہتا ہو... مختلف ممالک سے احمدیوں کے، جو وہاں کے مقامی احمدی ہیں، خطوط بڑی کثرت سے آنے لگ گئے ہیں کہ خطبات نے ہم پر مثبت اثر کرنا شروع کر دیا ہے اور بعض اوقات تربیتی خطبات پر یوں لگتا ہے کہ جیسے خاص طور پر ہمارے حالات دیکھ کر ہمارے لئے دیئے جا رہے ہیں۔ بلکہ شادی بیاہ کی رسوم پر جب میں نے خطبہ دیا تھا تو اس وقت بھی خط آئے کہ ان رسوم نے ہمیں بھی جکڑا ہوا ہے اور خطبہ نے ہمارے لئے بہت سا تربیتی سامان مہیا فرمایا ہے۔ تو جو احمدی اس جستجو میں ہوتے ہیں کہ ہم نے خلیفہ وقت کی آواز کو سننا ہے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنی ہے، اپنی اصلاح کی طرف توجہ دینی ہے وہ نہ صرف شوق سے خطبات سنتے ہیں بلکہ اپنے آپ کو ہی ان کا مخاطب سمجھتے ہیں۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23 اپریل 2010ء)

سامعات! خلیفہ وقت کا خطبہ جمعہ دنیا بھر میں بسنے والے احمدیوں کو امت واحدہ بنانے کا سامان کرتا اور احباب کو روحانی وجود بننے میں مدد کرتا ہے۔ اس حقیقت کو منکشف کرتے ہوئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”آپ اپنی نسلوں کو خطبات باقاعدہ سنوایا کریں یا پڑھایا کریں یا سمجھایا کریں کیونکہ خلیفہ وقت کے یہ خطبات جو اس دور میں دیئے جا رہے ہیں یہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہونے والی نئی ایجادات کے سہارے بیک وقت ساری دنیا میں پھیل رہے ہیں اور ساری دنیا کی جماعتیں ان کو براہ راست سنتی اور فائدہ اٹھاتی اور ایک قوم بن رہی ہیں.... اگر خلیفہ وقت کی نصیحتوں کو براہ راست سنیں گے تو سب کی تربیت ایک رنگ میں ہو گی.... وہ ایسے روحانی وجود بنیں گے جو خدا کی نگاہ میں مقبول ٹھہریں گے کیونکہ وہ قرآن کریم کی روشنی میں تربیت پا رہے ہوں گے اور قرآن کے نور سے حصہ لے رہے ہونگے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 31 مئی 1991ء)

خلفاء کو اللہ تعالیٰ خود علوم اور ان کی تفسیر سمجھاتا ہے اور خلفاء کی نظر اپنے وقت کی تمام عالمی ضروریات پر ہوتی ہے۔ وہ خدائی نور کی فراست سے دنیا کی رہ نمائی اپنے خطبات کے ذریعہ فرماتے ہیں۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے فرمایا:

”خدا تعالیٰ کا خلافت سے ایک تعلق ہے اور علوم کی روح سے اللہ تعالیٰ خلفاء کو آگاہ کرتا ہے اور جماعت کی زمانے کے لحاظ سے ضروریات سے خلفاء کو متنبہ کرتا ہے۔ خلفاء کی نظر ساری عالمی ضروریات پر ہوتی ہے اور جن علوم کی تفسیر کی ضرورت پڑے جیسی روشنی خدا تعالیٰ خود اپنے خلفاء کو عطا فرماتا ہے ویسی ایک علم میں خواہ کسی مقام کا رکھنے والا عالم ہو اس کو اپنے کسبی طور پہ نصیب نہیں ہو سکتی۔ یہ وھبت ہے، اللہ تعالیٰ کی عطا ہے ... اللہ کو اپنے دین کی ضرورتوں کا بہترین علم ہے اور جن کے سپرد وہ کام کرتا ہے ان پر وہ ضرورتیں روشن فرماتا ہے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 26ء فروری 1988ء مطبوعہ خطبات طاہر جلد 7 صفحہ 109 تا 110)

معزز بہنو! اللہ تعالیٰ اپنے خلفاء کو خود سمجھاتا ہے کہ کس خوبی کو کس طرح پھر سے زندہ کرنا ہے۔ خلفاء اپنے خطبات میں وہی انداز اختیار فرماتے ہیں جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے فرمایا:

”وقت کے لحاظ سے سچائی ہر قسم کے نئے ابتلاؤں میں سے گزرتی ہے۔ زمانے کے اثرات ہوتے ہیں اُسی خوبی پر جو پہلے کئی ابتلاؤں سے گزر کے، بچ کے یہاں تک پہنچی ہوتی ہے یا قریب المرگ ہو جاتی ہے اُس وقت۔ اُس وقت خدا جن لوگوں کے سپرد کام کرتا ہے پھر اُن کو سمجھاتا ہے کہ اس خوبی کو زندہ کرنے کے لیے زیادہ ذہن نشین کرنے کے لیے نئے زمانے کی ضرورتوں کے پیش نظر، یہ یہ رنگ اختیار کیے جائیں، اس طرح یہ بات پیش کی جائے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 26ء فروری 1988ء مطبوعہ خطبات طاہر جلد 7 صفحہ 114)

خلیفہ وقت اپنے خطبات جمعہ میں اللہ تعالیٰ کے احکامات پہنچاتا ہے۔ ان کی نصیحت کسی بھی دوسرے واعظ سے ہزار ہا گنا زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔ اس حقیقت کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح واضح فرمایا ہے:

”خلیفہ وقت کو جو باتیں خدا تعالیٰ دینی کاموں سے متعلق سمجھاتا ہے ان کو کہنے کے انداز بھی عطا کرتا ہے اوران باتوں میں جیسی گہری سچائی ہوتی ہے ویسی دوسرے کی باتوں میں جگہ جگہ کہیں کہیں تو ہو سکتی ہے مگر بالعموم ساری باتوں میں ویسی سچائی نہیں آسکتی اور ویسا اثر نہیں پیدا ہو سکتا.....

پس ہر خلیفہ کے وقت میں جو اس زمانے کے حالات ہیں ان کے متعلق جو خلیفہ ٔوقت کی نصیحت ہے، وہ لازماً دوسری نصیحتوں سے زیادہ مؤثر ہوگی۔ اس تعلق کی بناء پر بھی اور اس وجہ سے بھی کہ خدا تعالیٰ نے جو ذمہ داری اس کے سپرد کی ہوتی ہے خود اس کے نتیجہ میں اس کو روشنی عطا کرتا ہے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 5، نومبر 1991ء مطبوعہ خطبات طاہر جلد 10 صفحہ 893 تا 894)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے معرفت سے پُر الفاظ دلوں پر براہِ راست اثر کرتے ہیں حضور ایک موقع یوں بتاتے ہیں:

”ایم ٹی اے پر سننے والوں کی میں نے بات کی ہے تو اُن کی طرف سے بھی مجھے اظہار جذبات کے خطوط مل رہے ہیں بلکہ بعض بچوں کے والدین کے تاثرات بھی مل رہے ہیں کہ ہمارے بچوں نے، اطفال نے آپ کا خطاب سنا تو ان دس گیارہ سال کے بچوں کے چہروں پر شرمندگی کے آثار تھے۔ بلکہ ایک بچے کی ماں نے مجھے بتایا کہ میرا بچہ جب خطاب سن رہا تھا تو اس نے منہ کے آگے (کُشن) Cushion رکھ لیا کہ میں بعض وہ باتیں کرتا ہوں جن کے بارے میں کہا جا رہا ہے۔ میرے متعلق کہا کہ مجھے لگتا ہے کہ ٹی وی پر مجھے دیکھ دیکھ کر یہ باتیں کر رہے ہیں، خطاب کر رہے ہیں تو میں نے منہ چھپا لیا کہ نظر نہ آؤں۔

پس یہ سعید فطرت ہے، یہ وہ روح ہے جو اللہ تعالیٰ نے آج حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کے بچوں میں بھی پیدا کی ہوئی ہے کہ نصیحتوں پر اندھے اور بہرے ہو کر نہیں گرتے بلکہ شرمندہ ہو کر اپنی اصلاح کی کوشش کرتے ہیں۔ بعضوں نے اپنے موبائل فون بند کر دیئے ہیں۔ سکول میں بیٹھ کر بجائے پڑھائی پر توجہ دینے کے بعض بچے اس سوچ میں رہتے تھے کہ ابھی بریک ہوئی یا ابھی چھٹی ہو گی تو

پھر اپنے موبائل پر کوئی گیم کھیلیں گے یا اور اس قسم کی فضولیات میں پڑ جائیں گے جو فونوں پر آجکل مہیا ہوتی ہیں۔ اب میری باتیں سنی ہیں تو انہوں نے کہا یہ سب فضولیات ہیں، ہم اب اس کو استعمال نہیں کریں گے، ان کھیلوں کو نہیں کھیلیں گے۔ یہ کھیلیں ایسی ہیں جو صحت نہیں بناتیں، جو دماغی ورزش بھی نہیں ہے بلکہ ایک نشہ چڑھا کر مستقل انہی چیزوں میں مصروف رکھتی ہیں، ایک پاگل پن) یا انگلش میں جسے craze کہتے ہیں (وہ ہو جاتا ہے۔ لیکن ہم صرف اس بات پر خوش نہیں ہو سکتے۔ جو ہوشمند اور بڑے ہیں ان کو تو خود اپنی حالتوں کے جائزے لینے کی ضرورت ہے اور مستقل مزاجی سے ان جائزوں کی ضرورت ہے۔ ان جائزوں کو لیتے چلے جانا ہے اور اسی طرح والدین کو مستقل اپنے بچوں کو یاددہانی کروانے کی ضرورت ہے کہ جب ایک اچھی بات عادت تم نے اپنے اندر پیدا کر لی ہے تو پھر اسے مستقل اپنی زندگی کا حصہ بناؤ۔ ماحول سے متاثر نہ ہو جاؤ۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23 ستمبر 2011ء)

خلیفہ وقت کے زندگی بخش کلمات اپنے تو اپنے غیروں پر کس طرح اثر انداز ہوتے ہیں اس کا ذکر کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں:

"پھر اب اسی دورے میں آخن (Aachen) کی اس مسجد کے افتتاح کے موقع پر اور ہناؤ (Hanau) کی مسجد کے افتتاح کے موقع پر مقامی لوگوں نے جو مختلف طبقات کے تھے، سیاستدان بھی تھے، کاروباری بھی تھے، ٹیچر بھی تھے اور دوسرے پڑھے ہوئے لوگ بھی تھے۔ مرد بھی تھے اور عورتیں بھی تھیں۔ ان میں سے بہت سوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور ایک نے کہا کہ میری بہت سے احمدیوں سے واقفیت ہے اور احمدیت کے بارے میں مَیں سمجھتی تھی کہ بہت سمجھتی ہوں اور مجھے اس واقفیت کی وجہ سے بہت کچھ پتا ہے لیکن کہنے والے کو انہوں نے کہا کہ جو تمہارے خلیفہ کی باتیں سن کر مجھ پر اثر ہوا ہے وہ پہلے نہیں ہوا۔ مجھے اسلام کے متعلق حقیقت اب صحیح طور پر پتا چلی ہے جو دل میں اتری ہے۔ تو یہ فضل ہیں اللہ تعالیٰ کے جو خلافت کے ساتھ وابستہ ہیں۔ مَیں تو ایک عاجز انسان ہوں۔ اپنی حالت کا مجھے علم ہے میری کوئی خوبی نہیں ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے خلافت سے تائید کا وعدہ فرمایا ہے، نصرت کا وعدہ فرمایا ہے اور خدا تعالیٰ یقیناً سچّے

وعدوں والا ہے وہ ہمیشہ خلافت کی تائید و نصرت فرماتا رہا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی فرماتا رہے گا۔"

(خطبہ جمعہ 29 مئی 2015)

سامعات! ایک اور جگہ پر اس طرح نصیحت فرمائی ہے فرمایا:

"سب سے زیادہ ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ لوگ ہر جمعہ کو نشر ہونے والا خطبہ جمعہ باقاعدگی سے سنیں اور دیگر ایسے پروگرامز بھی دیکھیں جن میں میری شمولیت ہوتی ہے۔ ان پروگراموں کو دیکھنا ان شاء اللہ آپ لوگوں کے لئے فائدہ مند ثابت ہوگا"

(خطاب حضور انور مجلس شوریٰ یوکے 2013ء)

پھر ایک موقع پر فرمایا:

"خلافت سے تعلق پیدا کرنے اور روحانی ترقیات کے لئے سب سے پہلا زینہ ہر احمدی کے لئے خلیفہ وقت کی آواز کو براہِ راست سننا ہے۔ اس کے لبوں اور زبان سے کب کیا نکلتا ہے۔ اس کی جستجو میں ہمیشہ رہے۔ قرآن کریم میں مومنین کی جماعت کا شعار سمعنا و اطعنا کے الفاظ میں بیان ہوا ہے۔ وہ ہمیشہ نیکی کی باتوں کو توجہ سے سنتے، سمجھتے اور یاد رکھتے ہیں اور پھر ان باتوں پر دل و جان سے عمل بھی کرتے ہیں۔ جو شخص سنے گا نہیں وہ عمل کیا کرے گا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: أُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَ السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ۔ (ترمذی، کتاب الایمان، کتاب الاخذ بالسنة)

یعنی مَیں تمہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے نیز سننے اور اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے بھی پتہ چلتا ہے کہ حصول تقویٰ کے دو ہی بڑے زینے ہیں کان کھول کر ہدایات کو سننا اور ان پر عمل کرنا۔"

اس کے بر خلاف خلیفہ وقت کے ارشادات کو نہ سننا اور توجہ نہ دینا اپنے آپ کو اور اپنی نسلوں کو خدا کے فضلوں اور روحانی ترقی سے محروم کرنے کا سبب بنتا ہے۔ اس کے بارے میں ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”اگر خلیفہ وقت کی باتوں پر کان نہیں دھریں گے تو آہستہ آہستہ نہ صرف اپنے آپکو خدا تعالیٰ کے فضلوں سے دور کر رہے ہوں گے بلکہ اپنی نسلوں کو بھی دین سے دور کرتے چلے جائیں گے۔“

(خطبات مسرور جلد ہشتم صفحہ 191-192)

5 ستمبر 2023ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے جرمنی میں مسجد ناصر کی افتتاحی تقریب سے خطاب فرمایا۔ اس سے متاثر ہو کر ایک مہمان اُووے (Uwe) نے کہا کہ خلیفہ ہر ہفتے خطبات کے ذریعہ سے نصائح فرماتے ہیں۔ آپ لوگوں کی خوش قسمتی ہے کہ آپ کا ایک امام ہے جو آپ کو بھٹکنے سے محفوظ رکھتا ہے اور آپ کی ہر ہفتے رہنمائی فرماتا ہے۔ ہم امام نہ ہونے کی وجہ سے منتشر ہیں۔

(روزنامہ الفضل انٹرنیشنل 4 اکتوبر 2023ء صفحہ 8)

سامعات! در حقیقت ایک حقیقی احمدی کی بنیادی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ خلیفہ وقت کے ہر فرمودہ کو توجہ سے سنے کیونکہ یہ مقدس آواز ایک سچے مومن کی کایا پلٹ دیتی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی تائیدات اور اس کی برکات مضمر ہوتی ہیں۔ چنانچہ خلیفہ وقت اللہ تعالیٰ کے خاص اذن سے بولتا ہے۔ معارف اس کی مقدس زبان پر جاری کئے جاتے ہیں جن سے کہ یہ دنیا محروم ہوتی ہے اور ڈھونڈنے سے نہیں مل سکتے۔ وہ عین ضرورت اور منشاء الٰہی کے مطابق مومنوں کو دعوت عمل دیتا ہے اور اس طرح وہ سانچہ ایک خلیفہ ہی بنا سکتا ہے جس میں پھر صلاحیت کے عمل ڈھل سکتے ہیں۔ ہمہ وجوہ روحانی ترقیات کی راہیں خلیفہ وقت کی ہدایات کی بدولت ہی صحیح طور پر طے کی جا سکتی ہیں۔ لہٰذا خلیفہ وقت کے پُر معارف خطبات، خطابات، کلاسز اور پیغامات کو باقاعدگی اور توجہ سے خود سننا، بچوں کو سنانا، اہل و عیال کو سنانا اور دیگر دوستوں، رشتہ داروں اور حلقہ احباب کو تحریک کرنا ہر ایک احمدی مرد و عورت کا فرض ہے۔ اس طرح کرنے سے ہی معلوم ہو سکتا ہے کہ خلیفہ وقت کیا فرما رہے ہیں، وہ ہم سے کیا چاہتے ہیں، ہم سے کیا توقعات رکھتے ہیں

وغیرہ؟ جو احمدی بھی ان ارشادات اور ہدایات کو اہتمام کے ساتھ نہیں سنتا وہ کامل طور پر اطاعت کی سعادت سے محروم ہے جو دونوں جہان میں ناقابل تلافی خُسران مبین پر منتج ہوتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے اِس مضمون کو ایک پیغام میں یوں بیان فرمایا:

"یاد رکھیں اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور حضرت مسیح موعودؑ کے واضح ارشادات کی روشنی میں خلافت سے تعلق کے نتیجہ میں ہی ایمانی اور عملی ترقی ہوگی۔ چاہے کوئی کتنا ہی بڑا عالم یا مدبر یا بظاہر کسی روحانی مقام پر پہنچا ہوا ہو، اگر خلیفہ وقت سے تعلق کا وہ معیار نہیں جو ہونا چاہیے تو جماعتی ترقی یا کسی کی روحانی ترقی میں اس کے اس مقام کا رتّی برابر اثر نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس بات کو اس کی گہرائی میں جا کر سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔"

(حضرت خلیفہ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا ممبران شوریٰ (پاکستان) 2014ء کے نام پیغام)

اس چشمہ کی طرف دوڑو

پس اے خلیفہ وقت سے محبت کرنے والو! تمہیں دنیاوی و جسمانی، زمینی و سماوی برکتوں اور فضلوں سے بہرہ مند کرنے کے لیے ہر جمعہ کو اقلیم خلافت کے تاجدار بنفسِ نفیس جلوہ گر ہو کر تمہاری سیرابی کے سامان مہیا فرماتے ہیں۔ اس چشمہ کی طرف دوڑو، اپنی تشنگی بھی بجھاؤ اور دوسروں کو بھی سرسبز ہونے کے گر سکھاؤ۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو خلیفہ وقت کے ارشادات پر عمل کرتے ہوئے روحانی ترقیات کے یہ زینے طے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اگر خطبے نہ آتے تو یہ دن ہم کاٹتے کیسے
جو کیفیت ہے آقا کی اُسے ہم جانتے کیسے
جماعت اور آقا جیسے ہیں یک جان و دو قالب
خدا کا خاص ہے یہ فضل و احساں مانتے کیسے



﴾96﴿ ﴾مشاہدات:182﴿

مناقب وفضائل حضرت عائشہ صدیقہؓ

اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِیٴٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِیْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (النور:12)

ترجمہ: یقیناً وہ لوگ جو جھوٹ گھڑ لائے تم ہی میں سے ایک گروہ ہے۔ اس (معاملہ) کو اپنے حق میں بُرا نہ سمجھو بلکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ ان میں سے ہر شخص کے لئے ہے جو اُس نے گناہ کمایا جبکہ ان میں سے وہ جو اس کے بیشتر کا ذمہ دار ہے اس کے لئے بہت بڑا عذاب (مقدر) ہے۔

معزز بہنو! آج مجھے اپنی تقریر میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمِ محترم حضرت عائشہؓ کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہیں۔

آپؓ، حضرت ابو بکر صدیقؓ کی صاحبزادی تھیں۔ آپؓ کی پیدائش بعثتِ رسولؐ کے چوتھے سال بیان کی جاتی ہے۔ آپؓ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی الٰہی منشاء کے مطابق خوابوں کی بناء پر ہوئی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دفعہ رؤیا میں دیکھا۔ آپؐ نے شادی کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے عائشہ! فرشتہ تمہیں میرے پاس تین راتیں ریشم کے کپڑے میں لپیٹ کر لاتا رہا اور کہا کہ یہ دنیا و آخرت میں تمہاری بیوی ہے۔ مَیں نے جب کپڑے کی نقاب کشائی کی تو وہ آپ تھیں۔
(ازواج النبیؐ از حافظ مظفر احمد صفحہ:62)

تمہاری صبح حسین ہو رُخ سحر کی طرح
تمہاری رات منور ہو شب قمر کی طرح
کوئی بہشت کا پوچھے تو کہہ سکو ہنس کر
کہ وہ خوب جگہ ہے ہمارے گھر کی طرح

حضرت عائشہؓ، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی کنواری بیوی تھیں۔ جس پر حضرت عائشہؓ اس اعزاز پر بجا طور پر ناز بھی کیا کرتی تھیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم آپؓ کی چھوٹی عمر ہونے کی وجہ سے آپؓ کا بہت خیال رکھتے اور آپؓ کی دلداری بھی فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ خود بیان کرتی ہیں کہ مَیں، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ گُڑیاں کھیلا کرتی تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلداری کا ایک واقعہ حضرت عائشہؓ یوں بیان فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف فرما تھے کہ اچانک ہم نے باہر کچھ شور اور بچوں کی آوازیں سنیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باہر جا کر دیکھا تو ایک حبشی عورت تماشا کر رہی تھی اور بچے اس کے گرد جمع تھے۔ آپؐ نے مجھے فرمایا ”عائشہ! تم بھی آکر دیکھ لو“ میں نے آکر اپنی ٹھوڑی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر رکھی اور دیکھنے لگی۔ کچھ دیر بعد حضورؐ پوچھتے ہیں ”دیکھ چکی ہو؟ بس کافی ہے؟“ مَیں کہہ دیتی ”نہیں ابھی تو اور دیکھوں گی“ اور میرے دل میں تھا کہ ذرا دیکھوں تو سہی یہ میرے کتنے ناز اُٹھاتے ہیں۔ اتنے میں حضرت عمرؓ آگئے تو بچے ان کو دیکھ کر بھاگ گئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”معلوم ہوتا ہے انسانوں اور جنوں میں سے تمام شیطان عمرؓ کے خوف سے بھاگتے ہیں۔“

(ازواج النبیؐ از حافظ مظفر احمد۔ صفحہ:67)

سامعات! حضرت عائشہؓ کی دلداری کا ایک اور واقعہ ملاحظہ کریں۔ جب صحرائی ہواؤں کی وجہ سے کمرے کی کھڑکی کا ذرا پردہ سِرکا تو حضورؐ نے پردے کے پیچھے حضرت عائشہؓ کی گڑیاں پڑی دیکھیں تو حضورؐ بہت محظوظ ہوئے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ عید کے روز کچھ نغمے گا رہی تھیں اور آنحضورؐ گھر میں موجود تھے۔ چونکہ عید کا دن تھا حضرت ابوبکرؓ بھی اپنے آقا حضرت محمدؐ اور اپنی پیاری بیٹی حضرت عائشہؓ سے عید ملنے آنحضورؐ کے گھر آگئے۔ جہاں حضرت عائشہؓ کو کچھ بچیوں کے ساتھ حضورؐ کی موجودگی میں نغمے گاتے دیکھا تو ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ ابوبکر! کھیلنے دو۔ آج عید اور خوشی کا دن ہے۔

عید ہی کے روز کا ایک اور واقعہ دلداری اور خاطر داری کا تاریخ نے اپنے سینے میں محفوظ کیا ہے۔ لکھا ہے کہ حبشہ کے لوگوں نے تیر اندازی اور نیزہ بازی کے کچھ کرتب دکھانے شروع کئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ

وسلم، حضرت عائشہؓ کی دلجوئی اور خاطر داری کی خاطر اپنے ساتھ باہر لے گئے اور یہ سب کرتب حضرت عائشہؓ کو دکھلائے۔ حضرت عائشہؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پُشت پر آنحضورؐ کے کندھے کے اوپر سے یہ کرتب دیکھے۔

پیاری بہنو! حضرت عائشہؓ کے ساتھ بے تکلفی اور محبت و شفقت کا ایک عجیب سفر تھا کہ ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت عائشہؓ کو دوڑ کے مقابلے کی دعوت دی۔ حضرت عائشہؓ سبقت لے گئیں۔ آپؐ نے حضرت عائشہؓ کی خوب حوصلہ افزائی فرمائی۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد دوڑ کا دوبارہ مقابلہ ہوا۔ جس میں حضورؐ سبقت لے گئے اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حضرت عائشہؓ کے وزن میں اضافہ ہو چکا تھا۔ حضورؐ نے نہایت پیار بھرے الفاظ میں مزاح کے ساتھ فرمایا کہ اے عائشہ! یہ اُس دوڑ کے مقابلہ کا بدلہ تھا جو آپ نے جیتا تھا۔ حضرت عائشہؓ کو جنگ بدر، جنگ اُحد اور غزوہ بنو مصطلق میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر خدمات کی توفیق ملی۔

معزز بہنو! آئیں! اب کچھ اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ کے فضائل اور مناقب کی بات کر لیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کی دیگر بیویوں سے امتیازی تعلق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ "**عائشہ کی فضیلت باقی بیویوں پر ایسے ہے جیسے ثرید یعنی گوشت والے کھانے کی عام کھانے پر**" اور فرمایا "**بیویوں میں سے صرف عائشہ ہی ہیں جن کے بستر پر مجھے وحی ہوتی ہے۔**" (ازواج النبیؐ صفحہ: 70-71) اس سے آپؓ کے زہد، تقویٰ اور نیکی کا اندازہ ہوتا ہے۔

پیاری بہنو! ایک سفر کے دوران جب حضرت عائشہؓ، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھیں آنحضورؐ پر تیمم کی آیات نازل ہوئیں۔ یہ حکم امت کے لئے سہولت اور آسانی کی وجہ سے ایک احسان اور تحفہ سے کم نہ تھا۔ جس کو بعض صحابہ کرامؓ حضرت عائشہؓ کی برکت ہی خیال کرتے تھے چنانچہ حضرت اسید بن حضیرؓ نے ایک دفعہ حضرت عائشہؓ کو مخاطب ہو کر کہہ ہی دیا کہ اے ابو بکر کی اولاد! یہ آپ کی پہلی برکت نہیں ہے جو مسلمانوں کو (آپ کی موجودگی میں) عطا ہوئی ہے۔

(ازواج النبیؐ۔ صفحہ: 72)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گھریلو ماحول بھی بڑا بے تکلّفانہ تھا۔ ایک دفعہ آنحضورؐ نے حضرت عائشہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے عائشہ! جب تم مجھ سے راضی خوشی ہوتی ہو تو رَبِّ مُحمّد کہہ کر قسم کھاتی ہو اور ناراضگی میں رَبِّ ابراھیم کہہ کر قسم کھاتی ہو۔ جب آنحضورؐ یہ فرما رہے کہ اے عائشہ! مجھے تمہاری ناراضگی کا علم ہو جاتا ہے تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ اِس حالت میں تو مَیں صرف آپؐ کا نام منہ پر لانے کو چھوڑتی ہوں لیکن دل سے آپؐ کی محبت نہیں جاتی۔

ایک روز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیگمات کو ابوزرعہ اور اُم زرعہ کی کہانی سنانے لگے کہ ان دونوں میاں بیوی میں پیار مثالی تھا اور فرمایا۔ میری اور عائشہ کی مثال ابوزرعہ اور ام زرعہ کی سی ہے۔ اے عائشہ! تم میری ام زرعہ ہو اور میں تمہارا ابوزرعہ۔ یہ سن کر حضرت عائشہؓ نے فرمایا یارسول اللہؐ! آپ میرے لئے ابوزرعہ سے کہیں بہتر ہیں۔

(بخاری کتاب النکاح۔ مجمع الزوائد جلد 4 صفحہ 317)

معزز شادی شدہ بہنو! ہمیں اپنے گھروں میں بسا اوقات خاوندوں سے ناراضگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ہمیں غصہ بھی آجاتا ہے۔ یہی کیفیت حضرت عائشہؓ پر بھی بعض اوقات آتی تھی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے کبھی کبھار غصہ آجاتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ہاتھ میرے کندھے پر رکھ کر دعا کرتے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھَا ذَنْبَھَا وَاَذْھِبْ غَیْظَ قَلْبِھَا وَاَعِذْھَا مِنَ الْفِتَنِ۔ اے اللہ! عائشہؓ کے گناہ بخش دے اور اس کے دل کا غصہ دور کر دے اور اسے فتنوں سے بچالے۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ کے غصہ ہونے پر حضورؐ پیار سے ان کی ناک پکڑ کر فرماتے۔ اے عُویش (یعنی پیاری عائشہؓ) یہ دعا کرو۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ اِغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَاَذْھِبْ غَیْظَ قَلْبِیْ وَاَجِرْنِیْ مِنْ مُضِلَّاتِ الْفِتَنِ کہ اے اللہ! نبی محمدؐ کے رب! میرے گناہ مجھے بخش دے اور میرے دل کا غصہ دور کر دے اور مجھے گمراہ کن فتنوں سے بچالے۔

ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے عائشہؓ! میں نے تمہیں جنت میں دیکھا ہے اور وہ نظارہ اور تمہاری سفید چمکتی ہوئی ہتھیلیاں مجھے ابھی بھی یاد ہیں۔ ایک دفعہ کسی کے پوچھنے پر فرمایا کہ مجھے سب سے زیادہ عزیز ابوبکر ہے اور پھر اُس کی بیٹی عائشہؓ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آخری بیماری میں بھی آپؓ کے گھر آگئے تھے جہاں آپؐ کو سکون اور آرام میسر آیا۔

معزز بہنو! جہاں تک آپؓ کے علمی معیار اور مزاج کا تعلق تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی تعلیم وتربیت ہی ایسے رنگ میں فرمائی کہ آپؓ امت کی معلمہ بن گئیں اور آنحضورؐ نے فرمایا کہ نصف علم حضرت عائشہ سے سیکھو۔ نیز فرمایا کہ اگر اِس اُمت کی عورتوں کا علم جمع کیا جائے تو عائشہ کا علم اِن تمام عورتوں سے بڑھ کر ہے۔

(ازواج النبیؐ صفحہ:83-84)

حضرت ابو موسیٰؓ اشعری کے مطابق جب کبھی بھی صحابہ کو کسی مسئلہ پر الجھن پیش آتی تو ہم حضرت عائشہؓ سے دریافت فرمایا کرتے تھے۔ آپؓ کا حافظہ شاندار تھا۔ آپ علم القرآن کی ماہر تھیں اور ہر مضمون پر غلبہ حاصل تھا۔ مَیں ایک مثال دے کر آگے گزرتی ہوں کہ جب صحابہ میں خاتم الانبیاء کا مسئلہ زیر بحث تھا تو فرمایا قُوْلُوْا خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِيَّ بَعْدَہٗ۔ آپؓ ایسی خوش نصیب ہستی تھیں کہ ایک دفعہ حضرت جبرائیلؑ نے آنحضورؐ سے کہا کہ میرا اسلام عائشہؓ کو کہیں۔

آپؓ کے اندر ایثار کا یہ عالَم تھا کہ حُجرہِ رسولؐ میں اپنے لئے مخصوص تدفین کے لئے جگہ حضرت عمرؓ کو اُن کی درخواست پر دے دی اور خود جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

معزز بہنو! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ مؤرخہ 13؍اکتوبر 2023ء میں حضرت عائشہؓ کی سیرت، فضائل اور حالاتِ زندگی بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد ایک دن حضرت عثمانؓ بن مظعون کی بیوی خولہؓ بنت حکیم نے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اَے اللہ کے رسولؐ! کیا آپؐ شادی نہیں کرنا چاہتے نیز کنواری حضرت عائشہؓ بنت ابو بکرؓ اور بیوہ سودہؓ بنت زمعہ کا رشتہ تجویز کرنے پر آپؐ نے فرمایا! جاؤ اِن دونوں کے گھر والوں سے میرے لئے بات کرو۔ چنانچہ اللہ عزوجل کی نوازی گئی زبردست خیر و برکت کی تجویز کو حضرت ابو بکرؓ نے دو انقباضات کے دُور ہونے پر قبول کر لیا کہ اسلام میں آپؐ اور رسول اللہؐ کے بھائی ہونے پر اِس رشتہ پر کوئی شرعی عُذر وَاجب نہیں ہوتا نیز پہلے سے مطعم بن عدی کے بیٹے کے لئے حضرت عائشہؓ کے رشتہ کی بات (وعدہ کہ اگر تم رشتہ بھیجو گے تو ہم کریں گے) کے ضمن میں مطعم بن عدی اور اُس

کی بیوی اُمّ الفتیٰ کی وضاحت پر کہ اُن کا بیٹا مسلمان تو نہیں ہو سکتا، وہ بات بھی ختم ہو گئی۔ پھر حضرت ابو بکرؓ کے کہنے حضرت خولہؓ نے آنحضرتؐ کو پیغام پہنچایا اور آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے شادی کی۔

حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہؐ نے شادی کے بعد فرمایا! تم مجھے رؤیا میں دو مرتبہ دکھائی گئی قبل اِس کے کہ مَیں تم سے شادی کرتا۔ مَیں نے فرشتہ کو دیکھا، اُس نے تمہیں ریشم کے ایک ٹکڑے میں اٹھایا ہوا تھا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ اُس نے کہا کہ یہ آپؐ کی زوجہ مطہرہ ہیں، مَیں نے اُسے کہا کہ کپڑا ہٹاؤ، اُس نے کپڑا ہٹایا تو کیا دیکھا کہ وہ تم ہو، مَیں نے خیال کیا کہ اگر یہ اللہ کی طرف سے ہے تو وہ اُسے پورا کر دے گا۔ پھر تم مجھے رؤیا میں دکھائی گئی، وہ تمہیں ریشم کے ایک ٹکڑے میں اٹھائے ہوئے تھا، مَیں نے کہا! کپڑا اُٹھاؤ تو اُس نے کپڑا ہٹایا، کیا دیکھا کہ وہ تم ہو، پھر مَیں نے یہی کہا کہ اگر یہ اللہ کی طرف سے ہے تو اُسے پورا کر دے گا۔ یہ روایت بحوالہ حضرت عائشہؓ بخاری میں درج ہے۔

ایک مرتبہ حضرت ابو بکرؓ نے رسول اللہؐ سے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! آپؐ اپنی اہلیہ کی رخصتی کیوں نہیں کرا لیتے؟ آپؐ نے فرمایا! مہر کی رقم کی وجہ سے۔ حضرت ابو بکرؓ نے آپ کو ساڑھے بارہ اوقیہ (ایک اوقیہ چالیس درہم کے برابر ہے) دیا اور آپؐ نے یہ مال ہمارے ہاں بھجوا دیا۔

شادی کے وقت حضرت عائشہؓ کی عمر کے بارہ میں بھی مؤرّخین، سیرت نگاروں اور بعد کے راویوں کے بیان کی وجہ سے اختلاف پیدا ہو گیا ہے اور غیر بھی اِس سے بڑے اعتراضات اٹھاتے رہتے ہیں۔ لیکن اصولی بات یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کی جب شادی ہوئی تو عمر کے اعتبار سے کسی بھی قسم کی کوئی انوکھی بات نہیں تھی کہ وہاں کے لوگوں کے درمیان کوئی سوال یا اعتراض پیدا ہوتا، اگر حیرت انگیز طور پر کوئی غیر معمولی بات ہوتی تو منافقین یا مخالفین ضرور اعتراضات کی بھرمار کر دیتے، لیکن کسی بھی کتاب میں کوئی ایسا اعتراض مذکور نہیں ہے۔ جن کتب میں حضرت عائشہؓ کی عمر غیر معمولی چھوٹی کر کے بیان ہوئی ہے، اُن کو حکم و عدل حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام بے سروپا اقوال قرار دیتے ہیں، فرماتے ہیں: حضرت عائشہؓ کا نو سال ہونا تو صرف بے سروپا اَقوال میں آیا ہے، کسی حدیث یا قرآن سے ثابت نہیں ہوتا۔

شادی کے وقت آپؓ کی والدہ مدینہ کی ایک مضافاتی جگہ السنح نامی میں مقیم تھیں، چنانچہ انصار کی عورتوں نے وہاں جمع ہو کر آپؓ کو رخصتانہ کے لئے آراستہ کیا، پھر آنحضرتؐ وہاں خود تشریف لے گئے اور اِس کے بعد آپؓ اپنے گھر سے رخصت ہو کر حرم نبویؐ میں داخل ہو گئیں۔

حضرت عائشہؓ کی خصوصیات حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں: باوجود صغر سنی کے آپؓ کا ذہن اور حافظہ غضب کا تھا اور آنحضرتؐ کی تعلیم و تربیت کے ماتحت اُنہوں نے نہایت سُرعت کے ساتھ حیرت انگیز طور پر ترقی کی اور دراصل اِس چھوٹی عمر میں اِن کو اپنے گھر میں لے آنے کی آپؐ کی غرض یہی تھی تا آپؐ شروع سے ہی اپنے منشاء کے مطابق اُن کی تربیت کر سکیں اور تا اُنہیں آپؐ کی صحبت میں رہنے کا لمبے سے لمبا عرصہ مل سکے اور وہ اِس نازک اور عظیم الشان کام کے اہل بنائی جا سکیں جو ایک شارع نبی کی بیوی پر عائد ہوتا ہے۔ چنانچہ آپؐ اِس منشاء میں کامیاب ہوئے اور آپؓ نے مسلمان خواتین کی اصلاح اور تعلیم و تربیت کا وہ کام سرانجام دیا جس کی نظیر تاریخ عالَم میں نہیں ملتی، احادیث نبویؐ کا ایک بہت بڑا اَور بہت ضروری حصہ آپؓ کی ہی روایات پر مبنی ہے، حتّٰی کہ اُن کی روایتوں کی کل تعداد 2210 تک پہنچتی ہے۔

حضرت عائشہؓ کے علم و فضل اور تفقہ فی الدّین کا عالَم بڑے بڑے جلیل القدر صحابہؓ اُن کا لوہا مانتے اور اُن سے فیض حاصل کرتے تھے حتّٰی کہ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد صحابہؓ کو کوئی علمی مشکل ایسی پیش نہیں آئی کہ اِس کا حل حضرت عائشہؓ کے پاس نہ مل گیا ہو اور عُروہؒ بن زبیرؓ کا قول ہے کہ مَیں نے کوئی شخص علم قرآن، علم میراث، علم حلال و حرام، علم فقہ، علم شعر، علم طب، علم حدیث عرب اور علم انساب میں آپؓ سے زیادہ عالِم نہیں دیکھا۔

ایک دفعہ اُن کے پاس کہیں سے ایک لاکھ درہم آئے، اُنہوں نے شام ہونے سے پہلے پہلے سب خیرات کر دیئے حالانکہ گھر میں شام کے کھانے تک کے لئے کچھ نہیں تھا۔

عورتوں میں کاملات بہت کم ہوئی ہیں اِنہی اوصاف حمیدہ کی وجہ سے جن کی جھلک آنحضرتؐ کے زمانہ میں ہی نظر آنے لگی تھی، آپؐ اُنہیں خاص طور پر عزیز رکھتے تھے، ایک دفعہ آنحضرتؐ نے فرمایا! مردوں میں تو بہت لوگ کامل گزرے ہیں لیکن عورتوں میں کاملات بہت کم ہوئی ہیں۔ پھر آپؐ نے آسیہ اہلیہ فرعون

اور مریم بنت عمران کا نام لیا اور پھر فرمایا! عائشہ کو تو عورتوں پر وہ درجہ حاصل ہے جو عرب کے بہترین کھانے ثرید کو دوسرے کھانوں پر ہوتا ہے۔

اللہ اللہ! کیا ہی مقدس وہ بیوی تھی جسے یہ خصوصیت حاصل ہوئی ایک دفعہ بعض دوسری ازواج مطہرات نے کسی اہلی اَمر میں آپؐ کے متعلق آنحضرتؐ سے کوئی بات کہی مگر آپؐ خاموش رہے لیکن جب اصرار کے ساتھ کہا گیا تو آپؐ نے فرمایا! مَیں تمہاری اِن شکایتوں کا کیا کروں، مَیں تو یہ جانتا ہوں کہ کبھی کسی بیوی کے ہاں مجھ پر خدا کی وحی نازل نہیں ہوئی مگر عائشہؓ کے ہاں ہمیشہ نازل ہوتی ہے، اللہ اللہ! کیا ہی مقدس وہ بیوی تھی جسے یہ خصوصیت حاصل ہوئی اور کیا ہی مقدس وہ خاوند تھا جس کی اہلی محبت کا معیار بھی تقدس وطہارت کے سوا کچھ نہیں تھا۔ حدیث میں یہ بھی ذکر آتا ہے کہ آخری ایام میں حضرت سودہؓ بنت زمعہ نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو دے دی اور اِس طرح آپؓ کو آنحضرتؐ کی صحبت سے مستفیض ہونے کا دہرا موقع میسر آ گیا۔

مگر بخاری کی ایک روایت سے پتا لگتا ہے کہ اُن کے پاس ایک نسخہ قرآن شریف کا لکھا ہوا موجود تھا، جس پر سے اُنہوں نے ایک عراقی مسلمان کو بعض آیات خود املاء کروائی تھی، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کم از کم وہ خواندہ ضرور تھیں اور اغلب ہے کہ اِنہوں نے اپنے رخصتانہ کے بعد ہی لکھنا سیکھا تھا۔ لیکن جیسا کہ بعض مؤرّخین نے تصریح کی ہے وہ غالباً لکھنا نہیں جانتی تھیں۔

آپؓ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد کم وبیش 48 سال تک زندہ رہیں اور 58ھ ہجری کے ماہ رمضان میں اپنے محبوب حقیقی سے جا ملیں، اِس وقت اُن کی عمر تقریباً 68 سال کی تھی۔

پھر ایک واقعہ جو بدر کے فوری (قریباً ایک ماہ) بعد آنحضرتؐ کی زندگی میں رونما ہوا، وہ آپؐ کی بیٹی حضرت زینبؓ کا ہے، جو مکہ میں تھیں اور پھر وہ مدینہ تشریف لائیں۔ آپؐ کے داماد ابو العاص بن الربیع بھی غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھ قید ہوئے تھے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ اِس کی تفصیل میں تحریر فرماتے ہیں: آنحضرتؐ نے نقد فدیہ کے قائمقام ابو العاص کے ساتھ یہ شرط مقرر کی کہ وہ مکہ میں جا کر زینب کو مدینہ بجھوا دیں اور اِس طرح ایک مؤمن روح دارِ کفر سے نجات پا گئی، کچھ عرصہ بعد ابو العاص بھی مسلمان ہو کر مدینہ میں ہجرت کر آئے اور اِس طرح خاوند بیوی پھر اکٹھے ہو گئے۔

حضرت زینبؓ کی ہجرت کے متعلق یہ روایت آتی ہے کہ جب وہ مدینہ کے لئے مکہ سے نکلیں تو مکہ کے چند قریش نے اُن کو بزور واپس لے جانا چاہا، جب اُنہوں نے انکار کیا تو ایک بد بخت ھبار ابن اسود نامی نے نہایت وحشیانہ طریق پر اِن پر نیزے سے حملہ کیا، جس کے ڈر اور صدمہ کے نتیجہ میں اُنہیں اسقاط ہو گیا بلکہ اِس موقع پر اُن کو کچھ ایسا صدمہ پہنچ گیا کہ اِس کے بعد اُن کی صحت کبھی بھی پورے طور پر بحال نہیں ہوئی اور بالآخر اُنہوں نے اِسی کمزوری اور ضعف کی حالت میں بے وقت انتقال کیا۔

(خلاصہ خطبہ جمعہ 13 اکتوبر 2023ء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپؐ کی سیرت، اخلاق و فضائل کو اپنانے کی توفیق دے۔ آمین

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہیے اس بحرِ بیکراں کے لیے



﴿97﴾ ﴿مشاہدات: 183﴾

شادی بیاہ کے موقع پر پردے کا معیار

سب چیزیں قدر و قیمت کی نسبت سے سنبھالی جاتی ہیں
پردہ عورت کی قید نہیں، تعزیر نہیں، زنجیر نہیں
عفت ہے، حیا ہے، نیکی ہے، جنت ہے، سکینت ہے عورت
عورت تو گھر کی زینت ہے بازاروں کی تشہیر نہیں

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ۔ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۖ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔

(النور: 31-32)

ترجمہ: (اے رسول) مومنوں کو کہہ دے کہ اپنی آنکھیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں۔ یہ بات ان کے لیے زیادہ پاکیزگی کا موجب ہے۔ یقیناً اللہ، جو وہ کرتے ہیں اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے اور مومن عورتوں سے کہہ دے کہ وہ اپنی آنکھیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ کیا کریں سوائے اس کے کہ جو اس میں سے از خود ظاہر ہو اور اپنے گریبانوں پر

اپنی اوڑھنیاں ڈال لیا کریں اور اپنی زینتیں ظاہر نہ کیا کریں مگر اپنے خاوندوں کے لیے یا اپنے باپوں یا اپنے خاوندوں کے باپوں یا اپنے بیٹوں کے لیے یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں کے لیے یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں یا اپنی بہنوں کے بیٹوں یا اپنی عورتوں یا اپنے زیر نگیں مردوں کے لیے یا مردوں میں ایسے خادموں کے لیے جو کوئی (جنسی) حاجت نہیں رکھتے یا ایسے بچوں کے لیے جو عورتوں کی پردہ دار جگہوں سے بے خبر ہیں اور وہ اپنے پاؤں اس طرح نہ ماریں کہ (لوگوں پر) وہ ظاہر کر دیا جائے جو (عورتیں عموماً) اپنی زینت میں سے چھپاتی ہیں اور اے مومنو! تم سب کے سب اللہ کی طرف توبہ کرتے ہوئے جھکو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

معزز بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے: **شادی بیاہ کے موقع پر پردے کا معیار**

پیاری بہنو! خدائے بزرگ و برتر کے فضل و کرم سے جماعت احمدیہ کی اکثر و بیشتر خواتین پردہ کی فرضیت اور اہمیت کا بخوبی علم رکھتی ہیں اور اسلامی تعلیمات کا عملی نمونہ پیش کرتے ہوئے پردہ کی پابند رہنے کی قابلِ تقلید مثال پیش کرنے کی کوشش کرتی ہیں تاہم دَورِ حاضر میں مختلف مذہبی اور معاشرتی پسِ منظر سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے آپس میں تیزی سے خلا ملا کی وجہ سے روایات و اقدار میں ٹوٹ پھوٹ اور تبدیلیاں وقوع پذیر ہو رہی ہیں۔ انسانی فطرت معاشرے کے دباؤ کو قبول کر کے زمانے کے بہاؤ کے رخ پر بہنے لگتی ہے۔ خاص طور پر خواتین جلدی اثر لیتی ہیں۔ پردے ہی کو لے لیں اگرچہ حِجاب کی پابندی کی اہمیت اور ضرورت کا علم ہے سالہا سال کی تربیت بھی ہے۔ بزرگوں کا نمونہ بھی نظر آتا ہے پھر بھی بعض مقامات پر روایتی بندھنوں کی پابندی مشکل معلوم ہونے لگتی ہے۔ مثلاً اعلیٰ تعلیم کے لئے مخلوط تعلیمی اداروں میں اور ایسی ملازمت کے دوران جہاں مرد عورت مل کر کام کرتے ہیں دن بھر کا ساتھ ہوتا ہے گروپ بنتے ہیں ٹرپ بھی ہوتے ہیں سارا وقت حِجاب سے رہنا مشکل لگتا ہے۔ اسی طرح شادی بیاہ اور دوسری تقاریب میں بھی احتیاط کا دامن چھوٹا پڑ جاتا ہے اس کا کچھ اندازہ تو پاکستان میں رہتے ہوئے بھی تھا دوسرے ملکوں میں آکر خود مشاہدہ کیا کہ جو خواتین اس ماحول میں اسلامی شِعار اور روایات کا لحاظ رکھتی ہیں وہ کتنی جدوجہد اور قربانی کرتی ہیں۔ کیا اسلام نے عورت کو پردے کا حکم دے کر مشکل میں ڈالا ہے؟

معزز بہنو! اسلام کی تعلیم اتنی جامع و مانع ہے کہ اگر نیت درست ہو تو اس میں ہر مسئلہ کا شافی و کافی حل موجود ہے۔ قرآنی احکام کسی زمان و مکان کے لئے مختص نہیں ہیں کل عالم کے لئے اور ہر قسم کے حالات کے لئے قابل عمل ہیں اور اللہ تعالیٰ نے دین کو آسان بنایا ہے انسانی فطرت بھی اس نے بنائی اور احکام بھی اسی ذات پاک کے بنائے ہوئے ہیں۔ صرف ہمارے سمجھنے کی ضرورت ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن مجید کی روشنی میں ایماندار عورت کی جو خصوصیات بیان فرمائی ہیں انہیں ذہن میں حاضر کرنے کے لئے آپؑ کے متعدد ارشادات میں سے ایک چھوٹا سا اقتباس پیش کرتی ہوں جو دراصل عورت کی عزّت، وقار، تقدس اور حیا قائم رکھنے کے لئے ایک مکمل لائحۂ عمل ہے سارے احکام کی روح اور نچوڑ ہے فرماتے ہیں:

"ایماندار عورتوں کو کہہ دے کہ وہ بھی اپنی آنکھوں کو نامحرم مَردوں کے دیکھنے سے بچائیں اور اپنے کانوں کو بھی نامحرموں سے بچائیں یعنی ان کی پُر شہوت آوازیں نہ سنیں اور اپنے ستر کی جگہ کو پردہ میں رکھیں اور اپنی زینت کے اعضاء کو کسی غیر محرم پر نہ کھولیں اور اپنی اوڑھنی کو اس طرح سر پر لیں کہ گریبان سے ہو کر سر پر آجائے یعنی گریبان اور دونوں کان اور سر اور کنپٹیاں سب چادر کے پردہ میں رہیں اور اپنے پیروں کو زمین پر ناچنے والوں کی طرح نہ ماریں۔ یہ وہ تدبیر ہے کہ جس سے پابندی ٹھوکر سے بچا سکتی ہے۔"

(رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب صفحہ 100۔101 بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد سوم صفحہ 444)

معزز بہنو! اسلام کسی مخصوص اوڑھنی، دوپٹہ، کوٹ، چادر، عبا، برقع، نقاب، سکارف اور حجاب کا پابند نہیں کرتا۔ ایسے تمام رستے بند کرتا ہے جو ٹھوکر سے بچائیں۔ روح میں اُتر کر سوچیں بظاہر مشکل چند ہدایات پر عمل ہمیں کتنی مشکلات سے بچا لیتا ہے۔ یہ عام ماحول کے لئے احکام ہیں لیکن جب ماحول میں بے راہ روی بڑھ جائے تو اپنے بچاؤ کے لئے ان پر زیادہ سختی سے عمل کی ضرورت ہے۔ ہم ہوا اور آندھی کی مثال لے سکتے ہیں۔ آجکل کا ماحول تیز آندھی کا ماحول ہے اس میں بچاؤ کے لئے زیادہ احتیاط اور پیش بندی کی ضرورت ہے۔

اس وقت شادی بیاہ کی تقریبات میں مناسب پردہ کا لحاظ رکھنے کے مطابق کی ضرورت پر کچھ عرض کرنا چاہتی ہوں۔ ہمارے خلفائے کرام تواتر سے حکمت کے ساتھ دلائل دے دے کر اسباب اور نتائج کھول

کھول کر وضاحت سے بیان فرماتے ہیں۔ جزوی اور کلی طور پر ہر پہلو سمجھاتے ہیں ہمیں گڑھوں سے بچانے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں جیسے ہمیں خطرہ کی طرف جانے سے کھینچ کھینچ کر روک رہے ہوں رہے ہوں۔ عورت کی عزت و احترام کے تحفظ کے لئے حجاب میں رہنا فی زمانہ پہلے سے کہیں زیادہ ضروری ہو گیا ہے۔ عام حالات میں تو ہم حتی المقدور حجاب و حیا کا خیال رکھتے ہیں مگر ضرورت اس امر کی ہے کہ خاص حالات میں خاص خیال رکھا جائے۔ پردہ کی اسلامی تعلیمات میں کسی جگہ بھی ایک فرض کی ادائیگی کی صورت میں دوسرے فرض کو پسِ پُشت ڈال دینے کی گنجائش نہیں ہے۔ جس طرح روزہ رکھ کر نماز نہیں چھوڑی جاسکتی اسی طرح مقدس فریضہ جو شادی کی صورت میں ادا کیا جاتا ہے بجالاتے ہوئے پردہ کے حکم کو فراموش کر دینے کی گنجائش نہیں ہے۔ بے احتیاطی کے پیچھے کچھ عوامل کارفرما ہوتے ہیں بعض گھرانوں میں رشتہ میں مشکلات وغیرہ کے پیشِ نظر رشتہ داروں اور ملنے جلنے والوں سے بے تکلفی کے اظہار کے طور پر آزادانہ ملنے ملانے کی اجازت ہو جاتی ہے۔ اس طرح کچھ لوگ خود کو پسماندگی کے طعنے سے محفوظ رکھنے اور بظاہر اعلیٰ سوسائٹی سے تعلق ظاہر کرنے کا شوق پورا کرنے کے لئے بعض پابندیوں کو غیر ضروری قرار دے دیتے ہیں۔ کچھ دولت مندوں کی جان دولت کا دکھاوا کرنے میں ہوتی ہے تقریبات میں پیسہ بہانے کے بہانے تلاش کرتے نہیں تھکتے۔ اس طرح وہ خوشی جو ایک جوڑے کے ازدواجی بندھن پر منائی جاتی ہے دکھاوے کی نذر ہو جاتی ہے۔ ہر عمل کا کوئی نتیجہ ہوتا ہے۔ اگر بنیاد شرافت، دینداری، پرہیز گاری اور سچائی پر ہونے کی بجائے آزاد خیالی یا دولت مندی کے دکھاوے پر ہو گی تو ان کھوکھلی بنیادوں پر کھڑی کی جانے والی عمارت پائیدار کیسے ہو گی۔ مشکل کشا اور حاجت روا تو خدا تعالیٰ کی ذات ہے اس نے فرمایا ہے کہ مجھ سے مانگو، مجھ پر توکل کرو اور وہ ہر قدرت رکھتا ہے، تو پھر ہلکے سستے اور کم معیار کے طریق اپنانا خدا تعالیٰ کی ذات وصفات پر عدم یقین اور عدم توکل کی علامت ہو جاتا ہے۔ اللہ پاک اس سے بچا کے رکھے۔

معزز بہنو! شادی کی تقریب کے ہر مرحلے میں پردہ کی پابندی عام حالات کی طرح لازمی ہے۔ رشتہ کرنے کے لئے لڑکے لڑکی کو ایک دوسرے کو دیکھنے اور والدین کی موجودگی میں ملاقات کی اجازت ہے۔ اس اجازت سے رعایت لے کر مسلسل رابطوں اور دونوں خاندانوں کے آپس میں بغیر پردہ ملنے جلنے کی طرح ڈالنا اور اسے اچھے تعلقات اور انڈرسٹینڈنگ کے لئے ضروری سمجھنا خام خیالی ہے بعض اوقات نتائج

مختلف نکل آتے ہیں۔ اپنی حدیں خود متعین کرنا بہتر ہے۔ رشتہ طے ہو جانے کے بعد سسرالی رشتے داروں سے محبت پیار اور اپنائیت کا طریق نہایت مناسب اور بابرکت ہے۔ اس میں بھی جوان عمر غیر شادی شدہ لڑکوں اور لڑکیوں کا گھل مل جانا متعدد قباحتوں کا پیش خیمہ بن جاتا ہے۔ جس کی شادی طے ہوتی ہے وہ تو حجاب میں رہتی ہے، مگر دوسری بہنیں اور قریبی رشتہ دار خواتین بعض اوقات اس حد تک گھل مِل جاتی ہیں کہ وہ پردہ کا لحاظ نہیں رکھتیں، حفظِ مراتب کا خیال رکھ کے مہذبانہ اور خوشگوار مذاق سالی بہنوئی اور نند بھابی کا چلتا رہے تو گوارا ہوتا ہے مگر بہت زیادہ بے تکلفی مناسب نہیں اس کے نتیجہ میں منگنی اور نکاح کے بعد رخصتی سے قبل کئی ناخوشگوار حالات پیدا ہو سکتے ہیں اور رشتے ٹوٹ بھی جاتے ہیں۔ اس صورت میں جن خواتین یا نو عمر بچیوں کی بے پردگی ہوئی وہ تکلیف دہ حالات بھی پیدا کر سکتی ہے۔ اس طرح کی بدمزگی سے بچنے کے لئے رخصتی تک پردہ کے قابل خواتین کا حجاب اور پردہ کی پابندی بہت بہتر ہے۔ سب کو علم ہے کہ رشتے طے کرنا اور سارے مراحل سے گزر کے شادی کی تقریب تک آنے کے لئے ہمیں خدا تعالیٰ کے حضور کتنا گڑ گڑانا پڑتا ہے، کتنی عاجزی و انکساری سے مناسب اور شریف رشتہ مانگا جاتا ہے، پھر بہت دعاؤں کے بعد یہ خوشی کے دن نصیب ہوتے ہیں۔ اس خوشی کی تقریبات میں خدا تعالیٰ کے رجوع برحمت ہونے کی احسان مندی کے طور پر زیادہ سے زیادہ احکام خداوندی پر عمل کرنا ہم پر فرض ہو جاتا ہے، ہم شرعی حدود میں رہ کر اپنے خوشی کے ارمان اپنے ذوق اور استطاعت کے مطابق پورے کر سکتے ہیں۔

معزز بہنو! شادی گاؤں میں ہو یا شہر میں خوشی کے موقع پر لڑکیاں اور عورتیں گاتی بجاتی ہیں، جہاں تک گانے کا تعلق ہے ان کے بول مہذب اور شائستہ ہوں، طربیہ نظمیں ہوں، جس سے ایک احمدی عورت کا کردار باوقار نظر آئے اور کچے ذہن کی نَو عمر مُتَجَسِّس بچیاں بے ہودہ بولوں والے گانوں سے محفوظ رہیں۔ اِن گانوں اور میوزک کی آواز اتنی اُونچی نہ ہو کہ پڑوس میں اگر کوئی بیمار ہے یا طالب علم ہے تو وہ کوفت محسوس کرے۔ اپنی خوشی میں دوسرے کے آرام کا خیال رہے تو اچھا ہے، دوسرے عورت کی آواز کا اتنا بلند ہونا کہ اڑوس پڑوس کے مرد بھی محظوظ ہوں اسلامی وقار کے بھی منافی ہے۔ ایک حدیث پاک کی

رُو سے عورت کا نامحرم مَرد کے سامنے دھیمی، نازک اور لوچ دار پُر کشش آواز میں بات کرنا منع ہے اور گانا تو نام ہی آواز کے لوچ اور نزاکت کا ہے۔

پھر شادی کی تقریب میں عُمدہ سے عُمدہ لباس پہنتے ہیں حتیٰ المقدور قیمتی زیورات سے خود کو آراستہ کرتے ہیں، سجاوٹ کے لئے بال خوب صورت بنانا' میک اَپ' مہندی کا بھرپور استعمال ہوتا ہے خدا تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں سے استفادہ منع نہیں بلکہ موقع کی مناسبت سے ان کا استعمال ایک طریق پر شکرانے کا اظہار ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب صورت ہے خوب صورتی کو پسند کرتا ہے۔ سجنا سنورنا منع نہیں ۔ہاں اس نے یہ بتایا ہے کہ کس کے سامنے حسن ظاہر کرنے کی اجازت ہے کس کے سامنے حسن کی نمائش منع ہے اور اس نے یہ بھی بتایا ہے کہ اصل خوب صورتی الٰہی احکام کی تعمیل میں ہے۔ اصل شکر کا اظہار اس کی اطاعت میں ہے جو ہمارے قول و فعل سے ظاہر ہو جس سے ظاہر اور باطن دونوں سج سنور جاتے ہیں۔ حجاب و حیا کے ساتھ خوشی کی تقریب منانے سے ہم عملی طور پر دوسروں کو یہ تعلیم دے رہے ہوتے ہیں کہ اسلام میں کہیں بے جا بندشیں نہیں ہیں۔

خوشی اور مسرتوں کے ریلے میں اُس وقت انتہائی جوش و خروش شامل ہو جاتا ہے، جب بارات آتی ہے، بارات دیکھنے اور استقبال کی خوشی میں چار دیواری سے باہر بے پردہ نکل جانا مسرت کا بھرپور اظہار تو شاید ہو مگر پردے کے حکم کی یقیناً نافرمانی ہوگی۔ ہار پہنانا اور استقبال کرنا پردہ کے اندر رَہ کر بھی ممکن ہے۔ دولہا والے جب دلہن کو سجی ہوئی کار میں بٹھاتے ہیں تو شادی کے بھاری دوپٹے کو برقع کا بدل سمجھ لیا جاتا ہے۔ مگر بہر حال دلہن کار میں جائے، تانگہ میں جائے، ریل یا ہوائی جہاز میں حجاب کا حکم تو اپنی جگہ قائم رہتا ہے۔

جہاں بھی کوئی ایک احمدی گھرانہ رہتا ہے ارد گرد کے کئی گھر جانتے ہیں کہ یہ احمدی ہیں اور ان کے گھر شادی کی تقریب ہو رہی ہے۔ وہ ہمارے ہر طرز عمل کو متجسس نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ اگر ہم اچھی مثال قائم کریں گے تو تبلیغ کا پہلو نکلے گا بصورت دیگر ہم سلسلہ کے نام پر حرف آنے کا باعث بنیں گے (معاذ اللہ)

معزز بہنو! دولہا کو دلہن کے پاس بٹھانے کے لئے بلایا جاتا ہے تو ساتھ ایک سربالا صاحب اور دولہا کے بھائی اور دوست بھی ہوتے ہیں ۔ قریبی عزیز عورتوں کے علاوہ سب کو مناسب حجاب رکھنا ضروری ہے۔ اس موقع پر مردوں کے لئے غضِ بصر کا حکم ہے۔ عورتوں کی طرف آکر اس کا خیال رکھتے کم ہی دیکھا گیا ہے بلکہ اس کا اُلٹ ہوتا ہے ۔ اس لئے مناسب احتیاط اچھی ہوتی ہے۔ تصاویر کھنچوانا اور وڈیو سیشن منع نہیں ہے لیکن احتیاط یہاں بھی لازم ہے آجکل تو بچے بچے کے ہاتھ میں فون ہوتا ہے اور ایک سیکنڈ میں تصویر کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہے۔ فیصلہ کرنا ہوگا کہ پردے میں رہنا ہے یا نہیں رہنا ہے۔

شادی کی تقاریب میں مشروبات اور کھانا پیش کیا جاتا ہے۔ کئی دفعہ دیکھا گیا ہے کہ گھر کے جوان عمر لڑکے بڑھ بڑھ کر چائے، آئس کریم یا بوتل پیش کرتے ہیں، اس موقع پر بھی اسلامی پردہ کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ یہ رسم بھی پردہ کے حکم کے منافی ہے ، ہم عورتیں ہر میدان میں مَردوں کے شانہ بشانہ چلنے کی خواہشمند ہوتی ہیں تو کیا اتنی سی زحمت ہم خود گوارا نہیں کرسکتیں کہ عورتوں میں مشروبات وغیرہ لڑکیاں تقسیم کریں، یہی مشکل ولیمہ کے دن بھی پیش آتی ہے ، بڑے شہروں میں ہوٹلوں اور شادی ہالوں میں جاکر یہ سوچنا پڑتا ہے کہ کھانا کھایا جائے یا پردہ کیا جائے، وہ صاحبِ استطاعت لوگ جو اپنی دعوتوں میں باوردی بیروں سے سروس پر فخر محسوس کرتے ہیں ، اپنی دعوتوں میں احمدی پردہ دار عورتوں کو مشکل میں ڈال دیتے ہیں، ایسی رسموں کو رواج دینے میں ہم دوسروں کی تقلید کرتے ہیں اس طرح کسی غلط رسم اور غلط کام کی غلط مثال پر عمل کر کے غلط سلسلے کی ایک کڑی بن جاتے ہیں، ہمیں اپنی نئی مثال اسلام کے درخشاں اصولوں کے ساتھ پیش کرنے میں فخر اور سعادت محسوس کرنی چاہیئے، پردہ ہمیں پاکیزگی، حیا، تقدس اور شرافت کی طرف لے جاتا ہے جبکہ بے پردگی کی منزل اس کے برعکس ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”یورپ کی طرح بے پردگی پر بھی لوگ زور دے رہے ہیں۔ لیکن یہ ہرگز مناسب نہیں۔ یہی عورتوں کی آزادی فسق وفجور کی جڑ ہے۔ جن ممالک نے اس قسم کی آزادی کو روا رکھا ہے ذرا اُن کی اخلاقی حالت کا اندازہ کرو۔ اگر اس کی آزادی اور بے پردگی سے اُن کی عِفّت اور پاک دامنی بڑھ گئی ہے تو ہم مان لیں گے کہ ہم غلطی پر ہیں۔ لیکن یہ بات بہت ہی صاف ہے کہ جب مرد اور عورت جوان ہوں اور آزادی اور

بے پردگی بھی ہو تو اُن کے تعلقات کس قدر خطرناک ہوں گے۔ بد نظر ڈالنی اور نفس کے جذبات سے اکثر مغلوب ہو جانا انسان کا خاصہ ہے۔ پھر جس حالت میں کہ پردہ میں بے اعتدالیاں ہوتی ہیں اور فسق وفجور کے مرتکب ہو جاتے ہیں تو آزادی میں کیا کچھ نہ ہو گا۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 104)

خدا تعالیٰ ہمیں کوتاہیوں سے بچ کر اسلام کی پیاری تعلیم پر صحیح رنگ میں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

پردہ اعزاز ہے عورت کا تذلیل نہیں، تحقیر نہیں
جو رنگِ حیا سے عاری ہو وہ عورت کی تصویر نہیں
پردہ ہے علامت عصمت کی، پردہ ہے روایت عظمت کی
عورت کے تقدس کی خاطر کوئی اس سے حسیں تدبیر نہیں



﴿98﴾ ﴿مشاہدات:184﴾

حِجاب اُترا تو پھر آنچل نہ ٹھہرا

(ایک باپردہ خاتون آمنہ بیگم مرحومہ کی داستان۔ بیٹی کی زبانی)

معزز بہنو! حِجاب کے موضوع پر کچھ کہنے سے پہلے مَیں آپ کو اپنی ایک منفرد سند دکھاتی ہوں پھر کچھ واقعات بتاؤں گی جو آپ کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیں گے۔ دعا ہے کہ اصلاحِ احوال کی صورت بنے۔ خاکسار کو مولا کریم نے جن رنگارنگ دولتوں سے مالامال کیا ہے اُن میں سے ایک حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں شفقت تھی۔ ایک دفعہ الفضل میں خاکسار کی ایک غزل شائع ہوئی۔ آپؒ نے اس غزل کے شعر شعر پر بہت خوب صورت تبصرے فرمائے۔ دستِ مبارک سے تحریر فرمایا ہوا مکتوب خوشی و طمانیت کا سامان بن گیا۔ اس مضمون میں موضوع کی مناسبت سے اس خوش نصیب غزل کے ایک شعر کا ذکر کروں گی۔

گرا تو کتنی پستی میں گرا ہے
حِجاب اُترا تو پھر آنچل نہ ٹھہرا

مَیں کہنا یہ چاہتی تھی کہ اصل چیز حَیا اور حِجاب ہوتے ہیں اگر یہ نہ ہوں تو آنچل نہیں ٹھہرتا اور جب گرتا ہے تو پستیوں کی حد نہیں رہتی۔

سامعات! شعر آپ نے سنا کچھ اچھا بھی لگا ہوگا۔ اب دیکھئے! حضور رحمہ اللہ کیسے شعر کی روح میں اتر گئے اور پھر ادھار بھی نہیں رکھا۔ فراخ دلی سے داد اور دعا سے نوازا۔ تحریر فرمایا:

گرا تو کتنی پستی میں گرا ہے
حِجاب اُترا تو پھر آنچل نہ ٹھہرا

ایک احمدی شاعرہ کے منہ سے کیسا سجتا ہے جس نے قیامِ حِجاب کی راہ میں سالہا سال جانکاہی کی ہو۔ چہرہ اس شعر کا بتا رہا ہے کہ یہ نہ تو کسی زاہد خشک کا کلام ہے نہ کسی بے عمل شاعر کا۔ بلکہ ایک باریک نظر صاحبِ تجربہ کے دل کی پکار ہے دوسرا مصرع تو لاجواب ہے۔

حِجاب اُترا تو پھر آنچل نہ ٹھہرا

اب جستہ جستہ چند واقعات بتاتی ہوں۔

1۔ باوقار حجاب!

13 مارچ 1976 کی صبح میری پیاری اُمی جان آمنہ بیگم زوجہ میاں عبد الرحیم دیانت درویش مرحوم دل کے جان لیوا حملے میں اپنے محبوب حقیقی کے حضور حاضر ہو گئیں۔ جب ہم ربوہ پہنچے۔ آپ کفن پہنے ہوئے سفر آخرت کے لئے تیار تھیں۔ دنیا و مافیہا سے بے خبر سکون سے سوئی ہوئی یہ وہ خاتون تھیں جس نے درویش شوہر کی جدائی میں بے مثال قربانیاں دیتے ہوئے اپنی زندگی ایک مثالی احمدی مسلم عورت کی طرح گزاری تھی۔ امی جان کی زندگی بہادرانہ تگ و دَو' حوصلے اور صبر و شُکر سے عبارت تھی ۔ جب برصغیر کی تقسیم ہوئی اباجان حفاظتِ مرکز کے لئے درویش ہوگئے۔ امی جان قریباً 35 سال کی عمر میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے سائے میں پاکستان آگئیں۔ پانچ بیٹیوں اور تین بیٹوں کی ذمہ داری تھی۔ امی جان نے شوہر سے دوری میں اپنا وقت بے مثال وقار، حیا اور پردے کی پاسداری کرتے ہوئے گزارا۔ عزیزوں' رشتہ داروں سے نبھاؤ' بچوں کی تعلیم اور رشتے' گھر کے اور باہر کے کام سب کچھ تنہا کرنا آسان کام نہ تھا۔ آج مَیں اپنی تقریر میں صرف گھر کے اندران کے وقار' پردے اور حیاداری کا ذکر کروں گی۔ قرآنِ پاک میں جن سے پردہ لکھا ہے سب سے حِجاب رکھتیں آپ ململ کا بڑا سا سفید دوپٹہ یا چادر موسم کے لحاظ سے اوڑھے رکھتیں۔ اگر ایسے مہمان آتے جن سے حجاب رکھنا ہوتا تو قدرے اوٹ میں بیٹھ کر دوپٹے کو اس طرف سے ذرا آگے کھینچ لیتیں اسی طرح خاطر تواضع کرتیں اہم امور پر گفتگو بھی ہوتی۔ آپ کو احساس تھا کہ شوہر دور رہتے ہیں۔ جواں عمر بیٹیوں کی ذمہ داری ہے۔ ہماری بھی عزتِ نفس کی پاس داری کے ساتھ وقار اور حِجاب رکھنے کی تربیت کی۔

اب مَیں وہ بات کروں گی جس کے لئے یہ ساری تمہید باندھی ہے۔ وفات کے دن تجہیز و تکفین کے بعد سب آخری بار آپ کا دیدار کر رہے تھے۔ باہر مردوں میں بھی پیغام دیا گیا کہ بس اب لے جانے والے ہیں۔ جنازہ اُٹھنے والا ہے۔ منہ دیکھ لیں۔ مگر چچا جان اٹھ کر نہ آئے۔ سر جھکائے آنسو بہاتے رہے۔ کسی نے دوبارہ بتایا کہ لے جانے والے ہیں۔

چچا جان نے آہستہ سے جواب دیا "ہماری بھابی نے ساری عمر حِجاب رکھا اب آخری وقت مَیں اُن کا منہ دیکھ کر اُن کی رُوح کو بے چین نہیں کر سکتا۔ مَیں اُن کے لئے دعا کروں گا مگر منہ دیکھنے کی ہمت نہیں ہے"

چچا جان پھوٹ پھوٹ کر رو دیئے مگر ایک مثالی پردے پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی۔ ایک مثال امی جان نے قائم کی تھی ایک مثال چچا جان نے قائم کی۔ اللہ تعالیٰ دونوں کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

2۔ پردہ اور حصولِ تعلیم!

معزز بہنو! نصف صدی پہلے کی بات ہے۔ یونیورسٹی میں پردے کی پابندی کے ساتھ پڑھنا تھا مگر یہ آسان نہیں تھا۔ راہداریوں، لیکچر روم اور لائبریری میں آتے جاتے کئی دفعہ مذاق کا نشانہ بننا پڑتا، بند گو بھی' ڈاکو اور شٹل کاک تو اتنی دفعہ سننا پڑتا جیسے درودیوار سے بھی آواز آرہی ہو۔ داخلے کے وقت کئی لڑکیاں پنجاب کے شہری و دیہاتی علاقوں سے بُرقع میں آئی تھیں مگر رفتہ رفتہ کایا پلٹتی گئی۔ بُرقع تو چند دن میں غائب ہوا۔ شلواروں کی جگہ جینز نے لے لی۔ قمیضیں مختصر ہوتی گئیں۔ لباس کا نام رہ گیا مقصد کم ہوتا گیا۔ ہمیں اپنی روش نہ بدلنے پر خراب نتائج سے ڈرایا جاتا جیسے یہ کہ بُرقع والے بیوقوف نظر آتے ہیں۔ نصابی اور غیر نصابی سرگرمیوں میں پوری طرح حصہ نہیں لے سکو گے وغیرہ وغیرہ۔ یہ خیالات آئے ضرور تھے مگر ہماری تربیت ایسی ہوئی تھی کہ بُرا نہ لگتا۔ لاہور میں شدید گرمی میں سارا دن ڈیپارٹمنٹ اور لائبریریوں کے چکر، برقع بھی عام سے کپڑے کا وہ بھی گھر سے سلا ہوا۔ نقاب کو ہم ایسے لپیٹتے کہ صرف آنکھیں کھلتیں۔ تھا تو مشکل مگر برداشت کرنا تھا۔ زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ جنہوں نے پردہ چھوڑا تھا مختلف سکینڈلز کا موضوع بننے لگیں اور تعلیم میں بھی خاص نمایاں نہ ہوئیں۔ یہ سچ ہے کہ عزت ذلت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے ایک واقعہ پیش کرتی ہوں۔

ہمارے ڈیپارٹمنٹ میں سیمینار ز ہوتے تھے۔ مضمون پڑھنے والے کو سوالات کے جوابات بھی دینے ہوتے۔ جب میری باری آئی تو مَیں نے بہت محنت سے لکھا ہوا مضمون اپنے پروفیسر محترم وقار عظیم صاحب کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے عرض کی کہ مَیں خود پیش نہیں کروں گی۔ آپ نے پرنسپل ڈاکٹر سید عبد اللہ شاہ صاحب سے مشورہ کر کے مجھے کہا ٹھیک ہے ہم کسی اور سے پڑھوا دیں گے مگر آپ موجود رہیں۔

سیمینار والے دن کھچا کھچ بھرے ہال میں پروفیسر صاحب نے مضمون کا بہت اچھا تعارف کروانے کے بعد اعلان کیا کہ یہ مضمون امۃ الباری نے لکھا ہے مگر اُس کو (فلاں) صاحب پیش کریں گے تو ہال سے اعتراض ہوا کہ جب مضمون نگار موجود ہے تو وہ خود کیوں پیش نہیں کرتیں؟ اب سب میری طرف دیکھنے لگے کہ مَیں کیا جواب دوں گی لیکن مجھ سے پہلے ہی جناب وقار عظیم کھڑے ہو گئے اور جواب دیا کہ ہمیں فخر ہونا چاہئے کہ ایک بچی پورے اسلامی پردے کے ساتھ اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہی ہے۔ آپ اس بات پر اعتراض کی بجائے یہ دیکھیں کہ مضمون کس قدر عمدہ لکھا ہے۔

مجھے اس واقعہ سے کافی تقویت ملی۔ پہلا تعلیمی سال پورا ہونے پر وظیفہ جاری رکھنے کے لئے نظارت تعلیم ربوہ کی طرف سے تعلیمی کارکردگی کی رپورٹ طلب کی گئی تو پرنسپل صاحب نے بڑی شاندار رپورٹ بھیجی ایک جملہ تو ابھی تک یاد ہے کہ:

”ہمارے شعبہ کے سب اساتذہ اس طالبہ کی تحقیقی اور تنقیدی صلاحیتوں کی تعریف میں رطب اللسان ہیں“

پردے سے کسی جگہ رکاوٹ پیدا نہیں ہوئی محنت کرنا عادت ہے اور پڑھنا جنون۔ بہت ساری لائبریریوں کے ریڈنگ رومز میرا ٹھکانا ہوتے۔ ایک اور خوشی کی بات بتا دوں ایک دن جناب وقار عظیم نے فرمایا۔ میرے آفس میں آنا کچھ ضروری بات کرنی ہے۔ موصوف میرے فائنل کے مقالہ میں خصوصی ٹیوٹر تھے جس سے باپ بیٹی جیسی بے تکلفی سے بات کر سکتے تھے، مَیں گئی تو آپ نے فرمایا ”میں سوچ رہا ہوں کہ طالبات کے لئے یونیورسٹی کے قریب ایک ہوسٹل بناؤں۔ طالبات کو سہولت ہو جائے گی اور آمدنی میں اضافے کی کچھ صورت بھی پیدا ہو گی مگر اس سلسلے میں آپ کو میری مدد کرنا ہو گی۔“

مجھے لگا کہ وہ مجھے ہوسٹل کی انتظامیہ میں شامل ہونے کا کہنے والے ہیں۔ دل ہی دل میں گھبرائی کیونکہ مَیں تو صرف پڑھائی پر توجہ مرکوز رکھنا چاہتی تھی کسی دوسرے کام کے لئے وقت نہیں تھا۔ بات جاری رکھتے ہوئے اُنہوں نے جو بات کہی وہ بہت حوصلہ افزا تھی۔

'میں چاہتا ہوں آپ اپنا ہوسٹل چھوڑ کر میرے نئے ہوسٹل میں آجائیں تاکہ آپ جیسی باپردہ حیادار اور پڑھنے والی بچی کے وہاں رہنے سے دوسرے لوگ اپنی بچیوں کو میرے ہوسٹل میں داخل کرنے میں اطمینان محسوس کریں۔ ہوسٹل نیک نام ہو'

ہوسٹل تو نہیں بنا تھا مگر مجھے پردہ کی نیک نامی اور قدر افزائی میں ایک سند ہاتھ لگ گئی۔ پردہ تعلیم میں رکاوٹ نہیں ہے اور عزت دیتا ہے۔ فائنل میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے پوزیشن کے ساتھ کامیابی حاصل کی۔

3۔ دردانہ کو شکایت ہے!

معزز بہنو! بھولی بھالی دردانہ دلہن بنی بہت پیاری لگ رہی تھی رخصتی کا وقت آیا تو وہ بے شمار رونے لگی۔ کچھ دن بعد ملاقات پر مَیں نے اُس سے پوچھا کہ اُس دن کیا ہوا تھا۔ بس اتنا پوچھنا تھا کہ وہ پھر رونے لگی کچھ طبیعت سنبھلی تو بتانے لگی۔ مَیں نے کسی کو نہیں بتایا مگر آپ کو اس لئے بتا رہی ہوں کہ شاید آپ اس کا کوئی حل نکال لیں۔

"میں چھوٹی تھی تب دادی اماں سے سنا کہ وہ بچیاں جن پر غیروں کی نظریں پڑتی ہیں اُن کے چہروں پر رونق نہیں رہتی پھر اُمی جان بھی یہی بات کہتی تھیں کہ کھلے منہ پھرنے والیوں پر رُوپ نہیں آتا۔ مَیں ساری عمر پردہ کرتی رہی اور اچھی طرح پردہ کیا۔ میرا خیال تھا مجھ پر بہت رُوپ آئے گا۔ شادی کا جوڑا خریدا تو گلا بہت بڑا تھا۔ مَیں نے ٹھیک کرانے کا کہا تو کہا گیا گلا بڑا نہ ہو تو زیور نہیں سجتا۔ آستینیں بھی چھوٹی تھیں کہا گیا کہ اب ایسے ہی فیشن ہیں۔ چوڑیاں پہننی ہیں۔ دلہن بن کر اسٹیج پر بیٹھی تو تھوڑی دیر میں کئی اجنبی مرد اسٹیج پر چڑھ آئے کسی کے ہاتھ میں لائٹ کسی کے ہاتھ میں کیمرہ کوئی تار پکڑے ہوئے کوئی قریبی عزیز، کوئی دور کا رشتہ دار اور کئی کیمرے لائٹ مین انگ انگ کی تصویریں لے رہے تھے، پتہ نہیں کون کون تصویر لے رہا تھا اور وہ کہاں کہاں گئی ہوں گی۔ دوپٹہ بھی پنوں سے فکس کیا ہوا تھا۔ مَیں کچھ نہیں کر سکتی تھی، ضبط کرتی رہی مگر جب رخصت ہونے لگی تو سارا ضبط ٹوٹ گیا.......

وہ پھر رونے لگی۔ مَیں نے اُسے تسلی دی کہ تم تو معصوم ہو تم پر بہت رُوپ آیا تھا۔ قصور ہمارا ہے جو ساری عمر پردہ کرواتے ہیں پھر ایک دن میک اَپ کے ساتھ انتہائی پُرکشش بنا کر سرعام بٹھا دیتے ہیں۔ مَیں دردانہ کی شکایت لکھ رہی ہوں۔ ضرور غور کیجئے گا کہ دردانہ کی ناخوشی اور رنج کا کیا سبب تھا؟

4۔ یہ مسئلہ مَیں نے حل کیا!

میرے ملنے جُلنے والیوں میں ایک شہلا ہے جو کبھی کبھی بڑی مشکل سے وقت نکال کر آتی ہے اور رو رو کر اپنے دُکھ بیان کرتی ہے۔ اُس کے مسائل میں سرفہرست میاں کی بے توجہگی ہے، شکایت یہ ہے کہ وہ مجھے نوکرانی سمجھتے ہیں۔ سب سے ہنس کر بات کرتے ہیں مجھے دیکھ کر ماتھے پر بل پڑ جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ...... مَیں شہلا کی ساری شکایات نہیں لکھتی۔ ہر بار مَیں اُس کی باتیں سُن کے مزید صبر، مزید خدمت اور عاجزی سے سب کے دل جیتنے کے مشورے دیتی۔ ایک دن مَیں نے ذکر کیا کہ مجھے بازار جانا ہے۔ کہنے لگی مجھے بھی کچھ کام ہے کل دونوں چلیں گے۔ اگلے دن وہ آئی تو ہلکا ہلکا میک اَپ کیا ہوا تھا بہت تر و تازہ لگ رہی تھی۔ میری بہو مینا نے دیکھ کر کہا آنٹی! گھر میں کتنی سادہ رہتی ہیں ذرا سے میک اپ نے فریش کر دیا ہے یہ بات مَیں نے بھی محسوس کی تھی۔ اس بات سے مجھے شہلا کے مسئلے کا حل مل گیا۔ مَیں نے اُسے مشورہ دیا کہ تمہیں بنا سنورا دیکھنے کا حق تمہارے شوہر کا ہے۔ گھر سے بازار جاتے ہوئے میک اپ کرنا دانشمندی نہیں بازار والوں کو اس سے غرض نہیں ہوتی کہ ہم کیسے لگ رہے ہیں اُنہیں پیسہ کمانے سے کام ہوتا ہے۔ ان کی بلا سے کوئی کیسا لگ رہا ہے۔ تم گھر میں بن سنور کر رہا کرو۔ اُکتائے ہوئے رہنا کسی کو اچھا نہیں لگتا۔ وہ میری بات سمجھ گئی۔ جس کا اس کی زندگی پر خوشگوار اثر پڑا۔ اب جب وہ اچھے موڈ میں آتی ہے اور مزے کی باتیں کرتی ہے۔

5۔ تربیت کا ایک مؤثر ذریعہ!

معزز بہنو! اسکول سے کالج میں گئے تو بڑی چادر سے بُرقع پہنا دیا گیا۔ یہ ایک معمول کا عمل تھا۔ ربوہ میں پلنے بڑھنے سے کوئی دوسری بات ذہن میں آئی ہی نہیں ہاں یہ ہوتا تھا کہ بُرقع پہن کر بچوں کی طرح بھاگنے لگتے یا نقاب ٹھیک کرنا ہی یاد نہ رہتا۔ ایسی سب لغزشوں کی اصلاح اور پردے کا سلیقہ ہمیں کس طرح آیا؟ ربوہ میں ہر بچی سب کی بچی اور ہر ماں سب کی ماں ہوتی۔ راستے میں کوئی بھی خاتون ہمیں بڑے پیار سے

سمجھا دیتیں، بیٹی آپ کے بال نظر آرہے ہیں، بال پردے میں شامل ہیں یا بیٹی راستے میں زور زور سے باتیں نہیں کرتے یا زور سے ہنستے نہیں ہیں۔ پھر یہ بھی کہ بیٹی آپ کے کوٹ کے بٹن ٹھیک سے بند نہیں ہیں۔
اب یاد آتا ہے یہ تربیت کا کتنا مؤثر ذریعہ ہے ہم نے بہت سی اچھی باتیں راہ چلتے سیکھ لیں۔ اگر ہم غلطی دیکھنے پر ماں کی سی شفقت سے بچوں کو سمجھائیں گے تو ضرور اثر ہو گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کبھی آگے سے تلخ جملہ سننے کو ملے اسی لئے میں نے کہا ہے کہ ماں کی سی شفقت سے نصیحت کریں ماں دردمند ہوتی ہے سچی خیر خواہ ہوتی ہے اور بچوں کی کمزوریوں کی تشہیر نہیں کرتی۔ اُنہیں اُچھالتی نہیں بلکہ خاموشی سے اصلاح کرتی ہے۔

6۔ ایسا کیوں ہوا؟

معزز بہنو! مَیں پاکستان میں تھی جب ایک سنجیدہ سی خاتون نے جو امریکہ سے آئی تھیں اپنے بیٹے کے رشتہ کے لئے کوئی اچھی سی لڑکی بتانے کو کہا اُن کا کہنا تھا کہ اُن کی ایک ہی اولاد ہے سب کچھ گھر میں اللہ کا دیا موجود ہے بس گھر بسانے والی لڑکی ہو۔ کسی جہیز وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔
اگلے دن وہ پھر آئیں۔ لگتا تھا بہت دیر روتی رہی ہیں ذرا تنہائی ملی تو بولیں کہ کل مَیں نے آپ سے ایک بات چھپائی تھی۔ ضمیر پر بوجھ رہا کہ قولِ سدید سے کام نہیں لیا اس لئے آج بتانے آئی ہوں کہ میری ایک بیٹی بھی ہے، لیکن بعض وجوہ سے اُس سے قطع تعلق کر لیا ہے۔ پھر جو کہانی محترمہ نے سنائی وہ مختصراً یوں تھی کہ نئے نئے پاکستان سے آئے تھے بچوں کو اسکول میں داخل کیا تو اُن کے والد صاحب کا اصرار تھا کہ بچے اپنا لباس ہی پہنیں گے قمیص شلوار میں اسکول جائیں گے ہم اپنا طور طریق کیوں چھوڑیں بہت سمجھا بجھا کر کچھ کچھ باتوں پر سمجھوتا کر لیا مگر بچی کی jeans کی خواہش پر بالکل نہ مانے۔ کم عمری میں سکارف پہنا دیا۔ بچی نے احتجاج کیا مگر فائدہ نہ ہوا۔ ضد کی تو سختی بڑھ گئی۔ بچی چڑچڑی ہوتی گئی اُس کے والد صاحب سخت مزاج ہیں بچی نے وراثت میں سختی لی تھی بہت قسم کی بدمزگیاں ہوئیں ایک دن اُس کے والد کو علم ہوا وہ سکول جا کر سکارف اُتار دیتی ہے۔ بچی کی پٹائی کر دی اُس نے گھر چھوڑ دیا پھر پتہ چلا وہ کسی اپارٹمنٹ میں رہتی ہے جس میں سکھ لڑکے اور لڑکیاں بھی رہتے ہیں پارٹ ٹائم جاب کر کے خرچ پورا کرتی ہے۔

ہم موت جیسے دُکھ اور کرب سے گزرے مگر سمجھوتا نہیں کیا۔ ہم سے بہت غلطیاں ہوئیں جس کے نتیجے میں ہم نے چاند سی بیٹی کھو دی۔ اب ہم اُسے اپنی بیٹی نہیں کہتے۔ مگر تکلیف بہت ہوتی ہے۔ آپ لکھتی لکھاتی اور اچھا پُر اثر، دلوں کو چھو لینے والا کلام کہتی ہیں ہیں۔ میرا نام نہ بتائیں مگر یہ سب باتیں کسی موقع پر کہہ دیں اور لوگوں کو بتائیں کہ اگر کسی سے بات منوانی ہو تو آہستہ آہستہ نرمی سے سمجھائیں۔ دل اور روح میں اُتری ہوئی بات پر عمل ہوتا ہے۔ سختی، تشدد اور زبردستی کام نہیں دیتی۔

لیجئے! مَیں نے اس دکھی خاتون کی بپتا کہہ ڈالی۔ کاش! اس سے کوئی فائدہ اُٹھالے اور کاش! کبھی کسی کو یہ دُکھ نہ جھیلنا پڑے۔

سب چیزیں قدر و قیمت کی نسبت سے سنبھالی جاتی ہیں
پردہ عورت کی قید نہیں، تعزیر نہیں، زنجیر نہیں
عفت ہے، حیا ہے، نیکی ہے، جنت ہے، سکینت ہے عورت
عورت تو گھر کی زینت ہے بازاروں کی تشہیر نہیں



﴿99﴾ ﴿مشاہدات:185﴾

عورتوں کے حقوق

وَ مِنۡ اٰیٰتِہٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَکُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ اَزۡوَاجًا لِّتَسۡکُنُوۡۤا اِلَیۡہَا وَ جَعَلَ بَیۡنَکُمۡ مَّوَدَّۃً وَّ رَحۡمَۃً ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ۔ (الروم:22)

نفرت نہیں کسی سے، محبت سبھی سے ہے
سارے جہاں کو ساتھ ملانے کا دن ہے آج
ناراضگی کو جانے دو غصے کو بھول جاؤ
روٹھے ہوؤں کو دل سے منانے کا دن ہے آج

معزز بہنو! حقوق و فرائض دو ایسے الفاظ ہیں جو الگ الگ بھی استعمال ہوتے ہیں اور دونوں کو ملا کر بھی پڑھا اور بولا جاتا ہے۔ دنیا کے ہر مہذب معاشرہ، سوسائٹی، کمیونٹی، ماحول، جماعت اور مذہب میں بسنے والے لوگوں کے لئے یہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں تا معاشرہ کے لوگوں میں برابری رہے اور ماحول امن و سلامتی کی علامت بنا رہے۔ حقوق و فرائض کے الفاظ آپس میں ایسے گُندھے ہوئے ہیں کہ اگر ایک انسان کے کسی کام کے لئے حق کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو وہی کام مخاطب انسان کے لئے فرض کے زُمرے میں آجائے گا۔ اِسی طرح دوسرے انسان کا حق پہلے انسان کے لئے فرض ہو گا۔ انگریزی زُبان میں ہم اِسے wrights اور obligations کے الفاظ میں بیان کر سکیں گے۔

ہم دنیا کے تمام معاشروں اور سوسائٹیوں بالخصوص تھرڈ ورلڈ کنٹریز جن کو ہم غیر ترقی یافتہ ممالک کہتے ہیں کا یہ لمحہ فکریہ ہے کہ ہم اپنے حقوق کی طرف توجہ زیادہ دیتے ہیں انہیں اپنا استحقاق سمجھتے ہیں۔ اپنی سوسائٹی اور جماعت یا سیاسی دنیا میں سیاسی لوگوں سے اپنے حقوق مانگتے ہیں اِس کے لئے آئے روز مُظاہرے بھی کرتے ہیں اور بسا اوقات معاشرے کے امن و سلامتی کو بھی داؤ پر لگا دیتے ہیں لیکن اپنے فرائض جو

معاشرے کی یکسانیت اور اتحاد کے لئے زیادہ اہم ہیں کی ادائیگی کی طرف توجہ نہیں دیتے جبکہ یہ دونوں گاڑی کے دو پہیے ہیں جو اگر برابر چلیں تو گاڑی رواں دواں رہتی ہے ورنہ وہ اپنی منزلِ مقصود تک نہیں پہنچتی۔ اِسی لئے کچھ عرصہ کے بعد گاڑی کے پہیوں کی انلائیٹمنٹ (enlightenment) کروائی جاتی ہیں۔ روحانی معنوں میں خلیفۃ المسیح کے خطبات اور مربیان وبزرگانِ جماعت کی تقاریر اور مضامین دراصل ہمیں سیدھا کرنے اور رکھنے کے کام آتے ہیں۔

اسلامی دنیا میں یہ دونوں الفاظ جب مِلا کر پڑھے یا بولے جاتے ہیں تو یہ ایک اِصطلاح کے طور پر استعمال ہو رہے ہوتے ہیں جس میں دونوں الفاظ یکساں طور پر اپنے اپنے معنوں کی طرف ایک مؤمن کو توجہ دلا رہے ہوتے ہیں کہ اگر تمہارے کچھ حقوق ہیں تو فرائض بھی ہیں اِسی لئے انگریزی زُبان میں ایک مُحاورہ استعمال ہوتا ہے کہ Give & Take جس میں give کا لفظ پہلے ہے جس کے معانی دینے کے ہیں یعنی اپنے فرائض پہلے ادا کرو تمہارے حقوق خود بخود تمہیں فالو کریں گے یہی اسلامی معاشرہ کی خوبصورتی ہے۔

معزز بہنو! جماعت احمدیہ بھی ایک کمیونٹی ہے۔ اِس میں عورتیں بھی ہیں اور مرد۔ اِس میں بچیاں بھی ہیں اور بچے بھی، اِس میں نوجوان بھی ہیں اور بوڑھے بھی اور اِن تمام کی حیثیت مختلف ہوتی ہے جیسے ایک عورت ماں بھی ہے، بیوی بھی ہے، بہن، نند اور بہت سے رشتوں میں پروئی ہوئی ہے اور ہر حیثیت میں اُس کے حقوق اور فرائض مختلف ہیں یہ کیفیت ایک مرد کے ساتھ ہے۔ وہ کبھی باپ، کبھی شوہر، کبھی بھائی اور کبھی بہنوئی و دیگر رشتوں میں بندھا ہوا ہے اور حقوق و فرائض مختلف۔ جماعت احمدیہ نے اسلامی تعلیمات کے مطابق رشتے کے ہر مرتبے کے مطابق حقوق و فرائض مقرر کر رکھے ہیں جن کو ہر احمدی فالو کرنا اپنی سعادت سمجھتا ہے۔ آئیں! اِس تمہید کے مطابق عورتوں کے حقوق و فرائض بیان کریں۔ تاہم خود بھی اِن اسلامی حقوق و فرائض پر عمل کر کے جہاں خدا کی خوشنودی کے مؤجب بنیں وہاں معاشرہ بھی حسین نظر آئے اور دنیا کو عورتوں کے مقام کے بارے میں اسلام کی حسین تعلیم سے آگاہ بھی کر سکیں اور اس کامل دین پر ہونے والے اعتراضات اور الزامات کا جواب دے کر اس کا دفاع بھی کر سکیں۔ یوں معاندینِ اسلام کے حوصلے پست ہوں گے اور انہیں عورت کے مقام کے بارے میں حملے کرنے کا جواز

نہیں ملے گا۔ عورت کی آزادی اور حقوق کے نام سے چلنے والی بعض تحریکوں کے پُر کشش نعروں کے پیچھے چھپی قباحتیں عورتوں کو گمراہ کرتی ہیں جس سے مرد فائدہ اُٹھا کر اپنے تعیش کے سامانوں میں اضافے کرتے ہیں۔ حقوق و فرائض سے کم آگاہی کی وجہ سے عورتوں کو مردوں کی طرف سے بھی زیادتی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

معزز بہنو! قرآن مجید ہی عورتوں کے حقوق و فرائض جاننے کا اصل منبع اور ماخذ ہے۔ اسلام کا یہ بھی منفرد اعزاز ہے کہ صرف تعلیم ہی نہیں دیتا بلکہ اس پر عمل کر کے دکھانے والے مطہر اور مقدس مثالی وجودوں کی رہنمائی بھی کرتا ہے۔ ہمارے ہادیٔ کامل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنی تعلیمات پر خود عمل کر کے دکھایا اور دور حاضر میں غلامِ احمد حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے حقیقی اسلام کو تازہ زندگی دی ہے۔ آج حقوق بارے بات ہو گی۔

اللہ تبارک، تعالیٰ نے اسلام میں عورت کو عزت کا مقام عطا فرمایا ہے

معزز خواتین! عورت بیٹی، بہن، بیوی، ماں ہر روپ میں قابل احترام ہے۔ بیٹیوں کو اللہ کی رحمت قرار دیا، ماں کے قدموں کے نیچے جنت رکھ دی ہے اور بیویوں سے حسن سلوک کرنے والے کو بہتر انسان ہونے کا مژدہ سنایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت ذات کو محبوبیت کا مقام دیا فرماتے ہیں: ”مجھے تمہاری دنیا کی جو چیزیں سب سے زیادہ عزیز ہیں ان میں اول نمبر پر عورتیں ہیں۔ پھر اچھی خوشبو مجھے محبوب ہے مگر میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز اور محبت الٰہی میں ہی ہے۔“

(نسائی کتاب عشرۃ النساء باب حب النساء)

انسانی، اخلاقی اور مذہبی لحاظ سے مرد، عورت کے حقوق مساوی ہیں

معزز خواتین! مرد اور عورت کو نفس واحدہ سے پیدا کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اور اس کے نشانات میں سے (یہ بھی) ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس میں سے جوڑے بنائے تا کہ تم اُن کی طرف تسکین (حاصل کرنے) کے لئے جاؤ اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔ یقیناً اس میں ایسی قوم کے لئے جو غور و فکر کرتے ہیں بہت سے نشانات ہیں۔ (الروم:22)

خدا تعالیٰ کا قرب پانے کے راستے دونوں کے لیے برابر ہیں۔ کسی کا مرد ہونا وجہ فضیلت نہیں ہے۔
اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت حاصل کرنے کا معیار تقویٰ ہے:
اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌ خَبِیۡرٌ۔(الحجرات:14)
بلاشبہ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متّقی ہے۔ یقیناً اللہ دائمی علم رکھنے والا (اور) ہمیشہ باخبر ہے۔
اور تقویٰ حاصل کرنے کی راہیں دونوں اصناف کے لیے برابر کھلی ہیں۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
اَنِّیۡ لَاۤ اُضِیۡعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنۡکُمۡ مِّنۡ ذَکَرٍ اَوۡ اُنۡثٰی (آلِ عمران:196)
میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ہرگز ضائع نہیں کروں گا خواہ وہ مَرد ہو یا عورت۔

نکاح کے موقع پر پڑھی جانے والی آیات حقوق و فرائض کا مکمل منشور ہیں

معزز خواتین! قرآن کریم فرماتا ہے۔
اے لوگو! اپنے ربّ کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور پھر ان دونوں میں سے مَردوں اور عورتوں کو بکثرت پھیلا دیا۔ اور اللہ سے ڈرو جس کے نام کے واسطے دے کر تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رِحموں (کے تقاضوں) کا بھی خیال رکھو۔ یقیناً اللہ تم پر نگران ہے۔(النساء:2)
ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صاف سیدھی بات کیا کرو۔ وہ تمہارے لئے تمہارے اعمال کی اصلاح کردے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔ اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو یقیناً اُس نے ایک بڑی کامیابی کو پالیا۔(الاحزاب:71-72)
ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور ہر جان یہ نظر رکھے کہ وہ کل کے لئے کیا آگے بھیج رہی ہے۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ اس سے جو تم کرتے ہو ہمیشہ باخبر رہتا ہے۔(الحشر:19)
اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! کا مخاطب مرد اور عورتیں دونوں ہیں۔

خالقِ کائنات نے نفس واحدہ یعنی ایک جنس سے مرد اور عورت کو ایک سی دماغی صلاحیتیں، احساسات اور جذبات رکھنے والے انسان بنایا۔ پھر ایک دوسرے کا خیال رکھنے اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کا ارشاد فرمایا اور تقویٰ اختیار کرنے اور اللہ تعالیٰ سے ڈر کے رہنے کا حکم ہے۔

ہر احمدی مرد عورت یہ بیان پیش نظر رکھے اور خدا کی خوشنودی کے لیے جو قدم زندگی میں اٹھائے وہ اس سوچ کے ساتھ اٹھائے کہ مَیں اللہ تعالیٰ کے ایک حکم پر عمل کرنے والا ہوں اور اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہے تو دوسرے کی حق تلفی کرنے یا زیادتی کرنے کا خیال نہیں آتا ایک دوسرے کے جذبات واحساسات کا خیال رکھنے سے جو پُر سکون معاشرہ بنتا ہے اس سے آئندہ صالح نسلیں جنم لیتی ہیں۔

مرد عورت ایک دوسرے کا لباس ہیں

معزز خواتین! قرآن مجید فرماتا ہے: هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ۔ (البقرۃ:188)

یعنی وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔ لباس عیب چھپاتا ہے۔ زینت کا باعث بنتا ہے اور سردی گرمی سے بچاتا ہے۔

نکاح کے معاہدے کے بعد مرد عورت ایک بندھن میں بندھ جاتے ہیں جس کو قائم رکھنا دونوں کی ذمہ داری ہے۔ یہ رشتہ آپس میں اعتماد سے قائم رہتا ہے۔ نہ مرد، عورت کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائے اور نہ عورت، مرد کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائے۔ اس سے گھریلو زندگی خوشگوار رہے گی امانت اور دیانت کا تقاضا ہے کہ ایک دوسرے کے رازدار ہوں۔ اس طرح بھرم اور عزت رہتی ہے معاشرے میں اچھا مقام بنا رہتا ہے۔ کسی کو بات کرنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ ایک دوسرے کو برداشت کرنا ایک دوسرے کی پردہ پوشی کرنا، عیب چھپا کر ایک دوسرے کی زینت کا سامان بننا مناسب ہے۔ اس کے لیے تحمل، معاملہ فہمی اور غصے کو قابو میں رکھنا لازم ہے۔ بے قابو ہونے کی صورت میں الزام تراشی اور ایک دوسرے پر گند اچھالنے کی بدنما صورت پیدا ہوتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔

حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑی خیانت یہ شمار ہو گی کہ ایک آدمی اپنی بیوی سے تعلقات قائم کرے۔ پھر وہ بیوی کے پوشیدہ راز لوگوں میں بیان کرتا پھرے۔“

(سنن ابی داؤد۔کتاب الادب باب فی نقل الحدیث)

عورتوں کا بھی فرض ہے کہ آپس کی خلوت کی باتیں دوسروں کو بتانے سے گریز کریں۔ بعض دفعہ ماں باپ کو تجسس کی عادت ہوتی ہے۔ کرید کرید کر باتیں پوچھتے ہیں اور دخل اندازی سے معاملات کو مزید بگاڑ دیتے ہیں۔ اس لیے میاں بیوی دونوں کا فرض ہے کہ اپنی خلوت کی باتیں دوسروں کو نہ بتائیں اور نہ دوسروں کو پوچھنی اور سننی چاہئیں۔

مرد عورت دونوں کو اپنے اپنے دائرے میں نگران بنایا گیا ہے

معزز خواتین! قرآن پاک میں ارشاد ہے:

قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا۔(التحریم:7)

خود کو اور اپنے بیوی بچوں کو آگ سے بچاؤ۔

یہ ذمہ داری دونوں پر ڈالی گئی ہے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر شخص اپنے اہل وعیال کا حاکم ہے اور اسے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگران ہے اسے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

(بخاری شریف کتاب النکاح)

عورت کا حق ہے کہ اسے جینے دیا جائے

اسلام سے پہلے بیٹی پیدا ہونا اتنا برا سمجھا جاتا کہ بسااوقات اسے زندہ ہی دفن کر دیا جاتا۔ اخراجات اور ذمہ داریوں میں اضافے کے خوف سے بھی بیٹی کا وجود بوجھ لگتا۔ اللہ تعالیٰ نے قتل اولاد سے منع فرمایا۔ اولاد کو اللہ کی رحمت اور جنت کی نوید قرار دیا۔ قرآنی ارشاد ہے:

(ترجمہ:) اپنی اولاد کو کنگال ہونے کے ڈر سے قتل نہ کرو۔ ہم ہی ہیں جو انہیں رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی۔ ان کو قتل کرنا یقیناً بہت بڑی خطا ہے۔“(بنی اسرائیل:32)

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکیوں کی پیدائش کو زحمت کی بجائے رحمت قرار دیا۔ فرماتے ہیں: ”جب کسی کے ہاں لڑکی پیدا ہوتی ہے تو خدا اس کے ہاں فرشتے بھیجتا ہے جو آکر کہتے ہیں اے گھر والو! تم پر سلامتی ہو وہ لڑکی کو اپنے پروں کے سائے میں لے لیتے ہیں اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتے ہیں یہ کمزور جان ہے جو ایک کمزور جان سے پیدا ہوئی ہے۔ جو اس بچی کی نگرانی اور پرورش کرے گا قیامت تک خدا کی مدد اس کے شامل حال رہے گی“

عورت کا حق ہے کہ اسے تعلیم و تربیت دی جائے

معزز خواتین! قرآن مجید نے دعا سکھائی۔

رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا۔ (طٰہٰ:115)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر فرض قرار دی۔ لڑکیوں کو تعلیم دینا باعث ثواب بتایا اور تعلیم دینے والے کو جنت کی بشارت دی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کی تعلیم و تربیت کے لیے ایک دن مقرر کیا ہوا تھا جس میں ان کو وعظ فرماتے اور ان کے سوالوں کے جواب دیتے تھے۔

(صحیح بخاری کتاب العلم)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس کے تین لڑکیاں یا تین بہنیں ہوں یا دو لڑکیاں اور دو بہنیں ہوں اور وہ انہیں ادب سکھائے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور ان کی شادی کر دے تو ان کے لیے جنت ہے۔ جس کی ایک بیٹی ہو اور اس نے اسے اچھا ادب سکھلایا اور اچھی تعلیم دی اور اس پر ان انعامات کو وسیع کیا جو کہ اللہ نے اس کو دیے تو وہ بیٹی اس کے لیے جہنم سے رکاوٹ اور پردہ بنے گی۔“

(طبرانی۔ المعجم الکبیر 197:10)

عورت کا حق ہے کہ اس کی صلاحیتوں کا اعتراف کیا جائے

ایک موقع پر نبی کریمؐ نے یہ اظہار فرمایا کہ بالعموم عورتیں مرد کے مقابل پر ذہنی صلاحیتوں میں نقص کے باوجود ایسی استعدادیں رکھتی ہیں کہ مردوں پر غالب آجاتی ہیں۔

شادی کے لیے کسی خاتون کو ترجیح دینا اس کے خاندان، اس کے مال، اس کے حُسن کو نہیں بلکہ اس کے ذاتی تقویٰ اور دینداری کو قرار دیا۔

حضرت عائشہؓ کے بارے میں فرمایا کہ آدھا دین عائشہؓ سے سیکھو۔ یہ عورت کے تفقہ فی العلم پر اعتماد کا اظہار ہے۔

عورت کا حق ہے کہ اس کے جذبات کا خیال رکھا جائے

معزز خواتین! عورت کو سنگریزے اور پتھر کی طرح ٹھوکروں میں رکھا جاتا تھا جس کے کوئی احساسات اور جذبات نہ ہوں۔ جیسے وہ کوئی مفت کا مال ہو جسے بیچا اور خریدا جا سکتا تھا، ترکے میں بانٹا جا سکتا تھا۔ عورت انسان نہیں ایک چیز تھی جس کی ملکیت تبدیل ہوتی رہتی تھی مگر اس کا نصیب تبدیل نہیں ہوتا تھا۔

آپؐ نے عورتوں کے لیے قواریر یعنی آبگینے کا لفظ استعمال فرمایا جس سے عورت کی نزاکت، کمزوری اور زود حسی کی طرف اشارہ ہے۔ اس کے ساتھ احتیاط سے برتاؤ کرنے اور حسن سلوک کرنے کا ارشاد فرمایا۔ ایک بچے کے رونے کی آواز آئی تو نماز مختصر کر دی تا کہ ماں کو تکلیف نہ ہو۔

(بخاری کتاب الاذان باب من اخف الصلوٰۃ)

جب آپؐ ایسے سفر پر جاتے جس میں عورتیں بھی ساتھ ہوتیں تو ہمیشہ آہستگی سے چلنے کا حکم دیتے۔ ایک دفعہ ایسے ہی موقع پر جبکہ سپاہیوں نے اپنے گھوڑوں کی باگیں اور اونٹوں کی نکیلیں اٹھالیں آپؐ نے فرمایا: رِفْقًا بِالْقَوَارِيْرِ یعنی آرام سے! عورتیں بھی ساتھ ہیں۔ اگر تم اس طرح اونٹ دوڑاؤ گے تو شیشے چکنا چور ہو جائیں گے۔

(بخاری کتاب الادب باب المعاریض مندوحۃ عن الکذب)

عورت کا حق ہے کہ تہواروں میں شریک ہو

معزز خواتین! نبی کریمؐ نے عیدین کے موقع پر تمام عورتوں اور بچیوں کو اسلامی تہواروں میں شریک کرنے کی ہدایت کی اور فرمایا کہ اگر کسی لڑکی کے پاس پردہ کے لیے چادر نہ ہو تو وہ کسی سے ادھار لے لے اور وہ عورتیں بھی جنہوں نے نماز نہیں پڑھنی اجتماع عید میں شامل ہو کر دعا میں ضرور شریک ہو جائیں۔

(بخاری، کتاب العیدین)

عورت کا حق ہے کہ اسے ورثہ میں حصہ دیا جائے

قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم زبردستی کرتے ہوئے عورتوں کا ورثہ لو اور انہیں اس غرض سے تنگ نہ کرو کہ تم جو کچھ انہیں دے بیٹھے ہو اس میں سے کچھ (پھر) لے بھاگو، سوائے اس کے کہ وہ کھلی کھلی بے حیائی کی مرتکب ہوئی ہوں اور ان سے نیک سلوک کے ساتھ زندگی بسر کرو۔ اور اگر تم اُنہیں ناپسند کرو تو عین ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے۔ (النساء:20)

قرآنی تعلیم کے مطابق ماں کو اولاد کے ترکے میں سے حصہ کا حقدار قرار دیا اسی طرح بیوی کو خاوند کا بیٹی کو باپ اور بعض صورتوں میں بہن کو بھائی کا وارث قرار دیا۔

عورت کا حق ہے کہ ان سے مشورہ لیا جائے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض اہم امور میں عورتوں سے مشورہ بھی لے لینا چاہیے اور آپؐ خود بھی مشورہ لیتے تھے حضرت عمرؓ کے دور کے بعض واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ اجتماعی معاملات میں اسلام نے عورت کو اظہار رائے کا حق دیا ہوا تھا۔

حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا:

”خدا کی قسم! ہم جاہلیت میں عورت کو چنداں اہمیت نہیں دیتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حقوق کے بارے میں قرآن شریف میں احکام نازل فرمائے اور وراثت میں بھی ان کو حقدار بنا دیا۔“

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ التحریم)

عورت کا حق ہے کہ اس پر سختی نہ کی جائے

معزز خواتین! اسلام پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ عورت کو سزا دینے کی اجازت ہے۔ اگرچہ یہ اجازت بھی گھروں کا امن قائم رکھنے کے لیے تھی جو کچھ شرائط کے ساتھ دی گئی تھی، مگر اس خیال سے کہ اس رخصت کا غلط استعمال نہ ہو اس سے بھی منع فرمایا: لَا تَضْرِبُوْا اِمَاءَ اللّٰہِ یعنی عورتیں تو اللہ تعالیٰ کی لونڈیاں ہیں، ان پر دست درازی نہ کیا کرو۔

حضرت معاویہ بن ہند سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہؐ سے پوچھا یا رسول اللہؐ! بیوی کا حق ہم پر کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا جو خدا تمہیں کھانے کو دے وہ اسے کھلاؤ اور جو خدا تمہیں پہننے کو دے وہ اسے پہناؤ اور اس کو تھپڑ نہ مارو اور گالیاں نہ دو اور اسے گھر سے نہ نکالو۔ (ابو داؤد)

عورت کا حق ہے کہ اس سے نرمی کا برتاؤ کیا جائے

خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ وَأَنَا خَیْرُکُمْ لِاَھْلِی

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب فضل أزواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

یعنی سب سے بہترین وہ ہے جو اپنے اہل و عیال کے لیے اچھا ہے اور گھر والوں سے بہترین سلوک میں میرا طرز عمل تم میں سے سب سے بہترین ہے۔

وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔ (النساء:20)

اور ان سے نیک سلوک کے ساتھ زندگی بسر کرو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا: ”فحشاء کے سوا باقی تمام کج خلقیاں اور تلخیاں عورت کی برداشت کرنی چاہئیں... ہمیں تو کمال بے شرمی معلوم ہوتی ہے کہ مرد ہو کر عورت سے جنگ کریں ہم کو خدا نے مرد بنایا ہے اور درحقیقت یہ ہم پر اتمامِ نعمت ہے۔ اس کا شکریہ ہے کہ عورت سے لطف اور نرمی کا برتاؤ کریں۔

پھر فرمایا۔

”چاہیے کہ بیویوں سے خاوند کا ایسا تعلق ہو جیسے دو سچے اور حقیقی دوستوں کا ہوتا ہے۔ انسان کے اخلاقِ فاضلہ اور خدا سے تعلق کی پہلی گواہ تو یہی عورتیں ہوتی ہیں۔ اگر انہی سے اس کے تعلقات اچھے نہیں ہیں تو پھر کس طرح ممکن ہے کہ خدا سے صلح ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ تم میں سے اچھا وہ ہے جو اپنے اہل کے لیے اچھا ہے۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 121، ایڈیشن 2016ء)

عورت کا حق ہے کہ بیماری اور معذوری میں اس کا خیال رکھا جائے

معزز خواتین! اسلام سے پہلے عورت کی ناقدری اور ذلت کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ اپنے مخصوص ایام میں اسے سب گھر والوں سے جدا رہنا پڑتا تھا۔ خاوند کے ساتھ بیٹھنا تو در کنار اہل خانہ بھی اس سے میل جول نہ رکھتے تھے۔ آپؐ نے اس معاشرتی برائی کو دور کیا۔ حیض ایک تکلیف دہ عارضہ ہے ان ایّام میں صرف ازدواجی تعلقات کی ممانعت ہے عام معاشرت ہرگز منع نہیں آپؐ بیویوں کے مخصوص ایام میں ان کا زیادہ خیال رکھتے۔ ان کے ساتھ مل بیٹھتے۔ بستر میں ان کے ساتھ آرام فرماتے اور ملاطفت میں کوئی کمی نہ آنے دیتے۔

(ابوداؤد کتاب الطھارۃ باب فی مواکلۃ الحائض)

عورت کا حق ہے کہ وہ شادی کے بعد علیحدہ گھر کا مطالبہ کر سکتی ہے

سوائے اشد مجبوری کے بیوی کا یہ حق ہے کہ وہ علیحدہ گھر کا مطالبہ کرے اور سسرال سے الگ گھر میں رہے۔

سورت النور کی آیت 62 سے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ استدلال فرماتے ہیں کہ ”ہندوستان میں لوگ اکثر اپنے گھروں میں خصوصاً ساس بہو کی لڑائی کی شکایت کرتے رہتے ہیں۔ اگر قرآن مجید پر عمل کریں تو ایسا نہ ہو۔ فرماتے ہیں دیکھو (یہ جو کھانا کھانے والی آیت ہے) اس میں ارشاد ہے کہ گھر الگ الگ ہوں، ماں کا گھر الگ اور شادی شدہ لڑکے کا گھر الگ، تبھی تو ایک دوسرے کے گھروں میں جاؤ گے اور کھانا کھاؤ گے۔“

عورت کا حق ہے کہ نکاح، شادی، طلاق، خلع کے بارے میں اسے اختیار دیا جائے

اسلام کی تعلیم کے مطابق والدین لڑکی کے ولی کی حیثیت سے لڑکیوں کے لیے مناسب ہم پلہ رشتہ تلاش کرنے کے ذمہ دار ہیں مگر فیصلہ میں لڑکی کی رضامندی ضروری قرار دی۔

ظالم، ناکارہ، ناپسندیدہ شوہر کے مقابلے میں عورت کو خلع اور فسخِ نکاح کے وسیع اختیارات دیے۔ بیوہ اور مطلقہ عورت کو نکاح کا حق دیا اور فرمایا کہ وہ اپنی ذات کے بارے میں فیصلہ کے متعلق ولی سے زیادہ حق رکھتی ہے۔

(بخاری کتاب النکاح)

پھر مہر کا حق بھی اسلام نے عورت کو دیا۔ اسلام نے 1400 سال قبل یہ حق عورت کو دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی عورت سے شادی کے لیے مہر مقرر کیا اور نیت کی کہ وہ اسے نہیں دے گا تو وہ زانی ہے اور جس کسی نے قرض اس نیت سے لیا کہ ادا نہ کرے گا تو میں اسے چور شمار کرتا ہوں۔

(مجمع الزوائد جلد4 صفحہ 131)

حقوق سلب کرنے والوں کو انتباہ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے حقوق ادا نہ کرنے والو، یا ظلم سے حق مارنے والو! ہمیشہ یاد رکھو کہ ایک غالب، عزیز خدا تمہارے اوپر ہے اور اس کے حکموں پر عمل نہ کرکے وہ احکام جو حکمت سے پُر احکام ہیں ان پر عمل نہ کرکے تم پھر امن، سلامتی اور پیار قائم کرنے والے معاشرے کے قیام میں روک ڈالنے والے بن رہے ہو اور یہ چیز اس غالب خدا کو کسی صورت میں بھی برداشت نہیں ہے۔ پس توجہ کرو، حکمت اختیار کرو، حقوق کی ادائیگی کی طرف توجہ دو تاکہ وہ عزیز خدا جو عزیز و رحیم بھی ہے تم پر رحم کرتے ہوئے صفت عزیز کے نظارے تمہیں تمہارے حق میں دکھائے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 16/ نومبر 2007ء)



﴾100﴿ ﴾مشاہدات:186﴿

احمدی خاتون کے فرائض

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ...(النساء:35)

مرد عورتوں پر نگران ہیں اس فضیلت کی وجہ سے جو اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر بخشی ہے اور اس وجہ سے بھی کہ وہ اپنے اموال (ان پر) خرچ کرتے ہیں۔ پس نیک عورتیں فرمانبردار اور غیب میں بھی ان چیزوں کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں جن کی حفاظت کی اللہ نے تاکید کی ہے۔

اللہ کی لونڈیاں ہیں تو آقا کی ہم غلام
عہدِ وفا نبھائیں گی کر دیں گی جاں نثار
گودوں میں اپنی پالے ہیں ہم نے اسد اسد
گر وقت آ گیا تو وہ کر دیں گے جاں نثار

معزز خواتین! آج میری گزارشات کا عنوان ہے: **احمدی خاتون کے فرائض**

عورت کو اللہ تبارک تعالیٰ نے جو حقوق عطا فرمائے ہیں اور جو عزت کا مقام دیا ہے جس کا ذکر اختصار کے ساتھ مَیں اوپر کر آئی ہوں۔ اس کی شکر گزاری لازم ہے اور شکر کرنے کا طریق یہ ہے کہ وہ اپنے فرائض کوشش کر کے بہترین طور پر ادا کرے۔ یہ مشکل کام ہے اللہ تعالیٰ کی مدد اور توفیق کے بغیر ممکن نہیں۔ کمی کوتاہی رہ جانے کے خوف سے اس کی پناہ مانگنا اور معافی کی خواستگار ہونا اور صدقہ خیرات سے اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرنا ہمارا معمول ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد پڑھ کر روح کانپ جاتی ہے۔ آپؐ معراج کی رات کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: مجھے جہنم بھی دکھائی گئی میں نے اس سے زیادہ بھیانک اور خوفناک منظر کبھی نہیں دیکھا۔ میں نے آگ والوں میں اکثر عورتیں دیکھیں۔ لوگوں نے کہا یا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس لیے؟ رسول اللہؐ نے فرمایا خاوند کی ناشکری کرتی ہیں اور احسان فراموش ہوتی ہیں اگر تو عمر بھر ان میں سے کسی پر احسان کرے پھر اگر وہ تجھ سے ویسی کوئی بات دیکھے تو وہ کہہ دے گی میں نے تجھ سے کبھی بھلائی نہیں دیکھی۔

(صحیح بخاری حدیث نمبر 1052)

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ

مَیں اللہ سے اپنے تمام گناہوں کی بخشش مانگتی ہوں جو میرا ربّ ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتی ہوں۔

عورت پر فرض ہے کہ وہ دین کا علم سیکھے

معزز خواتین! حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت پر فرض ہے: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَ مُسْلِمَۃٍ۔

(المعجم الاوسط)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی اور توجہ دینے کی ہدایت فرمائی۔
حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام تعلیم نسواں کے حامی تھے۔ فرماتے ہیں:
”ہم تعلیم نسواں کے مخالف نہیں ہیں بلکہ ہم نے تو ایک سکول بھی کھول رکھا ہے مگر یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ پہلے دین کا قلعہ محفوظ کیا جائے تا بیرونی باطل اثرات سے محفوظ رہیں۔ اللہ پاک ہر ایک کو سواء السبیل، توبہ، تقویٰ اور طہارت کی توفیق دے“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 637)

حضرت مصلح موعودؓ خواتین کی علمی ترقی خاص طور پر علمِ قرآن کے زبردست داعی تھے۔ فرماتے ہیں:
”پچھلے دنوں مَیں نے یہاں کی عورتوں سے ایک سوال کیا تھا کہ تم کسی ایک عورت کا بھی نام بتاؤ جس نے قرآن کریم پر غور کر کے اس کے کسی نکتہ کو معلوم کیا ہو؟
تم قرآن کو قرآن کر کے نہیں پڑھتیں اور نہیں خیال کرتیں کہ اس کے اندر علم ہے، فوائد ہیں، حکمت ہے بلکہ صرف خدائی کتاب سمجھ کر پڑھتی ہو کہ اس کا پڑھنا فرض ہے اسی لیے اس کی معرفت کا دروازہ تم پر بند ہے دیکھو قرآن خدا کی کتاب ہے اور اپنے اندر علوم رکھتا ہے۔ قرآن اس لیے نہیں کہ پڑھنے سے جنت

ملے گی اور نہ پڑھنے سے دوزخ بلکہ فرمایا کہ فِیْہِ ذِکْرُکُمْ اس میں تمہاری روحانی ترقی اور علوم کے سامان ہیں۔ قرآن ٹونہ نہیں۔ یہ اپنے اندر حکمت اور علوم رکھتا ہے۔ جب تک اس کی معرفت حاصل نہ کرو گی قرآن کریم تمہیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔“

(مستورات سے خطاب، انوارالعلوم جلد 11 صفحہ 58)

عورت کا فرض ہے کہ وہ مرد کی فرماں بردار رہے

معزز خواتین! عورت پیدائشی طور پر صنفِ نازک ہے جبکہ مرد قویٰ کے لحاظ سے مضبوط ہوتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جس نے ان کو مختلف صلاحیتیں دے کر پیدا کیا ہے اسی نے انتظامی لحاظ سے ان کی تقسیم کار اس طرح فرمائی کہ مرد کو گھر کا بادشاہ بنایا اور عورت کو اس کی ملکہ کا درجہ دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِھِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ...(النساء:35)

مرد عورتوں پر نگران ہیں اس فضیلت کی وجہ سے جو اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر بخشی ہے اور اس وجہ سے بھی کہ وہ اپنے اموال (ان پر) خرچ کرتے ہیں۔ پس نیک عورتیں فرمانبردار اور غیب میں بھی ان چیزوں کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں جن کی حفاظت کی اللہ نے تاکید کی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اس کی تشریح میں فرمایا:

”سب سے پہلے تو لفظ قوّام کو دیکھتے ہیں۔ قوّام کہتے ہیں ایسی ذات کو جو اصلاح احوال کرنے والی ہو، جو درست کرنے والی ہو، جو ٹیڑھے پن اور کجی کو سیدھا کرنے والی ہو۔ چنانچہ قوّام اصلاح معاشرہ کے لئے ذمہ دار شخص کو کہا جائے گا۔ پس قوّامون کا حقیقی معنی یہ ہے کہ عورتوں کی اصلاحِ معاشرہ کی اول ذمہ داری مرد پر ہوتی ہے۔ اگر عورتوں کا معاشرہ بگڑنا شروع ہو جائے، ان میں کج روی پیدا ہو جائے، ان میں ایسی آزادیوں کی رَو چل پڑے جو ان کے عائلی نظام کو تباہ کرنے والی ہو۔ تو عورت پر دوش دینے سے پہلے مرد اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں۔ کیونکہ خدا نے ان کو نگران مقرر فرمایا تھا۔ معلوم ہوتا ہے انہوں نے اپنی بعض ذمہ داریاں اس سلسلہ میں ادا نہیں کیں۔ ما فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ (النساء:35)“

ایک حدیث ہے کہ جس عورت نے پانچوں وقت کی نماز پڑھی اور رمضان کے روزے رکھے اور اپنے آپ کو بُرے کاموں سے بچایا اور اپنے خاوند کی فرمانبرداری کی اور اُس کا کہنا مانا، ایسی عورت کو اختیار ہے کہ جنت میں جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔"

(مجمع الزوائد۔ کتاب النکاح۔ باب فی حق الزوج علی المرأۃ)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ صاف فرماتا ہے کہ کوئی عورت نیک نہیں ہو سکتی جب تک اپنے خاوند کی فرمانبرداری نہ کرے اور دلی محبت سے اس کی تعظیم بجا نہ لائے اور پسِ پشت یعنی اس کے پیچھے اس کی خیر خواہ نہ ہو اور پیغمبر خُدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عورتوں پر لازم ہے کہ اپنے مردوں کی تابعدار رہیں ورنہ ان کا کوئی عمل منظور نہیں اور نیز فرمایا ہے کہ اگر غیر خدا کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو مَیں حکم کرتا کہ عورتیں اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں اگر کوئی عورت اپنے خاوند کے حق میں کچھ بدزبانی کرتی ہے اور اِہانت کی نظر سے اس کو دیکھتی ہے اور حکمِ ربّانی سُن کر پھر بھی باز نہیں آتی تو وہ لعنتی ہے خدا اور رسول اس سے ناراض ہیں عورتوں کو چاہئے کہ اپنے خاوندوں کا مال نہ چراویں اور نامحرم سے اپنے تئیں بچاویں"

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 48)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"عورت پر اپنے خاوند کی فرماں برداری فرض ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر عورت کو اس کا خاوند کہے کہ یہ ڈھیر اینٹوں کا اُٹھا کر وہاں رکھ دے اور جب وہ عورت اُس بڑے اینٹوں کے انبار کو دوسری جگہ پر رکھ دے تو پھر اُس کا خاوند اُس کو کہے کہ پھر اس کو اصل جگہ پر رکھ دے تو اس عورت کو چاہئے کہ چون وچرا نہ کرے بلکہ اپنے خاوند کی فرماں برداری کرے"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 30)

عورت کا فرض ہے کہ سب سے پہلے گھروں کے سکون کی طرف توجہ دے

معزز خواتین! بچے کی پیدائش سے پہلے نیک اولاد کی دعا کے ساتھ اپنی کوکھ میں پال کر جنم دینے والی ماں کا فرض ہے کہ وہ اولاد کی نیک تربیت کرے۔ بچے بالعموم باپ کی نسبت ماں سے زیادہ قریب ہوتے ہیں اور

اپنا زیادہ وقت ماں کے ساتھ گزارتے ہیں۔ ماں کی گود ان کا پہلا مدرسہ ہوتی ہے ماں اپنی اعلیٰ لذات اپنے خدا میں رکھے تو بچوں میں فطری طور پر خدا کی محبت سرایت کر جائے گی۔ مائیں خود اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق اپنے گھروں کو عبادتوں اور ذکر الٰہی سے سجائے رکھیں۔ ایسے زندہ گھر میں زندہ بچے پروان چڑھیں گے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''ہمیشہ اولاد کی فکر کے ساتھ تربیت کرنی چاہئے اور ان کی رہنمائی کرنی چاہئے۔ عورتوں کو اپنے گھروں میں وقت گزارنا چاہئے۔ مجبوری کے علاوہ جب تک بچوں کی تربیت کی عمر ہے ضرورت نہیں ہے کہ ملازمتیں کی جائیں۔ کرنی ہیں تو بعد میں کریں۔ بعض مائیں ایسی ہیں جو بچوں کی خاطر قربانیاں کرتی ہیں حالانکہ پروفیشنل ہیں، ڈاکٹر ہیں اور اچھی پڑھی لکھی ہیں لیکن بچوں کی خاطر گھروں میں رہتی ہیں اور جب بچے اس عمر کو چلے جاتے ہیں جہاں ان کو ماں کی فوری ضرورت نہیں ہوتی، اچھی تربیت ہو چکی ہوتی ہے تو پھر وہ کام بھی کر لیتی ہیں۔ تو بہر حال اس کے لئے عورتوں کو قربانی کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کو جو اعزاز بخشا ہے کہ اس کے پاؤں کے نیچے جنت ہے وہ اسی لئے ہے کہ وہ قربانی کرتی ہے۔ عورت میں قربانی کا مادہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔ جو عورتیں اپنی خواہشات کی قربانی کرتی ہیں ان کے پاؤں کے نیچے جنت ہے۔''

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 15/ مئی 2015ء)

عورت گھر کی مناسب دیکھ بھال کرے تو جہاد جتنا ثواب ملتا ہے آنحضورؐ کے زمانے میں تلوار سے جہاد ہو رہا تھا اس کے ثواب کی حرص میں عورتوں کا بھی دل چاہتا تھا کہ مردوں کی طرح وہ بھی ثواب حاصل کریں۔ آپؐ نے فرمایا کہ مردوں کے گھر سے جانے کے بعد گھر اور بچے سنبھالنے کا ثواب بھی جہاد جتنا ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کسی عورت کے لیے اچھی بیوی بننا، خاوند کی رضاجوئی اور اس کے موافق چلنا، مردوں کی ان تمام نیکیوں کے برابر ہے۔

(تفسیر الدر المنثور)

عورت کو شوہر کی مرضی کے خلاف گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں ہے

عورت کا فرض ہے کہ وہ مرد کی آمدنی میں کفایت اور صبر شکر سے گزارہ کرے

معزز خواتین! خاوند سے کامل وفا یہ ہے کہ اس کی آمد میں قناعت سے گزارہ کیا جائے۔ سہیلیوں یا ہمسایوں کی بہتر حالت دیکھ کر اپنے خاوندوں سے شکوہ شکایت اور مطالبے کرنا درست نہیں کیونکہ بے صبری میں لڑائی جھگڑا کی نوبت آجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل رکھیں ہر ضرورت میں اس کے آگے جھکیں تو اللہ پاک کمی پوری کر دیتا ہے۔ مطالبات اور طعن و تشنیع سے گھبرا کر مرد قرض لے کر ایک ایسی دلدل میں پھنس جاتے ہیں جس سے چھٹکارا مشکل ہو جاتا ہے۔ احمدیت نے تحریک جدید کے مطالبات متعارف کروا کے کئی قسم کے بے جا اخراجات کو کم کیا ہے۔

عورت کا فرض ہے کہ وہ مرد کی دوسری شادی پر برا نہ منائے

معزز خواتین! اسلام سے پہلے شادیوں کی تعداد پر کوئی قدغن نہیں ہوتی تھی اسلام نے بعض شرائط کے ساتھ مرد کو چار شادیوں تک محدود کیا۔ چار شادیاں کرنے کا حکم نہیں دیا۔ جائز ضرورت پر تقویٰ پر قائم رہتے ہوئے۔ سب ازواج میں انصاف سے برابر حقوق ادا کرتے ہوئے اجازت دی ہے۔ شوق اور عیاشی کے لیے اجازت نہیں ہے۔ ایک شرعی حکم پر بُرا ماننا مناسب نہیں۔ قرآن ہر زمانے اور ہر جگہ کے لیے نازل ہوا ہے۔ جس میں ہر قسم کے حالات کے لیے احکام موجود ہیں اس حکم میں لاتعداد حکمتیں ہیں جہاں تک ہر انسان کا ذہن نہیں پہنچتا اس لیے اعتراض جائز نہیں۔

اسلام نے عورت کو یہ حق دیا ہے کہ شادی سے قبل عورت مرد سے یہ عہد لے سکتی ہے کہ آئندہ جو بھی حالات ہوں وہ دوسری شادی نہیں کرے گا جس کے بعد وہ اس کا پابند ہو گا۔

عورت کا فرض ہے کہ وہ حجاب میں رہے

معزز خواتین! قرآنی ارشاد ہے

”ایماندار عورتوں کو کہہ دے کہ وہ بھی اپنی آنکھوں کو نامحرم مَردوں کے دیکھنے سے بچائیں اور اپنے کانوں کو بھی نامحرموں سے بچائیں یعنی ان کی پُر شہوت آوازیں نہ سنیں اور اپنے ستر کی جگہ کو پردہ میں رکھیں اور اپنی زینت کے اعضاء کو کسی غیر محرم پر نہ کھولیں اور اپنی اوڑھنی کو اس طرح سر پر لیں کہ گریبان

سے ہو کر سر پر آجائے یعنی گریبان اور دونوں کان اور سر اور کنپٹیاں سب چادر کے پردہ میں رہیں اوراپنے پیروں کو زمین پر ناچنے والوں کی طرح نہ ماریں۔ یہ وہ تدبیر ہے کہ جس سے پابندی ٹھوکر سے بچا سکتی ہے۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد سوم صفحہ 444)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

"اسلام نے جو یہ حکم دیا ہے کہ مرد عورت سے اور عورت مرد سے پردہ کرے اس سے غرض یہ ہے کہ نفسِ انسانی پھسلنے اور ٹھوکر کھانے کی حد سے بچا رہے۔ کیونکہ ابتداء میں اس کی یہی حالت ہوتی ہے کہ وہ بدیوں کی طرف جھکا پڑتا ہے اور ذرا سی بھی تحریک ہو تو بدی پر ایسے گرتا ہے جیسے کئی دنوں کا بھوکا آدمی کسی لذیذ کھانے پر۔ یہ انسان کا فرض ہے کہ اس کی اصلاح کرے...یہ ہے سِرّ اسلامی پردہ کا اور میں نے خصوصیت سے اسے ان مسلمانوں کے لئے بیان کیا ہے جن کو اسلام کے احکام اور حقیقت کی خبر نہیں۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد سوم صفحہ 443)

روز مرہ پہننے والا لباس بھی اسلامی وقار کے مطابق باحیا ہو۔ حیا ایمان کا حصہ ہے۔

عورت کا فرض ہے کہ وہ ساس سسر کی تابعداری کرے

معزز خواتین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"جب لڑکی بیاہی جاتی ہے تو اس کے ہاتھ میں دو چابیاں ہوتی ہیں ایک صلح کے دروازے کی اور ایک لڑائی کے دروازے کی چابی۔ وہ جس دروازے کو چاہے کھول سکتی ہے۔ خوش نصیب ہوتی ہیں وہ عورتیں جنہوں نے صلح کا دروازہ کھولا۔ لڑکی کو اپنے ساس، سسر کی نہایت تابعداری کرنی چاہئے کیونکہ بعد از شادی لڑکی کا تعلق اپنے والدین سے بڑھ کر اپنے ساس سسر سے ہو جاتا ہے۔ اسی واسطے ان کے ادب کو ہر وقت ملحوظ رکھنا چاہئے۔ تعلیم کا یہی فائدہ ہے لڑکی اپنے آپ کو نہایت درجہ تابعدار ثابت کرے۔ سخت ہی بد بخت ہیں وہ عورتیں جو کہ اپنے شوہروں کو ان کے والدین سے برگشتہ کرنے کی تجویزیں کرتی ہیں۔ ان کو کبھی فلاحِ دارین نصیب نہیں ہو گا"

(سیرت وسوانح سیدہ نواب مبارکہ بیگم صفحہ 343)

خانگی مشکلات کا حل

معزز خواتین! حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”بعض عورتوں کو اپنے گھروں اور سسرال کے حالات کی وجہ سے شکوے پیدا ہو جاتے ہیں۔ بے صبری کا مظاہرہ کر رہی ہوتی ہیں اور بعض دفعہ تکلیف بڑھنے کے ساتھ ردِّ عمل بھی اِس قدر ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بھی شکوے پیدا ہو جاتے ہیں۔ تو بجائے شکووں کو بڑھانے کے اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگتے ہوئے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ٹھیک ہے میرے علم میں بھی ہے بعض دفعہ خاوندوں کی طرف سے اس قدر زیادتیاں ہو جاتی ہیں کہ ناقابلِ برداشت ہو جاتی ہیں۔ تو ایسی صورت میں نظام سے، قانون سے رجوع کرنا پڑتا ہے۔ لیکن اکثر دعا، صدقات اور رویّوں میں تبدیلی سے شکوے کی بجائے اُس کی مدد مانگنے کے لئے اُس کی طرف مزید جُھکنا چاہئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا: اے عورتوں کے گروہ! صدقہ کیا کرو اور کثرت سے استغفار کیا کرو۔

(صحیح مسلم۔کتاب الایمان، باب بیان نقصان الایمان بنقص الطاعات)

(جلسہ سالانہ جرمنی خطاب از مستورات فرمودہ 23/ اگست 2003)

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا۔ (الفرقان:75)

اے ہمارے رب! ہمیں اپنے جیون ساتھیوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہمیں متقیوں کا امام بنادے۔ آمین اللھم آمین۔

